تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

مکتبہ قدوسیہ

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحریک ختم نبوت

۱۸۹۱ء۔۱۹۱۲ء

حصہ پانزدہم (۱۵)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ پانزدہم (۱۵)
صفحات: ۵۴۴
مولف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین
طبع: اول
سال طباعت: ۲۰۱۱ء

فہرست عنوانات

لا نظیر لہ ۔ شیر خان جمیل احمد عمری ۷
دوسو روپیہ ماہوار کی پیش کش ۱۵
تردید الہامات از لیکھ رام ۲۱
مراسلت مابین قادیانی و لیکھ رام ۳۰
اشتہار صداقت اظہار: مرزا امام الدین ۵۲
اشتہار، کفر ٹوٹا خدا خدا کر کے: لیکھ رام ۵۶
اشتہار واجب الاظہار: ملا وامل ۵۸
اعلان شرم پت رائے ۶۱
ساہوکاران قادیان بنام مرزا قادیانی ۶۲
مرزا قادیان بنام ساہوکاران ۶۴
اعلان کا بطلان ۶۵
تحقیقات دستگیریہ ۶۸
فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی ۹۵
افادۃ الافہام ۱۲۲
حفاظت حدیث ۱۲۲
امام زمان ۱۳۰
اہمیت تفسیر ۱۳۷
قادیانی کے دلائل ونشانات عیسویت ۱۴۵
قرآن کے مغز وبطن کا اٹھایا جانا ۱۴۸
کیا قادیانی، آدم وابن مریم تھا ۱۵۰

الف ششم کے آخر میں پیدائش	۱۶۲
ظلمت عامہ اور تامہ	۱۶۵
نشان نمائی	۱۶۹
نعمت اللہ شاہ کا قصیدہ	۱۷۱
مقابل کی ذلت	۱۷۳
الہام کا ہونا	۱۸۳
لیلۃ القدر	۱۸۶
زمینی زلزلے	۱۹۰
قطع الوتین	۱۹۲
علامات مسیح	۱۹۵
حدیث نواس وغیرہ	۲۱۳
حارث حراث	۲۳۷
تصرفات قادیانی	۲۴۵
موت وحیات مسیح	۲۴۸
معراج کی بحث	۲۵۱
قیامت اور حشر اجساد	۲۷۰
قصہ عزیرؑ	۳۱۶
توفّی کے معنی	۳۲۴
اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ	**۳۳۲**
لاہور میں قادیانی جلسہ	۳۳۲
قادیانی کذب بیانی بابت قصیدہ اعجازیہ	۳۳۳
قادیانی فرار	۳۳۴
کذب بیانی در بارہ استاد پنجاب	۳۳۴
الحق کی حق پسندی	۳۳۹

مولوی نور الدین جواب دیں	۳۴۰
بدر قادیانی جواب دے	۳۴۲
قادیانی کی مختصر سوانح عمری	۳۴۶
قادیانی کذب بیانیاں	۳۴۸
قادیانی سوالات کے جوابات	۳۶۲
الحکم پر بجلی گری	۳۶۸
بدر کی بدروی	۳۷۵
یہ شرط کوئی مشکل نہیں	۳۷۶
بٹالوی اور قادیانی	۳۷۸
مرزائیوں سے ابراہیمی مباحثہ	۳۸۱
قادیانی کذب بیانی و بدزبانی	۳۸۲
قادیانی پئو کی اماں	۳۸۷
مرزائیوں سے چند سوال	۳۸۹
جناب اللہ دتا کی نگارشات	۳۹۱
قادیانی کذب بیانی	۴۱۲
قدرت ثانیہ	۴۱۳
شبلی اور قادیانی وفد	۴۱۵
قادیانی خلیفہ گھوڑے سے گرے	۴۲۱
مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جاوے؟	۴۳۱
حکیم الامت کا فیصلہ	۴۳۴
نور الدین کا نور	۴۴۱
حکیم الامت اور قادیانیوں سے چند سوال	۴۴۸
اڈیٹر بدر کو نوٹس	۴۵۳
مریض الامت اور ان کی ذریت کا فیصلہ	۴۵۵
مرزائی چکر یا دعاء مرزا میں ثنائی ذکر	۴۵۹

قادیانیوں میں اختلاف اور اسکا فیصلہ	۴۶۷
ایک قادیانی کے سوال کا جواب	۴۶۹
مینڈکی کو زکام	۴۷۳
حقانی بیان	۴۷۳
تزک مسیح	۴۷۵
بدر جواب سنے	۴۷۶
آئینہ نوری	۴۸۰
قادیانی مباحثہ	۴۹۱
قادیانی سرور	۴۹۲
قادیانی خاتم الخلفاء	۴۹۳
قادیان کا عربی اشتہار	۵۰۲
مسلمانوں کے حق میں مرزائیوں کا فتوی	۵۰۳
قادیانی نبی اور خلیفہ میں اختلاف	۵۰۷
قاضی ظہور قادیانی	۵۰۷
قادیانی خلیفہ سے فیصلہ کن سوال	۵۲۰
قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال	۵۲۱
متفرقات	**۵۲۳**
تحریک ختم نبوت پر شیخ عبدالمعید مدنی کا تبصرہ	۵۲۳
یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج	۵۳۲
کتابیات	۵۴۳

لانظیر لہ

حامداً و مصلیاً: جب سے قادیانی دریچہ کھولا گیا ہے اور اس کے ساتھ ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر کے ابتدائی دور کے شماروں سے مواد پیش ہونا شروع ہوا ہے، کئی ایسے کارکن منظر عام پر آئے ہیں جو قبل ازیں ۱۹۱۲ء تک تحریک ختم نبوت میں گمنام یا کم معروف تھے۔ ان میں مولوی عبدالعزیز محدث کوموی، مولوی محمد اسحاق پٹیالوی، صوفی محمد دین جہلمی، چودھری غلام قادر جہلمی، راجہ خان بہادر خان جہلم، مولوی غلام مصطفیٰ امرتسری، مولوی نور محمد واعظ بمبئی، مولوی نور اللہ، مولوی خیر شاہ، حافظ ظفر علی، مولوی نور الحسن، مولوی غلام اللہ قصوری، ماسٹر کرم الٰہی سیالکوٹی، مولوی عبدالرحمٰن نومسلم دہلوی، قاضی نذیر حسین اڈیٹر قلقل بجنور، مولوی احمد حسن بریلوی مہتمم مصباح التہذیب، مولوی یار محمد شاہپوری، خان بہادر محمد ابراہیم خان مردان، مولوی سید علی الحائری، مولوی عبداللہ بن ارشاد علی ذاکر لاہوری، ڈاکٹر نور حسن وانا وزیرستان، مولوی احمد رضا بریلوی، مولوی حامد رضا بریلوی، یعقوب خان کلرک پولیس سرساوہ، میاں فوق اڈیٹر پنجہ فولاد لاہور، منشی سراج الدین اڈیٹر روزگار، وزمین دار، اڈیٹر نیر اعظم مراد آباد، منشی غلام محمد اڈیٹر وکیل امرتسر، مولوی عبداللہ چکڑالوی، مولوی محمد حسین کوئلہ والہ دہلی، مولوی محمد علی مونگیری، حکیم مظہر حسن صدیقی، میاں فتح خان ٹانڈہ، خان بہادر ڈپٹی فتح علی شاہ لاہوری، ڈاکٹر جمال الدین، مرزا سلطان محمد بیگ پٹی ضلع لاہور، حاجی محمد احمد دہلوی، نواب سلطان مرزا دہلوی، نواب سعید الدین احمد دہلی، مولوی عبد الحمید دہلوی، عبدالغنی دہلوی، جناب عبدالحق سوداگر دہلوی، حاجی نور احمد دہلوی، میاں محمد منصرم مطبع فارقی دہلی، شیخ مہر علی ہوشیار پوری، حکیم غلام رسول امرتسری، میاں امام الدین لاہوری، منشی عبدالحق اکاؤنٹنٹ، حکیم محمد صدیق امرتسری، مولوی محمد ابراہیم امرتسری، حکیم سلطان محمود راولپنڈی، مولوی محمد حسن فیضی، پیر عبدالخالق، مولوی احمد دین موضع شاہاں جہلم، مولوی اصغر علی لاہوری، علامہ شمس الحق ڈیانوی، مولوی محمد رفعت اللہ شاہجہان پوری، مولوی اکرام اللہ خان شاہ جہان پوری، مولوی ابو اسحاق محمد عبداللہ شاہجہان پوری برادر مولوی ابو یحیی محمد شاہ جہانپوری، اڈیٹر النجم، اڈیٹر البیان، مولوی محمد یحی مدرس سہارن پور، حکیم محمد شریف بانکی پوری، مولوی عبدالستار بسکوہری، مولوی عبدالغفار خان رامپوری، حافظ احمد علی خان رامپوری، مولوی ابوالمسیح احمد دین سیالکوٹی، قاضی ظفر الدین لاہور،

مولوی محمد داؤد تلمیذ قاضی ظفر الدین ،مولوی محمد محی الدین امام مسجد شاہجہانپور ،مولوی محمد ریاست علی شاہ جہانپور، مولوی ابو یحی محمد شاہجہانپوری ،مولوی سید محمد اعظم شاہجہانپوری ، ،مولوی محمد عبدالخالق مدرسہ عین العلم ،مولوی عبدالکریم شاہجہانپوری ،حکیم محمد الدین امرتسری ،مولوی ابونعیم عبدالعظیم حیدرآبادی ،مولوی اللہ دتا چک ۳ نہر گوگیرہ ،منشی قائم الدین نقشہ نویس ہیڈ مرالہ، جناب عبدالعزیز سوداگر بوٹ امرتسر ،مولوی ابو یحی حشمت علی دہلوی ، علامہ رشید رضا مصری ، شیخ مصطفیٰ صادق الرافعی ،مولوی عبد الکریم بن محمد صدیق پشاور ،مولوی عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ ،منشی خیرالدین نقل نویس ،مولوی غلام مصطفیٰ سہسرامی ، منشی مولا بخش کشتہ امرتسری ، مولوی محمد اشرف علی تھانوی ،مولوی نور محمد مدرسہ مہند بہاولپور ،مولوی سید عبدالرحیم غزنوی ،مولوی عبدالعزیز دینانگری ،مولوی نوراحمد امرتسری ، مولوی عبدالاول غزنوی ،مولوی عبدالغفور غزنوی ،مولوی ابوزبیر غلام رسول امرتسری ،مولوی نوراحمد لکھوی ، حکیم عبدالحق امرتسری ،مولوی محمد حسین لکھوی ،مولوی سید عبدالقیوم جالندھری ،مولوی عبدالقادر لکھوی ،مولوی تاج الدین امرتسری ،مولوی عبدالرزاق لکھوی ، حافظ غلام صمدانی پشاوری ،حکیم محمد عبداللہ پشاور ،مولوی گل محمد بہاری پور ضلع پشاور ،مولوی عبدالعظیم پسروری ،مولوی عبداللہ پسروری، مولوی قاسم علی نائی والہ ،مولوی محبّ اللہ خراسانی ،مولوی عبدالمجید ہزاروی ،مولوی عبدالودود باری والہ، مولوی نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرتسری ،مولوی یحی غزنوی ،مولوی محمد غزنوی ، خلیفہ عبدالرحمٰن امرتسری مولوی سید احمد دہلوی ،مولوی غلام محمد تبّتی ،مولوی مصطفیٰ کیلیانوالہ ، حافظ محمد عبداللہ غزنوی ، مولوی حبیب اللہ غزنوی ،مولوی عبدالعلی نوشہرہ بنیر ،مولوی شاہ ابوصالح کانپوری وغیرہ شامل ہیں ۔

مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف کے مطالعہ سے واضح ہوتا ہے کہ اس کی زندگی میں اس کے اصل مدمقابل اہل حدیث ہی تھے ۔جیسا کہ اڈیٹر الحکم قادیان بتاتا ہے:

> مرزا صاحب نے اپنا ایک پرانا الہام سنایا یا یحی خذ الکتاب با لقوۃ و الخیر کلہ فی القرآن اور فرمایا کہ، اس میں ہم کو حضرت یحی کی نسبت دی گئی ہے کیونکہ حضرت یحیؑ کو ان اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا تھا جو کتاب اللہ توراۃ کو چھوڑ بیٹھے تھے اور حدیثوں کے بہت گرویدہ ہورہے تھے اور ہر بات میں احادیث کو پیش کرتے تھے ۔ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہل حدیث کے ساتھ ہوا کہ ہم قرآن پیش کرتے اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں ۔ (الحکم قادیان ۲۴ ۔اپریل ۱۹۰۲ء ص ۸)

شائد اسی لئے مرزا قادیانی کا لٹریچر مولانا سید نذیر حسین محدثؒ ،مولانا بٹالویؒ ،مولانا

عبد الجبار غزنویؒ، مولانا عبد الحق غزنویؒ، مولانا محی الدین عبد الرحمٰن لکھویؒ، منشی الٰہی بخش لاہوریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا ابراہیم میرؒ، حافظ محمد یوسف امرتسریؒ وغیرھم کے ذکر سے بھرا ہوا ہے کہ اس کے اصل مخالف یہ لوگ ہیں اور انہی لوگوں نے دوسروں کو اس کے خلاف بھڑکایا ہے اور یہی لوگ اس کے عقائد و نظریات کی تردید کا کام کر رہے ہیں۔

جب سے قادیانی دریچے میں سے اخبار الحکم اور البدر نے چہرہ دکھایا ہے، مرزا صاحب کے مذکورہ بالا تاثر کی جا بجا تصدیقی شہادات ملتی ہیں، کیونکہ زیرنظر دور میں اہل حدیث بزرگ تحریک ختم نبوت کے منظر پر چھائے ہوئے تھے۔ قادیانی اخبارات مولانا بٹالویؒ، مولانا امرتسریؒ، وغیرھم کے خلاف تحریروں سے اٹے پڑے ہیں، جوابات سے عاجز آتے ہیں، تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم آئندہ ان کو مخاطب نہیں کریں گے، چند روز بعد اپنے ہی عہد کو پھر توڑتے ہیں اور کپڑے جھاڑ کر پھر مقابل کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ادھر سے پھر مناسب تواضع ہوتی ہے تو لاجواب ہوکر، میں باز آیا محبت سے، کا ریکارڈ گراموفون پر لگا کر، دکان بڑھا کر، پاؤں میں مہندی لگا کر مائیوں بیٹھ جاتے ہیں۔ کاروبار سرد ہو جاتا تو حبک الشیء یعمی و یصم کے مصداق مرزا صاحب کی محبت میں اندھے اور بہرے ہوکر خاطر کروانے کے لئے پھر میدان میں کود پڑتے ہیں۔ البدر اور الحکم، علماء اہل حدیث کے مقابل قادیانیوں کے اٹھنے اور گرنے کی یہی داستان سنا رہے ہیں۔ جیسا کہ ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب کی مجلس میں:

> ذکر آیا کہ لدھیانہ میں ایک فحش گو نے پھر گالیاں دینے پر کمر باندھی ہے۔ (مرزا نے) فرمایا کہ اب ایسے لوگوں سے اعراض ہی اچھا ہے۔ ہم کیا جواب دے سکتے ہیں۔
>
> (بدر قادیان ۲۷۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ۸)

لیکن جلد ہی قادیانی پھر جوابات دینے لگے۔ تاہم جب اچھی طرح خاطر ہوئی تو اڈیٹر البدر نے پھر لکھا:

> چونکہ ہماری طرف سے کیا تحریراً اور کیا تقریراً پورے طور پر مخالفوں پر اتمام حجت ہو چکا ہے، اس لئے اب ان کے ایسے کلمات کا اخباروں میں رد کرنا جو انصاف پر مبنی نہیں ہیں ہرگز مناسب نہیں.... ہم تمام لوگوں اور تمام مخالفین کو عام اطلاع دیتے ہیں کہ اب مخالفین کی تحریروں کے مقابل پر ان کا نام لے کر کوئی تحریر شائع نہ ہوگی
>
> (بدر قادیان ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۷)

قادیانیوں کے مذکورہ بالا طرز عمل کی ایک اور مثال مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رسالے الہامات مرزا کا جواب ہے۔ مولانا کا یہ رسالہ پہلی مرتبہ شائع ہوا تو اس کا جواب دینے والے کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ دیا گیا تھا، اشاعت دوم میں انعام ایک ہزار کر دیا گیا۔ مرزا قادیانی کی زندگی میں بار سوم شائع ہوا، تو انعام بڑھا کر دو ہزار کر دیا گیا۔ مرزا صاحب اور ان کے حواری اسے پڑھتے تھے، اور انگور کھٹے ھیں کہہ کر رکھ دیتے تھے۔ لوگ جواب کیلئے تنگ کرتے، تو قادیانی علماء کو جوش اٹھتا۔ پھر رسالے کو اٹھاتے، دیکھتے، پڑھتے اور اپنا سا منہ لے کے رہ جاتے: جیسا کہ اڈیٹر الحکم نے نشانات مرزا کے زیر عنوان ایک مرتبہ لکھا:

عرصہ ہوا میں نے الہامات مرزا کا ایک مختصر سا جواب شائع کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر میری مصروفیت اور کتاب مذکور کی عدم اہمیت نے اب تک مجھے توجہ نہ کرنے دی۔ اب بعض احباب کی یاد دہانی سے میں نے اس رسالہ پر مکرر نظر کی ہے اور انشاء اللہ عنقریب میں ایک رسالہ شائع کر سکوں گا۔ (الحکم ۲۴۔ اگست ۱۹۰۶ء ص ۱)

اور کچھ عرصہ بعد بدر والوں نے لکھا ہے:

بعض کتابوں کے جواب ابھی سے تیار ہیں شہادۃ القرآن مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا مختصر جواب لکھا ہوا موجود ہے ایسا ہی الہامات مرزا مولوی ثناء اللہ امرتسری کا، احباب اپنی اپنی درخواستیں بھیجیں تا کہ اس کے مطابق تعداد میں چھپوائی جا سکیں۔ جو حضرات زبانی و تحریری طور پر ایسے جوابوں کی طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں وہ خاص توجہ فرما کر درخواستیں بھیجیں ... ناظم بدر بک ڈپو قادیان۔ (اخبار بدر قادیان ۷ فروری ۱۹۰۷ء ص ۹)

اور چند ہفتے بعد ایک اور قادیانی عالم نے لکھا:

ایک دوست نے رسالہ الہامات میرزا پر مجھے متوجہ فرمایا تھا جب میں نے اس کو سرسری نظر سے دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ ایسی بے جا تحریروں پر ہماری جماعت کے افراد کو متوجہ نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ قرآن کریم و اعرض عن الجاھلین کا ارشاد صادر ہے۔ من حسن اسلام المرء ترکہ ما لا یعنیہ نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے (پھر جن لوگوں نے توجہ کی انہوں نے قرآنی حکم اور ارشاد نبوی کی خلاف ورزی کی۔ یاد رہے کہ جواب کی کوشش کرنے والوں میں حکیم نور الدین، اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی، اور خود اس تحریر کا محرر، عبداللہ احمدی، شامل ہیں کیونکہ وہ بھی جواب دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ ـ جمیل) وجہ اسکی یہ ہے کہ

مصنف رسالہ (ثناء اللہ) نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرزا کی پیشگوئیوں کی پڑتال کرنی چاہیے جن سے ان کی روحانی کدورت اور صفائی کا حال کھل جائے۔ بادی النظر میں مصنف رسالہ کا یہ قاعدہ انصاف پر مبنی نظر آتا ہے لیکن پیشگوئیوں پر جرح وقدح کرتے ہوئے وہ اس قاعدہ کو ایسے طریق پر استعمال کرتا ہے کہ اس کے درمیان اور ابو جہل و دیگر کفار کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا بلکہ بعض سفیہانہ اقوال میں کچھ زیادہ ترقی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ عبداللہ احمدی، ساکن کشمیر شوپین (بدر ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

لیکن کسی سے کوئی جواب نہ ہو سکا، ادھر خود قادیانی پبلک کی طرف سے اپنے اکابرین سے مطالبہ جاری رہا کہ الہامات مرزا کا جواب لکھا اور شائع کیا جائے، جیسا کہ مرزا صاحب کے آنجہانی ہو جانے کے بعد ایک دفعہ قادیانی پریس میں یہ خبر شائع ہوئی:

امرتسری منکر ثناء اللہ کے رسالہ الہامات مرزا کا جواب اڈیٹر الحکم (یعقوب علی تراب) نے لکھنا شروع کر دیا ہے اور خدا کے فضل و کرم سے خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین) نے منظور فرمایا ہے کہ آپ باوجود ضعف اور شدت گرما کے اس کے مسودہ پر نظر ثانی کر دیں چنانچہ حضرت کی خدمت میں پہلا مسودہ دیا گیا۔ ساتھ ہی ساتھ آپ اصلاح کرتے جائیں گے، کاتب کے حوالہ مسودہ کر دیا گیا ہے وہ لوگ جو الہامات مرزا کے جواب کے لئے بے قرار تھے اب اپنے ارادہ سے اطلاع دیں یہ رسالہ سو صفحہ سے کم نہیں ہوگا، ممکن ہے زیادہ ہو جائے۔ اللہ تعالی کے فضل پر بھروسہ ہے کہ یہ جواب بہتوں کے لئے مفید ہوگا، ہاں شریر النفس اور دل کے ناپاک لوگوں کے لئے فزادھم اللہ مرضاً کا مصداق ہی ہوسکتا ہے۔ (الحکم ۷۔۱۴ جون ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

اس خبر سے معلوم ہوتا ہے کہ مئی ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا، اور مرزا صاحب یہ قرض اپنے ذمہ لے کر رخصت ہو چکے تھے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اس عرصہ میں جو ادھر ادھر سے لایعنی قسم کی تحریریں شائع کر کے بعض قادیانی اپنا دل خوش کر رہے تھے کہ الہامات مرزا کا جواب ہو چکا، وہ احمقوں کی جنت میں رہتے تھے، کیونکہ خود قادیانیوں کے اہل علم اور ذمہ دار طبقہ کو اعتراف تھا کہ الہامات مرزا کا جواب نہیں ہو سکا، اور وہ اپنے اکابرین سے مسلسل درخواست کرتے رہتے تھے کہ جواب لکھا جائے۔ اور یہ بھی ثابت ہوا کہ اڈیٹر الحکم کو خود بھی معلوم تھا کہ ان کے جوابی رسالے میں کتنی جان ہے، کہ خود ہی بتا رہے ہیں کہ جن لوگوں کے دلوں میں الہامات

مرزا پڑھ کر شکوک وشبہات پیدا ہو چکے ہیں وہ میرے اس جوابی رسالے کے پڑھنے سے دور ہونے کی بجائے اور زیادہ ہو جائیں گے۔

اسی طرح زیر نظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کے عام اہل علم کو بھی اس حقیقت کا اعتراف تھا کہ تردید قادیانیت کے علم بردار علماء اہل حدیث ہی ہیں۔ اس بات کا ثبوت حکیم مظہر حسن صدیقی کی کتاب، چودھویں صدی کا مسیح، ہے جس کی تلخیص تحریک ختم نبوت کے چودھویں حصے میں پیش کی گئی ہے، جو علماء اہل حدیث کی خدمات سے بھری ہوئی ہے۔

زیر نظر جلد کے شروع میں ڈاکٹر صاحب نے پنڈت لیکھ رام کی مرزا قادیانی کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی داستان بیان کی ہے جو انیسویں صدی کے عشرہ تاسع سے تعلق رکھتی ہے، اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ ۱۸۸۵ء کے گردوپیش پنڈت لیکھ رام نے مرزا صاحب کے نظریات پیش کر کے علماء اسلام کے سامنے سوال رکھا تھا کہ وہ کیوں ایسے شخص کو غیر مسلم قرار نہیں دیتے۔ لیکھ رام اور مرزا کی خط وکتابت، تکذیب براہین احمدیہ اور مکتوبات احمدیہ سے نقل کی گئی ہے۔

اس کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوریؒ کی کتاب تحقیقات دستگیریہ کی تلخیص کی گئی ہے جو انہوں نے براہین احمدیہ کے رد میں پہلے اردو میں لکھی پھر اس کا عربی میں ترجمہ علماء حرمین کی خدمت میں پیش کر کے مرزا پر فتوی تکفیر حاصل کیا تھا اور پھر اس فتوی اور کتاب کو انہوں نے ایک عرصہ تک اس لئے محفوظ رکھا کہ شائد مرزا صاحب اپنے عقائد سے رجوع کر لیں۔ جب ۱۸۹۱ء کے بعد امید رجوع ختم ہوگئی تو اسے عربی اردو میں شائع کرایا۔ ڈاکٹر صاحب نے عربی ترجمے کو ترک کر کے اصل اردو کتاب کی تلخیص شامل اشاعت کی ہے۔ چونکہ لو کان الایمان بالثریا لنالہ رجال من فارس کے مصداق، اور مرزا کے (قبل دعوی مسیحیت) فقہی مسلک کے بارے میں مولانا غلام دستگیرؒ کے خیالات سے ڈاکٹر صاحب کی رائے مختلف ہے اس لئے وہاں نوٹ تحریر کر دیئے گئے ہیں۔ امید ہے کہ قارئین ان نوٹس کو جو دراصل قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ اور پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی تحریریں ہیں، مفید اور حسب موقع پائیں گے۔

اس کے بعد مولانا غلام دستگیر قصوریؒ کی فتح رحمانی کی تلخیص پیش کی گئی ہے جو تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور کے لٹریچر میں بڑی اہمیت کی حامل ہے، نیز یہی وہ کتاب ہے جس کے بارے میں مرزا صاحب کا کہنا تھا کہ مولوی غلام دستگیرؒ نے اس کتاب میں میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا، اور اس مباہلے کے نتیجہ میں وہ چل بسا۔ اس بات پر بحث کئی جگہ ہو چکی ہے، اور بتایا جا چکا ہے کہ مرزا

صاحب کا خیال غلط تھا۔ اس کے برعکس اس کتاب میں اس فرار کی تفصیل ہے جو مرزا صاحب نے علماء اسلام کو چیلنج دے کر اس وقت اختیار کیا تھا جب مولانا غلام دستگیرؒ اس چیلنج کو قبول کر کے مباہلہ کے لئے لاہور آ کر مرزا صاحب کا انتظار کرتے رہے تھے۔

اس کے بعد ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے مولانا انوار اللہ خانؒ حیدر آبادی کی کتاب افادۃ الافہام کے حصہ دوم کی تلخیص مختلف عنوانات کے تحت کی ہے، کچھ عبارات حذف کی گئی ہیں اور باریک خط میں جا بجا حواشی تحریر کئے گئے ہیں۔ یاد رہے کہ افادۃ الافہام کے حصہ اول کی تلخیص ، کتاب ہذا کی جلد ۱۳ میں پیش کی جا چکی ہے۔

اس کے بعد ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر کے ابتدائی برسوں کے چند شماروں سے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ، مولانا محمد ابراہیم میرؒ، وغیرہ علماء و کارکنان تحریک کی نگارشات اڈیٹ شدہ صورت میں نذر قارئین کی ہیں۔ اس کے ساتھ موقع کی مناسبت سے الحکم اور البدر وغیرہ سے چند مضامین، خبریں، اور قادیانی فرامین نقل کئے ہیں۔ یاد رہے کہ قادیانی لٹریچر میں مرزا صاحب کا ذکر کرتے ہوئے بڑے بڑے سابقے اور لاحقے القاب و دعاوی کی صورت استعمال کئے جاتے تھے جنہیں اکثر و بیشتر ترک کر کے مرزا صاحب یا مرزا قادیانی، یا مرزا غلام احمد تک محدود کر دیا ہے۔

میری گزارش پر ڈاکٹر صاحب نے متفرقات کے عنوان کے ذیل میں ہماری جماعت کے معروف عالم دین شیخ عبد المعید سلفی مدنی زید مجدہ کا وہ معرکہ آراء تبصرہ جو آپ نے تحریک ختم نبوت کی پہلی جلد پر لکھ کر اپنے رسالے الاحسان دہلی میں شائع فرمایا تھا شامل اشاعت کر لیا ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ نے اللہ تعالی کی عنایات اور اپنے دوستوں کے تعاون سے کئی برسوں میں شب و روز کی محنت سے قادیانیت اور رد قادیانیت پر اس قدر مواد جمع کر لیا ہے کہ جس کا مظہر یہ پیش لفظ ہے جو پندرھویں جلد کیلئے تحریر کیا جا رہا ہے۔ کم و بیش ساڑھے سات ہزار صفحات پر مشتمل یہ قیمتی سرمایہ تلاش ، مہیا ، مرتب، کمپوز، اور طبع کر کے نسل نو کے حوالے کر دینا ایک ایسا کارنامہ ہے جسکی مثالیں علوم اسلامیہ کی تاریخ میں کم ہی ملیں گی۔

میں ڈاکٹر صاحب کو بہت قریب سے جانتا ہوں اور میرا آپ سے بہت ہی گہرا تعلق ہے مجھے معلوم ہے کہ قادیانیت اور رد قادیانیت کے لٹریچر میں شب و روز کے انہماک نے آپ کو تحریک ختم نبوت کی تاریخ کا ماہر بنا دیا ہے، اور اس کی ایک مثال وہ چھوٹے چھوٹے نوٹ ہیں جو قادیانی یا غیر قادیانی عبارتوں میں قوسین کے اندر آپ باریک خط میں جا بجا لگاتے ہیں، یہ مختصر

نوٹ اتنے جامع ہوتے ہیں کہ عبارات متعلقہ کے ساتھ پڑھنے سے قاری عش عش کر اٹھتا ہے، قادیانیت پر گرفت اس قدر سخت ہوتی ہے کہ پنجہ فولاد محسوس ہوتا ہے، جامعیت اس قدر ہوتی ہے کہ دریا کوزے میں بند نظر آتا ہے، اور معنویت اس قدر ہوتی ہے کہ محسوس ہوتا ہے کہ نگینہ اسی انگشتری کیلئے تراشا گیا تھا۔

کسی کتاب کی پندرھویں جلد پر تقریظ لکھنا ایک لحاظ سے غیر معمولی نوعیت کی بات ہے کسی مصنف کی کم ہی کتابیں ہوں گی جو ساڑھے سات ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ۱۵ جلدوں میں نہ صرف چلی ہوں بلکہ مزید جلدیں بھی ترتیب و تدوین کے مختلف مراحل میں ہوں۔ چونکہ میں قبل ازیں کئی جلدوں پر تقریظات لکھ چکا ہوں اس لئے اب ذخیرہ الفاظ میرا ساتھ دینے سے عاری ہے بس یہاں یہ عرض کرنے کی جرأت کرونگا کہ تحریک ختم نبوت کے لٹریچر میں یہ کتاب ایسی جامع اور رفیع الشان ہے کہ اس میدان میں بجا طور پر اسے لا نظیر لہ کا خطاب دیا جا سکتا ہے۔ میری دعا ہے کہ اللہ جل شانہ، اپنے حبیب کریم ﷺ کے جاں نثار خادم بارگاہ کی خدمت کو شرف قبول عطا فرمائے، انکی خطائیں معاف فرمائے، انہیں صحت و عافیت والی زندگی نصیب فرمائے، انکے علم و عمل میں برکت عطا فرمائے اور اس حکایت لذیذ کا سلسلہ دراز تر کرتا جائے کہ زمانہ بڑے شوق سے سن رہا ہے۔

مجھے امید ہے کہ ناظرین یہ معلوم کر کے خوشی محسوس کرینگے کہ زیر نظر دور (۱۸۹۱ء تا ۱۹۱۲ء) کو مکمل کرنے کے لئے ڈاکٹر صاحب نے مزید دو جلدیں (سولہویں اور سترھویں) تقریباً تیار کر لی ہیں۔ میرا خیال ہے اس ماہ (محرم ۱۴۳۲ھ) کے اخیر تک طباعت کیلئے تیار ہو جائیں گی انشاء اللہ پھر آپ تاریخ اہل حدیث کی پانچویں اور چھٹی جلد کی تیاری کی طرف توجہ فرمائیں گے جس کا شدت سے اہل جماعت کو انتظار ہے۔ میرا اندازہ ہے کہ انشاء اللہ ڈاکٹر صاحب ماہ ربیع الاول ۱۴۳۲ھ تک یہ مرحلہ بھی طے کر لیں گے۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی آپ کیلئے ان مراحل کو آسان فرما دے آمین۔ و ما ذلک علی اللّٰہ بعزیز

(مولانا) شیر خان جمیل احمد عمری

ناظم تعلیمات مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ ۱۴ دسمبر ۲۰۱۰ھ۔ ۸ محرم ۱۴۳۲ء

دوسوروپئہ ماہوار کی پیشکش

نشان نمائی کے لئے چیلنج کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

گذارش ضروری یہ ہے کہ عاجز مؤلف براہین احمدیہ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے مامور ہوا ہے کہ نبی ناصری اسرائیلی (مسیح) کی طرز پر کمال مسکینی فروتنی و غربت وتذلل وتواضع سے اصلاح خلق کے لئے کوشش کرے اوران لوگوں کو جو راہ راست سے بے خبر ہیں صراط مستقیم (جس پر چلنے سے حقیقی تحیات حاصل ہوتی ہے اور اسی عالم میں بہشتی زندگی کے آثار اور قبولیت اور محبوبیت کے انوار دکھائی دیتے ہیں) دکھاوے۔ اسی غرض سے کتاب براہین احمدیہ تالیف پائی ہے جس کی ۳۷ جزء چھپ کر شائع ہو چکی ہیں اور اس کا خلاصہ مطلب اشتہار ہمراہی خط ہذا میں مندرج ہے لیکن چونکہ پوری کتاب کا شائع ہونا ایک طویل مدت پر موقوف ہے اس لئے یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل بغرض اتمام حجت یہ خط (جسکی ۲۴۰ کاپی چھپوائی گئی ہے) معہ اشتہار انگریزی (جس کی آٹھ ہزار کاپی چھپوائی گئی ہے) شائع کیا جائے اوراس کی ایک ایک کاپی بخدمت معزز پادری صاحبان پنجاب و ہندوستان وانگلستان وغیرہ بلاد جہاں تک ارسال خط ممکن ہو) جو اپنی قوم میں خاص طور پر مشہور اور معزز ہوں، اور بخدمت معزز برہموں صاحبان و آریہ صاحبان ونیچری صاحبان وحضرات مولوی صاحبان (جو وجود خوارق وکرامات سے منکر ہیں اوراس وجہ سے اس عاجز سے بدظن ہیں) ارسال کی جاوے

یہ تجویز نہ اپنے فکر واجتہاد سے قرار پائی ہے بلکہ حضرت مولی کریم کی طرف سے اس کی اجازت ہوئی ہے اور بطور پیش گوئی یہ بشارت ملی ہے کہ اس خط کے مخاطب (جو خط پہنچنے پر رجوع بحق نہ کریں گے) ملزم ولاجواب ومغلوب ہو جائیں گے۔ بنا برعلیہ یہ خط چھپوا کر آپ کی خدمت میں اس نظر سے کہ آپ اپنی قوم میں معزز اور مشہور اور مقتداء ہیں، ارسال کیا جاتا ہے اور آپ کے کمال علم اور بزرگی کی نظر سے امید ہے کہ آپ حسبۃً للہ اس خط کے مضمون کی طرف توجہ فرما کر طلب حق میں کوشش کریں گے اگر آپ نے اس کی طرف توجہ نہ کی تو آپ پر حجت تمام ہوگی۔ اوراس کاروائی کی (کہ

آپ کو رجسٹری شدہ خط ملا پھر آپ نے اس کی طرف توجہ کو مبذول نہ فرمایا) حصہ پنجم کتاب میں پوری تفصیل سے اشاعت کی جائے گی۔ اصل مدعا خط کے جس کے ابلاغ سے میں ماموار ہوا ہوں، یہ ہے دین حق جو خدا کی مرضی کے موافق ہے صرف اسلام ہے اور کتاب حقانی جو منجانب اللہ محفوظ اور واجب العمل ہے صرف قرآن ہے۔ اس دین کی حقانیت اور قرآن کی سچائی پر عقلی دلائل کے سوا آسمانی نشانوں (خوارق وپیش گوئیوں) کی شہادت بھی پائی جاتی ہے جس کو طالب صادق اس خاکسار (مولف براہین احمدیہ) کی صحبت اور صبرا ختیار کرنے سے بمعاینہ چشم تصدیق کرسکتا ہے۔ آپ کو اس دین کی حقانیت یا ان آسمانی نشانوں کی صداقت میں شک ہو تو آپ طالب صادق بن کر قادیان میں تشریف لاویں اور ایک سال تک اس عاجز کی صحبت میں رہ کر ان آسمانی نشانوں کا بچشم خود مشاہدہ کرلیں ولیکن اس شرط نیت سے (جو طلب صادق کی نشانی ہے) کہ بمجرد معائنہ آسمانی نشانوں کے اسی جگہ (قادیان میں) شرف اظہار اسلام یا تصدیق خوارق سے مشرف ہو جائیں گے۔ اس شرط نیت سے آپ آویں گے تو ضرور انشاء اللہ تعالیٰ آسمانی نشان مشاہدہ کریں گے۔ اس امر کا خدا کی طرف سے وعدہ ہو چکا ہے جس میں تخلف کا امکان نہیں۔ اب آپ تشریف نہ لائیں تو آپ پر خدا کا مواخذہ رہا اور بعد انتظار تین ماہ کے آپ کی عدم توجہی کا حال درج حصہ پنجم کتاب ہوگا۔ اور اگر آپ آویں اور ایک سال رہ کر کوئی آسمانی نشان مشاہدہ نہ کریں تو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے آپ کو ہرجانہ یا جرمانہ دیا جائیگا۔ اس دوسو روپیہ ماہوار کو آپ اپنے شایان شان نہ سمجھیں تو اپنے حرج اوقات کا عوض یا ہماری وعدہ خلافی کا جرمانہ جو آپ اپنی شان کے لائق قرار دیں گے ہم اس کو بشرط استطاعت قبول کریں گے طالبان حرجانہ یا جرمانہ کے لئے ضروری ہے کہ تشریف آوری سے پہلے بذریعہ رجسٹری ہم سے اجازت طلب کریں اور جو لوگ حرجانہ یا جرمانہ کے طالب نہیں ان کو اجازت طلب کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ بذات خود تشریف نہ لاسکیں تو آپ اپنا وکیل جس کے مشاہدہ کو آپ معتبر اور اپنا مشاہدہ سمجھیں روانہ فرماویں مگر اس شرط سے کہ بعد مشاہدہ اس شخص کے آپ اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) میں توقف نہ فرمائیں۔ آپ اپنے شرط اظہار اسلام یا (تصدیق خوارق) ایک سادہ کاغذ پر جس پر چند ثقات مختلف مذاہب کی شہادتیں

ہوں تحریر کر دیں جس کو متعدد اردو انگریزی اخباروں میں شائع کیا جائے گا۔ ہم اپنی شرط دوسو روپیہ ماہوار جرمانہ یا حرجانہ (یا جو آپ پسند کریں اور ہم اس کی ادائیگی کی طاقت بھی رکھیں) عدالت میں رجسٹری کرالیں اور اس کے ساتھ ایک حصہ جائداد بھی بقدر شرط رجسٹری کرالیں۔..الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب۔

مطبوعہ مرتضائی پریس لاہور۔ (مجموعہ اشتہارات ج اص ۲۰۔۲۲)

میر عباس علی لدھیانوی کو مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز نے ایک خاص معتبر لاہور میں بھیجا ہوا ہے اگر چہ ارادہ تھا کہ دو ہزار خط چھاپا جائے مگر دو ہزار نوٹس بھیجنے میں پانچ سو روپیہ خرچ آتا ہے کیونکہ ہر ایک خط رجسٹری ہوکر بصرف چار آنہ جائیگا اس لئے بعض دوستوں کے مشورہ سے یہ قرین مصلحت معلوم ہوا کہ بالفعل صرف پانچ سو خط چھپوایا جائے جس میں کچھ انگریزی اور کچھ اردو ہونگے۔ ان خطوط کے چھپوانے اور روانہ کرنے میں بھی ایک سو پچاس یا کچھ زیادہ روپیہ خرچ آجائیگا۔ مگر یہ کام اتمام حجت کیلئے کیا گیا ہے تا ہر یک ضلع میں بڑے بڑے پادریوں اور پنڈتوں کی طرف اور بعض راجوں اور رئیسوں کی طرف بھی اور بعض علماء اور گدی نشینوں کی طرف بھی روانہ کئے جائیں۔ اور پھر جب ان کی اطلاع یابی ہوکر آجائے تو ان سب کے نام بغرض اظہار اتمام حجت حصہ پنجم میں درج کئے جائیں۔..

دوم مارچ ۱۸۸۵ء۔۱۲ جمادی الاول ۱۳۰۲ھ (مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۸۸۔۸۹)

اشتہاروں میں لکھتے ہیں کہ ۲۵۰ چھپوایا ہے، اور مرید کو جس سے چندے کی امید ہے لکھتے ہیں پانچ سو چھپوایا جائے۔ ایسا ہی ۸ ہزار اشتہار انگریزی کا حال بھی ہوگا، کیونکہ یہ اشتہارات تو عموماً بیرون ملک بھیجنا ہوں گے اور ان پر خرچ بھی بے پناہ آئے گا، وہ کون برداشت کرے گا۔ اور ڈاک خرچ ہی کے دکھ سے تو اتمام حجت والا اشتہار کم تعداد میں شائع کیا جارہا ہے

مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ کے چار حصے شائع کئے تو چونکہ ان میں آریہ وغیرہ کو چیلنج کئے گئے تھے اسلئے آریہ کے پنڈت لیکھرام نے اس کا جواب لکھا جسے اس نے امرتسر میں ۱۸۸۵ء میں ایک مجمع میں سنایا جس میں شریک ہونے کی مرزا غلام احمد کو بھی دعوت تھی لیکن مرزا صاحب شامل مجمع نہ ہوئے۔ چند سال بعد کچھ اضافات کے ساتھ پنڈٹ لیکھرام نے تکذیب براہین احمدیہ کے نام سے شائع کیا۔

پنڈت لیکھ رام بہت بدزبان شخص تھا اس نے اپنی کتاب میں مرزا غلام احمد کو رگید نے کے ساتھ اسلام، قرآن اور بانی اسلام پر بھی سخت اعتراضات کئے تھے۔ مرزا صاحب نے ۱۸۸۷ء میں کتاب شحنہ حق شائع کی تو اس میں حصہ پنجم کے جلد شائع کرنے کا وعدہ ان الفاظ میں درج تھا:

پنڈت لیکھ رام نے ہماری کتاب براہین احمدیہ کے ردّ میں چند اوراق چھپوائے ہیں۔ اس کتاب کا نام تکذیب براہین احمدیہ رکھا ہے ہمیں ہرگز امید نہیں کہ کوئی تمیز دار ہندو اس کتاب کو پڑھ کر یہ رائے ظاہر کر سکے کہ اسکے مولف کو عقل اور فہم سے کچھ حصہ ملا ہے یا تہذیب اور فراست سے اس کی فطرت کو کچھ تعلق نہیں۔ ہم عنقریب گند اور افتراء اس جہل مجسم کا اپنی مبسوط کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں ظاہر کرینگے۔ (شحنہ حق۔ص ۹۹)

لیکن مرزا صاحب نے اس وعدہ سے بھی وہی بے التفاتی کا سلوک کیا جو اپنے دوسرے وعدوں سے فرمایا کرتے تھے۔ اور حکیم نورالدین کو تکذیب کا رد لکھنے کا کہا (جب انہوں نے لکھ کر آپ کو خبر کی، توجواباً مرزا صاحب نے لکھا: مجھے یہ بات سن کر نہایت خوشی ہوئی کہ تکذیب براہین کا رد آپ نے تیار کر لیا ہے۔ الحمد لله و المنۃ اس رد کے شائع ہونے کیلئے عام طور پر مسلمانوں کا جوش پایا جاتا ہے شاید ڈیڑھ سو کے قریب ایسے خط آئے ہونگے جنھوں نے اس کتاب کے خریدنے کیلئے شوق ظاہر کیا ہے... غلام احمد از قادیان ۴ جنوری ۱۸۸۸ء۔ الحکم ۲۸ مئی ۱۹۱۰ء) تکذیب وتصدیق کی یہ داستان مناسب موقع پر نقل کی جائیگی، انشاء اللہ۔

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے کہ

مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب (براہین احمدیہ) میں کہیں برہمو دھرم والوں سے گالی گلوچ ہو رہی ہے کسی جگہ عیسائیوں کو کوس رہے ہیں، کسی جگہ مسیح کو ابن اللہ بنا رہے ہیں اور کسی جگہ آریوں کو برا بھلا بتا رہے ہیں۔ مجھے اس جگہ کسی اور سے سروکار نہیں اور نہ میں کسی غیر کا مختار۔ ہاں آریہ دھرم کا پیروکار ہوں.. اور اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ براہین احمدیہ کو میزان انصاف میں تولوں اور ان کا امتحان کروں:

خوش بود کر محک تجربہ آید بیان تا سیہ روئی شود ہر کہ دروغش باشد

براہین احمدیہ کی جلد اول میں مرزا صاحب نے ظاہری نمود بسے بود بلکہ روپیہ کمانے کے طور پر بڑے حرفوں میں ایک اشتہار کامل ۸۲ صفحوں پر درج کیا ہے جس سے سوائے ظاہری شیخی کے کوئی کسی طرح کا نتیجہ نہیں نکل سکتا... ایک دانا کا قول ہے مشک آنست کہ خود ببوید، مطلب ان کا اس تمام لاف وگذاف سے صرف یہی ہے کہ کسی طرح روپیہ

ہاتھ آئے (تکذیب براہین۔ص۴)....

پنڈت لیکھ رام قادیان گیا اور شرائط زیر بحث پر گفتگو کی لیکن مرزا نے سخن تراشی اور لیت ولعل سے کام نکالنا چاہا لیکن بدقسمتی سے ان کا مدمقابل کوئی ایسا آدمی نہیں تھا جو آسانی سے پیچھا چھوڑ دیتا۔ پنڈت نے بہتیری کوشش کی کہ الہامی صاحب کسی طرح قادیان کے یک سالہ قیام کے معقول اور منصفانہ شرائط کو منظور کریں اور حیلے حوالے چھوڑ کر راہ راست پر آئیں لیکن کامیاب نہ ہوئے۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ یہ حیلہ گری سے کسی طرح باز نہیں آتے اور اب شرائط قیام پر مزید گفتگو عبث ہے تو انہوں نے یک سالہ قیام وانتظار کو بالائے رکھ کر فوری اعجاز نمائی کا مطالبہ شروع کر دیا۔ پنڈت ہر روز الہامی صاحب کے دولت کدہ پر جاتا اور کہتا کہ اگر اپنے دعووں میں سچے ہو تو کوئی معجزہ اور کرامت دکھاؤ۔ لیکن بے چارے مرزا جی کے لئے سرندامت جھکا لینے کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔اسی کے ساتھ پنڈت کا یہ معمول تھا کہ ہر روز سینکڑوں ہندوؤں کو جمع کر کے قادیان کے بازار میں چلا جاتا اور مجمع کثیر میں نہایت زہر آلود تقریر کر کے حاضرین کو خوب ہنساتا۔خود مرزا جی نے اپنے اسم بامسمی رسالہ فریاددرد میں ان رسوائیوں کا بہت کچھ رونا رویا ہے۔ لکھتے ہیں:

جن دنوں لیکھ رام نے اسلام کی نسبت بدزبانی پر کمر باندھ رکھی تھی اور بات بات میں گالی ان کے منہ میں تھی ان دنوں اس نے جوش میں آکر یہ کاروائی بھی کی تھی کہ مجھ سے بحث کرنے کیلئے قادیان میں آکر ایک مہینہ کے قریب رہا۔ میں اس سے بحث کرنے کیلئے اس کے ضلع اور گاؤں نہیں گیا اور نہ میں نے کبھی ابتداء اس سے خط وکتابت کی۔ وہ خود اپنے وحشیانہ جوش سے قادیان میں میرے پاس آیا اور اس بات کے تمام ہندو اس جگہ کے گواہ ہیں کہ ۲۵ دن کے قریب قادیان میں رہا اور سخت گوئی اور بدزبانی سے ایک دن بھی اپنے تئیں روک نہ سکا۔ بازار میں مسلمانوں کے گذر کی جگہ ہمارے نبی ﷺ کو گالیاں دیتا رہا اور مسلمانوں کو جوش دلانیوالے الفاظ بولتا۔ میں نے اندیشہ نقص امن سے مسلمانوں کو منع کر دیا تھا کہ اسکی تقریروں کے وقت کوئی بازار میں کھڑا نہ ہو اور کوئی مقابلہ کیلئے مستعد نہ ہو... میرے بار بار روکنے سے وہ لوگ اپنے جوشوں سے باز آئے۔ اور لیکھ رام نے یہ طریق اختیار کیا کہ ہر روز میرے مکان پر آتا اور کوئی نشان

اور معجزہ مانگتا اور سخت ٹھٹھے اور ہنسی کے الفاظ اسکے منہ سے نکلتے۔ وہ ہمیشہ صبح یا تیسرے پہر قادیان میں میرے مکان پر آتا اور اسلام اور ہمارے نبی ﷺ کی نسبت طرح طرح کی بے ادبیاں کرتا اور جیسا کہ ظالم پادریوں نے مشہور کر رکھا ہے بار بار یہی کہتا کہ تمہارے پیغمبر سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا اور نہ کوئی پیشگوئی پوری ہوئی، ملانوں نے مذہب کو رونق دینے کیلئے جھوٹے معجزوں سے کتابیں بھر رکھی ہیں (فریاد درد۔ص الف)

لیکن سوال یہ ہے کہ جب پنڈت لیکھ رام مرزا صاحب کو ان کے کاشانہ تقدس میں جا کر ذلیل کر رہا تھا، اسلام اور داعی اسلام کی شان اقدس میں دریدہ ذہنی کی جارہی تھی، مجدد وقت کا بری طرح مذاق اڑایا جارہا تھا، اور پنڈت ہر وقت مصر تھا کہ کوئی معجزہ دکھاؤ،تو اگر مرزا میں کوئی واقعی اعجازی جوہر ودیعت تھا تو ایسی حات میں ان کی رگ حمیت کیوں جنبش میں نہ آئی؟ انہوں نے اپنا کوئی عدو افگن معجزہ دکھا کر اس بے باک آریہ کو گھٹنے ٹیکنے پر کیوں مجبور نہ کیا؟ اور اسکا سر نیاز خاک ندامت پر رکھوا کر دوسرے شوریدہ سر اعدائے دین کیلئے اسباب عبرت کیوں مہیا نہ کر دیئے۔ مرزا صاحب کا دعوی تو یہ تھا کہ اکثر گذشتہ نبیوں کی نسبت میرے بہت زیادہ معجزات اور پیش گوئیاں ہیں بلکہ بعض گزشتہ انبیاء کے معجزات اور پیش گوئیوں کو ان معجزات سے کچھ نسبت ہی نہیں اور نیز ان کی پیش گوئیاں اور معجزات اس وقت محض بطور قصہ کہانیوں کے ہیں مگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ہزار ہا لوگوں کے لئے واقعات چشم دید ہیں گزشتہ نبیوں کے معجزات اور پیش گوئیوں کا ایک بھی زندہ گواہ پیدا نہیں ہوسکتا باستثناء ہمارے نبی ﷺ کے کہ آپ کے معجزات اور پیشگوئیوں کا میں زندہ گواہ موجود ہوں اور قرآن شریف زندہ گواہ موجود ہے اور میں وہ ہوں جس کے بعض معجزات اور پیش گوئیوں کے کروڑ ھا انسان گواہ ہیں (نزول المسیح۔ص ۸۱۔۸۲)۔ لیکن اس دعوی کے باوجود عمل یہ تھا کہ ایک عدوے اسلام کے مجبور کرنے پر بھی اپنے کیسہ معجزات سے ایک عدد معجزہ نکال کر پیش نہیں کر سکتے تھے۔

(رئیس قادیان۔ص ۱۷۳۔۱۷۷)

قیام قادیان کے حالات لکھتے ہوئے پنڈت لیکھ رام نے بتایا ہے کہ:

ایک دن خاص قصبہ قادیان میں مرزا صاحب کے مکان پر بیٹھے ہوئے ایک سال بھر وہاں ٹھہرنے کی شرائط طے ہو رہی تھیں۔ اثناء گفتگو میں لفظ خوارق عادات کی تشریح

ہونے لگی۔ میرا یہ دعوی تھا کہ خوارق عادات کہتے ہیں عادت یا سبھاؤ کے توڑنے کو۔ چاقو میں چاک کرنے کی عادت ہے اور آگ میں جلانے کی۔ درخت میں غیر متحرک رہنے کی، اور انسان میں چلنے کی، وغیرہ۔آپ اگر ان عادتوں کو خدا کی برکت سے توڑ دیویں تب مسلمان ہو جاؤنگا، ورنہ آپ آریہ ہو جائیں۔اور غلط دعووں سے باز آئیں ۔ مرزا نے فرمایا کہ قرآنی اصطلاح میں اس لفظ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ لفظ ہی قرآن میں نہیں ہے اور بتلاؤ اگر کہیں ہے۔مرزا نے اقرار کیا کہ قرآن میں ضرور ہے۔ میرے پاس قرآن تھا اور اسی وقت پیش کیا کہ اسے ذرا نکالئے اور الہام کی فال ڈالئے۔ چند منٹ تک مرزا ورق گردانی کرتے رہے مگر بالکل وہ لفظ قرآن سے نہ نکالا اور طوعاً وکرھاً فرمایا کہ میں اس دعوی سے دستبردار ہوں، قرآن میں یہ لفظ نہیں ہے۔اس وقت حکیم کشن سنگھ ولالہ نہال چند وحکیم دیا رام صاحب وپنڈت اجے کشن و لالہ چھمی بھائی ومرزا کمال الدین ومنشی مراد علی اور ایک بوڑھا مسافر بیٹھے ہوئے تھے جس سے غالباً مرزا صاحب کو بھی انکار نہ ہوگا۔ (تکذیب براہین۔ص ۸۶)

تردید الہامات از لیکھ رام

پنڈت نے مرزا غلام احمد کے الہاموں کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

اول ۔ایک سال کا عرصہ ہوا مسمی جان محمد کشمیری جو مرزا صاحب کی مسجد کا امام ہے اس کا لڑکا جس کی عمر اس وقت قریباً پانچ سال ہوگی عارضہ بخار سے بیمار ہوا، اور بڑھتے بڑھتے مرض اس قدر بڑھ گئی کہ بخار کے ساتھ ہی اسہال آنے شروع ہو گئے، اور لڑکے کا خوردونوش بالکل بند ہو گیا، اور ایسا کمزور اور نحیف البدن ہو گیا کہ استخواں ہی استخوان معلوم ہوتے تھے۔غرض ایک روز لڑکا عین نزع کی حالت میں تھا اور اس وقت اس کی حالت کو دیکھ کر مجہول سے مجہول بھی یہی کہتا تھا کہ لڑکا کوئی دم کا مہمان ہے۔ غرض اس اضطرابی اور بےقراری کی حالت میں جان محمد مذکور مرزا صاحب کی خدمت میں گئے اور مرزا صاحب اس لڑکے کو دیکھ بھی چکے تھے۔خیر امام صاحب نے کل احوال عرض کیا اور کہا کہ آپ مستجاب الدعوات ہیں اس لڑکے کیلئے دعا کیجئے۔مرزا صاحب کو اس لڑکے کی طرف پہلے خیال تھا کیونکہ آپ کی مسجد کا امام زادہ تھا۔فرمایا جان محمد کے

آنے سے اول ہی مجھ کو الہام ہوا ہے کہ اس لڑکے کیلئے قبر کھود و۔ مرزا صاحب کے منہ سے یہ کلمہ نکلنا تھا کہ امام صاحب کے ہوش یافت ہو گئے۔ اوسان خطا کیوں نہ ہوتے اور ساتھ ہی طوطے کیوں نہ اڑتے کیونکہ اس کا ایک ہی بیٹا تھا وہ بھی پچھلی عمر کا۔ غرض امام صاحب اسی یاس اور مایوسی کی حالت میں جو اپنے گھر واپس آئے تو الہام کا اثر برعکس ظہور میں آیا ...یعنی لڑکے کے آثار صحت دیکھے۔ مرزا صاحب کا الہام فرمانا ہی تھا کہ خداوند کریم کی قدرت کا تماشا دیکھئے لڑکے کو دم بدم آرام ہونا شروع ہوا، اور ایک ہی ہفتہ میں لڑکا تندرست ہو گیا۔ اور مرزا صاحب اپنی دروغ بیانی و کذب لسانی و غلطی الہام کی یہ تاویل فرماتے ہیں کہ ہمارا الہام تو ہرگز غلط نہیں، ضرور کسی نہ کسی وقت پر پورا ہو جاویگا۔ ہم کہتے ہیں کہ کسی وقت بلکہ عنقریب ہی آپکے واسطے قبر کھودیں گے۔

دوم۔ ...مرزا غلام احمد نے مسمی بشنداس ساکن قادیان کو بلا کر کہا کہ مجھے تمہاری نسبت الہام ہوا ہے (جب کہ میں انبالہ کے سفر میں تھا) کہ تو لڑکے پڑھاتا ہے اور تیرا نام عزیز الدین ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ تو ایک سال تک مسلمان ہو جاوے اور نہ مر جاوے گا۔ بشنداس نے پوچھا کہ اگر یہ ضرور بات ہونے والی ہے تو میرا کیا چارہ ہے۔ مگر میں آپ سے صلاح پوچھتا ہوں کہ میرا مرجانا اچھا ہے یا مسلمان ہونا؟ مرزا صاحب نے زبان الہام ترجمان سے فرمایا کہ مسلمان ہونا۔

پھر بشن داس نے ایک دو روز بعد دریافت کیا تو کہا کہ مجھے خواب آئی تھی الہام نہ تھا، مگر میری خواب بھی الہام ہوتی ہے، اور اکثر الہام خوابوں میں ہوتا ہے اور خواب نامہ بھی نکال کر دکھلایا۔ نتیجہ اس خواب کا لکھا تھا کہ زود بمیر د یا مسلمان شود۔ تم اپنا بندوبست کرو میری خواب ضرور سچی ہوگی۔

اگرچہ وہ بشن داس سادہ لوح تھا بہت گھبرایا۔ مگر اس تاریخ نامہ نگار (لیکھ رام) بھی وہاں تھا جب اس کو کامل طور پر سمجھایا گیا کہ یہ صرف فریب بازی اور چالاکی ہے...تب وہ علانیہ طور پر مرزا غلام احمد سے مقابلہ کرنے لگا۔ پھر مرزا صاحب ہاتھ ملتے رہ گئے اور وہ سونے کا مرغ ان کے ہاتھ سے نکل گیا۔ چونکہ اب عرصہ ایک سال کا گذر گیا ہے اور وہ بات بالکل واہیات اور مزخرفات سے بھی کہتر ثابت ہوئی، جھوٹے کی پیشانی پر سیاہی کا داغ قائم رہا اور تاقیامت قائم رہیگا۔ انہیں دنوں میں مرزا کے کئی مجاوروں یا

فضلہ خوروں یا مریدوں نے گم نام خط بھی بنام بشن داس بطور خیر خواہی کے ارسال کیئے اور وہ تمام خطوط بشن داس نے نامہ نگار کے پاس بھیج دیئے۔افسوس کہ مرزا صاحب دھوکہ دینے سے باز نہیں آتے اور ابلہانہ چالاکیوں سے نہیں شرماتے حالانکہ بار بار زک اٹھاتے ہیں۔

سوم۔ڈھائی سال کا عرصہ گذرا کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ ان کے گھر میں سے عنقریب ایک احمد مر جاوے گا کیونکہ تثلیث قائم ہوتی ہے۔مرزا صاحب کا نام غلام احمد ہے، بڑے بیٹے کا نام سلطان احمد، چھوٹے کا نام فضل احمد ہے۔اور سادہ لوحی سے یہ بات مشہور بھی کرا دی مگر آج تک باوجود گذرنے ڈھائی سال کے ایک احمد بھی نہ مرا اور بدستور زندہ ہیں

دروغ آدمی را کند شرمسار۔ مگر جس کو ہو روسیاہی سے عار

چہارم: مرزا صاحب کو خواب میں خدا نے کہا کہ کسی نے تجھے کتاب کے واسطے ...روپیہ روانہ کئے ہیں۔اور ایک آریہ صاحب نے بھی وہی خواب دیکھا کہ ہزار روپیہ آیا ہے چنانچہ جونا گڈھ سے مرزا صاحب کو..آ گیا اور ہندو کی خواب میں ..حصہ جھوٹ نکلا کیونکہ وہ دین اسلام سے خارج تھا۔کئی لوگ اور کئی آریہ گواہ ہیں۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے اس دعوی بے معنی کی تصدیق کے واسطے کسی آریہ کا نام نہ لکھا، اور لکھتے کس طرح جب وجود ہی مفقود تھا۔کئی آریہ لوگ تو ان دنوں قادیان میں موجود نہ تھے اور نہ ان کئی آریوں کے نام ہیں۔پس ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے صرف جعل سازی کی اور پہلے اندرونی طور پر بالفرض سچ ہونے کے مرزا صاحب کو خط آچکا تھا چونکہ روپیہ کمانے کیلئے یہ سب چالاکیاں ہوتی ہیں اس لئے خواب میں بھی اگر دیکھا تو کیا عجب بمصداق اس قول کے:

تشنہ آب وخواجہ زر سگ استخواں بیند بخواب

پنجم۔ایک مرتبہ خدا نے ایک راجہ کے مر جانے کی خبر دی اور ہم نے ایک ہندو کو بتلائی جب وہ خبر پوری ہوئی تو ہندو نے کہا کہ کھلم کھلا عالم غیب کا حال تمہیں کیونکر معلوم ہو گیا،

واہ رے قادیانی الہامی ہم تیری چالاکی کی کیا تعریف کریں۔نہ تو اس راجہ کا نام لکھا اور نہ اس ہندو کا۔پس ہمیں کسی طرح اعتبار نہیں۔

ششم : ایک مرتبہ ایک وکیل صاحب نے امتحان دیا اور لوگوں نے بھی امتحان دیا، وہ پاس ہو گئے، باقی اس ضلع سے کوئی پاس نہ ہوا، ہم نے ان کو پہلے کہہ دیا تھا۔ اور ..اس وکیل نے اطلاع دی کہ میں پاس ہو گیا۔،

اے ناظرین یہاں پر نمبر ۵ سے بھی زیادہ فریب ہے۔ چالاک آدمی بہت سے ایسی باتیں کر کے اکثر لوگوں کو گرویدہ کرتے ہیں۔ افسوس کہ مرزا صاحب نے وکیل کا نام نہ لکھا اور ساتھ ہی کوئی گواہ بھی نہ بتلائے۔ مرزا صاحب کے بڑے بھائی ضلع کے سررشتہ دار تھے اور مرزا صاحب خود بھی عرصہ تک ملازم سرکار رہے اور تجربہ کار ہوئے۔ آج کل یہ بات تو کرامات نہیں کہلاتی بلکہ چالاکی اور واقفیت چاہتی ہے۔ لاہور میں بیسیوں آدمی ایسے ہیں جو اس قسم کی پیش گوئی تیر بہدف کرتے ہیں اور خطا نہیں ہوتی۔ پس یہ امر کسی طرح پیش گوئی نہیں بلکہ یاوہ گوئی ہے۔

ہفتم۔ ایک مجمل بات لکھی ہے:

ہم نے ایک آریہ کو ایک پیش گوئی بتلائی اور اس نے تعجب کیا۔ مگر ہم اس پیش گوئی کی اس جگہ تصریح نہیں کرتے۔،

مرزا صاحب خدا کے چور کیوں بنتے ہو اور ظاہر نہیں کرتے، ذرہ آریہ کا نام اور پیشگوئی کا الہام ظاہر کرو۔

ہشتم۔ ..ایک ہندو آریہ ممبر آریہ سماج قادیان معجزات محمد یہ سے منکر تھا۔ اتفاقاً اس کا ایک عزیز قید ہو گیا ایک ہندو اور بھی اس کے ہمراہ قید ہوا۔ اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس مقدمہ کا کیا ہو گا۔ میں نے کہا غیب خدا کے پاس ہے۔ اس کے اصرار کرنے پر میں نے دعا کی اور خواب میں مجھے خدا نے ظاہر کیا کہ وہ نصف قید تخفیف ہو کر بعد بھگتنے نصف باقی کے رہا ہو گا۔ اس میں پنڈت دیانند کے پیرو کی گواہی ہے، اسی طرح ہوا۔،

اے چالاک کیوں راست بیانی سے روگردانی کرتا ہے۔ نہ تو اس ہندو کا نام لکھا اور نہ اس آریہ کا پتہ بتلایا۔ ان دنوں نامہ نگار قادیان گیا تھا، اس کی تحقیقات بھی کی مگر کوئی گواہ اس قسم کا نہ ملا جو آپ کی تائید کرتا ہو۔ البتہ جب الہام کتاب میں درج پایا گیا جو ہندو قید سے چھوٹا تھا وہ اس کی اصلیت سے انکاری ہے۔ پس یہ بھی آپ کی چال ہے۔ پنڈت صاحب کے کسی پیرو کا آپ نے نام نہ لکھا اور نہ وہ آپ کے الہام کا

مصدق ہے، وہ تو کوئی گمنام ہوگا۔ میں اعلانیہ معجزات محمدیہ وعیسویہ وغلام احمدیہ کا انکاری ہوں اور لاکھوں آریہ اور صدہا مسلمان بھی میرے شریک ہیں یہ مقدمہ بازوں کی نشانیاں ہیں اور قانون کی دست گردانیاں۔ وکیل خصوصاً ان معاملوں میں چالاک ہوتے ہیں اور اس قسم کی پیش گوئیوں میں بے باک۔

نہم: سردار محمد حیات خان جب معطل ہوئے تو ہم کو خواب میں خبر ملی کہ کچھ خوف نہ کرو خداوند ہے وہ تمہیں نجات دے گا۔ چنانچہ حیات خان بری ہو گئے۔ ساٹھ ستر آدمی گواہ ہیں جن سے دس بارہ ہندو ممبران آریہ سماج بھی ہیں۔

جن دنوں سردار محمد حیات خان معطل ہو رہے تھے ان کے تمام خیر خواہ بریت چاہتے تھے اور اکثر دست بدعا رہتے تھے جن میں ہزاروں اہل ہنود اور ہزاروں مسلمان ہیں۔ گورنمنٹ عادل نے جب بعد تحقیقات کامل کے ان کے ذمہ کوئی قصور ثابت نہ پایا تو بری فرمایا جس کا مفصل حال گورنمنٹ گزٹ میں مطبوع ہو گیا۔ آپ کا الہام تو سراسر غلط نکلا۔ الہام کے فقرے یہ ہیں، خدا قادر ہے تمہیں نجات ہوگی۔، کیا اس سے کوئی ذی عقل حیات خان کی بریت ظاہر کر سکتا ہے۔ جب اس طرح سردار صاحب بری ہوئے اور ان کے ہزاروں روپئے خرچ ہوئے۔ تو آپ نے براہین احمدیہ کی امداد کے خیال سے خواہ مخواہ خیر خواہوں سے بننا چاہا۔ مگر وہاں دال گلنی آپ کی سراسر وہم و خیال ہے اور آپ کا گواہ آریہ بھی انکاری ہے اور کوئی ہندو بھی شہادت نہیں دیتا۔ خدا آپ کو شرمندہ کرے۔

دہم: ایک دفعہ خواب میں الہامی صاحب نے مسیح کے ساتھ ایک برتن میں روٹی کھائی اور دونوں کی باہمی برادرانہ محبت ہوئی۔ یہ خواب کیسی عظیم الشان ہے اگرچہ اب تک پوری نہ ہوئی مگر پوری ہو جاوے گی۔ مسیح کے ساتھ روٹی کھانی تو فخر کی نشانی نہیں ہے اور وہ بھی خواب میں۔ مگر مسیح کی زندگی میں یہوداا سکریوطی وغیرہ تمام شاگرد اس کے ساتھ کھاتے رہے اور آخر کار اسکو اسیر کرایا۔ اس سے اگر آپ عیسائیوں کو فریب میں لانا چاہیں تو دشوار ہے وہ آپ کے مکر و فریب سے بیزار ہیں۔

یازدہم: میں نے براہین احمدیہ کے بنانے کی اجازت بھی خدا سے پائی، اور دس ہزار روپئہ کا اشتہار دیا۔ ۱۸۶۵ء میں یہ خواب میں نے دیکھا تھا اور اسی روز محمد صاحب

(ﷺ) کی زیارت بھی ہوئی اور بی بی فاطمہ نے یہ کتاب مجھے دی۔

مرزا صاحب یہ تو کوئی الہام نہیں بلکہ خیال خام ہے:

تشنہ را مے نماید اندر خواب　　　ہمہ عالم بچشم چشمہ آب

دس ہزار روپئہ کے اشتہار کی صلاح آپ کو خدا نے نہیں دی، آپ نے صریحاً جھوٹ بولا۔ بلکہ یہ صلاح تو حکیم کشن سنگھ آریہ نے آپ کی جہالت وسفلہ پن کو تمام عالم میں منتشر کرنے کے خیال سے دی تھی۔ دروغ گورا حافظہ نباشد

دواز دہم: ایک ہندو آریہ باشندہ قادیان طالب علم مدرسہ بیمار ہوا۔ عمر اس کی بیس سال کی ہے، وہ بمرض دق مبتلا تھا اور میرے پاس آیا کرتا تھا (آپ حکیم ابن حکیم ہیں) خدا نے مجھے الہام دیا قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً یعنی ہم نے تپ کی آگ کو کہا کہ تو سرد اور سلامت ہو جا۔ چنانچہ کئی ہندوؤں کو اس کی بابت اطلاع دی اور اس کو بھی اور خدا کے بھروسے دعوی کیا گیا کہ ضرور صحت یاب ہوگا۔ آخر وہ ہندو صحت یاب ہو گیا۔

جہاں تک قادیان کے باشندوں سے واضح ہوا وہ صرف اسی قدر ہے کہ مرزا صاحب کے مسہل دینے اور نیز اپنے خانگی علاجوں سے اسے صحت ہوئی نہ کہ الہاموں سے... عبارت مرزا صاحب بنا سکتے ہیں۔ پس صرف دعوی ہی دعوی ہے اگر آپ حکیم نہ ہوتے اور وہ آپ کی دوا اور اپنے خانگی علاج نہ کرتا اور آپ میعاد مقرر کرتے اور نگرانی کرنے والے نامہ نگار جیسے ہوتے تب الہام کی حقیت کی قلعی فاش ہوتی بغیر ثبوت کے دعوی زبانی صرف لن ترانی ہے نہ کہ الہام آسمانی۔

سیز دہم: مرزا صاحب کو ..خداوند کریم نے ...روپئہ کا الہام پہنچایا اور اور خدا کا الہام سچا نکلا۔ ایک آریہ اس کا گواہ ہے۔

اس کی بابت وہی آریہ کہتا تھا کہ ان دنوں ہم کو بہ سبب ضرورت کے ...کی خوابیں آیا کرتی تھیں اور مرزا صاحب کو لوگ خطوط ارسال کرتے تھے بعد ازاں روپئہ آتے تھے بلکہ مرزا صاحب کی خوابوں سے تو میری اکثر راست ہوا کرتی تھیں اور مرزا کی دروغ۔

مرزا صاحب کے الہاموں کے گواہ لالہ ملاوامل، ولالہ شرمپت رائے ہیں انہوں نے آج کل ایک اشتہار بھی مرزا صاحب کے برخلاف طبع کرایا جو اسی کتاب کے اخیر میں درج ہے۔ .... میں نے مرزا صاحب کی اس قدر زبان درازیاں دیکھ کر ایک خط بنا

م سکرٹری آریہ سماج قادیان کے ارسال کیا جس کا مضمون ہے:

مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ میں لکھا ہے کہ میں نے آریہ سماج قادیان والوں کو کرامات وغیرہ خوارق عادت بتلائی اور الہامات کی لذتیں چکھائی ہیں اور ان کے دل کی باتیں بھی بوجھی ہیں، آیا یہ سچ ہے یا نہ۔،

اسکے جواب میں ایک خط قادیان سے میرے نام آیا جس کی نقل لفظ بلفظ ذیل میں درج کی جاتی ہے:

جناب مکرم و معظم بندگان لیکھ رام صاحب۔ نمستے

تمہارا اشتہار در بارہ استفسار احوال الہامات وغیرہ کے جو مرزا غلام احمد صاحب نے یا ان کی نسبت براہین احمدیہ میں لکھا ہوگا وہ پہنچا کمال خوشی حاصل ہوئی۔

جناب من! یہاں پر سماج نہیں ہے ہم صرف چار پانچ اشخاص آریہ مت والے یہاں قادیان میں ہیں اور ہم میں سے کوئی کسی قسم کی کرامات وغیرہ..ان کی، کا قائل نہیں ہے ہم لوگوں کے، جو اصول آریوں کے ہیں، وہی ہیں۔ فقط نیاز۔

شرمپت رائے ... کشن سنگھ.. رام جیکشن از مقام قادیان ضلع گورداسپور ... مارچ ۱۸۸۴ء۔ (تکذیب براہین احمدیہ۔ ص ۱۵۶۔۱۶۳)

پنڈت لیکھ رام لکھتا ہے:

ایک دفعہ مرزا صاحب کے مکان پر قادیان میں نامہ نگار بیٹھا تھا اور چند معزز آریہ اور چند مسلمان بھی تشریف رکھتے تھے۔ مرزا صاحب نے اثناء گفتگو میں فرمایا۔ مجھ کو فرشتے دکھائی دیتے ہیں۔، میں نے کہا کہ کیا سچ کہتے ہو؟ جواب دیا کہ ہاں۔

میں نے ایک کاغذ کے پرچہ پر پنسل سے حرف ... لکھ کر اپنے ہاتھ میں رکھ لیا اور پوچھا کہ براہ مہربانی فرشتوں سے پوچھ کر بتلاؤ کہ میں نے کون سا حرف لکھا ہے۔

ایک عرصہ تک کچھ منہ میں گنگناتے رہے بعد ازاں کہا کہ اس طرح نہیں، کسی اور جگہ رکھو۔ میں نے اپنی پاکٹ میں ڈال دیا، پھر پوچھا تو تھوڑی جھکا لی اور خیالی اور وہمی فرشتوں سے پوچھتے رہے، مگر کچھ نہ بتلا سکے اور شرمندہ ہو کر لاجواب ہو گئے۔

اس امر کے وہاں دس بارہ آدمی متفق اللفظ گواہ ہیں، اور مرزا صاحب بھی غالباً حلفاً انکار نہ کر سکیں گے۔ (تکذیب براہین۔ ص ۱۶۷)

✿ مرزا قادیانی کا کہنا ہے:

اور پھر اس کے بعد دو دفعہ بذریعہ خط رجسٹری شدہ حقیت دین اسلام بدلائل واضح ان کو متنبہ کیا گیا اور دوسرے خط میں یہ بھی لکھا گیا کہ اسلام وہ دین ہے جو اپنی حقیت پر دوہرا ثبوت ہر وقت موجود رکھتا ہے ایک معقول دلائل سے جن سے اصول حقہ اسلام کی دیوار .... مضبوط اور مستحکم ثابت ہوتی ہیں دوسری آسمانی نشانات و تائیدات اور غیبی مکاشفات اور رحمانی الہامات ومخاطبات و دیگر خوارق عادات جو اسلام کے کامل متبعین سے ظہور میں آتی ہیں جن سے حقیقی نجات اسی جہان میں سچے ایمان دار کو ملتی ہے۔

یہ دونوں قسم کے ثبوت اسلام کے غیر میں ہرگز نہیں پائے جاتے اور نہ ان کو طاقت ہے کہ اس کے مقابلہ پر کچھ دم مار سکیں۔

جواباً پنڈت لیکھ رام کہتا ہے:

آپ شیخی مارنے کو تو شیخ چلی سے بھی بڑھ کر ہیں اور ہے بھی سچ.. پہلے آپ نے پرنس بسمارک وزیر اعظم سلطنت جرمن کو رجسٹری بھیجی۔ آپ نے مسٹر گلیڈ سٹون کو دعوت کی آپ نے نیو یارک میں لارڈ صاحب کو خط لکھا، وغیرہ، ایسے ہی بہت صاحبان کے پاس آپ کی رجسٹری پہنچی جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ایک سال تک آکر میرے پاس ٹھہرو، یا خوارق عادات وآسمانی نشان بتلاؤنگا ورنہ دوسو روپیہ ماہواری کے حساب سے تنخواہ بطور ہرجانہ یا جرمانہ کے دونگا۔ آپ تیس مار خان بلکہ پچاس مار خان ہیں۔ وہ حقیت دین اسلام والے خط کیوں طبع نہ کرائے کہاں چھپا رکھے۔ میں نے آپ کو اس قدر خط لکھے اور طبع بھی کرائے اور آپ حیلہ حوالہ فرماتے رہے۔ اس وقت وہ حقیت اسلام کا دوہرا ثبوت کہاں تختہ تابوت کی طرح پڑا تھا جب میں دو ماہ قادیان میں رہا آپ کے بالاخانہ میں بھی شرائط مباحثہ کے واسطے حاضر ہوا وہ دوہرا ثبوت کس لاہوت میں گیا تھا..اور کرامات کے متعلق جس قدر الفاظ آپ نے جمع کر کے قافیہ باندھا ہے ان سب کا جواب معجزات کی تردید میں آ چکا ہے، زیادہ سوائے فضولیات کے اس میں اور کچھ نہیں ہے۔ (تکذیب براہین ص ۲۷۰۔۲۷۱)

پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے:

دس ہزار روپیہ کا اشتہار آپ کا سراپا جھوٹ اور فریب اور جعل ہے آپ کی منقولہ اور

غیر منقولہ کسی قسم کی جائیداد اس قیمت کی نہیں ہے، تمام قصبہ قادیان کے ہندو مسلمان آریہ وغیرہ میرے گواہ ہیں، بلکہ تمام ضلع گورداسپور کے لوگ آپ کی قلاشی اور ذریعہ معاش سے آگاہ ہیں۔ (تکذیب براہین۔ص ۲۷۵۔۲۷۶)

تکذیب براہین الاحمدیہ کے خاتمہ پر پنڈت نے لکھا ہے:

جس قدر مرزا صاحب نے اپنے الہامی اور قرآنی خزانہ بے معنی اور خیالی اعتراض کئے تھے ان کے جواب اول مرتبہ یکم اکتوبر ۱۸۸۴ء کو روبروئے ایک جماعت کثیرہ کے آریہ سماج گورداسپور میں سنائے گئے تھے۔اس کا باعث صرف یہی تھا کہ شاید کتاب دیر سے طبع ہووے جہاں پر باوجود فاصلہ قریب کے اشتہار ارسال کرنے پر بھی مرزا صاحب مباحثہ کے واسطے تشریف نہ لائے۔

دوسری مرتبہ قادیان میں جاکر تمام باشندگان قادیان کو جواب براہین الاحمدیہ کا اول مرزا صاحب کی کتاب سے اعتراض پر اپنی کتاب سے اور زبانی جواب سنائے گئے جس سبب سے اس گردونواح کا بچہ بچہ ان کی مکاری وعیاری سے خبردار ہوگیا۔

قادیان جانے کے وجوہات سے ایک وجہ یہ ہے:

مرزا صاحب نے اشتہار دیا تھا کہ جو آریہ ہمارے پاس آوے اور ایک سال رہے اگر اس عرصہ کے اندر خوارق عادات وکرامات وصداقت اسلام سے مشرف نہ ہووے تو ہم اس کو دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ہرجانہ یا جرمانہ دیویں گے۔.....

مرزا صاحب کو کسی شرط پر قائم کرانے کے واسطے تین مرتبہ الہامی کوٹھہ (مرزا جی کے بالا خانہ) پر بھی گیا، مگر مرزا صاحب کسی شرط پر نہ ٹھہرے۔ ایک دن سے لے کر دو سال تک رہنے کی شرائط کو بھی منظور کیا، مگر مرزا صاحب کسی اقرار پر نہ جمے۔ اگر کرامات کا نام ونشان بھی ہوتا تو ٹھہرتے، مگر وہاں تو آسمانی نشان کا نام ونشان ندارد ہے۔ ہاں خدا کے فضل سے اتنا ضرور ہوا کہ ان کی آمدنی کے تمام ناجائز وسائل بند ہوگئے، یکوں میں بیٹھ کر دور دراز شہروں سے مسافروں کا پیر صاحب کی زیارت کو آنا اور نذریں چڑھانا قطعی مسدود ہوا، آخر نوبت بایں جارسید کہ تمام جمع کئے ہوئے سرمایہ کو کھاچکے اور کچھ روپیہ قرض لے کر انبالہ کی طرف ہجرت کر گئے

ہزاروں چوچلے کرتا رہا قسم کے ساتھ
نہ اک بھی پورا کیا منکر زمانی نے
دکھا کے ناز کرشمہ جہاں کو بہلایا
بہت سا لوٹا ہے لوگوں کو قادیانی نے
سبھوں کو دیتا تھا بیٹے پر اس کی بد قسمت
نہ چھوڑا اس کو صحیح حمل کی گرانی نے
نجومی لوگوں کو بتلاتا تھا فلک کے حال
بلا میں ڈالا اسے قہر آسمانی نے
بڑا جو بول ہے ہر ایک کو گراتا ہے
رلایا مرزا کو بھی اس کی لن ترانی نے

افسوس! کہ باوجود اس قدر دعاوی کے مرزا نے کسی کو بھی بپایہ صداقت نہ پہنچایا اور ہمیشہ عندالاستنفسار مکروفریب کو کام فرمایا۔(تکذیب براہین۔ص ۲۹۶۔۲۹۷ ملخصاً)

مراسلت مابین قادیانی ولیکھ رام

پنڈت لیکھ رام اوائل میں پشاور کے محکمہ پولیس میں ملازم تھا جب پنڈت دیا نند سرستی سے عقیدت ہوئی تو پولیس کو چھوڑ کر آریہ پر چارک بنا۔ پہلے آریہ سماج پشاور میں اور پھر آریہ سماج وچھووالی لاہور میں مستقل سکونت اختیار کی۔ یہاں مرزا غلام احمد کا ایک اشتہار نظر سے گذرا جو سابقاً درج ہو چکا ہے۔ یہ اشتہار پڑھ کر انہوں نے ارادہ کیا کہ مرزائی ڈھول کا پول ضرور کھولنا چاہیے۔ اس خیال کے پیش نظر مرزا صاحب سے خط و کتابت شروع کر دی۔ (رئیس قادیان۔ص ۱۶۲)

یہ خط و کتابت تکذیب براہین سے نقل کی جاتی ہے۔ لیکھ رام کا کہنا تھا کہ خطوط ذیل ماسوائے خطوط نمبر ۸۔۹ کے اخبار کوہ نور لاہور، آفتاب پنجاب، خیرخواہ کشمیر میں شائع ہو چکے ہیں۔(مرزا صاحب کے خطوط، مکاتیب احمدیہ جلد دوم میں بعینہ موجود ہیں۔بہاء)

۞ جناب مرزا صاحب۔ خدا ہدایت دیوے۔ بعد آداب دوستانہ کے گذارش ہے۔ آپ کا خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہور بلا تاریخ آج میرے مطالعہ سے گذرا۔ خدا آگاہ ہے کہ جب سے آپ نے براہین احمدیہ کا ابتدائی اشتہار سفیر ہند اخبار میں طبع کرایا تھا اس روز سے آج تک آپ نے جس قدر خامہ فرسائی کی ہے سب کو بغور ملاحظہ کرتا رہا

اور ہمیشہ اشتیاق ملاقات کا رہا۔ خط کے مضمون کو کما ینبغی پڑھا۔ یہ خط جس کے لکھنے کی آپ کو بھوائے مضمون خدا کی طرف سے اجازت ہوئی ہے کہ ہم آریہ لوگوں اور غیر مذاہب والوں کو بھی آپ دین اسلام کی طرف مدعو کریں اور جو کوئی ہم میں سے اس منشاء سے بشرط آپکے پاس ایک سال تک رہنے کے اگر وہ کوئی نشان آسمانی یا کرامات صداقت دین اسلام وقرآن شریف کو نہ دیکھے، اورتسلی پا کر مسلمان نہ ہووے، تو آپ اس کو دوسو روپیہ جرمانہ یا ہرجانہ ماہوار کے حساب سے دینا منظور کرتے ہیں۔ پس... راقم الحروف آپ کی خدمت میں بنا بر دریافت نشان آسمانی ومعجزات وصداقت دین اسلام کے حاضر ہونے کو بموجب آپ کے وعدہ کے مستعد ہے۔ مگر بایں شرط کہ آپ اول بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل ۲۴۰۰ روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرمادیویں اور اقرار نامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات ومعجزات وغیرہ سے تسلی نہ پا کر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ ۲۴۰۰ روپیہ بطور ہرجانہ کے بلا عذر وحیلہ خزانہ سرکار سے مجھ کو مل جاوے اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکار میں مکفول رہے، اس کے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

جواب اس عریضہ کا اندر میعاد ایک ہفتہ کے بمقام آریہ سماج لاہور میرے پاس ارسال فرماویں۔

اگر حسب شرائط مطبوعہ جناب کے یہ شرائط آپ قبول یا منظور نہ فرماویں گے تو سمجھا جاویگا کہ آپ نے یہ تحریص لغو بتلا کر اپنے خلاف دعوی کو ثابت کرنا چاہا ہے اور اسی سے آپ کے دعوی کی تکذیب بھی لازم آویگی اور عام وخاص میں مشتہر کی جاویگی۔

اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں تو مندرجہ بالا تحریر کو منظور فرما کر بندوبست کریں۔ مجھے ایک سال تک آپ کی شاگردی سچے دل سے منظور ہے۔ بروقت آنے کامل جواب کے اور داخل ہو جانے مبلغان ہرجانہ کے اور تجویز ہو جانے شرائط اقرار نامہ کے بندہ بلا عذر حاضر خدمت ہو جاوے گا۔ ۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔

پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج پشاور از مقام امرتسر

۲۔ قادیانی جواب: از غلام احمد بطرف پنڈت صاحب۔ بعد ماوجب۔

آپ کا خط ملا۔ آپ لکھتے ہیں کہ خط مطبوعہ مطبع مرتضائی لاہوری میرے مطالعہ سے

گذرا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ابھی تک یہ خط آپ نے مطالعہ نہیں کیا کیونکہ تحریر آپ کی شرائط مندرجہ خط مذکور بالا سے بکلی برعکس ہے۔ اول اس عاجز نے اپنے خط مطبوعہ کے مخاطب وہ لوگ ٹھہرائے ہیں جو اپنی قوم میں معزز علماء اور مشہور اور مقتداء ہیں جن کا ہدایت پانا ایک گروہ کثیر پر مؤثر ہوسکتا ہے مگر آپ اس حیثیت اور مرتبہ کے آدمی نہیں ہیں۔ اگر میں نے اس رائے میں غلطی کی ہے اور آپ فی الحقیقت مقتداء و پیشوائے قوم ہیں، تو بہت خوب، میں زیادہ تر آپ کو تکلیف دینا نہیں چاہتا صرف اتنا کریں کہ پانچ آریہ سماج میں یعنی آریہ سماج قادیان، آریہ سماج لاہور، آریہ سماج پشاور، آریہ سماج امرتسر، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں سب کی طرف سے ایک اقرارنامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں کہ جو پنڈت لیکھ رام صاحب ہم سب لوگوں کے مقتداء اور پیشوا ہیں۔ اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائینگے اور کوئی نشان آسمانی دیکھ لینگے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائینگے۔ پس اگر آپ مقتدائے قوم ہیں تو ایسا اقرارنامہ پیش کرنا آپ پر کچھ مشکل نہیں ہوگا بلکہ تمام لوگ آپ کا نام سنتے ہی اقرارنامہ پر دستخط کردیں گے۔ کیونکہ آپ پیشوا قوم جو ہوئے۔ لیکن اگر آپ اپنا مقتداء قوم ہونا ثابت نہ کرسکیں اور ایسا اقرارنامہ مرتب کر کے دو ہفتہ تک میرے پاس نہ بھیج دیں تو آپ ایک شخص عوام الناس سے سمجھے جائینگے جو قابل خطاب نہیں۔ یہ بات آپ پر واضح رہے کہ اس معاملہ میں خط مطبوعہ میں شرط بھی درج ہے کہ مقتدائے قوم ہو (دیکھو سطر دہم خط مطبوعہ) اب مقتدا ہونا بجز مقتدیوں کے اقرار کے کیونکر ثابت ہو اور یہ بات کہ ہم نے اپنے خط مطبوعہ میں یہ شرائط لازمی کیوں رکھی کہ شخص ممتحن مقتدائے قوم ہو عوام الناس نہ ہو، اس شرط کی وجہ یہ ہے کہ عوام الناس میں سے کسی کو مغلوب اور قائل کرنا دوسروں پر موثر نہیں ہوسکتا بلکہ ایسے شخص کے تجربہ کو خواص لوگ سادہ لوحی اور عدم بصیرتی پر حمل کرتے ہیں اور بجائے اس کے کہ کوئی گروہ اس کا اتباع کر کے راہ راست پر آوے حق کی ہدایت یابی کو کسی غرض نفسانی پر مبنی سمجھ لیتے ہیں۔

ماسوا اس کے ان خطوط مطبوعہ کے بھیجنے سے میری غرض تو یہ ہے کہ ہر ایک قوم پر حجت پوری ہوکر حصہ پنجم میں اس تمام حجت کا احوال درج کیا جائے لیکن ایک عامی آدمی کے قائل اور مسلمان ہو جانے سے قوم پر کیونکر حجت پوری ہو جائیگی۔ عامی کا عدم وجود

قوم کے نزدیک برابر ہے۔ کیا اس جگہ کے بعض آریہ سماج کے ممبروں کی شہادت سے جنہوں نے بچشم خود بعض نشانوں کو دیکھا ہے آپ لوگ مسلمان ہو سکتے ہیں؟ تو پھر کیوں کر امید رکھیں کہ آپ کی شہادت قوم پر موثر ہوگی حالانکہ آپ قادیان کے بعض آریوں سے جنہوں نے بعض نشانوں کو مشاہدہ کیا ہے، حیثیت اور عزت اور لیاقت میں زیادہ نہیں ہیں۔ بہر حال ہم کو اس خط مطبوعہ پر عمل کرنا لازم ہے جو کہ آپ بنظرِ سرسری دیکھ چکے ہیں۔ اگر قوم کے مقتدا مخاطب ہونے کیلئے مخصوص نہ ہوں تو یہ سلسلہ قیامت تک ختم نہ ہوگا۔ مناسب ہے کہ آپ بہت جلد اسکا جواب لکھیں کیونکہ اگر آپ مقتداء قوم کے قرار پا گئے تو دوسرے مراتب اس کے بعد طے ہوں گے اور جو مبلغ دو سو روپیہ ماہواری کے حساب سے ۲۴ سو روپیہ بصورت مغلوبیت دینا تجویز کیا ہے یہ بھی اسی لحاظ یعنی مقتدائے قوم کی وجہ سے قرار پایا ہے۔ پھر خواہ وہ مقتدا، تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنے اپنے حصہ ٹھہرالیں۔

اب خلاصہ کلام، آپ یہ یاد رکھیں کہ ہم نے تین ماہ تک حصہ پنجم کا چھپنا ملتوی کر کے ہر ایک کے قوم کے سرگروہ کو خطوط مطبوعہ بصیغہ رجسٹری بھیجے ہیں کیونکہ قوم کے سرگروہ کل قوم کا حکم رکھتے ہیں عوام الناس سے ہم کو کچھ سروکار نہیں اور نہ اس سے بحث کا سلسلہ کبھی ختم ہوسکتا ہے۔

جو شخص ہمارے مقابل آنا چاہے (آپ ہوں یا کوئی اور ہوں)، اول اس کو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ وہ درحقیقت وہ مقتدائے قوم ہے اور اسکی قوم کے لوگ اس بات پر مستعد ہیں کہ اسکے قائل اور اقراری ہو جانے سے بلا حجت وحیلہ دین اسلام میں داخل ہو جائینگے ۔سو مناسب ہے کہ آپ سعی اور کوشش کر کے پانچوں آریہ سماج کے جس قدر ممبر ہوں ان سے حلفاً اقرار نامہ لے لیں اور نام بنام ان سے دستخط کرائیں اور اس اقرار نامہ پر دس یا بیس ثقہ مسلمانوں اور بعض پادریوں کے دستخط بھی ہوں تا کہ وہ اقرار نامہ مع آپکے اقرار نامہ اور ہمارے اقرار کے چند اخباروں میں چھپوایا جائے۔ لیکن جب تک آپ اس طور سے اپنا سرگروہ ہونا ثابت نہ کریں تب تک آپ عوام الناس میں سے محسوب ہونگے۔ ہمارے خط کو غور سے دیکھو اور اس کے منشاء کے مطابق قدم رکھو۔ ان خطوط سے اصل مطلب تو ہمارا یہی تھا کہ قوموں کے سرگروہوں کو قائل یا لا جواب

کر کے کل قوموں پر (ہندو ہوں یا عیسائی) اتمام حجت کیا جائے ۔ پس جو لوگ سرگروہ ہی نہیں ان کے لا جواب یا قائل کرنے سے ہمارا مطلب کیونکر پورا ہوگا اور حصہ پنجم کے چھپنے کی کب نوبت آئیگی ۔ اور اگر خدا توفیق دیوے تو اپنے آریہ بھائیوں کی شہادت کو ہی کافی سمجھو کیونکہ وہ بھی تو تمہارے ہی بھائی ہیں ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔ ۷ ۔ اپریل ۱۸۸۵ء مطابق یکم رجب ۱۳۰۲ھ

۳ ۔ لیکھ رام کا جواب : مرزا صاحب !

آپکا خط بجواب میرے نیاز نامہ کے آج ۹ ۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو موصول ہوا ۔ اسکے پڑھنے سے اور ہی کیفیت نظر آئی ۔ سچ ہے کہ ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھلانے کے اور ۔ میرا خیال تھا کہ آپ بموجب مضمون خط کے وعدہ کے بھی ویسے ہی سچے ہونگے ، مگر وہ غلط نکلا ... آپ بقول شخصے ، آب ندیدہ وموزہ از پا کشیدہ ، پر عمل کر رہے ہیں مگر قبل از مرگ واویلا خوب نہیں

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں   بہ غلط بر ہدف زند تیرے
وقتے از حکیم روشن رائے   برنیاید درست تدبیرے

آپ کا یہ فرمانا کہ آریہ سماج قادیان ، آریہ سماج لاہور ، آریہ سماج پشاور ، آریہ سماج امرتسر ، آریہ سماج لدھیانہ میں جس قدر ممبر ہیں ، سب کی طرف سے ایک اقرار نامہ حلفاً اس مضمون کا پیش کریں جو پنڈت لیکھ رام صاحب جو ہم سب لوگوں کے مقتداء وپیشوا ہیں اگر اس مقابلہ میں مغلوب ہو جائیں گے اور کوئی نشانی آسمانی دیکھ لیں گے تو ہم سب لوگ بلا توقف شرف اسلام سے مشرف ہو جائیں گے .. الخ ۔ اس بات کو تصدیق کرتا ہے کہ حیلہ جو را بہانہ بسیار ۔

.. کیا آپ مندرجہ ذیل معزز ومحقق مسلمانوں کے آریہ ہو جانے سے وید وکت دھرم کو گرہن کرنے کیلئے مجبور ہو سکتے ہیں ۔ نام ان لوگوں کے یہ ہیں جنہوں نے لیاقت علمی وصداقت باطنی وروشنی روحی سے تحقیقات کامل کر کے آریہ دھرم کو اختیار کیا ہے اگرچہ وہ تعداد میں کئی ہیں مگر چند بھائیوں کے نام درج کرتا ہوں ۔ مولوی محمد عمر ، مولوی عبداللہ ، مولوی غلام شاہ ، قاضی نظام الدین ، حافظ غلام مصطفیٰ وغیرہ ۔ پس یہاں پر اگر آپ کا قول درج کردوں تو عین مناسب ہے کہ اگر خدا آپ کو توفیق دیوے تو اپنے مسلمان بھائیوں کی شہادت کو کافی سمجھو کیونکہ آخر وہ بھی تمہارے بھائی ہیں ۔ الخ

مرزا صاحب ! اپنے گھر میں کچھ کا کچھ سمجھ لینا شایان شان عقلمندی نہیں ہے ۔ بالفرض

محال اگر آپ آریہ ہو جاویں تو کیا آپ کے بھائی رشتہ دار وغیرہ موضع قادیان کے رہنے والے اہل اسلام آریہ دھرم قبول کر لیں گے ۔کبھی نہیں ۔ پس اس معاملہ میں زیادہ تحریر واجب نہیں جانتا ہوں مگر صرف اتنا لکھنا ضروری ہے

باندازہء بود باید نمود خجالت نبرد آنکہ بنمود بود

مرزا صاحب ادعائے بے معنی سے سوائے خجالت کے اور کچھ فائدہ نہیں ہوتا ہے جیسے اگر آپ بعد کامل تحقیقات کے آریہ ہو جاویں تو آریہ دھرم کی صداقت کا عمدہ ثبوت ہے، ویسا ہی ایک میرے جیسے کا خدانخواستہ مسلمان ہو جانا دین اسلام کی خوارق عادات کا ایک بہتر و برتر معجزہ ہوگا۔ چونکہ مجھے آریہ سماج قادیان کے ممبران سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے پس آزمودہ را آزمودن جہل است ۔علاوہ براں وہاں کوئی ایسی سماج بھی نہیں ہے صرف دو تین ممبر آریہ خیال والے رہتے ہیں۔آپ کا یہ تحریر فرمانا کہ خواہ وہ مقتدا تمام روپیہ آپ رکھے یا قوم جو اقرار نامہ پر دستخط کرے گی اپنا اپنا حصہ ٹھہرا لیں ..الخ

یہ درحقیقت آپ کی خوش فہمی ہے ورنہ آریہ سماج والوں کا یہ اعتقاد و خواہش نہیں ہے، پس اب آخری خلاصۃً یہ عرض ہے کہ آپ کا یہ تحریر کہنا کہ ہر پانچ سماجوں کے ممبروں سے اقرار نامہ حلفاً تحریر کروا کر ارسال کریں، صرف ٹال مٹول اور حیلہ پردازی وظاہر آرائی معلوم ہوتی ہے۔ ورنہ جس سماج سے چاہیں آپ براہ راست یا میری معرفت وغیرہ طور پر تسلی کر سکتے ہیں کہ میں اس طمع نفسانی سے پاک ہوں اور نہ آپکے گنج قارون کے حاصل کرنے کی تمنا ہے، صرف تحقیق حق منظور ہے مگر افسوس کہ آپ بالکل پہلوتہی فرما رہے ہیں۔ ہاں یہ تو میں خود بھی لکھتا ہوں کہ عوام آریہ نہیں ہوں بلکہ خاص سے ہوں۔ پس مصرعہ، جو اس پر بھی نہ سمجھے پھر تو اس بت سے خدا سمجھے۔ اگر جواب کامل اس کا ایک ہفتہ تک نہ آیا تو مفصل حال آپ کے دعوے کا اخباروں میں طبع کیا جائے گا ۔ ۹۔اپریل ۱۸۸۵ء۔ نیاز مند لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔از مقام لاہور

۴۔ قادیانی جواب : مشفق پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب۔

آپ کا خط مرقومہ ۹۔اپریل ۱۸۸۵ء مجھ کو ملا۔آپ نے بجائے اسکے کہ میرے جواب پر انصاف اور صدق دل سے غور کرتے ایسے الفاظ دور از تہذیب و ادب اپنے خط میں

لکھے ہیں جو میں خیال نہیں کر سکتا کہ کوئی مہذب آدمی کسی سے خط و کتابت کر کے ایسے الفاظ لکھنا روا رکھے۔ پھر آپ نے اسی اپنے خط میں تمسخر اور ہنسی کی راہ سے دین اسلام کی نسبت توہین اور ہتک کے کلمات تحریر کئے ہیں اور بغیر سوچنے سمجھنے کے ہجو ملیح کی طرح مکروہ اور نفرتی باتوں کو پیش کیا ہے۔

اگر چہ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کس قدر طالب حق ہیں لیکن پھر بھی میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کی سخت اور بد بودار باتوں پر صبر کر کے دوبارہ آپ کو اپنے منشاء سے مطلع کروں کیونکہ یہ بھی خیال گذرتا ہے کہ شاید آپ نے میرے پہلے خط کو غور سے نہیں پڑھا اور اشتعال طبع مانع تفکر و تدبر ہو گیا۔ سو اب میں پھر اپنی اسی جواب کو دوہرا کر تحریر کرتا ہوں۔

صاحب! میں نے جو پہلے خط میں لکھا تھا اس کا خلاصہ مطلب یہی ہے جو اب میں گذارش کرتا ہوں، یعنی ان دنوں میں اتمام حجت کی غرض سے میں نے یہ مناسب سمجھا کہ سات سو خط چھپوا کر ان مخالفین مذاہب کی طرف روانہ کروں جو اپنی اپنی قوم کے سرگروہ اور میر مجلس ہیں۔ اور یہ قرار پایا کہ چونکہ ہر ایک قوم میں اوسط اور ادنی درجہ کے آدمی ہزار ہا بلکہ لکھو کہا ہوا کرتے ہیں، اس لئے یہی مناسب ہے کہ یہ خطوط مطبوعہ ان چیدہ چیدہ اور اعلی درجہ کے لوگوں کی طرف روانہ کئے جائیں کہ جو خواص اور قلیل الوجود آدمی ہیں۔ پھر ساتھ ہی یہ بھی سوچا گیا کہ ایسے لوگ اگر قادیان میں ایک برس تک ٹھہرنے کیلئے بلائے جائیں تو ان کی دنیوی عزت اور آمدنی کے لحاظ سے دوسو روپیہ ماہواری ان کیلئے شرط مقرر کرنا مناسب ہوگا کیونکہ یہ خیال کیا گیا کہ وہ لوگ جس قدر اپنے اپنے مکانات میں بذریعہ نوکری یا تجارت وغیرہ وجوہ معاش حاصل کرتے ہیں وہ غالباً اس اندازہ کے قریب قریب ہوگا۔ غرض جو دوسو روپیہ کی جو رقم مقرر کی گئی وہ محض بنظر اندازہ وجوہ معاش ان اعلی درجہ کے سرگروہوں کے مقرر ہوئی، تا کہ وہ لوگ یہ عذر پیش نہ کریں کہ قادیان میں ٹھہرنے سے ہمارا دوسو روپیہ کا ہرج متصور ہے۔ اور اسی غرض سے خطوط مطبوعہ میں یہ بھی اندراج پایا کہ اگر دوسو روپیہ ماہواری کسی صاحب کی حیثیت دنیوی سے کم ہو تو جہاں تک ممکن ہو ان کو دوسو روپیہ سے کچھ زیادہ دیا جائیگا۔

اب آپ جو تحریر فرماتے ہیں کہ وہ دوسو روپیہ کہ جو اعلی درجہ کے لوگوں کیلئے بلحاظ حیثیت

دنیوی ان کے خطوط مطبوعہ میں اندراج پایا ہے، اسی قدر روپیہ ملنے کی شرط سے میں قادیان میں آتا ہوں، سوآپ خود انصاف فرمالیویں کہ آپ کیونکر اس قدر روپیہ پانے کی شرط کر سکتے ہے ۔ ہاں اگر آپ کسی جگہ دو سو روپیہ ماہواری پاتے ہیں تو پھر اس صورت میں مجھے کسی طور سے عذر نہیں ہے۔آپ مجھ پر یہ ثابت کر دیں کہ میں اسی حیثیت کا آدمی ہوں اوراگر ایسا ثابت نہ کرسکیں تو پھرآپ کے لئے یہ منظور کرتا ہوں کہ جس قدرآپ نوکری کی حالت میں تنخواہ پاتے رہے ہیں وہی تنخواہ حسب شرائط متذکرہ خطوط مطبوعہ آپ کو دونگا۔لیکن آپ خود انصاف کرلیویں کہ جو تنخواہ اعلی درجہ کے لوگوں کے لئے ان کی ماہواری آمدنی کے لحاظ سے اوران کے ہرجہ کثیرہ کے خیال سے خطوط مطبوعہ میں لکھی گئی ہے وہ کیونکر ان لوگوں کو دی جائے جو اس درجہ کے آدمی نہیں ہیں ۔ اور اگر ہرایک ادنی اعلی کیلئے دو سو روپیہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اسقدر روپیہ کہاں سے لاؤں ۔

آپ تحکم کی راہ سے کلام نہ کریں اور جو میں خطوط کے چھاپنے کے وقت انتظام کیا ہے اس کو خوب سوچ لیں ۔ اور میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ آپ دوتین روز کے لئے قادیان میں آجائیں اور بالمواجہہ گفتگو کر کے اس بات کا تصفیہ کریں ۔

مجھے یہ بھی منظور ہے کہ دوتین شریف اور معزز آریہ جیسے منشی جیونداس لاہور میں ہیں وہ مجھ سے ملاقات کر کے جو اس بارہ میں تصفیہ کریں وہی قرار پا جائے ۔ میں ناحق کی ضد کرنا نہیں چاہتا، نہ کوئی حیلہ بہانہ کرنا چاہتا ہوں آپ غور سے میرے خط کو پڑھیں ۔

اور یہ جو آپ نے اپنے خط کے اخیر پرلکھ دیا ہے کہ قادیان کے آریہ لوگوں سے آپ کے کراماتی مایہ کی قلعی کھل چکی ہے، یہ الفاظ بھی منصفین کے سامنے پیش کرنے کے لائق ہیں ۔جس حالت میں قادیان کے بعض آریہ جو میرے پاس آمدورفت رکھتے ہیں اب تک زندہ موجود ہیں اوراس عاجز کے نشانوں کے قائل اور مقر ہیں ،تو پھر نہ معلوم کہ آپ نے کہاں سے اورکس سے سن لیا کہ وہ لوگ منکر ہیں ۔ اگر آپ راستی کے طالب تھے،تو مناسب تھا کہ آپ قادیان میں آکر میرے روبرو اور میرے مواجہہ میں ان لوگوں سے دریافت کرتے تا جو امرحق ہے آپ پر واضح ہو جاتا ۔مگر یہ بات کس قدر دیانت اور انصاف سے بعید ہے کہ آپ دور بیٹھے قادیان کے آریوں پر ایسی تہمت لگا

رہے ہیں۔ ذرا آپ سوچیں کہ جس حالت میں، میں نے انہیں آریوں کا نام حصہ سوم و چہارم میں لکھ کر ان کا شاہد خوارق ہونا حصص مذکورہ میں درج کر کے لاکھوں آدمیوں میں اس واقعہ کی اشاعت کی ہے تو پھر اگر یہ باتیں دروغ بے فروغ ہوں تو کیونکر وہ لوگ اب تک خاموش رہتے، بلکہ ضرور تھا کہ اس صریح جھوٹ کے رد کرنے کیلئے کئی اخباروں میں اصل کیفیت چھپواتے۔ اور مجھ کو ایک دنیا میں رسوا اور شرمندہ کرتے۔ سو منصف آدمی سمجھ سکتا ہے کہ وہ لوگ باوجود شدت مخالفت اور عناد کے اسی وجہ سے خاموش اور لاجواب رہے کہ جو جو میں نے شہادتیں ان کی نسبت لکھیں وہ حق محض تھا۔ اور آپ پر لازم ہے کہ آپ اس ظن فاسد سے مخلصی حاصل کرنے کے لئے قادیان میں آکر اس بات کی تصدیق کر جائیں۔ تا سیہ روشود ہر کہ دروغش باشد۔ جواب سے جلد تر مطلع کریں۔ راقم۔ مرزا غلام احمد از قادیان۔ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء

۵۔ لیکھ رام کا جواب: مہربان من مرزا غلام احمد صاحب تسلیم

آپ کا خط مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۸۸۵ء بہت انتظاری کے بعد ۲۳۔ اپریل ۱۸۸۵ء کو مجھے پشاور میں ملا۔ چونکہ پشاور آریہ سماج کا چوتھا سالانہ جلسہ ۲۵، ۲۶، اپریل ۱۸۸۵ء کو تھا، اس واسطے مجھ کو لاہور سے ۱۸۔ اپریل کی گاڑی میں پشاور آنا ہوا۔ ۵۔ ۶ روز کثرت کار جلسہ کے سبب فرصت نہ ملی، آج عندالفرصت جواب عنایت نامہ کا تحریر خدمت کرتا ہوں۔ اس قدر دیری کو معاف فرمائیے۔

یہ خط آپ کا بھی میں نے غور سے پڑھا اور تامل سے بچارا اور ساتھ ہی اپنے خط نمبر ۲ کو حرف بحرف مطالعہ کیا، مگر کوئی حرف یا کلمہ دور از تہذیب و ادب اس میں نہیں دیکھا۔ نہیں معلوم کہ آپ نے اس خط میں اس قدر باتیں کہاں سے نکال لیں۔ ہاں اگر جواب معمولی سے بھی مزاج مبارک برافروختہ ہوتی ہے تو تحقیق حق و باطل و تصدیق صدق و کذب سراپا محال ہے۔ افسوس کہ اپنے خط نمبر ا کی تادیب و تہذیب پر دھیان نہیں دیتے ہو، اور میرے صاف خط کو بھی مہذبانہ نہیں بتلاتے۔ اگر اس سے اسلامی تحکم جتلانا مراد ہے تو علیحدہ امر ہے ورنہ اس میں کوئی امر مانع اخلاق نہیں ہے۔ جس طرح آپ نے اتمام حجت کی غرض سے خطوط ارسال کئے ہیں اسی طرح میں نے بھی تردید حجت پر کمر باندھی ہے۔ آپ کے پہلے خط مطبوعہ کا مطلب اور ہے اور خط مورخہ

۷۔اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور اس خط محررہ ۱۶۔اپریل ۱۸۸۵ء سے کچھ اور ہی نتیجہ نکلتا ہے۔ واللہ اعلم آپ اپنی تحریرات سے کیوں پلٹے جاتے ہیں۔ خط مطبوعہ کے برخلاف یا اس کی اندرونی تائید کے واسطے بہت باتیں آپ نے دل ہی دل میں پوشیدہ رکھیں۔ اور غالبًا اب بھی بہت باتیں مطلب براری کے واسطے پوشیدہ ہوں گی ... جو نتیجے آپ کی مختلف تحریروں سے برآمد ہوتے ہیں وہ کسی عاقل کے نزدیک کبھی تسلیم کے لائق نہیں ہیں اور نہ کوئی انہیں عزت کی نگاہ سے دیکھے گا۔

بماہ ستمبر ۱۸۸۴ء جب میں بتقریب جلسہ آریہ سماج امرتسر کے گورداسپور گیا تھا اور وہاں پر اس امر کی نسبت کہ آپ نے جو دس ہزار روپئہ کا اشتہار دیا ہے، درحقیقت جس حیثیت کے آدمی ہیں، دریافت کی گئی تو ایک معزز آدمی کی زبانی جو آپ کا پورا واقف تھا معلوم ہوا کہ آپ اس قدر جائداد بھی نہیں رکھتے ہیں بلکہ مقروض ہیں۔ اب اس کی تصدیق آپ کی ہی تحریر سے ہوگئی کہ اگر ہر ایک کے لئے ۲ سو روپئہ ماہواری دینا تجویز کروں تو اس قدر روپئہ کہاں سے لاؤں۔

مرزا صاحب اس سے لاؤ جس نے آپ کو بقول آپ کے نبی بنی اسرائیل کی طرز پر اصلاح خلق کے لئے مامور کیا ہے۔ قادیان کے آریہ بھائیوں کی نسبت میں نے تہمت نہیں لگائی اور اپنے دعوی کا نہایت قوی اور مدلل ثبوت رکھتا ہوں جو براہین الاحمدیہ کے جواب تکذیب براہین الاحمدیہ میں درج ہوکر عنقریب چھپنے والا ہے۔ اور وہ ان کی خط و کتابت ہے۔ ان کو تہمت آپ نے لگائی ہے کہ ان کو میں نے کرامات بتلائی ہیں، جو بالکل صداقت سے خارج امر ہے۔ میں آپکے روبرو بھی آنے کو مستعد تھا مگر ایک لائق آریہ برادر کی زبانی جو آپ کی ملاقات کو گیا تھا، معلوم ہوا کہ آپ زود رنج اور غصہ ور آدمی ہیں، تو خیال گذرا کہ شائد ان کی اس قدر مہربانیوں کو میں برداشت نہ کرسکوں، اس واسطے ارادہ ملتوی کیا۔ لالہ شرم پت رائے نے شائد آپ کے دعوی کی تکذیب بھی برادر ہند یا ودیا پرکاشک میں کی تھی، مگر افسوس کہ مجھے اس طرح اچھی یاد نہیں ہے۔ اور اس میں میرے مہربان بھائی باوا نراین سنگھ جی نے بھی ودیا پرکاشک میں بہت مشرح لکھا ہے العاقل تکفیہ الاشارہ۔

اور جو باتیں اپنے پہلے خطوں میں تحریر کر چکا ہوں یا جو شہادتیں مذہبی یا عقلی بیان کی گئی

ہیں سب کے ثبوت سلسلہ وار میرے پاس موجود ہیں۔ ایک مولوی صاحب ساکن لاہور جو علم دینی دنیوی وطب میں عمدہ دستگاہ رکھتے ہیں انہوں نے بھی آپ کی کراماتوں کی مفصل فہرست پیش کی تھی کہ آپ جاہلوں کے آگے بہت دسترس رکھتے ہیں۔...اور میرے اکثر دوست مسلمان جو آپ کے براہین احمدیہ کے خریدار ہیں یا جن کو آپ تبرکاً یا کسی اور پر کتاب دیتے ہیں بہ سبب منکر از کرامات ہونے کے وہی لوگ مجھے آپ کی عنایتوں کا مشکور کرتے رہتے ہیں مگر زیادہ طول دینا مجھے پسند نہیں ہے۔ صرف آخری گذارش ہے کہ اگر درحقیقت وعدے کے سچے اور حق کے محقق اور راستی کے طالب اور اصلاح خلق کے لئے مامور ہوئے ہیں، تو بموجب مضمون میرے پہلے خط کے بحساب دوسو روپیہ ماہوار کے کل دو ہزار چار سو روپیہ ایک سال کا داخل خزانہ سرکار فرماویں اور اقرار نامہ تحریر کر دیویں کہ اگر ایک سال تک آپ کی ہدایت اور آسمانی نشانات ومعجزات وغیرہ سے تسلی نہ پا کر آپ کے دین کو قبول نہ کروں تو وہ مبلغان مجھ کو مل جاویں اور وہ روپیہ تا انقضائے ایک سال کے خزانہ سرکاری میں مکفول رہے، اسکے واپس لینے کا آپ کو اختیار نہ ہوگا۔

اگر آپ حضرت قادر مطلق جل شانہ کی طرف سے بقول اپنے مامور ہوئے ہیں تو اس اقرار نامہ وادخال روپیہ سے گریز کیوں فرماتے ہیں؟ جب سانچ کو آنچ نہیں اور آپ کو اپنے کراماتی سکہ پر امید ہے کہ قلب نہیں ہے تو کل عذر ومعذرت وحیلہ جوئی بے کار ہے جب خدا نے پیش گوئی فرمائی، اور علاوہ بر آں آپ نے کئی مرتبہ آزمائی، تو ہم کو ملزم ولا جواب مغلوب ہی ہونا پڑے گا۔ خدا نے وعدہ آپ سے فرمایا، اور آپ ہی وعدہ پورا کرنے سے پہلو تہی فرما رہے ہیں جیسا کہ آپ کے خطوطات سے ظاہر ہے۔ پس کس طرح مانا جاوے کہ اس میں تخلف کا امکان نہیں ہے۔ جب کہ آپ کو ہی اس کا کامل امتحان نہیں۔ دعوی کرنا اتمام حجت کا اور اشتہار دینا کہ جس روز آفتاب مغرب سے طلوع ہوگا مبلغان ادا کرونگا آپ جیسے کی عقل مندی کو بٹہ لگا رہا ہے۔ بسبب اسی آپ کے تخلف وعدہ کے کوئی آریہ بھائی آپ کے پاس آنا نہیں چاہتا۔ مکرر سہ کرر تحریر کرتا ہوں کہ کراماتی زر کے آزمانے کے واسطے اپنی طبع کو محک امتحان بنانا چاہتا ہوں اور ایک سال تک آپ کی شاگردی اور قادیان کی حاضر باشی صدق دل سے منظور کرتا

ہوں۔ اگر اس دفعہ بھی وہی طول طویل عبارت اور مطلب حیلہ حوالہ رہا تو زیادہ خط و کتابت بے فائدہ ہوگی۔ زیادہ نمستے۔

....۔ اپریل ۱۸۸۵ء۔ پنڈت لیکھرام پردھان آریہ سماج پشاور۔ از مقام پشاور

نمبر ۶۔ قادیانی جواب: مشفقی پنڈت لیکھرام صاحب۔ بعد ما وجب

اگرچہ اس خاکسار نے آپ کے ان خطوط کے جواب میں جن میں آپ نے قادیان میں ایک سال ٹھہرنے کی درخواست کی تھی یہ لکھا تھا کہ چوبیس سو روپیہ لینے کی شرط آپ کا ایسی درخواست کرنا آپ کی عزت اور حیثیت عرفی کے برخلاف ہے لیکن چونکہ آپ اب تک اسی بات پر اصرار کئے جاتے ہیں کہ میں آریہ سماج کے گروہ میں ایک بڑا عزت دار آدمی ہوں اور بزرگوار اور عالی مرتبت ہونے کی وجہ سے تمام آریہ سماجوں میں مشہور ومعروف ہوں بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ نے اپنے اسی دعوی کو بعض اخباروں میں چھپوا کر جا بجا مجھے بدنام کرنا چاہا ہے اور یہ لکھا ہے کہ جس حالت میں، میں ایسا عزت دار آدمی ہوں اور پھر طالب حق، تو پھر کیوں مجھے آسمانی نشان کے دکھلانے اور اسلام کی حقیت مشاہدہ کرانے سے محروم رکھا جاتا ہے اور کیوں ۲۴ سو روپیہ دینے کی شرط پر مجھ کو قادیان میں ایک سال تک ٹھہرا کر آسمانی نشانوں کے آزمانیکی اجازت نہیں دی جاتی۔

سو آپ پر واضح ہو کہ ہم نے جو آج تک آپ کی درخواست منظور کرنے میں توقف کیا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ ہم اپنے خط مطبوع میں یہ شرط درج کر چکے ہیں کہ ہمارا مقابلہ عوام الناس سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم کے چیدہ اور منتخب اور صاحب عزت لوگوں سے ہے۔ اور ہر چند ہم نے کوشش کی، مگر ہم پر یہ ثابت نہیں ہوا کہ آپ ان معزز اور ذی مرتبت لوگوں میں سے ہیں جو بوجہ حیثیت عرفی اپنی کے دوسو روپیہ ماہواری خرچہ پانے کے مستحق ہیں۔ مگر چونکہ آپ کا اصرار اپنے اس دعوی پر غایت درجہ تک پہنچ گیا ہے کہ فی الحقیقت میں ایسا ہی عزت دار ہوں اور پشاور سے بمبئی تک جس قدر آریہ سماج ہیں وہ سب مجھ کو معزز اور قوم میں سے ایک بزرگ اور سرگروہ سمجھتے ہیں اس لئے آپ کی طرف لکھا جاتا ہے کہ اگر آپ سچ مچ ایسے ہی عزت دار ہیں تو ہم آپ کی درخواست منظور کر لیتے ہیں اور جہاں چاہو چوبیس سو روپیہ جمع کرانے کو تیار اور مستعد ہیں۔ لیکن جیسا کہ آپ شرائط مندرجہ خطوط مطبوعہ سے تجاوز کر کے اپنی پوری پوری تسلی کرنے کیلئے

مجھ سے چوبیس سو روپیہ نقد کسی دوکان یا بنک سرکار میں جمع کرانا چاہتے ہیں تو اس صورت میں مجھے بھی حق پہنچتا ہے کہ میں بھی آپکے اس اقرار کو جو بعد دیکھنے کسی آسمانی نشان کے بلا توقف قادیان میں ہی مسلمان ہو جاؤنگا آپ ہی کے اعتبار پر نہ چھوڑوں بلکہ جیسے آپ روپیہ وصول کرنے کے باب میں اپنی پوری پوری تسلی کریں گے ایسا ہی میں بھی آپ کے مسلمان ہونے کے لئے کوئی ایسی تدبیر کرلوں جس سے مجھے بھی پورا پورا یقین اور کامل تسلی ہو جائے کہ آپ بھی در حالتِ انکار اسلام اپنی عہد شکنی کے ضرر سے محفوظ نہیں رہ سکیں گے۔

سو عدالت کی بات جس میں میں اور آپ برابر ہیں یہ ہے کہ ایک طرف یہ خاکسار چوبیس سو روپیہ حسب نشان دہی آپ کے کسی جگہ جمع کراوے اور ایک طرف آپ بھی اسی قدر روپیہ حسب نشان دہی اس عاجز کے بوجہ تاوان انکار اسلام کسی مہاجن کی دکان پر رکھوا دیں تا جس کو خدا تعالی فتح بخشے اس کیلئے یہ روپیہ فتح کی ایک یادگار رہے۔

یہ تجویز کسی فریق پر ظلم نہیں بلکہ فریقین کے لئے موجب تسلی و سراسر انصاف ہے کیونکہ جیسے آپ کو یہ اندیشہ ہے کہ بصورت مغلوب ہونے اس عاجز کے ۲۴ سو روپیہ جبراً وصول نہیں کر سکتے ، علی ہذا القیاس مجھے بھی یہ فکر ہے کہ میں بھی بعد مغلوب ہونے آپ کے آپ کو جبراً مسلمان نہیں کرسکتا۔ سو یہ انتظام حقیقت میں نہایت عمدہ اور مستحسن ہے کہ ایک طرف آپ وصولی روپیہ کیلئے اپنی تسلی کرلیں اور ایک طرف میں بھی ایسا بندوبست کرلوں کہ درحالت عدم قبول اسلام آپ بھی شکست کے اثر سے خالی نہ جانے پاویں اور اگر آپ اسلام کے قبول کرنے میں صادق النیت ہیں تو آپ کو روپیہ جمع کرنے میں کچھ نقصان اور اندیشہ نہیں کیونکہ جب آپ بصورت مغلوب ہو جانیکے مسلمان ہو جائیں گے تو ہم کو آپ کے روپیہ سے کچھ سروکار نہیں ہوگا بلکہ یہ روپیہ تو صرف اس حالت میں بطور تاوان آپ سے لیا جائیگا کہ جب آپ عہد شکنی کر کے اسلام قبول کرنے سے گریز یا روپوشی اختیار کریں گے۔ سو یہ روپیہ بطور ضمانت آپ کی طرف سے جمع ہوگا اور صرف عہد شکنی کی صورت میں ضبط ہوگا، نہ اور کسی حالت میں۔

رہا یہ امر کہ آپ اس قدر روپیہ کہاں سے لائیں گے تو اس کا فیصلہ تو آپ ہی کے اقرار سے ہو گیا۔ جب کہ آپ نے اقرار کرلیا کہ میں بڑا عزت دار آدمی اور قوم میں مشہور و

معروف ہوں۔ کیونکہ جس حالت میں آپ اتنے بڑے عزت دار ہیں تو اول یہ روپیہ آپ کے آگے کچھ چیز نہیں بلکہ اس سے بہت زیادہ آپ کے دولت خانہ میں جمع ہوگا۔ اور اگر کسی اتفاق سے آپ پر افلاس طاری ہے تو قوم کے لوگ ایسے معزز اور سرگروہ سے امداد وغیرہ کے بارے میں کب دریغ کریں گے بلکہ وہ تو سنتے ہی ہزار ہا روپیہ آپ کے قدموں پر رکھ دیں گے اور صرف آپ کی ایک زبان کے اشارہ سے روپئوں کا ڈھیر جمع ہو جائے گا۔ خدانخواستہ ایسا کیوں ہونے لگا کہ آریہ سماج کے دولت مند اور ذی مقدرت لوگ آپ کو چندروز کے لئے بطور امانت روپیہ وغیرہ دینے سے انکار کریں اور آپ کی دیانت داری اور امانت گذاری میں ان کو کلام ہو۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ادنی ادنی آدمی جیسے چوہڑے چمار یا سانسی اپنی قوم میں کچھ ذرا سا اعتبار رکھتے ہیں وہ بھی اپنی برادری میں اس قدر مسلم العزت ہوتے ہیں کہ قوم کے ذی مقدرت لوگ کسی مشکل کے وقت صد ہا روپیہ سے بطور قرضہ وغیرہ ان کی مدد کرتے ہیں۔ اور آپ تو بقول آپ کے بڑے ذی عزت آدمی ہیں جن کی عزت سارے آریہ سماجوں میں تسلیم وقبول کی گئی ہے۔ ماسوا اس کے جو روپیہ صرف کچھ مدت کے لئے امانت کے طور پر آپ کے ہاتھ میں دیں گے یہ نہیں کہ وہ روپیہ آپ کی ملک کر دیں گے۔

قصہ کوتاہ یہ کہ آج ہم یہ خط رجسٹری کرا کر آپ کی خدمت میں بھیجتے ہیں اور اگر بیس دن تک آپ نے ہمارا جواب نہ بھیجا اور قادیان میں آکر ایک سال تک ٹھہرنے کے لئے بات نہ ٹھہرالی اور ان شرائط کو جو عین انصاف اور حق پرستی پر مبنی ہیں قبول نہ کیا تو پھر بعد گذرنے بیس روز کے یہ حال کنارہ کشی آپ کا چند اخباروں میں شائع کرا کر لوگوں پر ثابت کیا جاوے گا کہ آپ کا ایک سال تک قادیان میں ٹھہرنے کیلئے مجھ سے دریافت کرنا سراسر لاف وگذاف پر مبنی تھا۔ نہ آپ کی نیت صاف و درست تھی، نہ آپ کی ایسی حیثیت وعزت تھی جس کا آپ نے وعدہ کیا تھا۔

اب ہم اس خط کو ختم کرتے ہیں اور مدت مقررہ تک ہر روز آپ کے جواب کے منتظر رہیں گے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

از قادیان ضلع گورداسپور۔ مورخہ... جولائی ۱۸۸۵ء۔ خاکسار غلام احمد

۷۔ لیکھ رام کا خط: مشفقی جناب مرزا صاحب

بعد از شوق ملاقات بموجب خط مورخہ ..جولائی ۱۸۸۵ء کے لکھا جاتا ہے کہ میرے اور آپ کے خط وکتابت کے سلسلہ کی بنیاد فقط آپکا وہ اشتہار ہے جو آپ نے مطبع مرتضائی لاہور سے بلا تاریخ طبع کرا کر شائع کیا تھا اور جس میں آپ نے نہایت صاف الفاظ میں یہ دعوی کیا تھا کہ منجانب اللہ آپ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب غیر مذہب والوں کو دین اسلام کی دعوت کریں اور جو کوئی شخص آپ کے پاس ایک سال تک قادیان میں رہے اور نشان آسمانی وخوارق عادات وصداقت دین اسلام مشاہدہ نہ کر کے اور تسلی نہ پا کر مسلمان نہ ہو جاوے تو مبلغ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے کل چوبیس سو روپیہ بابت سال تمام کے اس شخص کو ہرجانہ یا جرمانہ دیوینگے جس پر میں نے معقولیت کے ساتھ آپکی خدمت میں التجا کی تھی کہ میں ایک سال تک آپ کی خدمت میں رہنے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ زر موعودہ اماتناً سرکاری خزانہ میں داخل کر دیویں۔ اب اس ۱۷ جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ ایک نئی حجت پیش کرتے ہیں یعنی یہ دوہزار چار سو روپیہ میں بھی بالمقابل آپ کے اماتناً داخل کروں تاکہ اگر آپ کے نشان آسمانی یا معجزہ مشاہدہ کر کے اور تسلی پا کر دین اسلام کو قبول نہ کروں تو اس چوبیس سو روپیہ کے جو میں داخل کرونگا آپ مستحق ہوویں۔

صاحب من! آپ اپنے عہد مشتہرہ پر کیوں قائم نہ رہے اور کس واسطے آپ نے جادہ انصاف سے کنارہ کیا۔ کیا دینداروں یا راست بازوں کے یہی کام ہوتے ہیں؟ اور زیادہ تر لطف یہ ہے کہ آپ اپنے اس انحراف قطعیہ کو نہایت عمدہ اور مستحسن فرماتے ہیں جزاک اللہ فی الدارین۔ اب انصاف یہ ہے کہ آپ پہلے اس بات کا اشتہار دے دیں کہ جو آپ نے اول اشتہار دیا تھا وہ بوجوہ ذیل باطل ہوا:

۱۔ اس ..جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں آپ چوبیس سو روپیہ راقم سے بھی بالمقابل امانت میں داخل کرانا چاہتے ہیں تاکہ اگر باوجود مشاہدہ نشان آسمانی کے اسلام سے انکار کیا جائے تو زر امانت داشتہ راقم آپ لے لیویں حالانکہ اشتہار میں بالمقابل روپیہ داخل کرنا شرط نہیں۔ اب برخلاف اس کے لکھتے ہیں، اس لئے پہلا اشتہار قائم نہ رہا۔

۲۔ جب کہ آپ نے معجزہ کا دعوی بذریعہ اشتہار کے شائع کیا تو آپ کا یقین نہایت مضبوط ہونا چاہیے تھا کہ ضرور معجزہ دکھاویں گے اور تاثیر اس کی تیر بہدف ہوگی اور

مشاہدہ کنندہ بھی ضرور اسلام قبول کریگا کیونکہ معجزہ کے لغوی معنی عاجز کرنیکے ہیں اگر کسی کو عاجز نہیں کیا تو وہ اعجاز نہیں ہوسکتا۔ اسلئے آپ کو اپنے دعوی پر خود ہی شک پیدا ہو گیا کہ میں آپکے معجزہ سے عاجز نہیں ہوسکتا اور اسلام قبول نہیں کرونگا، اسکے عوض میں آپ نے روپیہ مدخلہ میرے کے لینے کی تمنا کی ہے۔ دروغ گوتا بدروازہ باید رسانید۔

آپ کے اس .. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو آپ نے نئی حجت اٹھائی ہے میں اسکے واسطے بھی حاضر ہوں جس وقت چاہیں چوبیس سو روپیہ میں داخل کرسکتا ہوں مگر مجھ کو آپ کے استقلال پر شک ہے۔ اس لئے اس امر کی بھی صراحت ہونی چاہیے کہ کون سا نشان آسمانی آپ مجھ کو دکھائیں گے۔ آسمانی نشان تین یعنی سورج چاند ستارے ہیں پس علاوہ ان قدرتی نشانات کے آپ کوئی ذیل کا آسمانی نشان دکھلاویں یعنی دوسرا آفتاب جس کا طلوع غرب سے ہو اور غروب شرق کو ہو۔ یا شق القمر کا معجزہ جس کا اشارہ حدیث میں ہے اور جو عقلاء کے نزدیک غیر مسلم اور آپ کے خیال میں حق ہے۔ پس اگر اسی کو اعادہ کر کے دوبارہ دکھلاویں یعنی پورنماشی کی رات کو برخلاف عادت موجودہ چاند کے دو ٹکڑے ہو جائیں۔ دوسرا چاند کامل اماوس کی رات کو جیسا کہ پورنماشی کو ہوتا ہے ظہور ہووے۔ ان میں سے کل کو یا جس کو آپ دکھلا سکیں، اور تاریخ اور وقت معجزہ کے دکھلانے کا بھی آپ مقرر کریں تاکہ وہ عام میں مشتہر کرایا جائے۔ اور میں سمجھونگا کہ کہ چوبیس سو روپیہ خرچ کر کے میں نے دنیا کو ایک تماشا دکھلوادیا۔

اگر اب بھی آپ نے اس خط کا جواب صاف الفاظ میں بلا حجت بازی کے نہ دیا، تو تصور کیا جائے گا کہ ایسے بے بنیاد اور لغو دعاوی کا وہی باعث ہے جو عام عقل کا آدمی سمجھ سکتا ہے۔ اور من بعد اس کے خط و کتابت بند ہووے گی۔ اور چونکہ آپ نے اس .. جولائی ۱۸۸۵ء کے خط میں جو طرز تحریر اختیار کی ہے وہ تہذیب سے گری ہوئی ہے مگر میں اس کی پرواہ نہیں کرتا ہوں بلکہ اس کو بھی اسی کے ذیل میں سمجھتا ہوں جس میں آپ کے اور دعاوی ہیں اور اس کا باعث بھی وہی ہے جو عام آدمی سمجھ سکتے ہیں۔ اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ ست کا پرکاش اور است کا ناش ہوئے۔ جواب اس کا ایک ہفتہ تک آجانا چاہیے ورنہ بعد ازاں اشاعت کی جاویگی۔

..جولائی ۱۸۸۵ء۔ الراقم نیاز مند لیکھرام از آریہ سماج امرتسر

نمبر ۸۔ پنڈت لیکھ رام نے لکھا ہے جو خط مرزا صاحب کا بجواب خط نمبر ۷ آیا تھا وہ مطبع آفتاب پنجاب لاہور سے پس وپیش ہو گیا ہے اور تلاش سے دست یاب نہ ہوا مگر اس کا خلاصہ مطلب یہ تھا کہ ہم یہ شرائط نہیں کر سکتے اور نہ مطلوبہ نشانات بتلا سکتے ہیں بلکہ ہم کو معلوم نہیں کہ کیا کچھ ظاہر ہو گا یا نہ ہو گا غرضیکہ اس بلائے ناگہانی (دعوے کرامات) سے پلہ چھڑانا چاہا۔ بہت سا حصہ اس خط کا جواب ۹ میں بھی موجود ناظرین ملاحظہ فرماویں۔

(مرزا کے مکتوبات میں بھی یہ خط موجود نہیں ہے جو ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء کا بتایا جاتا ہے، بلکہ صفحہ ۵۰ پر اس خط سے وہی اقتباس نقل کر دیئے گئے ہیں جو لیکھ رام کے جوابی خط میں موجود ہیں۔ مرزا صاحب کا ایک مکتوب بنام لالہ بھیم سین محررہ ۱۴ جون ۱۹۰۳ء موجود ہے جس میں پنڈت لیکھ رام کا ذکر موجود ہے۔ لالہ بھیم سین کے متعلق شیخ یعقوب علی مرتب مکتوبات احمدیہ نے لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود کے ہم مکتب ایک لالہ بھیم سین صاحب تھے اور زمانہ قیام سیالکوٹ میں حضرت اقدس کی ان کے ساتھ بڑی رسم وراہ تھی.. جن ایام میں گورداسپور میں مقدمات کا سلسلہ شروع تھا، تو لالہ بھیم سین صاحب نے اپنے بیٹے کی خدمات بھی پیش کی تھیں جو بیرسٹری کا امتحان پاس کر کے آ چکے تھے۔ حضرت مسیح موعود نے شکریہ کے ساتھ ان کی خدمات کو کسی دوسرے وقت پر عند الضرورت ملتوی کر دیا تھا۔ غرض حضرت صاحب کو لالہ بھیم سین صاحب سے محبت اور لالہ بھیم سین کو حضرت مسیح موعود سے اخلاص تھا۔ صفحہ **۳۳** مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔

لالہ صاحب کے نام خط میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ابھی تھوڑے دن کی بات ہے کہ لیکھ رام نامی ایک برہمن جو آریہ تھا، قادیان میں میرے پاس آیا اور کہا کہ وید خدا کا کلام ہے۔ قرآن شریف خدا کا کلام نہیں۔ میں نے اس کو کہا کہ چونکہ تمہارا دعوی ہے کہ وید خدا کا کلام ہے مگر میں اس کو اس کی موجودہ حیثیت کے لحاظ سے خدا کا کلام نہیں جانتا کیونکہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور کئی اور ناپاک تعلیمیں ہیں۔ مگر میں قرآن شریف کو خدا کا کلام جانتا ہوں کیونکہ نہ اس میں شرک کی تعلیم ہے اور نہ کوئی اور ناپاک تعلیم ہے۔ اور اس کی پیروی سے زندہ خدا کا چہرہ نظر آ جاتا ہے اور معجزات ظاہر ہوتے ہیں۔ پس سہل طریق یہ ہے کہ تم وید والے خدا سے میری نسبت کوئی پیش گوئی اور میں قرآن شریف والے خدا سے وحی پا کر پیش کرونگا۔ پس اس نے میری نسبت یہ پیش گوئی کی کہ یہ شخص تین برس تک ہیضہ کی بیماری سے مر جائے گا اور میرے خدا نے یہ ظاہر کیا کہ چھ برس تک لیکھ رام بذریعہ قتل نابود ہو جائے گا کیونکہ وہ خدا کے پاک نبی کی بے ادبی میں حد سے گذر گیا۔ اور میرے پر ظاہر کیا گیا کہ اس کے مرنے کے تھوڑی مدت بعد پنجاب میں طاعون پھیل جائے گی۔ تمام پیش گوئی میں نے اپنی کتابوں میں بار بار شائع کر دی اور یہ بھی شائع کر دیا کہ وید درحقیقت خدا کی طرف سے ہے تو اب آریہ سماج

والوں کو چاہیے کہ لیکھ رام کی نسبت اپنے پرمیشور سے بہت دعا کریں۔اور ایسا ہی لیکھ رام نے میری نسبت اپنی کتاب میں شائع کر دیا کہ یہ شخص تین برس میں ہیضہ کی بیماری سے فوت ہو جائے گا۔آخر لیکھ رام اپنے قتل ہونے سے گواہی دے گیا کہ وید خدا کی طرف سے نہیں۔مکتوبات احمدیہ ج ۲ ص ۳۷۔۳۸۔

وید بمقابلہ قرآن کی بحث مولانا ابورحمت حسنؒ نے اپنی کتابوں میں مفصل کی ہے، جسے ہم انشاءاللہ جلد ہی نذر قارئین کریں گے۔ یہاں اس بات کا ذکر مقصود ہے کہ لیکھ رام کی موت بذریعہ قتل کی پیش گوئی کہیں موجود نہیں ہے۔ ہاں یہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ اسے خوارق عادت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔لیکھ رام قتل ہوا، اور قتل ایک معمول کی چیز ہے، روزانہ دنیا میں سینکڑوں قتل ہوتے ہیں، یہ کوئی خارق عادت بات نہیں۔مولانا محمد حسین بٹالویؒ اور مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ وغیرہ نے مفصل بحث کر کے ثابت کر دیا تھا کہ لیکھ رام کی موت کا مرزا کی پیش گوئی سے کوئی تعلق نہیں، اگر تعلق ہے تو اس پیش گوئی کی تکذیب کا تعلق ہے۔ اور جہاں تک لیکھ رام کی پیش گوئی کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب تین سال میں ہیضہ سے مر جائے گا، اس سلسلہ میں ہم یہ یاد دلانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں بقول خود اور بروایت سسر خود ہیضہ سے آنجہانی ہوئے (دیکھو حیات ناصر)۔ ہاں تین سال میں نہیں بلکہ تیس سال میں۔ لیکن مرزا صاحب کا اپنا ایجاد کردہ فارمولہ ہے کہ پانچ اور پچاس برابر ہیں کیونکہ ان میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے ،اسی طرح تین اور تیس بھی بخیال مرزا برابر ہوں گے کیونکہ ان میں بھی ایک ہی نقطہ کا فرق ہے۔ نیز مرزا صاحب، آتھم کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ کیا ہوا، جو وہ پیش گوئی کی مدت (۱۵ ماہ) سے بعد مرا، آخر مر تو گیا۔ بتاؤ اب آتھم کہاں ہے؟ مرزا صاحب کے اس فرمان میں آتھم کے نام کی جگہ مرزا صاحب کا نام لکھ دیا جائے تو عبارت یوں ہو گی: کیا ہوا جو وہ پیش گوئی کی مدت (۳ سال) سے بعد مرا، آخر مر تو گیا، بتاؤ اب مرزا کہاں ہے؟ بہاء)

(مرزا صاحب نے لالہ بھیم سین والے خط میں وید کی حقانیت وغیرہ اور شرک کے متعلق اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان موضوعات پر مرزا کے خیالات پر بعدازاں ایک ہندو پنڈت نے بحث کی تھی اور بتایا تھا کہ مرزا صاحب مشرک ہیں۔موقع کی مناسبت سے ہم یہ مضامین یہاں نقل کرنا چاہتے تھے لیکن طوالت کی وجہ سے انہیں متفرقات میں درج کیا جا رہا ہے۔ بہاء)

نمبر ۹۔ لیکھ رام کا خط بجواب خط مرزا صاحب مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء

مشفقی مرزا غلام احمد صاحب۔ بجواب خط مرقومہ ۳۱ جولائی ۱۸۸۵ء آپ کے عذرات اور بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید مدلل لکھتا ہوں۔

۱۔ عذر اول۔ پہلے اشتہار میں ۲۴ روپیہ دینے کا وعدہ ضرور ہوا ہے مگر پیشگی جمع کر دینے کی شرط نہیں کی تھی چونکہ آپ نے میرے وعدہ کو معتبر نہ سمجھا اور یہ زائد شرط لگائی کہ زر

معہودہ کسی بنک سرکاری میں جمع کر دیا جائے۔ اس صورت میں میرے لئے بھی برخلاف اس اشتہار کے استحقاق پیدا ہو گیا کہ ۲۴ سو روپیہ بالمقابل پیشگی امانت رکھاؤں۔

تردید دفعہ۔ ۱۔ آپ کو واجب تھا کہ پہلے ہی اشتہار میں صاف لفظوں میں شرط باندھتے کہ بطور قمار بازاں کے ۲۴۰۰ روپیہ دو بدو لگایا جاوے گا تا کہ شرائط کی ترمیم و تنسیخ نہ کرنی پڑتی۔ پس یہ سراسر بھول آپ کی ہے۔ ورنہ اگر صاف طور پر لکھا ہوتا تو کوئی عام عقل کا آدمی بھی ایسی قمار بازی کا جواب تک نہ دیتا چہ جائے کہ راقم اس تکلیف کو گوارا کر آپ سے خط و کتابت کرتا۔ مگر افسوس کہ آپ بجائے خجالت اٹھانے اپنی بھول کے حجت کرتے ہیں۔

دفعہ ۲۔ آپ کے وعدہ پر اعتبار نہ کرنے کا یہ سبب ہے کہ اگر چہ مجھ کو ضرور نہیں تھا کہ آپ کی حیثیت کی قلعی کھولی جاوے مگر آپ کی بے جا لاف و گزاف و بے بنیاد دعاوی نے مجبور کر دیا کہ مجملاً آپکی استطاعت کا ضعف بیان کروں کہ آپ نہ کوئی اہلکار، نہ جاگیر دار، نہ پنشن خوار، نہ تجار، نہ حرفت کار، نہ کارخانہ دار، نہ زمین دار، نہ صاحب جائداد اعلیٰ ہیں۔ ہاں موضع قادیان جو ایک گاؤں ہے اس کی ملکیت زمینداری کے بہت سے حصہ داران میں سے ایک حصہ دار ہیں، تو ایسی حیثیت عام لوگوں کی ہوتی ہے۔

حیثیت تو یہ ہے اور لاف گزاف یہ کہ آٹھ ہزار دو سو چالیس خطوط بطور اشتہار بنام اکثر معززان و رئیسان و علماء و فضلاء کو جاری کر دیئے کہ جو کوئی شخص ایک سال تک موضع قادیان میں رہ کر کوئی نشان آسمانی مشاہدہ نہ کرے بحساب دو سو روپیہ ماہوار ۲۴ سو روپیہ بابت سال تمام کے پاوے گا، اس کا حساب لگایا گیا تو قریب دو کروڑ روپیہ کے ہوتا ہے۔ اس پر خرافات یہ کہ اپنی کتاب براہین احمدیہ کے سرورق پر اپنے اسم مبارک کے القاب میں رئیس اعظم قادیان دام اقبالہ لکھ دیا۔ مزید براں طرہ یہ کہ جو کوئی اس کا رد لکھے گا دس ہزار روپیہ انعام پاوے گا۔ خیال کرنا چاہیے کہ اس قدر ممالک وسیع سے سو دو سو اشخاص بھی جدا گانہ رد لکھیں گے تو لکھو کھا روپیہ چاہیے۔

دفعہ ۳۔ جب کہ آپ ایک ایسے گنج قارون کے مالک ہیں تو اپنی کتاب کے واسطے ہندوان اور مسلمانان سے بھیک کیوں مانگتے ہیں اور طرفہ تر یہ کہ باوجود دریوزہ گری پانچ سالہ کے انطباع کتاب کا خرچ بھی بہم نہ پہنچا سکے۔

دفعہ۴۔ سچ تو یہ ہے کہ آپ نے اس لاف زنی سے ایک ذریعہ معاش کا پیدا کر لیا جیسا کہ پنجابی کی مثال ہے روٹی کھائے شکر سے دنیا کھایئے مکر سے۔، نظر بحالت مذکورہ جو میری طرف سے درخواست پیشگی زر معہود کی ہوئی تو کچھ بے جا نہیں ہے اور نہ کوئی منصف مزاج بے جا کہے گا۔

دفعہ۵۔ آپ کا یہ گمان غلط تھا کہ بسبب سختی شرائط کے آپ کے پاس ایک گاؤں میں درمیان دہقاناں و مجہولاں کے ایک سال تک قید بے زنجیر رہنا کوئی آدمی قبول نہ کرے گا، تو بصورت خاموشی معترضان کے آپ کا دعوی بطور ڈگری یک طرفہ ثابت ہو جاوے گا مگر جب کہ آپ کے ابطال دعوی پر بندہ استادہ ہوگیا اور بوجوہ شرط صدر زر معہودہ پیشگی امانت رکھانا چاہا تو آپ نے برخلاف اشتہار کے ایک نیا حیلہ اختراع کیا یعنی مجھ سے بھی بالمقابل ۲۴ سو روپیہ مانگا۔ بندہ نے اپنے ارادہ پر ثابت قدمی کر کے اسی حیلہ جدیدہ کی راہ سے بھی آپ کو بھاگ جانے کی فرصت نہ دی یعنی ۲۴۰۰ روپئہ جمع کرانا منظور کر لیا پس جب کہ زر مشروط طرفین سے مساوی جمع ہوگا تو شرائط بھی مقبول و مساوی طرفین ہونی واجب ہوئیں۔ نظر برآں آپ کے اس دعوی پر کہ نشان آسمانی خوارق عادات مشاہدہ کو آویں گے میری طرف سے نہایت مناسب طور پر یہ سوال پیش ہوا کہ آسمانی نشان قدرتی تین قسم کے موجود و مشہور ہیں سورج چاند ستارے۔ ان کی نسبت خرق عادت یعنی خلاف قانون قدرت کوئی معجزہ مشاہدہ کرا دیجئے اور معجزہ نمائی کا کوئی وقت تجویز کر کے مشتہر کیجئے۔ اس کے جواب میں جو عذرات آپ نے لکھے ہیں بمقابلہ ہر ایک عذر کے تردید لکھتا ہوں۔

عذر اول: اخیر پر آپ اسی قسم کے نشانوں کو قبول کرتے ہیں کہ ستاروں آفتاب و ماہتاب کے تغیر یا تبدل وغیرہ پر مشتمل ہو۔

تردید: حضرت آپ نے اشتہار میں صاف الفاظ میں لکھا ہے کہ اس عاجز کی صحبت میں ایک سال تک رہ کر آسمانی نشانوں کو بچشم خود مشاہدہ کر لیں۔ تو اگر چاند سورج ستارے موجودہ نشانوں میں خرق عادت نہیں دکھاویں گے، یا علاوہ ان کے دوسرا سورج یا دوسرا چاند یا اعادہ شق القمر نہیں دکھاویں گے تو پھر آسمانی نشان چہ معنی دارد۔ کیا آسمان سے اپنے جھوٹے دعوی پر خاک دھول برساویں گے۔

عذر دوم ۔ پنڈت صاحب ہمارا یہ کام ہرگز نہیں کہ ہم جس طور سے کوئی شخص زمین و آسمان میں انقلاب پیدا کرانا چاہے اس طور سے انقلاب کر کے دکھاویں۔

تردید: ا۔ جب کہ آپ اس قسم کے لائق نہیں تو مشاہدہ نشان آسمانی کا جھوٹا دعوی کیوں لکھ مارا۔ چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی ۔ آپ نے سمجھا ہوگا کہ جس طرح آپ عقل سے کام نہیں لیتے سب کا ایسا ہی حال ہوگا اور کوئی نہ پوچھے گا۔

۲۔ جب کہ آپ نے آسمانی نشانوں کا مشاہدہ کرانا لکھا تو ایسی بحث کی گئی وہی نشان مانگے گئے اگر زمین کے نشان یا عناصر اربعہ میں سے یا موالید ثلاثہ سے کسی قسم کی چیز پر خرق عادت کا دعوی ہوتا تو اسی پر بحث ہوتی اور اسی کے مطابق سوال کیا جاتا۔ اگر زمین و آسمان کا انقلاب آپ ناممکن سمجھتے ہیں تو آسمان کا لفظ کیوں لکھا تھا۔ سچ ہے۔

دروغ آدمی را کند بیفروغ　　مگوائے برادر تو ہرگز دروغ

کراماتوں کے ادعائے بے معنی سے سوائے پشیمانی کے اور کیا نتائج نکلتے۔

عذر سوم: ہم صرف بندہ مامور ہیں ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ خدا کس طور کا نشان ظاہر کریگا۔

تردید: ا۔ اس کلمہ سے کہ ہم صرف بندہ مامور ہیں اور زیادہ تر آپ کے اشتہار کی سطر اول و دوم کے مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے پیغمبری کا دعوی کیا ہے اور حضرت عیسی کا نام مبارک لکھ کر ان کے برابر اپنے آپ کو ظاہر کیا ہے۔ اس سے زیادہ دعوی نبوت کی کیا صراحت ہونی چاہیے۔ اس موقع پر بے جا نہ ہوگا کہ اگر ہم علماء اسلام سے دادخواہی کریں۔ یعنی خاص و عام اہل اسلام پر اظہر من الشّمس ہے کہ حضرت رسالت پناہ ختم المرسلین (ﷺ) ہیں ۔ پس ایسے دعویدار پر تعزیر شرعی کا فتوی کیوں نہیں لگاتے کیونکہ دشمن خانگی سخت خرابی لاتے ہیں اور گھر کے بھیدی لنکا ڈھاتے ہیں ۔ اور اگر صداقت قرآن واتمام حجت اسلام کا دعوی ہے تو بھی نعوذ باللہ کیا قرآن شریف فی نفسہ اپنی صداقت میں مکمل نہیں ہے۔ بہر حال یہ بات خلاف شرع ہے۔ اور نہ کہیں قادیان میں الہام ربانی اترنے کا اشارہ پایا جاتا ہے۔ پس عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔

۲۔ یہ عذر کہ ہم کو معلوم نہیں کہ خدا تعالی کس طور کا نشان ظاہر کرے گا، نہایت بیجا ہے۔ جب کہ آپ ایک خاص اور اہم کام پر مامور ہوئے ہیں تو اس کام کے سب اسرار سے آگاہی کیوں نہیں۔ اور جب معلوم نہیں کہ کس طور کا نشان ظاہر ہوگا تو بدون ارشاد الہی

نشان آسمانی کا زبانی دعوی کیوں لکھ مارا، صرف نشان کا لفظ کافی تھا۔ جب کہ آپ کے الہام کی بسم اللہ ہی غلط ہے تو آگے کیا کام کریں گے۔ آپ کو واجب تھا کہ وحی آسمانی سے جو آپ کے پاس قادیان میں نازل ہوتی ہے نشان آسمانی کا صحیح پتہ معلوم کر کے اشتہار میں لکھ دیتے۔ بایں ہمہ ناواقفی اعلیٰ ترین درجہ نبوت پر مامور کر خدائے ہمہ دان کا کام نہیں ہوسکتا بلکہ ماورائے خدا تعالیٰ کے کسی اور کا کام ہے۔

عذر چہارم: ہم سمجھتے ہیں کہ نشان اسی شئے کا نام ہے کہ انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔

تردید: ہم نے بھی ایسے ہی نشان مانگے تھے جو طاقت انسانی سے بالاتر ہیں، فروتر نہیں مانگے، مگر اس سے بھی آپ گریز کر گئے کہ انقلاب زمین و آسمان نہیں ہوسکتا ہے۔ شامل اس تردید کے عذر دوم کی تردید دفعہ ۲ بھی مطالعہ کرنی چاہیے۔

عذر پنجم۔ ہمارا دعوی صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالیٰ ضرور ایسا نشان دکھلائے گا جس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں۔

تردید۔ اب آپ نے اپنے دعوی کا نصف حصہ چھوڑ دیا کہ نشان آسمانی سے صرف ایک جز و نشان کا باقی رکھا اور وہ دوسرا حصہ یعنی لفظ آسمانی بھی بے نشان و معدوم کر دیا۔ کیونکہ آپ کو معلوم ہی نہیں کہ وہ کیا اور کیسا ہوگا۔ پس بکلی آپ کا دعوی ٹوٹ گیا۔

عذر ششم: لفظ نشان کو اپنی اصطلاح میں معجزہ قرار دے کر یہ تعریف لکھتے ہیں کہ اس کے مقابلہ سے انسانی طاقتیں عاجز ہوں تو واقعی معنی معجزہ کے درست ہیں کہ مشاہدین فوراً عاجز ہو کر مشاہدہ کرانے والے پر ایمان لاویں۔ اور دور تک موثر ہووے۔ غرضیکہ اظہر من الشّمس ہونا چاہیے۔

تردید: باوجود اپنے مندرجہ بالا اقرار کے نہ معلوم یہ عذر کیوں پیش کرتے ہو کہ آپ کے معجزہ پر اثبات یا نفی کی رائے دینے کے لئے منصفان مقبولہ طرفین جو فریقین کے مذہب سے الگ ہوں مقرر ہونے چاہییں۔ عموماً ظاہر ہے کہ جو کوئی مقدمہ یا کوئی امر مجہول الکیفیت اور مہمل پیش ہوتا ہے اس کے واسطے ضرورت منصفان کی ہوا کرتی ہے اور وہ منصفان بھی تیر در تاریکی چلاتے ہیں کیونکہ غیب دانی بشریت سے بعید ہے۔ پس اگر آپکا معجزہ بھی ایسا ہی مجہول الکیفیت ہوگا تو اپنے گاؤں کے بھیڑ بکری چرانے والوں کو بتلایا کریں، ہم آپ کی لاف زنی کے معجزہ کو دیکھ کر خاموش رہنا بہتر سمجھتے ہیں۔..

راقم: لیکھ رام از آریہ سماج امرتسر۔ ۵۔ اگست ۱۸۸۵ء

لیکھ رام نے لکھا ہے کہ اس آخری خط کا جواب جب عرصہ تین ماہ تک کوئی نہ آیا تو پھر میں نے ایک پوسٹ کارڈ بطور یاد دہانی کے ارسال کیا اس کے جواب میں مرزا جی کا کارڈ آیا کہ:

قادیان کوئی دور تو نہیں ہے، آ کر ملاقات کر جاؤ امید کہ یہاں پر باہمی ملنے سے شرائط طے ہو جاویں گی۔

لیکھ رام نے لکھا ہے:

یہ خطوط ملاحظہ فرما کر مرزا صاحب کے الہامی دعووں وخوارق عادات ومعجزات نبوت و شرطیہ انعامات و دولت مندی و جاگیرداری و زبان درازی و حیلہ سازی و لفاظی اشتہارات کی نسبت رائے لگانے اور نتیجہ نکالنے کے تصفیہ کو ہم تکذیب براہین احمدیہ کی ذمہ داری پر چھوڑتے ہیں۔

(تکذیب براہین احمدیہ۔ص ۳۰۶۔ ۳۲۶ مختصراً؛۔مکتوبات احمدیہ جلد دوم۔ص ۲۵ تا ۵۰)

اشتہار صداقت اظہار

مرزا امام الدین، مطبوعہ قانونی ہند امرتسر

تحقیق حق کے واسطے باطل کو چھوڑ کر چاہتے ہیں ہم کہ توڑ دیں شیشہ فریب کا

ناظرین پر واضح ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب سکنہ قادیان ضلع گورداسپور نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں مجدد وقت اور ملہم اور صاحب کرامات ہوں اور حضرت قادر جل شانہ کی طرف سے نبی ناصری اسرائیلی مسیح کے طرز پر کمال مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل و تواضع سے اصلاح خلق کیلئے مامور ہوا ہوں اور میرے حق میں یہ آیت نازل ہوئی انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان و بالحق نزل صدق اللّٰہ و رسول و کان معقولاً۔ اور ہر وقت یہی وعظ کرتے ہیں کہ میں بہت بزرگ ہوں اور کتاب براہین احمدیہ میری مصنفہ کی امداد ومصارف میں مسلمان بھائی جہاں تک ہو سکے توجہ فرمائیں، بلکہ تعمیر مساجد اور حج اور زکوۃ اور خیرات وغیرہ ضائع اخراجات سے کتاب براہین احمدیہ کی امداد میں جو شخص روپیہ بھیجے اس کو ثواب عظیم اور نجات عقبی حاصل ہوگی۔ اور اپنے اشتہارات میں یہ بھی دعوی کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص میرے الہامات کی صداقت پر

بدظن ہو تو اسکو چاہیے کہ قادیان میں آکر تحقیق کر لے۔ چنانچہ اپنے دعوی کی مضبوطی کے لئے ۲۴ سو روپیہ حرجانہ بحالت عدم مشاہدہ الہام دینا مقرر کیا ہے، جائے غور ہے۔
اول: تو مرزا صاحب کو اپنے مولی کریم پر بھروسہ نہیں ہے کیونکہ اگر ہوتا تو جن شخصوں نے تحقیق کے واسطے درخواستیں کی تھیں ان سے شرائط طے کرنے میں تساہل نہ کرتے۔ ازانجملہ پنڈت لیکھ رام پردہان آریہ سماج پشاور و منشی ملاوامل سکرٹری آریہ سماج قادیان (جس کو مرزا غلام احمد صاحب نے بھی گواہ الہامات مشہور کیا ہے) اور نیز اس طالب صادق نے بارہا خطوط بمراد مشاہدہ نشانات آسمانی بھیجے ہیں جن کا جواب معقول آج تک بجز پہلوتہی اور حیلہ حوالہ کرنے کے نہ دیا۔ بلکہ منشی ملاوامل نے اپنے دلی جوش سے یہاں تک بھی لکھا کہ ایسی کرامت کا میں خواستگار نہیں ہوں جو آپ کے نزدیک ناممکن اور قانون قدرت کے برخلاف ہو۔ میں چاہتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ آپ خواہ کیسی ادنی کرامت اور خرق عادت کا مشاہدہ کرا دیں جو طاقت انسانی اور علوم کی رسائی سے باہر ہو۔ بعد مشاہدہ کے میں آپ کی شرط اشتہار کو پورا کرونگا اور عدم ثبوت کی حالت میں ہم حرجانہ کے خواہاں بھی نہیں ہوتے۔ نہیں معلوم کہ باوجود اس قدر مضبوط دعاوی محققوں کے کس لئے تحقیق نہیں کراتے اور کیوں کر ۲۴ سو روپیہ دینے کا دعوی کیا تھا۔
دوم۔ مسمی شام لال کو جو مرزا غلام احمد نے روزنامچہ نویس الہامات کا لکھا ہے اس کی عمر بوقت ملازمت مرزا صاحب کے تقریباً ۱۴ سال کی تھی مگر وہ پرلے درجے کا بے تمیز اور بے سمجھ اور سادہ لوح تھا بلکہ اس وقت بھی سو تک مشکل سے شمار کر سکتا ہے۔ اگر کسی طالب حق و اہل تمیز کو بغرض تحقیق الہامات وغیرہ قادیان آنے کا اتفاق ہو تو ان کو ایسے گواہوں کو بچشم خود دیکھنا چاہیے تا کہ اصلیت حقیقت الہام ظاہر ہو جائے۔
سوم۔ واقعہ ۱۰۔ اگست ۱۸۸۵ء کو اکثر اہل ہنود و معزز و محقق سکنائے قادیان متفق ہو کر مرزا صاحب کے پاس گئے اور یہ کہا کہ آپ نے جو اپنے کو تمام ملک میں صاحب الہام وخوارق عادات وکرامات مشہور کیا ہے ہم کو بالکل یقین نہیں، سراسر جھوٹ سمجھتے ہیں، اگر آپ دعوی خود میں سچے ہیں تو ہم کو بھی تحقیق کرا دیویں۔ اس پر مرزا صاحب نے صاف جواب نہ دیا مگر اپنے دعوی کے بچانے کے واسطے صرف حیلہ سازی میں وقت ٹالنا شروع کیا اور کہا کہ آپ سب اہل تحقیق متفق ہو کر ۲۴ سو روپیہ جمع کرو اور اسی قدر ہم بھی

کرتے ہیں ۔ اگر عرصہ ایک سال میں ہمارے بیس الہامات سے ایک الہام بھی بپایہ صداقت پہنچا تو ہماری حجت قائم ہو جائے گی اور ہم روپیہ لینے کے مستحق بنیں گے ۔اس کے جواب میں اہل تحقیق نے کہا کہ ایسے ٹیوے تو نجومی اور رمالی بھی بتا سکتے ہیں اور ضرور دس میں سے دو چار پورے بھی ہو جایا کرتے ہیں، کیا وہ بھی الہامی ہیں ؟ ہم چاہتے ہیں کہ آپ خواہ میعاد دو سال مقرر کرلیں مگر جس قدر آپ کو الہام ہوا کریں وہ سب کے سب پورے کر دکھلائیں ۔اس سے لاجواب ہو گئے اور اصل بات کو اور طرف لے گئے، اور یہ نامعقول جواب دیا کہ طالب حق کو چاہیے کہ مشاہدہ الہام ربانی میں چوں و چرا نہ کرے۔ جب اہل تحقیق نے اس پر قناعت کی اور کہا کہ خواہ آپ ایک ہی نشان آسمانی مشاہدہ کرا دیویں مگر بوقت صدور الہام میعاد مقرر کر دیویں کہ فلاں تاریخ یہ الہام ظہو پذیر ہوگا ۔ملہم صاحب نے یہ بھی نہ مانا اور کہا کہ ایسا ہونا امر محال ہے بلکہ مجمع عام میں اکثر الہامات سے (جن کے گواہ حافظ سلطان محمد امام مسجد وغیرہ لوگ موجود ہیں اور ظہور ان کا اب تک نہیں ہوا) صاف منکر ہو گئے کہ ہم کو یہ الہامات ہوئے ہی نہیں ۔

چہارم ۔ اب نئی امداد کی توقع پر ایک اور اشتہار جاری کیا یعنی دس آدمی ہندو حسب منشاء خود جو عین حق کو مرزا صاحب کی خاطر داری اور لحاظ کے واسطے قسمیہ خلاف کہہ دیویں محققین الہامات قرار دے کر ایک مضمون خود تیار کر کے ان سب کی العبدات کرائی ہیں۔ اور یہ ظاہر کیا ہے کہ ان شخصوں نے خوف خدا اور جوش دلی خیال عقبی سے میرے پاس تحقیق اور آزمائش الہامات کے لئے درخواست کی اور میں نے بھی بنظر رفاہ عام ان کا کہنا منظور کر لیا ،اور قرار پایا ہے کہ بعد مشاہدہ الہامات وخرق عادات کے تبدیل مذہب کی کسی کو قید نہیں مگر بشرط اثبات الہام صداقت الہام کا اقرار کریں اس لئے یہ معاہدہ واسطے آگاہی خاص و عام مشتہر کیا جاتا ہے ۔

پنجم ۔ اے اہل بصیرت و صاحبان تمیز آپ ذرہ توجہ فرما کر خیال کریں کہ اول تو مضمون اشتہار مصنف نے خود تراشا ہے، کیونکہ ان سب معاہدین میں سے کسی کو طاقت ایسی مضمون سازی کی نہیں ۔ دوم ۔ یہ جانتے نہیں کہ الہام کی کیا حقیقت ہے کیونکہ ان میں سے صرف ایک دو نے کسی زمانہ میں قاعدہ ابتدائی شاید پڑھا تھا ورنہ باقی عموماً ناخواندہ ہیں۔ علاوہ اس کے یہ سب مرزا صاحب کے دست نگر اور خوش آمدی ہیں ۔ ہاں ان میں

سے برعکس خیال ملہم کے جس کسی کو توفیق الٰہی شامل حال اور خوف عاقبت دامنگیر ہو کر راست راست بیان کر دے تو وہ شخص عاقبت اندیش اور خدا ترس متصور ہو گا بلکہ اس راقم کی پیش گوئی کا ثمرہ سمجھنا چاہیے۔ اور جو طالب حق اور صاحب عقل یہاں قادیان میں آ کر ان بناوٹی اور ناواقف از علم گواہوں کو دیکھے گا اس پر ملہم صاحب کی کارستانی و راست بیانی من وعن ظاہر ہو جائے گی، گو اس کارسازی سے مصنف صاحب کو ان کے مشیروں و مریدوں نے ہر چند سمجھایا کہ اس بناوٹی کاروائی سے ضرور خلل عائد ہو گا اور کئی طرح کے شکوک وشبہات پیدا ہو جاویں گے۔ لازم ہے کہ اہل تحقیق واہل علم سے بھی ایک معزز و معتبر آدمی معاہدہ میں شامل کیا جائے مگر مرزا صاحب نے کسی کی نہ مانی، کیونکہ وہ تو جانتے ہیں کہ من آنم کہ من دانم۔ میر عباس علی لدھیانوی وغیرہ معاونان اس محکمہ نے براہین احمدیہ میں اس قدر سعی وکوشش کی ہے کہ قطع النظر ترغیب دہی رؤساء و امراء اور نوابوں کے غریب آدمیوں سے بھی پیسہ پائی تک نہیں چھوڑا، اور کئی بیوہ عورتوں کو ترغیب وتحریک دے کر چھلہ، مرکی، ڈنڈی تک اتارلیا ہے۔ اور یہاں تک کہ طوائفوں کا مال بھی جس کو قطعی حرام سمجھتے ہیں براہین احمدیہ کی اشاعت امداد میں حلال وطیب متصور ہوا ہے۔ خدا معلوم کہ اس متعصب کاروائی کی امداد میں روپیہ دینے سے کس طرح کا ثواب ہو گا۔

ششم: اہل اسلام واہل ہنود سکنائے قادیان وقرب وجوار قسمیہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے آج تک کبھی مشاہدہ الہام وغیرہ کا نہیں کیا اور کبھی کسی الہام کا بپایہ اثبات پہنچنا سنا یا دیکھا ہے۔ اور گواہان مندرجہ کتاب بھی تکذیب اثبات الہامات کی بیان کرتے ہیں مگر ان کا باہمی لین دین ان کی عام اشاعت کا ذرہ بارج ہے۔

ہفتم: مسکینی وفروتنی وغربت وتذلل وتواضع کا دعوی بھی سراسر خلاف ہے۔ اگر مسکینی ہوتی تو دس ہزار روپیہ... کی شرطیں نہ باندھتے اور فروتنی ہوتی تو زود رنج اور غصہ ور نہ ہوتے۔ اور غربت کے واسطے لازم تھا کہ تعمیر مکان پر مخلوقات کا روپیہ ضائع نہ کرتے۔ اور چوبارہ سے باہر نکل کر اصلاح خلق پر مستعد ہوتے۔ تذلل وتواضع کا یہ حال ہے کہ اکثر سائلوں کو جبر سے نکالا جاتا ہے۔

اس لئے بہ نیت خیر اندیشی مخلوقات یہ اشتہار عام مشتہر کیا جاتا ہے کہ سب لوگ مطلع ہو کر

دھوکہ میں نہ پڑیں اور جو اس پر زیادہ شوق رکھیں ان کو لازم ہے کہ بنظر تحقیق و انصاف آزماویں کیونکہ

واعظان کیں جلوہ بر محراب و منبر میکنند
چوں بخلوت می روند آں کار دیگر مے کندد

عجب پیدا ہوئے صاحب ولائت نہیں اثبات کی دیتے روایت
جو ملہم بن کے دنیا لوٹ کھائے کرامت ایک نہ ہرگز دکھائے
جسے تحقیق حق کی جستجو ہو مخالف بے یقیں کہتے ہیں اس کو
ہمیں ضد وتعصب سے نہیں کام فقط چاہتے ہیں ہم تحقیق الہام

المشتہر۔مرزا امام الدین رئیس قادیان برادر مرزا غلام احمد ۱۳۔اگست ۱۸۸۵ء

(تکذیب براہین۔ص ۳۲۷۔۳۳۱)

کفر ٹوٹا خدا کر کے

(پنڈت لیکھ رام: مطبوعہ شفیق ہند پریس لاہور)

ناظرین اشتہار اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ ایک شخص مرزا غلام احمد نامی ساکن قصبہ قادیان کے وہم میں عرصہ سے اس قسم کی دھن سمائی ہے کہ الہام وخرق عادت کے ساتھ میری دعا کی درگاہ ایزدی میں رسائی ہے۔ رب العرش مجھے اسرار غیبیہ ونقاط مخفیہ سے ہمیشہ آگاہ کرتا ہے اور انتظام عالم کے سبھی احکام میرے ذریعہ صدور ہوتے ہیں، انبیاء بنی اسرائیل سے اپنا رتبہ مسیح سے کم نہیں جانتے ہیں اور مسلمانان موجودہ ونیکو کاران زمانہ سے اپنا نظیر کسی کو نہیں گردانتے۔اول آپ نے باوجود قرض دار ہونے کے دعوی کیا کہ جو کوئی میری کتاب براہین احمدیہ کا جواب دیوے وہ دس ہزار روپیہ انعام پاوے۔

مگر وہ بین دلائل والی کتاب پختہ طور سے سنا گیا ہے باوجود گذر جانے آٹھ نو سال کے ابھی تک مرزا صاحب نے تصنیف نہیں فرمائی اور نہ چھپوائی۔مگر اسی دام تزویر کے ذریعہ دس بارہ ہزار روپیہ مسلمانوں سے کما لیا۔مگر مال حرام کا بجائے حرام جانا ضرور ہوکر تھوڑے دنوں کے عیش وعشرت سے وہ روپیہ اڑایا۔ براہین احمدیہ کا جواب تکذیب

براہین احمد یہ تیار ہو کر ماہ اکتوبر ۱۸۸۴ء کو گورداسپور میں ان کو سننے کے واسطے بلایا گیا۔ مگر ہٹ دھرمی وغصہ نے انکے دل کو سیاہ کر دیا جس سبب سے انہوں نے بالکل سننا واجب نہ سمجھا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد جب وہ روپیہ اڑا چکے تو ایک اور داؤ پیچ کھیلا کہ جو میرے پاس قادیان میں آن کر ایک سال تک رہے وہ ضرور آسمانی نشانات ومعجزات دیکھ کر اسلام سے مشرف ہوگا ورنہ دوسو روپیہ ماہوار کے حساب سے ایک سال کا ہم حرجانہ وجرمانہ دیویں گے۔ اس پر اول میں نے خط وکتابت شروع کی جو پچھلے سال آفتاب پنجاب، کوہ نور وغیرہ اخبارات میں طبع ہوتی رہی۔ جس سے ناظرین مرزا صاحب کی ابلہ فریبی بخوبی جان گئے ہوں گے۔ بعدہ منشی اندرمن سے بھی انہوں نے وہی حکمت عملی کی اور ان کی کسی شرط کو منظور نہ کیا بلکہ ایک جعلی وفریبانہ اشتہار بطور درخواست ہندوان قادیان سے لکھا کر ان کے پاس بھیجا اور اخباروں میں چھپوایا جس پر اہل ہنود نے مطلع ہو کر ایک ٹریکٹ انّ کید قادیان عظیم، چھپوا کر عام مشتہر کر دیا کہ یہ مرزا صاحب کا سراسر فریب ہے ہم نے منشی اندرمن کو نہیں بلایا۔

پھر مرزا صاحب ایک اور چال چلے یعنی دس ہندوان محض ناخواندہ سکنائے قادیان کے نام پر ایک درخواست اپنے نام لکھوائی کہ ہم طالبان حق ہیں ہم کو آپ آسمانی نشانات بتلاویں۔ اور خود بھی نیچے ایک اقبالنامہ تحریر کیا کہ ہمیں اس جماعت عشرہ کی درخواست منظور ہے اور اپنے چند فضلہ خور مسلمانوں کو گواہ لکھ کر اعلان چھپوا دیا۔ جس کارسازی پر اہل ہنود نے مطلع ہو کر اعلان کا بطلان چھپوایا، جو شائقین کے مطالعہ میں آیا ہوگا (عنقریب نقل ہو رہا ہے۔ بہاء) اور جس کا علیحدہ ٹریکٹ، قادیان کے دس ہندوؤں کی کارسازی اور مرزا غلام احمد کی افترا پردازی، کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ غرضکہ مرزا نے ایک سال رہنے کی شرط کو بھی مبلغان کے ندارد ہونیکے سبب سے حیلہ حوالہ وغصہ و فریب سے ٹالدیا۔ لاچار بندہ دو ماہ قادیان میں رہ کر اور آریہ سماج استھاپت کر کے وہاں سے چلا آیا۔

اب ایک اور فریب سوچا کہ حضرت کو اس نیاز مند اور منشی اندرمن کی وفات وحیات و شادی وغمی کی نسبت الہام ہو رہے ہیں مگر نہیں بتلاتے ہیں جب تک کہ ہم ان کو اجازت نہ دیویں۔ منشی اندرمن کا حال مجھے معلوم نہیں مگر میں نے ان کو تحریری اجازت نامہ

ارسال کر دیا۔ جس پر اب تک کچھ انکشاف نہیں ہوا کہ خیر الما کرین سے مرزا صاحب کو کیا الہام ہوا ہے۔

خیر اسی طرح مرزا صاحب کو یہ بھی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو الہام ہوا تھا کہ تمہارے گھر میں ایک لڑکا عنموائیل نام پیغمبری کی صفات والا مظہر الاوّل والآخر مظہر الحقّ و العلاء کانّ اللّٰہ نزل من السّماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا عنقریب آتا ہے، اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرسکتا۔

چونکہ ان دنوں مرزا صاحب کے ہاں حمل کا اشتباہ تھا جسکے حال سے نیاز مند بھی آگاہ تھا، مرزا صاحب کو چونکہ حکیم ہیں قیاساً خیال کیا ہوگا اور بظاہر مردم فریبی کو الہام و پیش گوئی و متابعت رسول و بشارت جبریل وغیرہ ناموں سے نامزد کر کے چھپوا دیا۔ مگر بڑا بول ہر ایک کے آگے آتا ہے اور جھوٹے دعووں سے ہرگز دانا پشیمانی اٹھاتا ہے:

ہر کہ گردن افرازد   خویشتن را بگردن اندازد

آج ایک معتبر رئیس قادیان کے خط سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے گھر میں ۱۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء کو بجائے عنموائیل کے عنموائیلہ دختر انبالہ میں پیدا ہوئی اور مرزا صاحب کو خط بھی آگیا ہے۔ پس اے ناظرین مبارک ہو کہ جھوٹ کا ناش اور ست کا پرکاش ہوا۔ مرزا صاحب کو چاہیے کہ اب ایسے جھوٹے دعووں سے باز آویں اور خدا کے نام پر الزام لگانے سے شرماویں۔ مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۸۸۶ء

المشتہر۔ پنڈت لیکھ رام پردھان آریہ سماج پشاور سرحد (تکذیب براہین ص ۳۳۱۔۳۳۳)

اشتہار واجب الاظہار

(ملا وامل: چشمہ نور پریس امرتسر)

اے ناظرین! ہماری اس تحریر کو ذرا غور سے پڑھنا اور جو اس تحریر کے شائع کرنے سے ہمارا اصلی منشا ہے اس کو بخوبی سمجھنا۔ شک نہیں کہ انہیں صاحبوں کو ہماری یہ تحریر پسند ہوگی جو راست باز اور محقق مزاج ہیں خواہ کسی ملت کے ہوں۔ یہ بھی یاد رہے کہ ہم کو کسی خاص قوم یا کسی خاص شخص کے ساتھ بغض و عداوت نہیں بلکہ ہم اپنے دوست مرزا غلام

احمد صاحب کے مقابلہ میں اشتہار شائع کرنا موجب شرم کا سمجھتے ہیں۔ مگر کیا کیا جائے یہ ان کی اپنی ناعاقبت اندیشی کا نتیجہ ہے۔ حقیقت میں ہمارے دل کو اس اشتہار کے شائع کرنے سے اس قدر رنج اور تکلیف اور بوجھ ہے جو بجز دانائے حقیقی کے غیر نہ جانتا ہوگا۔ مذکورہ بالا فقرات کی تصدیق ذیل کی عبارت سے ہو جائے گی۔ ہمارا مطلب محض راستی کے ظاہر کرنے کا ہے کیونکہ ہم نے معلوم کرلیا ہے کہ ہمارے خاموش رہنے سے راستی کا خون ہوا ہو جاتا ہے اور ایک قوم ممتاز پر مخالف قوم کی طرف سے زعم خود حجت قائم ہوتی جاتی ہے۔ اس لئے ایسے نازک موقع پر شہادت کا اخفا کرنا یا واقعہ کے برخلاف بیان کرنا سخت گناہ ہے۔ حالت پیش آمدہ دیکھ کر ناظرین خود جان سکتے ہیں کہ ایسے وقت پر شہادت میں پس و پیش کرنا یا خاموش رہنا کبیرہ گناہ نہیں تو اور کیا ہے کیونکہ اس کا صدمہ ایک قوم اور گروہ پر پہنچتا ہے نہ واحد جان پر۔ اور سوائے اس کے ہمدردی اور خیر خواہی سے بھی بعید ہے کیونکہ ایک تو مرزا صاحب اپنی اوقات الہام اور خرق عادت کے دعوی میں جن کا ثبوت پہنچانا ایسا محال اور ناممکن ہے جیسا کہ غرب سے آفتاب کا طلوع ہونا، صرف کر رہے ہیں، دوسرا لوگوں کو تکلیف دے رہے ہیں کیونکہ دور دراز سے صعوبت سفر اور ہر ایک طرح کا ہرج اٹھا کر لوگوں کا آنا اور تمنائے دلی سے محروم اور نامراد ہو کر واپس جانا کس قدر موجب تکلیف طبیعت حق پسند کا ہوتا ہے۔

اب ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تخمیناً مدت بارہ یا چودہ سال سے ہم دونوں کو مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ سے ملاقات حاصل تھی اس عرصہ میں شائد ایسا دن کوئی گذرا ہوگا کہ تین چار مرتبہ ان کے پاس آنا جانا نہ ہوا ہو۔ خویش و بیگانہ سے کوئی شخص ہم کو ان کے برابر عزیز نہ تھا اور ہم ان کی بہت عزت اور تکریم کرتے تھے۔ ہاں وہ بھی ہمیں اپنے عزیزوں سے زیادہ عزیز سمجھتے تھے قریباً عرصہ چھ سات سال کا ہوا ہوگا یا غالباً وہ وقت تھا کہ جب بعض اخبار نویس خوش آمد پسندوں نے خلیفہ صدیق حسن صاحب بھوپالیہ کو مجددی کا خطاب دے دیا تھا حکیم مولوی محمد شریف صاحب کلانوری (حال وارد امرتسر) نے جو مرزا صاحب کے بڑے دوست ہیں ہم دونوں کے سامنے مرزا صاحب کو یہ صلاح دی یا یوں کہو کہ پٹی پڑھائی یا کسی طرز اور کنایہ سے کہا جس کا لب لباب یہی تھا کہ آپ مجددی کا دعوی کریں کیونکہ اس

زمانہ میں بھی کوئی مجدد ہونا چاہیے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم محمد شریف صاحب کی اس وقت کی گفتگو نے مرزا صاحب کے دل میں بہت سا اثر پیدا کیا جس کا نتیجہ آج ظاہر ہے۔ حکیم صاحب کا یہ فرمانا ہی تھا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کا مسودہ بنانا شروع کر دیا اور اخباروں میں اشتہار دے دئے اور جابجا خط روانہ کرائے۔ خوابوں کی تعبیر کا شوق ابتداء ہی سے مرزا صاحب کو رہا ہے یہاں تک خواب نامہ مرزا صاحب کے سرہانے ہی رکھا رہتا ہے۔ اکثر موقع آمدورفت میں ایسا ہوا کرتا تھا کہ مرزا صاحب کی خوابیں سننا اور اپنی خوابیں سنانا اور تعبیر نامہ سے تعبیر دیکھنا۔ رفتہ رفتہ مرزا صاحب نے مکاشفہ اور الہام اور خرق عادت کا دعوی شروع کیا۔ جب کچھ مسودہ براہین احمدیہ کا تیار ہوا تو مجھ شرمپت رائے اور ملاوامل پر شہادت الہام کا بہتان لگا دیا اور براہین احمدیہ میں نام جڑ دیا اور ہم بھی بسبب کسی مصلحت کے آج تک خاموش رہے۔ اور ہماری خاموشی کو مرزا صاحب آج سرمہ چشم آریہ میں شق القمر کے بارہ میں سنداً اور نظیراً پیش کرتے ہیں ہم وہ سند اور نظیر دیکھ کر حیران رہ گئے اور ہم پر زیادہ کھل گیا کہ اسلام کے پیشواؤں اور پیغمبروں کا یہی قاعدہ چلا آیا ہے جو مرزا صاحب نے اختیار کیا ہے۔ سچ ہے، کفر گیرد کاملے ملت شود۔ کاش ایک الہام سے بھی ہماری تسلی کی ہوتی تو بھی ایک بات تھی اور ہم یہ بھی بیان کر دیتے ہیں کہ گواہوں میں نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے ہمارے سے بالکل صلاح مشورہ نہیں کیا ورنہ ہرگز ایسا نہ ہوتا۔ انہوں نے تو رونق کتاب کو مدنظر رکھا یا دل میں ایسا خیال کر لیا ہوگا کہ یہ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، کیا میرا کہا نہ مانیں گے؟ اب سب کچھ ناظرین کے آگے دھر دیا ہے خواہ جھوٹے کو گھر تک پہنچائیں یا نہ پہنچائیں مگر اتنا تو ضرور ہوگا کہ صاف باطن اور نیک نہاد، الہام اور خرق عادت کے دعوی کی حقیقت بخوبی تاڑ جائیں گے۔ اور واضح ہووے کہ شرمپت رائے کی طرف سے ایک رسالہ بعد طبع ہونے سراج منیر کے شائع ہوگا جس میں تردید اسلام اور مرزا کے الہامات کی سب کاروائی درج ہوگی۔ فقط ۴۔ نومبر ۱۸۸۶ء۔ المشتہر۔ ملاوامل از قادیان ضلع گورداسپور (تکذیب براہین۔ص ۳۲۳۔۳۲۵)

اعلان شرم پت رائے

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مولف براہین احمدیہ اور ساہو کاران اور شرفاء اور ذی عزت اہل ہنود قصبہ قادیان میں جو طالب صادق ہونے کے مدعی ہیں آسمانی نشانوں اور پیش گوئیوں اور دیگر خوارق کے مشاہدہ کے بارے میں (جن کے دکھلانے کا حسب وعدہ اپنے پروردگار مرزا صاحب کو دعوی ہے) خط و کتابت باہمی اقرار عہد و پیمان کے ہوکر ہندو صاحبوں کی طرف سے یہ اقرار و عہد ہوا ہے کہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے لغایت اخیر ستمبر ۱۸۸۶ء یعنی برابر ایک سال تک نشانوں کے دیکھنے کے لئے مرزا صاحب کے پاس آمد و رفت رکھیں گے اور ان کے کاغذ اور روز نامہ الہامی پیش گوئیوں پر بطور گواہ دستخط کرتے رہینگے اور بعد پوری ہونے کسی الہامی پیش گوئی کے اس پیش گوئی کی سچائی کی نسبت اپنی شہادت چند اخباروں میں شائع کرا دیں گے اور مرزا صاحب کی طرف سے یہ عہد ہوا ہے کہ وہ تاریخ مقررہ سے ایک سال تک ضروری کوئی نشان دکھلا دیں گے اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ وہ دونوں تحریریں جو بطور عہد و اقرار کے باہم ہندو صاحبان و مرزا صاحب کے ہوئی ہیں شائع کی جائیں۔ سو ہم بہ نیت اشاعت عام واطلاع یابی ہر ایک طالب حق کے وہ دونوں تحریریں دونوں صاحبوں سے لے کر شائع کرتے ہیں اور بشرط زندگی یہ بھی وعدہ کرتے ہیں کہ ہم خود گواہ رؤیت بن کر اس سالانہ کاروائی سے خبر گیراں رہیں گے۔ اور بعد گزرنے پورے ایک سال کے یا سال کے اندر ہی جیسی صورت ہو جو نتیجہ ظہور میں آئے گا اسی طرح وہ بھی اپنی ذاتی واقفیت کی مدد سے شائع کریں گے تا کہ حق کے سچے طالب اس سے نفع اٹھائیں اور پبلک کے لئے منصفانہ رائے ظاہر کرنے کا موقع ملے اور روز کے جھگڑوں کا خاتمہ ہو۔

راقم: خاکسار شرمپت رائے ممبر آریہ سماج قادیان ضلع گورداسپور پنجاب۔

(مجموعہ اشتہارات۔ج اول)

ساہوکاران قادیان بنام مرزا قادیانی

مخدوم ومکرم مرزا غلام احمد صاحب

بعد ما وجب بکمال ادب عرض کی جاتی ہے کہ جس حالت میں آپ نے لنڈن اور امریکہ تک اس مضمون کے رجسٹری شدہ خط بھیجے ہیں کہ جو طالب صادق ہو اور ایک سال تک ہمارے پاس آ کر قادیان میں ٹھہرے تو خدا تعالیٰ اس کو ایسے نشان در بارہ اثبات حقیت اسلام ضرور دکھائے گا کہ جو طاقت انسانی سے بالاتر ہوں، سو ہم لوگ جو آپ کے ہمسایہ اور ہمشہری ہیں لندن اور امریکہ والوں سے زیادہ ترحق دار ہیں اور ہم آپ کی خدمت میں قسمیہ بیان کرتے ہیں جو ہم طالب صادق ہیں کسی قسم کا شر اور عناد جو بمقتضائے نفسانیت یا مغائرت مذہب نا اہلوں کے دلوں میں ہوتا ہے وہ ہمارے دلوں میں ہرگز نہیں ہے اور نہ ہم بعض نا منصف مخالفوں کی طرح آپ سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ ہم صرف ایسے نشانوں کو قبول کرینگے کہ جو اس قسم کے ہوں کہ ستارے اور سورج اور چاند پارہ پارہ ہو کر زمین پر گر جائیں یا ایک سورج کی جگہ تین سورج اور ایک چاند کی جگہ دو چاند ہو جائیں یا زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو کر آسمان سے جا لگے۔ یہ باتیں بلا شبہ ضدیت اور تعصب سے ہیں نہ حق جوئی کی راہ سے۔ لیکن ہم لوگ ایسے نشانوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں زمین و آسمان کے زیر و زبر کرنے کی حاجت نہیں اور نہ قوانین قدرتیہ کے توڑنے کی کچھ ضرورت۔ ہاں ایسے نشان ضرور چاہییں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہوں جن سے یہ معلوم ہو سکے کہ وہ سچا اور پاک پرمیشر بوجہ آپ کی راست بازی دینی کے عین محبت اور کرپا کی راہ سے آپ کی دعاؤں کو قبول کر لیتا ہے اور قبولیت دعا سے قبل از وقوع اطلاع بخشتا ہے یا آپ کو اپنے بعض اسرار خاصہ پر مطلع کرتا ہے اور بطور پیش گوئی ان پوشیدہ بھیدوں کی خبر آپ کو دیتا ہے یا ایسے عجیب طور سے آپ کی مدد اور حمایت کرتا ہے جیسے وہ قدیم سے اپنے برگزیدوں اور مقربوں اور بھگتوں اور خاص بندوں سے کرتا آیا ہے۔ سو آپ سوچ لیں کہ ہماری اس درخواست میں کچھ ہٹ دھرمی اور ضد نہیں ہے اور اس جگہ ایک اور بات واجب العرض ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ یہ بھی شرط لگاتے ہیں کہ شخص مشاہدہ کنندہ کسی نشان کے دیکھنے

کے بعد اسلام کو قبول کرے ۔ سو اس قدر تو ہم مانتے ہیں کہ سچ کے کھلنے کے بعد جھوٹھ پر قائم رہنا دھرم نہیں ہے اور نہ ایسا کام کسی بھلے منش اور سعید الفطرت سے ہو سکتا ہے لیکن مرزا صاحب آپ اس بات کو خوب جانتے ہیں کہ ہدایت پانا خود انسان کے اختیار میں نہیں ہے جب تک توفیق ایزدی اس کے شامل حال نہ ہو ۔ کسی دل کو ہدایت کیلئے کھول دینا ایک ایسا امر ہے جو صرف پرمیشر کے ہاتھ میں ہے سو ہم لوگ جو صدہا زنجیروں قوم برادری ننگ و ناموس وغیرہ میں گرفتار ہیں کیونکر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم خود اپنی ہی قوت سے ان زنجیروں کو توڑ کر اور اپنے سخت دل کو آپ ہی نرم کر کے آپ ہی دروازہ ہدایت اپنے نفس پر کھول دینگے اور جو پرمیشر سرب شکتی مان کا خاص کام ہے وہ آپ ہی کر دکھائیں گے بلکہ یہ بات سعادت ازلی پر موقوف ہے جسکے حصہ میں وہ سعادت مقدر ہے اس کیلئے شرائط کی کیا حاجت ہے اس کو تو خود توفیق ازلی کشاں کشاں چشمہ ہدایت تک لے آئیگی ایسا کہ آپ بھی اسکو روک نہیں سکتے اور آپ ہم سے ایسی شرطیں موقوف رکھیں اگر ہم لوگ کوئی آپ کا نشان دیکھ لیں گے تو اگر ہدایت پانے کیلئے توفیق ایزدی ہمارے شامل حال ہوئی تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں اور پرمیشر کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر تو ہم ضرور کرینگے کہ آپکے ان نشانوں کو جو ہم بچشم خود مشاہدہ کر لیں گے چند اخباروں کے ذریعہ سے بطور گواہ رویت شائع کرا دیں گے اور آپکے منکرین کو ملزم و لاجواب کرتے رہیں گے اور آپکی صداقت کی حقیقت کو حتی الوسع اپنی قوم میں پھیلائیں گے ۔ اور بلاشبہ ہم ایک سال تک عندالضرورت آپ کے مکان پر حاضر ہو کر ہر ایک قسم کی پیش گوئی وغیرہ پر دستخط بقید تاریخ و روز کر دیا کریں گے اور کوئی بدعہدی اور کسی قسم کی نامنصفانہ حرکت ہم سے ظہور میں نہیں آئے گی ہم سراسر سچائی اور راستی سے اپنے پرمیشر کو حاضر ناظر جان کر یہ اقرار نامہ لکھتے ہیں اور اسی سے اپنی نیک نیتی کا قیام چاہتے ہیں اور سال جو نشانوں کے دکھانے کے لئے مقرر کیا گیا ہے وہ ابتدائے ستمبر ۱۸۸۵ء سے شمار کیا جاویگا جس کا اختتام ستمبر ۱۸۸۶ء کے اخیر تک ہو جائے گا ۔

العبد ۔ لچھمن داس ۔ پنڈت بھارامل ۔ بشنداس ولد رعدا ساہوکار ۔ منشی تارا چند کھتری ۔ پنڈت نہال چند ۔ سنت رام ۔ فتح چند، پنڈت ہرکرن ۔ پنڈت بیجناتھ چودھری بازار قادیان ۔ بشنداس ولد ہیرانند برہمن ۔ (مجموعہ اشتہارات ۔ ج ا ص ۹۲۔۹۴)

مرزا قادیان بنام ساہوکاران

عنایت فرمائے من پنڈت نہال چند و پنڈت بھارامل و لچھی رام ولالہ بشنداس و منشی تاراچند و دیگر صاحبان ارسال کنندگان درخواست مشاہدہ خوارق

بعد ماوجب! آپ صاحبوں کا عنایت نامہ جس میں آپ نے آسمانی نشانوں کے دیکھنے کے لئے درخواست کی ہے مجھ کو ملا۔ چونکہ یہ خط سراسر انصاف وحق جوئی پر مبنی ہے اور ایک جماعت طالب حق نے جو عشرہ کاملہ ہے اس کو لکھا ہے اس لئے یہ تمامتر شکرگذاری اس کے مضمون کو قبول منظور کرتا ہوں۔ اور آپ سے عہد کرتا ہوں کہ اگر آپ صاحبان ان عہود کے پابند رہیں گے کہ جو اپنے خط میں آپ لوگ کر چکے ہیں تو ضرور خدائے قادر مطلق جل شانہ کی تائید ونصرت سے ایک سال تک کوئی ایسا نشان آپکو دکھلایا جائیگا جو انسانی طاقت سے بالاتر ہو۔ یہ عاجز آپ صاحبوں کے پرانصاف خط پڑھنے سے بہت خوش ہوا اور اس سے بھی زیادہ تر اس روز خوش ہوگا کہ جب آپ بعد دیکھنے کسی نشان کے اپنے وعدے کے ایفاء کیلئے جس کو آپ صاحبوں نے اپنے حلفوں اور قسموں سے کھول دیا ہے اپنی شہادت رویت کا بیان چند اخباروں میں مشتہر کر کے متعصب مخالفوں کو ملزم ولاجواب کرتے رہیں گے اور اس جگہ یہ بھی بخوشی دل آپ صاحبوں کو اجازت دی جاتی ہے کہ اگر ایک سال تک کوئی نشان نہ دیکھیں یا کسی نشان کو جھوٹا پاویں تو بے شک اس کو مشتہر کر دیں اور اخباروں میں چھپوا دیں۔ یہ امر کسی نوع سے موجب ناراضگی نہ ہوگا اور نہ آپ کے دوستانہ تعلقات میں کچھ فرق آئے گا بلکہ یہ وہ بات ہے جس میں خدا بھی راضی اور ہم بھی۔ اور ہر ایک منصف بھی۔ اور چونکہ آپ لوگ شرط کے طور پر کچھ روپیہ نہیں مانگتے صرف دلی سچائی سے نشانوں کا دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے اس طرف سے بھی قبول اسلام کے لئے شرط کے طور پر آپ سے کچھ گرفت نہیں بلکہ یہ بات بقول آپ لوگوں کے توفیق ایزدی پر چھوڑی گئی ہے اور اخیر پر دلی جوش سے یہ دعا ہے کہ خداوند کریم بعد دکھلانے کسی نشان کے آپ لوگوں کو غیب سے قوت ہدایت پانے کی بخشے تا آپ لوگ مائدہ رحمت الٰہی پر حاضر ہو کر پھر محروم نہ رہیں اے قادر مطلق کریم ورحیم ہم میں اور ان میں سچا فیصلہ کر اور تو ہی بہتر فیصلہ کرنے والا ہے اور کوئی کہ

بجز تیرے فیصلہ کر سکے۔آمین ثم آمین۔خاکسار احقر عباد اللہ غلام احمد۔

شھادت گواہان حاضر الوقت: ہم لوگ جن کے نام نیچے درج ہیں اس معاہدہ فریقین کے گواہ ہیں ہمارے روبرو ساہوکاران قادیانی نے جن کے نام اوپر درج ہیں اپنے خط کے مضمون کو حلفاً تصدیق کیا اور اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب نے بھی۔

گواہ شد: میر عباس علی لدھیانوی۔عبداللہ سنوری۔شہاب الدین تھہ غلام نبی والا۔
مطبوعہ ریاض ہند امرتسر۔ (مجموعہ اشتہارات۔ج ا ص ۹۶)

اعلان کا بطلان

(مطبوعہ چشمہ نور پریس امرتسر)

جو اشتہار کہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان نے ہم لوگوں کی نسبت بدیں مضمون کہ یہ لوگ صدق دل سے مذہب اسلام کی صداقت والہام وکرامات دیکھنے کے لئے ایک برس تک درخواست کرتے ہیں چھپوا کر مشتہر کیا ہے چونکہ از سرتا پا بے بنیاد ہے اس لئے عام لوگوں کو دھوکہ سے بچنے کے واسطے واضح کیا جاتا ہے کہ ہم میں سے پنڈت بہارا مل، وبشنداس، پنڈت نہال چند وسنت رام وفتح چند و پنڈت ہرکرن جن کے نام اس خط میں درج ہیں بالکل علم فارسی واردو سے محروم مطلق ہیں۔وچھمی رام وتارا چند، و بیجناتھ، وبشنداس ولد ہیرانند تھوڑا سا پڑھے ہوئے ہیں اور کوئی ایسا نہیں ہے جو اس خط کے مساوی یا کم وبیش مضمون بنا سکے یا لکھ سکے بلکہ ہم میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے جو اس مضمون کو بخوبی سمجھ سکیں۔اس مضمون کے سمجھنے کے لئے بھی مڈل انٹرنس کی ریاضت درکار ہے۔وہ مضمون مرزا صاحب کا سراپا خود تراشا ہوا ہے اور ہم کو منت وسماجت سے اپنے چوبارہ یعنی بالا خانہ میں متفرق طور پر بلا کر کاغذ پر اس منشاء سے دستخط کرا لئے گئے کہ حرام (الہام) بتلایا جاوے گا۔تم گواہ رہنا۔نہ ہم کو الہام کے معنی آتے ہیں نہ بتلائے گئے تھے۔نہ ہم کو وید مقدس کے سوا کسی کتابی الہام یا انسانی الہام پر اعتبار ہے چونکہ ہم کو مضمون خط المشھور اعلان مشتہرہ مرزا غلام احمد سے پہلے آگاہی نہیں تھی، اب

جو اس کے مضمون سے بخوبی اطلاع پائی اور اس کے مطالب سے واقفیت حاصل کی تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بالکل مرزا صاحب کا طبع زاد ہے۔ ہم وید مقدس کے سوا کسی اور الہام کے طالب صادق نہیں چونکہ مرزا صاحب کی کاروائی ہماری ... اور نہ مرزا صاحب کو نہ ہم کو ایک دم بھر زندگی کا اعتبار ہے، اس واسطے بے ہودہ طور پر ایک سال تک اس طرح کے خام خیال پکانا اور لوگوں کو دھوکے کے جال میں پھنسانا ہمیں منظور نہیں۔ آگے مرزا صاحب جانیں اور ان کی آمدنیات واخراجات کے الہام جانیں، اب جسے روح کو تاریکی میں ڈالنا ہو اور بناوٹی الہام سے دنیاوی کاروبار نکالنا ہو ہم اسکو مرزا صاحب کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ پرمیشر اس طرح کے فرضی الہاموں سے ہندو بھائیوں کو بچاوے۔

العبد۔ پنڈت نہال چند۔ پنڈت بھارامل۔ سنت رام۔ بچھی رام۔ بیجناتھ برہمن۔ بشنداس کھتری۔ بشنداس برہمن۔ فتح چند کھتری۔ ہرکرن برہمن۔ بچھمن داس میلا رام

(تکذیب براہینا حمدیہ: ص ۴۳۵۔۴۳۶)

❁ اڈیٹر بدر قادیان، بچپن کا گواہ، کے عنوان سے لکھتے ہیں کہ فخر ملتانی نے اپنا ایک مکالمہ جو کہ قادیان کے ایک معزز ہندو صاحب کے ساتھ سفر میں ہوا تھا ہمیں بھیجا ہے جو درج ذیل ہے:

فخر: حضرت مرزا صاحب کے کم سنی کے حالات کیسے تھے

لالہ: مجھ سے وہ تقریباً اٹھارہ انیس سال بڑے تھے بارہ سال کا تھا اس وقت کے یاد ہیں بہت نیک تھے علم دوست تھے کسی قسم کی شکایت ان کے چال چلن کے متعلق نہیں سنی۔ اعلی درجہ کے شاعر تھے میرا استاد ان سے اصلاح لیا کرتا تھا۔ میں نے خود ان سے دنیا کی بے ثباتی پر نظم لکھوائی تھی جو مجھے ساری تو یاد نہیں ہاں ایک آدھ شعر تو یاد ہے۔

فخر: وہی سنا دیجئے

لالہ: دو شعر سنائے۔

فخر: کوئی عشقیہ نظم لکھا کرتے تھے۔

لالہ۔ بہت اعلی درجہ کی لکھتے تھے۔

فخر: کوئی ایک آدھ شعر یاد ہو تو وہ بھی سنا دیجئے۔

لالہ: تم تو منہ دیکھنے سے ہو بیزار۔ داغ سینہ کے کس کو دکھلاؤں

لالہ: مرزا صاحب اور میرا صرف دو باتوں میں اختلاف رہا ہے۔ایک یہ کہ مرزا صاحب کہا کرتے کہ نجات محض اسلام میں ہے میں کہتا کہ نہیں اور مذاہب میں بھی ہوسکتی ہے۔
دوم الہام کے بارے میں میں کہتا کہ خواب ہوتے ہیں الہام نہیں ہوتے۔الہام کبھی جھوٹے نہیں ہوا کرتے۔مرزا صاحب کے الہام جھوٹے بھی ہوتے تھے۔خواب میرے بھی بعض سچے ہوتے تھے جس کی تصدیق خود مرزا صاحب فرماتے تھے۔محمدی بیگم والا الہام جھوٹا ہوا۔

فخر: پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی الہامی پوری ہوئی یا نہیں۔

لالہ۔نہیں۔پیش گوئی تو تھی کہ سخت غیر معمولی تکلیف اور دکھ پیش آئے گا۔وہ تو مر گئے۔

فخر: اگر معمولی طور پر میعاد کے اندر مر جاتے تب آپ کا یہ اعتراض کسی قدر قائم رہ سکتا تھا۔مگر وہ بھی چھری کے ذریعہ قتل کئے گئے تھے۔زخم کاری لگنے کے بعد وہ کچھ عرصہ زندہ بھی رہے تاکہ تکلیف اور دکھ والی پیش گوئی کی صداقت پر مہر لگاتے۔آخر وہ اس قدر دکھ اٹھاتے ہوئے اور اسلام کی فتح اور اپنی ناکامی کو اپنی زندگی میں دیکھتے ہوئے راہی ملک عدم ہوئے۔
خیر اچھا یہ فرمائیے کہ حضرت مرزا صاحب نے ملازمت کی اور سنا جاتا ہے کہ مختاری کے امتحان میں فیل ہوگئے تھے یہ بات کیسے ہے۔

لالہ: پہلے پندرہ روپئے کے ملازم تھے، پھر ۲۵ کے ہوئے۔مختاری کے امتحان میں کامیاب ہوئے مگر اس سال چند ایک امیدواروں کے پرچے گم ہوگئے اس لئے اس سال کا امتحان موقوف کیا گیا۔ آخر ان کے والد صاحب نے یہاں کی زمین کے مقدموں کے لئے بلا لیا۔

فخر: خدا جانے اگر مختاری پاس کرتے یا ملازمت میں رہتے تو یہ سلسلہ حقہ کیسے بنیاد پکڑتا

لالہ: یہ کام تو ہر طرح ہونا تھا کیونکہ تقدیر میں تھا۔ (بدر ۱۵ فروری ۱۹۱۲ء ص ۵۔۶)

تحقیقات دستگیریه

فی ردّ ھفوات براھینیه

(مولانا غلام دستگیر کی کتاب اصلاً اردو میں لکھی گئی تھی پھر بعد میں عرب علماء کے مطالعہ کیلئے اس کا عربی ترجمہ کیا گیا۔ ہم نے عربی ترجمہ ترک کر کے اصل اردو تصنیف کو نقل کیا ہے۔ اور چونکہ یہ اس وقت لکھی گئی تھی جب بہت سے علماء اسلام بشمول مولانا بٹالوی مرزا صاحب کو خادم اور مناظر اسلام سمجھ کر اس کی حمایت کر رہے تھے اس لئے مولانا غلام دستگیر کی تصنیف کا آخری حصہ مولانا بٹالوی کی تردید میں ہے۔ بعد میں جب کہ یہ کتاب صفر۱۳۱۲ھ میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی اس وقت مولانا بٹالوی اپنے سابقہ خیالات کا رد کر کے رد قادیانیت کی تحریک کی قیادت کر رہے تھے اس لئے مولانا غلام دستگیر کی کتاب کا آخری حصہ غیر متعلق ہو گیا جیسا کہ خود انہوں نے بھی بروایت مولانا اللہ وسایا اس کی وضاحت کر دی ہے بنا بریں اس حصہ کو غیر متعلق سمجھ کر ہم نے ترک کر دیا ہے۔ بہاء)

الحمد للّه و حده و الصّلوة و السّلا م علی من لا نبیّ بعده و علی آله و صحبه الّذین را عوا عهده ۔ امّا بعد :

حمد وصلوۃ وسلام کے بعد واضح ہو کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو علماء غیر مقلدین سے ہے (مولانا غلام دستگیر قصوری مرحوم کو شائد اس معاملے میں پوری معلومات نہیں تھیں ،جو آپ نے مرزا قادیانی کو علماء غیر مقلدین میں سے لکھ دیا ہے، جب کہ مرزا صاحب ایک حنفی المسلک خاندان سے تعلق رکھتے تھے اور دعوی مسیحیت سے پہلے خود بھی اسی مسلک پر کاربند تھے۔ ہم نے اپنی کتاب کے جلد ہفتم میں صفحات ۵۲۵ تا ۵۳۰ پر اس موضوع پر کچھ روایات نقل کی ہیں۔ نیز محمد حیات خان نے سیف چشتیائی مصنفہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی طبع پنجم جون ۱۹۹۸ء. کے آغاز میں مرزا قادیانی کے حالات میں لکھا ہے:

تحریک قادیانیت کے بانی کا نام مرزا غلام احمد تھا وہ برٹش انڈیا میں صوبہ پنجاب کے ضلع گورداسپور کے موضع قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد کا نام غلام مرتضی تھا جو سمر قندی مغل گھرانے سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کا پیشہ طبابت اور زمیندارہ تھا۔ مرزا غلام احمد علوم مروجہ عربی فارسی اور طب کی تحصیل سے فارغ ہو کر ۱۸۶۴ء میں ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ کے دفتر میں بطور اہل مد قریباً چار سال ملازمت کرتے رہے۔ بعدہ ملازمت چھوڑ کر اپنے والد محترم کا ہاتھ بٹانا شروع کیا۔ ساتھ ساتھ مذہبی کتب کا مطالعہ بھی جاری رکھا اور مذہبی مناظرات وغیرہ میں حصہ لیتے رہے۔

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ان کے آباء واجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اپنی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔ اس وقت تک مرزا صاحب کے عقاید وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ سنی مسلمان کے ہونے چاہییں۔ وہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے بھی اسی قدر قائل تھے جیسے دیگر مسلمان۔ ان ایام میں مرزا صاحب حضرت عیسیٰؑ کے رفع آسمانی اور نزول کے عقیدہ پر بھی ایمان رکھتے تھے۔ صفحہ۔ ت) غیر اسلامی فرقوں پر دین اسلام کی حقیت کے ظاہر کرنے کی غرض سے اردو زبان میں ایک کتاب تالیف کی اور اس کا نام براہین احمدیہ علی حقیت کتاب اللہ القرآن والنبوۃ المحمدیہ رکھا اور چاروں حصے اس کے شہر امرتسر میں چھپوائے اور اس کے تیسرے حصے میں دعوی کیا کہ کامل ولیوں کا الہام قطع اور یقین کا مفید ہوتا ہے اور باتفاق سواد اعظم علماء کے وحی رسالت کے مترادف ہے۔ اس نے لکھا ہے:

علماء اسلام وحی کو خواہ وحی رسالت ہو یا کسی دوسرے مومن پر وحی اعلام نازل ہو الہام کی تعبیر کرتے (براہین احمدیہ۔ ص ۲۲۰)

جب کہ سواد اعظم علماء کا الہام کو وحی کا مترادف قرار دینے میں متفق ہے (براہین ص ۲۲۱)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ الہام یقینی اور قطعی اور ایک واقعی صداقت ہے جس کا وجود افراد امت محمدیہ میں ثابت ہے (براہین احمدیہ۔ ص ۲۳۴)

پھر بیس ہزار قطعہ اشتہار کا بدیں مضمون چھپوا کر شائع کیا کہ:

کتاب براہین احمدیہ، جس کو خدا کی طرف سے مؤلف (قادیانی) ملہم و مامور ہو کر بغرض اصلاح وتجدید دین تالیف کیا ہے اور اس نے ... اپنے الہامات وخوارق وکرامات واخبار غیبیہ واسرار لدنیہ وکشوف صادقہ ودعائیں قبول شدہ کے راست ہونے سے دین اسلام کی راستی وصدق ظاہر کیا ہے اور ان خوارق وغیرہ پر آریہ وغیرہ شاہد ہیں جس کا ذکر تفصیل وار کتاب براہین احمدیہ میں درج ہے اور مصنف کو علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے اور روحانی طور پر اس کے کمالات مسیح ابن مریم کے کمالات سے مشابہ ہیں اور اس کو خواص انبیاء ورسل کا نمونہ بنا کر برکت متابعت آنحضرت ﷺ کے بہت سے اکابر اولیاء ومانقدم پر فضیلت دی گئی ہے اور مصنف کے قدم پر چلنا موجب نجات وسعادت وبرکت ہے اور اس کی مخالفت سبب بعد وحرمان کا ہے (یعنی حق تعالی کی رحمت سے) ثبوت اور دلائل اس کے براہین احمدیہ کے چاروں حصص مطبوعہ کے پڑھنے سے جو ۳۷ جزو ہے ظاہر ہوتے ہیں (اور ادنی قیمت اسکی ۲۵ روپئہ مقرر کی ہے) ملخصاً۔

پھر اسی اشتہار میں درج ہے کہ :

اگر اس اشتہار کے بعد بھی کوئی شخص سچا طالب بن کر اپنی عقدہ کشائی نہ چاہے اور دلی صدق سے حاضر نہ ہو تو ہماری طرف سے اس پر اتمام حجت ہے جسکا خدا تعالی کے روبرو اس کو جواب دینا ہوگا۔ الخ ۔ المشتہر۔ مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب مطبوعہ ریاض ہند پریس امرتسر پنجاب۔ ملخص (مجموعہ اشتہارات مرزا۔ ج ا ص ۲۳ تا ۲۵)

پس اس اشتہار کی ترغیب کے سبب صدہا اہل اسلام نے اس کی کتاب خریدی۔ چنانچہ پنجاب و ہندوستان وغیرھما میں وہ کتاب بہت مشہور ہوئی۔ اس کے تیسرے چوتھے حصہ میں مصنف نے دعوی کیا ہے کہ بہت سی آیات قرآنی وعبارات عربیہ اس پر الہام ہوتی ہیں۔ اور یہ بھی صاف دعوی کیا ہے کہ اکثر آیات فضائل انبیاء اس پر نازل ہوتی ہیں اور ان آیات سے اللہ تعالی نے اس کو مخاطب کیا ہے اور ان خطابات سے وہی مراد ہے، اور اکثر الہامی باتیں بلکہ سب کی سب جو اس پر وحی ہوتی ہے پرلے درجہ کی اس کی تعریف کی ہے جس سے نبیوں کے مرتبہ کو اس کا پہنچ جانا نکلتا ہے ۔ بلکہ بعض ملہمات سے اس کی انبیاء سے ترقی اور تعلیٰ سمجھ میں آتی ہے۔ و العیاذ با للّٰہ

جیسا کہ دونوں قسم کے ملہمات کا ہم نمونہ ناظرین کے ملاحظہ کے واسطے ذکر کرتے ہیں اور اللہ تعالی اور جناب رسول خدا کو راضی کرنے کی نیت سے ہم ان کا ردّ لکھتے ہیں۔ پہلے قسم کے الہامات کا نمونہ جس کو براہین احمدیہ کا مؤلف (مرزا قادیانی) کامل الہام اور وحی رسالت کی طرح جانتا ہے یہ ہے، یہ آیات وعربی عبارات مع ترجمہ درج ذیل ہیں :

۱۔ یا احمد بارك اللّٰہ فیک ۔ اے احمد! اللہ نے تجھ میں برکت دی۔

۲۔ ما رمیت اذ رمیت ولکنّ اللّٰہ رمی تم نے کنکر نہیں پھینکے جب پھینکے لیکن خدا نے پھینکے تھے

۳۔ لتنذر قوماً ما انذر آباء ھم ۔ تو ڈرا دے ان لوگوں کو جن کے باپ دادا نہیں ڈرائے گئے۔

۴۔ ولتستبین سبیل المجرمین ۔ اور تا کہ ظاہر ہو گنہگاروں کا راستہ۔

۵۔ قل انّی امرت و انا اوّل المؤمنین۔ تو کہہ دے میں مامور ہوں اور اول ایمان لاتا ہوں ان الہاموں پر۔

۶۔ قل جاء الحقّ و زھق الباطل انّ الباطل کان زھوقاً۔ تو کہہ حق آ گیا اور جھوٹ نابود ہوا جھوٹ نابود ہی ہونے والا ہے۔

۷۔ قل ان افتریتہ فعلیّ اجرامی ۔ تو کہہ اگر میں افتراء کرتا ہوں یعنی خدا پر پس مجھ پر گناہ ہے

۸۔ و ما انت بنعمت ربّک بمجنون ۔اورتو اپنے رب کی نعمت سے دیوانہ نہیں۔

۹۔ قل ان کنتم تحبّون اللّٰہ فا تّبعونی یحببکم اللّٰہ ۔تو کہہ دے اگر تم خدا سے محبت رکھتے ہوتو میری اتباع کرو خدا تم سے محبت کرے گا۔

۱۰۔ انّا کفینا ك المستھزئین ۔ہم مسخری کرنے والوں سے تیرے لئے کافی ہیں۔

۱۱۔ قل اعملوا علی مکانتکم انّی عامل فسوف تعلمون اورتو کہہ دے تم اپنی جگہ عمل کرو میں بھی عمل کرتا ہوں جلد تم معلوم کرلوگے۔

۱۲۔ یریدون ان یّطفئوا نور اللّٰہ بافواھھم و اللّٰہ متمّ نورہ و لوکرہ الکافرون وہ چاہتے ہیں خدا کے نور کو اپنے منہ سے بجھادیں اور خدا اپنے نور کو پورا کرنیوالا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں

۱۳۔اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح ۔جب آ گئی نصرت اور فتح خدا کی۔

۱۴۔ھذا تاویل رءیای من قبل قد جعلھا ربّی حقّاً یہ میری پہلی خواب کی تاویل ہے جس کو خدا نے سچ کردیا ہے۔

۱۵۔ قل اللّٰہ ثمّ ذرھم فی خوضھم یلعبون۔تو خدا کا نام لے۔ پھر ان کو چھوڑ دے، ان کو اپنی بک بک میں کھیلا کریں۔

۱۶۔ و لن ترضی عنک الیھود ولا النّصاری اور ہرگز نہ راضی ہوں تجھ سے یہود اور نصاری

۱۷۔ و قل ربّ ادخلنی مدخل صدقٍ۔اورتو کہہ خداوندا مجھے راستی کی جگہ داخل کر۔

۱۸۔ انّا فتحنا لک فتحاً مبیناً۔ہم نے تیری فتح کردی ہے۔ظاہر فتح۔

۱۹۔ و وجدك ضالاً فھدی ۔اور تجھے گمراہ پاکر راستہ دکھلایا۔

۲۰۔ قلنا یا نار کونی برداً و سلاماً علی ابراھیم ۔ہم نے کہا اے آگ تو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہوجا ابراہیمؑ پر۔

۲۱۔یا ایّھا المدثر قم۔ فانذر۔ و ربّک فکبّر۔اے لحاف پوش کھڑا ہوجا اور ڈرا، اپنے رب کی تکبیر کہہ۔

۲۲۔ و امر بالمعروف و انہ عن المنکر ۔اورنیکی کا حکم کراور گناہ سے روک (براہین۔ص ۲۳۸۔۲۴۲)

۲۳۔ بورکت یا احمد وکان ما بارك اللّٰہ فیک حقاً فیک ۔ اے احمد تو مبارک کیا گیا اور خدا جو تجھ میں برکت رکھی ہے وہ حقانی طور پر رکھی ہے۔

۲۴۔ انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی ۔
تو مجھ سے ایسا ہے جیسا میری توحید اور تفرید

۲۵۔اذا جاء نصر اللّٰہ و الفتح و تمّت کلمة ربّک ھذا الّذی کنتم به تستعجلون
جب مدد اور فتح الٰہی آئے گی ،اور تیرے رب کی بات پوری ہو جائے گی تو کفار اس خطاب کے لائق ٹھہریں گے کہ یہ وہی بات ہے جس کے لئے تم جلدی کرتے تھے۔

۲۶۔ دنی فتدلّی ۔ فکان قاب قوسین او ادنی ۔ پھر نزدیک ہوا اور لٹک آیا۔پس ہوا قدر دو کمانوں کا یا اس سے بہت نزدیک۔

۲۷۔ یا آدم اسکن انت و زوجّک الجنّة۔ یا مریم اسکن انت و زوجک الجنّة
یا احمد اسکن انت و زوجک الجنّة

پھر اس کی مراد یوں لکھتا ہے:

اے آدم اے مریم اے احمد تو اور جو شخص تیرا تابع اور رفیق ہے جنت میں یعنی نجات حقیقی کے وسائل میں داخل ہو جاؤ۔

۲۸۔ انک علی صراطٍ مّستقیم۔ تو سیدھی راہ پر ہے۔

۲۹۔ فاصدع بما تؤمر و اعرض عن الجاھلین۔پس جو حکم کیا جاتا ہے اس کو کھول کر سنا اور جاہلوں سے کنارہ کر۔

۳۰۔ تا اللّٰہ لقد ارسلنا الی اممٍ من قبلک فزیّن لھم الشّیطان ۔ اور اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:ہمیں اپنی ذات کی قسم ہے کہ ہم نے تجھ سے پہلے امت محمدیہ میں کئی اولیاء کامل بھیجے، پر شیطان نے ان کی توابع کی راہ کو بگاڑ دیا۔

اب ظاہر ہے کہ کاف کا خطاب جو آنحضرت ﷺ کی طرف راجع تھا، اس سے براہین والے نے اپنا نفس مراد رکھا ہے اور رسولوں سے اولیاء امت ارادہ کئے ہیں اور اسی صفحہ میں اپنے لئے آیت کا الہام بھی لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ کرتا ہے:

۳۱۔ سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً ۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو رات کے وقت میں سیر کرایا یعنی ضلالت اور گمراہی کے زمانہ میں جو رات سے مشابہ ہے مقامات معرفت اور یقین تک لدنی طور سے پہنچایا

۳۲۔ و اذا سألک عبادی عنّی فانّی قریب ۔ اجیب دعوة الدّاع اذا دعان اور

جب تجھ سے میرے بندے میرے بارے میں سوال کریں تو میں نزدیک ہوں دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

۳۳۔ و ما ارسلناك الّا رحمةً للعالمین۔ اور میں نے تجھے اس لئے بھیجا ہے تاکہ سب لوگوں کے لئے رحمت کا سامان پیش کروں۔

۳۴۔ لعلّک باخع نّفسک الّا یکونوا مؤمنین۔ کیا تو اسی غم میں اپنے تئیں ہلاک کر دے گا کہ یہ لوگ کیوں نہیں ایمان لاتے۔

۳۵۔ و لا تخاطبنی فی الّذین ظلموا انّھم مغرقون۔ اور ان لوگوں کے بارے میں جو ظالم ہیں میرے ساتھ مخاطبت مت کر، وہ غرق کئے جائیں گے۔

۳۶۔ یا ابراھیم اعرض عن ھذا۔ اے ابراہیم اس سے کنارا کر۔

۳۷۔ انّه عبد غیر صالحٍ۔ یہ صالح آدمی نہیں۔

۳۸۔ انّما انت مذکّر و ما انت علیھم بمصیطرٍ۔ تو صرف نصیحت دہندہ ہے۔ ان پر داروغہ نہیں۔

پھر دعوی کیا ہے کہ یہ چند آیات جو بطور الہام القاء ہوئی ہیں بعض خاص لوگوں کے حق میں ہیں۔ یعنی مراد غرق کئے گئے اور غیر صالح سے بعض خاص لوگ مراد ہیں۔

۳۹۔ یا احمد فاضتِ الرّحمة علی شفتیک۔ اے احمد! تیرے لبوں پر رحمت جاری ہوئی

۴۰۔ انّا اعطیناك الکوثر فصلّ لربّک وانحر ہم نے تجھ کو معارف کثیرہ عطا فرمائے ہیں سو اس کے شکر میں نماز پڑھ اور قربانی دے۔

۴۱۔ و اقم الصّلوة لذکری۔ انت معی و انا معک۔ اور میری یاد کے لئے نماز قائم کر۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔

۴۲۔ و وضعنا عنک وزرك الّذی انقض ظھرك و رفعنا لک ذکرك۔ اور ہم نے تیرا وہ بوجھ جس نے تیری کمر توڑ دی اتار دیا ہے اور تیرے ذکر کو اونچا کر دیا ہے۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۴۸۶۔ ۵۱۷)

۴۳۔ یا عیسی انّی متوفّیک و رافعک الیّ و جاعل الّذین اتّبعوك فوق الّذین کفروا الی یوم القیامة۔ اے عیسی! میں تجھے کامل اجر بخشوں گا، یا وفات دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا اور تیرے تابعین کو ان پر جو منکر ہیں قیامت تک فائق رکھونگا۔۔

اس جگہ عیسی کے نام سے بھی عاجز مراد ہے۔

۴۴۔ قل عندی شھادۃ مّن اللّٰہ فھل انتم مؤمنون ۔میرے پاس خدا کی گواہی ہے۔ پس کیا تم ایمان نہیں لاتے۔یعنی خدا تعالی کی تائیدات کرنا اور اسرار غیبیہ پر مطلع فرمانا اور پیش از وقوع پوشیدہ خبریں بتلانا اور دعاؤں کو قبول کرنا اور مختلف زبانوں میں الہام دینا اور معارف اور حقائق الہیہ سے اطلاع بخشنا۔ یہ سب خدا کی شہادت ہے جس کو قبول کرنا ایمان داروں کا فرض ہے۔انتہاء بلفظہ

۴۵۔ قل جاء کم نور من اللّٰہ فلا تکفروا۔ ان کنتم مو منین۔کہہ خدا کی طرف سے نور اترا ہے سوتم اگر مومن ہوتو انکار مت کرو۔انتہاء بلفظہ

۴۶۔ ففھّمنا ھا سلیما ن ۔ پس ہم نے وہ نشان سلیمان کو سمجھائے یعنی اس عاجز کو۔

۴۷۔ فا تّخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلّی ۔

سوتم ابراہیم کے نقش قدم پر چلو۔یعنی رسول کریم کا طریقہ حقہ کہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں یہ طریقہ خداوند کریم کے اس عاجز بندہ سے دریافت کرلیں اور اس پر چلیں (براہین ص ۵۵۵۔۵۶۲)

یہ خاتمہ اس کتاب یعنی (براہین کے) چوتھے حصے کا ہے۔پس ان سینتالیس الہامات سے جو اکثر آیات قرآنی اور بعض فقرات عربیہ ہیں جن کو مؤلف براہین احمدیہ نے اپنے لئے الہام اور وحی قرار دیا ہے بخوبی ظاہر ہے کہ اس شخص نے لوازم رسالت نبوت اپنے لئے ثابت کئے ہیں چنانچہ انبیاء سے اپنا مراد ہونا اور اپنی تصدیق کو ایمان اور اپنے انکار کو کفر سے تعبیر کرنا وغیرہ ذلک جوان الہامات سے صراحتاً ظاہر ہے کیونکہ اول اس نے برخلاف اہل سنت اس پر یقین کیا ہے کہ اولیاء کا الہام اور وحی رسالت دونوں ایک معنی رکھتے ہیں اور الہام بھی قطعی ویقینی ہوتا ہے۔ پھر اس نے بڑے استحکام سے ثابت کیا ہے کہ جو مضامین اس پر نازل ہوتے ہیں ان کی تبلیغ واجب ہے اور وہ ڈرانے ،خوشخبری سنانے پر مامور ہے کہ جس نے خدا کا دوست بننا ہو اس کی متابعت کرے، خدا اس سے محبت کرے گا۔اور یہ کہ اس کے ملہمات کا قبول کرنا لوگوں پر فرض ہے وو ران کا انکار منع ہے۔پس جو اس (مرزا قادیانی) پر ایمان لایا وہ مومن ہے اور جس نے اس کا انکار کیا وہ کافروں سے ہے۔ جیسا کہ ۴۴،اور ۴۵، ویں الہام کے ترجمہ میں اس نے خود تصریح کی ہے۔اور رسالت نبوت کے معنی یہی ہیں کہ ایسی فضیلت عظمی حاصل ہو اور نبیوں کے ساتھ شرکت کا مطلب یہ ہے کہ ایسے بڑے رتبہ پر مشرف ہو۔علاوہ ازیں جن خطابات سے اللہ تعالی نے قرآن مجید میں سرور عالم

ﷺ اور دوسرے انبیاء کومخاطب کیا ہے، صاحب براہین اب ان خطابات سے اپنے نفس کومراد رکھتا ہے تو یہ صراحتاً الحادفی الآیات نہیں تو اور کیا ہے؟ اور قرآن شریف کی تحریف معنوی میں کون سا دقیقہ فروگزار چھوڑا ہے۔ اگر کسی کو شبہ گذرے کہ مولف براہین کا اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کے تابع جانتا ہے اور اپنے لئے ان فضائل عظیمہ کا حاصل ہونا آپ ﷺ کی مطابعت سے بطور ظلیت مانتا ہے جیسا کہ اس نے اشتہار منقولہ بالا میں تصریح کی ہے اور نیز کئی جگہ براہین میں اقرار کرتا ہے کہ وہ مورد حدیث علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرائیل ، کا ہے تو اس حالت میں کیونکر متصور ہو کہ وہ رسالت اور نبوت کو اپنے لئے ثابت ہے؟ دیکھو وہ اپنی فضیلت اولیاء پر ثابت کر رہا ہے اور یہ اس نے ہرگز نہیں کہا کہ میں انبیاء سے ہوں ،تو اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ صریح ثابت ہے کہ مولف براہین نے اپنی کتاب نصاری اور یہود اور بت پرستوں کے مقابلہ میں واسطے ظاہر کرنے حقیقت دین اسلام کے تالیف کی ہے۔ تو اس کتاب میں یہ درج کرنا کہ میں نبیوں کی صفتوں سے جو قرآن میں مذکور ہیں موصوف ہوں.. کیا فائدہ رکھتا ہے؟ کیونکہ جن کو قرآن پر ایمان ہی نہیں وہ ان باتوں پر کیونکر تصدیق کریں گے اور مولف براہین کی عظمت شان پر ایمان لائیں گے۔

پس معلوم ہوا کہ اصلی غرض مرزا قادیانی کی ان الہامات کے بیان اور وحی کے عیان سے مسلمانوں سے باور کرانا ہے کہ میں سب ولیوں سے افضل ہوں اور نبیوں کا نمونہ ہوں اور اس کے قادیان میں مکہ معظّمہ کی طرح وحی اترتی ہے اور اب خدا کا حکم ہے کہ سب لوگ قریب و بعید ہر طرف سے قادیان میں آئیں اور ہدایت پائیں اور جو نہ حاضر ہوگا خدا تعالی اس سے حساب لے گا جیسا کہ اشتہار سے نقل اس کی اوپر ہو چکی ہے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ایسے دعوے اکابر صحابہ کرام خصوصاً خلفائے راشدین وائمہ اہلبیت وتابعین سے جو افضل ہیں ساری امت سے صادر نہیں ہوئے

پس مرزا قادیانی کا یہ دعوی صریح مساوات کا اظہار ہے انبیاء ومرسلین سے۔ اگرچہ وہ اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے صاف اقرار نہیں کرتا کہ میں رسول ہوں۔ لیکن یہ تو اس پر نازل ہورہاہے قل انّی امرت و انا اوّل المسلمین فا صدع بما تؤ مر و اعرض عن الجاھلین ۔ لعلّک باخع نّفسک لیکونوا مؤمنین ۔ قل جاء کم نور مّن اللّٰہ فلا تکفروا، ان کنتم مؤمنین ۔ (ترجمہ اوپر لکھا گیا ہے)۔ پس یہ دعوی نبوت نہیں تو اور کیا ہے؟ مع ہذا اس نے اشتہار میں صراحتاً لکھا ہے کہ میں انبیاء و رسل کا نمونہ ہوں جس کی نقل اوپر ہو چکی ہے۔ اب ظاہر ہے کہ نمونہ شئے کا عین وہ شئے ہوتی ہے جیسا کہ فارسی کی نثر مشہور ہے مشتے نمونہ

ازخر وارے۔یعنی گیہوں کے انبار سے مثلاً ایک مٹھی اس کا نمونہ،تو اس اقرار اشتہار سے ثابت ہے کہ صاحب براہین (قادیانی) اپنے آپ کو انبیاء ومرسلین سے جانتا ہے۔پس صاف یہ مثلیت ہے کہ نہ ظلیت اور نیز اس نے براہین کے صفحہ ۵۰۴ میں یہ فقرہ اپنا الہام لکھا ہے: جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء اوراس کا ترجمہ اورتفسیر یوں کرتا ہے کہ اس فقرہ الہامی کے یہ معنی ہیں کہ:

منصب ارشاد و ہدایت اور مورد وحی الٰہی ہونے کا دراصل حلّہ انبیاء ہیں اوران کے غیر کو بطور مستعار ملتا ہے اور یہ حلہ انبیاء امت محمدیہ کے بعض افراد کو بغرض تکمیل ناقصین عطا ہوتا ہے۔ انتہاء بقدر الحاجۃ

پس مرزا قادیانی کی خود تصریح سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالی کی وحی کا مورد ہونا نبیوں کا خاصہ ہے تو اس کو اپنے لئے ثابت کرنا نبوت کا اثبات ہے اور یہ کہنا کہ غیر انبیاء کو بطور مستعار یہ حلہ ملتا ہے، باطل ہے کیونکہ منصب ورود وحی رسالت غیر انبیاء کو ہرگز نہیں ملتا اور ولیوں کے الہام اور رسالت سے مترادف نہیں، اس لئے کہ وحی رسالت ملائکہ کی حفاظت سے محفوظ ہوتی ہے اوراس کی اطلاع میں ہرگز کسی طرح کا شک وشبہ نہیں ہوتا اور نہ اس میں احتمال خطا کا ہوتا ہے۔اس واسطے مکلفین پراس کا قبول واجب ہے جس نے مانا وہ مومن ہے جس نے اس کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ برخلاف الہام اولیاء کے کیونکہ الہام سے اگر چہ بعض حقائق ذات وصفات الٰہی کا علم حاصل ہوتا ہے ، یا بعض وقائع دنیا کا بھی یقین ہوجاتا ہے مگر بجمیع الوجوہ شک وشبہ سے زائل نہیں ہوتا اور احتمال خطا اس میں باقی رہتا ہے اسی لئے لوگوں پر اس کا ماننا لازم نہیں ہوتا جیسا کہ تفسیر فتح العزیز میں آیت،

عالم الغیب فلا یظھر علی غیبہ احداً الّا من ارتضی من رّسول فانّہ یسلک من بین یدیہ و من خلفہ رصداً

کے نیچے اس پر تصریح ہے اور یہ بھی اعتقاد اہل سنت ہے۔

لہذا نبیوں کے اخبار غیب پر ایمان واجب ہے اور کاہن ونجومی وغیرہ جوغیب کی خبر دیں اس کی تصدیق کفر ہے اور علی ہذا مدعی الہام جو بعد الانبیاء اپنے الہامات کی خبر دے اس کی تصدیق بھی ناجائز ہے جیسا کہ ملاعلی قاریؒ نے فقہ اکبر کی شرح ملحقات میں تصریح کی ہے۔اکابر اہل سنت کا اتفاق تو اسی پر ہے اور غیر مقلدین اوران کا امام صاحب براہین جو الہام اولیاء کو حجت قطعی وحی رسالت کی طرح بتاتے ہیں ان کی غلطی کا منشاء خضرؑ کے الہام کا ذکر اور واقعہ الہام ام موسیٰؑ ہے جو منصوص قرآنی ہے جیسا کہ براہین کے صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے،اور نیز،خضر جن میں سے کوئی نبی نہ تھا

۔ یہ اس شخص کا جہل عظیم ہے کیونکہ علمائے عقاید حقہ وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ حضرت خضرؑ جمہور علماء کے نزدیک نبی ہیں اور قرآن مجید صاف ناطق ہے۔ اختلاف حال و مال وحی موسیٰؑ اور الہام مادر موسی ہیں کیونکہ ہر چند ان کو الہام منجانب اللہ تعالی ہوا تھا:

فاذا خفت عليه فا لقيه فى اليمّ و لا تخا فى و لا تحز نى انا را دوه اليک و جا علوه من المر سلين ۔ کہ اپنے فرزند کو دریا میں ڈال دے۔ وہ سلامتی سے تیرے پاس آجائے گا۔

چنانچہ قرآن مجید میں فرمان ہے کہ جب تو موسیٰؑ کے معاملے میں خائف ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور خوف اور غم نہ کرنا ہم تیری طرف اس کو لوٹا دیں گے۔ اور اس کو رسول بنا دیں گے۔ یہ ترجمہ ہے آیات کا، تو اس الہام پر مادر موسیٰؑ کو خود بھی اطمینان نہیں ہوا تھا ورنہ اس کی ایسی حالت نہ ہوتی جس کا قرآن شریف میں ذکر ہے و اصبح فواد امّ موسى فارغاً یعنی ہوگیا دل موسیٰؑ کی ماں کا خالی صبر سے۔ تحقیق نزدیک تھا کہ البتہ ظاہر کر دے اس کو اگر باندھ نہ رکھتے ہم اوپر دل اس کے، تو کہہ ہوا ایمان والوں میں سے اور بے شک حضرت موسیٰؑ اس وحی سے مطمئن تھے کہ لا تخاف درکا وّ لا تخشى یعنی فرعونیوں کے پکڑ لینے سے مت ڈر۔ اسی لئے جب آپ کے اصحاب متحیر ہوئے اور قوم فرعون کے لشکر کو دیکھ کر بولے جیسا کہ قرآن مجید میں خبر دی گئی ہے کہ انّا لمدرکو ن ۔ بے شک پکڑے گئے۔ تب موسیٰؑ کے جواب کو قرآن نے یوں حکایت کیا كلّا انّ معى ربّى سيهد ين کہ ہرگز نہیں پکڑے جانے کے، میرے ساتھ میرا رب ہے مجھے راستہ دکھا دیگا۔

پس بشہادت قرآن مبین وحی رسالت با الہام اولیاء میں فرق آسمان و زمین پیدا ہوگیا اور جو ان دونوں کو ایک ہی جانتا ہے وہ بالکل باطل پر ہے اور بالیقین حدیث علماء امّتى كانبياء بنى اسرا ئيل بے اصل ہے چنانچہ دمیریؒ اور زرکشیؒ اور عسقلانیؒ تینوں نے کہا ہے۔ علامہ قاریؒ نے رسالہ المصنوع فی احادیث الموضوع میں اس پر تصریح کی ہے۔ مطبوعہ لاہور کے صفحہ ۱۶ سطر ۱۹ میں دیکھو۔ رہا دعوی صاحب براہین کہ میں تابع ہوں آنحضرت ﷺ کی شریعت کا، سو ہر چند یہ دعوی محض زبانی ہے دل میں نہیں۔ جیسا کہ اسکی کتاب اس پر شاہد ہے اور عنقریب اس کا بیان ہوگا تاہم دعوی اتباع فنا فی النبوت و رسالت سے نہیں کیونکہ براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ میں ہے کہ:

مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسی کا تابع اور خادم دین تھا اور اس کی انجیل

توریت کی فرع ہے۔

پس جیسا کہ بموجب زعم مرزا قادیانی کے، اتباع اور خادمیت حضرت موسیٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ کی نبوت میں کچھ خلل اندازی نہیں کی ایسا ہی یہ شخص باوجود اتباع آنحضرت ﷺ کے اپنے آپ کو خصائص نبوت و رسالت سے موصوف کر رہا ہے اور نیز انبیاء اگرچہ بحسب مراتب وقرب عنداللہ ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں، چنانچہ تیسرے پارہ کی ابتدائی آیت کا یہ ترجمہ ہے:

وہ رسول ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے مگر مومن بہ ہونے میں سب برابر ہیں۔

الحاصل غور کرنے والا عالم جب ملہمات مرزا قادیانی میں تدبر اور تامل فرماتا ہے تو یقیناً معلوم کر جاتا ہے کہ مرزا نے صاف دعوی برابری کا انبیاء سے کیا ہے۔ دیکھو براہین صفحہ ۵۱۱ میں آیت قل انّما انا بشر مّثلکم یوحی الیّ انّما الھکم اله واحد کو اپنے حق میں نازل کر کے صفحہ ۵۱۲ میں اس کا ترجمہ یوں لکھا ہے:

پھر فرمایا ہے کہ میں صرف تمہارے جیسا ایک آدمی ہوں۔ مجھ کو یہ وحی ہوتی ہے کہ بجز اللہ تعالی کے اور کوئی تمہارا معبود نہیں۔ وہی اکیلا معبود ہے کس کے ساتھ کسی چیز کو شریک کرنا نہیں چاہیے۔

اور براہین احمدیہ کے صفحہ ۲۴۲ میں آیت و اتل علیھم ما اوحی الیک من ربّک۔ کو اپنے حق میں نازل کر لیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور پڑھ ان پر جو وحی کی جاتی ہے تیری طرف تیرے رب کی طرف سے۔

پس یہ صریح مقابلہ ہے مرزا قادیانی کا سید المرسلین ﷺ سے۔ الغرض مرزا ہر چند اپنی زبان سے صریح دعوی نہیں کرتا کہ میں نبی ہوں، تاکہ اہل اسلام خواص وعوام بلوے نہ کر دیں، لیکن اس میں شک نہیں کہ کوئی خاص الخاص انبیاء سے باقی نہیں چھوڑا جس کو اس نے اپنے لئے ثابت نہ کر لیا ہو۔ بلاشبہ اس کی مثال علی گڈھ والے نیچری کی ہے جس طرح اس نے اسلام کے فرائض کو اٹھا دیا اور کبیرہ گناہوں کو حلال بنا دیا، جس پر اسکی تفسیر قرآن اور اخبار تہذیب الاخلاق شاہد ہے اور فقیر راقم الحروف نے اس کے ہفوات کے رد میں ایک رسالہ مستقلہ جس کا نام جواہر مضیۂ رد نیچریہ ، ہے شائع کیا ہے۔

پس یہ نیچری باوصف تنسیخ اپنے آپ کو خواص اولیاء اور دین کے تائید کرنے والوں سے جان رہا ہے ایسا ہی حال ہے مرزا قادیانی کا علماء راسخین کی نظروں میں چنانچہ مولانا فیض الحسنؒ سہارن پوری نے اپنے اخبار شفاء الصدور میں صاف لکھ دیا ہے کہ

مرزا قادیانی مثل علیگڈھی نیچری کے ہے یعنی اختلال دین اسلام واضلال خواص وعوام میں۔ رہا یہ ادعاء مرزا قادیانی کا کہ میں اکثر اکابر اولیاء ما تقدم سے افضل ہوں سو یہ بھی مثل دعوی نمونہ انبیاء کے سراسر باطل ہے کیونکہ صحابہ اور تابعین کی فضیلت ساری امت پر بحکم قرآن شریف اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے جیسا کہ دینی کتابوں میں مرقوم ہے اور باقی حال افضلیت اس مدعی کا آئندہ ظاہر ہو جائے گا۔

اس تحریر کو یاد رکھ کر سنیئے کہ عجائب ملہمات مرزا قادیانی سے وہ بھی ہیں جو صفحہ ۴۹۸ براہین میں انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان لکھ کر اس کا ترجمہ خود یوں کرتا ہے کہ،

یعنی ہم نے (یعنی خدا فرماتا ہے) ان نشانوں اور عجائبات کو اور نیز اس الہام کو پراز معارف وحقائق کو قادیان کے قریب اتارا ہے۔ اور ضرورت حقہ کے ساتھ اتارا ہے اور بضرورت حقہ اترا ہے خدا اور اس کے رسول نے خبر دی تھی کہ جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور جو کچھ خدا نے چاہا تھا وہ ہونا ہی تھا۔

نیز اس کا دعوی کہ، یہ آخری فقرات اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس شخص کے ظہور کے لئے حضرت نبی کریم ﷺ اپنی حدیث متذکرہ بالا میں اشارہ فرما چکے ہیں (یعنی براہین صفحہ ۴۹۷ میں حدیث لو کان الایمان معلقاً بالثّریّا لنا لہ ۔کا اشارہ مرزا قادیانی کی طرف ہے)۔ اور خدا تعالی اپنے مقدس کلام میں اشارہ فرما چکا ہے۔..اور فرقانی اشارہ اس آیت میں ہے:

ھو الّذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحقّ لیظھرہ علی الدّین کلّہ (یعنی خدا وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اس سچے دین کو سب دینوں پر غالب کر دے) یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ لیکن اس عاجز پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہے گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل ہیں اور بحدی اتحاد ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے اور

نیز ظاہری طور پر بھی ایک مشابہت ہے اور وہ یوں کہ مسیح ایک کامل اور عظیم الشان نبی یعنی موسیٰ کا تابع و خادم دین تھا اور اس کی انجیل توریت کی فرع ہے اور یہ عاجز بھی اس جلیل الشان نبی کے احقر خادمین میں سے ہے کہ جو سید الرسل اور سب رسولوں کا سردار ہے۔ اگر وہ حامد ہے تو وہ احمد ہے اور اگر وہ محمود ہیں تو وہ محمد ہے صلی اللہ علیہ وسلم۔ سو چونکہ اس عاجز کو حضرت مسیح سے مشابہت تامہ ہے اس لئے خداوند کریم نے مسیح کی پیش گوئی میں ابتداء سے اس عاجز کو شریک کر رکھا ہے یعنی حضرت مسیح پیشگوئی متذکرہ بالا کا ظاہری اور جسمانی طور پر مصداق ہے اور یہ عاجز روحانی اور معقولی طور پر اس کا محل اور مورد ہے۔ یعنی روحانی طور پر دین اسلام کا غلبہ جو حجج قاطعہ اور براہین ساطعہ پر موقوف ہے اس عاجز کے ذریعہ سے مقدر ہے گو اسکی زندگی میں یا بعد وفات ہو۔

(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸۔۴۹۹)

فقیر (غلام دستگیر) کہتا ہے کہ انزال اور تنزیل، قرآن کی اصطلاح میں آسمانی کتابوں کے اتارنے میں مستعمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے رسولوں پر نازل کی گئی ہیں جیسا کہ ابتدائے سورہ بقرہ میں قرآن اور اس سے پہلے آسمانی کتابوں کے اترنے کو انزال کے لفظ سے ادا فرمایا ہے و الّذین یؤمنون بما انزل الیک و ما انزل من قبلک۔ الآیۃ۔ پھر سورۃ آل عمران میں قرآن مجید کے اتارنے کو تنزیل اور انزال اور انجیل توریت کے بھیجنے کا انزال کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ نزّل علیک الکتاب بالحقّ مصدّقاً لّما بین یدیہ۔ اور علی ہذا القیاس بہت سی آیات قرآنیہ سے ایسا ہی ثابت ہے۔ پس جب براہین والے نے اپنے ملہمات کو انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان سے تعبیر کیا اور بعد ازاں آیت و بالحقّ انزلناہ وبالحقّ نزل، سے جو صرف قرآن مجید کی صفت تھی اپنی ملہمات کی صفت قرار دیا تو یہ تصریح ہے اس پر کہ وہ اپنی ملہمات کو مثل قرآن جانتا ہے پھر لفظ حق جو دونوں جگہ قرآن کی راستی کے بیان میں تھا اس کو ضرورت حقہ سے ترجمہ کرنا اللہ تعالیٰ پر ان ملہمات کا انزال واجب ٹھہرانا ہے حالانکہ یہ مخالفت صریح ہے عقاید اہل سنت سے کہ شرح فقہ اکبر و شرح عقاید نسفی وغیرہما جمیع کتب عقاید میں درج ہے کہ اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی واجب نہیں ہے اور نیز اس کلام سے اشارہ ہے اس پر کہ دین ساری دنیا سے کیا عرب کیا عجم گم ہو گیا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مقام قادیان کو انزال ملہمات کے واسطے اختیار فرمایا چنانچہ کتاب کے چوتھے حصے کے اخیر اس نے تصریح کی ہے کہ

طریقہ حقہ جو حال کے زمانہ میں اکثر لوگوں پر مشتبہ ہو گیا ہے اور بعض یہودیوں کی طرح صرف ظواہر پرست اور بعض مشرکوں کی طرح مخلوق پرستی تک پہنچ گئے ہیں ۔ یہ طریقہ خداوند کریم اس عاجز بندہ سے دریافت کرلیں اور اس پر چلیں ۔

اور اس سے اوپر لکھتا ہے کہ:

فاتّخذوا من مقام ابراھیم مصلّی میں مجھ کو اللہ تعالی نے ابراہیم بنایا ہے اور ساری خلقت کو میری اتباع کے واسطے فرمایا ہے۔

پس بیشک اس نے اپنے قادیان کو مکہ معظّمہ کی مثال نزول وحی میں بتایا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوا تھا وکذ لک اوحینا الیک قرآناً عربیاً لتنذ ر امّ القری و من حولھا .. ا لآیۃ ، یعنی اور ایسا ہی وحی بھیجی ہم نے تیری طرف قرآن عربی تا کہ تو ڈرائے مکہ والوں کو جو اس کے گرداگرد ہیں اور اصل قرآن مجید کے نزول کے بعد کسی چیز کے نزول کی کچھ بھی حاجت نہیں کیونکہ متقیوں کیلئے ہدایت ہے اور شرع محمدی میں قیامت تک امت مرحومہ کے واسطے کفایت ہے ۔ پس یہ ادعا کہ اللہ نے ضرورت حقہ کے واسطے قادیان پر معارف والہامات نازل کئے ہیں حق سبحانہ وتعالی پر محض افتراء اور بالکل تقوّل فی دین اللّٰہ ہے اور اس افتراء کی دلیلوں سے یہ بھی کہ مرزا قادیانی نے اس کے ترجمہ میں انزلناہ کی ضمیر مذکر کو مرجع مونث کی طرف کیا ہے یعنی مرجع اس کا خوارق اور امور معجبہ بتاویل جماعت قرار دیا ہے اور اسی میں شک نہیں کہ واحد مذکر کی ضمیر جمع کی طرف راجع نہیں ہوسکتی پس ان معنوں سے صحیح کلام یوں تھا انّا نزلناھا ، تو ایسی غلط صیح کلام کو خدائے سبحانہ کی جانب منسوب کرنا تیرا بہتان نہیں تو اور کیا ہے؟

پھر قرآنی آیات جو آنحضرت ﷺ پر صدہا سال سے نازل ہو چکی ہیں اب ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے؟ بلکہ لا طائل اور تحصیل حاصل ہے۔ اس جگہ اگر کسی کو شبہ گزرے کہ اللہ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا لقد انزلنا الیکم کتا باً فیه ذکرکم افلا تعقلون (ہم نے تمہاری طرف کتاب اتاری ہے جس میں تمہارا ذکر ہے پس تم کیوں نہیں سمجھتے)۔ اور یہ بھی فرمایا و لقد انز لنا الیکم آیات بیّنات (اور بے شک ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں) جس سے ثابت ہوا کہ قرآن مسلمانوں کی طرف اتارا گیا ہے تو کیا مانع ہے اگر خوارق وغیرہ بہ توسل آیات قرآنی مرزا قادیانی پر نازل ہوں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن عظیم صرف رسول کریم ﷺ پر ہی اترا ہے لیکن جب کہ قرآن میں ایسے احکام بھی بہ کثرت ہیں جن کی تبلیغ کے لئے آپ ﷺ مامور

تھے، خواہ مومنین کو خواہ جمیع بنی آدم کو تو اس نظر سے مجازاً یوں بھی کہنا صحیح ہو گیا کہ قرآن لوگوں کی طرف اتارا گیا ہے۔ اور اصل میں معاملہ یہی ہے جو ارشاد ہوا ہے و انزلنا الیک الذّکر یعنی اور ہم نے تیری طرف نصیحت اتاری ہے تا کہ تو لوگوں سے بیان کر دے اور وہ فکر کریں۔ علاوہ ازیں وقت نزول قرآن کے مومنین کی طرف قرآن کا نزول کی اسناد با وصف اس یقین کے کہ آنحضرت ﷺ کہ اب تیرہ سو برس کے بعد مرزا قادیانی آیات قرآنی کا منزل علیہ بن جائے اور اس کے حق میں راست آئے انّا انزلناہ قریباً مّن القادیان پس یقیناً یہ بہتان اور ہذیان ہی ہے اور یہ ادعا براہین والے کا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی خبر قرآن مجید میں دی ہے اور ایسا ہی آنحضرت ﷺ نے حدیث میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے یہ بھی بالکل باطل ہے کیونکہ اس حدیث صحیح کا مشار الیہ امام اعظم ہے جیسا کہ بہت سے محدثین اور فقہاء نے اس پر تصریح کی ہے جسے فقیر نے رسالہ تصریح ابحاث فرید کوٹ، اور رسالہ عمدۃ البیان فی اعلان مناقب النعمان میں بیان کیا ہے

(مولانا عبدالعزیز رحیم آبادیؒ نے ہدایۃ المعتدی میں اس موضوع پر بھی مختصر بحث کی ہے وہ لکھتے ہیں

امام ابوحنیفہؒ کے فضائل میں یہ حدیث بھی پیش کی ہے: لو کان الدّین عند الثّریّا ... رجل من ابناء الفارس حتّی یتناولہ ۔ میں اس کی نسبت زیادہ لکھنا ضرورت نہیں دیکھتا، کیوں کہ اگر ایسی ہی زبردستی سے کسی حدیث کو امام ابوحنیفہؒ کے حق میں کہہ دینا ہے تو مناقب صحابہ میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کو اسی طرف لگا دیجئے۔ میں یہاں پر قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی عبارت تفسیر مظہری سے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ تفسیر مظہری میں تحت آیت کریمہ ان یشاء یذ ھبکم ایّھا النّاس.... بآخرین۔ اس حدیث کو چند طرق سے نقل کر کے لکھتے ہیں:

لعلّ فی ھذہ الاحادیث اشارۃ الی مشائخ ماوراء النّھر بھاء الدین نقش بند و امثالہ فان ھٔولاء الکرام من الاعاجم وطناً وان کان اکثرھم من آل النّبیّ و اصحابہ نسباً قد احیوا سنّۃ النّبیّ بعد ما امیتت و ما رضوا بالبدعۃ وان کانت حسنۃ و نعمہ ما قال الجامی

سکہ کہ در یثرب و بطحا زدند نوبت آخر بہ بخارا زدند

و ایضاً علی علماء ماوراء النھر مثل ابی عبد اللّٰہ البخاری امثالہ من المحدثین و الفقھاء و اللّٰہ اعلم۔

کہ عجب نہیں کہ ان حدیثوں میں اشارہ ماوراء النہر کے مشائخ کی طرف ہو جیسے بہاء الدین نقشبند اور

ان کے برابر والے، کیونکہ یہ بزرگان عجمی بھی ہیں از روئے وطن کے، اگر چہ از روئے نسب کے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی اولاد ہیں۔ ان حضرات نے زندہ کیا سنت رسول کو بعد مردہ ہو جانے کے اور کسی قسم کی بدعت کو پسند نہیں کیا اور کیا خوب جامی نے کہا جو سکہ مکہ مدینہ میں چلا وہ دوسری بار بخارا میں چلا ۔ اور بھی ان حدیثوں سے اشارہ معلوم ہوتا ہے طرف علماء ماوراء النہر کے جیسے امام بخاری اور ان کے برابر والے محدثین وفقہاء۔

آپ تو کہتے ہیں کہ : اجماع ہو چکا ہے کہ یہ ابوحنیفہؒ کے حق میں ہے، آپ کے یہاں اجماع کی بڑی ارزانی ہے۔ اور قاضی ثناء اللہ حنفی پانی پتی تو اس کا وہم بھی امام ابوحنیفہؒ کی طرف نہیں فرماتے۔ (ہدایۃ المعتدی)

اور پیر مہر علی شاہ حنفی گولڑوی شمس الہدایت میں لکھتے ہیں:

سوال: اور نسب مرزا صاحب کا صحیح مسلم وغیرہ میں لکھا ہوا فرماتے ہیں۔ لو کان العلم معلقاً بالثریا لنالہ رجل من ابناء فارس

جواب۔ اولاً متفق علیہ شیخین کی حدیث اس طرح مذکور ہے قال فوضع النّبیّ ﷺ یدہ علی سلمان ثمّ قال لو کان العلم ..الخ۔ یہ حدیث آپ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے کندھے پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمائی جس سے سلمان فارسیؓ کا مصداق ہونا اس حدیث کا ثابت ہوتا ہے اور ثانیاً اگر بلحاظ جمیعۃ لفظ رجال اور ھؤلاء کی جنس مراد ہو تو بھی اہل فارس ہی کو شامل ہوگی جناب مرزا صاحب نے تو ایام الصلح میں اپنا سمرقندی الاصل ہونا ثابت کیا ہے اور سمرقند خراسان سے ہے نہ کہ فارس سے۔ جن کو کچھ بھی مہارت جغرافیہ وغیرہ میں ہے ان پر ظاہر ہے۔ اور ثالثاً اگر مراد رجل میں ھؤلاء سے عجم لئے جائیں بلحاظ امیین کے پھر بھی لو کان العلم میں العلم معرف باللام سے مراد علم بمطابق کتاب وسنت ہے نہ مخالف ان کے)

..اور ایسا ہی آیت ھو الّذی ارسل رسولہ، نہ حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور نہ براہین والے کی طرف اشارہ ہے بلکہ بالیقین باتفاق مفسرین بشہادت قرآن مبین سید المرسلین ﷺ وعترتہ اجمعین کے حق میں نازل ہے۔ دیکھو اس کے اخیر و کفی با للّٰہ شھیداً کے ساتھ ہی محمد رسول اللہ ﷺ میں مرقوم ومرسوم ہے اور محی السنہ اپنی تفسیر میں تصریح کرتا ہے کہ محمد رسول اللہ پر کلام ختم ہو جاتی ہے۔ یعنی جس رسول کے بھیجنے کی حق سبحانہ نے خبر دی ہے وہ محمّد رّسول اللّٰہ (ﷺ) ہے۔ حضرت ابن عباسؓ حبر امت اور اعلم بتفسیر قرآن سے یہ روایت ہے پھر والّذین معہ دوسری کلام شروع ہوئی۔ یہ ترجمہ ہے عبارت تفسیر معالم التنزیل کا۔

پس اس آیت کو آنحضرت ﷺ کے سوا کسی دوسرے کے حق میں وارد کرنا قرآن مجید اور

تفسیروں کے صریح مخالف ہے۔افسوس اس شخص کی سخت نادانی پر جو اس آیت کو بطور جسمانی حضرت مسیحؑ کے حق میں اور بطور روحانی اپنے لئے پیش گوئی بنا رہا ہے اور اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کی ابتداء میں لفظ ماضی ہے جس سے صریح ثابت ہے کہ وہ رسول بھیجا گیا ہے تو اس سے آئندہ میں رسول کا آنا مراد رکھنا قرآن مجید کی تحریف ہے۔اور پھر اس آیت میں جو لفظ رسول کا ہے تو اس سے اپنے نفس کی مراد رکھنی اور حضرت مسیحؑ کے ساتھ اپنی شرکت ابتدائی ثابت کرنی یہ دعوی رسالت نہیں تو اور کیا ہے؟ اور اس آیت کے غلبہ موعود کو بوسیلہ حضرت مسیحؑ ظہور میں آنے کا دعوی کرنا بموجب قول جمہور مفسرین کے باطل ہے کیونکہ یہ غلبہ سرور عالم ﷺ کے ظہور پرنور سے حاصل ہو گیا اور آپ ﷺ پر نعمت الٰہی تمام ہو چکی جیسا کہ آیت الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی . الآیۃ اس پر شاہد ہے چنانچہ تفسیر کبیر وغیرہ میں اس پر تصریح ہے۔اور فقیر راقم الحروف کہتا ہے کہ فتح مکہ سے بڑھ کر جو کسی بشر کو نصیب نہیں ہوئی کون سا غلبہ دین اسلام کا ہوگا؟ اور بیت اللہ کو بتوں کی پلیدیوں سے پاک کرنے سے کون سا ظہور دین متین مقابل ہو سکے گا؟ اور دوسرا قول ضعیف کہ غلبہ وقت نزول حضرت مسیح کے آسمان سے ہوگا اس پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتا کہ یہ آیت حضرت مسیح وغیرہ کے حق پیشگوئی ہے اور رسولہ سے آنحضرت ﷺ کے سوا کوئی اور مراد ہے، حاشا وکلا۔ بلکہ مراد اس قول ضعیف سے یہ ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی کے تابع ہو کر دین اسلام کی تائید کریں گے۔تو یہ بھی سرور عالم ﷺ کے ہی غلبہ کی فرع ہوئی۔ ملا علی قاریؒ فقہ اکبر کی شرح میں لکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ حضرت مہدیؑ سے جب اتر کر ملاقاتی ہوں گے تو نماز کی تکبیر ہو چکی ہو گی حضرت مہدیؑ ان کو امامت کیلئے اشارہ کریں گے تب حضرت مسیحؑ امامت نہ کریں گے بایں عذر کہ یہ تکبیر آپ کے لئے ہوئی ہے آپ کی امامت اولی ہے۔تب حضرت مسیح مقتدی ہوں گے تاکہ ان کی متابعت سرور عالم ﷺ سے ظاہر ہو جائے جیسا کہ آپ نے حدیث لو کان موسی حیّاً لما وسعہ الّا اتباعی ، میں اسی کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔یعنی اب اگر موسیؑ زندہ ہوتے تو ان کو بجز میرے متابعت کے اور کوئی چارہ نہ ہوتا۔پھر ملا علی قاریؒ لکھتے ہیں کہ اس اتباع کی وجہ سے ہم نے شرح شفا وغیرہ میں آیت و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما اتیتکم من کتابٍ و حکمۃٍ ثمّ جاءکم رسول .. الآیۃ ۔کے نیچے بیان کی ہے۔ یہ ترجمہ ہے عبارت شرح فقہ اکبر کا۔

اور ایسا ہی عامہ تفاسیر میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ متبوع جمیع انبیاء ہیں بلکہ مواہب

لدنیہ و دیگر کتب سیر میں تصریح ہے کہ آپ ﷺ نبی الانبیاء ہیں۔ الغرض آیت ھو الّذی ارسل رسولہ حضور سرور عالم ﷺ کے حق میں ہے، کوئی دوسرا اس کا مورد نہیں ہے۔ مرزا قادیانی کا دعوی سراپا باطل اور جھوٹ ہے پھر یہ دعوی اس کا کہ میں آیات و انوار و توکل و ایثار کی رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں اور فطرت میں باہم نہایت متشابہ گویا ایک جوہر کے دو ٹکڑے یا ایک درخت کے دو پھل کما مرّ نقلہ علی الصّدر۔ سو یہ دعوی بھی مساوات کا ہے مسیح سے جیسا کہ نمونہ کا لفظ اور گویا کلمہ تشبیہ کا مفاد ہے۔ تفسیر اتقان میں منقول ہے کہ:

قال حازم و انّما تستعمل ای کان حیث یقوی الشّبۃ حتی یکاد الرائی یشک فی انّ المشبّہ بہ ھو المشبہا وغیرہ و لذلک قالت بلقیس ای کما اخبر اللّٰہ سبحا نہ کانّہ ھو۔ گویا یعنی ترجمہ کانّ کا وہاں مستعمل ہوتا ہے جہاں بہت قوی مشابہت ہو یہاں تک کہ دیکھنے والا مشبہ اور مشبہ بہ میں فرق نہ کر سکے اس لئے بلقیس کے قول سے اللہ تعالی نے خبر دی کہ گویا یہ تخت وہی ہے۔

اب فقیر (غلام دستگیر) کہتا ہے کہ مرزا قادیانی اس دعوی میں بے شک کاذب ہے۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیح تو مادر زاد اندھے، کوڑھی کو تندرست اور مردہ کو بحکم خدا زندہ کر دیتے تھے اور جب انہوں نے کہا کہ تائید دین میں میرا کون مددگار ہے، تو حواری بول اٹھے کہ ہم خدا کے دین میں مددگار ہیں (من انصاری الی اللّٰہ قال الحواریّون نحن انصار اللّٰہ) جیسا کہ قرآن مجید میں مکرر ارشاد ہے اور براہین والے سے اب تک کوئی ایسا خارق نہیں ہوا اور نہ نصرانی و ہنود میں سے کسی نے اس پر ایمان قبول کیا ہے بلکہ وہ نصرانی جس کے مطبع میں اس نے تین حصے اپنی کتاب چھپوائی ہے وہ بھی مسلمان نہ ہوا اور اس کی مدد میں اس نے مصروفیت نہ کی۔ باوصفیکہ براہین والے نے کمال تضرع اور خلوص قلب سے جمیع نصاری کے ایمان کے واسطے دعائیں مانگی ہیں اور وہ دعا اخیر میں اس اشتہار کے مدت اڑھائی برس سے چھپ کر شائع ہوئی۔ وھو ہذا:

بالآخر اس اشتہار کو اس دعا پر ختم کیا جاتا ہے:

اے خداوند کریم تمام قوموں کے مستعد دلوں کو ہدایت بخش بالخصوص قوم انگریز جن کی شائستہ اور مہذب اور بارحم گورنمنٹ نے ہم کو اپنے احسانات اور دوستانہ معاملات سے ممنون کر کے اس بات کے لئے دلی جوش بخشا ہے کہ ہم ان کی دنیا و دین کے لئے دلی جوش سے بہبودی و سلامتی چاہیں۔ پس ہم اللہ تعالی سے انکی دنیاوی اور اخروی بھلائی

کا سوال کرتے ہیں بار خدایا ان کو ہدایت کر اور اپنی روح سے ان کی تائید کر اور ان کو اپنے دین میں وافر حصہ دے اور ان کو اپنی طاقت اور قوت سے اپنی طرف کھینچ تا کہ تیری کتاب اور تیرے رسول علیہ السلام پر ایمان لاویں اور فوج درفوج خدا کے دین میں داخل ہوں آمین ثم آمین و الحمد للّٰہ ربّ العالمین ۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور (مجموعہ اشتہارات ۔ ج ا ۔ ص ۲۵)

پس یہ دعا جو بکمال حضور باطن براہین والے نے نصاری کی قوم کے واسطے کی ہے کہ اللہ تعالی اپنی قوت اور طاقت سے ان کو دین اسلام میں کھینچے اور وہ فوج درفوج مسلمان ہوں ۔ اس رسالہ کی تالیف تک ان سے مرزا قادیانی کے ہاتھ پر کوئی بھی ایمان نہیں لایا چہ جائیکہ سب انگریز ایمان لاتے اور فوج درفوج مسلمان ہوتے ۔ پس صریح ثابت ہوا کہ براہین والے کو حضرت مسیح سے اور علی ہذا القیاس فطرتی مشابہت کا دعوی بھی جھوٹ ہے کیونکہ مسیح تو بن باپ روح کے پھونکنے سے پیدا ہوئے تھے جس پر قرآن مجید شاہد ہے اور براہین والا حکیم غلام مرتضی قادیانی کے نطفہ سے پیدا ہوا چنانچہ اس نے خود ایام بلوہ میں حکام وقت کی امداد کا تذکرہ لکھا ہے (براہین حصہ سوم ص الف)

پس کیونکر مشابہ ہو وہ شخص جس کی خلقت ماء مہین سے ہو اس ذات پاک سے جس کو اللہ تعالی و جعلناھا وابنھا آیۃً للعالمین فرمائے اور یہ جو براہین والے نے اپنی مشابہت کی دلیل میں مسیح سے یوں لکھا ہے کہ وہ تابع دین موسوی تھے اور ان کی انجیل و توریت کی شرح تھی اور میں احقر خادمین سید المرسلین ﷺ سے ہوں، سو یہ بھی بالیقین باطل ہے ۔ اولاً اس لئے کہ حضرت مسیحؑ جناب موسیٰؑ کے تابع دین نہ تھے بلکہ وہ تو اولوالعزم رسولوں سے تھے جن کی شریعت مستقلہ ہوتی ہے اور آپ کی انجیل توریت کی فرع نہ تھی بلکہ انجیل بعض احکام توریت کی ناسخ ہے ۔ پہلے دعوی کی دلیل یہ ہے جو اخیر سورہ احقاف میں ارشاد ہے فاصبر کما صبر اولو العزم من الرّسل صبر کر جیسے اولوالعزم رسولوں نے صبر کیا ۔ ابن عباسؓ اولوالعزم کے معنی صاحب حزم لکھتے ہیں اور ضحاکؒ نے صاحب وجد و صبر لکھ کر پھر دونوں اولوالعزم کے شمار میں حضرت نوحؑ، حضرت ابراہیمؑ، وموسیٰؑ و عیسیٰؑ چاروں اصحاب شرائع کا ذکر کر کے پانچویں آنحضرت ﷺ کو شامل ان کے جانتے ہیں ۔ پھر صاحب معالم کہتا ہے کہ اللہ نے خاص کر کے اس آیت میں پانچوں کا ذکر کیا ہے جو سورہ احزاب کے ابتداء میں ہے اور اس کا ترجمہ یہ ہے کہ:

و اذ اخذ نا من النّبیّین میثاقھم و منک و من نوح و ابراھیم و

موسی و عیسی ابن مریم۔ اور یاد کر جب ہم نے نبیوں سے ان کا عہد لیا اور تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم سے اور موسی اور عیسی بیٹے مریم کے،

اور اس آیت شوری کی ابتداء میں بھی ان پانچوں کا ذکر ہے:

شرع لکم من الدّین ما وصّی به نوحاً والّذی اوحینا الیک وما وصّینا به ابراهیم وموسی وعیسی راہ ڈال دی تم کو دین میں وہی جو کچھ دی تھی نوح کو اور جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف اور وہ جو کچھ دیا ہم نے ابراہیم کو اور موسی کو اور عیسی کو

یہ بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے اور ایسا ہی لکھا ہے عامہ مفسرین نے۔

اب دوسرے دعوی کی دلیل سنو کہ سورۃ مائدہ میں اللہ تعالی کا فرمان ہے:

انّا انزلنا التّوراة فیها هدی وّ نور، یحکم بها النّبیّون الّذین اسلموا للّذین هادوا والرّبانیّون والاحبار بما استحفظوا من کتاب اللّه و کانوا علیه شهداء۔ فلا تخشوا النّاس و اخشون ولا تشتروا بآ یا تی ثمناً قلیلاً ۔ومن لّم یحکم بما انزل اللّه فاولئک هم الکا فرون۔

ہم نے اتاری توریت اس میں ہدایت اور روشنی اس پر حکم کرتے پیغمبر جو فرمانبردار تھے۔ یہود کو اور درویش اور عالم اس واسطے کہ نگہبان ٹھہرائے اللہ کی کتاب پر اور اس کی خبرداری پر تھے۔ سو نہ تم ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور جو حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں منکر۔ (مائدہ:۴۴)

پھر ایک آیت بعد اس شرع عیسوی کی بابت ارشاد ہے:

و قفّینا علی آ ثارهم بعیسی ابن مریم مصد قاً لّما بین ید یه من التّوراة و آ تیناه الانجیل فیه هدی وّ نور و مصد قاً لّما بین ید یه من التّوراة و هدی و موعظة للمتّقین۔ و لیحکم اهل الانجیل بما انزل اللّه فیه و من لم یحکم بما انزل اللّه فا ولئک هم الفا سقون۔

اور پیچھا ڑی میں بھیجا ہم نے انہیں کے قدموں پر عیسی مریم کا بیٹا سچ بتا تا توریت کو جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت اور روشنی اور سچا کرتی اپنی اگلی توریت کو اور راہ بتاتی اور نصیحت ڈر والوں کو اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے اس پر جو اللہ نے اتارا اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے اللہ کے اتارے پر سو وہی لوگ ہیں بے حکم۔ (مائدہ:۴۶۔۴۷)

اب قرآنی آیتوں سے صاف ثابت ہے کہ شریعت موسوی وعیسوی دونوں علیحدہ علیحدہ شریعتیں ہیں جو انجیل کو توریت کی فرع بتاتا ہے قرآن مجید اس کو جھٹلاتا ہے۔

پھر سورہ آل عمران میں حضرت مسیح سے حکایت ہے:

و مصدقاً لما بین یدیّ من التّوراۃ ولاحلّ لکم بعض الّذی حرّم علیکم (اور سچ بتاتا ہوں توریت کو جو مجھ سے پہلے کی ہے اور اسی واسطے کہ حلال کردوں تم کو بعض چیز جو حرام تھی تم پر)۔

یعنی شریعت موسوی میں جو چربی اور مچھلی اور اونٹ کا گوشت اور شنبہ کے دن میں کام کاج کرنا حرام تھا اس کو شرع عیسوی نے حلال کر دیا۔ یہ آیت دلیل ہے اس پر کہ شرع عیسوی ناسخ شرع موسوی ہے۔ یہ تفسیر بیضاوی کی عبارت ہے اور تفسیر مدارک وجلالین ومعالم وغیرہ میں بھی ایسا ہی تحریر ہے۔ پس قرآن مجید سے بخوبی تکذیب مرزا قادیانی کی ہوگئی۔

ثانیاً براہین والے کا یہ دعوی کہ میں آنحضرت ﷺ کے احقر خادمین سے ہوں سراسر باطل ہے کیونکہ وہ آپ ﷺ کے کمالات میں اپنی مساوات کر رہا ہے اور آپ ﷺ کی خصوصیات کو جو منصوص قرآن ہیں آپ ﷺ کے غیر کی طرف منسوب کرتا ہے۔

دیکھو فضیلت رسالت جو اللہ تعالی نے آیت ھو الّذی ارسل رسولہ ۔ میں آپ ﷺ کے لئے ہی ثابت فرمائی ہے۔ براہین والے نے اولاً تو اس کو حضرت مسیح کے حق میں متحقق کیا ہے۔ شائد تالیف قلوب حکام وقت اور ان سے اظہار محبت کے واسطے ایسا کیا ہوگا۔ ثانیاً اس رسالت کو اپنے لئے ثابت کر لیا کہ روحانی اور باطنی طور سے مورد اس آیت کا خود بن بیٹھا۔ تاکہ عوام اہل اسلام اس کو رئیس اولیاء اور نمونہ انبیاء جان کر اس کی کتاب کو گراں قیمت سے خریدیں اور غبن فاحش میں پڑیں اور اس کو بہت سے دراہم و دینار حاصل ہوں۔ پس سارا مدار دینار پر ہے۔ جیسا کہ دانشمندوں پر مخفی نہیں اور ہم اس امر کو زیادہ تر وضاحت سے ثابت کر دیں گے۔ الحاصل اگلی پچھلی تحریروں سے متحقق ہے کہ براہین والا قرآن مجید کی تحریف معنوی کر رہا ہے اور اس کو کسی پکے مومن سے بھی مشابہت نہیں چہ جائے کہ ولیوں پر اس کو فضیلت ہو اور نبیوں کا نمونہ بن سکے، تو اس کے دعووں سے پناہ بخدا لایزال۔ اور یہ بھی مخفی نہ رہے کہ اس شخص نے قرآن مجید میں صرف تحریف معنوی ہی نہیں کی بلکہ بہت سی آیات قرآنی میں تحریف لفظی بھی کر دی ہے۔

دیکھو اوپر کے ملہمات میں آیت قل انّی امرت ان اکون اوّل من اسلم ...اور

آیت و انا اوّل المؤ منین ، ۔ان دونوں کوتوڑ پھوڑ کر یہ آیت تیسری بنالی ہے کہ قل انی امر ت و انا اوّل المؤمنین ۔ اور آیت انّه عمل غیر صا لح کو انّه عبد غیر صالح سے بدل دیا ہے۔ اور آیت ما انت بنعمت ر بّک بمجنون کے ابتداء میں حرف واؤ بڑھا دیا ہے اور زھق البا طل بہ ہا ھوز کو ز حق البا طل بجائے حطی نازل کرلیا ہے۔ و اتّخذوا من مقام ابراهیم مصلّی کی واو کو فا سے تبدیل کر دیا ہے۔ اور آیت یا عیسی انّی متوفّیک کے درمیان و مطھّرك من الّذین کفروا کو ساقط کر دیا ہے جیسا کہ یہ آیت براہین صفحہ ۵۵۶ سے اوپر منقول ہوگئی ہے اور ایسا ہی اس آیت کو صفحہ ۵۱۹ براہین میں جو اپنے لئے نازل ہونا لکھا ہے تو وہاں بھی اس کے درمیان سے یہی فقرہ اڑا دیا ہے۔ اور علی ہذا بہت سی آیات فرقانی میں لفظی تحریف بھی کر دی ہے جس کو حافظ قرآن تامل سے معلوم کرسکتا ہے۔ پھر باوصف اس تحریف کے آیات قرآنی کو پارہ پارہ کر دیا ہے اور یہ تو اس کے ملہمات میں اس کثرت سے ہے جس کا شمار دشوار ہے۔ یہاں پر یہ خیال نہ کیا جائے کہ تحریف آیات کا تب سے ہوگئی ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے اپنی تصحیح سے وہ کتاب چھپوائی ہے جیسا کہ براہین صفحہ ۵۱۶ میں اس امر پر تصریح کرتا ہے اور نیز ان آیات کا ترجمہ موافق اس تحریف ہی کے کیا ہے۔اس کو یاد رکھ کر آگے سنئے کہ براہین صفحہ ۵۱۴ میں آیت و ما کان اللّه لیعذّ بهم و انت فیهم و ما کان اللّه لیعذّ بهم وهم یستغفرون کو جو اپنے حق میں نازل ہونا لکھا ہے تو اس میں دوسرے و ما کان اللّه کے پیچھے سے جو لفظ معذّ بهم قرآن مجید میں ہے اس کو لیعذّ بهم سے بدل دیا ہے۔ پھر صفحہ ۵۵۵ براہین میں جو آیت و کذ لک مننا علی یوسف لنصرف عنه السّوء و الفحشاء کو اپنے حق میں نازل لکھ کر اخیر اس کے ترجمہ کے لکھتا ہے کہ اس جگہ یوسف کے لفظ سے یہی عاجز مراد ہے۔ انتہاء بلفظہ۔ اور اس آیت میں لفظ مکنا کو مننا سے تحریف کر دیا ہے اور اسی محرف لفظ کا ترجمہ کیا ہے کہ ہم نے یوسف پر احسان کیا۔

پھر صفحہ ۴۹۷۔۴۹۸ براہین میں جو اپنی وصف اور اپنی کتاب کی تعریف میں یہ آیت نازل کی ہے کہ انّ الّذین کفروا و صدّوا عن سبیل اللّه ردّ علیهم رجل من فارس شکر اللّه سعیه تو علاوہ تحریف قرآن کے اس کے ترجمہ میں اپنے لئے اللہ تعالی کو شاکر یعنی اپنا شکر گزار لکھ دیا ہے اور بعد ازاں یہ الہام لکھا ہے:

کتا ب الو لیّ ذو الفقار علیّ ۔ولی کی کتاب علی کی تلوار کی طرح ہے یعنی مخالف کو

نیست و نابود کرنے والی ہے۔ جیسے علی کی تلوار نے بڑے بڑے خطرناک معرکوں میں نمایاں کار دکھلائے تھے ایسا ہی یہ بھی دکھلائیگی۔اور یہ بھی ایک پیشگوئی ہے کہ جو کتاب کی تاثیرات عظیمہ اور برکات عمیمہ پر دلالت کرتی ہے۔

پھر بعد اسکے فرمایا: و لو کان الایمان معلقاً با لثّریّا لنا له ،اگر ایمان ثریا سے لٹکتا ہوتا یعنی زمین سے بالکل اٹھ جاتا تب بھی شخص مقدم الذکر (فارسی الاصل) اس کو پالیتا۔

پھر آیت یکاد زیته یضیء ولو لم تمسسه نار،،کو اپنی کتاب کی تعریف میں وارد کر کے ترجمہ یوں لکھتا ہے:

عنقریب ہے کہ اس کا تیل خود بخود روشن ہو جائے گا اگر چہ آگ اس کو چھو بھی نہ جائے

پھر یہ آیت سورۃ قمر، وسورۃ ص، وسوۃ آل عمران، وسورۃ رعد اپنے اور اپنی کتاب کے حق میں نازل کر کے ان کا ترجمہ یوں تحریر کیا ہے کہ:

ام یقولون نحن جمیع منتصر سیهزم الجمع و یولّون الدّ بر۔ و ان یّروا آ یة یّعرضوا و یقولوا سحر مّستمر واستیقنتها انفسهم و قا لوا لا ت حین مناصٍ فبما رحمةٍ مّن اللّه لنت لهم و لو کنت فظاً غلیظ القلب لا نفضّوا من حو لک ۔ولو انّ القرآن سیّرت به الجبا ل

کیا کہتے ہیں کہ ہم ایک قوی جماعت ہیں جو جواب دینے پر قادر ہیں۔عنقریب یہ ساری جماعت بھاگ جائے گی اور یہ پیٹھ پھیر لیں گے اور جب یہ لوگ کوئی نشان دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ایک معمولی اور قدیمی سحر ہے حالانکہ انکے دل ان نشانوں پر یقین کر گئے ہیں اور دلوں میں انہوں نے سمجھ لیا ہے کہ اب گریز کی جگہ نہیں۔اور یہ خدا کی رحمت ہے کہ تو ان پر نرم ہوا۔ اور اگر تو سخت دل ہوتا تو یہ لوگ تیرے نزدیک نہ آتے اور تجھ سے الگ ہو جاتے۔اگر چہ قرآنی معجزات ایسے دیکھتے جن سے پہاڑ جنبش میں آجاتے۔(اور مرزا قادیانی نے تصریح کی ہے کہ): یہ آیات ان بعض لوگوں کے حق میں بطور الہام القاء ہوئیں جن کا ایسا ہی خیال اور حال تھا اور شاید ایسے ہی اور لوگ بھی نکل آئیں۔(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸)

اب فقیر(غلام دستگیر) کہتا ہے کہ ان میں مرزا قادیانی نے تحریف لفظی بھی بدرجہ کمال کی ہے اور بہتان عظیم کو اسی میں شامل کر دیا ہے کیونکہ حدیث صحیح متفق علیہ کے الفاظ یہ ہیں:

لو کا ن الایمان معلقاً با لثّر یا لتناوله رجال او رجل من فارس۔پس اسی حدیث

کے ابتداء میں مرزا قادیانی نے حرف واؤ زائد کر دیا ہے اور لتتنا ولہ کو لنا لہ سے بدل دیا ہے اور اس کے فاعل کو بالکل حذف کیا ہے جو محض ناروا ہے۔ پھر قرآن مجید کے لفظ زیتھا کو کلمہ زیتہ سے تحریف کیا ہے تا کہ کتاب مرجع مذکر کی رعایت رہے اور آیت فنا دوا لا ت حین منا ص کو و قا لوا لات حین منا ص بنا کر تین تحریف کر دی ہیں یعنی فا کی جگہ واؤ لکھ دی ہے اور نادوا کو قا لوا سے بدلا ہے اور لا ت کے سر سے واؤ حذف کر دی ہیں۔ پھر اس کو تین جگہ اسی تحریف سے لکھا ہے ایک تو یہ مقام دوسرا صفحہ ۴۹۰ براہین سطر ۱۸ تیسرا ص ۴۹۷ سطر ۱۳ میں اور ان تینوں ہی جگہ میں بموجب اس تحریف کے ترجمہ کیا ہے۔ پھر آیت و لو ان قر آ ناً سیرت بہ الجبا ل کو، و لو انّ القرآن سیّرت بہ الجبا ل بنا کر قرآن پر الف لام بڑھا دیا ہے اور سیّرت کی تا کو حذف کر دیا ہے اور معہذا سورہ قمر کی آیات میں ترتیب بدل دی ہے۔ کیا معنی کہ وہ آیت اخیر سورۃ یعنی ام یقولون نحن جمیع مّنتصر سیھزم الجمع و یولّون الدّ بر ، ابتداء میں لکھ دی اور آیت ابتداء سورہ قمر یعنی و ان یّروا آ یۃ کو ان کے اخیر میں تحریر کر دیا ہے اور اسی ترتیب پر ترجمہ کیا ہے۔ پس یہ ایک سورۃ کی آیات میں تبدیل ترتیب ہے اور شرع میں مقدر ہے کہ ہر سورۃ کی آیات میں ترتیب با مر شارع توقیفی ہے بدلیل احادیث صحیحہ و اجماع امت مرحومہ چنانچہ علامہ سیوطیؒ نے تفسیر اتقان میں اس مسئلہ کے بیان میں ایک مستقل بسط مناسب کر کے ساتھ ذکر کیا ہے اور شیخ محدثؒ دہلوی نے بھی فارسی اور عربی دونوں شرح مشکوۃ میں اس امر کو تفصیل وار لکھا ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ نے بھی تفسیر فتح العزیز کے ابتداء سورہ بقرہ میں اس مسئلہ کی تحقیق کے بعد ترتیب آیات کی مخالفت کو حرام اور بدعت شنیعہ کہا ہے جس نے اصل عبارات دیکھنی ہوں تو ان کتابوں میں دیکھے۔ الغرض یہ الہامات جن میں آیات قرآنی کی تحریف اور نیز آیات کی ترتیب کی تبدیل اور نیز ان کا پارہ پارہ کرنا شائع ہے اللہ تعالی کی طرف سے ہرگز القاء نہیں ہیں اور بالیقین تلبیس ابلیس اور مکائد نفس خبیث ہیں۔

اس جگہ پر اگر کوئی اعتراض کرے کہ یہ تحریف اور تبدیل وغیرہ اگر کسی بندے کی طرف سے ہو تو اس کی حرمت وغیرہ میں کیا شک ہے؟ لیکن جب خدائے کریم کی طرف سے ایسا ہو رہا ہے جیسا کہ مرزا قادیانی کا دعوی ہے تو اس میں اس کا کیا قصور۔ اللہ تعالی جو چاہے سو کرے، تو اس کا جواب یوں ہے، باری تعالی کا فرمان ہے:

و لا مبدّل لکلمات اللّٰہ ، اور تمّت کلمتہ ربّک صدقاً وّ عدلاً لا

مبدّل لکلمته

ارشاد ہے۔ ای لا ا حد یبد ل شیئاً مّنھا بما ھو اصدق و اعدل او لااحد یقدر ان یحر فھا تحریفاً شا ئعاً ذا ئعاً کما فعل با لتوراۃ ، او لا نبی و کتا ب بعد ھا ینسخھا و یبد ل ا حکا مھا ۔

یعنی قرآن مجید کی آیات کو جو راست تر اور اعدل ہیں کوئی نہیں بدل سکتا۔ یا کوئی قادر نہیں کہ آیات قرآنی الٹا پلٹا کردے جیسا کہ توریت میں واقع ہوا ہے ، یعنی تحریف نے تاثیر کردی اور کسی نے اس امت سے تعاقب نہ کیا، یا قرآن سے پیچھے نہ کوئی کتاب ہوگی جو اس کو نسخ کر سکے اور اس کے احکام تبدیل کرے۔ یہ ترجمہ عبارت تفسیر بیضاوی وغیرہ کا ہے۔

و قال تعالی و انہ لکتا ب عز یز کثیر النّفع عد یم النّظر او ملیح یایتأی ابطا لہ و تحریف لا یات البا طل من بین ید ینہ ولا من خلفہ من جھۃ من الجھا ت تنز یل من حکیم حمید یحمدہ کل مخلوق کذا فی انوار التنز یل وغیر ھما ۔

یعنی اور یہ بھی قرآن کا فرمان ہے کہ بے شک قرآن کتاب عزیز ہے یعنی بہت منفعت والی ، بے نظیر یا محکم جس کا ابطال اور تحریف غیر ممکن ہے۔ باطل کی طرف سے اس کو شامل نہیں ہوسکتا اس حکیم نے اتاری ہے جس کی ساری مخلوقات حمد کرتی ہے۔

پس ایسی آیات قرآنی سے معلوم ہوگیا کہ اللہ تعالی کی مشیت اور خواہش نہیں کہ آیات قرآن کی تبدیل ہو بلکہ اس نے قرآن مجید کو راستی اور عدل سے پورا کردیا ہے اور تحریف وتبدیل سے محفوظ رکھا ہے اور اس کی نظم اور ترتیب اعلی درجے فصاحت و بلاغت پر مشتمل ہے۔ پس کوئی کلام، کلام الہی سے نظم اور ترتیب کی رو سے احسن متصور نہیں اور اس کی تبدیل وتحریف بھی غیر ممکن ہے۔ نہ کسی نبی کی طرف سے اور نہ خدا تعالی کی کسی کتاب سے کیونکہ یہ خلاف وعدہ ہے باری تعالی کا اور باری تعالی وعدہ کا خلاف ہرگز نہیں کرتا۔ پس محقق ہوا کہ یہ الہامات قرآن کی تحریف وتبدیل کرنے والے حق سبحانہ کی جانب سے نہیں ہیں۔ بلکہ نفسانیت مرزا قادیانی یا اس کے شیطان قرین کی طرف سے ہیں۔ ایسے الحادفی القرآن سے پناہ بخدا لایزال۔

سورۃ فصلت میں ارشا د ہے انّ الّذین یلحدون یعنی جو لوگ استقامت سے برطرف ہوکر ہماری آیتوں میں طعن اور تحریف اور تاویل وغیرہ سے پیش آئے وہ ہم پر پوشیدہ نہیں

یعنی ان کواس الحاد کا بدلہ دیں گے۔ کیا پس جو شخص آگ میں ڈالا جائے وہ اچھا ہے یا وہ جو قیامت کے دن امن سے آئے۔ جو چاہو کرلو یہ تہدید شدید ہے بے شک خدا تمہارے عملوں کو دیکھ رہا ہے، یعنی ان کو سزا دے گا۔ یہ بیضاوی و مدارک وغیرہما کی عبارت کا ترجمہ ہے۔ اور قرآن مجید کی سورہ انعام میں ارشاد ہے و من ا ظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذ باً او قال اوحی الیّ ولم یوح الیہ شئی ۔ الآ یۃ یعنی اور اس ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ یہ کہے مجھ کو وحی آئی اور اس کو وحی کچھ نہیں آئی۔ اور سورہ ہود میں یوں فرمایا: و من ا ظلم ممّن افتری علی اللّٰہ کذباً۔ جس کا ترجمہ اور مراد یہ ہے کہ، کون بہت ظالم ہے خدا پر جھوٹا افتراء کرنے والے سے ، یعنی جس نے کسی اور کی بات کو اللہ کی اتاری بتا دیا یا اللہ کی اتاری کا انکار کیا وہ لوگ روبرو آئیں گے اپنے رب کے، یعنی قیامت کے دن روبرو کھڑے کئے جائیں گے یا ان کے اعمال پیش کئے جائیں اور کہیں گے گواہی دینے والے یعنی فرشتوں اور نبیوں اور اعضاء سے بھی جنہوں نے جھوٹ بولا اپنے رب پر سن لو پھٹکار رہے اللہ کی بے انصاف لوگوں پر۔ یہ عظیم دہشت دینا ہے ان کے ظلم پر جو خدا پر جھوٹ باندھا۔ یہ ترجمہ ہے بیضاوی وغیرہ تفاسیر کی عبارتوں کا اور شاہ عبدالقادر دہلویؒ اس کے فائدہ میں لکھتے ہیں کہ:

خدا پر جھوٹ بولنا کئی طرح ہے۔ علم میں غلط نقل کرنی یا خواب بنا لینا یا عقل سے حکم کرنا دین کی بات میں یعنی شریعت کے مخالف یا دعوی کرنا کشف رکھتا ہوں یا اللہ کا مقرب ہوں

ملا علی قاریؒ شرح فقہ اکبر میں فرماتے ہیں:

و ھؤلا ء الّذین یفعلون ھذہ الافعال الخارجۃ عن الکتاب و السّنّۃ انواعۃ نوع منھم اھل تلبیس و کذ ب و خداع الّذین یظھر احد ھم طاعۃ الجنّ لہ او یدعی الحال من اھل المحال کالمشائخ التصابین و الفقراء الکذا بین و الطرقیۃ المکارین فھئولاء یستحقون العقو بۃ البلیغۃ التی تر دعھم و امثا لھم ان الکذ ب و التلبیس و قد یکو ن فی ھؤلا ء من یستحق القتل کمن یّد عی النّبوّۃ بمثل ھذہ الخزعبیلات او یطلب تغیر شیء من الشر یعۃ و نحو ذا لک ۔

کہ قرآن اور حدیث کے مخالف کام کرنے والے لوگ بہت قسم کے ہیں۔ ایک قسم ان میں سے فریبی اور جھوٹے اور مکار ہیں جن سے کوئی دعوی جن کے قید کر لینے کا کرتا ہے یا مدعی

حالت کا ہوتا، جیسے جھوٹے مشائخ اورفقراء۔ پس یہ لوگ سخت عذاب کے مستحق ہیں جیسے ایسے لوگ جھوٹ اورفریب سے بعض آئیں اور بعضے ان لوگوں سے مستحق قتل ہیں ۔ جوفریب دکھا کر دعوی نبوت کا کرتا ہے یا شریعت کے بدلانے کے درپئے ہوتا ہے اور مانند اس کے ۔

(اسکے بعد اصل کتاب اورعربی ترجمہ میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ریویو کی تردید شروع کی گئی ہے جب مولانا، بقول مرزا سلسلہ قادیانیہ کی تربیت کررہے تھے۔ پھرجب مرزا صاحب نے مسیحیت وغیرہ دعاوی ظاہر کیئے تو مولانا نے اس ریویو کو غیر متعلق جان کر مرزا کی تردید وتکذیب شروع کردی، اور ۱۸۹۱ء میں فتوی کفر مرتب کر کے ۱۸۹۲ء میں علماء ہند کے دستخطوں سے جاری کردیا۔ اسلئے مولانا غلام دستگیر نے بھی اپنی تردید مولانا بٹالوی کو حالات کی تبدیلی کے باعث غیر متعلق قرار دیدیا۔ جیسا کہ احتساب قادیانیت جلد دہم میں لکھا ہے:

۱۸ صفر ۱۳۱۲ھ کو یہ عربی اردوفتوی شائع فرمایا۔ مصنف کی کمال دیانت واضح ہو کہ ۹ سال تک متواتر مرزا غلام احمد قادیانی کو قبول اسلام کرنے کے لئے آمادہ کرتے رہے۔ اس دوران میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی تائید سے دستکش ہوکر مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف فتوی شائع کردیا تھا تو حضرت نے اپنے رسالہ کے حاشیہ پر یہ نوٹ لگا کر دنیا وآخرت میں سرخروئی حاصل فرمائی:

نوٹ: چونکہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا قادیانی کی تائید چھوڑ دی ہے بلکہ اس کی تکذیب پر کمر باندھا ہے تو اب رسالہ رجم الشیاطین میں جو بٹالوی کی تردید تھی اس سے وہ بری الذمہ ہو گئے ہیں۔ خدا کے کلام آیات قرآنی وغیرہ کو کلام غیر ھا بنانے کی بھی خود انہوں نے تردید کر دی ہے فالحمد للہ و ھو الھادی (منہ عفی عنہ۔ اڈیشن اول۔ ص ۷۰)

بنابریں ہم نے اس کتاب کی تلخیص واختصار کرتے ہوئے اس کا وہ حصہ حذف کردیا ہے جو مولانا بٹالویؒ کے فتوی تکفیر مرزا کے بعد غیر متعلق ہو گیا تھا۔ بہاء)

(منقول از احتساب قادیانیت جلد ۱۰۔ ص ۴۵۰۔ ۵۴۶۔ مختصراً)

فتح رحمانی بہ دفع کید قادیانی

(مولانا غلام دستگیر قصوریؒ)

فقیر غلام دستگیر قصوری ابتداء ۱۳۰۲ھ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو دنیا پرست اور دین فروش جانتا ہے چنانچہ محض ابتغاء لمرضات اللہ اس کی تردید میں حتی الامکان مصروفیت کر کے علماء حرمین محترمین زادھما اللہ تعالی حرمۃً وشرفاً سے اس کی کتاب براہین احمدیہ اور رسالہ اشاعۃ السنہ ذی قعدہ وذی الحجۃ ۱۳۰۱ھ ومحرم ۱۳۰۲ھ جس میں اس کی تاویلیں تھیں بھیج کر استفتاء کیا تھا کہ ایسا شخص جو اپنے الہام کو مرادف وحی انبیاء یعنی قطعی ویقینی جانتا ہے اور انبیاء سے کھلی کھلی برابری بلکہ بعض جگہ اپنے آپ کو انبیاء سے بڑھاتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر مولانا محمد (جو منجانب حضرت سلطان روم بتجویز شیخ الاسلام کے ملقب بخطاب پایہ حرمین شریفین ہیں) فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین برد اغلوطات البراہین کی نقول کو مطابق اصل براہین کر کے لکھ دیا تھا کہ مرزا قادیانی دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پھر حضرات مفتیان حرمین شریفین نے بھی اس کے بارہ میں قادیانی شیطانی اور مسیلمہ کذاب ثانی وغیرھما الفاظ کو استعمال فرما کر رسالہ موصوفہ کی کمال تصدیق فرمائی، جو ۱۳۰۵ھ میں واپس آیا۔ جس کو فقیر نے بعد مدت دراز اس کی توبہ کے انتظار کے ۱۳۱۲ھ کے صفر میں شائع کر کے اپنی سبک دوشی حاصل کر لی تھی پھر اخیر رجب ۱۳۱۴ھ میں مرزا قادیانی نے رسائل اربعہ فقیر کو بھیج کر بشمولیت بہت سے علماء دین متن کے فقیر کو بھی مباہلہ کے واسطے قسمیں دے کر بلایا اور مباہلہ نہ کرنے والے کو ملعون بنایا۔ فقیر نے بنظر صیانت عقاید اہل اسلام مرزا قادیانی کو قبولیت مباہلہ لکھ کر ۱۵ شعبان ۱۳۱۴ھ (مطابق ۱۷ جنوری ۱۸۹۶ء) تاریخ مقرر کر کے معہ اپنے دونوں فرزندوں کے ۲ شعبان کو وارد لاہور ہوا جس پر مرزا قادیانی کی طرف سے حکیم فضل الدین لاہور میں آیا اور ایک مجمع عظیم کر کے مسجد ملا مجید میں فقیر پر معترض ہوا کہ حضرت اقدس مرزا قادیانی نے آپ کی یہ غلطی نکالی ہے کہ مباہلہ قرآنی میں صیغہ جمع ہے آپ تنہا کیوں کر مباہلہ کر سکتے ہیں؟ فقیر نے اسی مجمع میں اپنے رقعہ قبولیت مباہلہ سے اپنے فرزندوں کی شمولیت سے اپنا جمع ہونا ثابت کیا بلکہ اس وقت دونوں کو روبرو دکھلا دیا جس پر مدعی مسیح موعود اور اس کے حواریوں کی غلطی مانی گئی تھی۔ پھر ظہور اثر مباہلہ کے لئے جو مرزا قادیانی نے ایک برس کی میعاد رکھی تھی اس کو فقیر نے بدلیل قرآن وحدیث

اٹھانا چاہااس پر حکیم مذکور اور مرزا قادیانی نے ہٹ کیا۔ جس پر فقیر نے ۱۶ شعبان کو اشتہار شائع کر کے میعاد ۲۵ شعبان تک ایزادکی اور اخیر شعبان تک منتظر رہا بلکہ پانچ روز امرتسر میں جاکر مرزا قادیانی کو بلایا، وہ مباہلہ کے لئے نہ آئے۔ اور اشتہار مورخہ ۲۰ شعبان بجواب اشتہار فقیر اس مضمون کا شائع کیا کہ

تمام احادیث صحیحہ سے ظہور اثر مباہلہ کی میعاد ایک سال ثابت ہے اور میں مدعی نبوت پر لعنت بھیجتا ہوں اور میری تکفیر کرنے والے تقوی اور دیانت کو چھوڑتے اور مجھ کو باوجود کلمہ گو اور اہل قبلہ ہونے کے کافر ٹھہراتے ہیں۔

اس کے جواب میں فقیر نے پندرہ اکابر علمائے اہل سنت لاہور وقصور وامرتسر سے بدلیل قرآن وحدیث تصدیق کرایا کہ مباہلہ شرعی میں کوئی میعاد سال وغیرہ نہیں ہے۔ مرزا قادیانی نے محض بغرض دھوکہ دہی جو اس کا جبلی وطیرہ ہے قید ایک سال لگائی ہے اور فقیر نے رمضان المبارک میں اس کے اشتہار کی تردید میں بہت سی تصانیف مرزا قادیانی سے اس کے کھلے کھلے دعوی نبوت نیز توہین انبیاء کرام جو سبب ہے اس کی تکفیر کا، ثابت کر دیئے ہیں اور انشاء اللہ العزیز وہ تمام مضمون ایک کتاب موسوم ،تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھرام، میں شائع ہوں گے جس سے سب پر ظاہر و باہر ہو جائے گا کہ مرزا قادیانی باوصف ان دعوی نبوت وتوہین انبیاء کے ہرگز ہرگز کلمہ گو اور اہل قبلہ متصور نہیں۔

جب فقیر اخیر شعبان میں قصور آیا تو ابتدائے رمضان المبارک میں سید محمد شاہ قصوری نے ایک سال کی میعاد ظہور اثر مباہلہ کے واسطے قبول کر کے مرزا قادیانی کو بہ ثبت دستخط قریب ایک سو مسلمانوں کے لکھ بھیجا کہ ایک عذاب تین قسم عذاب مباہلہ سرور عالم ﷺ سے مقرر کر دیں کہ ایک سال میں یہ معین عذاب ہوگا تو ہم سب لوگ آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کے واسطے مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر لاہور میں آجائیں گے تاکہ فیصلہ قطعی ہو جائے اور روز مرہ کی اشتہار بازی ختم ہو۔ اس پر بھی مرزا قادیانی نے کچھ جواب نہ دیا اور حکیم فضل دین مرزائی نے سخت زبانی اور دریدہ ذہنی سے سب کو منافق وغیرہ لکھ کر آخیر میں درج کیا کہ بدون شائع کرنے اشتہار کے مسیح موعود کوئی جواب نہ دیں گے۔ جس سے بخوبی ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی اشتہاری ہیں اور مباہلہ سے بالکل فراری۔ اور ہر تحریر میں دام تزویر پھیلاتے ہیں اور خدا تعالی پر افترا کر کے سادہ لوحوں کو پھنساتے ہیں فالی اللہ المشتکی۔

طرفہ تر یہ ہے کہ اسی مرزا نے اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام میں مباہلہ کے عدم جواز کو بڑی شد و مد سے ثابت کیا ہے اور ابن مسعودؓ پر بسبب درخواست مباہلہ کے سخت زبان درازی کی ہے اور ثمرہ مباہلہ کا مسلمانوں کو گھٹانا اور کافروں کا بڑھانا بیان کر کے مباہلہ کی درخواست کرنے والے مولویوں پر بے حیائی اور فتنہ انگیزی کا فتوی دیا ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۵۹۵۔۵۹۷)

(مرزا صاحب لکھتے ہیں: آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم اور فتوی سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں..درندگی اور جوشوں کی وجہ سے لعنتوں پر بڑا زور دیا جاتا ہے اور لعنت بازی کے لئے باہم مسلمانوں کے مباہلہ کے فتوے دیئے جاتے ہیں۔ اور یہ سب ملّا یا یوں کہو کہ ایک دوسرے کو کھانے والے کیڑے اس بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے کہ مسلمانوں کے تمام مذاہب میں عام طور پر اختلافات جزئیہ جاری و ساری ہیں اور کسی بات میں کوئی خطا پر ہے اور کسی بات میں کوئی۔ اب کیا یہ انسانیت ہے یا ہمدردی اور ترحم میں داخل ہے کہ طریق تصفیہ یہ ٹھہرایا جائے کہ تمام مسلمان کیا آئمہ اربعہ کے پیرو اور کیا محدثین کے پیرو اور کیا متصوفین، ان ادنی ادنی اختلافات کی وجہ سے مباہلہ کے میدان میں آ کر ایک دوسرے پر لعنت کرنا شروع کر دیں۔ اب عقلمند سوچ سکتا ہے کہ اگر مباہلہ اور ملاعنہ کے بعد صاعقہ قہرالہی فرقہ مخطیہ پر ضروری الوقوع ہے تو کیا اس کا بجز اس کے کوئی اور نتیجہ ہوگا کہ یک دفعہ خدا تعالی تمام مسلمانوں کو ہلاک کر دے گا اور اپنے اپنے اجتہادی خطا کی وجہ سے سب ہلاک کئے جائیں گے۔ یہ نادان کہتے ہیں کہ ابن مسعودؓ نے جو مباہلہ کی درخواست کی تھی اس سے نکلتا ہے کہ مسلمانوں کا باہم مباہلہ ہے مگر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ابن مسعودؓ نے اپنے اس قول سے رجوع نہیں کیا اور نہ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مباہلہ ہو کر مخطیوں پر عذاب نازل ہوا تھا۔ حق بات یہ ہے کہ ابن مسعودؓ ایک معمولی انسان تھا نبی اور رسول تو نہیں تھا۔ اس نے جوش میں اگر غلطی کھائی تو کیا اس کی بات کو ان ھو الّا وحی یوحی میں داخل کیا جائے۔ صحابہ کے مشاجرات اور اختلافات پر نظر ڈالو جن کی بعض اوقات سیف و سنان تک نوبت پہنچ گئی تھی حضرت معاویہؓ بھی تو صحابی ہی تھے جنہوں نے خطا پر جم کر ہزاروں آدمیوں کے خون کرائے۔ اگر ابن مسعودؓ نے خطا کی تو کون سا غضب آ گیا۔ اور بے شک اس نے اگر جزئی اختلافات میں مباہلہ کی درخواست کی تو سخت خطا کی جب کہ صحابی سے اور باتوں میں خطا ممکن ہے تو کیا پھر مباہلہ کی درخواست میں خطا ممکن نہیں۔ ظاہر ہے کہ صحابہ میں کس قدر اختلافات واقع تھے۔ کوئی جساسہ والے دجال کو دجال معہود سمجھتا تھا اور کوئی قسم کھا کر کہتا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال ہے۔ کوئی جسمانی معراج کا قائل تھا اور کوئی اس کو خواب بناتا تھا اور بعض سورتوں کو جیسے معوذتین قرآن شریف کی جزو سمجھتا تھا اور کوئی اس سے باہر خیال کرتا تھا۔ اب کیا یہ سارے سچ پر تھے۔ اور جب ایک قسم کی کسی سے غلطی ہوئی تو دوسری قسم کی بھی ہو سکتی ہے۔ یہ کیا جہالت ہے کہ صحابی کو بکلّی غلطی اور خطا سے پاک سمجھا جائے اور اس کے مجرد اپنے

ہی قول کو ایسا قبول کیا جائے جیسا نبی ﷺ کا قول قبول کرنا چاہیے۔ مسلمانو! آؤ خدا سے شرماؤ اور یہ نمونہ اپنی مولویت اور تفقہ کا مت دکھلاؤ۔ مسلمان تو آگے ہی تھوڑے ہیں، تم ان تھوڑوں کو اور نہ گھٹاؤ اور کافروں کی تعداد نہ بڑھاؤ۔ اور اگر ہمارے کہنے کا کچھ اثر نہیں تو اپنی تحریرات مطبوعہ کو شرم سے دیکھو اور فتنہ انگیز تقریروں سے باز آؤ۔ منقول از ازالہ اوہام۔ ص ۵۹۵۔ ۵۹۷۔ بہاء)..

اب برخلاف اس کے مباہلہ کے لئے الہامی اشتہار جاری ہو رہے ہیں۔ اب غور کرو کہ وہ پہلا الہام غلط تھا یا یہ دوسرا الہام غلط ہے؟ اور باوصف اس کے مباہلہ کے میدان میں آنا اور راست بازی کا نمونہ دکھانا کہاں اور مرزا قادیانی کہاں؟ سچ ہے بے حیا باش ہر چہ خواہی کن۔

الغرض رمضان المبارک کے اخیر عشرہ کے اخیر بحالت اعتکاف فقیر ایک چار ورقہ اشتہار مطبوعہ نرنکاری پریس لدھیانہ منجانب مرزا حکیم رحمت اللہ و جماعت مرزائیاں لدھیانہ معرفت مرزا فضل بیگ مختار قصور کے فقیر کو پہنچا جس میں بڑے زور شور سے مرزا قادیانی کے بالقاء ربانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کو آفتاب نصف النہار کی طرح ثابت مان کر منکرین کو بے علم مولوی وغیرہ نا شائستہ کلمات سے موصوف کر کے اس کی پیشانی پر، اشتہار صداقت آثار، لکھا ہے اور فی الواقع بتقلید ازالہ اوہام قادیانی کے از سرتا پا محض کذب وافتراء سے کاروائی کی ہے۔ چونکہ اس اشتہار میں اولاً واصالتاً علماء امرتسر ولدھیانہ مخاطب ہیں اور اسکے جواب کی ان سے درخواست کی ہے۔ اسلئے فقیر نے اس کے جواب میں تعویق کی اور کئی دوستوں کو اس کے بعضے بہتانات پر مطلع کر کے اصل واقعہ پر اطلاع دی تھی۔ اب ۱۲ شوال ۱۳۱۴ھ میں فقیر ایک دینی کام کے انجام کو لدھیانہ میں وارد ہوا تو سنا گیا کہ حضرات علماء لدھیانہ کی طرف سے کسی مصلحت کے واسطے اس کا جواب نہیں دیا گیا، اس پر غیرت دینی نے جوش دلایا کہ ان جعل سازوں اور افتراء پردازوں کا بقدر ضرورت ضرور ہی جواب شائع کرنا بلکہ مرزا کے تین سو تیرہ حواری مندرجہ ضمیمہ رسالہ انجام آتھم صفحہ ۴۱ تا ۴۴ کو پہچانا لازم ہے تاکہ ان کی بواقعی تکبیت اور عجز ثابت ہو اور یہ عذر نہ رہے کہ کسی نے اس مسیح کاذب کے دلائل کو نہیں توڑا۔ واللّٰہ ھو الھادی

یہ کیسی ہٹ دھرمی ہے کہ عرباً وعجماً مرزا غلام احمد قادیانی کی بواقعی تردید شائع ہو رہی ہے اور مرزائی یہ کہتے جاتے ہیں کہ کسی نے ان کے دلائل توڑ کر نہیں دکھائے۔ لیجئے اب آپ کے دلائل اشتہار جو تمام دلائل کا خلاصہ ہیں اور جس کے جواب کے مرزائی کمال اصرار سے طلب گار ہیں بطور قال، اقول کے توڑ کر دکھلاتا ہوں اور دانش مندوں کے لئے تبصرہ بناتا ہوں اگر ہادی حقیقی

نے چاہا تو کوئی مرزائی بھی راہ راست پر آ جائے گا۔ و اللّٰہ ھو الموفق

قولہ:..اور آنے والے مسیح اور مہدی کا ایک ہی ہونا جیسا کہ حدیث لا مھدی الّا عیسی سے ثابت ہے (ص ا۔سطر ۸۔۹)

اقول: خود مرزا قادیانی نے بھی لکھا ہے لا مھدی الّا عیسی بن مریم (ازالہ ص ۵۶۸) نیز اسی ازالہ کے صفحہ ۵۸۱ میں لکھا ہے: اس حدیث کے معنی کہ لا مھدی الّا عیسی، یہ ہیں۔ الخ۔

پس مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی اس حدیث کا جواب ہم ان کی ہی مسلّمہ بڑی معتبر کی کتاب مجمع بحار الانوار سے ہی لکھتے ہیں جس کی تعریف و مستند ہونا اس کے اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر اخیر میں تحریر ہے اور وہ جواب یہ ہے کہ صاحب مجمع بحار الانوار لکھتے ہیں:

لا مھدی الا عیسی ابن مریم موضوع (مجمع بحار الانوار۔ ج ۵ ص ۲۴۷۔ الاحادیث المتفرقه)

یعنی مرزائیوں کے معتبر محدث نے ایک اور کمال معتبر محدث کی سند سے لکھا ہے کہ یہ حدیث کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہے، موضوع یعنی بناوٹی ہے۔ اب یہ امر سب پر ظاہر ہے کہ موضوع حدیث کی سند سے کوئی حکم ثابت کرنا حرام اور بالکل ناروا ہے اور موضوع حدیث بنانے والا جہنمی ہوتا ہے علاوہ اس کے سنن ابن ماجہ کے حاشیہ میں ذہبی کی میزان سے اس حدیث کا منکر ہونا اور تہذیب سے غریب ہونا اور امام شافعیؒ استاد محدثین کا رؤیا میں فرمانا کہ یونس نے مجھ پر جھوٹ باندھا ہے میں نے ہرگز اس حدیث لا مھدی الّا عیسی ابن مریم کی روایت نہیں کی ہے یہ تمام مراتب نقل کر کے یہ بھی تصریح کی ہے کہ امام مہدی کے تشریف لانے کی حدیثیں اصح الاسناد ہیں اور اخیر میں زجاجہ حاشیہ ابن ماجہ کا نام لکھا ہے (ابن ماجہ ص ۲۹۲ حاشیہ باب شدۃ الزمان)

پس سخت افسوس ہے مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی ہمت پر کہ ایسی موضوع و منکر وغیرھما حدیث سے استناد کر کے حضرت مہدیؑ کے وجود مسعود سے جس کے تمام اولیاء و علماء ربانیین تو بلکہ جمیع مومنین معتقد ہیں، منکر ہو کر مہدیؑ اور عیسیؑ کو ایک ہی بنا کر مرزا قادیانی کی جعلی مہدویت وعیسویت پر ایمان لے آئے اور جمہور کیا جمیع اہل اسلام خاص و عام سب کے برخلاف ایک نیا عقیدہ گھڑ لیا اور مصداق من شذ شذ فی النار کے ہوگئے و العیاذ باللّٰہ من ذلک

پھر اسی اشتہار کے صفحہ ۲ سطر ۱۰ سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کی سند آیت سورہ مائدہ کے اخیر کی بدیں عبارت نقل کی ہے:

قولہ: کہ جب اللہ تعالی مسیح علیہ السلام سے پوچھے گا کہ کیا تو نے اپنی امت کو شرک کی تعلیم دی تھی تو وہ کہیں گے یا الٰہی جب تک میں ان میں زندہ رہا، تو میں توحید ہی سکھلاتا رہا لیکن فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم، جب تو نے مجھے وفات دی تو تو ہی ان پر نگہبان تھا۔ اس آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت ہو گئے جب ہی تو ان کی امت بگڑی۔ انتہاء بلفظہ

اقول:..اس جگہ آیت قرآنی میں مشتہرین نے سخت بے ایمانی کی ہے کہ اپنی طرف سے لفظ، زندہ رہا، قرآن مجید کے ترجمہ میں بڑھا دیا ہے۔ دیکھو فرقان حمید میں ہے و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (مائدہ: ۱۱۷) یعنی عیسیٰؑ سے حکایت ہے کہ، اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا۔، پس زندہ کا لفظ بڑھانا قرآن محفوظ کی تحریف نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر ما دمت فیھم کے پیچھے جو فقرہ (تو توحید ہی سکھلاتا رہا) جو لکھا ہے تو یہ بھی تحریف قرآنی ہے کیونکہ علمتھم التّوحید فقط یا ما علمتھم الّا التّوحید قرآن میں کہیں بھی نہیں ہے جس کا یہ ترجمہ لکھا ہے

پھر لیکن کا لفظ بڑھانا اور توفّیتنی کے ترجمہ میں، تو نے مجھے وفات دی، لکھنا یہ سب قرآن میں تصرف بے جا نہیں تو اور کیا ہے؟ کیونکہ کسی تفسیر یا ترجمہ قرآن مجید میں توفّیتنی کے معنی موت کے نہیں لکھے بلکہ آسمان کی طرف اٹھانے کے لکھے ہیں اور اگر برخلاف تصریح تفاسیر و تراجم مان بھی لیں کہ اس کے معنی فوت کرنے کے ہیں تب بھی حضرت عیسیٰؑ کے اس وقت فوت ہونے پر ہرگز دلیل نہیں بن سکتی ہے کیونکہ یہ واقعہ سوال و جواب کا بروز قیامت ہوگا۔ چنانچہ خود مشتہرین نے اسی ترجمہ میں، پوچھے گا، اور، وہ کہیں گے، مستقبل کے لفظ لکھے ہیں۔ پس قیامت کے دن سے پہلے تو عیسیٰؑ آسمان سے اتر کر دنیا میں اپنی عمر پوری کر کے وفات پا ہی چکے ہوں گے، قیامت کو ان کا یہ لفظ توفّیتنی کا فرمانا اس وقت کی ان کی موت پر دلیل لانا دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟ اب جائے غور ہے کہ ایسے سخت بے علم قرآن مجید میں تحریف کرنے والے اگر اپنے مخالف دین دار، باوقار فاضلوں کو بے علم مولوی وغیرہ لکھ دیں تو کیا بعید ہے:

رہا یہ جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۰۲ میں لکھا ہے کہ

آیت فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے و اذ قال اللّٰہ یا عیسی أ انت قلت للنّاس .. الخ اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے کو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول

آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔

تو اسکا جواب یہ ہے کہ اولاً یہ مجددیت اور مہدویت اور عیسویت کا ادعا کرنیوالا سخت بے علم ہے جس نے فقرہ آیت یعیسی ابن مریم اانت قلت للناس.الآ یہ میں لفظ ابن مریم کو درمیان سے ساقط ہی کر دیا۔ ثانیاً قال اور اذ کی دلیل سے زمانہ ماضی کا قصہ بنانا قرآن مجید کی سخت مخالفت ہے کیونکہ و اذ قال اللّٰہ یعیسی ابن مریم سے اوپر کا رکوع یوم یجمع اللّٰہ الرّسل . الآ یۃ (جس دن خدا رسولوں کو جمع کرے گا) سے شروع ہوتا ہے اور مابعد اس کے قال اللّٰہ ھذا یوم ینفع الصّادقین صد قھم .. الآیہ (کہے گا خدا یہ دن ہے کہ فائدہ دے گا سچوں کو سچ ان کا) وارد ہے جو صاف اور صریح دلیل ہے اس پر کہ یہ واقعہ قیامت کے دن کا ہے اسی واسطے سوا سدی مفسر کے، جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ قیامت کو ہوگا اور لفظ اذ کا بھی شافی جواب مفسرین نے دیا ہے کہ اذ بمعنی اذا قرآن مجید میں موجود ہے و لو تری اذ فزعوا بمعنی اذا فزعوا (اور اگر تو دیکھے جب ڈریں گے)

اب ظاہر ہے کہ یہ دونوں اذ مستقبل کے واسطے ہیں تفسیر خازن وغیرہ میں دیکھو۔

ثالثاً۔مرزا قادیانی نے اپنے منہ سے دعوی تو کر دیا کہ زمانہ ماضی کا قصہ ہے مگر یہ تو نہ لکھ سکے کہ وہ ماضی کا زمانہ کون سا تھا؟ افسوس پر افسوس ہے کہ اس مدعی مسیحیت کو قرآن کی مخالفت اور معتبر مفسرین کی معاندت سے کچھ بھی خوف وحیا نہیں ہے سچ ہے الحیاء من الایمان ۔

رابعاً پھر اسی ازالہ کے اخیر میں جو تحریر ہے کہ:

> اور حدیثیں بھی اس کی مصدق ہیں کہ موت کے بعد قبل از قیامت بھی بطور باز پرس سوالات ہوا کرتے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۰۲)

تو یہ بھی اس شخص کی دھوکہ دہی ہے ... بندہ خدا! حدیثوں کا لفظ جمع لکھنا اور ایک حدیث بھی سنداً بیان نہ کرنی یہ بھی کچھ لیاقت کی بات ہے؟ آپ کا مطلب تو ایسی ویسی حدیثوں سے نکلتا ہے کہ لا مھدی الّا عیسی بن مریم پھر اس سے بھی لفظ ابن مریم کو ساقط کر دینا اور مسیح ابن مریم کے نزول کی صحیح وصریح تر حدیثوں کی تاویلات بعیدہ اور تسویلات غیر سدیدہ لکھ کر حق تعالی پر افتراء اور جھوٹ باندھ کر برخلاف عقیدہ تمام اولیاء وعلماء وصلحاء کے خود مسیح موعود ومہدی مسعود بن جانا اور بے دین وبے علموں کو دام فریب میں پھنسانا..۔ پناہ بخدائے لایزال ۔قیامت کے عذاب الیم کے علاوہ یہ کس قدر دنیاوی رسوائی ہے کہ عرباً وعجماً تکفیر تک نوبت پہنچ رہی ہے اور یہ شخص دنیا پر

ستی سے باز نہیں آتا۔ نعوذ باللّٰہ من غضبہ و عقابہ

قولہ: حضرت عیسیٰ کی امت کے بگڑے جانے سے صاف ظاہر کر دیا کہ عیسیٰ فوت ہو گئے کیونکہ حضرت عیسیٰ نے اللہ تعالیٰ کو یہی جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے۔

اقول: ... یہ بھی مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ دہی ہے اور محض افتراء پردازی کیونکہ اس آیت سے یہ ہرگز پایا نہیں جاتا نہ صراحتاً نہ کنایۃً کہ حضرت عیسی علی نبینا وعلیہما السلام نے اللہ تعالیٰ کو یہ جواب دیا کہ میری امت میرے مرنے کے بعد بگڑی ہے دیکھو وہ آیات قرآنی یہ ہیں:

واذ قال اللّٰہ یا عیسی ابن مریم أأنت قلت للنّاس اتّخذونی و امّی الٰھین من دون اللّٰہ قال سبحانک ما یکون لی ان اقول ما لیس لی بحقّ ان کنت قلتہ فقد علمتہ تعلم ما فی نفسی ولا اعلم ما فی نفسک انّک انت علام الغیوب ما قلت لھم الّا ما امرتنی بہ ان اعبدوا اللّٰہ ربّی و ربّکم و کنت علیھم شھیداً مّا دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم و انت علی کلّ شیء شھید (مائدہ: ۱۱۶۔۱۱۷) (اور جب کہے گا اللہ تعالیٰ اے عیسی مریم کے بیٹے تو نے کہا لوگوں کو کہ ٹھہراؤ مجھ اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے، کہے عیسی تو پاک ہے مجھ کو نہیں بن آتا کہ کہوں جو مجھ کو نہیں پہنچتا۔ اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے برحق تو ہی ہے جانتا چھپی بات۔ میں نے نہیں کہا اس کو مگر جو تو نے حکم دیا کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا، پھر جب تو نے مجھے بھر لیا تو تو ہی تھا خبر رکھتا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے)

اب غور کرو کہ اس میں تو یہی مذکور ہے کہ حضرت عیسیٰ حق تعالیٰ کو یہ جواب دیں گے کہ میں تو تیری بندگی کے واسطے لوگوں کو کہتا رہا تھا اور جب تک ان میں رہا ان سے خبردار تھا پھر جب آپ نے مجھے آسمان پر اٹھا لیا تو آپ ان سے خبردار تھے۔ یعنی مجھے اس وقت کی کیا خبر ہے۔ اہل عقل سوچیں کہ اس میں یہ کہاں مذکور ہے کہ جب حضرت عیسیٰ مر گئے تو تو ان کی امت بگڑ گئی تھی؟

حضرت عیسیٰ کا زندہ ہونا ان کی امت کے عقیدہ توحید کو ہرگز مستلزم نہیں ہے وہ تو یہ فرماویں گے کہ میں جب تک ان میں رہا ان کو عبادت الٰہی کے واسطے کہتا رہا۔ یعنی صرف آپ کا عبادت الٰہی کے واسطے امت کو امر کرنا ثابت ہے خواہ وہ آپ کی موجودگی میں بھی عبادت الٰہی

کرتے رہے ہوں یا نہ۔

ہر چند اس اشتہار میں وہ آیت نہیں لکھی جس میں مرزا قادیانی کو بڑا زور شور ہے کہ صحیح بخاری میں بروایت ابن عباسؓ متوفّیک کے معنی ممیتک کے لکھے ہیں اور یہ نص ہے موت حضرت عیسیٰؑ پر، مگر فقیر اس کا بھی جواب لکھ دیتا ہے شاید کوئی گمراہ راہ پر آ جاوے۔

سورہ آل عمران میں حضرت عیسیٰؑ کے بن باپ پیدا ہونے کا اور بتعلیم الٰہی توراۃ و انجیل وغیرھما کے عالم ہونے کا اور صاحب معجزات باہرہ و عالم غیب بعض علوم میں ہونے کا، اور بعض احکام توریت کے منسوخ کرنے کا، پھر یہود کے کفر کے ذکر کے بعد حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اذ قال اللّٰہ یعیسی انّی متوفّیک و را فعک الیّ .. الآیہ (آل عمران: ۵۵) (جب کہا اللہ نے اے عیسی میں تجھ کو لینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا ہوں)

اگر چہ بہت سے مفسرین نے متوفّیک کے معنی موت کے نہیں کیے مگر اس میں شک نہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے اس کے معنی یہ کیے ہیں کہ اے عیسیٰؑ میں تجھے مارنے والا ہوں۔ تاہم مرزا قادیانی کی دلیل اس سے ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ حضرت عیسیٰؑ مر گئے ہیں اس لئے کہ انہیں ابن عباسؓ کی روایت یہ بھی ہے کہ ان دونوں لفظوں متوفّیک اور را فعک میں تقدیم و تاخیر ہے یعنی معنی اس آیت مبارک کے یہ ہیں کہ جب کہا اللہ نے اے عیسی میں تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں اور تیری موت کے وقت بعد نزول آسمان کے مارنے والا ہوں۔ دیکھو تفسیر ابن عباسؓ اور مدارک وابوالسعود وغیرھما میں اتقان فی علوم القرآن میں، ایک فصل باندھ کر علماء سلف سے تقدیر تاخیر والی آیات بیان کی ہیں جس میں یہ آیت مبارک بھی مذکور ہے تو اب بمقابلہ اتنے معتبر مفسرین کے مرزا قادیانی کے شذوذ کا کیا اعتبار ہے؟ یہاں مختصر ذکر ہے اور کتاب تصدیق المرام بتلذیب قادیانی ولیکھ رام، میں اس کو بقدر ضرورت بسط سے لکھا ہے۔

قولہ:... اور صحیح بخاری کی کتاب التفسیر کے صفحہ ۶۶۵ میں یہ حدیث ابن عباسؓ سے آئی ہے یعنی قیامت کے دن بعض لوگ میری امت میں سے آگ کی طرف لائے جائیں گے تب میں کہوں گا اے میرے رب یہ تو میرے اصحاب ہیں تب کہا جائے گا کہ تجھے ان کاموں کی خبر نہیں جو تیرے پیچھے ان لوگوں نے کیے ہیں سو اس وقت میں وہی بات کہوں گا جو ایک نیک بندے نے کہی تھی یعنی مسیح ابن مریم نے، جب کہ اس کو پوچھا گیا تھا کہ تو نے یہ تعلیم دی تھی کہ مجھے اور میری ماں کو خدا کر کے ماننا اور وہ بات جو میں ابن

مریم کی طرح کہوں گا یہ ہے کہ میں جب تک ان پر تھا ان پر گواہ تھا لیکن فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم ۔یعنی پھر جب تو نے مجھے وفات دے دی تو اس وقت تو تو ہی ان کا نگہبان تھا۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ رسول ﷺ نے اپنے حق میں اور نیز عیسی کے حق میں کلمہ فلمّا تو فّیتنی کو استعمال فرمایا۔ پس جب کہ رسول اللہ ﷺ وفات یافتہ سمجھے جاتے ہیں تو پھر کیا سبب ہے کہ عیسی کو وفات یافتہ تصور نہ کیا جائے۔

اقول: صحیح بخاری کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

وانّه یجاء برجال امّتی فیؤخذ بھم ذات الشّمال فاقول یا ربّ اصحابی فیقال انّک لا تدری ما احد ثوا بعد ك فا قول کما قال العبد الصّالح و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلمّا توفّیتنی کنت انت الرّقیب علیھم (بخاری ج ۲ ص ۶۶۵ ۔ با ب قو له و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم)

پس قطع نظر اس سے جو اس حدیث میں مرزا اور مرزائیوں نے تصرف بے جا کیا ہے یہ کہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیؑ کو آنحضرت ﷺ وعلی اخوانہ وعترتہ وسلم نے وفات یافتہ تصور فرمایا ہے؟ حاشاوکلا! اس حدیث سے تو صرف اتنا ہی ثابت ہے کہ جیسا کہ مسیح قیامت کو یہ عذر کرینگے کہ جب تک میں ان میں رہا ان سے خبردار تھا ویسا ہی سرورعالم ﷺ مرتدوں کے بارہ میں یہی عذر پیش کریں گے۔ پس اس سے عیسیؑ کا فی الحال وفات یافتہ ثابت کرنا ہٹ دھرمی ہے۔

قولہ:... اور شعرانی کتاب الیواقیت والجواہر کے صفحہ ۱۷۴ میں یہ حدیث لکھتے ہیں لو کان عیسی و موسی حیین ما وسعھما الّا اتّبا عی یعنی حضرت نے فرمایا کہ اگر بالفرض عیسیؑ و موسیؑ دونوں زندہ ہوتے تو نہیں جائز ہوتا ان کو مگر اتباع میرا۔

(عبارت یوں ہے:یکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر .. الخ ۔

فان قیل فما الدّلیل علی نزول عیسی من القرآن فا لجوا ب الدّ لیل علی نزوله قوله تعا لی و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته حین ینز ل یجتمعون علیه و انکرت الفلاسفة و المعتزلة و الیھود و النّصاری عروجه بجسده الی السّماء قال تعالی فی عیسی و انّه لعلم للسّا عة...

مضا ہ انّ نزولہ علامۃ القیامۃ و فی الحد یث فی صفۃ الدّ جال فبینما ھم فی الصّلوۃ اذ بعث اللّٰہ المسیح ابن مریم ... فقد ثبت نزولہ با لکتاب و السنّۃ و زعمت النّصاری ان نا سو تہ صلب و لا ہو تہ رفع و الحقّ انّہ رفع بجسدہ الی السّماء و الایمان بہ واجب قال تعا لی بل رفعہ اللّٰہ الیہ ۔یواقیت والجواہر۔ ج ۲۔ص ۱۴۳ تا ۱۴۶۔

اور یقین کرو کہ حضرت مہدیؑ ضرور ہی آئیں گے لیکن تب جب ساری زمین جور وظلم سے پر ہو جائے گی تو آپ اس کو انصاف وعدل سے بھر دیں گے اور اگر دنیا سے ایک ہی دن باقی رہ جائے گا تو اس کو اللہ تعالی ایسا لمبا کر دے گا کہ مہدیؑ کی حکومت ہو جائیگی اور وہ آنحضرت ﷺ کی ذریت بنی فاطمہ سے ہو گا....اور جان لے کہ حضرت مہدیؑ تشریف لاویں گے تو سب مسلمان خاص وعام خوش ہو جائیں گے اور آپکے ساتھ خدائی بندے ہوں گے جو آپ کی دعوت کو قائم کریں گے اور آپ کی مدد فرمائیں گے وہ آپ کے وزیر ہوں گے جو آپ کی بادشاہت کے کاروبار میں مددگار و خدمت گار ہوں گے ۔تب حضرت عیسیٰؑ آپ پر اتر ینگے سفید منارہ شرقی دمشق سے دوفرشتوں کے اوپر تکیہ کئے ہوئے ایک فرشتہ آپ کے دائیں ہوگا دوسرا بائیں اور لوگ عصر کی نماز پڑھنے کے فکر میں ہوں گے تو حضرت مہدیؑ اپنی جگہ سے ہٹ جائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ ، شرع اسلام کے مطابق فیصلے کرائیں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔

پھر حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے بعد آپکے وقت وفات اور کیفیت وفات کا حال فتوحات مکیہ کے باب ۳۷۶ سے بیان کر کے مرزا جی نے جو صفحہ ۱۱۱ رسالہ انجام آتھم میں آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسیٰؑ کی موت سے خبر دینا لکھا ہے تو یہی حدیث الیواقیت والجواہر کی مراد رکھی ہے، جہاں لکھا ہے: یا عبا د اللّٰہ اسمعواثمّ فکروا ثم اقبلوا ان کنتم طا لبین ۔ قد مات نبیّ اللّٰہ عیسی ۔ و ا خبر نا عن موتہ خیر الخلق و سیّد الوری ۔ ثمّ شھد علی موتہ کثیر مّن اھل العلم و النّھی کما شھد شاھد عند و فات نبیّنا المصطفی ۔ اعنّی خلیفۃ اللّٰہ الصّد یق الاتقی ۔ و کذا لک ذھب الیہ کثیر من ا لا کا بر و ا لآئمّۃ ۔ اے بندگان خدا بشنوید باز فکر کنید باز قبول کنید اگر جو یندگان ہستید ۔ دریں شک نیست کہ نبی اللہ عیسی وفات یافت و مارا از موت او بہترین مخلوقات ﷺ خبر داد۔ باز بر موت او بسیارے از عالماں و عاقلاں گواہی دادند چنانچہ ابو بکرؓ کہ خلیفۃ اللہ وصدیق واتقی بود ۔ و ہم چنیں بسیارے از اکابر واماماں بسوئے موت مسیح رفتہ اند، منقول از انجام آتھم ۔ص ۱۱۱۔ بہاء)

اقول :..فقیر (غلام دستگیر) جب بمقام لاہور شعبان میں مرزا قادیانی کے مباہلہ کے انتظار میں تھا تو شب برات میں مولوی بغدادی کے گھر دو ایک نوجوان مرزائیوں نے یہ حدیث یواقیت والی فقیر کے روبرو پڑھی تھی جس کے جواب میں کہا گیا تھا کہ اس، حدیث میں صرف حضرت موسیٰؑ کا نام ہے حضرت عیسیٰؑ کا نہیں ہے۔، اگر یواقیت میں حضرت عیسیٰؑ کا نام درج ہے تو اس کی تصدیق میں کسی حدیث کی کتاب میں دکھلا دو۔ اس پر وہ بولے کہ ہم مشکوۃ سے دکھا دیں گے۔ تب فقیر نے کہا کہ اگر مشکوۃ کی حدیث میں موسیٰؑ کے ساتھ عیسیٰؑ کا لفظ دکھا دو، تو آپ کو ایک سو روپیہ انعام ملے گا، ورنہ وزیر خان کی مسجد کے چوک میں بٹھلا کر آپ کو ایک سو جوتا لگے گا کہ ایسی موضوع حدیث بیان کرتے ہو۔ تب انہوں نے تین دن میں مشکوۃ سے حدیث کے دکھلانے کا وعدہ کر کے پھر اخیر شعبان تک شکل نہ دکھائی۔

سو اب اس اشتہار میں یہ حدیث درج پائی اور یواقیت قلمی کے ۱۵۲ ورقہ کے دوسرے صفحہ کی سطر ۵ میں یوں نکلی :لو کا ن موسی و عیسی حیین ما وسعهما الا اتباعی جس سے پا گیا گیا کہ سہواً کاتب سے موسیٰؑ کے پیچھے عیسیٰؑ کا لفظ لکھا گیا تھا جس میں مرزائیوں نے تقدیم و تاخیر کی تحریف کر کے اپنی سند بنا لی ہے۔ دلیل اس غلطی کاتب کی یہ ہے کہ ۱۳ سطر اوپر اس سے اسی یواقیت والجواہر قلمی و مطبوعہ میں بنقل باب ۳۳۷ فتوحات مکیہ کے یہی حدیث بلفظ لو کان موسی حیاً ما وسعه الا ان یتبعنی درج ہے

اور مشکوۃ کے (باب الاعتصام بالکتاب والسنہ) (حضرت عمرؓ کے تورات سے نقل کرنے اور کچھ پڑھنے پر آنحضرت ﷺ نے ناراضگی سے ارشاد فرمایا کہ باوجود اس شرع غرّا کے تم کیوں تورات کی طرف جاتے ہو حالانکہ صاحب تورات اگر زندہ ہوتا میری اتباع کرتا) میں دو جگہ یہ حدیث درج ہے۔ جس میں عیسیٰؑ کا لفظ نہیں ہے پہلی جگہ مسند احمد و شعب الایمان بیہقی سے یوں ہے:

و لو کا ن موسی حیّا ما وسعه الّا ان یتبعنی (مسند احمد۔ ج ۳ ص ۳۸۷۔ شعب الایمان بیہقی ج ا ص ۲۰۰ حدیث نمبر ۱۷۷ باب ذکر حدیث جمع القرآن)

دوسری جگہ سنن دارمی سے یوں ہے:

و لو کان موسی حیاً و ادرك نبوّ تی لا تّبعنی اور اگر موسیٰؑ زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو میری اتباع ہی کرتا (سنن دارمی ج ا ص ۱۱۶ باب فی الحدیث عن الثقات)

کیونکہ تورات میں سے نقل کرنے اور پڑھنے کے ذکر میں حضرت عیسیٰؑ کو کیا تعلق تھا؟ یواقیت کے

دوسرے موقعہ پر جو لفظ عیسیٰ کا درج ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے اوپر یہ بیان ہے کہ سارے نبی آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں، حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسیٰؑ تک، تو اب اس کے نیچے اس حدیث میں بھی کاتب نے از خود موسیٰؑ کے لفظ سے پیچھے عیسیٰؑ کا لفظ درج کر دیا جیسے کہ کسی ایسے کاتب نے قرآن کی آیت و خرّ موسی صعقاً کو و خرّ عیسی صعقاً بنا دیا تھا (یعنی قرآن مجید کی آیت وخر موسی کو دیکھ کر کاتب نے خیال کیا کہ خر تو عیسی کا تھا، خر موسی غلط ہے۔ خر عیسی چاہیے اس لئے خر عیسی لکھ دیا تھا)۔ ہر چند یہ یقینی امر تھا کہ غلطی کاتب کی قلمی میں ہوگئی جس سے مطبوعہ میں بھی درج ہوگا کہ پورا عالم تصحیح کرنے والا نہ تھا مگر جب اس حدیث کے اوپر کا مضمون دسویں باب فتوحات مکیہ سے یواقیت میں منقول ہے تو فتوحات کے دسویں باب سے جب دیکھا تو اس میں یوں درج پایا:

فکانت الانبیاء فی العالم نوابه ﷺ من آدم الی آخر الرّسل و هو عیسی علیه السّلام و قد ابان ﷺ عن هذا المقام بامور منها قوله لو کان موسی حیاً ما وسعه الاّ ان یتبعنی و قوله فی نزول عیسی ابن مریم انّه یأمنا ای یحکم بسنّة نبیّنا علیه السّلام و یکسر الصّلیب و یقتل الخنزیر۔ پس تمام نبی جہان میں آنحضرت ﷺ کے نائب ہیں، حضرت آدم سے اخیر انبیاء حضرت عیسی تک۔ اور آپ ﷺ نے بھی اس مقام سے خبر دی ہے چنانچہ حدیث اگر موسی زندہ ہوتا تو میری اتباع ہی کرتا، اور یہ حدیث، عیسی بن مریم جب آسمان سے اتریں گے تو شرع محمدی پر حکم کریں گے صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے (فتوحات مکیہ۔ ج ۱۔ ص ۱۳۵ باب العاشر)

اس سے دو فائدے حاصل ہوئے۔ ایک عین الیقین ہوگیا کہ عیسی کا لفظ کاتب کی غلطی سے ہے، دوسرا یہ کہ مرزا قادیانی کے مستند عارف شعرانی اور شیخ اکبر ابن عربی اس کے معتقد ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ اسی جسد عنصری سے آسمان پر ہیں اور قریب قیامت کے زمین پر اتر کر شرع محمدی پر عمل وحکم کریں گے جیسا کہ اس امر کو عنقریب یواقیت والجواہر و فتوحات مکیہ سے مفصل ذکر کرونگا اور نیز اس جگہ بھی یواقیت میں اسی حدیث کے پیچھے چھٹی سطر میں لکھا ہے:

و مما یشهد لکون الانبیاء نواباً له ﷺ کون عیسی علیه السّلام اذا انزل کان له بالاصالة لما کان یحکم اذا انزل الی الارض۔۔

(الیواقیت والجواہر ج ۲ ص ۲۲ بحث ۳۲) یعنی تمام انبیاء کے آنحضرت ﷺ کے نائب ہونے

پر یہ بھی شہادت ہے کہ جب عیسیٰؑ زمین پر اتریں گےتو آپ کی شریعت پر ہی حکم کرینگے)۔

پس مرزا اور مرزائیوں کی دھوکہ بازی بالکل باطل ہوگئی

عدو شود سبب خیر خدا خواہد　　　خمیر مایہء دکان شیشہ گر سنگ ست

سخت افسوس تو یہ ہے کہ مرزا اور مرزائیوں کو اپنی کم علمی اور دھوکہ دہی پر اس قدر غرور ہے کہ جان چکے ہیں کہ دنیا میں کوئی محقق عالم موجود نہیں کہ ان کی پردہ دری کرے گا؟ حاشا وکلا! ابھی خدا کے بندے موجود ہیں اور یہ فقیر کان اللہ لہ تو اسی کام کے واسطے پیدا ہوا ہے کہ ایسے ناحق پرستوں کی دھوکہ دہی سے اپنے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کر کے سرخ روئی دارین حاصل کرے۔

قولہ:

اور کتاب مجمع بحار الانوار جو ایک معتبر اہلحدیث کی کتاب میں لکھا ہے و قال مالک انّ عیسی مات۔ یعنی امام مالکؒ نے کہا کہ عیسیٰؑ مر گیا ہے۔

اور نیز خود مرزا نے لکھا ہے کہ امام مالک جو جلیل الشان اماموں سے ہے معتقد موت عیسیٰؑ کا ہے اور ایسا ہی بہت سے صالحین اس مذہب پر ہیں (انجام آتھم۔ص ۸۶) (اصل عربی عبارت اور اس کا فارسی ترجمہ بقلم مرزا صاحب یوں ہے: و قد علمتم یا معشر الا عزة انّ مالک الّذی کان احد من الآ ئمّة الاجلّة ، کان یعتقد بموت موسی۔ و کذا لک ابن حزم المشھود علیه با لعلم و التّقوی و کذا لک کثیر مّن الصّالحین۔ فما کنت بد عاً فی ھذا و ما کنت من المتفرّدین۔ وائے معشر عزیزاں شمارا معلوم است کہ مالکؒ باآں ہمہ جلالت شان کہ در آئمہ میداشت بموت عیسیٰؑ قائل بود۔ وہم چنیں ابن حزمؒ باہمہ علم وتقوی کہ براں شہادتہائے علماء ربانی ست میگفت کہ عیسیٰؑ وفات یافتہ است۔ وہم چنیں بسیارے از صالحین برہمیں مذہب گزشتہ اند۔ پس من اول آں شخص نیستم کہ ایں بدعتے برآوردہ باشد و دراں تفردے دارد۔ منقول از انجام آتھم ص ۸۶۔ بہا)

اقول: اس جگہ بھی مرزا اور مرزائی اپنی دھوکہ بازی سے باز نہ آئے مجمع بحار الانوار میں یوں لکھا ہے:

و فیه ینزل حکماً ای حاکماً بھذہ الشریعة لا نبیّاً و الا کثر ان عیسی علیه السّلام لم یمت و قال مالک مات وھو ابن ثلث و ثلثین سنة و لعلّه ارا د رفعه الی السّماء او حقیقة و یجیء اخر الزمان لتواتر خبر النزول۔ (مجمع بحار الانوار۔ج ۱۔ص ۵۳۴ بلفظ حکم)

اب دیکھو کہ اسی مجمع بحار الانوار کے اسی حوالہ کے مقام سے صاف درج ہے کہ اکثر علماء

کا مذہب یہی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے اور مالکؒ قائل ہے کہ آپ ۳۳ برس کی عمر میں فوت ہوئے اور امید ہے کہ مراد اس موت سے آسمان پر اٹھائے جانے کی ہے یا حقیقت موت مراد ہو اور قرب قیامت آپ زندہ ہوں کیونکہ آپ کے نزول کی حدیث متواتر ہے۔

اب ہم مرزا قادیانی اور مرزائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اس عبارت سے آپ کو کیونکر یقین ہوا کہ مالک سے مراد امام مالک بن انس ہیں؟ دیکھو قاموس میں لکھا ہے کہ نوے صحابی مالک کے نام سے موسوم تھے اور ایک جماعت محدثین کی بھی اس نام سے نامزد ہے۔ اور مالک بن انس امام مدینہ ہیں۔ مترجماً

اور تقریب التہذیب میں اکتالیس شخص مالک کے نام والے محدث لکھے ہیں۔

پس مرزا اور مرزائیوں کی یہ سخت دھوکہ دہی ہے کہ امام مالکؒ کو قائل موت حضرت عیسیٰؑ بنا دیا ہے۔ امام مالکؒ بن انس کی جب خود کتاب موجود ہے تو اس سے اس مطلب کو ثابت کرنا لازم ہے البتہ واقعی تحقیق دینداروں کا کام ہے اور دھوکہ باز دین اسلام کو خراب کرنے والے اور مسلمانوں کو مرتد بنانے والے سچی بات پر کیونکر قائل ہو سکتے ہیں؟ خدا تعالیٰ ہی اپنے دین کا اس سخت غربت کی حالت میں حافظ و ناصر ہو اللّٰھم تقبّل منّی انک انت السّمیع العلیم

پھر یہ جس قدر مرزا کا بہتان عظیم ہے کہ بہت سے صالحین حضرت عیسیٰؑ کی موت کے معتقد ہیں کسی اور سند سے اس کی تکذیب کی کیا حاجت ہے، جب خود ان کی کمال معتمد کتاب مجمع بحار الانوار میں ہی درج ہے کہ اکثر علماء کا مذہب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ فوت نہیں ہوئے کما مرّ نقله۔ تو اب اس جگہ یاد رہے کہ آنحضرت ﷺ کا ارشاد اتّبعوا السّواد الاعظم ... (مشکوۃ ص ۳۰ باب الاعتصام بالکتاب و السنه) جس کو مرزا قادیانی بھی حدیث مانتے ہیں (ازالہ اوہام۔ ص ۵۷۹) اور یہ نہیں جانتے کہ فی الحقیقت مرزا اور مرزائی اکثر علماء کی مخالفت سے دوزخ میں اوندھے ہو کر گرے پڑے ہیں۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک۔ اس جگہ مناسب ہے نقل کرنا اس شہادت کا جو بعضے ذی علم مسلمانان قصور و لاہور نے بعد دیکھنے کتاب یواقیت والجواہر اور فتوحات مکیہ اور مجمع بحار الانوار اور قاموس و تقریب التہذیب کے ادا کی ہے۔ اور وہ یہ ہے:

> راقم نے ان کتابوں کو دیکھا جس کا ذکر اشتہار مرزا حکیم رحمت اللہ وغیرہ میں درج ہے اگر یہ کتابیں نہ دیکھی جاتیں تو عبارت اشتہار مذکور نے سخت دھوکہ دیا تھا مگر دروغ کو کہاں تک فروغ ہو۔ ایسے اشتہار کیوں مشتہرین کی ندامت کا وسیلہ نہیں ہوتے۔

العبد حکیم غلام محمد خان ڈپٹی انسپکٹر پنشنر ساکن قصور بقلم خود۔ عبد القادر وکیل بقلم خود۔ حافظ وہاب الدین مدرس عربی قصور۔ فضل الدین مدرس فارسی قصور بقلم خود۔ سید محمد عبد الحق قصوری بقلم خود۔ منشی غلام حسین میونسپل کمشنر قصور۔ حافظ عبد اللہ معروف گورا میونسپل کمشنر قصور۔ بابو گل محمد لاہوری بقلم خود۔ غلام نبی ملازم سول وملٹری گزٹ پریس لاہور بقلم خود۔ نبی بخش مصنف تفسیر حلوائی بقلم خود۔ فضل الٰہی طالب علم دینیات مدرسہ نعمانیہ لاہور۔ خواجہ جھنڈو وائیں بقلم گل محمد۔

اب یہاں پر یہ بھی واجب ہے کہ یواقیت والجواہر اور مجمع بحار الانوار دونوں مقبولہ و معتمدہ کتاب مرزائیوں سے ان کے عقیدہ وفات مسیح اور مرزا کے مسیح موعود ہونے کی واقعی تردید لکھی جاوے کہ یہ بہ نسبت دوسری دینی کتابوں کے ان پر بہت موثر اور ان کی تکبیت کے لئے کافی ہے اور وہ یہ ہے کہ یواقیت والجواہر کے مبحث میں لکھتے ہیں:

المبحث الخامس و الستون فی بیان ان جمیع الشراط السّاعة الّتی اخبر بھا الشارع ﷺ حقّ لا بد ان تقع قبل قیام السّاعة و ذلک کخروج المھدی ثمّ الدّجال ثمّ نزول عیسی .. الخ ۔(الیواقیت والجواہر۔ ج ۲ ص ۱۴۲ بحث ۶۵) کہ قیامت کی تمام شرطیں جن کی سرور عالم ﷺ نے خبریں دی ہیں وہ قیامت کے پہلے ضرور ہی واقع ہوں گی جیسا کہ حضرت مہدی کا تشریف لانا پھر دجال کا آنا پھر حضرت عیسی کا نزول فرما..الخ۔

پھر اسی یواقیت میں فتوحات مکیہ کے باب ۳۶۶ سے یہ نقل کیا ہے:

قال الشّیخ فی باب السّادس و السّتّین و ثلاث مأة من الفتوحات و اعلم انّه لا بدّ من خروج المھدی لکن لا یخرج حتّی تملیء الارض ظلماً فیملأھا قسطاً و عدلاً و لو لم یکن من الدّنیا الّا یوم واحد لطول اللّه ذالک الیوم حتی یلی ذلک الخلیفة ومو من عترة رسول اللّه ﷺ من ولد فاطمة ... ثمّ قال و اعلم انّ المھدی اذا خرج یفرح یجمع بجمیع المسلمین خاصتھم و عامتھم و له رجال الھیون یقیمون دعوته و ینصرونه و ھم الوزراء له یتحملون اثقال المملکة و یعینونه علی ما قلده تعالی له ینزل عیسی بن مریم بالمنارة البیضاء شرقی دمشق متکئاً علی ملکین ملکاً من یمینه و ملکاً عن یساره و

النّاس فی صلوۃ العصر فیستحی ؟ لہ الامام عن مقا مہ فیتقدم فیصلّی بالنّاس یؤم الناس بسنت محمّد ﷺ

(حضرت عیسی کے نزول کی دلیل آیت قرآنی (اس آیت کے فائدے میں موضح القرآن میں لکھا ہے حضرت عیسی ابھی زندہ ہیں جب یہود میں دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں آکر اس کو ماریں گے اور یہود و نصاری ان پر ایمان لاویں گے کہ یہ نہ مرے تھے۔ و ان من اھل الکتا ب الّا لیؤمننّ بہ یعنی عیسی علیہ السّلام و انّہ عبد اللّٰہ و رسو لہ و روحہ و کلمتہ ھذا قو ل ابن عباس و اکثر المفسّرین ۔تفسیر خازن ج ا۔ زیر آیت وان من اہل الکتاب) و ان من اھل الکتا ب الّا لیو مننّ بہ قبل مو تہ (اور کوئی اہل کتاب سے نہیں مگر عیسیٰؑ کے مرنے سے پہلے ان پر ایمان لاویں گے) لکھ کر کہا ہے کہ فلاسفہ اور معتزلہ اور یہود و نصاری حضرت عیسیٰؑ کے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھنے کے منکر ہیں حالانکہ حق تعالی نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں فرمایا ہے کہ وہ یعنی عیسیٰؑ قیامت کی علامت ہے یعنی ان کا اترنا آسمان سے قیامت کی نشانی ہے اور حدیث صفت دجال میں واقع ہے کہ جب حضرت مہدیؑ اور آپ کے رفقاء نماز کی فکر میں ہوں گے تو ناگہاں حق تعالی حضرت مسیح ابن مریم کو بھیج دے گا جو سفید منارہ شرقی دمشق کے پاس سے آسمان سے اتریں گے۔ پس تحقیق مسیح کا آسمان سے اترنا قرآن و حدیث کی دلیل سے ثابت ہے اور نصاری کہتے ہیں کہ آپ کا جسم پھانسی دیا گیا تھا اور روح آسمان پر چڑھ گیا تھا اور حق یہ ہے کہ مسیح اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر چڑھ گئے ہیں اور اس پر ایمان لانا واجب ہے حق تعالی فرماتا ہے رفعہ اللّٰہ الیہ (و ما قتلوہ یقیناً بل رفعہ اللّٰہ الیہ و المعنی و ما قتلوا المسیح یقیناً کما ادّ عا انّھم قتلوہ و قیل ان قولہ یقیناًیرجع الی ما بعدہ تقدیرہ و ما قتلوہ بل رفعہ اللّٰہ الیہ یقیناًو المعنی انّھم لم یقتلوا عیسی و لم یصلبوہ و لکنّ اللّٰہ عزو جل رفعہ الیہ و طھّرہ من الّذین کفروا و خلصہ من اراد بسوء و قد تقدم کیف کا ن رفعہ فی سورۃ آ ل عمرا ن ۔تفسیر خازن ۔ج ا۔ص ۴۴۸)

یعنی عیسیٰؑ کو نہ کسی نے مارا ہے نہ سولی پر چڑھایا ہے بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھایا ہے۔

یہ ترجمہ ہے عبارت یواقیت والجواہر کا فتوحات مکیہ کی نقل سے اور اصل عبارت جیسا کہ اوپر مرقوم ہے اور اس امر کو بھی یواقیت والجواہر وفتوحات مکیہ میں بخوبی ثابت کیا ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر تسبیحات وتہلیلات کی غذا سے زندہ ہیں جیسے کہ فرشتے اور آپ کو روح اللہ ہونے کی وجہ سے فرشتوں سے کمال مشابہت تھی (یواقیت والجواہر قلمی کے ورق ۲۴۱ سے ۲۴۴ تک میں دیکھو) اور واضح رہے کہ امام شعرانی وشیخ اکبر، مرزا قادیانی کے کمال معتقد فیہما ہیں جن سے ازالہ اوہام وغیرہ میں سند لی ہے اور ان پر (ازالہ اوہام، ص ۱۴۹ سے ۱۵۲ میں) مرزا کا یہ اعتقاد ہے کہ:

یہ آنحضرت ﷺ سے حدیثوں کی صحت دریافت کر لیتے ہیں۔

پس جب ان دونوں حضرات مستند مرزا نے صاف فرما دیا کہ مسیح کا اسی جسد عنصری کے ساتھ آسمان پر جانا اور قریب قیامت کے زمین پر آنا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور اس پر ایمان واجب ہے اور منکر اس کے یہود ونصاریٰ وفلاسفہ ومعتزلہ ہیں تو اب مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو یہود ونصاریٰ وغیرھما سے نکل کر مسلمانوں میں داخل ہونا منظور ہے تو توبہ نصوح کے اشتہار شائع کریں اور حضرت مہدی ومسیح کے ایک ہونے اور حضرت مسیح کی موت کے اعتقاد سے سچی توبہ کر کے اشتہار دیں ورنہ بموجب شہادت اپنے کمال معتقد فیہ امام شعرانی وشیخ اکبر کے خسر الدنیا والآخرۃ ہو چکے ہیں:

من آنچہ شرط بلاغست با تو می گویم تو خواہ پندازاں در پذیر وخواہ ملال

اب سنئے مجمع بحار الانوار کی شہادت جو دوسری مرزا اور مرزائیوں کی نہایت مستند کتاب ہے اس میں لفظ ہدی کے معنی میں لکھتے ہیں کہ حضرت مہدی اسی سے نام رکھے گئے ہیں جن کی آنحضرت ﷺ نے بشارت دی ہے کہ آخر زمانہ میں تشریف لاویں گے اور یہ وہ مہدی ہیں جو حضرت عیسیٰ سے مل کر قسطنطنیہ کو فتح کریں گے اور عرب وعجم کے بادشاہ ہوں گے اور دجال وغیرہ کو قتل کریں گے جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے)

پھر اسی مجمع بحار الانوار کے خاتمہ میں فرماتے ہیں کہ:

حضرت مہدیؑ اور حضرت عیسیٰؑ باہم نماز پڑھیں گے اور دجال کو قتل کریں گے اور قسطنطنیہ کو فتح کر کے عرب وعجم کے بادشاہ بن جائیں گے اور زمین کو انصاف سے بھر دیں گے مدینہ منورہ میں پیدا ہوں گے اور بیت اللہ کے طواف میں رکن اور مقام ابراہیم کے درمیان باکراہ آپ سے بیعت ہو گی اور ہند کے بادشاہ آپ کی طرف ملتجی ہوں گے وغیرہ۔ اور سخت بے حیا اور نہایت کم عقل اور دین کے بالکل جاہل ہیں وہ لوگ جنہوں

نے دین کولہو ولعب بنا لیا ہے جیسے اطفال خورد سال مٹی سے کوئی بادشاہ کوئی امیر کوئی ہاتھی کوئی گھوڑا کوئی لشکر بنا لیتے ہیں ایسا ہی ان دیوانوں نے ایک غریب مسافر کو اس کے جھوٹے دعوی پر مہدی موعود مان لیا جس پر کوئی دلیل بھی نہیں اور بالکل نادان ہے دینی علوم سے اس کو بوتک نہیں پہنچی چہ جائے کہ فنون ادب سے واقف ہو اپنی رائے سے آیات قرآنی کے معنی کر کے دوزخ میں جگہ بنا رہا ہے اور اپنے عقائد پر جن کا فساد اطفال مکتب پر ظاہر ہے آیات قرآنی کو مأول کر کے دلیل لا رہا ہے جب دلائل شرعیہ احادیث نبویہ سے جس میں مہدی کی شرطیں ہیں اس پر قائم کی جاتی ہیں تو کہتا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہیں اور اس کا ادعا یہ ہے کہ جو احادیث میرے اوصاف سے موافق وہ صحیح ہیں جو اس کے مخالف ہیں وہ غیر صحیح ہیں ایمان کی تالی میرے ہاتھ میں ہے جس نے میری تصدیق کی وہ مومن ہے اور میرا منکر کافر ہے اور مخبر صادق ﷺ پر اپنی فضیلت ثابت کر کے اس کو حق تعالی کی طرف منسوب کرتا ہے اور علماء کے قتل کو حلال جانتا ہے اور جزیہ کا لینا وغیرہ اس کی خرافات سے ہے کسی کا نام ابوبکر، کسی کا کچھ، اور بعضے مہاجرین وانصار و عائشہ و فاطمہ وغیرہ ذلک رکھا ہے اور بعضے ان کے نادانوں نے ایک شخص سندھی کو عیسی بنا دیا پس یہ بالکل شیطانی کھیل ہے اور ہمیشہ کے عذاب دوزخ کا لزوم ہے بہت مدت تک اس حالت میں رہے اور کئی علماء دین کو قتل کیا حتی کہ حق تعالی نے ان پر غیبی لشکر بھیج دیا جس نے اکثر کو جلا وطن اور بہتوں کو قتل اور بعضوں کو تائب کرایا اور امید ہے کہ اس گنہگار حقیر کی کوشش اور فقیر کی دعا کی قبولیت سے یہ ہوا ہو)

و به سمّی المهدی الّذی بشر ﷺ بمجیئه فی آخر الزّمان من یرید به المهدی الّذی یجتمع مع عیسی علیه السلام و یفتح القسطنطنیه و یملک العرب و العجم و یقتل الدّجّال و غیر ذالک ممّا ورد به الاخیار (مجمع بحار الانوار۔ ج ۵ ص ۱۵۷)۔

و منه مهدی آخر الزّمان ای الّذی فی زمن عیسی علیه السلام و یصلّی معه و یقتلان الدّجال و یفتح القسطنطنیه و یملک العرب و العجم و یملأ الارض عدلاً وقسطاً و یولد بالمدینة و یکون بیعته بین الرّکن و المقام کرهاً علیه و یقاتل السفیانی و یلجأ الیه ملوك الهند مغلغلین الی غیر ذالک و اقل حیاء و اسخف عقلاً و اجهل دیناً و دیانتاً قوم اتخذوا دینهم لهواً و لعباً کلعب الصبیان بالخزف و الحصی فیجعل بعضها اسیراً بعضها سلطاناً و منها

فیلاً و افرا ساً و جنو داً فھکذا ھئو لاء المجنو نون جعلوا وا حداً من غر باء المسا فر ین مھد یاً بدعواه الکا ذبة بلا سند و شبھة جا ھلاً متجھلاً بلا خفاء لم یشم نفحة من علوم الدّین و الحقیقة فضلاً من فنون الادب یفسّر لھم معانی الکلام الرّبانی و یتوّ به مقا عد فی النار و یسفھم بالاحتجا ج بآ یات المثا نی بحسب ما یا ولھا لھم فیما شر ع لھم عن عقا ئد ظھر فساد ھا عند الصّبیان و اذا اقیم الحجج النبویة الدا لة علی شروط المھدوی یقول غیر صحیح و یعلل بان کل حد یث یوا فق او صا فه فھو صحیح و ما یخا لفه فغیر صحیح و یقول ان مفتاح الایمان بیدی فکل من یصدقنی بالمھدویة فھو مومن ومن ینکرھا فکافر و یفضل ولایته علی نبوة سید الانبیاء و ینسبه الی اللّٰه عز و جل و یستحل قتل العلماء و اخذ الجزیة و غیر ذ لک من خرافا تھم و یسمّو ن وا حداً ابا بکر الصدیق و ا خر باخر و بعضم المھا جر ین والانصار وعا ئشه و فا طمه و غیر ذ لک و بعض انبیاء ھم جعلوا شخصاً من السند عیسی فھل ھو الا لعب الشیطان لولا ان لزمھم من الخلود فی العذاب السرمد و النیرا ن و کا نوا علی ذ لک مدداً کثیراً و قتلوا فی ذلک من العلماء عدیداً الی ان سلط اللّٰه علیھم جنو داً لم یرو ھا فا جلی ......)

(حا شیه: ا کثره و قتل کثیراً و تا ب ا خری تو بة و فیراً و لعل بسعی ھذا المذ نب الحقیر و استجا بة الدعوة الفقیر و اللّٰه المو فق لکل خیر فا لحمد لله الذی بنعمته تتم الصا لحا ت ۔

مجمع بحار ا لا نوا ر ۔ج ۵ ص ۲۵ ۷ تکمله)

یہ تر جمہ ہے عبارت مجمع بحارا لا نوار کا اور اصل عبا رت بھی منقو ل ہے جس سے مرزا قا دیا نی اور مرزا ئیوں کا قدم بقدم ہو نا پہلے کا ذب مہدی وجعلی مسیح سے ثا بت ہو کر ان کے دعوی مہدویت ومسیحیت کو بواقعی تر دید و بطالت متحقق ہو گئی

اللّٰھم یا ذا الجلا ل و ا لا کرا م یا ما لک الملک جیسا کہ تو نے ایک عالم

ربانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار (مجمع بحار الانوار کے جھوٹے مہدی اور جعلی عیسی اور مرزا قادیانی کے ادعا میں بہت سے وجوہ سے کمال مطابقت ہے۔صرف اتنا ہے کہ اس سے پیشتر مہدی اور عیسی دو علیحدہ شخص تھے مرزا قادیانی نے سب کے برخلاف ان دونوں کو ایک بنا کر خود مہدی و عیسی بن گئے پہلوں نے علماء دین کے قتل کرائے تھے مرزا کو یہ طاقت نہیں اس نے علماء کو مغلظ گالیاں دیں اور یہود سیرت بے ایمان وغیرہا اپنی کتابوں میں لکھنا شروع کر دیا ہے اور اس پر جائے افسوس نہیں جب یہ شخص مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام جیسے انبیاء اولوالعزم کو فاحش گالیاں دینے سے نہیں شرماتا تو علماء دین اس کے آگے کیا حقیقت رکھتے ہیں) کی دعا اور سعی سے اس مسیح کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غرق کیا تھا ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان اللہ لہ سے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الّذین ظلموا و الحمد للّٰہ ربّ العالمین انّک علی کلّ شیءٍ قدیر و بالاجابۃ جدیر۔آمین

ہر چند اب دوسرے ہفوات ان مشتہرین کے رد کی کچھ حاجت نہیں رہی۔ابن قیم وغیرہ تو مسلّم الثبوت نہیں، شاہ ولی اللہ پر نرا بہتان، اگر انکی کسی تصنیف کا حوالہ ہوتا تو ہم اس کی حقیقت ظاہر کر کے مرزائیوں کی کج فہمی و دھوکہ دہی ثابت کر دکھاتے مگر تفسیر حسینی کی سند کا جواب سن لو۔

قولہ:...اور تفسیر حسینی میں آیت فلما توفیتنی کی تفسیر میں لکھا ہے پس اس وقت کہ لیا تو نے مجھ کو یا مارا تو نے مجھ کو پس اس مضمون سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب تفسیر حسینی بھی حیات پر مصر نہیں بلکہ وفات کا قائل ہے۔

اقول ..صاحب تفسیر حسینی جو قائل وفات حضرت مسیح کہنا محض افتراء پردازی اور دھوکہ دینا ہے دیکھو تفسیر حسینی میں آیت و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ بہ قبل موتہ کے ذیل میں لکھا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے اور دجال کو قتل کریں گے تو سب اہل کتاب حضرت عیسیٰ پر ایمان لائیں گے اور یقین کریں گے کہ وہ پیغمبر تھے۔

اور آیت و انّہ لعلم للسّاعۃ کے معنی میں لکھا ہے:

بدرستیکہ عیسی است مر ساعت را یعنی بدو بدانند کہ نزدیک است قیامت چہ یکے کہ از علامات قیامت نزول عیسی ست علیہ السلام کہ بعد از تسلط دجال از آسمان بر اہل زمین

فرود آید نزدیک منارہ بیضاء درطرف شرقی دمشق۔

اب غور کرو کہ کیسا صاف صاف اسی تفسیر حسینی سے حضرت عیسی کا زندہ ہونا اور قریب قیامت آسمان سے اترنا ثابت ہے جو عقیدہ اہل اسلام ہے اور فلمّا توفّیتنی جو قیامت کو کہا جاوے گا اس کے معنی موت کے لفظ سے حضرت عیسیٰؑ کی فی الحال موت پر دلیل لانی سراسر کذب اور دھوکہ بازی ہے ہم اوپر تفسیر خازن وغیرہ سے نقل کر چکے ہیں کہ سوائے محمد بن مروان سدی صغیر کے جمیع مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ واقعہ سوال وجواب جس میں فلمّا توفّیتنی مذکور قیامت کو ہوگا اور مجمع بحار الانوار مرزائیوں کی نہایت معتبر کتاب میں دیکھ لو کہ امام سیوطیؒ کی سند سے سدی صغیر کے سلسلہ کو سلسلہ کذب لکھا ہے:

قال السّیوطی و اوھی طرق تفسیر ابن عباس طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فاذا انضم الیه محمد بن مروان السدی الصغیر فھی سلسلة الکذب۔

(مجمع البحار۔ ج ۵ ص ۲۳۱ تعیین بعض الوضاع کبتھم)

اب رہا جواب اس کا جو اس اشتہار میں درج ہے کہ جب کسی مولوی سے بمقابلہ مرزا قادیانی کے وفات مسیح کے بارہ میں کچھ نہ بن پڑا تو مرزا پر فتوی کفر کا تیار کیا..الخ۔

سو یہ بھی نرا جھوٹ ہے کیونکہ مرزا کے پاس تو کوئی بھی دلیل شرعی نہیں ہے نہ مسئلہ وفات مسیح۔ نہ اس کے مورد الہام ہونے کے بارہ میں جس کو اس امر پر یقین کرنا منظور ہو فقیر کے رسالہ رجم الشیاطین برڈ اغلوطات البراہین کا بغور مطالعہ کرے اور خود اسی تحریر میں دیکھ لو کہ اسی کی مقبولہ اور مستند کتابوں سے اس کی بواقعی تردید کر دی ہے کہ یواقیت والجواہر وفتوحات مکیہ ومجمع بحار الانوار سے ہی مرزا اور مرزائیوں کی بخوبی تکذیب ہوگئی ہے کسی دوسری دینی کتاب سے نقل کرنے کی حاجت ہی نہیں رہی۔ ورنہ تمام کتب عقاید اسلامیہ وکلامیہ اس کی تردید میں موجود ہیں اور واقعہ تکفیر مرزا قادیانی کو ہم عنقریب مدلل بیان کرتے ہیں اس جگہ اتنا اور سن لو کہ جو اس اشتہار میں بسند مکتوبات حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ امام ربانی مرزا کی تائید کی ہے اور نیز خود مرزا قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام میں ان کے مکتوبات سے اپنی تائید چاہی ہے، سو یہ بھی محض دھوکہ دیا ہے اولاً تو یہ مکتوبات کیا کسی بھی دینی کتاب وغیرہ میں درج نہیں ہے کہ علماء دین حضرت مہدی یا حضرت مسیح کی تکفیر کریں گے۔ ثانیاً حضرت مجدد مکتوبات کی جلد ثانی میں افادہ فرماتے ہیں:

علامات قیامت کہ مخبر صادق ﷺ ازاں خبر دادہ است حق است احتمال تخلف ندارد کہ طلوع آفتاب از جانب مغرب وظہور مہدی ونزول حضرت روح اللہ وخروج دجال ..الخ۔

پھر یہ بھی فرماتے ہیں کہ:

اہل ہند سے مہدی کا ہونا جھوٹ ہے اور احادیث صحیحہ جو بحد شہرت بلکہ بحد تواتر پہنچی ہیں ان سے علامت مہدی کی اہل بیت نبوت سے ہونا اور ان کے باپ کا نام موافق آنحضرت ﷺ کے ہونا ثابت ہے۔ اور حضرت عیسیٰ ان کے زمانہ میں اتریں گے اور نیز ان کے ظہور کے زمانہ میں چودہ رمضان کو سورج گرہن ہونا اور ابتداء میں چاند گرہن ہونا برخلاف عادت زمانہ اور برخلاف حساب منجمین کے وارد ہے۔

(مکتوبات امام ربانی۔ دفتر دوم ص ۱۸۹ تا ۱۹۱ مکتوب نمبر ۶۷)

اب دیکھو کہ بسند مکتوبات حضرت امام ربانی کے مرزا قادیانی کے ادعاء مہدویت ومسیحیت کا سارا دفتر گاؤ خورد ہو گیا ہے اور یہ دعوی بھی جو سال گذشتہ رمضان شریف میں خسوف و کسوف معمولی کو اپنے ظہور کی دلیل بنا کر نامے کے نامے سیاہ کر دیئے تھے وہ سب کے سب باطل ہو گئے۔ و الحمد للّٰہ علی ذلک۔

پھر یہ جو اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ مکفرین مرزا غلام احمد قادیانی کے باہم ایک دوسرے کی تکفیر کر رہے ہیں تو ان کا کیا اعتبار ہے۔ سو اولاً تو اس کا جواب یہ ہے کہ مقلدین وغیر مقلدین کا غالبًا اختلاف جزئیات میں ہے جو موجب تکفیر ہرگز نہیں ہو سکتا۔ ثانیاً علماء عجم سے پہلے مفتیان حرم محترمین نے مرزا قادیانی کی تکفیر کی ہے جس کا مختصر ذکر ہم ابتداء میں کر چکے ہیں اور رسالہ رجم الشیاطین کے دیکھنے سے وہ تمام احوال مفصلاً معلوم ہو سکتے ہیں۔ رہا یہ جو اخیر صفحہ اس اشتہار مفقود التاریخ میں لکھا ہے کہ امام اعظم کے مذہب میں ننانوے وجہ کفر کی ہو اور ایک وجہ اسلام کی تو کافر لکھنا منع ہے۔ سو یہ بھی ان مرزائیوں کی دھوکہ بازی ہی ہے بندہ خدا! مرزا قادیانی کی تکفیر اہل حق کے نزدیک دو سبب سے ہے۔ ایک یہ کہ وہ مدعی نبوت و رسالت ہے۔ دوم، انبیاء علیہم السلام کی اس نے سخت توہین کی ہے۔ دعوی نبوت کی ایک مثال تو اسی اشتہار کے صفحہ ۵ کے اخیر اور صفحہ ۶ کی ابتداء میں سورہ یسین مبارک کی آیت یحسرةً علی العباد ما یاتیھم من رسول الّا کانوا بہ یستھزؤن (کیا افسوس ہے بندوں پر کوئی رسول نہیں آیا ان کے پاس جس سے ٹھٹھا

نہیں کرتے)، لکھی ہے۔ اب اس میں کیا شک ہے کہ مرزا ئیوں نے مرزا کو رسول بنا دیا اور علماء ربانیین کو جو مرزا کے مخالف ہیں رسول سے ٹھٹھا کرنے والے جان لیا ہے۔ اب آگے مرزا قادیانی کے دعوی رسالت ونبوت کا نمونہ ان کی کتابوں سے سنیئے :

دعوی کیا ہے کہ : آیت ھو الّذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحقّ لیظھره علی الدّ ین کلّه مرزا قادیانی کے حق میں پیش گوئی ہے (ملاحظہ ہو براہین ص ۲۲۴ ، ۴۹۸ ، ازالہ ص ۱۹۲، ۶۷۵، ۶۸۷ ، انجام آتھم ص ۲۷) مرزا کے زمانہ سے پہلے اس پیش گوئی کا ظہور ممکن نہ تھا اور سیفی فتح وہ کچھ چیز نہیں چند روزہ اقبال کے دور ہونے سے وہ فتح بھی معدوم ہو جاتی ہے، سو وہ فتح اب مرزا کے زمانہ میں حاصل ہوئی ہے اور یہ پیش گوئی قرآن میں مرزا کے زمانہ کے لئے لکھی گئی ہے اور اس سے پہلے ظہور کا وقت ہرگز نہ تھا۔

یہ حاصل مراد ہے ان مقامات محولہ کا، جس کا جی چاہے غور سے تمام مقامات کو دل لگا کر دیکھے کہ دعوی نبوت کے علاوہ آنحضرت ﷺ کے حق میں اس آیت مبارک کے نازل ہونے سے صریح انکار ہے جو یقیناً برحق رسول اور اس آیت کا مورد آپ ﷺ ہی ہیں۔

پھر جمیع لوازم نبوت کو مرزا قادیانی نے اپنی محدثیت میں اپنے لئے ثابت کرلیا ہے زبانی دعوت نبوت جزئی کیا ہے مگر نبوت تامہ سے کوئی دقیقہ فروگذار نہیں چھوڑا۔ (توضیح مرام۔ ص ۱۸)۔

پھر مرزا قادیانی نے لکھا ہے :

اللہ تعالی نے مجھ (مرزا) کو لفظ رسول و نبی و مرسل سے بار بار مخاطب کیا ہے اور میں (مرزا) ان کے ظاہر کرنے پر مامور ہوں (انجام آتھم۔ ص ۲۷)

اور اخیر میں جو یہ تاویل کی ہے کہ یہ الفاظ اپنے حقیقی معنی پر مستعمل نہیں ہیں تو یہ محض دھوکہ دہی عوام اہل اسلام اور ان کی زبان بندی ہے، اس لئے کہ شرع اسلام میں ہرگز روا نہیں کہ کوئی رسول یا نبی ہونے کا خواہ مجازی معنی سے دعوی کرے اور اللہ تعالی کسی کو بھی رسول یا نبی یا مرسل کے لفظ سے بعد سرور عالم ﷺ کے مخاطب فرماوے کہ یہ مناقض ہے حکم و لکن رسول اللّه و خاتم النّبیّین و لا نبوّه و لا نبیّ بعدی کے جس سے ہر قسم اور ہر نوع نبوت و رسالت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔...

اب ۱۷ فروری ۱۸۹۷ء کا مرزا قادیانی کا ایک اشتہار ہے کہ :

ہم کو مکان فراخ کرنے کا دوبارہ الہام ہوا ہے دو ہزار روپیہ جماعت مخلصین جلد بہم پہنچا

ئیں اور پہلے سے سابق قدم ہو جائیں۔ (مجموعہ اشتہارات۔ج ۲۔ص ۳۲۷)

فاعتبروا یا اولی الابصار اور جب فقیر شعبان میں وارد لاہور تھا تو ایک خط میں مولوی محمد احسن امروہی مرزائی نے فقیر کو لکھا تھا:

آپ کے چند خیالات مندرجہ خطوط و نیز اشتہار مباہلہ بحضور حضرت امام مہدی یعنی مسیح موعود مصداق امامکم منکم علیہ الصلوۃ والسلام جو عاجز کے روبرو پڑھے گئے..الخ۔

اور یہ بھی مشہور ہے کہ اس نئے مولوی نے ایک رسالہ میں بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ پس اب کون سی بات رہ گئی دعوت نبوت و رسالت سے؟ اور تاویل معنی مجازی کی محض عوام اہل اسلام کے بلوے کے خوف سے ہے۔

اب سنو نمونہ توہینات انبیاء علیھم الصلوۃ والسلام کا، مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ:

جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکلیں۔

(چونکہ مرزا کی پیش گوئیاں سب جھوٹ اور دام تزویر ہے جس کے راست ہونے کی قطعی ناامیدی ہے اسلئے مرزا نے یہ چالاکی دکھائی کہ پہلے انبیاء کی پیش گوئیاں بہت غلط نکلی ہیں سو معاذ اللہ یہ محض کذب ہے۔ بھلا خدا کا رسول کیا اور اسکی پیشگوئیاں غلط کیا، جابجا انبیاء کے صدق و راستی پر قرآن وحدیث گواہ ہیں)

حضرت موسیٰؑ کی بعض پیش گوئیاں بھی اسی صورت پر ظہور پذیر نہیں ہوئیں جس صورت پر حضرت موسیٰؑ نے اپنے دل میں امید باندھ لی تھی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۷۔۸)

غایۃ ما فی الباب یہ ہے کہ مسیح کی پیش گوئیاں زیادہ غلط نکلیں۔ اسی کتاب میں ہے:

مسیح کا معجزہ حضرت سلیمان کے معجزہ کی طرف صرف عقلی تھا جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے ہے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے ...حضرت مسیح اپنے باپ یوسف کے ساتھ بائیس برس کی مدت تک نجاری کا کام کرتے رہے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۰۳ حاشیہ)۔

پھر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

ایک بادشاہ کے وقت چارسو نبی نے اس کی فتح کے بارے میں پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے اور بادشاہ کو شکست آئی (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۱)۔

یہ قصہ تورات سے نقل کیا ہے جس کا محرف ہونا قرآن وحدیث سے ثابت ہے اور صحیح حدیث میں وارد ہے لا تصدقوا اھل الکتاب و لا تکذبوھم۔ حضرت عمرؓ سچے محدث کو

تورات سے نقل کرنے پر زجر ہوئی تھی جس پر لو کان موسی حیاً ارشاد ہوا تھا اب اس جھوٹے محدث کوتورات سے نقل کرنا کیونکر جائز ہو گیا۔ پھر مرزا قادیانی لکھتا ہے:

اور مریم کا بیٹا کشلیا کے بیٹے سے کچھ زیادت نہیں رکھتا (انجام آتھم۔ص ۴۱)

پھر مزید یہ کہ حضرت یسوع کو نادان شریر مکار روح والا، گالیاں بدزبانی کرنے والا کرنے والا، موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کے پیچھے چلنے والا لکھ کر بتایا کہ اس کے ہاتھ میں سوائے مکر اور فریب کے اور کچھ نہ تھا آپ کی تین دادیاں نانیاں زناکار اور کسبی عورتیں تھیں۔ آپ جدی مناسبت سے کنجریوں سے میلان اور صحبت رکھتے تھے۔ (دیکھو ضمیمہ انجام آتھم ص ۳ تا ۹)

براہین احمدیہ میں مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ میں حضرت مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہوں جیسے کہ ایک درخت کے دو پھل یا ایک جوہر کے دو ٹکڑے۔ (براہین ص ۴۹۹۔ حاشیہ)۔

پس واضح رہے کہ حضرت مسیح کا نام نامی یسوع بھی ہے وہ تو باتفاق اہل اسلام تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک اور مکارم اخلاق کے پتلے تھے مثل تمام انبیاء کے مگر جب مرزا قادیانی ان کو ان صفات ذمیمہ سے موصوف جانتا ہے تو مرزا قادیانی خود بھی نادان، شریر، مکار روح والا، گالیاں بدزبانی کرنے والا۔ موٹی عقل والا، جھوٹا، چور، شیطان کا تابع، اس کے ہاتھ میں سواء مکر اور فریب کے کچھ نہیں جس کی تین دادیاں نانیاں زناکار تھیں۔ خود جدی مناسبت سے کنجری باز ثابت ہو گیا کیونکہ وہ اسی جوہر کا ٹکڑا اور اسی درخت کا دوسرا پھل ہے۔ یہ اس کو کسی نے نہیں کہا بلکہ وہ اپنے الہام سے ایسا ثابت ہو چکا ہے۔

یہ سب کچھ لکھ کر اخیر میں مرزا نے مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے کہ:

یسوع کا حال قرآن میں کچھ درج نہیں ہے کہ یہ کون ہے۔

سو یہ محض جھوٹ ہے کیونکہ یسوع عیسی کا مقلوب حضرت عیسیٰؑ بن مریم کا نام مشہور ہے کوئی ادنی دانش مند بھی اس سے انکار نہیں کرسکتا ہے۔

پھر ازالہ اوہام میں ہے کہ:

آنحضرت ﷺ کا معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا (ازالہ اوہام۔ص ۴۷ حاشیہ)

اور اب یہ ظاہر ہے کہ کلمات توہین انبیاء میں کسی طرح سے بھی کفر سے مخلصی نہیں ہوتی۔ دیکھو شفا اور اس کی شرح ملا علی قاری میں اور تمام مبسوطات عقاید اسلامیہ میں یہ مسئلہ درج ہے۔ پس مرزا قادیانی اور اس کے حواری اپنے گریبان میں منہ ڈال کر سوچیں کہ یہ کس قدر سخت درجہ کے

کافر ہیں۔ چونکہ یہ مبحث کتاب ،تصدیق المرام بتکذیب قادیانی ولیکھ رام، میں مفصل بیان کیا گیا ہےاس لئے یہاں اسی قدر مختصر پر کفایت کی جاتی ہے۔ یہ بھی واضح رہے کہ مرزا قادیانی جو اپنی پیش گوئیوں کے راست ہونے میں اشتہارات کے ذریعہ سے عوام اہل اسلام کو دھوکہ دے رہے ہیں تو اولاً معلوم ہو کہ پیش گوئیوں کا معاملہ مسلمان ہونے کے بعد پرکھا جاتا ہے۔ مرزا قادیانی اول مسلمان بن لیں پھر پیش گوئی وغیرہ کا نام لیں۔ ثانیاً مرزا قادیانی ہمیشہ کاذب ہوتے رہے۔ اگر سارا ذکر کروں تو ایک دفتر مرتب ہو جائے گا، بہت لوگوں نے اس کی بابت بہت کچھ لکھا ہے فقیر اس میں اپنا قیمتی وقت رائیگاں نہیں کرتا مگر نمونہ ظاہر کئے بغیر نہیں رہتا۔ بڑی پیش گوئی لیکھ رام کی موت ہے جس پر مرزا اور مرزائیوں کو سخت ناز ہے اس کی بابت مرزا نے لکھا تھا:

۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء مطابق ۱۴ رمضان ۱۳۱۰ھ میں ایک فرشتہ غلاظ شداد لیکھ رام کی سزا دہی کے لئے مامور کیا گیا ہے (برکات الدعا۔ص ۳۳ حاشیہ۔ملخصاً)

اب غور کرو کہ چار سال سے زائد مدت تک فرشتہ کو لیکھ رام نہ ملا، چار سال سے زائد مدت کو وہ مقتول ہوا ھل ھذا الّا ھذیان۔

پھر جلسہ تحقیق مذاہب میں پسندیدگی مضمون مرزا قادیانی کا الہام، جس اضغاث احلام کو وہ خود اور عبدالقادر لدھیانوی اپنے خط میں مشتہر کرتا ہے،سو اس مضمون سے کون سے آریہ یا عیسائی وغیرہ ایمان لے آئے؟ جس سے پسندیدگی مضمون معلوم ہوئی۔ معہذا

گاہ باشد کہ کودناداں بغلط برہدف زند تیرے

مشہور ہے۔ ...شہر لودیانہ میں ۱۶ شوال ۱۳۱۴ھ میں حسن اختتام پایا۔

(منقول از احتساب قادیانیت۔ ج ۱۰۔ص ۵۴۸۔۵۷۴ مختصراً)

افادۃ الافہام

(مولانا انواراللہ حیدرآبادیؒ کے افادۃ الافہام حصہ اول کی تلخیص واختصار مختلف عنوانات کے تحت تحریک ختم نبوت حصہ ۱۳ میں نذر قارئین کی جاچکی ہے۔ یہاں اس کتاب کے حصہ دوم کی تلخیص نقل کی جاتی ہے۔مولانا انواراللہ مرحوم نے لکھا):

حفاظت حدیث

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس لحاظ سے کہ خود معجزے نہیں دکھلا سکتے عقلی معجزے اختراع کیے، جس کی وجہ سے ان کو حقیقی معجزات کی توہین کی ضرورت ہوئی اور ان معجزات کو ایک قسم کا سحر اور انبیاء کو ساحر قرار دیا، اور خدا تعالی نے جو اپنے کلام میں ان کی تعریفیں کیں اور فضائل بیان کئے اس کی کچھ پرواہ نہ کی۔ اسی طرح احادیث بھی چونکہ مرزا قادیانی کے دعووں کو ثابت نہیں ہونے دیتی تھیں اس لئے مثل اور فرق باطلہ کے انہوں نے احادیث کو بھی ساقط الاعتبار بنانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۰ میں ایک طولانی تقریر کے بعد لکھتے ہیں: کیوں جائز نہیں ہے کہ انہوں (یعنی راویوں) نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کی تبلیغ میں خطا کی ہو۔

ہم یہاں تھوڑا سا حال احادیث کے اہتمام کا بیان کرتے ہیں جس سے خود معلوم ہو جائے گا کہ علماء نے کس قدر جانفشانیاں کر کے سرمایہ حدیث ہمارے لئے فراہم اور محفوظ رکھا ہے اور وہ کس قدر قابل اعتبار ہے....

امام نوویؒ نے (تقریب متن تدریب ج ۲ ص ۲۲۰) میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ تبلیغ احکام سے فارغ ہوکر عالم جاودانی کو جب تشریف لے گئے اس وقت ایک لاکھ چودہ ہزار صحابہ موجود تھے۔ اہل اسلام پر صحابہ کی حالت پوشیدہ نہیں کہ اشاعت دین میں کیسے ساعی تھے اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ اس راہ میں جان دینا ان کے نزدیک پوری کامیابی اور سعادت ابدی تھی جو ان کے کارناموں سے اظہر من الشّمس ہے۔ ان کے ذہنوں میں یہ بات جمی ہوئی تھی کہ ہمارا دین وہی ہے

جو آنحضرت ﷺ نے ارشادات فرمائے ہیں اوراس حیثیت سے کہ یہ دین ناسخ ادیان ہے سوائے قرآن وحدیث کے ان کو نہ کسی کتاب سے تعلق تھا نہ کسی علم سے ۔ یہ بات ظاہر ہے کہ مقتضائے طبیعت انسانی ہے کہ جس قوم میں کوئی بزرگ جلیل القدر ہو اس کی ادنی ادنی بات اس قوم میں شہرت پاتی ہے، اسی وجہ سے سلاطین وامرائے نامدار کی ہر بات تمام ملک میں مشہور ہو جاتی ہے۔ جب عموماً یہ حال ہو تو سردار کونین ﷺ کے اقوال وافعال وحرکات وسکنات کو ان عشاق جاں باز نے اسلامی دنیا میں کیا کچھ شہرت نہ دی ہوگی۔ پھر جب حاضرین کو حکم و لیبلغ الشاھد الغائب (بخاری ۔ باب لیبلغ العلم الشاھد الغائب) ہوا کرتا تھا یعنی جو کچھ دیکھو اور سنو غائبوں کو پہنچا دیا کرو، اس حکم صریح نے تو ان حضرات پر اشاعت کو فرض ہی کر دیا ۔ پھر اس زمانے میں سوائے قرآن وحدیث کے کوئی علم ہی نہ تھا اور علم کے فضائل میں جو احادیث بکثرت وارد ہیں پوشیدہ نہیں ،جن سے ثابت ہے کہ وہ تمام عبادات بلکہ جہاد سے بھی افضل ہے، تو قیاس کیا جائے کہ وہ حضرات جو تحصیل کمالات اخروی پر جان دیتے تھے تعلیم وتعلم قرآن وحدیث پر کس قدر حریص اور اس میں ساعی ہوں گے؟ الغرض متعدد قرائن قویہ سے ثابت ہے کہ اس زمانے میں احادیث نبویہ مثل قرآن متداول تھیں اور تقریباً پوری قوم ان کی حفاظت میں مصروف اور سرگرم تھی اور جہاں جہاں اسلام اپنی روز افزوں ترقیوں سے قدم بڑھاتا اور پہنچتا گیا اس کے ساتھ ساتھ علم بھی پہلو بہ پہلو ترقی کرتا رہا، اور نزدیک اور دور والے اصحاب اس سحاب جاں بخش سے یکساں سیراب ہوئے تھے۔ تقریباً ایک صدی تک ان اکابر دین کے سینے اس گنجینہ بے بہا کے صندوق بنے رہے ۔ جب تابعین کا زمانہ صحابہ کے انوار وفیوض سے خالی ہو گیا تو یہ رائے قرار پائی کہ ان علوم نبویہ کی حفاظت کا طریقہ اب یہی ہے کہ قید کتابت میں لائے جائیں، چنانچہ اس وقت سے کتابیں تصنیف ہونے لگیں ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ غیر اقوام کے لوگ اسلام میں بہت کچھ داخل ہو چکے تھے اور مذاہب باطلہ کی بنیادیں پڑ چکی تھیں اور جس طرح خود غرض بے دینوں کی عادت ہے بہت سے شریر النفس اس تاک میں لگے ہوئے تھے کہ کوئی داؤ چل جائے تو اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کر کے مقتداء بن بیٹھیں ۔ چنانچہ بہت سے حمقاء ان کے دام میں پھنس بھی گئے جس کا حال تواریخ سے ظاہر ہے، اس لئے علماء نے یہ التزام واہتمام کیا کہ جب تک پورے طور سے راویوں کی دیانت وتقوی ثابت نہ ہو ان سے روایت نہ کی لائے اور اگر لاعلمی سے کوئی روایت بھی لی جائے تو جب بھی کوئی بے دین ثابت ہو جائے اس کی کل روایتیں ساقط الاعتبار کر دی جائیں اور تحقیق کی یہ کیفیت کہ جب کوئی دو

ہم مشرب ملتے تو جرح وتعدیل میں ہی بحث رہتی ،اور اپنے اپنے تجربوں سے جو کچھ ثابت ہوتا ایک دوسرے کوخبر دے دیتے۔جس سے ایک بڑافن رجال کامدون ہوا جس میں ہرراوی کی جرح و تعدیل سے متعلق چشم دید واقعات مذکور ہیں۔غرض کہ اس تحقیق وتنقیح سے گوبعض صحیح روایتیں جواس قسم کے لوگوں سے مروی تھیں متروک ہوگئیں لیکن بہت بڑا فائدہ یہ ہوا کہ بنائی ہوئی روایتوں کی قلعی کھل گئی اور ساقط الاعتبار کر دی گئیں اور یہی طریقہ علماء میں جاری رہا۔

اگرچہ ایسے لوگوں کی روایتیں متروک کر دی جاتی تھیں مگر بعض روایات جو راوی کے غیر متدین ہونے پر دلیل تھیں وہ زبان زد تھیں مثلاً تدریب الراوی جلد ا صفحہ ۲۸۴ میں امام سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ محمد ابن سعید شامی یہ روایت کی عن حمید عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انا خاتم النّبیین لا نبیّ بعدی الّا ان یّشاء اللّٰہ ۔ چونکہ اس شخص کو دعوی نبوت کرنا منظور تھا اس لئے اس نے اس حدیث میں الّا ان یّشاء اللّٰہ بڑھا دیا اور اس کے بعد نبوت کا دعوی کیا ۔مگر اس زمانے میں ایسی زیادتیاں اور داؤ پیچ کب چل سکتے تھے آخر وہ سولی پر چڑھایا گیا اور اس کی روایتیں موضوعات میں شامل کی گئیں۔

اسی طرح وہ روایات جو قبل تحقیق کتابوں میں درج ہو چکی تھیں وہ باقی رہ گئیں تھیں ایسی احادیث کے لئے محدثین نے خاص خاص کتابیں لکھیں اور سب موضوعات کو ان میں داخل کر دیا۔ چنانچہ یہ بھی ایک جداگانہ فن مدون ہوگیا۔

فن اصول حدیث کے دیکھنے سے یہ بات مبرھن اور منکشف ہو جاتی ہے کہ اکابر محدثین نے کیسی کیسی جانفشانیاں اور موشگافیاں کر کے آخری زمانے والوں کے لئے ان کے دین کا سرمایہ محفوظ رکھا۔ چنانچہ شرح اشباہ والنظائر صفحہ ۳۸۷ میں جو منقول ہے اس کا ماحصل یہ ہے کہ آدمی کامل محدث نہیں ہوسکتا جب تک امور ذیل پر پورے طور پر واقف اور ماہر نہ ہو:

آنحضرت ﷺ کے اخبار اور جو احکام آپ ﷺ نے مقرر فرمائے ہیں ،اور نیز صحابہ کے اخبار اور تابعین اور جمیع علماء کے احوال اور تواریخ اور ہر ایک کا نام اور کنیت اور وطن اور زمانہ اور احادیث کے اقسام کہ کون سی حدیث مسند ہے اور کون سی مرسل اور مقطوع اور موقوف وغیرہ ہے۔ اسکے سوا رسم الخط اور صرف ونحو اور لغت کا بھی ماہر ہو اور عمر بھر خالصاً لوجہ اللہ اسی کام میں لگا رہے۔

فن رجال کے واقفین پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جتنے اکابر محدثین تھے وہ سب ان صفات کے ساتھ متصف تھے اور یہ باتیں سب کو ازبر تھیں، اگرچہ بظاہر یہ امر کسی قدر مستبعد معلوم ہوتا ہے

مگر غور کرنے سے یہ استبعاد رفع ہو سکتا ہے ۔آخر قوت حافظہ کے مدارج ہیں، بعض حافظے ایسے بھی ہو سکتے ہیں کہ جو چیز انہوں نے دیکھی یا سنی وہ پتھر پر نقش ہو گئی جیسے عکسی تصاویر میں ہوتا ہے اور اس کے نظائر من وجہ اس زمانے میں بھی موجود ہیں مثلاً بعض وکلاء کو کل قانونی کتابیں ایسی از بر ہوتی ہیں کہ جو مضمون پوچھیے اس کی دفعہ وغیرہ بتلا کر صدہا نظائر اور فیصلوں کے پورے پورے مضامین پیش کر دیتے ہیں۔ اصل سبب اس کا یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو اس دین کی حفاظت منظور ہے جو ارشاد باری تعالیٰ و انا له لحافظون سے ظاہر ہے اس لئے ایسے افراد منتخب روزگار پیدا کر کے ان سے یہ کام لیا۔ ان حضرات نے وہ وہ موشگافیاں کیں کہ فن حدیث ایک سو فنون پر مشتمل ہو گیا جس کی تصریح امام سیوطیؒ نے تدریب الراوی میں کی ہے اور ان حضرات نے بفضلہ تعالیٰ ان میں اعلیٰ درجے کی ترقی کر کے ان سب کو کمال پر پہنچا دیا۔ اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ کیا ان حضرات کے روبرو کسی کے داؤ پیچ اسلام میں چل سکتے تھے کیا ممکن ہے کہ کسی کی بنائی ہوئی حدیث کو ان کی غامض نظروں سے چھپ کر صحت کے پیرائے میں آ سکتی تھی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو ہمارے یہاں کی ضعیف حدیث دوسری ملتوں کی قوی اور صحیح روایتوں سے بدرجہا قوی ہو گی....

مرزا قادیانی جو کہتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو گی، سو یہ ظاہراً درست ہے کیونکہ امکان کا دائرہ ایسا وسیع ہے کہ جس چیز کا نہ کبھی وجود ہوا، نہ ہو گا، وہ بھی اس میں داخل ہے۔ مگر یہ بھی تو ممکن ہے کہ ان حضرات نے نہ عمداً خطا کی ہو نہ سہواً۔ پھر اس کی کیا وجہ کہ خطا کا امکان پیش کر کے وہ اکابر دین نشانہ ملامت بنائے جائیں۔

قرائن مذکورہ بالا پر نظر ڈالنے کے بعد یہ امر پوشیدہ نہیں رہ سکتا کہ ہزار ہا اکابر دین اور متدین علماء نے جب فن حدیث کا اس قدر اہتمام کیا ہے تو صرف ایک خفیف سا احتمال اس قابل نہیں کہ اس کے مقابل پیش ہو سکے۔

یہاں یہ امر قابل غور ہے کہ اکابر محدثین جنہوں نے نہ سلاطین و امراء کی صحبت اختیار کی جس سے احتمال ہو کہ ان کی خاطر سے کوئی حدیث بنائی ہو، نہ اشاعت علوم پر ماہوار یا کسی قسم کا چندہ مقرر کیا جس سے خیال ہو کہ کثرت احادیث کی ضرورت سے کچھ حدیثیں بنائی ہوں، ان حضرات نے تو اشاعت علوم میں جان دینے سے بھی دریغ نہیں کیا..ایسے حضرات کی روایات میں تو احتمالات پیدا کئے جائیں اور مرزا قادیانی عیسویت اور وحی کی وجہ سے لاکھوں روپیہ حاصل کریں اور ان کی خبروں میں احتمال بھی قائم نہ کیا جائے، عجیب بات ہے، اگر عقل سے کام لیا جائے تو معاملہ بالعکس

ثابت ہو جائے گا۔

فن اصول حدیث وفقہ میں یہ بحث نہایت مبسوط ہے کہ احادیث صحیحہ قابل تصدیق اور واجب العمل ہیں انہیں احادیث پر اکثر مسائل فقہ کا دار و مدار ہے۔ اگر وہ بے اعتبار قرار دیئے جائیں تو تمام مذاہب حقہ درہم برہم ہو جائیں اور بے دینوں کو آیات قرآنیہ میں تصرف کا موقع ہاتھ آجائے گا۔ چنانچہ ملاحدہ نے یہی کام کیا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جو چیز تواتر سے ثابت ہو اس کا علم یقینی اور ضروری ہوتا ہے اور احادیث غیر متواترہ کا علم ظنی ہے مگر شریعت نے اس ظن غالب کو اعتبار کر لیا ہے۔ دیکھ لیجئے دو گواہوں کی خبر سے جملہ حقوق ثابت ہوتے ہیں یہاں تک کہ دو گواہوں کی گواہی سے مسلمان کا قتل قصاص میں مباح ہو جاتا ہے۔ اب دیکھئے کہ دو شخصوں کی خبر کسی طرح متواتر نہیں ہوسکتی بلکہ اس سے صرف ظن غالب ہو جاتا ہے باوجود اس کے شریعت نے اس کا اعتبار کر لیا ہے۔ اسی طرح ثبوت نسب صرف باپ کے اقرار پر ہو جاتا ہے، اگر اس کیلئے تواتر شرط ہو تو ممکن نہیں کہ کوئی شخص اپنے آباء واجداد کی میراث اور جائداد کا مالک بنے۔ پھر باپ جو لڑکے کے نسب کا اقرار کرتا ہے اس کا مدار صرف ظن غالب پر ہے جو اپنی زوجہ کے بیان اور قرائن خارجیہ مثل عفت وغیرہ کے لحاظ سے اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اگر اس ظن غالب کا اعتبار نہ کر کے کسی شخص کے نسب میں ناشائستہ احتمال پیش کئے جائیں تو کیا ان احتمالوں کو وہ قابل تسلیم سمجھے گا، یا کسی اور طریقے سے پیش آئیگا جو دشنام کے جواب میں اختیار کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں قبلہ مشتبہ ہو جائے تو ظن غالب پر عمل لازم ہو جاتا ہے گو وہ خلاف واقع ہو اور اسی طرف نماز بھی صحیح ہو جاتی ہے، اگرچہ سمت قبلہ کے خلاف پڑھی ہو۔

غرض ہر چیز جو ظن غالب سے ثابت ہوتی ہے شرعاً عقلاً قابل تصدیق سمجھی جاتی ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی جو احتمال ضعیف پیش کر کے احادیث کو بے اعتبار بنانا چاہتے ہیں اہل اسلام اس کو ہرگز جائز نہیں رکھ سکتے کیونکہ یہ بات گویا فطرتی ہے کہ ہر قوم اپنے مقتداء اور پیشوا کی باتیں جو انکے اسلاف نے ان تک پہنچائی ہیں ان کو قابل قبول اور ان کے مخالفین کتنے ہی احتمال پیدا کریں ان کو لغو سمجھتی ہے۔ اسی وجہ سے مرزا کی کوئی بات نہ نصاری میں فروغ پائی نہ آریہ وغیرہ میں باوجود یہ کہ براہین احمدیہ میں انہوں نے اقسام کے احتمال ان کے مذاہب میں پیدا کر دیئے۔ پھر مسلمانوں پر یہ آفت کیوں آگئی کہ جس نے جیسا کہہ دیا اسی کی چل گئی، اور ایسے شخص کے مقابلے میں کل اسلاف جن میں فقہاء محدثین اور اولیاء اللہ شامل ہیں سب جھوٹے سمجھے جائیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۴ میں لکھتے ہیں:

اکثر احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ آیت کفار کی شان میں ہے۔ ان کی عادت تھی کہ جب قیامت وغیرہ امور حقہ کا ذکر سنتے تو اس کے خلاف میں اٹکل کی باتیں بناتے تھے چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے: و اذا قیل انّ وعد اللّٰہ حقّ و السّاعۃ لا ریب فیھا قلتم ما ندری ما السّاعۃ ان نّظنّ الّا ظنّا و ما نحن بمستیقنین (جاثیہ: ۳۲) یعنی جب قیامت کا ذکر سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمیں اس کا ظن ہے یقین نہیں ہے۔ اور ارشاد ہے ان یّتّبعون الاالظّنّ و ان ھم الّا یخرصون (انعام: ۱۱۶) یعنی وہ صرف گمان پر چلتے ہیں اور وہ صرف اٹکل کی باتیں بناتے ہیں۔ اسی طرح اس آیت شریفہ میں بھی ارشاد ہے و ما یتّبع اکثرھم الّا ظنّا۔ انّ الظّنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً (یونس: ۳۶) یعنی اکثر کفار صرف گمان پر چلتے ہیں اور گمان حق کے مقابلے میں کام نہیں آتا۔

الحاصل جس گمان کی توہین ہورہی ہے وہ وہی گمان ہے جو آیات و احادیث کے خلاف میں عقل دوڑانے سے پیدا ہوتا ہے جس کے مرتکب مرزا قادیانی ہورہے ہیں۔ دیکھ لیجئے جہاں کوئی حدیث وہ اپنے مقصود کے مخالف پاتے ہیں اٹکل کی باتیں بنانے لگتے ہیں کہ ممکن ہے کہ راوی نے عمداً یا خطاءً جھوٹ کہہ دیا ہوگا اور ممکن ہے کہ اس کے یہ معنی ہوں، وغیرہ۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ آیت شریفہ ہمارے لئے مفید ہے یا ان کے لئے۔ اگر راویوں میں احتمالات پیدا کر کے احادیث بے اعتبار قرار دیئے جائیں تو دین کی کوئی بات ثابت نہ ہو سکے گی۔ دیکھ لیجئے نماز سے زیادہ کوئی حکم ضروری نہیں ہے۔ پھر نہ پانچ وقت کی نماز قرآن سے صراحتاً ثابت ہوتی ہے، نہ اس کے ادا کرنے کا طریقہ۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ بعض لوگ خصوصاً مرزا خواہ مخواہ احادیث کو مخالف قرآن قرار دے کر ان کو بے اعتبار کرنا چاہتے ہیں یہ ان کی کم فہمی ہے، اس لئے کہ اکابر علماء نے جب کسی حدیث کو صحیح مان لیا ہے اگر وہ فی الواقع مخالف قرآن ہے تو یہ کہنا پڑے گا کہ ان کو قرآن کا علم نہ تھا۔ پھر ایسے لوگ جو قرآن ہی کو نہ جانیں وہ اکابر دین اور مقتداء کیونکر ہو سکتے تھے۔ بات یہ کہ جو حدیث بظاہر مخالف قرآن معلوم ہو، وہ ہمارے فہم کا قصور ہے، درحقیقت مخالفت ممکن نہیں۔ اسی وجہ سے مجتہدین کی دین میں ضرورت ہوئی، جن کا کام یہ تھا کہ قرآن و حدیث کو تطبیق دے کر قول فیصل اور دونوں کا ماحصل بیان کر دیں۔ اس کی تصدیق اس سے بخوبی ہو سکتی ہے

کہ آدمی جوفن پڑھتا ہے ہر سبق میں اقسام کے تعارض وتخالف اس کے ذہن میں آتے ہیں، مگر استاد کامل ان سب کا جواب دے کر تسکین کر دیتا ہے اسی طرح مجتہدین کا حال بھی سمجھنا چاہیے۔

مرزا قادیانی نے احادیث کی توہین تو بہت کچھ کی لیکن لطف خاص یہ ہے کہ خود ہی ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۶ میں یہ بھی فرماتے ہیں:

اب سمجھنا چاہیے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادات وغیرہ کا مفصل اور مبسوط طور پر احادیث سے ہم نے لیا ہے۔

ابھی احادیث کو انّ الظّنّ لا یغنی من الحقّ شیئاً کے تحت میں داخل کر کے غیر معتد بہ بنا دیا تھا جس سے صاف ظاہر ہے کہ جو حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہے وہ لا شئے محض ہے۔ اس تقریر میں احادیث کی وقعت جو بیان فرماتے ہیں وہ بھی ایک حکمت عملی ہے۔ وجہ اس کی یہ ہوئی کہ نیچریوں نے مرزا قادیانی کی مسیحائی کی بنیاد ہی کو زیروزبر کر دیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۵ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

حال کے نیچری جنکے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ وقال الرسول کی باقی نہیں رہی، یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنیکی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں۔ شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے اس دعوی کی تحقیر کر کے کسی طرح اس کو باطل ٹھہرایا جائے۔

چونکہ مرزا قادیانی کو عیسویت سے خاص قسم کی دل چسپی ہے اور نزول عیسیٰؑ کے ثبوت کا مدار احادیث کے ثبوت پر ہی تھا، اس لئے انہیں احادیث کی توثیق کی ضرورت ہوئی، ورنہ ان کو اس سے کیا تعلق؟ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰؑ کی موت پر جب کوئی حدیث نہ ملی تو انجیل موجودہ کو پیش کر دیا کہ اس سے ان کو سولی پر چڑھایا جانا ثابت ہے۔ پھر اس کی توثیق میں کہہ دیا کہ بخاری سے ثابت ہے کہ انجیل میں کوئی تحریف لفظی نہیں ہوئی اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ حق تعالی بتصریح و ما قتلوہ فرما رہا یعنی عیسیٰؑ کو کسی نے سولی پر نہیں چڑھایا۔ اب غور کیجئے کہ جیسے مرزا صاحب اپنی مضر حدیثوں کو رد کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہوگی، اسی طرح نیچری بھی اس احتمال سے اپنی خواہش پوری کریں گے۔ کیا وجہ کہ مرزا قادیانی تو اس احتمال سے نفع اٹھائیں اور نیچری اس سے روکے جائیں۔ نزول عیسیٰؑ کے باب میں جو حدیثیں وارد ہیں ان کی اس قدر توثیق کی کہ حد تواتر کو پہنچا دیا، چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷ میں فرماتے ہیں کہ:

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجے کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کرلیا ہے..تواتر کا درجہ اس کو حاصل ہے۔

دوسرے مقام (ازالہ اوہام۔ص۳۰۳) میں لکھتے ہیں:

غرض یہ بات کہ مسیح جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر چڑھ گیا اور اسی جسم کے ساتھ اترے گا، نہایت لغو اور بے اصل بات ہے۔ صحابہ کا ہرگز اس پر اجماع نہیں۔ بھلا اگر ہے تو کم سے کم تین یا چار سو صحابہ کا نام لیجئے جو اس بارے میں اپنی شہادت ادا کر گئے ہیں، ورنہ ایک یا دو آدمی کا نام اجماع رکھنا سخت بددیانتی ہے۔

اس تقریر سے ظاہر ہے کہ جسم خاکی کے ساتھ عیسیٰؑ کا آسمان سے اترنا ایک دو صحابہ کے قول سے ثابت ہے جس کو اجماع نہیں کہہ سکتے اور اوپر کی تقریر سے ثابت ہے کہ کل صحابہ نے ابن مریم کے آنے پر اتفاق کیا ہے اور وہ اعلی درجہ کے تواتر کو پہنچ گیا ہے۔ چونکہ ہمارا یہ دعوی ہے کہ کل صحابہ کا اس مسئلہ میں اتفاق تھا اور مرزا اس کو قبول نہیں کرتے تو ان کو چاہیے کہ کوئی ایسی روایت پیش کردیں کہ اس مسئلے میں صحابہ کے دو فرقے ہو گئے تھے۔ دو صحابی جسم کے ساتھ اترنے کے قائل تھے اور باقی صحابہ نے بغیر جسم کے روحانی طور پر اترنے کی تصریح کی ہے اور اگر کل نہیں تو جیسا کہ خود فرماتے ہیں تین سو یا چار سو صحابہ کا نام لیں، اور جب تک یہ اختلاف ثابت نہ کیا جائے انہیں صحابہ کی تصریح پر اجماع سکوتی کل صحابہ کا واجب التسلیم ہوگا۔ اگر منصف غور کریں تو یہی قول فیصل ہوسکتا ہے اور یہ بات یاد رہے کہ وہ ہرگز کسی صحابی کا یہ قول پیش نہیں کرسکتے کہ مسیح روحانی طور پر اتریں گے۔

مرزا قادیانی نے جو بھی فرمایا ہے کہ ایک حصہ کثیرہ دین کا احادیث سے ثابت ہوتا ہے معلوم نہیں اس میں بخاری کی تخصیص کیوں نہیں کہ وہ تو اس حدیث کو قابل اعتبار نہیں سمجھتے جو بخاری میں نہیں ہوتی۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۱ میں لکھتے ہیں:

یہاں تک مضمون اس حدیث کا نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہیں ملی کہ مسیح ابن مریم دمشق کے شرقی کنارے میں منارہ کے پاس اتریگا۔

اور مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کو رئیس المحدثین امام بخاری نے چھوڑ دیا۔ (ازالہ اوہام)

امام زمان

ان دونوں تقریروں سے ظاہر ہے کہ جو حدیث بخاری میں نہیں ہوتی ان کے نزدیک وہ حدیث ہی نہیں، اور اگر ہے بھی تو ضعیف جو قابل اعتبار نہیں کیونکہ جو حدیث رئیس المحدثین کو نہ ملی ہو وہ دوسرے کسی محدث کو کہاں سے مل گئی؟ اور اگر وہ حدیث ہو بھی تو اس کو ضعیف سمجھ کر انہوں نے اپنی صحیح میں داخل نہیں کیا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اعتبار کے قابل نہیں۔ اب مرزا قادیانی سے پوچھنا چاہیے کہ ضرورت الامام میں جو آپ فرماتے ہیں کہ جو شخص اپنے زمانے کے امام کو شناخت نہ کرے اس کی موت جاہلیت کی ہوتی ہے .. جاہلیت کی موت ایک ایسی جامع شقاوت ہے جس سے کوئی بدی اور بدبختی باہر نہیں ...اور وہ صحیح حدیث یہ ہے عن معاویہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من مات بغیر امام مات میتة جاهلیة کذا فی مسند امام احمد و الترمذی و ابن خزیمه و ابن حبان، اور نیز ضرورت الامام صفحہ ۲۴ میں لکھتے ہیں:

> یاد رہے کہ امام الزمان کے لفظ میں نبی رسول محدث مجدد سب داخل ہیں مگر جو لوگ ارشاد اور ہدایت خلق اللہ کے لئے مامور نہیں ہوئے اور نہ وہ کمالات ان کو دیئے گئے وہ گو ولی ہوں یا ابدال امام الزمان نہیں کہلا سکتے .. میں اس وقت بے دھڑک کہتا ہوں کہ وہ امام الزمان میں ہوں۔،

حدیث موصوف تو بخاری میں نہیں پھر وہ صحیح کیسے ہوگئی۔ اگر یہ روایت ہماری طرف سے پیش ہوتی تو مرزا قادیانی ضرور فرماتے کہ اس کا مطلب ظاہر ہے کہ جو شخص بغیر امام کے مرے وہ مردار موت مرا، اس لئے ہر مسلمان کو ضرور ہے کہ مرتے وقت امام کو لے مرے، اور ظاہر ہے کہ قتل عمد شرعاً ناجائز ہے، اس سبب سے یہ حدیث موضوع ہے اور بڑی دلیل اس کے موضوع ہونے پر یہ ہے کہ اس کا مضمون یہاں تک نادر اور قلیل الشہرت رہا کہ امام بخاری جیسے رئیس المحدثین کو یہ حدیث نہ ملی اور اگر ملی ہو تو ضعیف سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اب انصاف کیا جائے کہ ایسی حدیث خود اپنے استدلال میں کیوں پیش فرماتے ہیں اور اگر قابل استدلال سمجھتے ہیں تو مسلم کی دمشق والی حدیث نے کیا قصور کیا، حالانکہ مسلم کی روایتیں بہ نسبت مسند وغیرہ کے وثوق میں زیادہ ہیں۔ علاوہ اس کے کل احادیث کو انّ الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً میں داخل کر کے بے اعتبار کر دیا تھا۔ پھر ایسی حدیث سے آپ کا استدلال کرنا کیونکر صحیح ہوگا۔ پھر استدلال بھی کیسا کہ جو آپ کو امام الزمان

نہ مانے وہ کافر جہنمی ہے کیونکہ شقاوت جامعہ اس کے سوا اور کیا ہوسکتی ہے۔ اب دیکھئے جو سزا اس حدیث کے نہ ماننے پر تجویز کر رہے ہیں وہ اس قدر سخت ہے جو کامل قرآن کے نہ ماننے والے کی ہونی چاہیے، حالانکہ وہ حدیث انہیں کے اصول پر قابل اعتماد نہیں۔ پھر اگر اس حدیث میں ان کا نام مصرح ہوتا تو جب بھی ایک بات تھی گو اس وقت بھی مناظر کو گنجائش تھی کہ اس نام کے بہت لوگ موجود ہیں اور آئندہ بھی ہوسکتے ہیں جب سرے سے اس میں ان کا ذکر ہی نہیں تو اب تو احتمال کو بھی گنجائش نہ رہی۔ باوجود اس کے اپنے منکر کی سزا دوزخ جو ٹھہرا رہے ہیں کیسی بے باکی ہے۔ بخلاف اس کے بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے صاف ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ نے بتصریح فرما دیا ہے ہے کہ عیسی نبی اللہ بن مریم آخری زمانے میں آسمان سے اتریں گے اور یہ مجموعہ صفات سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی پر صادق نہیں آتا۔ باوجود اس کے مرزا قادیانی یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ خدائے تعالی نے میرا نام عیسی بن مریم نبی اللہ رکھ دیا ہے۔ الحاصل مرزا جب دیکھتے ہیں کہ کوئی حدیث اپنے دعوے کے لئے مضر ہے تو کبھی یہ کہہ دیتے ہیں کہ وہ بخاری میں نہیں ہے اس لئے قابل اعتبار نہیں اور کبھی یہ کہتے ہیں کہ یہ صحیح بھی ہو تو اس سے ظن ثابت ہوگا اور اس کا اعتبار ہی کیا۔ اور جب ان کو استدلال منظور ہوتا ہے تو بخاری و مسلم میں نہ بھی ہو تو وہ حدیث صحیح بھی ہو جاتی ہے اور خود اس کا مصداق بھی بن جاتے ہیں اور نہ ماننے والے کو جہنمی قرار دیتے ہیں کیا کوئی متدین شخص اس قسم کی کارسازیاں اور ناجائز تصرفات احادیث نبویہ میں کرسکتا ہے۔ کیا ایسے قوی قرائن دیکھنے کے بعد بھی عقل کو کسی قسم کی جنبش نہ ہوگی۔ آخر عقل بے کار نہیں پیدا کی گئی مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۵ میں خود فرماتے ہیں:

> اسلام اگرچہ خدائے تعالی کو قادر مطلق بیان فرماتا ہے اور فرمودہ خدا و رسول کو عقل پر فوقیت دیتا ہے مگر پھر بھی وہ عقل کو بے کار اور معطل ٹھہرانا نہیں چاہتا۔،

جب خدا و رسول کے مقابلے میں عقل بے کار نہیں ہوتی تو اس عقل پر افسوس ہے کہ اس قسم کی کارسازیاں دیکھ کر بھی ساکت اور بے حس وحرکت رہے اور کوئی حکم نہ لگائے۔ مرزا قادیانی نے جو کہا تھا کہ ممکن ہے کہ حدیثوں کے راویوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو یہ ان راویوں کی نسبت فرماتے ہیں جن پر اکابر محدثین اور فقہاء نے اعتماد کیا ہے اور ایک جماعت کثیرہ نے تحقیق کر کے فن رجال میں ان کی توثیق کی ہے اور خود مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۴ میں تحریر فرماتے ہیں:

> سلف خلف کیلئے بطور وکیل کے ہیں اور ان کی شہادت آنے والی ذریت کو ماننی پڑتی ہے

باوجود یہ کہ سلف نے ان راویوں کی توثیق کی ہے مگراقسام کے احتمالات پیدا کر کے ان کونہیں مانتے۔اب ان کی روایتوں کو دیکھئے ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

کریم بخش روایت کرتے ہیں کہ گلاب شاہ مجذوب نے تیس برس کے پہلے... مجھ کو کہا کہ عیسی اب جوان ہو گیا ہے اور لدھیانے میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔،

پھر کریم بخش کی تعدیل بہت سے گواہوں سے کی گئی جن میں خیراتی، بوٹا، کنہیا لال، مراری لال، روشن لال کنیشا مل وغیرہ شامل ہیں اوران کی گواہی یہ کہ کریم بخش کا کوئی جھوٹ کبھی ثابت نہیں ہوا۔ دیکھئے قطع نظر گواہوں کی حیثیت کے ان کی گواہیوں سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ کریم بخش سچا آدمی تھا اس لئے کہ انہوں نے یہی کہا ہے کہ کبھی جھوٹ اس کا ثابت نہیں ہوا۔اعلی درجے کے جھوٹے کی نسبت بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا جھوٹ کبھی ثابت نہ ہوسکا، یعنی کمال درجے کا چالاک اور بیباک ہے کہ باوجویکہ عمر بھر جھوٹ کہا مگراس کوثابت نہیں دیا۔اسی وجہ سے کتب رجال میں توثیق کے محل میں یہ لکھتے ہیں فلان صدوق عدل لیس بکاذب وغیرہ جس سے جھوٹا نہ ہونا بتصریح معلوم ہوتا ہے پھر اگر تسلیم بھی کرلیا جائے تو وہ راوی منفرد ہے کوئی اس کا متابع نہیں اور روایت کی یہ کیفیت کہ ایک شخص مجذوب کا کلام جس کوخود خبر نہیں کہ بڑھ کر میں کیا کہہ رہا ہوں۔ پھر اس حدیث کا مضمون کیسا کہ عیسی قرآن میں غلطیاں نکالے گا۔عجیب قسم کا سلسلہ قائم ہو گیا ہے محدثین کے یہاں سلسلۃ الذھب مشہور ہے، معلوم نہیں کہ اس سلسلے کو اگر وہ دیکھیں تو کیا کہیں گے۔

اس روایت کے بعد ازالہ اوہام صفحہ ۷۱۹۔۷۲۰ میں لکھتے ہیں کہ

مکاشفہ مذکورہ بالا کے موید ایک رؤیائے صالحہ ذیل میں بیان کی جاتی ہے جس کو ایک بزرگ محمد نام خاص مکے کے رہنے والے عربی مکی نے دیکھا ہے کہ میں مشرق کی طرف کیا دیکھتا ہوں کہ عیسی آسمان سے اتر آیا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی اور میں نے دل میں کہا کہ انشاء اللہ عیسی میری زندگی میں اتر آئے گا اور میں اس کو اپنی آنکھ سے دیکھ لوں گا۔،

یہ بزرگ علم سے بے بہرہ تھے۔عیسی کو خواب میں دیکھتے ہی سچ مچ عیسی سمجھ لیا اور یہ خیال جما لیا کہ عیسی اپنی زندگی میں اترے گا۔ یہ تو مرزا قادیانی بھی ازالہ صفحہ ۸۵ میں لکھتے ہیں:

صدہا مرتبہ خوابوں میں مشاہدہ ہوتا ہے کہ ایک چیز نظر آتی ہے اور دراصل اس سے مراد کوئی دوسری چیز ہوتی ہے۔،

حضرت یوسفؑ کو جوتعبیر کا علم دیا گیا تھا اس سے بھی ظاہر ہے کہ جوخواب میں دیکھا

جاتا ہے وہ تعبیر نہیں ہوتی۔ چنانچہ بادشاہ نے جوخواب دیکھا تھا کہ دبلی گائیوں نے موٹی گائیوں کو کھالیا، اس کی تعبیر قحط سالی دی گئی ،جس سے ظاہر ہے کہ سنین قحط گائیوں کی شکل میں دکھلائے گئے تھے جن میں نہ صورۃً مماثلت ہے نہ اسماً۔ اسی طرح تعبیر کی معتبر کتابوں میں مصرح ہے کہ جوکوئی عیسی کوخواب میں دیکھے وہ دور دراز کا سفر کرے گا، یا طبیب بنے گا، یا اطاعت کی اس کوتوفیق نصیب ہوگی۔ تعجب نہیں کہ اس خواب کے بعد ملی صاحب نے مرزا قادیانی کی زیارت کے شوق میں ہندوستان کے دور دراز سفر کی مشقت گوارا کی ہو، جس سے تعبیر پوری ہوگئی ہوگی۔غرض کہ اس خواب کی تعبیر کو نہ عیسی سے تعلق ہے نہ مثیل عیسی سے، اگر یورپ کا سفر بھی انہوں نے کیا ہوتو جب بھی تعبیر پوری ہوگئی۔ بہرحال اول تو وہ خواب اور وہ بھی ایک مجہول اور جاہل شخص کا جس کوتعبیر کا علم نہیں اس پر وہ وثوق کہ اپنے عیسی موعود ہونے پر اس سے استدلال کیا جاتا ہے۔ عجیب بات ہے کہ ہزارہا کتب حدیث وتفسیر سے جو ثابت ہے وہ تو بالائے طاق رکھا رہے اور ایسی روایتوں کی بنیاد پر مرزا کا نیا کارخانہ قائم ہو جائے کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی بجز اس کے کہ آخری زمانہ کا اقتضاء کہا جائے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۴ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> محمد یعقوب صاحب نے میرے پاس بیان کیا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی مرحوم سے میں نے سنا ہے کہ آپ کی نسبت یعنی اس عاجز کی نسبت کہتے تھے کہ میرے بعد ایک عظیم الشان کام کے لئے وہ مامور کئے جائیں گے ... مجھے یاد نہیں کہ اس وقت کون کون موجود تھے مگر میاں عبداللہ سنوری نے میرے پاس بیان کیا کہ میں اس تذکرے کے وقت موجود تھا اور میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔

اس روایت کے راوی فقط یعقوب صاحب ہیں اور جس طرح کریم بخش کی توثیق کی گئی تھی، ان کی نہیں کی گئی۔ اور روایت جو غزنوی صاحب سے ہے اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ ان کو اس غیب کی خبر کسی نے دی تھی، یا مرزا قادیانی کی جودت طبع کو دیکھ کر اپنا قیاس انہوں نے ظاہر کیا تھا۔ پھر عظیم الشان کام کی تعیین بھی نہیں اور نہ لغت یا عرف میں اس کے معنی عیسویت کے ہیں۔غور کرنے کی جگہ ہے کہ نبی ﷺ عیسیؑ کی تعیین ان متعدد الفاظ سے فرما رہے ہیں کہ وہ کسی دوسرے پر ہرگز صادق نہیں آسکتے یعنی عیسی ابن مریم، روح اللہ مسیح آسمان سے اتریں گے، وہ تو قابل اعتبار نہ ہو اور غزنوی صاحب کا یہ کہہ دینا کہ مرزا قادیانی ایک عظیم الشان کام کے لئے مامور ہوں گے، عیسی موعود ہونے کے لئے کافی ہو جائے۔ کس قدر جرأت و بے باکی کی بات ہے جس کے دل میں نبی

کریم ﷺ کی معمولی عظمت بھی ہو اس سے یہ کام ہرگز نہیں ہوسکتا۔

اب اہل انصاف سے ہم پوچھتے ہیں کہ جتنا وثوق واعتماد مرزا قادیانی کو الٰہی بخش اور یعقوب صاحب اور بوٹا اور کنہیا لال اور روشن لال اور کنیشا مل پر ہے، کیا مسلمانوں کو امام مسلم و نسائی وغیرہ محدثین اور ان کے اساتذہ پر اتنا بھی نہ ہونا چاہیے۔

مرزا قادیانی تو ان لوگوں کی روایت اپنے استدلال میں پیش کریں اور ان کی امت اس کو مان لے اور اہل اسلام اکابر محدثین کی روایتیں پیش کریں اور وہ قابل وثوق نہ سمجھی جائیں۔ ہمیں مرزائیوں سے شکایت نہیں، ان کو ضرور ہے کہ اپنے مقتدا کی بات مان لیں کیونکہ ہر فرقے کا یہی فرض منصبی ہے، اگر شکایت ہے تو مسلمانوں سے ہے کہ وہ اپنے اسلاف کی بات نہ مان کر مرزا قادیانی کی طرف مائل ہوتے جارہے ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ لاکھ سے زیادہ مسلمان مرزائی ہو گئے اور برابر ہوئے جاتے ہیں جس سے ان کو یہ لازم ہوتا ہے کہ مرزا کے ہم خیال ہو کر احادیث کو قابل اعتبار نہ سمجھیں۔ مسلمانوں کو نصاریٰ وغیرہ سے عبرت حاصل کرنی چاہیے کہ اپنے دین کی روایتوں پر وہ کس قدر وثوق رکھتے ہیں کہ کسی کی تشکیک و جرح کا ان پر اثر نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا نے براہین احمدیہ میں بہت کچھ لکھا مگر کسی نے اس کو قابل توجہ نہیں سمجھا اور بہت سے مسلمان ازالہ اوہام کو دیکھ کر اپنے اعتقادوں سے پھر گئے اگر پہلے ہی سے وہ لوگ برائے نام مسلمان تھے جن پر مرزا کا افسوں کارگر ہوگیا تو ہمیں اس میں بھی کلام نہیں، ایسے لوگوں کا دین سے خارج ہو جانا ہی اچھا ہوتا ہے۔ ہمارا روئے سخن ان حضرات کی طرف ہے جنہوں نے لاعلمی سے مرزائی دین اختیار کرلیا ہے ان کو چاہیے کہ ان امور پر اطلاع ہونے کے بعد توبہ کرکے تجدید اسلام کریں۔

مرزا قادیانی نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اس سے زیادہ تفسیروں کے وہ دشمن ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۶ میں لکھتے ہیں:

کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں (مولویوں کو) بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی اور دماغی قویٰ پر بہت برا اثر ان سے پڑا ہے۔ اس زمانے میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہورہی ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ میں لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا ..اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔،

ابھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے احادیث میں رخنہ اندازی کی کیسی کیسی تدبیریں نکالیں۔کبھی کہتے ہیں کہ راویوں نے عمداً یا سہواً بعض احادیث کے پہنچانے میں خطا کی ہوگی،کبھی کہتے ہیں کہ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً۔اور کبھی کہتے ہیں کہ جو حدیث بخاری میں نہ ہو وہ ضعیف ہے قابل اعتبار نہیں۔

بخاری شریف میں کئی قسم کی حدیثیں مذکور ہیں آنحضرت ﷺ کے افعال واقوال صحابہ کے اقوال وافعال اور تابعین وغیرھم کے افعال واقوال۔آنحضرت ﷺ کے اقوال کی حدیثیں بحذف مکررات اگر اس میں دیکھی جائیں تو دوتین ہزار سے زیادہ نہ ہوں گی حالانکہ محدثین کی تصریح اور عقل کی رو سے اگر دیکھا جائے تو تئیس سال کی مدت نبوت میں لاکھوں باتیں آپ نے کی ہوں گی جو کل حدیثیں ہیں۔مرزا قادیانی نے سوائے ان دوتین ہزار حدیثوں کے جو بخاری میں ہیں سب کو ساقط الاعتبار کر دیا پھر بخاری کی روایتوں میں بھی یہ احتمال کہ راویوں نے خطا کی ہوگی اور معراج کی حدیثیں باوجودیکہ بخاری میں موجود ہیں عقلی احتمالات سے سب کو رد کر دیا اور تمام حدیثوں میں یہ کلام کہ اگر وہ صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہوں گی و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے احادیث میں کیسے کیسے رخنے ڈال دیئے اور ان کے مخالفین کو بھی دیکھ لیجئے کہ ان کا دعوی کیا ہے۔وہ یہی کہتے ہیں کہ معجزات معراج علامات قیامت جسمانی حشر نزول عیسی اور خروج دجال وغیرہ مباحث مختلف فیہ میں جس قدر احادیث وارد ہیں وہ قابل تسلیم ہیں اور مرزا قادیانی کسی کو نہیں مانتے۔اب غور کیا جائے کہ اگر وہ چوہوں کا الہام صحیح ہے تو مرزا قادیانی چوہوں کی طرح حدیثوں کو کتر رہے ہیں یا اہل سنت؟ مرزا قادیانی کو الہاموں کا تو دعوی ہے مگر معنی نہیں سمجھتے۔

مرزا قادیانی نے جس طرح احادیث کے ساقط الاعتبار کرنے کی فکر کی اس سے زیادہ وہ تفسیروں کے دشمن ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۶ میں لکھتے ہیں:

کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے انہیں (مولویوں کو) بہت خراب کیا ہے اور ان کے دلی اور دماغی قویٰ پر بہت برا اثر ان سے پڑا ہے۔اس زمانے میں بلاشبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے کیونکہ حال میں جن تفسیروں کی تعلیم

دی جاتی ہے وہ نہ اخلاقی حالت کو درست کرسکتی ہیں اور نہ ایمانی حالت پر اثر ڈالتی ہیں بلکہ فطرتی سعادت اور نیک روشی کے مزاحم ہو رہی ہیں۔

مرزا قادیانی تفسیروں پر نہایت خفا ہیں اور ان کے پہلے سرسید صاحب بھی بہت خفا تھے چنانچہ تہذیب الاخلاق وغیرہ سے ظاہر ہے اور ان صاحبوں کی کوئی خصوصیت نہیں جتنے مذاہب باطلہ کے فرقے ہیں سب کا یہی حال رہا ہے وجہ اس کی یہ ہے کہ تفاسیر میں کل احادیث واقوال صحابہ جو ہر آیت سے متعلق ہیں ان میں پیش نظر ہو جاتے ہیں اس لئے ان لوگوں کو نئی بات تراشنے کا موقع نہیں ملتا اور مل بھی گیا تو کوئی ایماندار اس کو نہیں مانتا۔ اسلئے کہ وہ جانتے ہیں کہ ہر آیت قرآنی میں جو حق تعالی کی اصل مراد ہے اس کو حضرت نبی کریم ﷺ ہی جانتے تھے اس لئے کہ قرآن حضرت پر ہی نازل ہوا ہے اور چونکہ صحابہ ہمیشہ حاضر خدمت رہتے تھے ان کو ہر آیت کے اترنے کا موقع اور شان نزول وغیرہ اسباب وقرائن معلوم رہتے تھے جس سے مضمون ومقصود آیت کا خود سمجھ میں آجاتا اور جب حضرت ﷺ پڑھ کر سناتے تو جو غوامض معلوم نہ ہوتے پوچھ لیتے یا خود حضرت ﷺ بیان فرمادیتے۔ پھر حضرت ﷺ کی مجلس مبارک میں بلکہ اس زمانے میں سوائے خدا کی باتوں کے کسی چیز کا ذکر ہی نہ تھا، خواہ کوئی دنیوی کام ہو یا دینی وقائع گذشتہ ہوں یا آئندہ سب کی تعلیم حق تعالی اپنے کلام پاک میں فرمادیتا اگر کوئی اعتقاد یا عمل کسی کا خلاف مرضی الٰہی ہوتا تو فوراً وحی اتر آتی۔...الغرض علاوہ فہم قرآن کے ان کے حرکات سکنات اعمال اخلاق اعتقادات نیات کل مطابق قرآن شریف کے ہوگئے تھے اور فیضان صحبت نبوی اور روزمرہ کی مزاولت اور ممارست کی وجہ سے ان کو مضامین قرآنیہ کا ملکہ ہوگیا تھا اور ان کے سینے نور وحی سے منور تھے ان کے دلوں میں قرآن ایسا سرایت کئے ہوئے تھا جیسے روح جسد میں۔

الحاصل مختلف اسباب اس بات پر گواہی دے رہے ہیں کہ اصل معانی قرآن کا علم صحابہ کو بخوبی حاصل تھا اور چونکہ تفسیر بالرائے کو وہ کفر سمجھتے تھے اس وجہ سے یہ ضرور ماننا پڑے گا کہ جن آیات کی تفسیریں صحابہ سے مروی ہیں وہی حق تعالی مراد ہیں اس کے علاوہ کوئی ہندی پنجابی وغیرہ قرآن کی تفسیر کرے تو وہ خدا تعالی کی ہرگز مراد نہیں۔ پھر صحابہ کا کمال علم اور جوش طبیعت اور ترغیب ابلاغ اور ترہیب کتمان علم وغیرہ اسباب کا مقتضا یہی تھا کہ اسلامی دنیا آفتاب علم سے مثل نصف النہار روشن ہو جائے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جہاں تک اسلام کی روشنی پھیلتی گئی اس کے ساتھ ساتھ علوم دینیہ کی روشنی بھی پھیلتی جاتی تھی۔ چنانچہ تابعین صحابہ کے علوم سے مالا مال تھے اور ان کے علوم سے

تبع تابعین وعلی ہذا القیاس ۔ انہیں حضرات نے ان تمام علوم کو اپنی مفید تصانیف میں درج کر دیئے جن کی بدولت ہم آخری زمانے والے بھی اپنے نبی کریم ﷺ کی صحبت معنوی سے محروم نہیں ہیں،

اہمیت تفسیر

صحابہ کے جس قول کو دیکھئے ہزاروں تفاسیر وغیرہ کتب دینیہ میں موجود ہیں مثلاً ابن عباسؓ کا کوئی قول کسی آیت سے متعلق دیکھا جائے تو ہزاروں کتابوں میں بعینہ وہ قول یا اس کا مضمون مل سکتا ہے ۔ اسی طرح صحابہ کے کل اقوال اور احادیث ہزاروں کتابوں میں ملتی ہیں جس سے بتواتر ان کا ثبوت ظاہر ہے گو ابتدا میں تواتر نہ تھا مگر جب متدین اور معتمد علیہ اشخاص نے اپنی کتابوں میں ان احادیث وآثار کو ذکر کیا تو اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ ان کو اس کے ثبوت کا یقین ضرور تھا۔ پھر جب ہزاروں معتمد علیہ علماء کا یقین ان روایات کے ثبوت پر ہم تک پہنچا تو ہمیں ان کے ثبوت میں شک کرنے کا کوئی موقع نہیں جب تک یقینی طور پر ان کا غلط ہونا یا من جمیع الوجوہ نصوص قطعیہ کا معارض ہونا ثابت ہو جائے ۔ چنانچہ مرزا قادیانی اور مولوی محمد حسین (بٹالوی) کا مناظرہ مسئلہ عرض الحدیث علی القرآن میں جو ہوا ہے اس سے ظاہر ہے کہ کسی معتبر عالم کا کتاب میں لکھ دینا مرزا قادیانی اعتماد کے لئے کافی سمجھتے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۸۷۱۔۸۷۲ میں لکھتے ہیں :

صاحب تلویح نے لکھا ہے کہ وہ حدیث یعنی عرض الحدیث علی القرآن بخاری میں موجود ہے ۔ اب اس کے مقابلہ میں یہ عذر کرنا کہ نسخہ جات موجودہ بخاری جو ہند میں چھپ چکے ہیں ان میں یہ حدیث موجود نہیں سراسر ناسمجھی کا خیال ہے جس حالت میں ایک سرگروہ مسلمانوں کا اپنی شہادت رویت سے اس حدیث کا بخاری میں ہونا بیان کرتا ہے تو صاحب تلویح کی شہادت بالکل نکمی نہیں ہوسکتی ۔ پس آپ کی بے دلیل نفی بے سود ہے اگر صاحب تلویح کاذب ہوتا تو اسی زمانے کی علماء کی زبان سے اس کی تشنیع کی جاتی اور اس سے جواب پوچھا جاتا اور جب کوئی جواب نہیں پوچھا گیا تو یہ دوسری دلیل اس بات پر ہے کہ درحقیقت اس کی روایت صحیح تھی ۔

مقصود یہ کہ وہ حدیث گو اب بخاری میں نہ پائی جائے مگر جب صاحب تلویح نے صحیح بخاری سے نقل کی ہے تو ثابت ہو گیا کہ وہ بخاری میں ضرور ہے ۔ دیکھئے کہ ایک جماعت کثیرہ ایسے علماء کی ہے جن کے سلسلہ تلامذہ میں صاحب تلویح جیسے ہزاروں افراد منسلک ہیں احادیث وآثار کو

اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے تو ان کی اس شہادت کے مقابلے میں اگر کوئی دعوی نفی کرے تو کیونکر وہ قابل قبول ہوگا۔ اگر ان کی بات غلط ہوتی تو اس زمانے کے علماء ان کی تشنیع کرتے اور جب کسی نے تشنیع نہیں کی تو اب مرزا قادیانی کا ازالہ اوہام صفحہ ۷۴۵ میں یہ لکھنا:

لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے،

خود انہی کے قول پر ہرگز قابل سماعت نہیں ہوسکتا۔ الغرض ہر آیت کی تفسیر احادیث وآثار سے جب ہمیں بہ تواتر پہنچے اور یقین ہوگیا کہ وہی معنی حق تعالی کی مراد ہیں تو ایمان داروں کا ایمان اس بات کو کیونکر گوارا کرے گا کہ کسی کے دل سے گھڑے ہوئے معنی کو مان کر عذاب اخروی کا مستحق بنے کیونکہ جو معنی خلاف ان تفاسیر کے ہیں وہ قرآن کے معنی ہی نہیں۔ اس معنی کو مان کر قرآن کے اصل معنی پر ایمان نہ لانا قرآن کے ایک حصے کو چھوڑ دینا ہے جس کی نسبت سخت وعید وارد ہے:

افتؤمنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض فما جزاء من یّفعل ذلک منکم الّا خزی فی الحیوۃ الدّ نیا و یوم القیا مۃ یردون الی اشدّ العذا ب و ما اللّٰہ بغا فلٍ عمّا تعلمو ن (بقرہ: ۸۵)

(کیا تم ایمان لاتے ہو تھوڑی کتاب پر اور منکر ہوتے ہو تھوڑی کتاب سے۔ پھر جو کوئی تم میں سے ایسا کرے اس کی سزا یہی ہے کہ دنیا میں اس کی رسوائی ہو اور اس کو قیامت کے روز سخت سے سخت عذاب میں پہنچایا جائے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے)

اب دیکھئے کہ پورے قرآن پر ایمان لانے کی بجز اس کے اور کون سی صورت ہے کہ ہر آیت کے جو معنی آنحضرت ﷺ اور صحابہ سے مروی ہیں اس پر ایمان لائیں اور یہ بات بغیر کتب تفاسیر کے حاصل نہیں ہوسکتی۔ اس صورت میں کتب تفاسیر کی مسلمانوں میں کس قدر وقعت ہونی چاہیے اور حضرات مفسرین کے کس قدر شکر گذار ہونا چاہیے کہ قرآن کے اصلی معنی کی حفاظت کر کے مسلمانوں کو کیسی کیسی بلاؤں سے نجات دی۔ خود غرضوں کے داؤ پیچ سے امن میں رہنے کے لئے ایک مضبوط حصار کھینچ دی۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ قرآن کے معنی میں کوئی شبہ ڈالے تو حدیث سے اس کو صاف کر لو کیونکہ اہل حدیث جو مفسرین قرآن ہیں ان کو خوب جانتے ہیں۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے درمنثور میں دارمی سے یہ روایت نقل کی ہے:

اخر ج الدارمی عن عمر بن الخطا ب قال انّہ سیاتیکم ناس یجادلونکم بشبھا ت القرآن فخذو ھم با لسّنن فانّ اصحا ب السّنن

اعلم بکتاب اللّٰہ (دارمی ج ا ص ۴۹) یعنی حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ قریب ہے تمہارے پاس لوگ آکر قرآن کے شبہات میں جھگڑا کریں گے سو ان کو حدیثوں سے الزام دو اس لئے کہ احادیث کو جاننے والے قرآن کو زیادہ جانتے ہیں۔

مفسرین نے یہی کام کیا کہ ہر آیت سے متعلق جو احادیث و آثار صحابہ ہے سب کو ایک جگہ جمع کر دیا تا کہ اہل شبہات کو الزام دینے کا سامان اور سرمایہ مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے جس سے مرزا قادیانی سخت ناراض ہیں دراصل یہ حق تعالی کا فضل اور اس وعدے کا ایفاء ہے جو اپنی کتاب مجید کی ہر طرح حفاظت کا ذمہ لیا ہے انّا نحن نزّلنا الذّکر و انّا له لحافظون (حجر: ۹) یعنی ہم نے قرآن کو اتارا اور ہم ہی اس کی حفاظت کریں گے۔ اب دیکھئے کہ اگر تفاسیر نہ ہوتیں تو وہ معنی جو حق تعالی مراد ہیں کیونکر محفوظ رہتے اور ہزاروں بے دین اور دجال جن کے نکلنے کی خبریں آنحضرت ﷺ نے بارہا دی ہیں جو شبہات پیدا کر کے اپنے دل سے نئے نئے معنی گھڑ لیتے، ان سے بچنے کی کیا صورت ہوتی اور کون سی تدبیر قرآن کے اصل معنی سمجھنے کی تھی جس کی نسبت ارشاد ہے انّا انزلناه قرآنا عربیاً لّعلّکم تعقلون (یوسف: ۲) یعنی قرآن ہم نے عربی میں اتارا کہ تم سمجھو۔ غرض مفسرین منجانب اللہ اس کام پر مامور ہوئے کہ قرآن کے نظم و معنی کی پوری حفاظت کریں اور باطل اس میں کسی طرف سے آنے نہ پائے جیسا کہ ارشاد ہے لا یاتیه الباطل من بین یدیه و لا من خلفه تنزیل مّن حکیم حمید (حم سجدہ: ۴۲) یعنی قرآن میں روبرو سے باطل آسکتا ہے نہ پیچھے سے۔ اگر تفاسیر نہ ہوتیں تو علاوہ ملاحدہ کے خیالات کے جو سینکڑوں اب تک گذرے مسمریزم وغیرہ خرافات بھی قرآن میں داخل ہو جاتے۔ ہر چند بہت لوگ چاہتے ہیں کہ قرآن میں تغیر و تبدل کر دیں جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے یریدون ان یّبدلوا کلام اللّٰہ۔ (الفتح: ۱۵) یعنی چاہتے ہیں وہ کہ قرآن کو بدل دیں۔ مگر کسی سے کیا ہو سکتا ہے تفاسیر نے اس سے سب کو روک دیا اور جب تک حق تعالی کو منظور ہے ایسا ہی روکتی رہیں گی۔ اہل انصاف غور کریں کہ جو لوگ تفسیریں اپنے دل سے گھڑ کے پیش کرتے ہیں کیا انکی نسبت یہ حسن ظن ہو سکتا ہے کہ مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ ان کا مقصود تو اعلانیہ یہی ہے کہ کلام الٰہی کو بدل کر انکو بے ایمان بنا دیں۔ اس دعوی کی توضیح اس سے بخوبی ہو سکتی ہے جو حق تعالی فرماتا ہے حرّمت علیکم المیتة و الدّم و لحم الخنزیر (مائدہ: ۳) یعنی مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت تم پر حرام کیا گیا ہے اگر کوئی اس کے یہ معنی سمجھے کہ میتة اور دم اور لحم خنزیر چند آدمیوں کے نام تھے ان کی حرمت کا اس آیت میں

حکم ہے اور یہ کہے کہ مردار اور خون اور گوشت خنزیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں، یہ سب چیزیں حلال ہیں۔کیا کوئی مسلمان اس اعتقاد والے کو یہ سمجھے گا کہ اس کا ایمان اس آیت پر ہے؟ ہرگز نہیں۔ایسا شخص بے ایمان کس وجہ سے سمجھا جائیگا، اسی وجہ سے گو وہ قسم کھا کر کہے کہ میں اس آیت الٰہی کو کلام الٰہی سمجھتا ہوں کہ اس نے مخالفت ایسے معنی کی کی جو احادیث اور اقوال صحابہ اور اجماع امت سے ثابت ہیں ورنہ ان الفاظ کے معنی قرآن میں کہیں نہیں جنکی مخالفت کا الزام اس پر لگایا جائے۔غرض یہ بات قابل تسلیم ہے کہ جو معنی قرآن کی تفاسیر میں مذکور ہیں وہی ایمان لانے کے قابل ہیں اور جو معنی اس کے خلاف ہیں کوئی اپنی طرف سے تراش کر اس کو قبول کر لینا ایسا ہی ہے جیسا کہ ابو منصور نے اپنی جماعت کو سمجھا دیا تھا کہ میتۃ وغیرہ کسی کے نام تھے، انہیں کی حرمت تھی مردار اور خنزیر کے گوشت سے اس آیت کو کوئی تعلق نہیں وہ سب چیزیں حلال ہیں اور فرقہ منصوریہ کا یہی اعتقاد ہے۔ مسلمانو! اگر تم کو خدا اور رسول کی مراد پر ایمان لانا ہے تو اپنے اسلاف کی تفسیروں کو اپنا مقتداء بنا کر رکھو ورنہ ابو منصور کی طرح جس کا جو جی چاہے گا کہہ کر گمراہ کر دیگا اور تم کچھ نہ سمجھ سکو گے کہ ہم کون سی راہ چل رہے ہیں۔

یہاں یہ بھی سمجھنے کے لائق ہے کہ جو شخص چند آیتوں میں کسی غرض ذاتی کی وجہ سے تصرف کر کے ان کے معنی بدل ڈالے اور دوسری آیتوں کے ساتھ کوئی غرض متعلق نہ ہونے کی وجہ سے ان میں تصرف نہ کرے تو وہ اتفاقی سمجھا جائے گا کیونکہ چند آیتوں کے معنی بدل دینا اس بات پر گواہی دے رہا ہے کہ اس کی طبیعت میں بے باکی اور جرأت ہے جب کبھی کسی آیت میں تصرف کرنے کی ضرورت ہوگی تو فوراً تصرف کرے گا جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہ عدم تصرف بھی تصرف ہی کے حکم میں ہے چنانچہ قرآن شریف میں ہے کہ چند منافق باوجود حکم کے آنحضرت ﷺ کی ہمراہی میں نہ نکلے۔ان کی نسبت حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اگر وہ آئندہ ہمراہی کی درخواست بھی کریں تو فرما دیجئے کہ تم لوگ میرے ساتھ ہرگز نہ نکلو گے: فان رجعک اللّٰه الی طائفة مّنهم فاستاذنوك للخروج فقل لن تخرجوا معی ابداً (توبہ:۸۳) وجہ اس کی یہی ہے کہ جب ایک بار ان کی بے باکی معلوم ہوگئی تو ہمیشہ کے لئے ان کا عدم امتثال ثابت ہوگیا۔اب وہ کتنا ہی کہیں کہ ہم ہمراہ اور ہم رکاب چلنے کو حاضر ہیں، ہرگز اعتبار کے لائق نہیں ہوسکتے تھے۔صدیق اکبرؓ کی خلافت میں بعض لوگوں نے زکوۃ دینے سے انکار کیا تھا حالانکہ نماز روزہ وغیرہ احکام کے قائل وعامل تھے مگر انکا کچھ اعتبار نہ کیا اور صاف انکے ارتداد کا حکم دیدیا۔

مرزا قادیانی نے صرف اپنی عیسویت کی غرض سے کئی ایک آیتوں کے معنی بدل دیئے ... تو اب ان کی وہ تفسیر کیونکر قابل اعتبار ہوسکتی ہے جس کی نسبت لکھتے ہیں کہ بلا شبہ کتاب الٰہی کے لئے ضرور ہے کہ اس کی ایک نئی اور صحیح تفسیر کی جائے اور لکھتے ہیں کہ کتاب الٰہی کی غلط تفسیروں نے مولویوں کو خراب کیا ہے۔ اس نئی تفسیر میں احادیث واقوال صحابہ وغیرہم سے کوئی تعلق نہ ہوگا اس لئے کہ اگر یہ پرانی چیزیں بھی اس میں مذکور ہوں تو جدت پسند طبائع اس کو قبول نہ کریں گے اور پھر وہ نئی ہی کیا ہوئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ تفسیر صرف ان کی رائے سے ہوگی جس کی ممانعت ہے اور مرزا بھی تفسیر بالرائے کو کفر بتاتے ہیں اور اگر تھوڑے احادیث واقوال لکھے جائیں اور تھوڑے نہ لکھے جائیں تو وہ ترجیح بلا مرجح ہوگی۔ پھر مرجح یہ ہوگا کہ مرزا قادیانی اپنی اغراض کو پوری کرنے کے لئے جن احادیث واقوال کو مناسب سمجھیں گے ذکر کریں گے اور جن کو مخالف سمجھیں گے ان کو عقل کے خلاف قرار دے کر رد کر دیں گے اور آیت کو تاویل کر کے اپنی طرف کھینچ لیں گے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ کلام الٰہی مرزا قادیانی کی غرض کے پیچھے پیچھے رہے۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ یہ نئی تفسیر جو اکثر احادیث وآثار کے خلاف میں ہوگی مسلمانوں کے کس کام آسکتی ہے۔ اس کا تو منشا یہ ہے کہ جو کچھ ہمارے نبی کریم سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نے آیات کی تفسیر کی وہ غلط ہے اس لئے اس نئی تفسیر کی ضرورت ہوئی۔ پھر کیا مسلمان لوگ یہ مان لیں گے کہ اپنے نبی کی بات غلط ہے اور اگر مان لیں گے تو کیا پھر یہ دعویٰ بھی کریں گے کہ ہم امت محمدیہ میں ہیں۔ میری رائے میں کوئی مسلمان کتنا ہی گناہ گار ہو اتنا ضعیف الاعتقاد نہ ہوگا۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ احادیث وآثار کو ساقط الاعتبار کر کے صرف قرآن پر اپنے دعاوی کا مدار رکھتے ہیں اور اس کے معنی جو احادیث وآثار سے ثابت کرتے ہیں بدل دیا کرتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے یریدو ن ان یّبد لوا کلام اللّٰہ (الفتح: ۱۵) یعنی وہ لوگ چاہتے ہیں کہ اللہ کے کلام کو بدل دیں اور جب قرآن ہی بدل دیا جائے اور احادیث متروک ہو جائیں تو ظاہر ہے کہ دین ہی بدل دیا گیا۔ کیونکہ دین وہی ہے جو قرآن وحدیث سے ثابت ہوا ایسے لوگوں کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے ا فغیر دین اللّٰہ یبغون (آل عمران: ۸۳) یعنی کیا اللہ کے دین کے سوا کوئی دوسرا دین چاہتے ہیں وہ۔ اور دوسرے دین کی خواہش کرنے والوں کی نسبت ارشاد ہوتا ہے:

و من یّبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یّقبل منه و هو فی الآخر ة من

الخاسرین ۔ کیف یھدی اللّٰہ قوماً کفروا بعد ایمانھم و شھدوا انّ الرسول حقّ و جاء ھم البیّنا ت، و اللّٰہ لا یھدی القوم الظّا لمین ۔ اولئک جزاء ھم انّ علیھم لعنۃ اللّٰہ و الملائکۃ و النّاس ا جمعین۔ خا لدین فیھا لا یخفف عنھم العذا ب و لا ھم ینظرون (آل عمران :۸۵:۸۸) (جو کوئی سوائے اسلام کے اور دین چاہے سواس سے ہرگز قبول نہ ہوگا، اور وہ لوگ آخرت میں نقصان پائینگے، کیونکر اللہ ہدایت کریگا ایسے لوگوں کو جو منکر ہو گئے ایمان لاکر اور گواہی دی کہ رسول سچا ہے۔ اور پہنچ چکیں ان کو نشانیاں اور اللہ ہدایت نہیں کرتا بے انصاف لوگوں کو ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی، پڑے رہیں گے اس میں ہلکا نہ ہوگا ان پر عذاب، اور نہ ان کو مہلت ملے گی)

اس آیت شریفہ میں سزائیں خاص ان لوگوں کی ہیں جو مسلمان کہلا کر دوسرا دین اختیار کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے برحق ہونے کی بھی گواہی دیتے ہیں۔ یہ بات برابر ان لوگوں پر صادق آتی ہے کہ قرآن کے معنی اپنی طرف سے بنا کر نیا دین نکالتے ہیں۔ الحاصل ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ کتب تفاسیر کو چھوڑنے میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہے۔..

پہلا حملہ حدیث وتفسیر ہی پر تھا جتنے ملا حدہ گذرے ہیں سب کا حملہ تفاسیر پر ہوا کیونکہ ہر ایک مسئلہ ان کتابوں میں مختلف روایات سے وارد ہونے کی وجہ سے ایسا مصرح اور مفصل ہوجاتا ہے کہ کسی کو کوئی بات بتانے کا موقع نہیں مل سکتا۔ بخلاف اس کے ان کو چھوڑ کر صرف قرآن سے تمسک ہونے لگے تو ہر ایک کو تاویلات کی خوب گنجائش مل جاتی ہے۔ اسی وجہ سے نمازوں کی تعیین اور تعداد رکعات وغیرہ میں کمی زیادتی کی گنجائش ان لوگوں کو مل گئی تھی اگر احادیث وتفاسیر پر ان کے اتباع کا اعتماد ہوتا تو اس کا موقع ہی نہ ملتا۔

حق تعالی نے قرآن میں جو کچھ بیان فرمایا ہے گو مفصل ہے، مگر پھر بھی سب میں ایک قسم کا اجمال ہے جس کی تفصیل آنحضرت ﷺ نے کی ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی اور کل امور قرآن میں بالتفصیل بیان کئے جاتے تو ما آ تا کم الرّ سول فخذوہ (حشر:۷) (یعنی جو کچھ رسول تم کو دیں اس کو لو) فرمانے کی ضرورت ہی نہ رہتی۔ اس سے ظاہر ہے کہ قرآن نے حدیث کی جگہ چھوڑ رکھی ہے چنانچہ امام سیوطیؒ نے درمنثور میں روایت کی ہے:

و اخرج ابن ابی حا تم من طریق ما لک ابن انس عن ربیعہ قال انّ

اللّٰہ تبارك و تعالیٰ انزل الکتا ب و ترك فیه مو ضعاً للسنة ۔یعنی حق تعالیٰ نے قرآن تو نازل فرمایا مگر حدیث کی جگہ چھوڑ رکھی ہے۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ حدیث و تفسیر سے مخالفت کرنا چاہتے ہیں ان کا مقصود یہی ہوتا ہے کہ آیات قرآنیہ کو ان کے معانی سے ہٹا کر دوسرے معنی پر منطبق کر دیں۔اس کا نام الحاد ہے کیونکہ معنی الحاد کے لغت میں مائل ہونے اور مائل کرنے اور حق سے عدول کرنے کے ہیں جیسا کہ لسان العرب۔ج ۱۲ وغیرہ میں مصرح ہے اور امام سیوطیؒ نے درمنثور میں روایت کی ہے:

اخرج ابن ابی حاتم عن ابن عباس فی قوله تعالیٰ انّ الّذین یلحدون فی آیاتنا قال هو ان یوضع الکلام علی غیر مو ضع

یعنی ابن عباسؓ انّ الذین یلحدون کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ الحاد کے معنی یہ ہیں کہ کلام کے اصلی معنی چھوڑ کر دوسرے معنی لئے جائیں۔نیز درمنثور میں ہے:

و اخرج احمد فی الزهد عن عمر بن الخطاب قال انّ هذا القرآن کلام اللّٰه فضعوه علی مواضعه و لا تتبعوا فیه هواء کم (یعنی یہ قرآن ،اللہ کا کلام ہے،اس کو اس کے معانی پر رہنے دو اور اپنی خواہشوں کو اس میں دخل نہ دو)۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسرے معنی لینے میں اصل معنی کی تکذیب ہو جاتی ہے چنانچہ درمنثور میں ہے:

واخرج عبد الرزاق و عبد بن حمید عن قتاده قال الالحاد التکذیب

اب دیکھئے کہ حق تعالیٰ،عیسیٰؑ کی شان میں فرماتا ہے یحی الموتی باذن اللّٰه۔ لغت میں احیاء کے معنی زندہ کرنے کے ہیں اور احادیث وآثار سے بھی وہی معنی ثابت ہیں مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ مسمریزم سے قریب الموت بیماروں کو حرکت دیتے تھے۔صرف یہ ایک ہی نہیں ہر جگہ وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔الغرض ان روایات وآیات سے ثابت ہے کہ ایسے معنی آیہ شریفہ کے قرار دینا الحاد اور تکذیب قرآن ہے جس کی نسبت ارشاد ہے:

انّ الّذین یلحدون فی آیاتنا لا یخفون علینا افمن یّلقی فی النّار خیر ام من یاتی آمنا یوم القیامة (حم سجدہ:۴۰)(جو الحاد کرتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ ہم سے چھپ نہیں سکتے۔کیا جو ڈالا جائے گا دوزخ میں بہتر ہے یا وہ جو آئے گا امن سے قیامت کے دن)

یعنی الحاد کرنے والے خدا تعالی سے چھپ نہیں سکتے وہ قیامت کے روز دوزخ میں ڈالے جائیں گے۔

حق تعالی مزید فرماتا ہے:

و من اظلم ممن ذکر بآیات ربّہ، ثم اعرض عنھا، انّا من المجرمین منتقمون (سجدہ:۲۲) (اس سے زیادہ کون ظالم ہے جس کو آیات اس کے رب کی یاد دلائی جائیں تو ان سے منہ پھیر لیتا ہے۔ہم گناہ گاروں سے بدلہ لینے والے ہیں)

الحاصل آیات قرآنیہ کے نئے معنی تراشنا ایک قسم کی تحریف وتبدیل ہے جس کی نسبت سخت وعیدیں وارد ہیں اور اس تحریف کی حفاظت صرف کتب تفسیر سے متعلق ہے جیسا کہ خود مرزا قادیانی بھی براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۰ حاشیہ میں (ملخص) لکھتے ہیں کہ:

قرآن شریف کی تعلیم کا محرف ومبدل ہونا اس لئے محال ہے کہ اللہ تعالی اس کا حافظ ہے، لاکھوں مسلمان اس کے حافظ ہیں، ہزار ہا اس کی تفسیریں ہیں۔

..اہل بصیرت پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جو لوگ آیات قرآنی میں الحاد کرتے ہیں ان کی غرض یہی ہوتی ہے کہ جھگڑا کر کے اپنے تراشے ہوئے معنی کو ثابت کریں اور معنی حقیقی کو باطل کردیں ۔یہ کس قدر دیانت کے خلاف ہے حق تعالی فرماتا ہے:

وجادلوا بالباطل لیدحضوا بہ الحق فاخذتھم فکیف کان عقاب (مومن: ۵) (اور مجادلہ کیا انہوں نے باطل کے ساتھ تاکہ ناچیز کردیں حق کو، پھر میں نے پکڑ لیا ان کو،تو میرا عذاب کیسا تھا)

اور درمنثور جلد ۵ صفحہ ۳۴۶ میں امام سیوطیؒ نے یہ روایت نقل کی ہے:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان جدالاً فی القرآن کفر (یعنی قرآن میں جھگڑنا کفر ہے)

حق تعالی اس بلا سے سب مسلمانوں کو بچاوے اور پورے قرآن پر ایمان نصیب کرے۔

(نیاز مند (احمد گجراتی) نے حضرت اقدس سے عرض کیا تھا کہ قرآن مجید کے ایک ایسے ترجمے کی ضرورت ہے جس پر الہامی مہر لگی ہوئی ہو کہ بس یہی ترجمہ ٹھیک ہے، اور وہ حضور فرمائیں۔ یا کم از کم حضور کی نگرانی میں تیار ہونا چاہیے۔مگر وہاں سے (مرزا سے) جواب ملا کہ ابھی وہ وقت نہیں آیا۔ جب اللہ تعالی چاہے گا یہ کام ہوجاوے گا یفعلون ما یومرون آیت پڑھو (بدر ۱۹۰۴ء، ۱۶۔اگست۔ص ۷)

قادیانی کے دلائل ونشانات عیسویت

اب مرزا قادیانی کے دلائل سنئے جو اپنی رسالت وعیسویت پر قائم کرتے ہیں۔ یہ امر کسی مسلمان پر پوشیدہ نہیں کہ رسالت اور نبوت کا درجہ خدا تعالی کے نزدیک تمام مدارج سے اعلی و ارفع ہے اور جن بندگان خاص کو حق تعالی نے اس خدمت کے لئے انتخاب فرمایا ہے ان کو اپنے فضل وکرم سے گناہوں سے محفوظ رکھ کر خلق میں ایسا نیک نام اور نیک رویہ رکھا کہ کوئی ان کو دیکھنے کے بعد کسی قسم کے رذائل کا الزام ان پر نہ لگا سکا جو لوگوں کی نگاہ میں ان کو ذلیل وخفیف کرنے والے ہوں۔مثلاً یہ کسی نبی کی نسبت الزام نہیں لگایا گیا کہ وہ دغاباز جھوٹا بدمعاش مال مردم خور ہے ۔یوں تو جتنے رذائل اور بدنما افعال ہیں سب سے انبیاء معصوم اور محفوظ تھے لیکن زیادہ تر اہتمام اس کا رہا کہ مال مردم خور ہونے کا الزام نہ آنے پائے کیونکہ یہ ایسی بری صفت ہے کہ بالطبع آدمی کو اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے اور ایسے آدمی کو کوئی اپنے پاس آنے نہیں دیتا ،اسی وجہ سے حق تعالی نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر اور آپ کے اہل بیت پر صدقہ اور زکوۃ پہلے ہی حرام فرمادیا۔اس کے بعد عام حکم ہوگیا کہ ہر مسلمان جس کے پاس تھوڑا بھی مال ہو، وہ صدقہ اور ضرورت سے کسی قدر زائد ہو تو وہ زکوۃ دیا کرے۔ایسی حالت میں حضرت کو لوگوں کا مال عمومی مصالح کے لئے لینے میں کسی قسم کا اندیشہ نہ رہا۔اسی وجہ سے خود بنفس نفیس صدقے مانگ لیتے اور فقراء اہل اسلام ویتامی وغیرہ کے مصالح میں تقسیم فرمادیتے اور کسی کو اس وہم کا موقع ہی نہ ملتا کہ وہ رقم حضرت اپنے ذاتی اغراض میں صرف کرنے کے لئے وصول فرماتے ہوں گے اور حالت ظاہری بھی اسی کو ثابت کرتی تھی کہ حضرت ﷺ کو اس مال سے کوئی ذاتی تعلق نہیں کیونکہ عموماً فقر وفاقہ کی کیفیت رہا کرتی تھی ..اور یہی وجہ تھی کہ وفات شریف کے وقت کسی قسم کا مال واسباب ومکان عالی شان ورثاء کیلئے نہیں چھوڑا۔ ان تمام مشاہدات کے بعد کیا ممکن ہے کہ کسی قسم کی بدگمانی ہو سکے، ہرگز نہیں ۔اگر مرزا قادیانی کو نبوت اور رسالت خدا کی طرف سے ملتی تو خدا تعالی ان کو بھی ان بدنما الزاموں سے محفوظ رکھتا۔مگر ایسا نہ ہوا جیسا کہ ان کی کاروائیوں سے ظاہر ہے۔

مولوی الہی بخش لاہوریؒ جو مرزا قادیانی کے قدیم دوست اور سال ہا سال ان کے رفیق رہے، جن کو خود مرزا صاحب نے متقی اور پرہیزگار فرمایا ہے، وہ اپنی کتاب عصائے موسی میں مرزا صاحب کا حال لکھتے ہیں:

وہ کیوڑا بیک مشک کی گاگریں مسافت دور دراز سے بصرف کثیر منگوا کر استعمال فرماتے ہیں، خس کی ٹٹیاں لگی رہتی ہیں، اور برف ہر وقت مہیا رہتی ہے، مرغی انڈا مشک پلاؤ زردہ، پشمینہ، قالین، لحاف وغیرہ میں مستغرق اور منہمک ہیں اور بادشاہوں کی طرح جائداد و زیور باغات محل مکانات مقبرے منار گھنٹہ گھر (کلاک ٹاور) اور منار روشنی (لائٹ ٹاور) وغیرہ غریبوں کے مال سے ہزار ہا روپیہ خرچ کر کے اپنی تفریح اور یادگار بناتے ہیں۔ صرف ایک یادگاری منارۃ المسیح جس میں گھڑی جنگل میں وقت بتانے کو اور لالٹین روشنی جانے کو لگائی جائے گی، تعمیر کے واسطے دس ہزار روپیہ چندے کے لئے اشتہارات شائع کیئے گئے ۔ یہ ترفہ اور فارغ البالی اور عیش وعشرت عموماً امراء کو بھی نصیب نہیں یہ سب عقلی نبوت کا طفیل ہے جسکا حال ہم نے ابتدائے کتاب میں لکھا ہے

جب عقلی معجزات مرزا قادیانی صدہا تراشتے ہیں تو غور کیا جائے کہ خاص مال فراہم کرنے کی تدابیر کس قدر سوجھتی ہونگی ۔عصائے موسی صفحہ ۴۳۳ ملخصاً میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی تصویریں اپنی اور اپنے اہل بیت کی اور خاص جماعت کی اقسام اقسام کی اترواتے ہیں اور اخباروں میں ان کی اشاعت اور خریداری کی ترغیب وتحریص ہوا کرتی ہے جس سے لاکھوں کی آمدنی متصور ہے۔

اس کے سوا ماہواری چندے اقسام کے مقرر ہیں جن کا کچھ حال اوپر معلوم ہوا۔ اس کے سوا صاحب عصائے موسی نے اپنے ذاتی معلومات جو اس میں لکھے ہیں وہ بھی قابل دید ہیں ۔ عصائے موسی ص ۴۲۶ میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی غور فرمائیں کہ و اذ اتمو من خان میں جو روپیہ سراج منیر کا ۱۴ سو روپئے کی لاگت والی براہین کی قیمت میں آیا اس کو دوسری جگہ اپنی خانگی ونفسانی حاجات میں خرچ کرنا داخل ہے یا نہ۔...

اسی عصائے موسی صفحہ ۱۶۲ میں لکھا ہے:

مرزا قادیانی نے طرح طرح کے اقرار مدار وعدے کر کے روپئے قیمت کتب قبولیت دعائے فرزند وغیرہ کے نام واعتبار پر پیشگی حاصل کر کے اپنے قبضے وتصرف میں لے آیا اور پھر وعدہ وغیرہ کو بالائے طاق رکھ کر پیچھے مریدین سے مشتہر کرا دی کہ امام وقت و خلیفۃ اللہ کو بنیوں بقالوں تنگ دلوں زر پرستوں کے حساب کتاب سے کیا کام...

روپیہ حاصل کرنے کی یہ تدبیریں ہیں، دعا کی اجرت تک لی جاتی ہے، اور زکوۃ جو حق فقراء ہے وہ بھی نہیں چھوڑی جاتی۔ اور پیرایہ کس قدر خوش منظر کہ دین اسلام جیسا غریب اور یتیم اور بے کس کوئی نہیں۔ اس کے سوا ان کا جھوٹ کہنا داؤ پیچ فتنہ انگیزی خدا تعالی کی تکذیب اور اس پر افتراء الحاد انبیاء کی تنقیص شان اور ان کو ساحر قرار دینا اور ان پر اپنی فضیلت وغیرہ اور عصائے موسی میں متعدد مقامات میں ثابت کئے گئے ہیں جن کا ذکر اس کتاب میں بھی آ گیا ہے اور یہ ایسے امور ہیں کہ کوئی مسلمان ان کا مرتکب نہیں ہوسکتا اور اگر ہوا تو مسلمان نہیں سمجھا جاتا۔ اب اہل ایمان غور کریں کیا ممکن ہے کہ مرزا قادیانی ان تمام اوصاف کے جامع بھی ہوں اور تقرب الٰہی اور نبوت اور عیسویت کے ساتھ بھی متصف ہوں۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے تو مسیلمہ کذاب سے آج تک جتنے نبوت کے مدعی گذرے ہیں معاذ اللہ سب پر ایمان لانے کی ضرورت ہوگی حالانکہ کوئی ایمان دار اس کا قائل نہیں ہوسکتا۔ اس کے بعد مرزا قادیانی کے وہ دلائل جو اپنی نبوت اور عیسویت پر پیش کرتے ہیں ان کی طرف توجہ کرنے کی کوئی ضرورت نہ رہی مگر سرسری طور پر اگر ذکر کر لئے جائیں تو بے موقع بھی نہیں۔

ایک دلیل یہ ہے کہ کریم بخش نے کہا کہ گلاب شاہ مجذوب نے کہا تھا کہ مسیح لدھیانے میں آکر قرآن کی غلطیاں نکالے گا۔

محمد یعقوب نے کہا کہ عبداللہ صاحب غزنویؒ نے کہا مرزا قادیانی عظیم الشان کام کے لئے مامور کئے جائیں گے۔

ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ مسیح آسمان سے اترا۔

پیش گوئیاں استجابت دعا فصاحت وبلاغت زبان عربی، عقلی معجزات ان کے دلائل کا حال اوپر معلوم ہو چکا، اعادے کی حاجت نہیں۔

اب مرزا قادیانی کی وہ دلائل پیش کی جاتی ہیں کہ جو مرزا قادیانی نے ازالہ صفحہ ۷۰۸ میں لکھا ہے:

> ایک دلیل یہ ہے جو ابھی معلوم ہوئی کہ کریم بخش نے گواہی دی کہ گلاب شاہ مجذوب نے خبر دی تھی کہ عیسی جوان ہوگیا ہے۔ اب قرآن میں غلطیاں نکالے گا (سبحان اللہ عیسی اور قرآن میں غلطیاں نکالنا)

قرآن کے مغز وبطن کا اٹھایا جانا

اور ایک دلیل یہ پیش کرتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۲ میں ہے:

من جملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں یہ ہے کہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھا لیا گیا تھا اور وہ زمانہ موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا جو مسیح یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا، ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کا مغز وبطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا ہے اور وہ اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسیٰ کے زمانے سے اسی زمانے کے قریب گذر چکا ہے جو موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیانی زمانہ تھا۔

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے مابین جو مدت بتلائی جا رہی ہے اس سے غرض یہ ہے کہ موسیٰؑ سے چودہ سو برس کے بعد عیسیٰؑ کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی تھی، اسی طرح مثیل موسیٰ یعنی نبی کریم ﷺ سے اب تک اسی قدر مدت گذر گئی ہے اس لئے مثیل عیسیٰ بھیجا گیا یعنی خود مرزا قادیانی..

ماحصل ان کی تقریر کا یہ ہوا کہ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ دونوں مستقل نبی اور ہمارے نبی ﷺ اور مرزا قادیانی ان دونوں کے مثیل ہیں۔ یعنی مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰؑ کے مثیل ہیں اور آنحضرت ﷺ موسیٰؑ کے مثیل، کیونکہ صاف لفظوں میں حضرت ﷺ کو موسیٰؑ کا مثیل کہہ رہے ہیں۔ چونکہ مرزا مثیل ہونے کی وجہ سے اپنے کو ظلی اور تبعاً نبی کہتے ہیں اسی قیاس پر آنحضرت ﷺ بھی انکے نزدیک ظلی نبی ہوئے، مگر مسلمانوں کا اعتقاد ایسا نہیں وہ بحسب احادیث صحیحہ نبی کریم ﷺ کو سید المرسلین سمجھتے ہیں جن میں موسیٰؑ اور عیسیٰؑ وغیرھما سب شامل ہیں...اور آیت شریفہ و اذ اخذ اللّٰہ میثاق النّبیّین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃٍ ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به، و لتنصر نّه (آل عمران:۸۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء گویا آنحضرت ﷺ کے نائب تھے۔ پھر حضرت ﷺ کو کسی نبی کا مثیل اور ظلی نبی قرار دینا کیسی بے ادبی ہے۔..

مسلمانوں اور یہود کی وجہ شبہ میں جو فرماتے ہیں کہ مغز اور بطن کلام الٰہی کا ان دونوں کے دلوں سے اٹھا لیا گیا، اس میں یہ کلام ہے کہ یہود کی شان میں حق تعالیٰ فرماتا ہے افکلّما جاء کم رسول بّما لا تھوی انفسکم استکبرتم ففریقاً کذّ بتم و فریقاً تقتلون (بقرہ:۸۷) جس سے ظاہر ہے کہ وہ انبیاء کی تکذیب اور ان کو قتل کیا کرتے تھے اور توریت وانجیل سے ثابت

ہے کہ انہوں قربانی کے مقام میں خنزیر ذبح کئے، بت خانے آباد کئے۔اس کے سوا اور بہت سی ان کی خرابیاں ہیں، بفضلہ تعالی مسلمانوں میں ان باتوں میں سے ایک بھی نہیں پائی جاتی۔مسجدیں آباد بلکہ ہمیشہ نئی بنائی جاتی ہیں، حج کی دھوم دھام وہی ہے، رمضان شریف میں عبادت کی وہی گرم جوشیاں ہیں۔غرض کہ شعار اسلام بفضلہ تعالی ہندوستان میں بھی قائم ہیں ۔ رہا یہ کہ بعض حظوظ نفسانی میں گرفتار اور بدعتوں میں مبتلاء ہیں سو ان کی بھی یہ حالت ہے کہ جب قرآن وحدیث سنتے ہیں تو اپنے افعال اور تقصیر پر نادم ہوتے ہیں ۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ بعض ایسے بھی ہیں کہ عمر بھر قرآن وحدیث سنتے اور پڑھتے ہیں مگر کسی کی جادو بیانی کے اثر سے ضروریات دین کے اعتقادات سے پھر جاتے ہیں سو وہ لوگ اعتبار کے قابل نہیں ایسے لوگ تو خود نبی کے وقت میں گمراہ اور مخالف ہو جاتے تھے ان کے حسب حال یہ شعر ہے:

عمرہا دیدند قوم دوں ز موسی معجزات
آں ہمہ شد گاؤ خورد از بانگ یک گوسالہء

غرض کہ جس طرح یہود نے توریت کو چھوڑ دیا تھا مسلمانوں نے اب تک قرآن کو نہیں چھوڑا، البتہ مرزا قادیانی کی تعلیم سے اب اس کی بنیاد پڑ گئی ہے کہ صدہا آیات قیامت اور احیائے اموات وغیرہ ابواب میں جو وارد ہیں ان کا ایمان اس تعلیم سے بعض لوگوں کے دلوں سے اٹھا لیا گیا ہے مثلاً جب یہ مسلّم ہو جائے کہ مرتے ہی آدمی ایک سوراخ کی راہ سے جنت میں دوزخ میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نہیں نکلتا جیسا کہ مرزا کہتے ہیں تو قیامت اور حشر اجساد کا خود ابطال ہو گیا۔

قرآن کا مغز اور بطن جو مرزا قادیانی فرماتے ہیں اگر اس سے وہی مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرما دیا ہے سو وہ بفضلہ تعالی کتب تفسیر وحدیث میں بتمامہ محفوظ اور موجود ہے مغز اور بطن جو کچھ پوشیدہ اور ادراک سے غائب ہے سب کچھ حضرت نے فرما دیا کیونکہ حضرت کو ان امور میں بخل نہ تھا چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے وماھو علی الغیب بضنین (تکویر:۲۴) یعنی آنحضرت ﷺ غیب کی باتیں بتانے میں بخیلی نہیں کیا کرتے، اور اشارات قرآنیہ کو جو بزرگان دین نے مجاہدات و مکاشفات کے بعد معلوم کیا ہے وہ بھی تفاسیر اور کتب تصوف میں موجود ہیں۔غرض مسلمانوں کو ان کے نبی اور پیشوایان دین نے سب سے مستغنی کر دیا ہے۔کسی کی من گھڑت باتوں سے ان کو کچھ کام نہیں اور اگر مغز وبطن کچھ اور ہے جو مرزا قادیانی پیش کرتے ہیں سو اس کو قرآن سے کچھ تعلق نہیں۔ الحاصل مرزا قادیانی مسلمانوں کو یہودیوں کے برابر کر کے اپنی ضرورت جو بتلا رہے ہیں وہ خلاف

واقع ہے بلکہ معاملہ بالعکس کہ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ سولی پر چڑھائے گئے مرزا قادیانی کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہود کا عقیدہ نحن ابناء اللّٰہ کا ہے مرزا قادیانی بھی یہی کہتے ہیں۔..

موسیٰؑ کے بعد عیسیٰؑ تک بہت سے نبی گذرے ہیں مثلاً یوشع ،شمویل ،الیاس ،الیسع ، ارمیا، دانیال، داؤد، سلیمان اورعزیر وغیرہ پھر سب کو چھوڑ کر ہمارے نبی کو جو مثیل موسی بنا رہے ہیں اس کی کوئی وجہ معلوم نہیں ہوئی ۔ اگر بت پرستی موقوف کرا کے توحید کی طرف بلانے میں تشبیہ ہے تو کل انبیاء اسی کام کے لئے تھے۔ اگر نادر معجزات کے لحاظ سے ہے، تو عیسیٰؑ کے معجزات اسی قسم کے تھے اور اگر بنی اسرائیل کی ہدایت کے خیال سے ہے، تو داؤد اور سلیمان نے ان کی بت پرستی بالکل موقوف کرادی تھی۔ غرض کوئی وجہ تخصیص کی معلوم نہ ہوگی ۔

کیا قادیانی ،آدم وابن مریم تھا

اور ایک دلیل ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۴۔۶۹۵ (ملخص) میں لکھتے ہیں کہ:

روحانی طور پر عالم کون میں فساد وغیرہ امور ہوں گے تب وہ آدم جس کا دوسرا نام ابن مریم بھی ہے بغیر وسیلہ ہاتھوں کے پیدا کیا جائے گا اسی کی طرف الہام اشارہ کر رہا ہے جو براہین میں درج ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے اردت ان استخلف فخلقت آدم ... ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ وہ آدم اور ابن مریم بھی عاجز ہے کیونکہ ایسا دعوی اس عاجز سے پہلے کبھی کسی نے نہیں کیا اور اس عاجز کا یہ دعوی دس برس سے شائع ہو رہا ہے اور براہین احمدیہ میں مدت سے یہ الہام چھپ چکا ہے کہ خدا تعالی نے اس عاجز کی نسبت فرمایا ہے کہ یہ آدم ہے اور یہ خدا تعالی کی ایک باریک اور کامل حکمت ہے کہ اس طوفان نزاع کے وقت سے دس برس پہلے ہی اس عاجز کا نام آدم اور عیسی رکھدیا...اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر انّی جاعل فی الارض خلیفۃ کی کھلی کھلی طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ آدم کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور من شذ شذ فی النار کی تہدید سے بچیں۔

مرزا کی اس تقریر سے کئی باتیں معلوم ہوئیں:

ا۔ براہین احمدیہ کلام الہی ہے جس میں حق تعالی نے ان کے خلیفہ ہونے کی بشارت دی ہے۔

۲۔مرزا قادیانی نبی ہیں جن پر وہ کتاب نازل ہوئی۔
۳۔مرزا قادیانی خلیفۃ اللہ ہے۔
۴۔جومخالفت کرے وہ گویا ابلیس اور دوزخی ہے۔
۵۔دس برس پہلے الہام شائع ہونے کی وجہ سے وہ قطعی ہوگیا۔

حق تعالی نے تیرہ سو برس پہلے اپنے کلام قدیم میں یہ بات شائع کر دی کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کے بعدکوئی نبی نہیں ہوسکتا ما کان محمّد ابا احدٍ مّن رّجا لکم و لکن رسول اللّٰہ و خاتم النّبیین (احزاب:۴۰) اب اس کے بعدکوئی دعوی نبوت کرے تو وہ مسیلمہ کذاب واسودعنسی وغیرہ کی قطارمیں داخل ہے جس کے جہنمی ہونے میں کسی کوشک نہیں کیونکہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمادیا ہے کہ قیامت سے پہلے بہت سے دجال نکلیں گے جورسول ہونے کا دعوی کریں گے جیسا کہ مسند احمد جلد۲ص ۲۳۷، بخاری جلد ا ص ۵۰۹، مسلم جلد۲ص ۳۹۷ وغیرہ نے روایت کی:

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لا تقوم السّاعۃ حتّی یبعث دجّالون کذّابون قریباً مّن ثلاثین کلّھم یزعم انّہ رسول اللّٰہ۔

مرزا قادیانی کوکمالات وفضائل کے ساتھ کمال درجے کی دلچسپی ہے وہ ہمیشہ تلاش میں لگے رہتے ہیں جہاں کوئی کمال پیش نظر ہوجاتا ہے بے دھڑک اس کا دعوی کر بیٹھتے ہیں چنانچہ ان تصریحات سے ظاہر ہے۔ازالہ اوہام صفحہ۱۵۴ میں لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں، انصاف سے بتلادیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدائے تعالی سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے، یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ مجدد خدا تعالی کی طرف سے آئے گا۔یعنی علوم لدنیہ وآیات سماویہ کے ساتھ۔اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعوی کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔

اورازالہ اوہام صفحہ۱۰۷ میں لکھتے ہیں:

جس زمانے میں آنحضرت ﷺ کا کوئی نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں دلی اور دماغی بڑی تیزی سے اپنا کام کرتی ہیں اوراس نیابت کے اختیارات ملنے کے وقت تو وہ

جنبش نہایت تیز ہو جاتی ہے خدا تعالی نے اس عاجز کو بھیجا ہے یعنی نائب کر کے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں:

حدیث میں جو وارد ہے کہ حارث جو ایک شخص ماوراء النہر کا ہوگا جو آپ رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد و نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی جو مسلمانوں کا امام ہوگا دراصل یہ دونوں پیش گوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔

نبی ﷺ کو خدا تعالی نے خبر دی کہ حارث امام مہدی کی تائید کو جائے گا اس کے بعد عیسی آسمان سے اتریں گے جیسا کہ متعدد صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر مرزا قادیانی کے ملہم نے ان کو خبر دی کہ یہ غلط ہے حارث امام مہدی اور عیسی ایک ہی شخص ہے۔ یہ ملہم خدا اور رسول کا مخالف ہے جب ہی تو ایسا الہام کیا۔ ازالہ اوہام صفحہ ۴۱۴ میں لکھتے ہیں:

وہ مسیح موعود جس کا آنا انجیل اور احادیث صحیحہ کے رو سے ضروری طور پر قرار پا چکا تھا وہ تو اپنے وقت پر اپنی نشانوں کے ساتھ آگیا اور آج وہ کا وعدہ پورا ہو گیا جو خدا تعالی کی مقدس پیش گوئیوں میں پہلے سے کیا گیا تھا۔

اور نیز ازالہ صفحہ ۶۴۸ (ملخص) لکھتے ہیں:

خدا تعالی نے اس عاجز کو آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا، پھر مثیل نوح کا، پھر مثیل یوسف کا، پھر مثیل داؤد کا، پھر مثیل موسی کا، پھر مثیل ابراہیم کا قرار دیا اور بار بار احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر محمد مصطفیٰ قرار دیا۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۷۳ میں لکھتے ہیں:

آیت شریفہ مبشراً برسولٍ یّاتی من بعدی اسمه احمد، سے خود مراد ہیں۔

رسالہ عقاید مرزا میں اشتہار معیار الاخیار (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۲۶۸ ملخص) سے مرزا قادیانی کا قول نقل کیا ہے: میں مہدی ہوں اور بعض نبیوں سے افضل ہوں۔

اور اسی میں اشتہار (دافع البلاء۔ ص ۱۳) سے ان کا قول نقل کیا ہے: میں امام حسین سے افضل ہوں۔

اور اسی (دافع البلاء صفحہ ۲۰) سے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے،

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو   اس سے بہتر غلام احمد ہے

اور اسی سے ان کا یہ قول بھی نقل کیا ہے، میں اللہ کی اولاد کے رتبے کا ہوں۔ میرا الہام

ہے انت منی بمنزلۃ اولادی۔

اورالحکم ۱۰مارچ ۱۹۰۵ء ص ۶ میں مرزا قادیانی کا الہام لکھا ہے:

انّما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون یعنی تم جس چیز کو پیدا کرنا چاہو جب کن کہہ دو گے تو وہ پیدا ہو جائے گی۔

اور (توضیح ص ۱۸۔۱۹) سے ان کا قول نقل کیا ہے: میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں۔

اور کشتی نوح صفحہ ۶ سے ان کا قول نقل کیا ہے:

میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۰ میں لکھتے ہیں:

سچی وحی اپنے پر نازل ہوتی ہے۔ (ملخصاً)

ضرورت الامام صفحہ ۱۳ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

خدا تعالی ان سے بہت قریب ہو جاتا ہے اور کسی قدر پردہ چہرے سے اتار دیتا ہے اور نہایت صفائی سے مکالمہ کرتا ہے اور دیر تک سوال و جواب ہوتے رہتے ہیں اور یہ اس واسطے ہوتا ہے کہ ان کے الہام دوسروں پر حجت ہوں۔ (ملخصاً)

رسالہ عقاید مرزا میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ:

طاعون ملک میں میری تکذیب کی وجہ سے خدا نے بھیجا ہے

اور یہ بھی نقل کیا ہے کہ: میرا منکر کافر اور مردہ ہے اس کو ضرور مواخذہ ہوگا۔

اس قسم کی بہت سی باتیں ان کی تصانیف میں موجود ہیں اور اب تو آپ کرشن جی بھی ہو گئے ہیں۔ مرزا قادیانی عیسویت وغیرہ کا جو مرکب دعوی کرتے ہیں یہ کوئی نئی بات نہیں۔ غرر الخصائص الواضحہ صفحہ ۱۷۵ میں علامہ وطواط نے لکھا ہے کہ

معتمد کی خلافت میں ایک شخص سواد کوفہ میں نکلا تھا جسکو کرمیتہ کہتے تھے یہ شخص پہلے نہایت زہد وعبادت کے ساتھ مشہور ہوا جب لوگ معتقد ہو گئے تو ان سے کہا کہ مسیح نے آدمی کی صورت میں ظاہر ہو کر مجھ سے کہا کہ تو داعیہ ہے اور حجت ہے ناقہ ہے روح القدس ہے یحی بن زکریا ہے۔ پھر یہ دعوی کیا کہ میں مسیح ہوں عیسی ہوں کلمہ ہوں مہدی ہوں محمد بن الحنفیہ ہوں جبریل ہوں۔ جب دس ہزار آدمی اس کے تابع ہو گئے تو ان میں سے بارہ شخصوں کا انتخاب کر کے کہا کہ تم میرے حواری ہو جیسے عیسی کے حواری تھے

مرزا قادیانی کو اس شخص کی رائے پسند آئی اور عقل کا مقتضا بھی یہی ہے کہ جب دس بیس دعوی کر دیئے جائیں تو کم سے کم ایک تو ضرور ثابت ہو جائے گا، پھر مقاصد حاصل کرنے کے لئے وہ ایک بھی کم نہیں۔ کرمیتہ نے مرزا قادیانی کے اس دعوی کو بھی باطل کر دیا جو فرماتے ہیں کہ سوائے میرے کسی مسلمان نے عیسی ہونے کا دعوی نہیں کیا۔

الغرض آپ نے اس بات کا ٹھیکہ لے لیا ہے کہ کوئی فضیلت چھوٹنے نہ پائے اور کوئی فرقہ ہندوستان میں ایسا نہ رہے جس کے وہ مقتداء اور معبود نہ بنیں، مگر کسی فرقے پر ان کا افسوں نہ چلا۔ چونکہ مسلمانوں میں آج کل یہ صلاحیت بڑھی ہوئی ہے کہ ہر کسی کا افسوں ان پر اثر کر جاتا ہے چنانچہ ہزاروں نیچری وغیرہ بن گئے اور بنتے جاتے ہیں، اس لئے رد نصاری وغیرہ کو ذریعہ بنا کر ان کی طرف توجہ کی۔ چنانچہ کسی قدر کامیابی بھی حاصل کی اور جب روپیہ چندہ وغیرہ کا بخوبی آنے لگا تو ایک رسالہ فتح الاسلام لکھا جس کے نام سے ظاہر ہے کہ اسلام کو تو انہوں نے فتح کر لیا۔ اس فتح سے بڑی غرض یہ تھی کہ روپیہ حاصل ہو، اس لئے اپنی رعایا پر اقسام کے ٹیکس لگائے جیسا کہ اوپر معلوم ہوا اور مالگزاری کا دستور العمل اسی میں شائع کیا جس کا ایک فقرہ یہ ہے:

> اسلام کے ذی مقدرت لوگو آپ لوگوں کو پہنچا دیتا ہوں۔ اپنی سارے دل اور ساری توجہ اور سارے اخلاص سے مدد کرنی چاہیے۔ جو شخص اپنی حیثیت کے موافق کچھ ماہواری چندہ دینا چاہتا ہے وہ اسکو حق واجب اور دین لازم کی طرح سمجھ کر خود بخود ماہوار اپنی فکر سے ادا کرے،

اور ادائی میں سہل انگاری کو روا نہ رکھے اور جو شخص ایک مشت دینا چاہتا ہے وہ اسی طرح امداد کرے۔ اور اس رسالے میں بڑی تاکید یہ کی گئی ہے کہ کوئی اس کاروائی پر بدگمانی نہ کرے۔ اور اخبار البدر میں شائع کرا دیا گیا جیسا کہ عقاید مرزا میں لکھا ہے کہ ان کے فعل پر اعتراض کرنا بھی کفر ہے۔ اب کس کی مجال کہ کوئی اعتراض یا بدگمانی کر سکے۔ مگر یہ احتمال تھا کہ یہ روپیہ جس قدر وصول ہوتا ہے مرزا قادیانی کے تقدس اور رواداری کی وجہ سے ہے، آئندہ لوگ ہاتھ لیں گے اور مقتضائے بشریت بھی تھا کہ اپنی اولاد کی کچھ فکر کی جائے۔ اس لئے اس کا بندوبست یوں کیا جو، ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۶ میں الہام تحریر فرماتے ہیں:

> خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کر رکھا ہے کہ میری ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی وہ آسمان سے اتریگا

اوراسی میں فرماتے ہیں کہ حق تعالی نے فرمایا:

خدا تیرے مجد کو زیادہ کرے گا اور تیری ذریت کو بڑھائے گا اور من بعد تیرے خاندان کا تجھ سے ہی ابتداء قرار دیا جائے گا..جو شخص کعبہ کی بنیاد کو ایک حکمت الٰہی کا مسئلہ سمجھتا ہے وہ بڑا عقل مند ہے کیونکہ اس کو اسرار ملکوتی سے حصہ ہے ایک اولی العزم پیدا ہوگا وہ حسن اور احسان میں تیرا نظیر ہوگا وہ تیری نسل ہی سے ہوگا فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الحق والعلا کان اللّٰہ نزل من السّماء (ازالہ اوہام۔ص۶۳۴۔۶۳۵)

اور دوسرے مقام (ازالہ اوہام۔صفحہ ۴۱۸) میں لکھتے ہیں:

اس مسیح کو بھی یاد رکھیں جو اس عاجز کی ذریت میں سے ہے جس کا نام ابن مریم بھی رکھا گیا ہے کیونکہ اس عاجز کو براہین میں مریم کے نام سے بھی پکارا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو لاکھ روپیہ ماہواری چندہ ملتا تھا تو ان کے فرزند کو دو لاکھ سے کم نہ ملنا چاہیے۔آخر باپ بیٹوں میں فرق ضرور ہے، مرزا قادیانی کی شان میں تو کانّ عیسی نزل من السّماء تھا، بیٹے کی شان میں کانّ اللّٰہ نزل من السّماء ہے۔ الغرض جب دیکھا جائے کہ چند اشخاص بطور رعایا رقم مالگذاری داخل کرنے لگے اسی کا نام فتح اسلام رکھ کر یہ خیال جمایا کہ یہ سلطنت تو اپنے اور اپنی اولاد کے لئے قائم ہوگئی، اب ہنود کی طرف توجہ کرنی چاہیے۔ چنانچہ ان میں جاکر دعوی کیا کہ میں کرشن جی ہوں۔تعجب نہیں کہ اپنی پختہ تدابیر سے اس میں بھی کامیاب ہو جائیں مگر بظاہر کسی قدر بعید معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ ابلیس مسلمانوں کا دشمن ہے ہنود کا نہیں۔ہمیں اس کا کچھ خیال نہیں کہ مرزا قادیانی کو اس قدر روپیہ کیوں ملتا ہے، اس لئے کہ آخر تدابیر سے نتائج حاصل ہوا ہی کرتے ہیں اور حق تعالی کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا چنانچہ ارشاد ہے ومن کان یرید حرث الدّنیا نؤته منها و ما له فی الآخرة من نصیب (شوری: ۲۰) مگر کلام دوسرے حصے میں ہے جو دین سے متعلق ہے کیونکہ قابل اہتمام وغم خواری ہے تو یہی حصہ ہے جسکا اثر ابدالاباد رہنیوالا ہے۔اب ہم اہل انصاف کو توجہ دلاتے ہیں کہ مرزا جو الہامات خلیفۃ اللہ وغیرہ ہونے کے بیان کرتے ہیں باوجود ایسے قوی قرائن کے کیا اب بھی قابل تصدیق سمجھے جائیں اور عقل بیکار کردی جائے۔اگر صرف مجددیت یا محدثیت کا دعوی ہوتا تو بھی مضائقہ نہ تھا جب انہوں نے نبوت و رسالت کا دعوی کیا ہے تو اب اس حدیث شریف کو اہل اسلام مانیں جو بخاری اور مسلم وغیرہ سے ابھی نقل کی گئی کہ مدعی رسالت دجالوں میں سے ایک دجال ہے یا مرزا

کے یہ تمام دعوی اس کے خلاف مانیں جائیں ہر مسلمان کو اپنا ایمان عزیز ہے خود ہی فیصلہ کر لے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے دجال کے استدراج میں یہ کلام کیا ہے کہ اس سے تو اس کا کن فیکو ن کا رتبہ ثابت ہوتا ہے اور سوچا کہ کہ ایسا بڑا رتبہ اس کو دیا جائے اور خود محروم رہ جائیں ،تو ایک اعلی درجے کا کمال فوت ہو جاتا ہے۔ تکمیل کے لئے کرشن جی بتکلف بننے کی ضرورت ہوئی یہ مرتبہ تو مسلمانوں میں مسلّم اور بنا بنایا ہے اس لئے دعوی کیا کہ مرتبہ کن فیکون مجھ کو حاصل ہے ۔اگر یہ بات نہ ہوتی تو (ازالہ اوہام۔صفحہ ۲۲۸) میں کیوں فرماتے:

> اگر ہم اس دمشقی حدیث کو (جو مسلم شریف میں ہے) اس کے ظاہری معنوں پر حمل کر کے اس کو صحیح اور فرمودہ خدا و رسول مان لیں تو ہمیں اس بات پر ایمان لانا ہوگا کہ فی الحقیقت دجال کو ایک قسم کی قوت خدائی دی جائے گی اور زمین و آسمان اس کا کہا مانیں گے اور خدا تعالی کی طرح فقط اس کے ارادے سے سب کچھ ہوتا جائے گا..غرض جیسا کہ خدا تعالی کی یہ شان ہے: انّما امرہ ا ذا اراد شیئاً ان یّقول لہ کن فیکون ،اسی طرح وہ بھی کن فیکو ن سے سب کچھ کر دکھائے گا۔

حاصل یہ کہ حدیث مسلم شریف جس میں دجال کے استدراج سے اس کا پانی برسانا اور زمین سے سبزیاں اگانا وغیرہ امور مذکور ہیں ، غلط ہے اس لئے کہ اس سے لازم آتا ہے کہ خالقیت میں خدا کا شریک ہو جائے گا۔غور کیا جائے کہ مرزا قادیانی کو جب یہ بات حاصل ہوگئی تو بحسب الہام انّما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول لہ کن فیکو ن صرف لفظ کن کہہ کر سب کچھ پیدا کر سکتے ہیں تو بڑے دجال سے وہ چند امور جن کی تصریح نبی ﷺ نے بحسب اطلاع باری تعالی کر دی ہے ظہور میں آئیں تو کون سے کفر و شرک کی بات ہوگی؟

بخاری شریف (باب ذکر الدجال کتاب الفتن) میں یہ حدیث مذکور ہے کہ تمام انبیاء دجال کے فتنے سے ہمیشہ اپنی اپنی امت کو ڈرایا کرتے تھے۔جس سے ظاہر ہے کہ اس کا فتنہ معمولی نہ ہوگا۔اگر اس قسم کی باتیں اس سے ظہور میں نہ آئیں تو اس سے خوف ہی کیا، دنیا میں بڑے بڑے فتنے ہوئے اور ہوتے جاتے ہیں۔کسی سے انبیاء نے اپنی اپنی امتوں کو نہیں ڈرایا اور نہ آنحضرت ﷺ نے ان کے بیان کا اہتمام فرمایا۔بخلاف فتنہ دجال کے کہ ہر نماز میں اس سے پناہ مانگنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ الغرض بلحاظ فتنہ و آزمائش امور مذکورہ احادیث کا ظہور میں آنا مستبعد نہیں۔ بخلاف اس کے مرزا قادیانی جو یہ دعوی کرتے ہیں اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔ بہر حال مرزا نے

جس لحاظ سے حدیث مسلم شریف کا انکار کر دیا تھا، اب ان کو اس الہام کے لحاظ سے بڑے دجال کی نسبت ان امور کا مان لینا ضروری ہوا کیونکہ جب وہ خود مدعی ہیں کہ کن سے سب کچھ کر دکھاتا ہوں تو بڑا دجال بحسب احادیث صحیحہ کچھ کر دکھائے تو کیا تعجب۔

اس تقریر سے وہ تمام تقریریں باطل ہوگئیں جو عیسی کے پرندوں کو زندہ کرنے کے باب میں لکھی ہیں۔ جن میں ایک یہ ہے جو (ازالہ اوہام۔ص ۲۹۷ میں) لکھتے ہیں:

وہ آیات جن میں ایسا لکھا ہے متشابہات میں سے ہیں اور ان کے یہ معنی کرنا کہ گویا خدا تعالی نے اپنے ارادے سے اور اذن سے حضرت عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا، صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے کیونکہ خدا تعالی اپنی صفات خاصہ الوہیت بھی دوسرے کو دے سکتا ہے تو اس سے اس کی خدائی باطل ہوتی ہے اور موحد صاحب کا یہ عذر کہ ہم ایسا اعتقاد تو نہیں رکھتے کہ اپنی ذاتی طاقت سے حضرت عیسی خالق طیور تھے، بلکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ یہ طاقت خدا تعالی نے اپنے اذن اور ارادے سے ان کو دے رکھی تھی اور اپنی مرضی سے ان کو اپنی خالقیت کا حصہ دار بنایا تھا اور اس کو اختیار ہے کہ جسکو چاہے اپنا مثیل بنا دیوے قادر مطلق جو ہوا۔ یہ سراسر مشرکانہ باتیں اور کفر سے بدتر

دیکھئے حق تعالی نے اپنی خالقیت کے باب میں جو فرمایا ہے انّما امره اذا اراد شيئاً ان يّقول له كن فيكون (یسین :۸۲)۔ وہی کلام مرزا قادیانی کے الہام میں ان کی شان میں کر دیا گیا انّما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون۔ یعنی خدا نے ان سے کہا کہ تم جو پیدا کرنا چاہو صرف کن کہہ دو گے تو وہ پیدا ہو جائے گا۔ حالانکہ پیدا کرنا خاص صفت الہی ہے جیسا کہ حق تعالی نے فرمایا ہے انّ ربّک هو الخلّاق العليم (الحجر:۸۶)۔ عیسیؑ کی نسبت تو کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ خدائے تعالی نے اپنی صفت خالقیت ان کو دے کر حصہ دار بنا دیا تھا بلکہ عقیدہ یہ ہے کہ احیائے موتی کا معجزہ جو ان کو دیا گیا تھا کبھی کبھی بحسب ضرورت ظاہر کیا کرتے تھے جیسا کہ خدا تعالی فرماتا ہے فتنفخ فيها فتكون طيراً باذنى واذ تخرج الموتى باذنى (مائدہ:۱۱۰)۔ مگر مرزا قادیانی خالقیت کے حصہ دار اور اس کے مثیل بن بیٹھے ہیں ۔ اب تک صرف انبیاء کے مثیل کہلاتے تھے اب خدا کے مثیل ہونے کا دعوی ہے حالانکہ اللہ فرماتا ہے ليس كمثله شيء (شوری:۱۱)

مرزا قادیانی مضامین قرآن کو مشرکانہ خیال بتاتے ہیں اور اس کی کچھ پرواہ نہیں کرتے

کہ وہ خدائے تعالی فرما رہا ہے۔ ابلیس نے اور کیا کیا تھا، اس نے بھی تو یہی کہا تھا کہ غیر اللہ کے سجدے کو مشرکانہ خیال سمجھا تھا جس کی وجہ سے ملعون ابدی بنا۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب اوروں کو فرماتے ہیں ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور خود اس کے ہم خیال ہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ آیات قرآنیہ پر ایمان لانے کو الحاد اور سخت بے ایمانی اور مشرکانہ خیال اور کفر سے بدتر کہہ دیا اور آپ نعوذ باللہ خدا کے شریک بن رہے ہیں۔ اس سے بڑھ کر الحاد اور سخت بے ایمانی اور کفر سے بدتر اور کیا ہوگا۔ مجوس صرف دو خالق مانتے تھے مرزا قادیانی تو دوسرے خالق ہی بن گئے۔

اہل اسلام غور فرمائیں کہ کیا کوئی مسلمان ایسا دعوی کرسکتا ہے جو مرزا قادیانی نے کیا ہے۔ ہمارے نبی ﷺ نے باوجودیکہ سید المرسلین اور افضل الخلائق ہیں کبھی اس قسم کا دعوی نہیں کیا بلکہ ہمیشہ انّما انا بشر مّثلکم فرماتے رہے۔ اس کے بعد مرزا کا یہ الہام کیونکر قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔ مرزا قادیانی ایک نظیر تو پیش کریں کہ کس نے نبوت کا دعوی کے ساتھ کن فیکون کا بھی دعوی کیا ہے۔ مگر مشکل تو یہ ہے کہ کسی کا دعوی نہ کرنا ہی ان کے لئے دلیل ہوجاتا ہے چنانچہ اپنے مجددیت کو اسی طریقے سے انہوں نے ثابت کیا (ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۴ میں) فرماتے ہیں:

> آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضروری ہے۔ اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں، انصاف سے بتلا دیں کہ کس نے اس صدی کے سر پر خدائے تعالی سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے، یوں تو ہمیشہ دین کی تجدید ہو رہی ہے مگر حدیث کا منشاء تو یہ ہے کہ وہ مجدد خدا تعالی کی طرف سے آئے گا۔ یعنی علوم لدنیہ وآیات سماویہ کے ساتھ۔ اب بتلاویں کہ اگر یہ عاجز حق پر نہیں تو پھر وہ کون آیا جس نے اس چودھویں صدی کے سر پر مجدد ہونے کا ایسا دعوی کیا جیسا کہ اس عاجز نے کیا۔

اگر شیطان کسی کے سامنے ہوکر دعوی کرے کہ میں تیرا خدا ہوں مجھے سجدہ کر اور اس کی دلیل یہ بیان کرے کہ سوائے میرے کسی نے خدائی کا دعوی نہیں کیا تو کیا اس کی یہ دلیل قابل تسلیم ہوسکتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ مگر مرزا قادیانی کی تقریر سے ظاہر ہے کہ ان کو اس قسم کی دلیلوں پر وثوق ہے یہی وجہ ہے کہ جب شیطان ان کو اپنے چہرے سے کسی قدر پردہ اتار کر ٹھٹھے سے کہہ دیتا ہے کہ میں خدا ہوں اور کوئی دلیل بھی ایسی ہی بتا دیتا ہے تو ان کو یقین آجاتا ہے۔

حدیث موصوف سوائے ابوداؤد کے صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں اور بقول مرزا یہ

حدیث کسی کو نہ ملی یا موضوع یا ضعیف سمجھ کر بخاری و مسلم وغیرہ نے اس کو ترک کر دیا۔ جب مسلم کی دمشق والی حدیث بخاری میں نہ ہونے کی وجہ سے بقول مرزا قادیانی قابل اعتبار نہ ہوئی تو اس کو تو امام مسلم نے بھی قبول نہیں کیا، بطریق اولی قابل اعتبار نہ ہوگی۔ پھر ایسی حدیث استدلال میں کیوں پیش کی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی نے اس حدیث کو نقل کیا، نہ یہ لکھا کہ وہ کون سی کتاب میں ہے، بلکہ صرف یہی لکھا کہ مجدد کا آنا ضرور ہے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اگر وہ لکھتے تو انکے استدلال کی قلعی کھل جاتی۔ کیونکہ ان کا دعوی ہے کہ ہر صدی پر ایک مجدد خدا کی طرف سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس کے ساتھ علوم لدنیہ اور آیات سماویہ بھی ہوا کرتی ہیں حالانکہ حدیث میں کوئی ایسی بات مذکور نہیں۔ دیکھئے حدیث شریف یہ ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ انّ اللّٰه يبعث لهذه الامة على رأس كلّ مأة سنة من يجدد لها دينها (ابوداؤد، کتاب الملاحم) یعنی اللہ تعالی اس امت میں ہر صدی کے سرے پر ایک شخص پیدا کیا کرے گا جو اس کے دین کی تجدید کرے۔

وفیات الاسلاف میں حدیث موصوف کو نقل کر کے ہر زمانے میں جن علماء اور موید ین دین پر مجددیت کا گمان تھا ان کے ناموں کی فہرست لکھی اور یہ ثابت کیا کہ ہر صدی کا مجدد یقینی طور پر معین نہیں کر سکتے۔ اسی وجہ سے بعض علماء نے لکھا ہے کہ مجدد ہر صدی کا ایک ہونا ضرور نہیں کیونکہ حدیث شریف میں لفظ من یّجدد وارد ہے اور لفظ من کا استعمال کثیر میں اکثر ہوا کرتا ہے۔ ہر چند نام اکابر کے لکھے ہیں مگر یہ کسی نے نہیں لکھا کہ ان میں سے کسی نے یہ دعوی بھی کیا تھا کہ میں علوم لدنیہ خدا کے پاس سے لے کر آ رہا ہوں اور مجھے خواہ مخواہ مجدد کہو (اور ادھر ہزار ہا علماء کا ہجوم اور اصرار کہ نہ تو مجدد ہے نہ محدث اور طرفین سے رسالہ بازیوں کی لے دے ہو رہی ہے) بلکہ ان حضرات کی حالت یہ تھی کہ تائید دین متین کو مقصود بالذات سمجھ کر ہمیشہ اسی میں مصروف رہا کرتے تھے اور ایسی تعلیوں کو کراہیت کی نظر سے دیکھتے پھر ان کی کمال حقانیت اور خلوص کا وہ اثر دلوں پر پڑتا تھا کہ خود کہہ اٹھتے تھے کہ بے شک یہ مجدد ہیں۔ مرزا قادیانی نے لوازم و شرائط مجدد کے جو بیان کئے ہیں اگر راست ہیں تو ضرور ہے کہ ہر صدی کے مجدد کا نام اور اس کے دعوی کو پیش کریں اور یاد رہے کہ یہ ممکن نہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ حدیث و قرآن کا مضمون جیسا جی چاہتا ہے بنا لیتے ہیں، اسی وجہ سے نہ وہ مجدد ہو سکتے ہیں نہ محدث وغیرہ جو اعلی مدارج ہیں۔ تجدید کے معنی یہ ہیں کہ جو دین کی قدیمی

باتیں پرانی ہوگئی ہوں ان کو از سر نو رواج دے، مگر مرزا قادیانی جو بات نکالتے ہیں وہ تو ایسی ہوتی ہے کہ کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں ہوتی ۔۔۔ ایسے لوگوں کی نسبت یہ ارشاد ہے :

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ سیکون فی آخر امّتی اناس یحد ثونکم بما لا تستمعوا به انتم ولا آباء کم فا یّا کم و ایّاهم (مسلم ۔ با ب النهی عن الروا یة عن الضعفاء) ۔یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ آخری زمانے میں میری امت کے بعض لوگ ایسی نئی باتیں کہیں گے کہ نہ تم نے سنی نہ تمہارے آباء و اجداد نے، ان لوگوں سے بہت دور رہو۔

مسلمانو! کیا اس کے بعد بھی اب ان کی باتیں دل لگا کر سنو گے اور اپنے نبی کو ناراض کرو گے ۔ یہ تو حضرت ﷺ نے تمہاری ہی خیر خواہی کے لئے فرمایا ہے۔ کلام اس میں تھا کہ کسی نے مجددیت کا دعوی نہیں کیا۔ اس لئے مرزا قادیانی مجدد ہیں اسی طرح عیسویت کا بھی دعوی ہے چنانچہ (ازالہ صفحہ ۶۸۳ میں) لکھتے ہیں :

ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح موعود کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعوی نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں ، بلکہ اس تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوی نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں ۔،

غرض مسیح موعود کا نہ آنا ہی آپ کے مسیح ہونے پر دلیل ہے اور ایک دلیل مسیحیت پر یہ ہے جو ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۵ میں لکھا ہے :

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوے میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہیں دنوں میں آسمان سے اتر آئے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں، مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اس صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر ہی آوے، تا میں ملزم ٹھہر سکوں ۔ آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتے دکھائی دیں ۔ اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلے پر قبول ہو جایا کرتی ہے۔ لیکن آپ یقیناً سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں ۔،

مرزا قادیانی ہم لوگوں کو نہایت تنگ کرتے ہیں بھلا اس آخری زمانے میں مستجاب

الدعوت لوگ جن کی دعا فوراً قبول ہو جائے کہاں ظاہر ہوتے ہیں، وہ تو بحسب آیہ شریفہ یا ایھا الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرکم من ضل اذا اھتدیتم (مائدہ: ۱۰۵) اپنی فکر میں لگے رہتے ہیں ان کو بحسب اقتضائے زمانہ کسی کے گمراہ کرنے اور ہونے کی کچھ پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ فیصل شدہ امور میں خلاف مرضی الٰہی دعا کرنے کو بھی حرام سمجھتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ قیامت کا ایک وقت مقرر ہے اور اس کے آثار و علامات جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ سعادت سے شروع ہو گئے ہیں، وقتاً فوقتاً اپنے اپنے وقت پر ظہور کر جاتے ہیں۔ ان کا ایمان ایسا مستحکم ہے کہ کسی علامت کی تاخیر سے متزلزل نہیں ہوتا۔ ان کو یقین ہے کہ وقت مقررہ پر اس کا ظہور ضرور ہوگا۔ تعجیل کو وہ کافروں کی خصلت سمجھتے ہیں کیونکہ کفار کی عادت تھی کہ انبیاء کو یہ کہہ کر تنگ کرتے تھے کہ عذاب کا جو تم وعدہ دیتے ہو اگر سچے ہو تو دعا کر کے اتار دو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے بھی یہی درخواست ان کی رہا کرتی ہے و یستعجلونک بالعذاب و لو لا اجل مسمّی لجاء ھم العذاب (عنکبوت: ۵۳) یعنی کفار عذاب کی جلدی کرتے ہیں اگر سچے ہو تو دعا کر کے اتارو۔ اگر اس وقت کا وقت مقرر نہ ہوتا تو عذاب ان پر آ جاتا۔ اور حق تعالیٰ فرماتا ہے:

> و یقولون متی ھذا الوعد ان کنتم صادقین ۔ قل لکم میعاد یومٍ لّا تستاخرون عنه ساعة ولا تستقدمون (سبا: ۲۹۔۳۰)۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ کہو تمہارے ساتھ جس دن کا وعدہ ہے تم نہ اس سے ایک گھڑی پیچھے رہ سکو گے نہ آگے بڑھ سکو گے۔

دیکھئے ہم نے جو کہا تھا کہ مرزا قادیانی مدعیان نبوت وغیرہ اہل باطل کے خیالات اختراعیہ سے مدد لیا کرتے ہیں اس کی تصدیق یہاں ہوگئی کہ کفار کے خیالات سے ان کا تائید لینا ظاہر ہو گیا کیونکہ جس طرح کفار ہمارے نبی ﷺ کو عاجز کرنے کی غرض سے عذاب کی جلدی کیا کرتے تھے کہ اگر وہ آنے والا ہے تو اتار لاؤ، اسی طرح مرزا قادیانی ہم کو عاجز کر رہے ہیں کہ اگر مسیح اترنے والے ہیں تو جلد اتار لاؤ۔ چونکہ ان کو اس تقلید کی عادت ہوگئی ہے اس لئے اس کا خیال بھی ان کو نہ آیا کہ اگر میں یہ دلیل پیش کرونگا تو قرآن پڑھنے والے کیا کہیں گے۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں میں تو موجود ہوں، اگر عیسیٰؑ اس وقت نہ اتریں تو میرا دعوی ٹوٹ نہیں سکتا۔ غور کا مقام ہے اگر کوئی ملحد خدائی کا دعوی کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا کو اتار لاؤ، تو اس کا جواب بھی ایسا ہی مشکل ہوگا جیسا مرزا قادیانی کا جواب

دینا مشکل ہو رہا ہے کیونکہ ہم میں ایسی طاقت کہاں کہ خدا کو یا مسیح کو اتار سکیں ۔ پھر کیا اس عجز سے اس ملحد کا دعوی ثابت ہو جائے ۔ مرزا قادیانی کو یہ طریقہ کفار و ملاحدہ کا اختیار کرنا زیبا نہ تھا ۔

ابن حزمؒ نے کتاب الملل والنحل میں لکھا ہے کہ ابو منصور کسف نے نبوت کا دعوی کیا تھا اور اس کے ساتھ یہ بھی دعوی تھا کہ میں کسف ہوں جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے :

و ان یروا کسفاً من السّماء سا قطاً یقولوا سحاب مرکوم (اگر وہ آسمان کا ٹکڑا گرتا ہوا دیکھیں تو کہیں کہ وہ ابر جما ہوا ہے) (طور :۴۴)

اس نے استعارہ وغیرہ سے کسف یعنی آسمان کا ٹکڑا ہونے میں اپنے لئے فضیلت خاصہ ثابت کر رکھی تھی اور بہت سے لوگ اس کے پیرو بھی ہو گئے تھے ۔ غرض اس کا دعوی یہ تھا کہ اگر میں کسف نہیں ہوں اور میرے مخالف اگر سچے ہیں تو دعا کر کے کوئی آسمان کا ٹکڑا اتار لیں اور یاد رہے کہ وہ ہرگز نہیں اتار سکینگے اسلئے کہ وہ غلطی پر ہیں ۔ ہر چند مسخرے پن سے زیادہ اس دلیل کی وقعت نہیں مگر اس نے اپنے زعم میں اس کو دلیل بنا رکھا تھا اور اسکے اتباع اس کی تحسین بھی کرتے ہونگے ۔

مرزا قادیانی نے عیسیٰؑ کو آسمان سے اتارنے پر فیصلہ جو ٹھہرایا ہے وہ مخلوق کے اختیار سے باہر ہے ۔ اس سے مقصود ان کو ظاہر ہے کہ وہ فیصلہ کرنا نہیں چاہتے ۔..

الف ششم کے آخر میں پیدائش

اور ایک دلیل اپنی عیسویت پر یہ پیش کرتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ میں ہے :

ازانجملہ ایک یہ کہ ضرور تھا کہ آنے والا ابن مریم الف ششم کے آخر میں پیدا ہوتا ۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۶ میں ہے :

اس عاجز کو جو خدا تعالی نے آدم مقرر کر کے بھیجا ، اس کا یہ نشان رکھا کہ الف ششم میں جو قائم مقام روز ششم ہے یعنی آخری حصہ الف میں جو وقت عصر سے مشابہ ہے اس عاجز کو پیدا کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان یوماً عند ربّک کالف سنۃٍ مّما تعدون ۔ اور ضرور تھا کہ وہ ابن مریم جس کا انجیل اور فرقان میں آدم بھی نام رکھا گیا ہے اور آدم کی طرز پر الف ششم کے آخر میں ظہور کرتا ۔ سو آدم اول کی پیدائش سے الف ششم میں ظاہر ہونے والا یہی عاجز ہے ۔ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس ہے اور آخری آدم پہلے آدم کے طرز ظہور پر الف ششم کے آخر میں جو

روز ششم کے حکم میں ہے پیدا ہونے والا ہے۔ سو وہ یہی ہے جو پیدا ہو گیا۔

ازالہ اوہام کے دیکھنے سے یہ بات ظاہر ہے کہ اگر مرزا قادیانی کو کوئی ایسی حدیث مل جاتی ہے جس کو وہ مفید سمجھتے ہیں تو نہایت جلی حرفوں میں نمایاں لکھتے ہیں مگر یہاں صرف یہ لکھ دیا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ بنی آدم کی عمر سات ہزار برس کی ہے اور ایک حدیث بھی نقل نہیں کی۔ یہ ترکِ عادت خالی از حکمت عملی نہیں۔ مرزا قادیانی تو بخاری اور مسلم کی حدیثوں میں بھی تعارض پیدا کر کے ساقط الاعتبار کر دیتے ہیں مگر ہم توسیع کرتے ہیں کہ بخاری کی بھی خصوصیت نہیں صحاح ستہ سے کسی کتاب کی حدیث اس مضمون کی پیش فرمائیں۔ مگر یاد رہے کہ وہ ہرگز پیش نہیں کر سکتے۔ پھر یہ کہہ دینا کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہو گیا ہے کس قدر جرأت کی بات ہے۔ یہ مرزا قادیانی ہی کی ہمت ہے۔ واضح رہے کہ جو حدیثیں اس باب میں وارد ہیں اکثر فردوس دیلمی کی ہیں جس کی نسبت امام سیوطیؒ نے جمع الجوامع کے دیباچے میں لکھا ہے کہ جو روایت فقط دیلمی نے فردوس میں کی ہے ضعیف سمجھی جائے۔ اس کے سوا ان احادیث میں تعارض اس قدر ہے کہ کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ احادیث یہ ہیں:

عن علی قال قال رسول اللّٰه ﷺ خلق اللّٰه الدّ نیا علی سبعة آماد الا مد الد هر هو الطو یل الذی لا یحصیه ا لا الله فمضی من الد نیا قبل خلق آ د م ستة آ ما د و منذ خلق الله آ د م الی ان تقو م السا عة انتم فی امد وا حد (دیلمی) یعنی دنیا کو اللہ نے سات امد پر پیدا کیا ہے اور امد ایک طویل زمانے کا نام ہے جس کا شمار سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں کر سکتا۔ ان میں سے آدم کے پہلے چھ امد گذر چکے اور آدم جب سے پیدا ہوئے قیامت تک تم ایک ہی امد میں ہو۔

عن حذیفه قال قال رسول اللّٰه ﷺ الد نیا مسیرة خمس مأة سنة (دیلمی) یعنی دنیا پانچ سو برس کی مسافت ہے

عن انس قال قال رسول اللّٰه ﷺ الد نیا کلّها سبعة ایام من ایام الآخرة (دیلمی) یعنی پوری دنیا آخرت کے سات دن ہیں۔

عن ابن عباس قال الد نیا جمعة من جمع ا لآخرة سبعة آلاف سنة فقد مضی ستة آلاف سنة موا ستة و الیا تین علیها موا ستة لیس علیها مو حد (ابن جر یر) یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ دنیا آخرت کے ہفتوں

میں سے ایک ہفتہ ہے جس کے سات ہزار برس ہیں ان میں سے چھ ہزار اور کئی سو برس گزر گئے اور کئی سو برس آئے گے کہ کوئی خدا تعالیٰ کی توحید کرنے والا روئے زمین پر نہ رہے گا۔

مرزا کے استدلال میں تین چیزیں مقصود بالذات ہیں: آدم دنیا کے الف ششم کے آخر میں پیدا ہوئے؛ عمر بنی آدم کی سات ہزار سال ہے؛ الف ششم کے آخر میں مرزا پیدا ہوئے۔

اب ان احادیث کو ان دعاوی پر منطبق کیجئے۔ حضرت علیؓ والی حدیث سے ظاہر ہے کہ آدمؑ ساتویں امد میں پیدا ہوئے، اس سے دعوی اول کا بطلان ہوگیا۔ پھر امد کے معنی ہزار برس نہیں بلکہ ایک مدت طویلہ کا نام ہے جس کو سوائے خدا کے کوئی شمار نہیں کر سکتا۔ اس حدیث سے تینوں دعووں کا ابطال ہوگیا کیونکہ ہزار کسی شمار و قطار میں نہیں۔ اور حضرت حذیفہؓ کی روایت سے بھی امور مذکورہ کا ابطال ہو رہا ہے اس لئے کہ اگر کل دنیا کی عمر ہمارے اصطلاحی پانچ سو برس لئے جائیں تو خلاف بداہت اور خلاف مقصود ہے اور اگر پانچ سو برس آخرت کے لئے جائیں جو آیت شریفہ انّ یوماً عند ربّک کالفِ سنۃٍ مّما تعدّون میں مذکور ہے تو اٹھاہ کروڑ سال ہوتے ہیں۔ پھر اگر بنی آدم کی عمر اس کا ساتواں حصہ لی جائے جیسا کہ حدیث حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے معلوم ہوتا ہے تو ڈھائی کروڑ سال سے زیادہ ہوئی اور اس حساب سے آدم کی خلق ابتدائے عالم سے پندرہ کروڑ سال کے بعد ہوئی اور مرزا قادیانی، حضرت آدمؑ کے بعد الف ششم میں پیدا ہوئے۔ دیکھئے کہاں پندرہ کروڑ اور کہاں چھ ہزار۔ اور اگر انسؓ کی حدیث دیکھی جائے تو بنی آدم کی عمر ایک ہی ہزار برس کی ہوتی ہے حالانکہ اب تک چھ ہزار برس گذر گئے۔ اور اگر ابن عباسؓ کی حدیث دیکھی جائے تو حضرت ﷺ کے وقت سے قیامت تک ہزار سال ہونا چاہیے حالانکہ اس وقت تک تیرہ سو سال گذر چکے ہیں۔ غرض کہ کسی ضعیف حدیث سے بھی کوئی دعوی مرزا قادیانی کا ثابت نہیں ہوسکتا۔ اس پر یہ فرماتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے۔

اگر مرزا قادیانی یہ کہتے کہ بہت سے حکماء یا پادریوں کے قول سے ثابت ہے تو چنداں مضائقہ نہ تھا۔ غضب کی بات یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو نہیں فرمایا وہ بطور افتراء کہتے ہیں کہ بہت سی حدیثوں سے ثابت ہے حالانکہ آنحضرت ﷺ نے صاف فرما دیا من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوّأ مقعدہ من النّار (بخاری۔ باب اثم من کذب علی النّبیّ) یعنی جو شخص جھوٹ کہہ دے کہ میں نے یہ کہا ہے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اب مرزا قادیانی جب تک صحیح روایت سے حضرت ﷺ کا فرمانا ثابت نہ کردیں اس وعید سے نکل نہیں سکتے۔

ظلمت عامہ اور تامہ

ایک اور دلیل یہ ہے جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۳ میں لکھتے ہیں :

ظلمت عامہ اور تامہ کے عام طور پر پھیلنے کی وجہ سے اور حقیقت انسانیہ پر ایک فنا طاری ہونے کے باعث وہ روحانی طور پر ابوالبشر یعنی آدم کی صورت پر پیدا ہونیوالا ہے۔

ماحصل یہ ہے کہ اس وقت پوری پوری ظلمت ہر ملک میں پھیل گئی ہے اور انسانی حقیقت پر فنا طاری ہوگئی ہے اس وجہ سے روحانی طور پر ابوالبشر یعنی خود پیدا ہوئے۔ یہ تو محسوس نہیں ہے کہ آفتاب نکلنا موقوف ہوگیا ہے اس وجہ سے ظلمت ہوگئی ہے اور تمام دنیا کے آدمی مرگئے، یہاں تک کہ حقیقت انسانیہ پر فنا طاری ہوگئی، اس لئے ضرور ہے کہ مرزا قادیانی کی مراد ظلمت اور فنا سے کچھ اور ہوگی۔ ضرور تھا کہ اس کی تصریح فرما دیتے اور یہ بھی لکھ دیتے کہ کون سی تاریخ سے ان امور کا ظہور ہوا۔ یوں تو ۱۳۰۰ھ اس کی تاریخ فرمادیں گے جس کا مادہ خود ہی غلام احمد قادیانی نے بتایا ہے مگر یہ کہہ دینا کافی نہیں ہوسکتا جب تک یہ بات بدلائل ثابت نہ ہو کہ اس تاریخ سے کوئی انقلاب اسلام میں پیدا ہوگیا ہے جو اس سے پہلے نہ تھا۔ اگر یہ فرمائیں کہ اپنی عیسویت کو نہ ماننا ہی دلیل ہے تو خصم اس کا یہ جواب دے سکتا ہے کہ یہی تو بقائے حقیقت انسانیہ کی دلیل ہے کہ اس قدر احساس انسانی ان میں اب تک پایا جاتا ہے کہ جس طرح مدعیان نبوت کو ان کے اسلاف نے نہیں مانا تھا انہوں نے بھی نہیں مانا اور اولئک کالانعام بل ھم اضلّ (اعراف:۱۷۹) کے مصداق نہ بنے۔ غرض ظلمت عامہ کے پھیلنے اور حقیقت انسانیہ کے فنا ہونے کا سنہ مذکور تو نہیں ہوسکتا۔ شائد انقلاب کے لحاظ سے ۱۲۷۴ھ قرار دیا ہوگا۔

چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۲۔۷۲۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں :

آیت انا علی ذھاب بہ لقادرون میں ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہوکر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپدید ہو گئے تھے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ ہیں اور ۱۲۷۴ھ کے زمانے کو جب عیسوی تاریخ میں دیکھنا چاہیں تو ۱۸۵۷ء ہوتا ہے۔ سو درحقیقت ضعف اسلام کا ابتدائی زمانہ یہی ۱۸۵۷ء ہے جس کی نسبت خدا تعالی آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین سے اٹھا لیا جائے گا۔ سو ایسا ہی ۱۸۵۷ء

میں مسلمانوں کی حالت ہوگئی کہ بجز بدچلنی اور فسق و فجور کے اسلام کے رئیسوں کو اور کچھ یاد نہ تھا جس کا اثر عوام پر بھی بہت پڑ گیا تھا۔ انہیں ایام میں انہوں نے ناجائز اور ناگوار طریقے سے سرکار انگریزی سے باوجود نمک خوار اور رعیت ہونے کے مقابلہ کیا، حالانکہ ایسا مقابلہ اور ایسا جہاد ان کے لئے شرعاً جائز نہ تھا کیونکہ وہ اس گورنمنٹ کی رعیت اور ان کے زیر سایہ تھے اور رعیت کا اس گورنمنٹ کے مقابل پر سر اٹھانا جس کی وہ رعیت ہے اور جس کے زیر سایہ امن اور آزادی سے زندگی بسر کرتی ہے سخت حرام اور معصیت کبیرہ اور ایک نہایت مکروہ بدکاری ہے۔ جب ہم ۱۸۵۷ء کی سوانح کو دیکھتے ہیں اور اس زمانہ کے مولویوں کے فتووں پر نظر ڈالتے ہیں جنہوں نے عام طور پر مہریں لگا دی تھیں جو انگریزوں کو قتل کرنا چاہیے تو ہم بحر ندامت میں ڈوب جاتے ہیں کہ یہ کیسے مولوی تھے اور کیسے ان کے فتوے تھے۔ جس میں نہ رحم تھا نہ عقل تھی، نہ اخلاق نہ انصاف۔ ان لوگوں نے چوروں اور قزاقوں اور حرامیوں کی طرح اپنی محسن گورنمنٹ پر حملہ کرنا شروع کیا اور اس کا نام جہاد رکھا۔ ننھے ننھے بچوں اور بے گناہ عورتوں کو قتل کیا اور نہایت بے رحمی سے انہیں پانی تک نہ دیا۔ کیا یہ حقیقی اسلام تھا یا یہودیوں کی خصلت تھی۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ خدا تعالی نے اپنی کتاب میں ایسے جہاد کا کسی جگہ حکم دیا ہے۔ پس اس حکیم اور علیم کا قرآن کریم میں یہ بیان فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا، یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا... باوجود اس کے یہ مولوی لوگ اس بات کی شیخی مارتے ہیں کہ ہم بڑے متقی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ نفاق سے زندگی بسر کرنا انہوں نے کہاں سے سیکھ لیا ہے۔،

ماحصل اس کا یہ ہے کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن شریف اٹھا لیا گیا اس وجہ سے کہ آثار اسلامی سلطنت ہند سے ناپدید ہو گئے اور ظلمت عامہ اور تامہ پھیل گئی۔ معلوم نہیں ان ایام سے ظلمت اور اندھیر پھیلنے کا کیا سبب ہوا، اگر غدر کی وجہ سے ہوا تھا تو اس کے بعد تو امن و آسائش کا زمانہ آ گیا۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ سخت جاہل اور سخت نادان اور سخت نالائق وہ مسلمان ہیں جو اس گورنمنٹ سے کینہ رکھے اگر ہم ان کا شکر نہ کریں تو

پھر ہم خدا تعالیٰ کے بھی ناشکر گذار ہیں کیونکہ ہم نے جو اس گورنمنٹ کے زیر سایہ آرام پایا اور پا رہے ہیں، وہ آرام ہم کسی اسلامی گورنمنٹ میں نہیں پا سکتے، ہرگز نہیں پا سکتے۔

باوجود اس کے ایسے زمانے کو اندھیر کا زمانہ قرار دینا مرزا قادیانی کی شان کے خلاف ہو گا اور اگر غدر کے سوا اور کوئی سبب ظلمت اور اندھیر کا ہے تو ضرور تھا کہ گورنمنٹ سے اس ظلمت اور اندھیر کے اٹھانے کی درخواست کرتے، بغیر چارہ جوئی کے یہ شکایت نازیبا ہے۔ پھر فقط ظلمت اور اندھیر پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں انسانی حقیقت فنا ہوگئی۔ یعنی کسی میں آدمیت ہی نہ رہی۔ یہ دوسرا الزام ہے، گورنمنٹ تو لکھوکھہا روپیہ بمقتضائے انسانیت تعلیم میں صرف کرے اور مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انسانیت کی حقیقت فنا ہوگئی یعنی کسی ایک آدمی میں آدمیت نہ رہی۔ اگر یوں فرماتے کہ کسی مسلمان میں آدمیت نہ رہی تو دوسری گالیوں میں اس کا بھی شمار کر لیا جاتا، وہ تو عام طور پر کہہ رہے ہیں کہ کسی آدمی میں آدمیت نہ رہی اور ظلمت اور اندھیر بالکل پھیل گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ گورنمنٹ کی تعریف وہ منافقانہ طور پر کرتے ہیں۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں:

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق سے مغرب کے ملکوں میں ہزارہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔

اب انہیں پوچھا جائے کہ دجال کو کیا آپ ایماندار عیسائی سمجھتے ہیں یا یہودی بے ایمان۔ پھر با اقبال قوم کو جو دجال قرار دیا ہے جس کی ریل مشرق سے مغرب کے ملکوں میں چلتی ہے اس قوم سے کون سی قوم مراد لی۔ اگر دل میں گورنمنٹ کی توہین کا خیال نہ تھا تو در پردہ با اقبال قومیں کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ صاف کہہ دیتے کہ دجال سے مراد روس ہے جس کی ریل مشرق سے مغرب کو جاتی ہے۔ یہی تو منافقی ہے۔ حیرت ہے کہ اپنے آپ پر قیاس کر کے مسلمانوں کو منافق بنا رہے ہیں۔ اور یہ جو فرماتے ہیں کہ عورتوں اور بچوں کو نہایت بے رحمی سے قتل کیا اس واسطے حق تعالیٰ نے ۱۸۵۷ء میں قرآن کو اٹھا لیا۔ فی الواقع یہ بڑا ہی ظلم ہوا، مگر یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اس کے پہلے ۶۰ ہجری میں ایک سخت ظلم وستم کا واقعہ اسلام میں بھی گذر چکا ہے جس کو تمام مسلمان جانتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے واقعے میں کس قدر بے رحمیاں کی گئیں اور خاندان نبوت پر کیسا ظلم ہوا کہ جس کے سننے سے آدمی روتے روتے بے تاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ خود مرزا قادیانی بھی ازالہ اوہام صفحہ ۷۰ کے حاشیہ میں اس واقعہ کے با وقعت اور با عظمت اور دردناک ہونے کے

قائل ہیں۔ اب اگر ظلم شدید کی وجہ سے قرآن کا اٹھایا جانا مسلّم ہو، تو یہ ماننا پڑے گا کہ رسول اللہ ﷺ کی ذریت پر ایسا ظلم شدید ہونے کے وقت ۶۰ھ ہی میں قرآن شریف اٹھالیا گیا۔ پھر ۱۸۵۷ء میں رہا ہی کیا تھا جو اٹھایا جاتا۔ اور جو فرماتے ہیں کہ و انا علی ذھا ب بہ لقا درون میں حق تعالی نے بیان فرمادیا کہ ۱۸۵۷ء میں قرآن زمین سے اٹھالوں گا، اس میں مرزا قادیانی کو علی ذھا ب بہ کی ضمیر کے مرجع میں دھوکا ہوگیا جس کی وجہ سے قرآن کی طرف وہ ضمیر پھیردی، اس کا حال پوری آیت سے معلوم ہوسکتا ہے وہ یہ ہے:

و انزلنا من السّماء ماء بقدر فا سکناہ فی الارض و انا علی ذھا ب بہ لقا درون (مومنون: ۱۸)۔ اور ہم ہی نے ایک اندازے کے ساتھ پانی برسایا۔ پھر اس کو زمین میں ٹھہرا رکھا اور ہم اس پانی کے اڑا لے جانے پر بھی قادر ہیں۔

اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے کہ یہ ضمیر پانی کی طرف پھرتی ہے جو اس کے پہلے صراحتاً مذکور ہے اور قرآن کا وہاں ذکر بھی نہیں۔ اگر لاعلمی سے مرزا قادیانی نے یہ کہہ دیا تو غلطی کی اور اگر قصداً یہ معنی قرار دیئے تو تحریف کی۔ پھر اس آیت کو مادہ تاریخ قرآن کے اٹھائے جانے کا ٹھہرا کر یہ کہنا کہ ۱۸۵۷ء اس وقت قرار دیا گیا دوسری غلطی ہے۔ شاعروں نے جو مادہ تاریخ کی اصطلاح ٹھہرائی ہے ان کے یہاں بھی یہ شرط مسلّم ہے کہ مادہ تاریخ کے پہلے معلوم کرا دیتے ہیں کہ فلاں واقعے کا سال ان الفاظ سے نکلتا ہے۔ مگر حق تعالی نے نہ یہ اصطلاح بیان کی، نہ اس کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ آیت مادہ تاریخ ہے، نہ نبی کریم ﷺ نے کبھی یہ فرمایا کہ دیکھو فلاں آیت فلاں واقعہ کا مادہ تاریخ ہے۔ اور اگر صرف مضمون کے لحاظ سے آیت مادہ تاریخ قرار دی جائے تو انّ السّاعۃ آتیۃ سے واقعہ قیامت ۶۳۴ میں ہونا چاہیے۔

علاوہ ان تمام امور کے القادرون سے یہ کہنا کہ اس کا وقوع بھی ہوگیا، یہ بھی ایک دھوکا ہے۔ یہی لفظ دوسرے مقامات میں وارد ہے اور اس سے مقصود صرف تخویف اور بیان قدرت ہے۔ فلا اقسم بربّ المشارق و المغارب انّا لقادرون۔ علی ان نبدّل خیراً مّنھم و ما نحن بمسبوقین (معارج: ۴۰۔۴۱) یعنی ہم قادر ہیں کہ ان کفار سے بہتر ان کے بدلے بسائیں، حالانکہ کفار اب تک موجود ہیں۔ اسی طرح ارشاد ہے و انّا علی ان نریک ما نعد ھم لقادرون (مومنون: ۹۵) یعنی ہم اس پر قادر ہیں کہ جس عذاب کا وعدہ ان کا فروں سے کیا گیا تمہیں دکھادیں۔ حالانکہ اس کا بھی وقوع نہیں ہوا۔ بلکہ مقصود بیان قدرت اور تخویف ہے

۔اسی طرح اس آیت شریفہ میں بھی بیان قدرت اور تخویف مقصود ہے کہ پانی جو زمین پر ٹھہرتا ہے اور جس سے تمام منافع بنی آدم کے متعلق ہیں اس کے اڑا لے جانے پر ہم قادر ہیں، اگر اس قدرت کو ظاہر کر دکھائیں تو تمہاری کیا حالت ہوگی۔ اب غور کیا جائے کہ باوجود اتنے دھوکوں اور غلطیوں کے یقینی طور پر یہ کہہ دینا کہ حق تعالی قرآن میں فرماتا ہے کہ ۱۸۵۷ء میں ہم قرآن کو اٹھالیں گے کس قدر جرأت ہے۔ ہر شخص یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ حق تعالی پر صریح افتراء ہے اور قرآن سے ثابت ہے کہ جو شخص اللہ تعالی پر افتراء کرے وہ کفار سے بھی بدتر ہے جیسا کہ اس آیت شریفہ سے مستفاد ہے: و من اظلم ممّن افتری علی اللہ کذباً (انعام:۲۱)۔ اور ارشاد ہے انّ اللّٰہ لا یھدی القوم الظّالمین (احقاف:۱۰) یعنی ظالموں کو خدا رستہ ہی نہیں بتاتا۔ پھر جس کو خدا رستہ نہ بتائے تو اس کی گمراہی میں کیا شک ہے۔....

نشان نمائی

ایک اور دلیل اپنے صدق پر یہ پیش کرتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۳ میں مذکور ہے:

اس بات کو میں منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلے کیلئے احکم الحاکمین کی طرف رجوع کریں تاکہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا کوئی نشان یا کوئی اعلی درجہ کی پیش گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے آپ کو دی جائے، ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کرونگا اور مجھے خداوند کریم وقدیر کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی۔ میں اس مقابلہ میں کسی پر لعنت نہیں کرنا چاہتا اور نہ کرونگا۔ اور آپ کا اختیار ہے جو چاہیں کریں۔ لیکن اگر آپ اس سے اعراض کر گئے تو گریز پر حمل کیا جائیگا۔ میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبد الرحمٰن صاحب لکھو والے، اور میاں عبد الحق صاحب غزنوی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہیں کے زیر اثر آجائیں گے۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ مرزا قادیانی جو دعوی رسالت وغیرہ کرتے ہیں اس کی نفی کا مبینہ فریق مقابل کے ذمے ہے۔ مدت معینہ میں پیش نہ ہو تو ان کا دعوی ثابت اور بینہ بھی کیسا کہ اقتدار بشری سے خارج ہو۔

یہ بھی ایک الہامی طریقہ ثبات دعوی کا ہے جو مرزا قادیانی کے خصائص سے ہے مگر خدا نخواستہ اس طریق کا اگر رواج پڑ جائے تو جھوٹوں کو کامیابی کا بڑا ہی ذریعہ ہاتھ آ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے گا کسی پر دعوی کر کے ثبوت میں یہ مبینہ پیش کر دیگا کہ اگر مدعا علیہ سچا ہے تو احکم الحاکمین کی طرف رجوع کرے ضرور کوئی نشانی مل جائے جو راست بازوں کو فوق طاقت بشری ملا کرتی ہے اور جب مدت معینہ میں نہ ملے تو اپنا دعوی ثابت۔ خدا نے آنحضرت ﷺ کو باوجود ہزارہا معجزے عطا کئے۔ شق قمر تک آپ کے دست مبارک سے ہوا، مگر بعض وقت حسب خواہش کفار کوئی نشانی بھی نہیں دی گئی چنانچہ اس آیت شریفہ سے ظاہر ہے:

> و قالوا لن نومن لک حتّی تفجر لنا من الارض ینبوعاً ۔او تکون لک جنّۃ من نخیل و عنبٍ فتفجر الا نہار خلا لھا تفجیراً ۔ او تسقط السّماء کما زعمت علینا کسفاً او تأتی با للّٰہ و الملا ئکۃ قبیلاً۔ او یکون لک بیت من زخرف او ترقی فی السماء و لن نؤمن لرقیّک حتّی تنزل علینا کتا باً نقرؤہ ۔ قل سبحان ربّی ھل کنت الّا بشراً رسولًا ۔(بنی اسرائیل: ۹۰۔۹۱۔۹۲۔۹۳)۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ کفار نے حضرت ﷺ سے درخواست کی کہ زمین سے چشمے جاری ہو جائیں یا ایک باغ پیدا ہو جائے یا آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دیا جائے، اور اسی قسم کی کئی درخواستیں کیں۔ اس پر حضرت ﷺ کو حکم ہوا کہ ان سے کہو کہ میں تو ایک بشر رسول ہوں یعنی جو معجزے میرے ہاتھ پر خدا تعالی ظاہر کراتا ہے وہ کرتا ہے۔ مجھے کوئی ضرورت نہیں کہ تمہاری ہر درخواست کو منظور کر لیا کروں۔ دیکھئے باوجودیکہ آیات و معجزات لازمہ رسالت ہیں مگر ضرور نہ تھا کہ جانب مقابل کی طلب پر کوئی نشانی ضرور ظاہر ہو، اور نہ ہونے سے ان کی حقانیت میں فرق آ جائے۔ اگر وہ ضرور ہوتا تو معاذ اللہ اس وقت کفار اہل حق ٹھہر جاتے۔ پھر اس نشانی کے ظاہر نہ ہونے سے مرزا قادیانی کا حق پر ہونا کیونکر ثابت ہوگا۔

مرزا قادیانی کو ایسے ابواب میں کمال مشاقی اور جرأت حاصل ہے اس دس ہفتے کی مہلت میں انہوں نے کوئی ایسی بات ضرور سوچی تھی کہ اس کو بالائی تدابیر سے اپنی کامیابی کا ذریعہ بنا لیتے جیسے نصاری کے مقابلے میں انہوں نے یہی تدبیر کی کہ باوجودیکہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو گئی، مگر وہ اسی کو اپنی کامیابی کا ذریعہ بتاتے جاتے ہیں۔

نعمت اللہ شاہ کا قصیدہ

اور ایک دلیل اپنی عیسویت پر رسالہ نشان آسمانی صفحہ ۹ تا ۱۷ میں (ملخصاً) لکھتے ہیں:
مولوی اسماعیل شہید دہلوی جس زمانے میں اس کوشش میں تھے کہ کس طرح ان کے مرشد سید احمد صاحب مہدی وقت قرار دیئے جائیں اس زمانے میں انہوں نے قصیدہ شاہ نعمت اللہ کو حاصل کر کے بہت کچھ سعی کی کہ یہ پیش گوئی ان کے حق میں ٹھہرائی جائے یہاں تک کہ انہوں نے اپنی کتاب کے ساتھ اس کو شائع کر دیا۔ لیکن اس پیش گوئی میں وہ پتے اور نشان دیئے گئے تھے کہ کسی طرح سید احمد ان علامات کے مصداق نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ اس پیش گوئی کے مصداق کا نام احمد ہے اور نیز یہ بھی اشارہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا اور لکھا ہے کہ وہ تیرھویں صدی میں ظہور کرے گا پس بنظر سرسری خیال گذر سکتا ہے کہ سید احمد صاحب میں یہ تینوں علامتیں نہیں۔،

پھر مرزا قادیانی نے اس قصیدے کے چند اشعار نقل کئے ہیں جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

غین و رے سال چون گزشت   از سال بوالعجب کاروبار مے بینم
ظلمتِ ظلم ظالمانِ دیار   بے حد و بیشمار مے بینم
چوں زمستاں بے چمن بگذشت   شمس خوش بہار مے بینم
غم مخور زانکہ من دریں تشویش   خرمی وصلِ یار مے بینم
غازی دوستدار دشمن کش   ہمدم و یار غار مے بینم
اح م و دال مے خوانم   نامِ آں نامدار مے بینم
بادشاہ تمام ہفت اقلیم   شاہ عالی تبار مے بینم
مہدی وقت و عیسیٰ ء دوراں   ہر دو را شہسوار مے بینم

مرزا، چوں زمستاں بے چمن بگذشت، کی شرح میں لکھتے ہیں کہ جب تیرھویں صدی کا موسم خزاں گذر جائیگا تو چودھویں صدی کے سر پر آفتاب پر بہار نکلے گا یعنی مجدد وقت ظہور کریگا۔
یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جہاں ہزاروں کا مجمع ہوتا ہے اس میں ہر قسم اور طبیعت کے لوگ ہوتے ہیں۔ بعض مفتری و کذاب بھی ہوتے ہیں جو اس مجمع اور گروہ کی ترقی کی غرض سے اعتقاد بڑھانے والے اقسام کی باتیں بنا لیتے ہیں اور بعض دیانتدار بھی نیک نیتی سے ایسے امور کے مرتکب

ہو جاتے ہیں اور یہ خیال کر لیتے ہیں کہ اگر اس میں کچھ گناہ بھی ہو تو اس نیک نیتی کی وجہ سے معاف ہو جائے گا۔ بہر حال ممکن ہے کہ کسی نے اس وقت یہ قصیدہ بنا کر ایک کامل بزرگ کے نام سے مشہور کر دیا ہو جس سے مولوی اسماعیل صاحب کو بھی استدلال کا موقع ہاتھ آ گیا اور ان کا استدلال صحیح بھی ہو سکتا ہے اس لئے کہ اس میں ۱۳۰۰ھ کے بعد کی خبر ہے جس زمانے میں سید احمد صاحب کا ظہور ہوا تھا۔ اگر بقول مرزا چودھویں صدی کا ذکر صاحب قصیدہ کو منظور ہوتا تو (چوں زمستان بے چمن بگذشت) کی جگہ (بگذرد چوں صدی سیزدہم) لکھ دیتے کیونکہ جب پورے واقعات کا کشف ہی ٹھہرا تو (غ درے) کے بعد ایام فتنہ زا بیاں کر کے عین مقصود بالذات زمانہ بشارت کو چھوڑ دینا بالکل خلاف عقل ہے۔ پھر جب اس پیش گوئی میں سید احمد اور غلام احمد بیگ میں تنازع ہے تو سر سید احمد خان اس سے کیوں محروم رکھے جائیں۔ ان کے اتباع تو (مہدی وقت وعیسی دوراں) کے مصداق کی تکمیل میں مہدی علی خان کو پیش کر دیں گے جس سے (ہر دو شہسوار می بینم) بھی چسپاں ہو جائے گا اور مرزا قادیانی نے جو تکلیف اٹھا کر دو کو ایک کر دیا اس کی ضرورت بھی نہ رہے گی اور کثرت اتباع کے لحاظ سے بھی انہیں کا نمبر بڑھا رہے گا۔ یہ سب آپس کے جھگڑے ہیں مگر اس کا کیا جواب ہوگا کہ قصیدے میں تو بادشاہ تمام ہفت اقلیم می بینم لکھا ہے، اگر یہ تینوں احمد صاحبان علی سبیل البداہت یا بطور مانعۃ الخلو مصداق ٹھہریں تو ان کے پیرو صرف ہندوستان کے مسلمانوں کے عشر عشیر نہیں ہو سکتے۔ پھر ہفت اقلیم کی سلطنت کیسی؟ اس سے بداہتاً معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ قصیدہ جعلی ہے کسی نے مصلحت وقت کے لحاظ سے بنا کر اس بزرگ کی طرف منسوب کر دیا۔

مرزا قادیانی نے چند اشعار کی شرح کی اور پورا قصیدہ علیحدہ اسی کتاب میں لکھ دیا اس قصیدے کی ابتداء میں یہ اشعار ہیں

در خراسان و مصر و شام و عراق　　فتنہ و کار زار می بینم
ترک و تاجیک را بہم دیگر　　خصمی و گیر و دار می بینم

اب اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ فتنہ جو خراسان و مصر و عراق و تاجیک میں ہو اور مرزا قادیانی ہندوستان میں نکلیں اس کی توجیہہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ اس فتنے کی خبر دینے کو وہ بھیجے گئے ہوں تا کہ لوگ ہوشیار رہیں مگر کوئی ایسی خبر بھی انہوں نے اب تک شائع نہیں کی۔

مرزا قادیانی فرماتے ہیں یہ سچ ہے کہ اشارۃً یہ پایا جاتا ہے کہ وہ ملک ہند میں ہوگا۔ چونکہ مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک کے برابر سمجھتے ہیں ضرور ہندوستان کی طرف اس میں اشارہ ہوگا مگر

ہماری سمجھ میں نہیں آیا شاید کسی کی سمجھ میں آجائے۔

مرزا قادیانی نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ قابل غور ہے جو احادیث ان کے مضر ہوتی ہیں، اگر صحیح مسلم میں بھی ہوں تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ بخاری نے ان کو صحیح نہ سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور کبھی کہتے ہیں کہ امام بخاری جیسے رئیس المحد ثین کو وہ حدیث نہ ملی اور کبھی کہتے ہیں ممکن ہے کہ راوی نے سہواً یا عمداً خطا کی ہو، مطلب یہ کہ حدیثیں قابل اعتبار نہیں، یعنی موضوع ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں یہ کلام ہوتا ہے کہ پیش گوئیوں میں استعارات و کنایات ہوتے ہیں۔ ظاہری معنی ان کے نہیں لے سکتے، اور جو بات اپنے مفید سمجھتے ہیں وہ کیسی ہی بے اصل اور مجہول ہو اس پر استدلال کرتے ہیں اور اس کے معنی لینے میں کوئی تامل نہیں ہوتا۔ دیکھئے یہ قصیدہ تو قابل استدلال ہوا جس کا ثبوت تقریباً محال ہے اور جو مضمون بیان کیا گیا وہ بھی ایسا کہ مرزا قادیانی کے سوا کوئی دوسرا نہ سمجھ سکے۔ پھر شاہ نعمت اللہ کے کشف کا اس قدر وثوق کہ کوئی لفظ اس کا ظاہری معنی سے ہٹ نہیں سکتا اور نبی ﷺ کا کشف اور پیش گوئیاں ایسی کمزور کہ جب تک ان میں نئے معنی نہ ڈالے جائیں اپنے ذاتی معنی پر دلالت ہی نہیں کر سکتیں بلکہ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر اس کی حقیقت کھلی ہی نہیں۔ اس پر دعوی امتی بلکہ نبی ہونے کا۔

مقابل کی ذلت

ایک دلیل یہ ہے جو ضرورت الامام صفحہ ۲۶ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مجھے خبر دی گئی کہ جو شرارت سے میرے مقابل پر کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ ہو جائیگا

فی الواقع اگر یہ خبر اللہ کی طرف سے دی گئی ہو تو اعلی درجہ کی نشانی ہوگی مگر اس کا ظہور اب تک نہیں ہوا۔ جب سے مرزا قادیانی نے دعوی عیسویت کیا ہے علماء ان کے مقابلے میں کھڑے ہیں اور کبھی ان کو ذلت نہ ہوئی۔ بلکہ اسلامی دنیا میں ان کی عزت اور بڑھ گئی۔

مرزا قادیانی نے اس بنا پر یہ بات کہی ہے کہ جو شخص ان کا مقابلہ کریگا وہ اس کو بہت سی گالیاں دیں گے اور خفیف کریں گے جس سے اس کو شرمندہ ہونا پڑے گا مگر خود بھی ذرا سوچیں تو معلوم ہوگا کہ اس میں انہیں کی ذلت ہے۔ بازاری لوگ معززین کی نگاہوں سے کیوں گرے ہوئے ہیں، اسی وجہ سے کہ فحش گوئی اور بدخلقی اکثر ان سے دیکھی جاتی ہے۔ مرزا قادیانی نے دیکھا کہ بازاری لوگ فحش و سبّ و شتم کی وجہ سے معزز نہیں سمجھے جاتے مگر اس کے ڈر سے کام تو نکل آتے

ہیں، اس وجہ سے برآمد کار کیلئے یہی طریقہ خوب ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرزا قادیانی نے اراذل و بدمعاشوں سے جو اس بات میں سبق لیا ہو کوئی عیب کی بات نہیں ہے، اس لئے کہ عقلاء کی شان یہی ہے کہ اپنے مقصود کی بات جہاں ملتی ہے لے لیتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ ہم کس سے لے رہے ہیں۔ دیکھئے کتب اخلاق میں مصرح ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ اپنی کارآمد صفتیں کتے سے سیکھے کہ کیسا قانع اور وفادار ہے بلکہ ہمیں صرف لم اور ماخذ اس طریقے کا بتلانا منظور ہے گو مرزا قادیانی اس کو قبول نہ فرمائیں کیونکہ وہ اس طریقے کو عیسویت کا لازمہ قرار دیتے ہیں۔ جیسا کہ عصائے موسیٰ صفحہ ۱۵۸ میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سؤر، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ۔ لفظ وغیرہ وغیرہ سے ظاہر ہے کہ عیسیٰ بکثرت گالیاں دیا کرتے تھے جس سے سمجھا جاتا ہے کہ یہ لازمہ عیسویت ہے۔ چونکہ مرزا قادیانی کو تکمیل عیسویت کے لئے عیسیٰ کی صفت کے ساتھ متصف ہونا ضرور تھا اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا، حالانکہ ان کی ذاتی خصوصیات کچھ اور ہیں۔

امام سیوطیؒ نے حضرت عیسیٰؑ کے حالات میں کئی ایک روایتیں تفسیر درمنثور میں نقل کی ہیں چونکہ یہ کتاب چھپ گئی ہے اس لئے چند روایات کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے اگر کسی صاحب کو ان کا دیکھنا منظور ہو تو درمنثور کی جلد دوم میں صفحہ ۲۶ سے ۳۲ تک ملاحظہ فرمالیں۔ ماحصل ان کا یہ ہے کہ عیسیٰؑ نے اپنے لئے نہ کہیں گھر بنایا نہ بنانے دیا، نہ ان کے اہل وعیال تھے۔ گذران کی یہ صورت میں جنگل میں پتے وغیرہ کھا کر بسر کرتے جہاں شام ہوئی مقام کیا، صبح ہوئی روانہ ہو گئے۔ نہ کبھی چراغ جلایا نہ بچھونا بچھایا۔ جہاں نیند غالب ہوگئی لیٹ گئے۔ سوائے کمل یا ٹاٹ کے کوئی لباس نہیں پہنا۔ نہ کبھی سر میں تیل ڈالا نہ کنگھی کی۔ بجائے نعلین کے کسی درخت کی چھال پیروں سے لپیٹ لیتے کبھی ٹھنڈا پانی نہیں پیا۔ ایک بار آپ پتھر سرہانے لے کر سوتے تھے ابلیس نے متشکل ہو کر طعن کی کہ آپ اکثر کہا کرتے ہیں کہ میں دنیا کا سامان کچھ نہیں رکھتا پھر یہ پتھر کا سرہانا کیسا۔ آپ نے وہ بھی پھینک دیا۔ ایک بار آپ حوارین کے ساتھ کہیں جا رہے تھے رستے میں مرے ہوئے کتے پر گذر ہوا۔ لوگوں نے اس کی بدبو کی شکایت کی، آپ نے فرمایا اس کے دانت کتنے سفید ہیں۔ مقصود یہ کہ کسی چیز کی مذمت نہ کی جائے۔ ایک بار ایک خنزیر ان کے روبرو سے نکلا اس سے خطاب کر کے فرمایا سلامتی سے گذر جا کسی نے کہا یا روح اللہ آپ خنزیر سے ایسا خطاب فرماتے ہیں جو آدمیوں سے کیا جاتا ہے۔ فرمایا میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ میری زبان کو بری بات کی عادت ہو۔ ایک

بار ایک رفیق کے ساتھ آپ جنگل میں جا رہے تھے ایک بدمعاش نے حائل ہو کر کہا کہ جب تک تم دونوں کو ایک ایک طمانچہ نہ مارلوں جانے نہ دوں گا۔ آپ نے فرمایا اچھا تو مجھے مارلے۔ اس نے آپ کو مار کر رستہ دیا۔ مگر رفیق راضی نہ ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کے بدلے میں بھی مجھی کو مار۔ یہ کہہ کر دوسرا رخسار مبارک پیش کیا، اس نے آپ ہی کو مار کر دونوں کو رستہ دیا۔ ایک بار آپ دھوپ میں چل رہے تھے دھوپ کی شدت اور پیاس کی سختی کی تاب نہ لا کر کسی خیمے کی چھاؤں میں بیٹھ گئے۔ صاحب خیمہ نے باہر آ کر آپ کو وہاں سے اٹھا دیا۔ آپ علیحدہ ہو کر دھوپ میں بیٹھ گئے اور فرمایا اے شخص تو نے مجھے نہیں اٹھایا بلکہ اس نے اٹھایا جو نہیں چاہتا کہ دنیا میں مجھے کچھ بھی راحت ہو۔ یعنی پوری راحت جنت ہی میں ہوگی۔..

یہ تھوڑا سا حال مسیح کا تھا۔ اب مسیح اور مثیل مسیح کی حالت کا موازنہ کر کے بھی دیکھ لیجئے تا کہ تعرف الاشیاء با ضداد ھا کے لحاظ سے مرزا قادیانی کی معرفت حاصل ہو جائے۔

وہاں تجرد کی کیفیت تھی تو یہاں تعیش کی یہ کیفیت کہ پیرانہ سری میں شادی ہونے میں جو توقف ہوا تو مثیل صاحب جامے سے باہر ہیں، اور کنبے بھر میں ایک تہلکہ برپا ہے کہ سمدھن صاحبہ کے بھائی نے اپنے کولڑکی کیوں نہیں دی۔ اس جرم میں بہو بیٹے میں تفرقہ اندازی کی تدبیر اور فرزند پر یہ تشدد کہ اگر طلاق نہ دی تو عاق اور میراث سے محروم ہے۔ وہاں کمل اور ٹاٹ کا لباس ہے تو یہاں پشمینہ وغیرہ اعلیٰ درجے کے ملبوسات، وہاں رہنے کو گھر نہیں یہاں سجے ہوئے مکانات باغ سکونت اور تفرج کے لئے آراستہ ہیں۔ وہاں سرہانے کے تکیہ کے لئے پتھر گوارا نہیں یہاں بغیر اعلیٰ درجہ کے نرم نرم توشکیں اور لحاف کے نیند نہیں آتی۔ وہاں جنگل کے پتوں پر گذارا ہے یہاں مرغی انڈے پلاؤ وغیرہ الوان نعمت کی ضرورت، وہاں دھوپ میں پیاس سے موت کا سامان ہے تو یہاں ہر وقت برف کیوڑہ وغیرہ تنعم کا سامان مہیا۔ وہاں جنگل ہے اور اندھیری رات کا سناٹا اور جلانے کو چراغ نہیں، یہاں گھر کے پاس ہزاروں روپئے کے خرچ سے ایک بلند منارہ بنایا گیا جس کی روشنی جنگل میں پڑے، وہاں کل راحتوں کا حوالہ آخرت پر ہے تو یہاں کل راحتوں کا استیفا دنیا میں، وہاں مرے ہوئے کتے کی مذمت گوارا نہیں یہاں صحابہ سے لے کر آج تک کے مسلمان مشرک قرار دیئے جا رہے ہیں اور مسلمانوں کی شان میں وہ الفاظ کہ کوئی کافروں کو بھی نہیں کہتا۔ وہاں خنزیر کے ساتھ مہذبانہ برتاؤ یہاں علماء ومشائخ کے القاب خنزیر وغیرہ زبان زد ہیں۔ غرض کہ مثیل مسیح موعود ہونے کے لئے تمام اوصاف مسیح سے وہ صفت منتخب کی گئی جس سے مسیح کو کمال درجے کی نفرت اور

احتراز رہا۔ اورانجیل جس کوخود ہی محرف بتاتے ہیں اس میں سے صرف فحش اور سبّ وشتم کا مضمون لے کر مسلمانوں کو لگے گالیاں دینے کہ دیکھو میں مسیح ہوں میرا فرض منصبی ہے کہ دل کھول کر لیکن ٹھنڈے دل سے گالیاں دیا کروں۔ اس کی وجہ اور کیا ہوسکتی ہے سوائے اس کے کہ انہوں نے جب دیکھا کہ مسیح کی خصوصیات اور فضائل واخلاق کا حاصل کرنا تو محال ہے اوران کی کوئی بات اپنے میں نہ ہوتو مثلیت کا ثبوت مشکل ہے اس لئے ما لا یدرك کلّه لا یترك کلّه کے لحاظ سے خذ ما صفا و دع ما کدر پر عمل کر کے طریقہ سب وشتم کو اختیار کیا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے۔

اس باب میں جوتحریفیں وغیرہ ہوئیں اس کا الزام اسی کے ذمہ ہوگا جس نے الحاق کر کے عیسی کی طرف اس طریقہ شنیعہ کومنسوب کیا، مرزا قادیانی نے حسن ظن سے اس باب میں صرف تقلید نصاری کی ہے اور مقلد کو یہ حق نہیں کہ اپنے مقتداء پر تحریف وغیرہ کا الزام لگائے اس لئے نہ مرزا قادیانی پر تحریف کا الزام آسکتا ہے نہ ترک تحقیق کا بہر حال یہ دین عیسائی کی تعلیم تھی۔ اب دین محمدی کی تعلیم دیکھئے۔ حق تعالی فرماتا ہے:

انّ اللّه یا مر با لعدل و الاحسان و ایتاء ذی القربی و ینهی عن الفحشاء و المنکر (نحل: ۹۰) یعنی خدا تعالی منع کرتا ہے بے حیائی اور بدگوئی اور برے کام سے

ولا تتّبعوا خطوات الشیطان انّه لکم عدوّ مّبین انّما یامرکم با لسّوء و الفحشاء (بقرہ: ۱۶۸۔۱۶۹) یعنی شیطان جوتمہارا دشمن ہے بدگوئی اور برے کاموں کا حکم کرتا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے ظاہر ہے کہ سبّ وشتم سے خدا تعالی منع فرماتا ہے اور شیطان اس کا حکم کرتا ہے۔ اور ہمارے نبی ﷺ میں اس صفت کا نام ونشان نہ تھا جیسا کہ بخاری (باب لم یکن النبی فا حشاً و لا متفحشاً) میں ہے: لم یکن النبی ﷺ فا حشاً و لا متفحشاً۔ یعنی بدگوئی کی صفت حضرت ﷺ میں نہ بالطبع تھی اور نہ عارضی طور پر۔ اور یہ روایت بھی بخاری کے اسی باب میں ہے کہ چند یہودی آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بجائے السلام علیکم کے اسام علیکم کہا۔ حضرت ﷺ نے ان کے جواب میں صرف و علیکم فرمایا۔ مگر حضرت عائشہؓ صبر نہ کرسکیں کیونکہ سام کے معنی موت کے ہیں اور غصے سے کہا و علیکم و لعنکم اللّه و غضب اللّه علیکم۔ حضرت ﷺ نے فرمایا مهلاً یا عا ئشه علیک با لر فق و ایاك

و العنف و الفحش ۔یعنی اے عائشہ سختی اور بدگوئی سے دور رہو۔

دیکھئے بددعا کے بدلے بددعا دی گئی تھی، اس کا نام بھی حضرت ﷺ نے فحش ہی رکھا جس سے خدا تعالیٰ منع فرماتا ہے۔

و عن عبد اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ سبا ب المسلم فسوق و قتالہ کفر (بخاری ۔ با ب ما ینھی عن السبا ب و اللعن) یعنی مسلمان کو گالی دینا فسق اوراس کا قتل کفر ہے۔

و عن ثا بت ابن الضحا ك قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من لعن مؤمناً فھو كقتلہ و من قذف مؤمناً فھو كقتلہ (بخاری ۔ با ب ایضاً) یعنی جو شخص کسی مسلمان پر لعنت کرے یا اس کو کافر کہے تو گویا اس کو اس نے قتل کر ڈالا۔

مرزا قادیانی کو اسماء میں تصرف کرنے کا ہتھکنڈہ ہاتھ آ گیا ہے اس لئے خوب گالیاں دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ان کا نام گالی ہی نہیں۔ چنانچہ (ازالہ اوہام۔ص۱۳ میں) لکھتے ہیں:

اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے۔ دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض ایذا رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ کسی کے واقعی عیوب بیان کئے جائیں تو مضائقہ نہیں مگر یہ بات قرآن شریف کے خلاف ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے و یل لکلّ ھمزۃٍ لمزۃ (حمزہ:۱) یعنی ہمزہ اور لمزہ کے لئے ویل ہے جو جہنم میں ایک وادی ہے۔ تفسیر خازن میں ہمزہ اور لمزہ میں کئی اقوال نقل کر کے لکھا ہے کہ سب اقوال کا مرجع اسی طرف ہے کہ وہ اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی کا عیب بیان کرے ۔اب دیکھئے کہ جب واقعی عیب ظاہر کرنے کی یہ وعید ہو تو، مادرزاد اندھے، رئیس الدجالین، ہامان ہالکین وغیرہ کہنے کا کیا حال ہو۔ پھر مرزا قادیانی خنزیر چمار چوہڑے جو علماء کو کہتے ہیں کیا ان الفاظ پر بھی دشنام کی تعریف صادق نہیں آتی۔

مرزا قادیانی کا یہ بھی استدلال ہے کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں کافروں کو بہت

گالیاں دی ہیں اور حدیث شریف میں ان پر لعنت وغیرہ وارد ہے مقصود یہ کہ مرزا قادیانی نے خدا کا طریقہ اختیار کیا اور نیز اشدّاء علی الکفّار بھی وارد ہے۔

اشدّاء علی الکفّار کا جواب تو ظاہر ہے کہ سختی کافروں پر چاہیے، مسلمانوں کو گالیاں دینے سے کیا تعلق۔ ان کے باب میں تو رحماء بینھم کا ارشاد اسی سے متصل کیا گیا ہے۔ مرزا قادیانی کا روئے سخن گالیوں میں صرف علماء ومشائخین اہل اسلام کی طرف ہے اگر بزعم مرزا قادیانی وہ گنہگار بھی ہوں تو کیا اسلام سے خارج سمجھے جائینگے۔ پھر اشدّاء علی الکفّار سے استدلال کیونکر صحیح ہوسکتا ہے بلکہ برخلاف اس کے برے القاب سے مسلمانوں کا ذکر ممنوع ہے۔

و لا تلمزوا انفسکم ولا تنا بزوا با لالقاب۔ بئس الا سم الفسوق بعد الا ایمان۔ و من لم یتب فا ولئک ھم الظّا لمون (حجرات : ۱۱) یعنی عیب مت کرو آپس میں ایک دوسرے کا اور مت پکارو ایک دوسرے کو برے نام سے، برا نام گناہ گاری ہے پیچھے ایمان کے۔ اور جو کوئی توبہ نہ کرے وہ ظالموں سے ہے۔

تفسیر خازن میں بروایت ترمذی منقول ہے کہ بعض لوگوں کے دو دو تین تین نام ہوتے تھے جن میں وہ بعضوں کو ناپسند کرتے تھے اگر کوئی ناپسند ناموں سے ان کو پکارتا تو وہ رنجیدہ ہوتے ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی اور لکھا ہے لا تلمزوا انفسکم (حجرات : ۱۱) یعنی اپنی ذاتوں کو عیب مت لگاؤ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے اپنے بھائی مسلمان کو عیب لگایا تو گویا وہ عیب تم نے اپنے آپ پر لگایا۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ قرآن اس درجے کے اتحاد کی تعلیم کررہا ہے کہ سب مسلمان آپس میں کنفس وا حدہ ہوجائیں اور عمل یہ ہورہا ہے کہ صرف عیب ہی نہیں لگائے جاتے بلکہ مغلظات کی بوچھاڑ کی جاتی ہے جس سے اعلی درجہ کی دشمنی باہم پیدا ہوجائے۔ اس پر اصلاح قوم کا دعوی۔

اب رہا یہ کہ خدا تعالی کا طریقہ اختیار کیا گیا ہے، سواس میں یہ کلام ہے۔ جب آیات و احادیث مذکورہ سے ثابت ہوگیا کہ بدگوئی سے خدا و رسول منع فرماتے ہیں اور منع ہی نہیں بلکہ سخت سخت اس پر وعیدیں ہیں تو کسی کو حق نہیں کہ اپنے مالک اور خالق سے پوچھے کہ جس کام سے آپ منع کرتے ہیں اس کے آپ مرتکب کیوں ہیں۔ دیکھ لیجئے تکبر اور تعلّی سے اللہ نے بندوں کو منع فرمایا ہے اور خود متکبر ہے۔ کیا کوئی اس سے پوچھ سکتا ہے؟ حق تعالی فرماتا ہے لا یسال عمّا یفعل و ھم یسا لون (انبیاء : ۲۳) یعنی خدا جو چاہے کرے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا اور وہ سب سے

پوچھے گا۔اسی طرح نبی ﷺ نے امت کو چار سے زیادہ عورتوں کی اجازت نہیں دی اور خود بدولت ﷺ کے نو یا اس سے زیادہ ازواج مطہرات ؓ تھیں۔اس کے سوا اور بہت سی خصوصیات تھیں جو علماء پر پوشیدہ نہیں۔

اب استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے کہ اگر بقول مرزا قادیانی قرآن میں گالیاں ہیں تو وہ کن کو دی گئیں، اور اس کا منشاء کیا ہے۔جو لوگ اپنے خالق کو خالق نہ سمجھیں اور اپنے ہاتھ سے بنائے ہوئے بت کی پرستش کریں اور بجائے شکر کے ناشکری کریں اور حق تعالی پر بدنما تہمتیں لگائیں اور اس کے بھیجے ہوئے سچے پیغمبر کی بات نہ مانیں اور کھلی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی اعتبار نہ کریں اور قدرت الٰہی پر ایمان نہ لائیں تو وہ زجر و توبیخ تو کیا اس سے زیادہ کے مستحق ہیں۔بھلا مرزا قادیانی ان میں سے ایک بات تو اپنے مخالفین میں بتا دیں۔سوا اسکے کہ ان کی جعلی اور بے ضرورت نبوت کو نہیں مانتے۔جن لوگوں نے ان کی عیسویت کو قبول کر لیا ہے اور ایمان دار سمجھے جاتے ہیں ان میں تقرب الی اللہ کی کون سی بات زیادہ ہوگئی جو سب میں نہیں۔سوائے چند چیزوں کے جو ان کی عیسویت کے مزاحم ہیں۔مثلاً نبی ﷺ کے معراج کا انکار، عیسی کی موت، قرآن میں جو انبیاء کے معجزوں کا ذکر ہے اکثر ان میں مسمریزم اور سحر تھے۔مرنے کے بعد اس عالم میں کوئی زندہ نہیں ہو سکتا اور اس قسم کی خبریں جو قرآن میں دی گئی ہیں وہ خلاف واقع ہیں، حشر اجساد کا انکار۔

غرض کہ یہی چند مسائل کا اختلاف، کفر و ایمان کا معیار ٹھہرایا گیا کافر ملعون وغیرہ القاب انہیں چند خیالات اور اختراعات کے نہ ماننے کی وجہ سے دیئے جا رہے ہیں۔یہاں بھی مرزا قادیانی غور فرمائیں کہ اس میں ہم لوگوں کا کیا قصور ہے؟ ان امور میں جو ہمارے اعتقاد ہیں اگر وہ ہمارے تراشیدہ اور اختراعی ہوتے تو یہ اعتراض ہوسکتا کہ کلّ بدعة ضلالة و کلّ ضلالة فی النّار (نسائی۔باب الخطبه فی العیدین) ہمارے اعتقاد تو قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت ہیں پھر کیونکر ہو سکے گا کہ باوجود اسلام کے دعوی کے ہم اس کو چھوڑ دیں۔

ہم کتنا ہی عاجزی سے کہیں ہمیں یقین نہیں کہ مرزا قادیانی اس طریقہ سبّ وشتم کو چھوڑیں گے کیونکہ انہوں نے تو اسی کو تکمیل عیسویت سمجھ رکھا ہے اور نیز اس الہام کو پورا کرتا ہے کہ جو ان کے مقابلے میں کھڑا ہوگا وہ ذلیل اور شرمندہ ہوگا اور ان کی امت کو بھی سبّ وشتم کی ضرورت ہے تاکہ اس الہام کا مضمون پورا ہو اور ان سے یہ امید تو نہیں کہ اپنے نبی کی مخالفت کر کے ہمارے نبی ﷺ کے طریقہ عمل اور ارشادات پر عمل کریں اور نرمی اور تہذیب کو کام میں لائیں۔اگر ایسا کیا تو

اپنے نبی کی امت سے خارج ہوئے۔ غرض کہ اس باب میں وہ بھی معذور ہیں۔ اس موقع میں ہم لوگوں کو ضرور ہے کہ اس آیہ شریفہ کو پیش نظر رکھیں جو حق تعالیٰ فرماتا ہے:

لتبلونّ فی اموا لکم و انفسکم و لتسمعنّ من الّذین اوتو الکتاب من قبلکم و من الّذین اشرکوا ا ذی کثیراً ، و ان تصبروا و تتقوا فانّ ذلک من عزم الا مور (آل عمران:۱۸۶)

(البتہ تم آزمائے جاؤ گے مال سے اور جان سے اور البتہ سنو گے اہل کتاب اور مشرکین سے بدگوئی بہت اور اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں)۔

اس آیت شریفہ کے لحاظ سے ضرور ہے کہ صبر کرنے میں ہم لوگ ہمت نہ ہاریں۔ تھوڑے دن کسی طرح گذر جائیں گے اور اس کا عمدہ بدلہ حق تعالیٰ عنایت فرمائے گا۔ یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ آیت شریفہ میں تو اہل کتاب اور مشرکین کا ذکر ہے جن کی ایذا پر صبر باعث اجر ہے اور مرزا نہ تو اہل کتاب سے ہیں نہ مشرک ہیں بلکہ اس شبہ کا جواب یہ سمجھا جائے کہ مرزا قادیانی اس باب میں عیسائیوں کے مقلد ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا اور جس دین کے لوگوں کا کوئی مقلد ہو وہ اسی میں سمجھا جاتا ہے دیکھ لیجئے حنفی شافعی سب محمدی ہیں۔ اس صورت میں جو بات ہم کو عیسائیوں کی اذیت رسانی میں حاصل ہونے والی ہے مرزا قادیانی اور ان کی امت کے سبّ وشتم میں بھی وہی حاصل ہے اور دراصل ہمارے اسلام کا طریقہ کل انبیاء کا طریقہ ہے جس پر قرآن شاہد ہے مثلاً فقولا لہ قولاً لیناً (طہ:۴۴) وغیرہ سے ظاہر ہے۔ سراج الملوک میں نقل کیا ہے:

مرّ المسیح علی قومٍ من الیھود فقا لوا لہ شراً و قال لھم خیراً فقیل لہ انّھم یقولون شراً و انت تقول خیراً فقال کل ینفق بما عندہ۔ یعنی مسیح کا گذر یہود کی کسی قوم پر ہوا وہ لوگ آپ کو دیکھتے ہی بری بری گالیاں دینے لگے، مگر آپ نے نہایت عمدگی سے ان کے جواب دیئے۔ کسی نے آپ سے کہا کہ وہ تو سختی اختیار کر رہے ہیں اور آپ اس عمدگی سے پیش آرہے ہیں۔ فرمایا ہر شخص وہی خرچ کرتا ہے جو اس کے پاس ہو۔

الحاصل مرزا قادیانی جو کہتے ہیں: مجھے خبر دی گئی ہے کہ میرا مقابل ذلیل وشرمندہ ہوگا۔ ، مشاہدے سے ثابت ہے کہ وہ خبر غلط نکلی کہ مرزا خود ہی ذلیل وشرمندہ ہوئے جیسا کہ مناظروں وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ فی الواقع ان کو خبر نہیں دی گئی تھی، صرف تخویف کی غرض

سے انہوں نے وہ مشہور کر دیا تھا مگر مرزا اور ان کے اتباع یاد رکھیں کہ ایسی تخویفوں سے مسلمانوں کو کوئی جنبش نہیں ہوتی بلکہ ان کا ایمان اور زیادہ ہو جاتا ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

الّذین قال لھم الناس انّ النّاس قد جمعوا لکم فاخشوھم فزادھم ایماناً و قالوا حسبنا اللّٰہ و نعم الوکیل۔ فانقلبوا بنعمة من اللّٰہ و فضلٍ لم یمسسھم سوء و اتبعو رضوان اللّٰہ، و اللّٰہ ذو الفضل العظیم۔ انّما ذ لکم الشّیطا ن یخوّ ف اولیاء ہ، فلا تخا فوھم و خافون ان کنتم مو منین (آل عمران:۱۷۳۔۱۷۵) یعنی مسلمانوں سے جب کہا گیا کہ دیکھو تمہارے مارنے کے واسطے لوگ جمع ہو گئے ہیں ان سے ڈرو، تو اس سے ان کا ایمان اور زیادہ ہو گیا، اور کہنے لگے کہ ہمیں اللہ کافی ہے اور وہ ہمارا اچھا وکیل ہے سو ان کو کوئی برائی نہیں پہنچی اور وہ اللہ کی رضا مندی کے ساتھ رہے، اور وہ جو ڈراتا ہے شیطان ہے اپنے دوستوں کو ڈراتا ہے یعنی اس کے ڈرانے سے ڈرنے والے شیطان کے دوست ہیں سو تم ان سے مت ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو اگر تم مسلمان ہو۔

اس سے ظاہر ہے کہ ایسی تخویفات سے ڈرنے والے شیطان کے بھائی ہیں اور مسلمان نہیں۔ اب غور کیا جائے کہ خدا اور رسول کے کلام کی کوئی تکذیب کر کے اس کی حمایت کرنے والوں کو ذلت سے ڈرائے تو کیا ممکن ہے کہ وہ بزدلی کر کے چپ رہ جائیں گے۔ ہرگز نہیں، گالیوں کی ذلت تو کیا قتل کی تخویف سے بھی وہ نہیں ڈرتے۔

جس طرح مرزا قادیانی نے ذلت سے ڈرایا اسی طرح تخویف کے لئے وہ یہ خواب بھی بیان فرماتے ہیں جو ازالہ اوہام صفحہ ۸۶ کے حاشیہ میں ہے:

میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک تلوار میرے ہاتھ میں ہے جس کا قبضہ میرے پنجہ میں اور نوک آسمان تک پہنچی ہوئی ہے جب میں اس کا دائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزاروں مخالف اس سے قتل ہو جاتے ہیں اور جب بائیں طرف چلاتا ہوں تو ہزار ہا دشمن اس سے مارے جاتے ہیں۔،

اس خواب میں بھی مرزا کا مقصود مخالفین کی تخویف اور معتقدوں کا اعتقاد بڑھانا ہے کہ وہ اس غیبی تلوار سے دائیں بائیں مسلمان اور کفار کو تہ تیغ کریں گے کیونکہ جہلاء کو تعبیر تو معلوم ہی نہیں ہو سکتی۔ اس لئے وہ ظاہری مفہوم کو سچ سمجھ لیں گے۔ دراصل تعبیر پر مطلع ہونا ہر کسی کا کام نہیں البتہ

بطور خود جب اس کا ظہور ہو جاتا ہے تو اس وقت یہ استدلال ہوسکتا ہے کہ صورت مثالیہ جو دکھائی گئی تھیں اس سے وہی مراد ہے جس کا ظہور ہوا۔ جب ہمارے مشاہدے سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی ایک طرف آیات واحادیث پر وار کر رہے ہیں اور دوسری طرف اقوال سلف پر، تو کھلے طور پر معلوم ہو گیا کہ اس کی تعبیر یہی ہے جو ظہور میں آ گئی۔ اس سے ظاہر ہے کہ تلوار کی نوک جو آسمان تک پہنچے ہوئی ہے وہ اشارہ کر رہی ہے کہ علوم سماویہ کو ان سے ضرر پہنچے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ مسئلہ معراج و حشر اجساد واحیائے اموات وحیات مسیح وغیرہ مسائل میں بہت سے مسلمانوں کے دل میں خدشے پیدا ہو گئے اور بہتوں نے آمنا وصدقنا بھی کہہ دیا۔ داہنی طرف ان کے مخالف آیات واحادیث ہیں اور بائیں طرف اقوال سلف جن کو وہ تہ تیغ کر رہے ہیں۔ ہر چند مرزا قادیانی مسلمانوں کو اپنے مخالف سمجھتے ہیں مگر دراصل ان کو کوئی مخالفت نہیں منشاء مخالفت کا یہی ہے کہ وہ آیات واحادیث و اقوال سلف پر تعدی کر رہے ہیں جن کی حمایت ہر مسلمان پر فرض عین ہے ورنہ جب تک مرزا کا حال نہ کھلا تھا براہین احمدیہ وغیرہ کے طبع میں کس قدر تائیدیں دیں اور اگر مخالفین سے مراد اہل اسلام ہی ہوں تو ان کا قتل ہو جانا ظاہر ہے اس لئے کہ جب مرزا قادیانی کی تقریر جو تیغ براں سے کم نہیں ان پر اثر کر گئی اور آیات قرآن اور احادیث سے ان کا ایمان ہٹ گیا اور مرزا قادیانی کے متبع ہو گئے تو ان کے قتل معنوی میں کیا شک۔ یہ ہلاکت ایسی نہیں ہے جس کے ہم پلہ موت ہو سکے بلکہ وہ ہلاکت ابدی ہے۔ اعاذنا اللہ وایاھم منہ

اب مرزا قادیانی کی اس تقریر پر غور کیجئے جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں لکھتے ہیں:

> حدیثوں میں یہ بات لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الایمان معلقاً عند الثریا لنالہ رجل من فارس۔ یہ وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا۔،

جب خواب مرقوم الصدر کی تعبیر مشاہدے سے ثابت ہوگئی تو اس خواب والی شمشیر نے کشف کو بے سروپا کر دیا کیونکہ تلوار کی نوک بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ اگر قرآن بالفرض ثریا پر پہنچ جائے تو اس کو مرزا قادیانی وہاں بھی نہ چھوڑیں گے اس لئے تلوار کی نوک جہاں پہنچے اس سے وہاں وہی کام لیا جائے جو اس کے لائق ہے۔

الہام کا ہونا

ایک دلیل نبوت اور عیسویت پر مرزا صاحب کی یہ ہے کہ الہام ہوا کرتے ہیں اور اس دلیل کو بنسبت دوسری دلیلوں کے قوی بتلاتے ہیں یہاں تک فرماتے ہیں ہمارا دعوی الہام سے پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ کی وفات الہام سے معلوم ہوئی اور اپنے کل فضائل کلیہ اور جزئیہ اور خلیفۃ اللہ اور عیسی موعود اور رسول اللہ وغیرہ ہونا بھی الہام سے معلوم ہوا، مگر الہام ہونے کی جو خبریں دیتے ہیں ان میں یہ کلام ہے کہ سوائے ان کے مجرد قول کے اس پر کوئی گواہ نہیں۔ چونکہ انہوں نے حدیث شریف کے راویوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ جائز ہے کہ انہوں نے عمداً یا سہواً خطا کی ہو تو ہم اس موقع پر کہہ سکتے ہیں کہ جب راویوں میں صحابہ بھی شریک ہوں تو یہ احتمال وہاں تک پہنچ رہا ہے اور اس احتمال کو جب اس قدر وسعت دی گئی ہے کہ تمام اہل اسلام کے مسلم اشخاص پر ہو رہا ہے تو مرزا قادیانی ہی کے قول کے مطابق ان کے الہامی خبروں میں بھی وہی احتمال پڑ گیا کہ جائز ہے کہ عمداً یا سہواً انہوں نے خطا کی ہو اور انہیں کی تصریح کے مطابق کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ان کا کوئی الہام قابل استدلال نہ رہا۔

میاں عبدالحق غزنوی کو مرزا قادیانی کے جہنمی ہونے پر اس تصریح سے الہام ہوا تھا کہ سیصلی ناراً ذات لھب، یعنی قریب ہے کہ مرزا دہکتی آگ میں داخل ہوگا، اس پر مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۶۲۸ میں لکھتے ہیں:

> یہ الہام شیطانی ہے اور جب انسان اپنے نفس اور خیال کو دخل دے کر کسی بات کے استکشاف کے لئے بطور استخارہ اور استخبارہ وغیرہ کے توجہ کرتا ہے، خاص کر اس حالت میں کہ جب اس کے دل میں یہ تمنا مخفی ہوتی ہے کہ میری مرضی کے موافق کسی کی نسبت کوئی برا یا بھلا کلمہ بطور الہام معلوم ہو جائے تو شیطان اس وقت اس کی آرزو میں دخل دیتا ہے اور کوئی کلمہ اس کی زبان پر جاری ہو جاتا ہے اور دراصل وہ شیطانی کلمہ ہوتا ہے۔،

مرزا قادیانی نے یہاں ایک قاعدہ بتلا دیا ہے کہ جب کسی چیز کی طرف توجہ تام ہوتی ہے تو شیطان آرزو میں دخل دیتا ہے اور اس وقت جو الہام ہوتا ہے وہ شیطانی ہوتا ہے۔ اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی ابتدائے شعور سے کتب مذاہب باطلہ کی طرف متوجہ ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر انہوں نے ایک نیا مذہب ایجاد کر ہی ڈالا۔ اس عرصے میں ہر وقت شیطان کو موقع ملتا رہا اور وقتاً فوقتاً الہام

کرتا رہا جو براہین احمدیہ وغیرہ کتب میں مذکور ہیں اور اب تک اس کا سلسلہ منقطع نہیں بلکہ صفائی اور بڑھتی جارہی ہے چنانچہ کن فیکون والا الہام اسی آخری زمانے کا ہے۔ انہوں نے جو قاعدہ ایجاد کیا ہے اس کی تصدیق اس سے بھی ہوتی ہے کہ سیصلی ناراً کے الہام کے جواب میں تبّت یدا ابی لھب کا الہام ہوگیا جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۴ میں یہ الہام لکھتے ہیں:

و یخوفونک من دونہ آئمۃ الکفر تبت یدا ابی لھب و تب۔

الغرض اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو شیطانی الہام ہوا کرتے ہیں۔ مرزا قادیانی کے اقرار سے ثابت ہے کہ عوام الناس تو کیا انبیاء کے الہاموں میں بھی شیطان کا دخل ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ چارسونبیوں کے الہام ایک ہی واقعے میں شیطانی اور جھوٹے نکلے۔ (دیکھوازالہ۔ص ۶۲۸)

جب انبیاء کے الہام بحسب اقرار مرزا قادیانی جھوٹے نکلے تو مرزا کے الہاموں کا جھوٹے اور ساقط الاعتبار ہونا بطریق اولی ثابت ہوگیا۔ یہ بات بدلائل ثابت ہو چکی ہے کہ مرزا کی کل پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں اور ظاہر ہے کہ پیش گوئی بغیر الہام کے ہونہیں سکتی، اس لئے کہ آئندہ ہونے والے واقعے اور غیب کی باتیں جب تک خدا تعالی الہام کے ذریعے معلوم نہ کرائے کسی کو معلوم نہیں ہوسکتیں۔ پھر جب ان کی کل پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں تو معلوم ہوا کہ اس کے متعلق الہام بھی شیطانی تھے۔

کئی واقعات میں مرزا قادیانی کا جھوٹ کہنا بلکہ جھوٹی قسمیں کھانا اور خیانت اور بدنیتی وغیرہ حالات معلوم ہوئے اور ظاہر ہے کہ رتبہ الہام بغیر اعلی درجے کے تقدس کے حاصل نہیں ہو سکتا اس لئے مرزا قادیانی کے الہام ہرگز قرین صدق نہیں۔ کئی واقعات گواہ ہیں کہ مرزا نے دنیوی اغراض اور منافع حاصل کرنے کے لئے وعدہ خلافیاں کیں، داؤ پیچ کئے، دھوکے دیئے، غرض کہ کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ الہام بھی انہیں اغراض کی تکمیل کے لئے بنالیا کرتے ہیں۔ ان کو شیطانی الہام بھی کہنے کی ضرورت نہیں۔

مرزا قادیانی نے جس طرح ظاہر بینوں کے لئے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کر کے اس میں تمام تدابیر اور داؤ پیچ داخل کر دیئے، اسی طرح معتقدین الہام کے لئے الہاموں کے ایجاد کی ضرورت ہوئی جس سے باطنی اور ظاہری لوازم نبوت برائے نام پورے ہو جائیں اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ملے کہ اگر مرزا قادیانی نبی ہیں تو معجزے اور وحی کہاں۔ اسی لئے انہوں نے اس پر زور دیا کہ الہام ہی کا نام وحی ہے جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے۔

خوارق عادات بہ نسبت الہام کے نہایت کم درجہ اور پست مرتبہ ہیں اس لئے کہ بتصریح حکماء واہل اسلام ثابت ہے کہ خوارق کے ظاہر ہونے کیلئے اسلام شرط نہیں۔ اسی وجہ سے جوگیوں وغیرہ سے بھی خوارق ظاہر ہوا کرتے ہیں اور الہام ربانی سوائے اعلیٰ درجے کے متقی اور اولیاء اللہ کے کسی کو نہیں ہوتے۔ چونکہ خوارق عادات علانیہ دکھلانے کی ضرورت تھی اس لئے انہوں نے اس میں ایسی پیچیدگیاں ڈال دیں اور شروط کے شکنجے میں ڈال دیا کہ عمر بھر مرزا قادیانی کے خوارق دیکھنا کسی کو نصیب نہ ہوا، اور الہام جو غیر محسوس امر تھا بخوشی خاطر اس کو قبول کر کے اس بات پر زور دیا کہ وہ قطعی ہے اور متدین کو ضرور ہے کہ جب الہام کا نام سن لے تو دم نہ مارے اور یقیناً سمجھ لے کہ واقع میں وہ الہام ہوا ہے اور وہ الہام لوگوں پر حجت بھی ہے۔ کیا ان تصریحات کے بعد بھی اہل دانش اور سخن شناسوں پر مرزا قادیانی کے الہاموں کی حقیقت پوشیدہ رہے گی۔

مرزا قادیانی الہاموں کو قطعی اور حجت بنانے کی کوشش جو کر رہے ہیں وہ اسی غرض سے ہے کہ ہر ایک مسئلے میں استدلال کی تکلیف سے سبک دوشی حاصل ہو جائے اور یہ مرتبہ حاصل ہو کہ مرزا قادیانی جو کچھ کہیں وہ وحی واجب التعمیل سمجھی جائے۔ اگر کہا جائے کہ مرزا قادیانی نے یہ بھی تو کہہ دیا ہے کہ قرآن میں ایک نقطے کی بھی کمی زیادتی ممکن نہیں اس میں تو کمال درجے کی احتیاط ہے۔ اگر بالفرض کوئی الہام بنا بھی لیا تو وہ مخالف قرآن نہ ہوگا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہی فقرہ تو مسلمانوں کو دام میں پھانستا ہے۔ جتنے مدعیان نبوت گذرے سب کا یہی دعویٰ تھا مگر آیات قرآنیہ ہی سے انہوں نے حرام کو حلال بنایا، تمام عبادات ساقط کر دیئے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔ مرزا قادیانی ہی کو دیکھ لیجئے کہ قرآن ہی سے تمام امت حتیٰ کہ سلف صالح کو مشرک قرار دیا اور خاتم النبیین کے الفاظ پر ایمان بھی ہے باوجود اس کے نبوت و رسالت کا دعویٰ بھی ہے اور وحی بھی برابر نازل ہوتی ہے اور معجزے بھی متواتر صادر ہو رہے ہیں اور لوگ بھی ایمان لاتے جاتے ہیں حشر اجساد کا انکار، معراج کا انکار، صلبی فرزند محروم الارث، انبیاء ساحر، قرآن میں جن معجزات کا ذکر ہے وہ مسمریزم وغیرہ۔ باوجود اس کے قرآن میں ایک نقطہ کی کمی وزیادتی ممکن نہیں۔

الحاصل جب ایک احتمال سے استدلال باطل ہو جاتا ہے تو مرزا کے الہام شیطانی بلکہ مصنوعی ہونے پر تو اتنے دلائل موجود ہیں پھر وہ ان کی نبوت اور عیسویت پر کیونکر دلیل ہو سکتے ہیں۔

لیلۃ القدر

مرزا قادیانی کی ایک دلیل عیسویت پر یہ ہے کہ انہیں معارف قرآنی دیئے گئے ہیں۔ مرزا قادیانی کو جن معارف پر ناز ہے سورہ انزلنا کی تفسیر ہے جس کو ازالہ اوہام میں کئی ورق لکھ کر یہ باور کراتے ہیں کہ یہ معارف کیا کسی اور تفسیر میں مل سکتے ہیں۔ چونکہ وہ تقریر نہایت طولانی تقریر ہے جس کو پوری نقل کرنا تضیع اوقات اور تطویل بلا طائل ہے اس لئے ملخصاً چند عبارتیں اس کی نقل کی جاتی ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

سورہ القدر کے معانی پر غور کرنے سے معلوم یہ ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے اس سورۃ میں صاف اور صریح لفظوں میں فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں۔ پس ان آیات کے مفہوم سے یہ جدید فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ اگر سخت ضلالت اور غفلت کے زمانے میں ایک دفعہ خارق عادت کے طور پر انسانوں کے قوی میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہونی شروع ہو جائے تو وہ اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہوگیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا ہونا ممکن نہیں ... پھر وہ حرکت تامہ ہو تو روبحق ہو جاتے ہیں اور حرکت ناقصہ ہو تو اور زیادہ گمراہ ہوتے ہیں ... ہر نبی کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے .. لیکن ان سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی۔ درحقیقت اس لیلۃ القدر کا دامن آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے قیامت تک پھیلا ہوا ہے اور جو کچھ قوائے انسانی میں جنبشیں آج تک ہو رہی ہیں وہ لیلۃ القدر کی تاثیریں ہیں ... اور جس زمانے میں حضرت ﷺ کا نائب دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو یہ تحریکیں بہت تیز ہو جاتی ہیں ... نائب کے نزول کے وقت جو لیلۃ القدر مقرر کی گئی ہے وہ درحقیقت حضرت ﷺ ہی کی لیلۃ القدر کی شاخ اور ظل ہے۔ اس لیلۃ القدر کی شان میں فیھا یفرق کلّ امرٍ حکیم ہے یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہو جائیں گی لیکن یہ سب کچھ ان دنوں میں پرزور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب حضرت دنیا میں پیدا ہوگا۔ درحقیقت سورہ الزلزال میں اسی کا

بیان ہے کیونکہ سورہ القدر میں فرمایا گیا کہ لیلۃ القدر میں خدا کا کلام اور اس کا نبی اور فرشتے اترتے ہیں اور وہ ضلالت کی پر ظلمت رات سے شروع ہو کر صبح صداقت تک اسی کام میں لگے رہتے ہیں کہ مستعد دلوں کو سچائی کی طرف کھینچتے رہیں۔

پھر سورہ بینہ میں بیان کیا کہ اہل کتاب اور مشرکین کی نجات پانے کی بھی یہی سبیل ہے کہ خدا نے نبی بھیجا اور زبردست تحریک دینے والے ملائک نازل کئے تھے۔

اس کے بعد اذا زلزلت میں یہ اشارہ کیا کہ جب تم یہ نشانیاں دیکھ لو تو سمجھ لو کہ وہ لیلۃ القدر اپنے تمام تر زور کے ساتھ پھر ظاہر ہوئی اور کوئی ربانی مصلح مع فرشتوں کے نازل ہو گیا ہے۔

زلزلہ کی یہ صورت ہے کہ تمام قوائے نفسانیہ جوش کے ساتھ حرکت میں آجائیں گے اور تمام علوم وفنون ظاہر ہو جائیں گے اور فرشتے جو مرد صالح کے ساتھ آسمان سے اترے ہوں گے ہر شخص پر اثر ڈالیں گے۔ اس روز ایک مرد عارف متحیر ہو کر اپنے دل میں کہے گا کہ یہ طاقتیں اپنے میں کہاں سے آگئیں۔ تب ہر ایک استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گا کہ یہ ایک وحی ہے جو ہر ایک استعداد پر اتر رہی ہے۔ دنیا پرستوں کی تحریکیں صنعتیں اور کلیں ایجاد کریں گے اور ہر ایک اپنی کوششوں کی ثمرات کو دیکھ لیویں تب آخر ہو جائے گی۔ یہ آخری لیلۃ القدر کا نشان ہے جس کی بنا ابھی سے ڈالی گئی ہے۔ جس کی تکمیل کیلئے خدا نے اس عاجز کو بھیجا اور مجھے مخاطب کرنے فرمایا انت اشدّ من منا سبۃ بعیسی۔ ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر سورۃ زلزال کی تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئیگا جس سے زمین کے اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا ہوا تب اس روز زمین باتیں کریں گی اور اپنا حال بتائیں گی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۰۰ تا ۱۳۰ ملخصاً)

یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن کے سیاق سباق سے مخالف ہے مرزا کو ضرور تھا کہ پہلے سورہ القدر کی شان نزول بیان کرتے جس سے مضمون خود حل ہو جاتا لیکن ان کو تفسیر بالرائے کرنا منظور تھا اس لئے انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔

درمنثور جلد ۶ ص ۳۷۱ میں اس سورۃ کے شان نزول کے بارے میں کئی حدیثیں منقول ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے جب امم سابقہ کی دراز دراز عمریں اور ان کی عمر بھر کی ریاضتیں دیکھیں اور

اس کے بعد اپنے امتیوں کی عمروں کو دیکھا کہ بہ نسبت ان کے بہت کوتاہ ہیں، اس چھوٹی سی عمر میں ان کے سے فضائل کیوں کر حاصل کر سکیں گے اس ملال پر رحمت الٰہی جوش میں آئی اور ارشاد ہوا کہ ہم تمہیں ایک لیلۃ القدر ایسی دیتی ہیں جو ہزار مہینوں سے افضل ہے یعنی اس ایک رات کی عبادت ان لوگوں کی اس برس کی عبادت سے بہتر ہے.....

اب اس کے بعد مرزا قادیانی کی پوری تقریر دیکھ لیجئے کہ اس واقعے کے ساتھ اس کا کچھ بھی تعلق ہے۔ اس سورۃ میں تو آنحضرت ﷺ کی تسلی مقصود تھی مگر مرزا کو اصلی واقعات سے کیا غرض؟ ان کو اپنی عیسویت کی دھن میں کچھ سوجھتا ہی نہیں، کہاں ہزار مہینے سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا، اور کہاں مرزا قادیانی کی نیابت اور کلوں کا ایجاد کسی چیز سے دل چسپی اور تعشق بھی بری بلا ہے آدمی کو سوائے اپنی محبوبہ کے کچھ سوجھتا ہی نہیں۔..

مرزا قادیانی نے انزلناہ کی ضمیر مصلح کی طرف پھیری جسکا کہیں ذکر نہیں تمام مفسروں نے وہ ضمیر قرآن کی طرف پھیری..مرزا صاحب کو مصلح قوم کی طرف ضمیر پھیرنے سے غرض یہ ہے کہ آپ بھی اس میں داخل ہو جائیں۔

اس موقع میں مرزا صاحب یہی فرمائیں گے کہ آخر قرآن بھی مصلح قوم ہے اس لئے ضمیر انزلناہ سے مراد مصلح لی گئی ہے جس کے مفہوم میں وہ خود بھی داخل ہیں۔ مگر یہ توجیہہ درست نہیں، اس لئے کہ اول تو مرزا قادیانی مصلح قوم ہو ہی نہیں سکتے اس لئے کہ انہوں نے تو کروڑ ہا مسلمانوں کو مشرک اور کافر بنا دیا جس کی وجہ سے ان کے نزدیک تمام قوم فاسد اور ہلاک ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ جس کی وجہ سے کوئی قوم فاسد ہو جائے وہ مفسد قوم سمجھا جائے گا۔ غرض کہ انہیں کے اقرار کے مطابق وہ مصلح قوم نہیں ہو سکتے۔ پھر قرآن پر مفہوم مصلح قوم کا صادق آنے سے یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ جس طرح قرآن، لیلۃ القدر میں اترا ہے ہر مصلح قوم بھی لیلۃ القدر میں اترتا ہے۔ یہ بات تو ادنی طالب العلم بھی جانتا ہے کہ کسی جزئی پر کوئی مفہوم عام اور کلی صادق آئے تو یہ ضرور نہیں کہ لوازم اس جزئی کے دوسری جزئیات پر بھی صادق آجائیں جن پر وہ مفہوم عام صادق آتا ہے۔ کوئی جاہل یہ نہ کہے گا کہ غلام احمد صاحب چونکہ مرزا ہیں اور قادیان میں رہتے ہیں اس وجہ سے جتنے مرزا ہیں سب قادیان ہی میں رہا کرتے ہیں۔ اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے جس بات پر اپنے معارف کی بنیاد رکھی ہے وہ کئی طرح سے غلط ثابت ہوئی۔ ایک یہ کہ ضمیر کے مرجع میں قصداً غلطی کی دوسرے اپنے آپ کو مصلح قرار دیا، تیسرے ایک جزئی کے لوازم مختصہ کو دوسری جزئی میں ثابت کیا۔

پھر مصلح قوم کی اگر تعمیم کی جائے تو علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کے لحاظ سے کل علمائے امت مصلح ہیں جن سے کوئی زمانہ خالی نہیں۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کی خصوصیت ہی کیا اور وہ بات کیونکر صادق آئے جو لکھتے ہیں کہ جب مصلح قوم اترتا ہے تو انسانی قوی میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت پیدا ہوتی ہے اور حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہوتی ہیں۔

مرزا قادیانی نے اپنی نیابت کی یہ دلیل قرار دی کہ علوم اور صنعتیں اس زمانے میں ظاہر ہو رہی ہیں مگر یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں صنعتوں کا ظہور زیادہ ہوتا حالانکہ وہ زمانہ نہایت سادہ اور فطرتی طور پر تھا۔ البتہ دین کی ترقی اس زمانے میں روز افزوں تھی بخلاف مرزا قادیانی کے زمانہ نیابت کے کہ دنیا کی ترقی روز افزوں ہے اور دین کا انحطاط دیکھ لیجئے۔ مرزا قادیانی کے اوائل زمانے میں کروڑہا مسلمان تھے جن کا مشرک اور بے دین ہونا محال تھا جیسا کہ براہین احمدیہ صفحہ ۱۰۹ کے حاشیہ میں لکھ چکے ہیں۔ اور شائد دس پندرہ سال بھی نہیں گذرے کہ انہیں کروڑ ھا مسلمانوں کو انھوں نے یہودی، مشرک اور بے دین بنا دیا۔ اب خود ہی غور فرمائیں کہ یہ نیابت آنحضرت ﷺ کی ہوئی یا اور کسی کی۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرت ﷺ کی لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت کی لیلۃ القدر ایک تھی اور مرزا قادیانی کی لیلۃ القدر دوسری۔ یہ بھی خلاف احادیث صحیحہ ہے جن سے ثابت ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانے میں لیلۃ القدر ہر سال ہوا کرتی تھی اور قیامت تک ہر سال ہوا کرے گی (مسند احمد۔ ج ۶ ص ۱۸۲۔ ترمذی ابواب الدعوات) وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ:

> عن عائشه قالت قلت یا رسول اللّٰه ﷺ ان وافقت لیلة القدر فما اقول قال قولی اللهم انّک عفوّ تحبّ العفو فاعف عنّی۔ یعنی حضرت عائشہؓ نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر میں لیلۃ القدر پاؤں تو کیا دعا کروں۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دعا پڑھنا اللھم انک ....

اس کے سوا لیلۃ القدر ہر سال ہونے کی بکثرت احادیث مذکور ہیں جن کو تمام اہل علم جانتے ہیں اب مرزا کی خوغرضی کو دیکھئے کہ اپنی ایک لیلۃ القدر کے واسطے صدہا لیالی قدر کا خون کیا۔

حق تعالی نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا، نہ اس میں امتداد زمانہ کا ذکر ہے، نہ اس کے دامن دار ہونے کا۔ اور مرزا قادیانی اس کو دامن دار اور شاخ دار بنا رہے ہیں ان کے قول

پر اگر الشاۃ خیر من فیل کہا جائے تو اس کا مطلب ہوگا کہ ہاتھی سے بکری اونچی ہے، جس کا کوئی عاقل قائل نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی نے چند قادیانی بننے والوں کو دیکھا کہ اپنا مذہب اور دین چھوڑ کر دوسرے مذہب کی تفتیش کر رہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس کے لئے اندرونی تحریک کی ضرورت ہے اس پر یہ قیاس جمایا کہ روح القدس اس کا محرک ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ انسانوں کے قویٰ میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت شروع ہو جائے تو اس بات کی علامت کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا نہیں ہوتی اور روح کا اترنا لیلۃ القدر میں ثابت ہے۔ اس سے یہ بات نکالی کہ جتنے اس قسم کے ایام ہیں سب لیلۃ القدر ہیں۔ رات کو دن بنا دینا ہر کسی کا کام نہیں۔ یہ بھی مرزا قادیانی ہی کی ہمت کا خاصہ ہے۔

یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اہل اسلام کو تفتیش مذہب کیلئے اندرونی تحریک کرنا کیا روح القدس کا کام ہوگا یا شیطان لعین کا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں سے دین اسلام ترک کرانے کیلئے روح القدس آسمان سے اترتے ہیں۔ پھر دوسرا اندھیر یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے نزول ملائکہ کیلئے طلوع فجر سے پہلے کا زمانہ معین فرمایا ہے جیسا کہ حتّٰی مطلع الفجر سے ظاہر ہے، مگر مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ فرشتے صبح صادق تک کام میں لگے رہتے ہیں یعنی دن رات اسی کام میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں سے ان کا مذہب وملت چھڑا دیں۔ اس کے بعد سورہ اذا زلزلت میں یومئذٍ کا لفظ دیکھ کر مرزا قادیانی نے لیلۃ القدر کی جوڑ ملا دی اور لیلۃ القدر جس کی نسبت حق تعالیٰ نے خیر من الف شھر فرمایا ہے اس کو ضلالت اور ظلمت کی رات قرار دی جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہزار مہینے سے بدتر ہے۔ دیکھئے کس قدر قرآن کی اور خدا کی مخالفت کی۔ کیا کوئی مسلمان اس بات پر راضی ہوگا کہ جس رات کی تعریف خدا تعالیٰ نے کی ہے اور صحیح روایتوں سے اس کی فضیلت ثابت ہے اس کو ضلالت کی رات سمجھے۔

زمینی زلزلے

پھر مرزا قادیانی نے اذا زلزلت کی تفسیر کی جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ زمین کو زلزلہ ہوگا، غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آدمی کی قوتیں حرکت کریں گی اور خدا تعالیٰ جو فرماتا ہے کہ اس کے خزانے وغیرہ اثقال جو اس میں مدفون ہیں نکل پڑیں گی وہ کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ صحیح

یہ ہے کہ علوم وفنون ظاہر ہوں گے۔ اور خدا تعالی جو فرماتا ہے کہ زمین اس روز باتیں کرے گی وہ کہتے ہیں کہ یہ بھی غلط ہے، استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی۔

مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے جو تفسیر کی ہے کہ زمین کو زلزلہ آئے گا اور اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی اور زمین باتیں کرے گی، یہ سراسر غلط ہے۔ اس میں مرزا قادیانی کی سراسر زیادتی ہے۔ ہمارے علماء نے سوائے قرآن پر ایمان لانے کے اور کچھ نہیں کہا۔ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی، بلکہ جس طرح مرزا قادیانی اکثر کہا کرتے ہیں کہ النصوص یحمل علی الظواهر (ازالہ اوہام: ص۵۴۰) ظاہر آیات کی تصدیق کی۔ البتہ مرزا قادیانی کو ان کی عقل نے ایمان سے روک دیا۔ انہوں نے لڑکپن سے دیکھا ہے بات دو انگل زبان سے ہوا کرتی ہے اس لئے ان کو عقل نے صاف حکم کر دیا کہ کلام الٰہی غلط ہے اگر خدا بھی چاہے کہ زمین سے بات کرائے تو وہ ممکن نہیں اس لئے کہ اس کو زبان نہیں۔ اگر مرزا قادیانی یہ سمجھتے ہیں کہ بات کرنے کیلئے گوشت کا لوتھڑا ضروری ہے تو یہ لازم آئے گا کہ خدا تعالی بات کرانے میں نعوذ باللہ اس لوتھڑے کا محتاج ہے ۔ پھر دیکھئے کہ گنگوں اور جانوروں کے بھی زبان ہوتی ہے مگر بات نہیں کر سکتے۔ اور اگر یہ سمجھتے ہیں کہ خدا تعالی نے اپنی حکمت بالغہ سے جیسے اس لوتھڑے کو قوت کلام بخشی، ہر چیز کو یہ قوت بخش سکتا ہے تو پھر زمین کے بات کرنے میں کیا کلام، اور اس میں خدا تعالی کی تکذیب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اب اہل انصاف غور کریں کہ جب مرزا کی عقل اس درجے کی قوت پر ہے کہ خدا تعالی کے مقابلے میں بھی کھڑی ہو جاتی ہے تو کیا ممکن ہے کہ کوئی دوسرا ان کا مقابلہ کر سکے۔ اور اگر کسی نے کیا بھی تو کیا مرزا اس کو تسلیم کریں گے۔ اگر اہل اسلام کو اپنا ایمان بچانا منظور ہے تو مرزا قادیانی کی عقل کے دام سے بچیں اور یاد رکھیں کہ ذرا بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تو دلوں میں کجروی کا مادہ پیدا کر دیا جائے گا جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے: فلمّا زاغوا ازاغ اللّٰہ قلوبھم و اللّٰہ لا یھدی القوم الفاسقین (صف:۵)

الحاصل مرزا صاحب کے معارف کا یہ حال ہے جو آپ نے دیکھ لیا کہ نہ قرآن سے کام ہے، نہ حدیث سے، نہ عقل سے، کیونکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو لیلۃ القدر کی تعریف کر کے اس کی مذمت نہ کرتے اور زمین کے بات کرنیکا انکار خدا کی قدرت پر ایمان لانیکے بعد نہ کرتے۔ الغرض بے تکی باتیں ملانے کا نام انہوں نے معارف رکھ دیا اور اسی کو اپنی عیسویت کی دلیل قرار دیا (مرزا کے برادر نسبتی نے اپنی ہمشیرہ یعنی نصرت جہان زوجہ مرزا غلام احمد کو لیلۃ القدر بنا دیا ہے۔ مضامین ڈاکٹر اسماعیل سے اس

بات کی روایت ہم سابقاً کسی جگہ نقل کر چکے ہیں ۔ بہاء)

قطع الوتین

رسالہ قطع الوتین باظهار کید المفترین (ص ۲۔۳) میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں کی بڑی دلیل یہ ہے کہ اگر مرزا قادیانی مفتری علی اللہ ہوتے تو ۲۳ سال یا اس سے زیادہ ان کو مہلت نہ ملتی ،اور مرزا قادیانی نے بھی اشتہار جاری کیا کہ اگر کوئی شخص ایسا مفتری علی اللہ دکھاوے جس نے ۲۳ سال کی مہلت پائی ہو تو ہم اس کو ۵۰۰ روپیہ انعام دیں گے۔اس پر حافظ محمد یوسف امرتسریؒ نے ایک فہرست پیش کر دی جس میں ۲۳ سال سے زیادہ جن مفتریوں کو مہلت ملی ان کے نام درج تھے، مگر مرزا صاحب نے نہ اس کا جواب دیا نہ اس وعدے کا ایفاء کیا جو اشتہار میں کیا تھا۔فہرست رسالہ مذکور میں لکھ دی گئی اصل دلیل ان کی یہ ہے کہ حق تعالی فرماتا ہے و لو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذ نا منه بالیمین ثمّ لقطعنا منه الوتین (الحاقہ :۴۴۔۴۶) یعنی نبی ﷺ کوئی بات اپنے دل سے بنا کر ہماری طرف منسوب کر دیتے تو ہم ان کے دل کی رگ کاٹ ڈالتے ۔یعنی ہلاک کر دیتے۔اس سے ان کا مقصود یہ ہے کہ اگر خود بھی خدا پر افتراء کئے ہوتے تو اس آیت شریفہ کے مطابق بہت جلد ہلاک کر دیئے جاتے اور اس میں ان کی خصوصیت نہیں جس نے خدا پر افتراء کیا فوراً ہلاک کر دیا گیا۔کوئی ۲۳ سال تک زندہ نہ رہا اگر رہا تو اس کا نام بتایا جائے۔

مرزا قادیانی ۲۳ سال سے زیادہ زندہ رہنے والے مفتریوں کی نظیریں جو طلب فرماتے ہیں اس کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔کیا اس مدت کو مفتری کی برأت میں کوئی خصوصیت ہے۔کیا ۲۳ سال تک کوئی مفتری زندہ نہیں رہ سکتا اور ۲۲ برس تک رہ سکتا ہے۔اگر ایک سال بھی کسی مفتری کو مہلت ملے تو وہ بھی مثل مرزا قادیانی کہہ سکتا ہے کہ اگر میں مفتری ہوتا تو اتنی مدت جس میں پوری چار فصلیں گذریں مجھے کبھی مہلت نہ ملتی۔کیا یہ قول اس کا قابل تسلیم ہوسکتا ہے۔الغرض مرزا قادیانی ۲۳ برس کی جو مدت مقرر کر رہے ہیں وہ درست نہیں صرف ایسے لوگوں کی فہرست کافی تھی جن کو باوجود افتراء کے کچھ مہلت ملی۔

اصل یہ ہے کہ دار الجزاء قیامت ہے جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے و لا تحسبنّ اللّٰه غافلاً عمّا یعمل الظّالمون ۔انّما یؤخّرهم لیومٍ تشخص فیه الابصار (ابراہیم:

۴۲) ۔اگر افتراء کا یہ لازمہ ہوتا کہ اسی عالم میں اس کی سزا ہو جائے تو تخلف لازم کا ملزوم سے عقلاً درست نہ ہونے کی وجہ سے یہ لازم ہوتا کہ بمجرد افتراء کے فوراً سزا ہو جائے ۔ حالانکہ مرزا قادیانی بھی اس کے قائل ہیں کہ مسیلمہ کذاب وغیرہ گذرے ہیں اور ان کو بمجرد افتراء کے سزا نہیں ہوئی اور ایسے لوگ دس بیس سال بھی اکثر زندہ رہے ہیں ۔ مسیلمہ کذاب ہی کو دیکھ لیجئے کہ اس قدر اس کو مہلت ملی کہ لاکھ سے زیادہ آدمی اس نے فراہم کر لئے ۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ خود نبی کریم ﷺ تشریف فرما تھے اور حضرت ﷺ کے بعد صدیق اکبرؓ وغیرہ اور کل صحابہ موجود تھے، ہدایت روز افزوں ترقی پر تھی، ملک خاص عرب کا تھا جس کو منبع ہدایت ہونے کا فخر حاصل ہو چکا تھا۔ ایسے متبرک زمانے اور متبرک مقام میں جب اس کو اس قدر مہلت ملی تو اس زمانے میں جو ضلالت روز افزوں ترقی کر رہی ہے اور ہندوستان جیسے ملک میں کسی مفتری علی اللہ کو پچیس تیس سال مہلت مل جائے تو کیا تعجب ہے؟ بلکہ زمان و مکان وغیرہ حالات کی مناسبت سے دیکھا جائے تو اس زمانے میں مفتری کو ایک دن مہلت ملنا اس زمانے کے پچیس تیس سال کی مہلت کے برابر ہے ۔ الغرض اس سے ثابت ہے کہ مفتری علی اللہ کو مہلت ملا کرتی ہے اور وہ استدراج ہے جس کی نسبت کی حق تعالیٰ فرماتا ہے:

فذرنی و من یّکذّب بهذا الحد یث سنستدرجهم من حیث لا یعلمون۔ و املی لهم انّ کیدی متین (القلم:۴۴۔۴۵) ۔ پس مجھے اور اس کلام کو جھٹلانے والے کو چھوڑ دے ۔ ہم انہیں اس طرح آہستہ آہستہ کھینچیں گے کہ انہیں خبر بھی نہ ہو ۔ اور میں انہیں ڈھیل دونگا، بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔

مرزا قادیانی جو جلدی فرماتے ہیں کہ اگر مفتری ہوں تو چاہیے کہ عذاب اتر آئے سو اس کا جواب قرآن شریف میں پہلے ہی ہو چکا ہے:

و لئن اخّرنا عنهم العذا ب الی امةٍ معدودةٍ لیقولنّ ما یحبسه الا یوم یاتیهم لیس مصرو فاً عنهم و حاق بهم ما کا نوا به یستهز ؤن (ھود:۸) یعنی اگر ان کے عذاب میں تاخیر کی جاتی ہے تو کہتے ہیں کہ اس کو کس نے روکا ۔ یاد رہے کہ جب وہ آئے گا تو پھر ان سے ٹلنے والا نہیں، پھر تو جس چیز کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں گھیر لے گی۔

قرآن میں جو واقعات مذکور ہیں اگر پیش نظر ہوں تو معلوم ہوسکتا ہے کہ زیادتی مہلت کا سبب غضب الٰہی ہوتا ہے کہ مفتری دل کھول کر افتراء پردازیاں کرے اور پورے طور پر حجت قائم

ہو جائے۔ چنانچہ ارشاد ہے:

و لا تحسبنّ الّذین کفروا انّما نملی لھم خیر لا نفسھم،انّما نملی لھم لیزدادوا اثماً ۔ و لھم عذا ب مھین (آل عمران: ۱۷۸) کافر لوگ ہماری دی ہوئی مہلت کو اپنے حق میں بہتر نہ سمجھیں، یہ مہلت تو اس لئے ہے کہ خوب گناہ کریں، ان ہی کے لئے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

اور آیت شریفہ و لو تقوّل علینا بعض الاقاویل (الحاقہ: ۴۴) سے جو استدلال کیا جاتا ہے وہ صحیح نہیں ہوسکتا اس لئے کہ تمام انبیاء خصوصاً ہمارے نبی ﷺ اعلی درجے کے مقرب بارگاہ الٰہی ہیں۔ ان کی شان یہی ہے کہ افتراء وغیرہ رذائل کا خیال تک نہ آنے دیں۔ اسی واسطے حق تعالی فرماتا ہے کہ اگر بفرض محال وہ ایک بھی افتراء کرتے تو ہلاک کر دیئے جاتے اور دوسرے انبیاء کے حالات سے بھی ظاہر ہے کہ ادنی خلاف مرضی حرکات سے سخت مصیبتیں ان پر ڈالی گئیں بخلاف ان لوگوں کے کہ اسی کام کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں۔ ان کا تو لازمہ یہی ہے کہ عمر بھر ایسے ہی کام کیا کریں چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے:

وکذ لک جعلنا لکلّ نبّی عدواً شیا طین الانس و الجنّ یوحی بعضھم الی بعض زخرف القول غروراً ۔ و لو شاء ربک ما فعلوہ فذر ھم و ما یفترو ن (انعام: ۱۱۲) اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیاطین پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن، جن میں سے بعض بعضوں کو چکنی چپڑی باتوں کا وسوسہ ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں، اور اگر اللہ تعالی چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے، سو ان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیجئے

اور ارشاد ہے:

و کذ لک جعلنا فی کل قر یۃ اکا بر مجر میھا لیکمروا فیھا۔ و ما یمکرو ن الّا با نفسھم و ما یشعرو ن (انعام: ۱۲۳) اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرتکب بنایا تاکہ وہ لوگ وہاں فریب کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ فریب کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔

الحاصل ۲۳ برس یا اس سے زیادہ کوئی مفتری علی اللہ زندہ رہے تو یہ نہ سمجھا جائے گا کہ وہ مفتری نہیں بلکہ یہی سمجھا جائے گا ک اسی کام کے واسطے مقرر کیا گیا ہے۔ اگر مثل فرعون کے صدہا

سال بھی زندہ رہے گا تو وہی اپنا فرض منصبی ادا کرتا رہے گا جس کام کے لئے مقرر کیا گیا ہے۔

علامات مسیح

یہ ادعائی مسیح کی نشانیاں اور دلائل تھے اب اصل مسیح کی علامتیں بھی سنئے جو صحیح احادیث میں وارد ہیں۔ مگر اس مقام میں پہلے غور کر لیا جائے کہ عیسیٰؑ کا دنیا میں آنا کوئی عقلی مسئلہ نہیں جس میں رائے لگائی جائے۔ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں اگر علیحدہ کر دیئے جائیں تو یہ مسئلہ اس قابل نہیں رہتا کہ جس کی طرف توجہ کی جائے۔ اسی وجہ سے مرزا قادیانی کو نیچریوں سے شکایت ہے کہ ان احادیث کو وہ مانتے ہی نہیں۔ غرض کہ مرزا قادیانی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ اس باب میں جو احادیث وارد ہیں ضرور مانی جائیں، مگر اس کے ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس طرح اہل اسلام مانتے ہیں اور ان کے ظاہری معنی بطور خرق عادت عیسی میں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ درست نہیں، بلکہ ایسے طور پر ان احادیث کے معنی لئے جائیں کہ اپنے پر یعنی مرزا قادیانی پر صادق آجائیں اور نبی کریم ﷺ نے عیسی بن مریم کا جو نام لیا ہے اس کی وجہ یہ تھی (جیسا کہ ازالہ اوہام میں لکھا ہے ملخصاً) کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی حقیقت منکشف ہوئی نہ تھی۔، اور ازالہ اوہام صفحہ ۶۹۰ میں لکھتے ہیں کہ انبیاء پیش گوئیوں کی تاویل اور تعبیر میں غلطی کھاتے ہیں۔ جس کا مطلب اور ماحصل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو عیسی بن مریم روح اللہ کے نزول کی خبر دی ہے، وہ غلط ہے۔ درحقیقت عیسی موعود مرزا غلام احمد قادیانی ہیں اور ان سے خوارق عادات کوئی ظاہر نہ ہوں گے۔ بلکہ ردّ نصاری میں چند معمولی تقریریں لکھ دینگے اور ان تمام حدیثوں کی پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔ سبحان اللہ کوہ کندن وموش بر آوردن کا مضمون یہاں پورا پورا صادق آ رہا ہے۔ احادیث نزول عیسی کس شد و مد سے ثابت کئے گئے اور ان سب کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک پنجابی شخص پیدا ہو کر ردّ نصاری میں چند معمولی تقریریں لکھ دے گا۔

اس باب میں مرزا قادیانی کو تکلیف گوارا کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی بفضلہ تعالی ردّ نصاری کرنے والے اس وقت ایسے بہت سارے لوگ موجود ہیں کہ جو اپنی عمر بھر کی مزاولت کی وجہ سے مرزا قادیانی سے کہیں زیادہ اس باب میں ید طولے رکھتے ہیں۔ اس لئے کہ مرزا قادیانی کی عمر کا ایک معتد بہ حصہ تو متفرق مذاہب باطلہ کی کتابوں کے مطالعہ میں صرف ہوا اور اس کے بعد جب یک سوئی حاصل ہوئی تو دعوی عیسویت شروع ہوا، اور اس میں اس قدر استغراق اور انہماک ہے کہ

جس کا بیان نہیں، اگر مناظرہ ہے تو اسی مسئلے میں، اور تصانیف ہیں تو ان میں اسی دعوی کے دلائل و لوازم، پھران کورڈ نصاری کی نوبت ہی کہاں آئی۔ براہین میں جو وعدہ کیا تھا اس کا بھی ایفا نہ کر سکے

الحاصل جب یہ مسئلہ نقلی ہے جس میں عقل کو کوئی دخل نہیں اوران احادیث پر جو اس باب میں وارد ہیں ایمان لایا گیا تو ان کے ظاہری معنی پر ایمان لانے سے اہل ایمان کیوں روکے جاتے ہیں حالانکہ مرزا قادیانی، ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۹، ۵۴۰ میں خود لکھتے ہیں کہ ،نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے پر اجماع ہے۔ ،اب ان امور کو پیش نظر رکھ کر غور کیجئے جو عیسیٰ کی علامات احادیث میں وارد ہیں ان سے مرزا قادیانی کو کیا تعلق ہے۔

۱۔ دمشق میں منار کے پاس عیسیٰؑ کا آسمان سے اترنا۔ اس حدیث کو مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۶۳ کے حاشیہ میں نقل کیا ہے (اب یہ بھی جاننا چاہیے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید کے پاس اتریں گے یہ لفظ ابتداء سے محقق لوگوں کو حیران کرتا چلا آیا ہے کیونکہ بظاہر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ مسیح کو دمشق سے کیا مناسبت ہے اور دمشق کو مسیح سے کیا خصوصیت ۔ ہاں اگر یہ لکھا ہوتا کہ مسیح مکہ معظّمہ میں اترے گا یا مدینہ منورہ میں نازل ہوگا تو ان ناموں کو ظاہر پر حمل کرنا موزوں بھی ہوتا۔ کیونکہ مکہ معظّمہ خانہ خدا کی جگہ اور مدینہ منورہ رسول اللہ ﷺ کا پایہ تخت ہے مگر دمشق میں تو کوئی ایسی خوبی کی بات نہیں جس کی وجہ سے تمام امکنہ متبرکہ چھوڑ کر نزول کے لئے صرف دمشق کو مخصوص کیا جائے۔ اس جگہ بلاشبہ استعارہ کے طور پر کوئی مرادی مخفی معنی ہیں جو ظاہر نہیں کئے گئے اور یہ عاجز ابھی اس بات کی تفتیش کی طرف متوجہ نہیں ہوا تھا کہ وہ معنی کیا ہیں کہ اسی اثنا میں میرے ایک دوست اور محبّ واثق مولوی حکیم نور الدین اس جگہ قادیان میں تشریف لائے اور انہوں نے اس بات کیلئے درخواست کی کہ جو مسلم کی حدیث میں لفظ دمشق و نیز ایسے مجمل الفاظ ہیں ان کے انکشاف کیلئے جناب الٰہی میں توجہ کی جائے لیکن چونکہ ان دنوں میں میری طبیعت علیل اور دماغ ناقابل جدو جہد تھا اس لئے میں ان تمام مقاصد کی طرف توجہ کرنے سے مجبور رہا، صرف تھوڑی سی توجہ کرنے سے ایک لفظ کی تشریح یعنی دمشق کے لفظ کی حقیقت میرے پر کھولی گئی اور نیز ایک صاف اور صریح کشف میں مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث آنے والا جو ابوداؤد کی کتاب میں لکھا ہے یہ خبر صحیح ہے اور یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی درحقیقت یہ دونوں اپنے مصداق کی رو سے ایک ہی ہیں ۔ یعنی ان دونوں کا مصداق ایک ہی جو یہ عاجز ۔ سو اول میں دمشق کے لفظ کی تعبیر جو الہام کے ذریعہ سے مجھ پر کھولی گئی بیان کرتا ہوں پھر بعد اس کے ابوداؤد والی پیش گوئی جس طور سے مجھے سمجھائی گئی ہے بیان کرونگا۔

پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا

گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں ..خدائے تعالی نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے.. سو خدا تعالی نے ..اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اس بارہ میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منه اليزيديون، یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے جائینگے۔

اور ازالہ اوہام حاشیہ ص ۱۳۵ میں لکھا ہے: تب اس نے مجھے کہا کہ یہ لوگ یزیدی الطبع ہیں اور یہ قصبہ دمشق سے مشابہ ہے۔ سو خدا تعالی نے ایک بڑے کام کے لئے اس دمشق میں اس عاجز کو اتارا بطرفِ شرقی عند المنارة البيضاء من المسجد الذی من دخله كان آمناً فتبارك الذی انزلنی فی هذا المقام .. بہاء)

لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ اس سے مراد قادیان ہے اور وہاں ایک منارا اس غرض سے تیار کر دیا کہ اگر دمشق نہیں تو منارہی سہی، جس سے ایک جزو حدیث کا صادق آ جائے۔ یہاں یہ امر غور طلب ہے کہ اس حدیث کو نیچریوں نے جو نہ مانا اور مرزا نے مان لیا، ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ ادنی تامل سے معلوم ہو سکتا ہے کہ وہی فرق ہے جو جہل بسیط اور جہل مرکب میں ہوا کرتا ہے۔

۲۔عیسیٰؑ کا حکم عادل ہونا، جو اس روایت بخاری، باب نزول عیسی میں مصرح ہے:

عن ابی هريره قال قال رسول الله ﷺ و الّذی نفسی بيده ليوشكن ان يّنزِل فيكم ابن مريم حكماً عدلاً ،فيكسر الصّليب و يقتل الخنزير، و يضع الجزية، و يفيض المال حتّى لا يقبله احد، حتى تكون السّجدة الواحدة خير مّن الدّنيا و ما فيها۔ ثمّ يقول ابو هريرة: و اقرؤا ان شئتم ، و ان من اهل الكتاب الّا ليؤمننّ به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً ۔یعنی قسم ہے خدا کی کہ ابن مریم حاکم عادل ہو کر تم میں اتریں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کرینگے اور جزیہ اٹھا دیں گے اور ان کے زمانے میں مال بہت ہو جائے گا کہ کوئی اس کو قبول نہ کریگا یہاں تک کہ ایک سجدہ دنیا و مافیھا سے بہتر ہوگا۔ ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اگر چاہو اس کی تصدیق تو قرآن میں پڑھ لو اللہ فرماتا ہے کہ کل اہل کتاب اس وقت عیسیٰؑ پر ان کی موت سے پہلے ایمان لائینگے اور وہ اس پر گواہ ہونگے

اس حدیث شریف سے ظاہر ہے کہ عیسیٰؑ عادل ہوں گے کسی پر ظلم نہ کریں گے اور مرزا قادیانی کے عدل کا حال آپ نے دیکھ لیا کہ ان کی سمدھن کے بھائی نے ان کو لڑکی نہ دی تو اس کا

وبال اپنی بہو پر ڈالا اور اپنے فرزند کو طلاق پر مجبور کیا۔ میراث پدری سے خلاف شرع محروم کر دیا اور اس کا کچھ خیال نہ کیا۔حق تعالی فرماتا ہے و لا تزر وازرۃ وزر اخری (فاطر:۱۷) کیا کسی ملت میں اس کو عدل کہہ سکتے ہیں۔ جب مرزا قادیانی پر قوائے غضبانیہ کا اس قدر تسلط ہے کہ مہر پدری پر بھی وہ غالب ہیں تو دوسروں کے ساتھ کیا عدل کریں گے۔

اس حدیث میں آپ نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کس جزم سے قسم کھا کر فرماتے ہیں کہ ابن مریم تم میں اتریں گے اور مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کو اس کشف میں غلطی ہوئی۔ اب اہل ایمان غور کریں کہ معمولی آدمی بھی کسی بات پر قسم کھانے میں کمال درجے کی احتیاط کیا کرتا ہے اور ذرا بھی شک ہو تو اس کا ایمان قسم سے اس کو روک دیتا ہے۔ بخلاف نبی ﷺ کے کہ نعوذ باللہ غلط بات پر (بخیال مرزا) بے دھڑک قسم کھالی اور عمر بھر اسی غلطی پر رہے۔ کیونکہ کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ حضرت ﷺ نے رجوع کر کے فرمایا ہو کہ اس کشف میں مجھے غلطی ہوگئی تھی۔ یہ الزام مرزا قادیانی جو ہمارے نبی ﷺ پر لگا رہے ہیں اس سے ان کا مقصود حضرت ﷺ کے کشف اور اقوال کو ساقط الاعتبار کر دینا ہے۔ اس کے سوا جو قباحتیں اس میں لازم آتی ہیں ان کی تفصیل کرنے میں ہمارا قلم یاری نہیں دیتا۔ ایک عقلمند ادنی تامل سے سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس درجے کا حملہ ہے۔ پھر یہ حملہ صرف نبی ﷺ پر نہیں ہے حق تعالی پر بھی ہے کہ ایسے مکرم اور معصوم نبی پر ایک ایسی بات منکشف کر دی جو غلط تھی اور نعوذ باللہ اس سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ اس غلطی کی اصلاح کر دیتا۔ اب اہل دانش اندازہ کر سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی کا ایمان خدا اور رسول پر کس قسم کا ہے۔

۳۔۴۔ صلیب کو توڑنا اور خنزیر کو قتل کرنا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت مذکورہ سے ثابت ہے۔ مرزا قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۸ میں لکھا ہے:

کیا ان احادیث پر اجماع ہو سکتا ہے کہ مسیح آ کر جنگلوں میں خنزیروں کا شکار کھیلتا پھریگا

اور ازالہ اوہام صفحہ ۴۱ (ملخصاً) لکھا ہے:

کیا ان کا یہی کام ہوگا کہ صلیبوں کو توڑتے اور خنزیروں کو قتل کرتے پھریں گے۔،

اور ازالہ اوہام صفحہ ۸۱ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں:

مراد اس سے یہ ہے کہ مسیح دنیا میں آ کر صلیبی مذہب کی شان وشوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالے گا اور ان لوگوں کو جن میں خنزیروں کی بے حیائی اور خوکوں کی بے شرمی اور نجاست خواری ہے ان پر دلائل قاطعہ کا ہتھیار چلا کر ان سب کا کام تمام کر دیگا۔

اس سے ضمناً مرزا قادیانی کا دعوی بھی معلوم ہوا کہ انہوں نے صلیبی مذہب کی شان و شوکت کو اپنے پیروں کے نیچے کچل ڈالا، اور نصاری کے دلائل کا کام تمام کر دیا۔ مگر قصہ آتھم کے ملاحظہ سے ظاہر ہے کہ انہوں نے نصاری کے مقابلے میں اسلام ہی کا کام تمام کر ڈالا تھا۔ خیر گذری کہ اہل اسلام نے عملی طور پر ان کو اسلام سے خارج کر دیا ورنہ اسلام پر برا اثر پڑتا۔.. پھر یہ بات اب تک معلوم نہیں ہوئی کہ مرزا قادیانی کے دلائل سے عیسائی مذہب کی شان وشوکت میں کیا فرق آگیا۔ پادریوں کے حملے جیسے پہلے تھے، اب بھی ہیں۔ اور جس طرح پہلے ان کی قومی ترقی تھی اب بھی جاری ہے۔ غرض کہ کسر صلیب کے معنی کو مرزا نے گو بدل دیا مگر اس سے بھی وہ منتفع نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح قتل خنزیر کا حال بھی ہے کہ عیسائیوں کو خنزیر قرار دیا اور قتل سے مراد انکار کو لیا۔ مگر یہ قتل بھی ان سے نہ ہو سکا بلکہ سچ پوچھئے تو آتھم ہی نے انکو قتل کر ڈالا، جسکے مقابلہ میں دم نہ مار سکے۔

مرزا قادیانی قتل خنزیر کے معنی میں جو مسلمانوں پر الزام لگاتے ہیں وہ انکی نافہمی ہے۔ کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں کہ حضرت عیسیٰؑ خنزیروں کا شکار جنگلوں میں کرتے اور صلیبوں کو توڑتے پھریں گے۔ اگر مرزا قادیانی کنائے کی حقیقت سمجھے ہوتے تو یہ اعتراض کبھی نہ کرتے۔ مسلمانوں نے کسر صلیب اور قتل خنزیر کا مطلب یہ سمجھا ہے کہ کہ عیسیٰؑ کے زمانے میں نصاری مغلوب ہو جائیں گے۔ اس لئے کہ صلیب ان کا شعار دین ہے اور خنزیر نہایت مرغوب الطبع ہے اور قاعدے کی بات ہے کہ ہر شخص ان دونوں قسم کی چیزوں کو نہایت دوست رکھتا ہے اور ان کی حفاظت میں جان کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ پھر ایسی چیزوں کو اگر کوئی تلف کر ڈالے اور وہ منہ دیکھتا رہے اور کچھ نہ کر سکے تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ شخص نہایت مغلوب ہے۔ مرزا قادیانی اس کا تجربہ کر لیں۔ کسر صلیب اور قتل خنزیر تو درکنار ذرا بری نگاہوں سے ان اشیاء کو دیکھ تو لیں جس سے معلوم ہو گا کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے حضرت عیسیٰؑ کو وہ شوکت قوت حاصل ہو گی کہ کسی کی صلیب کو علانیہ توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کر ڈالیں گے اور کوئی مزاحم نہ ہو سکے گا۔ یہ ان کے کمال شوکت اور غلبے کی دلیل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آخر یہاں تک نوبت پہنچ جائے گی کہ سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا کل نصاری مسلمان ہو جائیں۔ جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے:

و ان من اهل الكتاب الّا ليومننّ به قبل موته (نساء:۱۵۹)

اور حدیث شریف میں ہے:

عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه ﷺ و یهلک اللّٰه فی زمانه (ای

زمان عیسی) الملل کلّھا الّا الاسلام (مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶ ۔ ابوداؤد باب خروج الدجال) یعنی عیسی کے زمانے میں سوائے اسلام کے کوئی دین باقی نہ رہے گا۔

الحاصل کسر صلیب اور قتل خنزیر، عیسیٰؑ کی علامت مختصہ ہے کسی طور سے یہ علامتیں مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں۔

۵۔ وضع جزیہ جو بخاری شریف کی حدیث میں مذکور ہوا، یہ علامت بھی مرزا قادیانی میں ہرگز نہیں پائی جاتی اور نہ اس کے پائے جانے کی توقع ہے۔ اس لئے کہ اگر بالفرض ان کی حکومت ان کے مریدوں پر فرض کی جائے تو بجائے اس کے کہ وہ جزیہ موقوف کرتے ان سے جزیہ جس قسم کا ممکن ہے برابر وصول کرتے ہیں، جیسا کہ اخبار الحکم وغیرہ سے ظاہر ہے۔ اور اگر جزیہ سے مراد وہ رقم ہے کہ خاص کافروں سے لی جاتی ہے تو ہندوستان میں اس کا وجود ہی نہیں، اور نہ یہ توقع ہے کہ مرزا قادیانی کی موت سے پہلے اس کا رواج ہو۔ اس لئے اس کا موقوف کرنا کسی طرح صادق نہیں آسکتا ۔اس حدیث شریف سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا قادیانی نے جو دمشق کو قادیان اور اپنے کو عیسی قرار دیا ہے، وہ غلط ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ عیسی ہوتے تو جزیہ موقوف کردیتے اور یہ ممکن نہیں بخلاف عیسی کے جب دمشق میں اتریں جزیہ موقوف کردیں گے جس کا رواج وہاں موجود ہے اور نزول عیسی تک بھی جاری رہے گا۔ جس سے یہ علامت بھی پوری ہوگی۔

۶۔ مال بے حساب تقسیم کرنا۔ جیسا کہ حدیث بخاری میں مذکور ہوا، اور مسلم باب نزول عیسی میں ہے : و لیدعون الی المال فلا یقبلہ احد۔ مسلم ۱۵۵

اور بخاری باب نزول عیسی، میں ہے: و یفیض المال حتّی لا یقبلہ احد۔ حدیث ۲۲۲۲

نیز مسلم میں ہے یکثر فیکم المال فیفیض حتّی یھم رب المال من یقبل صدقۃ۔ الحدیث

اور روایت مسلم کتاب الفتن و اشراط الساعۃ میں ہے۔ یکون فی آخر الزمان خلیفۃ یقسم المال و لا یعدہ ۔ مسلم ۲۹۱۴۔ یہ کل حدیثیں مرفوع ہیں اور اس مضمون کی کئی روایتیں وارد ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ قیامت کے قریب مال بکثرت ہوگا اور زمین سے خزانے ابلنے لگیں گے اور مہدی اور عیسی بے حساب تقسیم کریں گے یہاں تک کہ اس کے لینے کے لئے جس کو بلائیں گے وہ یہی کہے گا کہ مجھے حاجت نہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۶ میں آیت شریفہ فبذلک فلیفرحوا ھو خیر

ممّا یجمعون۔اس کا ترجمہ لکھتے ہیں،

ان کو کہہ دے کہ خدا تعالی کے فضل ورحمت سے یہ قرآن بیش قیمت مال ہے سو اس کو تم خوشی سے قبول کرو۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ علم وحکمت کے مانند کوئی مال نہیں یہ وہی مال ہے جس کی نسبت پیش گوئی کے طور پر لکھا تھا کہ مسیح دنیا میں آ کر مال کو اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔ یہ نہیں کہ مسیح درہم و دینار کو جو بمصداق آیت انما اموا لکم و اولادکم فتنه ہے جمع کرے گا اور دانستہ ہر ایک کو مال کثیر دے کر فتنے میں ڈال دے گا۔

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ ہر کس وناکس کے زبان زد ہے کہ ایں ہمہ شکل برائے اکل، ایک مدت تک جانفشانی کر کے عیسویت پیدا کی گئی اور اقسام کی تدبیروں سے روپیہ کمایا گیا مثلاً منارہ اور مسجد اور مدرسے کی تعمیر پیش کر کے خط وکتابت ومہمان داری کی ضرورتیں بتلا کے، کتابوں کی تصنیف اور اشاعت کے ذریعے سے تصویریں بکوا کر غرض کہ جو روپیہ بڑی بڑی مشقتوں سے جمع کیا گیا اپنی اور اپنے پس ماندہ لوگوں کی ضرورتوں اور اسباب راحت میں صرف نہ کر کے عیسویت کے لحاظ سے مفت تقسیم کر دینا کوئی عقل کی بات نہیں، اس لئے بچاؤ کی یہ تدبیر نکالی کہ عیسی جو مال تقسیم کریگا وہ یہ مال نہیں جو لوگ خیال کرتے ہیں بلکہ وہ مال قرآن ہے فی الحقیقت مال کا بے دریغ اس طرح راہ خدا میں خرچ کر دینا مشکل کام ہے اور یہ مال کی جگہ قرآن کا خرچ کرنا صرف مرزا ہی کی رائے نہیں قدیم زمانے میں بھی بعض لوگوں کی یہی رائے تھی چنانچہ شیخ سعدی فرماتے ہیں

اگر الحمد گوئی صد بخواند   بدینارے چوخر در گل بماند

مرزا قادیانی نے قرآن کو مال اس قرینے سے بنایا کہ آیت موصوفہ میں قرآن کی تفصیل مال پر دی گئی و هو خير مما يجمعو ن۔مگر یہ استدلال صحیح نہیں اس لئے کہ یہ بھی قرآن شریف میں ہے لمغفرة مّن اللّه و رحمة خير ممّا يجمعون (آل عمران:۱۵۷) یعنی خدا کی مغفرت اور رحمت اس مال سے جو وہ جمع کرتے ہیں بہتر ہے۔مرزا قادیانی کے استدلال کی بنا پر یہاں بھی یہ کہنا پڑے گا کہ مغفرت بھی مال ہے، حالانکہ اس کا کوئی قائل نہیں ہوسکتا۔غرض کہ قرآن کے علوم کو مال نہیں کہہ سکتے، اس صورت میں جن احادیث میں صراحتاً وارد ہے کہ عیسی بے حساب مال تقسیم کریں گے اس سے یہ مراد نہیں ہوسکتی کہ وہ علوم قرآنیہ تقسیم کریں گے۔

البتہ بادی النظر میں مرزا قادیانی کا یہ اعتراض ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ مال تقسیم کرنے

کیلئے اس کا جمع کرنا بھی ضرور ہے۔ حالانکہ عیسی کی یہ شان نہیں کہ مال جمع کریں۔ اگر چہ اسکا جواب یہ ہوسکتا ہے کہ جب مرزا قادیانی کو عیسویت کا دعوی ہے تو پھر وہ اقسام کی تدبیروں سے مال جس کو خود فتنہ کہتے ہیں کیوں جمع کرتے ہیں۔ مگر تحقیقی جواب اس شبہ کا یہ ہے کہ عیسی کو مال جمع کرنے کی ضرورت ہی نہ ہوگی بلکہ اس زمانے میں مال زمین سے ابھرے گا، جیسا کہ احادیث موصوفہ میں و یفیض المال بتصریح موجود ہے۔ یہاں بھی مرزا قادیانی نے دھوکہ دیا۔

مرزا قادیانی جوفرماتے ہیں کہ مسیح اتنا مال یعنی علوم قرآنیہ تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے، اور ایک مقام میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ میں وہ مال اتنا تقسیم کرونگا کہ لوگ نہ لے سکیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے معتقدین اس مصنوعی مال سے اتنا علمی سرمایہ حاصل کرلیں گے کہ اس سے زیادہ کی ضرورت نہ ہوگی۔ مگر حدیث شریف میں یہ ہے لید عون الی المال فلا یقبلہ یعنی وہ لوگ مال لینے کیلئے بلائے جائیں گے مگر کوئی اس کو قبول نہ کریگا۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ اس سے اعراض کریں گے اور ظاہر ہے کہ علوم قرآنیہ سے اعراض دلیل کفر ہے۔ اہل اسلام تو بلحاظ آیہ شریفہ و قل رب زدنی علماً (طٰہ:۱۱۴) ہمیشہ زیادتی علم کے طالب رہا کرتے ہیں بخلاف اس کے مال سے اعراض کرنا کوئی بری بات نہیں بلکہ شرعاً ممدوح ہے۔ الغرض مال بمعنی علم نہیں ہوسکتا۔

مرزا قادیانی نے مال کی جوتوہین کی ہے کہ وہ فتنہ ہے اور مسیح مال دے کر لوگوں کو فتنے میں کیوں ڈالے گا۔ معلوم نہیں یہ کس حالت میں انہوں نے لکھ دیا۔ جس فتنے کو گھر سے نکال دینا عیسویت کی شان سے بعید سمجھتے ہیں اسی فتنے کو اقسام کی تدبیروں سے خود جمع کررہے ہیں اور قوم کے روبرو اپنی محتاجی بیان کر کے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ کچھ امداد کرو جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۵ کے حاشیہ سے ظاہر ہے (جہاں لکھا ہے: پانچویں علامت اس حارث کی یہ ہے کہ امیروں اور بادشاہوں اور باجمیعت لوگوں کی صورت پر ظاہر نہیں ہوگا بلکہ اس اعلی درجہ کے کام کی انجام دہی کے لئے اپنی قوم کی امداد کا محتاج ہوگا۔ بہاء)، اس پر یہ دعوی کہ میں عیسی ہوں۔

شاید مرزا قادیانی یہاں یہ بھی اعتراض کریں گے کہ زمین سے مال ابلنا خلاف عقل ہے مگر یہ اعتراض قابل توجہ نہیں اس لئے کہ آخر زمین میں دفینے معدنی موجود ہیں اور سلاطین کو اکثر ملا ہی کرتے ہیں اور خدا تعالی قادر ہے کہ ان ذخائر پر عیسی کو مطلع فرمادے اور اگر خدا کی قدرت ہی میں کلام ہے تو ہم اس کا جواب یہاں نہیں دیں گے۔ بلکہ ان کتابوں میں دیں گے جہاں بمقابلہ

کفار صفات الہیہ ثابت کی جاتی ہیں۔

الغرض مرزا قادیانی مال سے مراد ان احادیث میں جو علوم قرآنیہ لیتے ہیں وہ صحیح نہیں بلکہ دراصل وہ ایک ایسی علامت عیسیٰؑ کی ہمارے نبی ﷺ نے بیان فرمادی ہے کہ ہر مسلمان اس کو دیکھتے ہی یقین کرلے گا کہ عیسیٰؑ اتر آئے اور چونکہ مرزا قادیانی کے زمانے میں نہ مال اس قدر وفور سے ہے نہ وہ بے حساب تقسیم کر سکتے ہیں بلکہ خود ہی لوگوں سے وصول کرنے کی فکر میں دن رات مصروف ہیں اس سے یقیناً مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی مسیح نہیں ہوسکتے۔

۷۔ کل ادیان کا ہلاک ہوکر ایک دین اسلام کا باقی رہ جانا جیسا کہ روایت مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶، ابی داؤد باب خروج الدجال سے اوپر معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا و یهلک اللّٰه فی زمانه الملل كلّها الّا الاسلام۔ بیان للناس میں فتح الباری جلد ۶ ص ۳۵۷ سے ابن حجر کا قول نقل کیا ہے کہ اس حدیث کی اسناد صحیح ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۴ میں لکھتے ہیں:

اس زمانہ کے مفاسد کی صورت پہلے زمانوں کے مفاسد سے بالکل مختلف ہے، پہلے زمانوں میں اکثر نادانی اور امیّت رہزن تھی، اس زمانے میں تحصیل علوم رہزن ہو رہی ہے ہمارے زمانے کی نئی روشنی جس کو دوسرے لفظوں میں دخان سے موسوم کرنا چاہیے عجیب طور پر ایمان اور دیانت اور اندرونی سادگی کو نقصان پہنچا رہی ہے۔ سوفسطائی تقریروں کے غبار نے صداقت کے آفتاب کو چھپا دیا ہے۔ فلسفی مغالطات نے سادہ لوحوں کو طرح طرح کے شبہات میں ڈال دیا ہے۔ خیالات باطلہ کی تعظیم کی جاتی ہے۔ حقیقی صداقتیں اکثر لوگوں کی نظر میں کچھ حقیر سی معلوم ہوتی ہیں۔ سو خدا تعالیٰ نے چاہا کہ عقل کے رہزدوں کو عقل سے درست کرے اور فلسفہ کے سرگشتوں کو آسمانی فلسفہ کے زور سے راہ پر لاوے، سو یہ کامل درجہ کا دخان مبین جو اس زمانہ میں ظاہر ہوا ہے۔

اور براہین احمدیہ صفحہ ، ح، میں لکھتے ہیں:

پادری لوگ ہمیشہ روز افزوں ترقی کر رہے ہیں کہ ۲۷ ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار کرسٹانوں کا پہنچ گیا۔،

اور ظاہر ہے کہ اس تحریر کے بعد کرسٹان (عیسائی) اور بھی بڑھ گئے۔ (جیسا کہ قادیانی اخبار الحکم نے بتایا: لارڈ بشپ مدراس نے ظاہر کیا کہ موجودہ مردم شماری کے مطابق اس وقت ہندوستان میں دس لاکھ

بارہ ہزار عیسائی ہیں۔ ...الحکم ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء ص ۱۶۔ بہاء) اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی کا زمانہ اسلام کے حق میں کیسا منحوس ہے۔ جس میں لا مذہبی اور کفر کی روز افزوں ترقی ہے جس کے وہ خود معترف اور شاکی ہیں۔ کیا اس کھلے مشاہدے کے بعد کسی مسلمان کو جس کو ہمارے نبی ﷺ پر اور احادیث پر ایمان ہے مرزا کے مسیح ہونے کا احتمال بھی ہوسکتا ہے۔ کیا عیسی موعود کا یہی کام ہے کہ کفر الحاد کی شکایت کر کے روپیہ جمع کر لے، جیسا کہ مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں یہی کام کیا کہ اس قسم کی تقریریں کر کے اس کتاب کی لاگت سے دہ چند بلکہ اس سے بھی زیادہ روپیہ وصول کر لیا، اور آخر میں لکھ دیا کہ: ایک شب اپنے خیالات کی شب تاریک میں موسی کی طرح سفر کر رہا تھا کہ ایک دفعہ پردہ غیب سے انّی انا ربّک کی آواز آئی اور ایسے اسرار ظاہر ہوئے کہ جن تک عقل اور خیال کی رسائی نہ تھی۔ سو اب کتاب کا متولی اور مہتمم ظاہراً و باطناً حضرت رب العالمین ہے اور معلوم نہیں کہ کس اندازے اور مقدار تک پہنچانے کا ارادہ ہے اور دین اسلام کا وہی حافظ ہے،

(براہین احمدیہ صفحہ آخری ملحقہ اشتہار: ہم اور ہماری کتاب)

مقصود یہ کہ جتنے دلائل قائم کرنے کا وعدہ تھا اب ان کی ضرورت نہ رہی اور دین کا خدا حافظ ہے۔ اگر پادری لا مذہب اور آریہ وغیرہ مسلمانوں کی تعداد گھٹائیں اور کفر کی اشاعت کریں تو عیسی کو اس سے کیا تعلق۔ اگر کوئی کافر بھی ہو جائے تو مرزا قادیانی صاف کہہ دیں گے انّی بری ء منک انّی اخاف اللّٰہ رب العالمین

۸۔ دشمنی بغض اور حسد کا دفع ہو جانا، جیسا کہ روایت صحیح مسلم باب نزول عیسیؑ سے ثابت ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ و لیذھبن الشحناء و التباغض و التحاسد (کنز العمال حدیث نمبر ۳۸۸۴۱)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ عیسیؑ کے زمانے میں ان صفات کا وجود ہی نہ رہے گا اس لئے کہ جب اسلام ہی اسلام رہ جائے گا تو اصلی اخوت اسلامی قائم ہو جائے گی۔

اب مرزا قادیانی کی عیسویت کا دورہ بھی دیکھ لیجئے کہ جہاں اسلام میں بہتر فرقے تھے انہوں نے ایک نیا فرقہ ایسا بنا دیا کہ جس کو ان میں سے کسی کے ساتھ تعلق نہیں اور اس فرقے کی یہ کیفیت کہ تمام مسلمانوں کا دشمن، ایک مسلمان آج اپنے گھر میں خوشی سے بیٹھا ہے کہ کل مرزا قادیانی کا منتر اس پر اثر کرتے ہی اپنے کنبہ بھر کا دشمن ہو گیا اور طرفین سے سبّ وشتم اور زد وضرب کی نوبت پہنچ رہی ہے اور دونوں فوجداری میں کھنچے جا رہے ہیں۔ اب مرزا قادیانی ہی انصاف سے کہہ دیں کہ

مسلمان اپنے نبی کی بات مان کر ایسے مسیح کا انتظار کریں جس کے زمانے میں اس علامت کا وقوع ہو یا آپ کی بات مان کر اپنے نبی کی حدیث کو جھوٹی ثابت کریں۔

۹۔ باطنی اثر سے امن قائم ہو جانا اس طور پر کہ شیر اونٹوں کے ساتھ اور چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیئے بکریوں کے ساتھ چریں گے اور لڑکے سانپوں کے ساتھ کھیلیں گے جیسا کہ مسند احمد ج ۲ ص ۴۰۶، مستدرک حاکم میں مروی ہے:

قال رسول اللّٰہ ﷺ و تقع امنة علی اهل الارض حتّی ترعی الا سود مع ا لابل و النّمور مع البقر و الذّئا ب مع الغنم و یلعب الصّبیا ن بالحیّات فلا یضر هم (کنز العما ل حد یث نمبر ۳۸۸۵۵)

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۹۴ میں لکھتے ہیں:

(حضرت ﷺ نے) ایک دوسری پیش گوئی بطور استعارے کے فرمادی کہ جب تم ایسے یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے حال کے مناسب حال ایسا ہے کہ ایک مسیح تم سے ہی تمہیں دیا جائے گا اور وہ تم میں حکم ہوگا اور تمہارے کینے اور بغض کو دور کر دیگا۔ شیر و بکری کو ایک جگہ بٹھا دے گا اور سانپوں کی زہر نکال دے گا اور بچے تمہارے سانپوں اور بچھوؤں سے کھیلیں گے اور ان کے زہر سے ضرر نہیں اٹھائیں گے۔ یہ تمام اشارات اسی بات کی طرف ہیں کہ جب مذہبی اختلافات دور ہو جائیں گے تو ایک دفعہ فطرتی محبت کا چشمہ جوش مارے گا اور تباغض اور تحاسد دور ہو جائیگا اور تعصب کی زہریں نکل جائیں گی اور ایک بھائی دوسرے بھائی پر نیک ظن پیدا کریگا تب اسلام کے دن پھر سعادت اور اقبال کی طرف پھرینگے اور سب مل کر کوشش میں لگیں گے کہ اسلام کو بڑھایا جائے اور مسلمانوں کی کثرت ہو جیسا کہ آج کل یہ کوشش ہو رہی ہے کہ مسلمانوں کو جہاں تک ممکن ہے کم کر دیا جائے اور بدسرشت مولویوں کے حکم و فتوے سے دین اسلام سے خارج کر دیئے جائیں اور اگر ہزار وجہ اسلام کی پائی جائے تو اس سے چشم پوشی کر کے ایک بیہودہ اور بے اصل وجہ کفر کی نکال کر ان کو ایسا کافر ٹھہرا دیا جائے کہ گویا وہ ہندوؤں اور عیسائیوں سے بدتر ہیں اور نہ صرف شرع کی بداستعمالی سے یہ جد و جہد شروع ہے بلکہ ایسے مادہ کے لوگوں کو الہام بھی ہو رہے ہیں کہ فلاں مسلم کافر ہے اور فلاں مسلم جہنمی ہے ...اور یہ سب ملّا، یا یوں کہو کہ ایک دوسرے کو کھانیوالے کیڑے اس

بات کی تہہ تک نہیں پہنچ سکتے کہ مسلمانوں کے تمام مذاہب میں عام طور پر اختلافات جزئیہ جاری وساری ہیں اور کسی بات میں کوئی خطا پر ہے اور کسی بات میں کوئی۔

پہلے مرزا قادیانی کی مسیحائی پر ان حالات کو جو احادیث موصوفہ میں وارد ہیں انہیں کی تقریر کے موافق تطبیق کر کے دیکھ لیجئے۔ مسلمان تو بقول ان کے یہودی ہو گئے اور مرزا قادیانی مسیح ضرور ہیں۔ ضرور تھا کہ مرزا قادیانی کل مسلمانوں سے تعصب کا زہر نکال دیتے اور کل اہل اسلام مل کر اسلام بڑھانے کی کوشش کرتے جیسا کہ انہوں نے لکھا ہے مگر اس کا اب تک ظہور نہیں ہوا۔ جس وقت یہ تقریر مرزا قادیانی نے کمال فخر سے کی ہوگی، خوش اعتقاد لوگ آمنا وصدقنا کہہ کر دل میں خوش ہوتے ہوں گے کہ مرزا قادیانی کا وجود نعمت غیر مترقبہ ہے جہاں تک ہو سکے دل سے ان کی تائید کی جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ براہین احمدیہ کو لوگوں نے سوسو روپئے دے کر خریدا مگر ان کو نادم ہونا پڑا کہ پچیس تیس سال بلکہ جب سے مرزا قادیانی کا خیال اس طرف ہوا غالباً پچاس سال سے بھی زیادہ عرصہ گذر چکا ہے، اس مدت میں بجائے اس کے کہ مذہبی تعصب دور ہو جاتا، ان کے طفیل سے ایک نیا تعصب ایسا قائم ہو گیا ہے کہ اس کا اٹھنا ان کے بعد بھی بظاہر ممکن نہیں معلوم ہوتا۔ جو وجہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے خارج ہونے کی قرار دی ہے وہ کس درجے کی بے ہودہ اور بے اصل سمجھی جائے۔ مرزا قادیانی کا اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ اکثر بیمار رہتے ہیں اور چل چلاؤ کی فکر میں ایسے پڑ گئے ہیں کہ وہ گرم جوشیاں بھی جاتی رہیں کیا اب بھی توقع ہے کہ مرزا کل مسلمانوں کو ایک کر کے کفار کے مقابلے میں کھڑا کر دیں گے۔ ہرگز نہیں، مگر خوش اعتقادوں پر تعصب مذہبی اب ایسا مسلط ہو گیا ہے کہ وہ اب بھی مرغی کی ایک ٹانگ کہے جائیں گے۔ اسی وجہ سے آدمی کو ضرور ہے کہ سوچ سمجھ کر بہت احتیاط سے کوئی مذہب اختیار کرے کیونکہ اختیار کرنے کے بعد تعصب کی دیوار آگے پیچھے ایسی سد ہو جاتی ہے کہ اس کا توڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ و جعلنا من بین اید یھم سدّاً و من خلفھم سدّاً (یسین : ۹)

مرزا قادیانی مولویوں کی شکایت کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو وہ کم کرتے ہیں۔ انصاف سے دیکھا جائے تو مولویوں نے تو صرف چند قادیانیوں کو مسلمانوں سے خارج کیا تھا مگر مرزا نے تو کروڑھا مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا، جنکے عقاید قرآن وحدیث اور اجماع کے مطابق ہیں اور اپنی قوم کو صاف حکم دے دیا کہ کسی مسلمان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، اور ان سے من جمیع الوجوہ اجتناب اور مفارقت اختیار کریں، اور وجہ اس کی صرف یہی کہ مرزا قادیانی پر ایمان نہیں لاتے۔

اب غور کیا جائے کہ چند قادیانیوں کو کروڑ ہا مسلمانوں کے ساتھ کیا نسبت ہے؟

پھر جب چند قادیانیوں کو خارج کرنے سے علمائے اسلام بدسرشت اور ایک دوسرے کو کھانے والے کیڑے قرار دیئے گئے تو مرزا قادیانی کا لقب واقع میں کیا ہوگا اور جو وجہ انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے خارج ہونے کی قرار دی وہ کس درجے کی بیہودہ اور بے اصل سمجھی جائے۔

مرزا قادیانی نے بھیڑیا، بکریاں وغیرہ الفاظ حدیث کے جو معنی لئے ہیں اس کی وجہ ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک ممکن نہیں کہ بھیڑیا بکری کو اور شیر اونٹ کو نہ کھائے اور درندے اپنی صفت درندگی کو چھوڑ دیں، کیونکہ مجازی معنی اس وقت لئے جاتے ہیں جب حقیقی معنی نہ بن سکیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حقیقی معنی ان الفاظ کے کیوں نہیں بن سکتے۔ اگر مرزا قادیانی یہ کہیں کہ عادت کے خلاف ہے تو وہ مسلّم ہے لیکن مسلمانوں کے بلکہ حکماء کے بھی نزدیک یہ بھی مسلّم ہے کہ انبیاء اور اولیاء سے خلاف عادت امور بھی ظاہر ہوا کرتے ہیں اور اگر یہ کہیں کہ حیوانات کے مقتضائے طبع کا دور کرنا خدا کی قدرت میں بھی نہیں ہے تو پھر ان کے کفر میں شک کیوں کیا جائے اور یہ تو ظاہر ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی خالقیت کے قائل ہو گئے تو اس کو ماننا پڑے گا کہ جس نے ان کو صفت سبعیت دی ہے وہ اس کو سلب بھی کر سکتا ہے۔ مرزا قادیانی کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے نہ ان کو نبی ﷺ کے قول کا اعتبار ہے نہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا یقین۔ پھر ان سے اس بارے میں گفتگو ہی کیا:

آنکس کہ ز قرآن و خبر ز ونرہی　　　　ایں جوابش کہ جوابش نہ دہی

ہم اپنے ہم مشربوں سے خیر خواہانہ کہتے ہیں کہ اس قسم کی تقریروں سے اپنے ایمان کو صدمہ نہ پہنچنے دیں اور قرآن و حدیث کے مقابلہ میں کسی کی بات نہ سنیں۔ عیسیٰؑ کے زمانے کی نسبت تو خاص اہتمام منظور الٰہی ہیں جن کی خبریں آنحضرت ﷺ نے بتصریح دی ہیں۔

... الحاصل مرزا قادیانی نے صرف اپنی عیسویت جمانے کی غرض سے یہ کام کیا کہ جتنے خوارق عیسیٰؑ کی خبریں نبی ﷺ نے دی ہیں سب میں تاویلیں کر کے ان کی وقعت کھو دی اور ان کو معمولی باتیں قرار دے کر اپنے آپ پر منطبق کر لیا۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اس کی نظیریں امم سابقہ میں بھی مل سکتی ہیں دیکھئے۔ حق تعالیٰ قرآن شریف میں خبر دیتا ہے:

الم تر الی الّذ ی حا ج ابراھیم فی ربّہ ان آتاہ اللّٰہ الملک اذ قال ابراھیم ربّی الذی یحیی و یمیت۔ قا ل انا ا حی و امیت۔ قا ل ابراھیم فانّ اللہ یأ تی بالشمس من المشرق فأ ت بھا من المغر ب فبھت

الّذی کفر۔ و اللّٰہ لا یھدی القو م الظّا لمین (بقرہ : ۲۵۸)

واقعہ یہ ہے کہ ایک بار ابراہیمؑ نمرود کے پاس گئے اور اس نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا رب کون ہے؟۔ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے۔ اس نے کہا یہ صفت تو مجھ میں بھی ہے جس کو چاہتا ہوں مار ڈالتا ہوں اور جس کو چاہتا ہوں زندہ چھوڑ دیتا ہوں۔ چنانچہ دو شخصوں کو بلا کر ایک کو قتل کر ڈالا اور دوسرے کو زندہ چھوڑ دیا۔

دیکھئے صفت احیا و اماتت جو خاصہ باری تعالی ہے، اس کی تاویل کر کے نمرود نے ایک معمولی بات بنا دی اور اپنے آپ پر منطبق کر دیا جس طرح مرزا قادیانی کر رہے ہیں۔

(مرزا صاحب اپنے مرید ڈاکٹر رشید الدین کو ایک خط میں لکھتے ہیں:..عنایت نامہ پہنچ کر باستماع خبر دردناک واقعہ لخت جگران عزیز دل کو صدمہ پہنچا... خدا تعالی اس کی والدہ کو صبر جمیل عطا فرمائے اور نعم البدل عطا کرے فرزندوں کی موت انسان کے دل پر طبعاً بہت دردناک اثر کرتی ہے....اس طرف بچوں کی بیماری کی ایک وبا پھیلی ہوئی ہے ایک سخت تپ چڑھتا ہے ساتھ ہی قئے اور دست آنے لگتے ہیں...آٹھ بجے تک بچہ مر جاتا ہے۔ مبارک کو یہی بیماری ہو گئی تھی دن میں آٹھ دفعہ سخت غشی اور تشنج ہوا۔ آٹھویں دفعہ میں دعا میں تھا کہ خبر دی گئی کہ لڑکا فوت ہو گیا جب میں نے آ کر دیکھا تو تنفس اور نبض باقی نہ تھا اور برف کی طرح ٹھنڈا ہو چکا تھا بہت حیلہ کیا مگر فائدہ نہ ہوا جب سمجھ چکے کہ حقیقت میں مر گیا اور سب حاضرین نے انا للہ کہہ دیا تو ایک دفعہ کچھ حرکت محسوس ہوئی پانی گرم میں دیر تک رکھا گیا مدت دراز کے بعد زندگی کے آثار ظاہر ہونے لگے آخری دوسری رات کے گیارہ بجے کے قریب دوبارہ زندگی خدا نے عطا کی، اسی طرح خدا تعالی آپ کے لئے وہ دن جلد لائے کہ خدا تعالی عمر والا بدل عطا کرے... خاکسار مرزا غلام احمد ۱۸۔ اگست ۱۹۰۱ء۔ الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۸ء : ص ۶۔

نیز لکھا ہے: خدا کے فضل سے الہام ۱۳۔ اپریل ۱۸۹۹ء پورا ہوا اور وہ یہ ہے ا صبر ملیّا سا ھب لک غلا ماً زکیاً یعنی تھوڑی دیر ٹھہر میں تجھے پاکیزہ لڑکا دونگا۔ اس مبارک پسر کی ولادت پر انہی ایام کا حضرت اقدس کا ایک اور الہام بھی جو اسی ولادت سعیدہ کے متعلق تھا پورا ہے اور وہ یہ ہے رب ا صحّ زو جتی ھذہ یعنی اے میرے پروردگار میری اس بیوی کی صحت بحال رکھ۔ چنانچہ ام المومنین سخت تکلیف کی وجہ سے خطرناک حالت کو پہنچ گئی تھیں یہاں تک کہ سارا بدن یخ ہو گیا تھا اور ایسی نازک حالت میں اطبا کے نزدیک جب بدن سرد پڑ جائے جانبری مشکل ہوتی ہے مگر حضرت مرزا کی اس وقت کی دعا سے جو مریضہ کی حالت پر ترحم کر کے بہ تضرع کر رہے تھے ام المومنین کو دوبارہ زندہ کیا اور اس طرح مندرجہ بالا الہام بھی پورا ہوا۔ الحکم خاص پرچہ ۱۵ جون ۱۸۹۹ء۔

حضرت اقدس کے چوتھے مبارک فرزند مرزا مبارک احمد کا دوسرا نام صاحبزادہ دولت احمد رکھا گیا ہے

اللھم اجعلہ مبارکاً فی الدنیا و الدین ۔الحکم ۲۴ مارچ ۱۹۰۰ء ص ۶۔

لومردہ زندہ ہوگیا: احمدی قوم کے لئے یہ امر ازیاد ایمان کا موجب ہوگا کہ حضرت اقدس کے ہاتھ پر ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء کو ایک مردہ زندہ ہوگیا.. مختصر یہ ہے کہ ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء کو حضرت اقدس کے چوتھے صاحبزادہ مبارک احمد یکا یک سخت بیمار ہوگئے اور چند بارغش آیا یہاں تک کہ آخری مرتبہ ایسا ہوا کہ غش کے ساتھ ہی بدن بے حس و حرکت اور سرد ہوگیا نبض چھوٹ گئی سب عورتوں نے انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ دیا۔حضرت اقدس اس وقت دعا کرتے تھے آپ کی خدمت میں عرض کی گئے کہ آپ تکلیف نہ اٹھائیں لڑکا فوت ہو چکا ہے آپ نے فرمایا کہ میں بھی انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھ دیا ہے بایں ہمہ آپ دعا کرتے ہوئے عرق گلاب لینے گئے اور آکر صاحبزادہ کے منہ پر چھینٹے دئے پہلے کچھ حرکت ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ صاحبزادہ صاحب ہوش میں آ گئے حضرت ام المومنین نے آپ کے حضور میں عرض کی کہ میں ہزار قسم کھانے کو تیار ہوں کہ احیاء موتی اسی کو کہتے ہیں.. حقیقت یہی ہے کہ یہ عظیم الشان معجزہ ہے جو احیاء موتی کا ہمارے سید و مولی امام..کے ہاتھ سے ظہور میں آیا..حضرت مرزا نے باہر آکر فرمایا کہ لڑکے کی نبض مفقود ہو چکی تھی اور علامات موت کی بالکل ظاہر ہو چکی تھیں آنکھیں پتھرا گئی تھیں میں نے عرق گلاب چھڑکا اور دعا کی کہ الٰہی زیادہ خوف شماتت اعداء کا ہے اس سے بچ جائیں ،فرمایا پھر اللہ تعالی نے لڑکے کو مردہ حالت سے زندہ کیا..الحمدللہ اب صاحبزادہ تندرست ہیں اللہ تعالی ان کی عمر میں برکت دے۔ الحکم ۱۷۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۶۔

اور پھر جلد ہی چل بسا ،یعنی ایک زندہ کو مار کر زندوں کو مارنے والی اپنی صفت بھی ظاہر کردی۔ اور ایک پینتھ میں دو کاج یا ایک ٹکٹ میں دو نظارے، کا سماں بندھ گیا۔ اور لکھا ہے :

چند ماہ کا عرصہ گذرتا ہے کہ مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا لا مراض تشاع و النفوس تضاع یعنی بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی ۔اس الہامی پیش گوئی کے مطابق ملک میں وبا ہیضہ وغیرہ جس شدت کے ساتھ پھیلے ہیں اور جس قدر جانیں ان کی نذر ہوئی ہیں وہ کوئی مخفی امر نہیں مرزا کا یہ الہام غالباً انہیں دنوں مولوی عبدالکریم کے کسی خطبہ میں شائع کر دیا گیا تھا...ایسا ہی انا للہ وانا لیہ راجعون کا الہام بھی ہوا تھا جس سے مرزا کے کسی مخلص دوست کی موت کا پتہ چلتا تھا۔آخر یہ ساری باتیں (جو خدائے علیم کا کلام تھا) اپنے وقت پر پوری ہوئیں اور ان الہامات کے موافق ہماری جماعت کے بعض نہایت مخلص اور پر جوش دوست ہم سے علیحدہ ہوئے ازانجملہ میاں ... ٹھیکدار ساکن بٹالہ ہیں جو اس الہام کے موافق فوت ہوئے ۔ وہ حضرت کا سچا عاشق اور مخلص خادم تھا اور ہمیشہ اس سلسلہ کی خدمت کے لئے کمربستہ رہتا تھا۔مرزا بعض اوقات فرمایا تھا کہ بٹالہ سے تو ہمارے حصہ میں میاں (ٹھیکیدار) ہی آئے ہیں

دارالامان قادیان سے آنے کے واسطے بٹالہ گویا دروازہ تھا اس لئے اکثر دوست آکر بٹالہ میں ان کے

ہی مکان پر ٹھہرا کرتے تھے اور اپنے بھائیوں کی خدمت نہایت اخلاص سے کرتے تھے۔ پھر مرزا اور دوسرے احباب متعینہ قادیان کی جو بلٹیاں وغیرہ باہر سے آیا کرتی تھیں وہ سب آپ ہی (بٹالہ) ریلوے سٹیشن سے چھڑوا کر (قادیان) روانہ کیا کرتے تھے مرزا کے ہاں مہمانوں کی آمد ورفت بکثرت ہونے کی وجہ سے اور الہام وسع مکانک کے موافق سلسلہ تعمیرات شروع رہتا ہے اس کے مصالحہ وغیرہ کے بہم پہنچانے اور بھیجنے میں بڑی ہمت سے کام لیتے تھے...انہیں دردگردہ کی شکایت تھی جس سے گردہ کے عمل میں خلل واقع ہوا اور پیشاب بند ہوگیا پہلی مرتبہ جب اسکو یہ شکایت ہوئی تو وہ مرزا کے قدموں میں آ رہا۔ مرزا نے جس دل سوزی اور ہمدردی اور غم خواری کے ساتھ ان کے علاج میں سعی کی ہم خاکی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ اس قدر جوش اور غم ہم نے حقیقی والدین میں بھی محسوس نہیں کیا۔ ہر پندرہ منٹ کے بعد خبر منگواتے اور خود بار باران کے مکان پر تشریف لے جاتے ۔..آخر آپ کی پرسوز نیم شبی دعاؤں نے مسیحائی اثر دکھایا اور ایک مردہ کو زندہ کر دیا۔ کوئی دو مہینے کے بعد پھر یہ دورہ ہوا،۔اس کی دلی آرزو تھی کہ میری موت مرزا کے قدموں پر ہوا اس مرتبہ مرزا ہی کے مکان میں ٹھہرا۔ بہت علاج کیا لیکن موت کا کیا علاج آخر ۲۳ جولائی ۱۹۰۰ء..اس نے جان دے دی.. جمعہ کی صبح حضرت نے جنازہ پڑھایا...اس سے بڑھ کر کون خوش قسمت ہوسکتا ہے کہ مرزا کے قدموں میں اس جہان سے رخصت ہوا اور وہ امام زمان جس کے لئے خدا نے کل دعاؤں کے قبول کرنے کا وعدہ فرمایا ہوا ہے اس کیلئے دعا واستغفار کرے ..وہ چھوٹے بچے بچے اور دو بیویاں چھوڑ گیا ہے۔ الحکم ۱۶۔ اگست ۱۹۰۰ء ص ۱۰

یہاں کتنے نشان اپنی صداقت کے بیان کئے، الامراض تشاع ثابت ہوا، انا للہ ثابت ہوا، حالانکہ ان دونوں میں کوئی خاص بات ہی نہ تھی، لوگ تو مرتے ہی رہتے ہیں، الہام کے بغیر بھی دوستوں دشمنوں میں اموات ہوتی رہتی ہیں، نشانی تو یہ تھی کہ مسٹر فلاں، فلاں وقت ہیضہ سے مرجائے گا۔

مرزا صاحب کہا کرتے تھے کہ ہزاروں لاکھوں نشان ہیں، اور وہ اسی طرح کے ہوتے ہیں، دوسری طرف اس ایک واقعہ میں مرزا کے کذب کے کتنے نشان ہیں۔ آپ فرماتے ہیں اما ما ینفع الناس فیمکث ۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کا جوانی میں مرجانا اس کے ضار ہونے کی دلیل ہے، حالانکہ وہ ان کی مدد کرتا رہا ہے۔ اور اس میں پہلی دفعہ اس کا صحت یاب ہوجا مرزا صاحب کی دعاؤں کے طفیل بتایا گیا۔ دوسری دفعہ دو ماہ بعد بیمار ہوا لیکن مرگیا، مرزا صاحب پہلے کی طرح دوا دارو کرتے رہے، ان کے گھر کی رحمتوں سے بھی فیض یاب ہوئے ہوں گے، مرزا نے دعائیں بھی کی ہوں گی، کیوں نہ قبول ہوئیں؟ اگر کہا جائے کہ اب وقت آگیا تھا اس لئے تاخیر نہیں ہوسکتی تھی، تو پہلی دفعہ اس کی صحت کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی کی دعاؤں کی قبولیت کا نشان نہ تھا بلکہ ابھی اس کی اجل ہی نہیں آئی تھی، کوئی دعا دارو کرتا نہ کرتا، اس نے ابھی مرنا نہیں تھا، کیونکہ اس کی زندگی باقی تھی۔ بہاء)

مرزا قادیانی نے مسلمانوں کی نسبت تو فرما دیا کہ وہ یہود بن گئے مگر افسوس ہے کہ اپنی

حالت کو ملاحظہ نہیں فرمایا کہ کیا بن گئے۔ اگر چہ ان کو اعتراض ہے کہ وہ یہودیوں کے مثل ہیں جیسا کہ عبارت مذکورہ میں لکھتے ہیں: جب تم یہودی بن جاؤ گے تو تمہارے مناسب حال ایسا ہی مسیح تم کو دیا گیا۔، مگر ان تقریروں سے ظاہر ہے کہ اسی پر اکتفا نہیں۔

بہر حال یہ علامتیں جو صحیح حدیثوں میں وارد ہیں مرزا قادیانی کے زمانے پر صادق نہیں آسکتیں اس وجہ سے وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے۔

۱۰۔ شب معراج خود عیسی علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ دجال کے قتل کیلئے میں مامور ہوں اور زمین پر اتر کے میں ہی اس کو قتل کروں گا جیسا کہ مسند احمد جلد ا ص ۳۷۵، ابن ابی شیبہ جلد ۸ ص ۶۶۰ ، اور سعید منصور اور بیہقی نے روایت کی ہے:

عن ابی مسعود قال قال رسول اللّٰہ ﷺ لقیت لیلۃ اسری بی ابراھیم و موسی و عیسی فذکرو امر السّاعۃ فردوا امرھم الی ابرا ھیم فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی موسی فقال لا علم لی بھا فردوا امرھم الی عیسی فقال اما .... فلم یعلم بھا ا حد الا اللہ و فیما عھد ... رب انّ الد جال خارج و معی قضیبا ن فا ذا رآنی ذب کما یذوب الر صا ص فیھلکہ اللہ اذا رآ نی ۔ یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ شب معراج مجھ کو ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ سے ملاقات ہوئی۔ اثنائے گفتگو میں قیامت کا ذکر آیا ہم سب نے ابراہیمؑ سے اس کا حال دریافت کیا انہوں نے اپنی لاعلمی ظاہر کی اسی طرح موسیٰؑ نے بھی اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ مگر عیسیٰؑ نے کہا کہ یہ تو سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ وہ کب ہوگی مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ دجال نکلنے والا ہے اور خدا نے مجھے معلوم کرا دیا ہے کہ اس وقت میرے ساتھ دو چھڑیاں ہوں گی۔ جب وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پگھلنے لگے گا۔

مولوی محمد عبداللہ صاحب شاہجہان پوری نے شفاء للناس صفحہ ۲۱ میں فتح الباری سے نقل کیا ہے کہ یہ حدیث مسند احمد جلد ا ص ۳۷۵، ابن ماجہ، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسی، مستدرک حاکم (حدیث ۸۵۴۹) میں ہے اور حاکم نے کہا ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

اور ابن ماجہ باب فتنۃ الدجال کی روایت میں یہ ہے کہ عیسی نے دجال کے نکلنے کا حال کہہ کر کہا کہ میں اس وقت اتروں گا اور اس کو قتل کرونگا۔

اس صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ خود عیسیٰؑ نے آنحضرت ﷺ سے بیان کیا کہ خدا نے

پہلے سے مجھے دجال کے قتل کے لئے معین فرمایا ہے اور میں زمین پر اتر کر اس کو قتل کرونگا۔ اس سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ کو صرف کشف ہی سے عیسیٰؑ کے نزول کا حال معلوم نہیں ہوا بلکہ خود عیسیٰؑ کی زبان سے حضرت ﷺ سن چکے تھے۔ اس سے وہ احتمال بھی جاتا رہا جو مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اس کشف میں حضرت ﷺ کو نعوذ باللہ غلطی ہوئی ہے۔...

الحاصل اس حدیث کے دیکھنے کے بعد اہل ایمان کو اس میں کوئی شبہ نہ رہیگا کہ مرزا قادیانی نے اپنی عیسویت ثابت کرنے کے لئے جتنی تمہیدات کی ہیں کہ خدا نے میرا نام عیسی رکھا ،ابن مریم رکھا، اور یہ کہا اور وہ کہا، سب سخن سازیاں اور افتراء ہیں، اور کوئی الہام ان کا اس قابل نہیں کہ اس حدیث کے مقابلے میں آسکے۔

مرزا قادیانی نے مولوی محمد بشیر صاحب سہسوانی کے مقابلے میں جو تقریر کی ہے (الحق الصریح فی حیاۃ المسیح ص ۱۰۷) اس میں مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

فرض کرو کہ وہ قرأت بقول مولوی صاحب کے ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے، یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے۔ مولوی صاحب پر فرض تھا کہ قرأت شاذہ قبل موتھم کے راوی کا صریح افتراء ثابت کرتے اور یہ ثابت کر دکھلاتے کہ یہ حدیث موضوعات میں سے ہے۔ مجرد ضعیف حدیث کا بیان کرنا اس کو بکلی ثبوت سے روک نہیں سکتا۔ امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ فخر الآئمہ سے مروی ہے کہ میں ایک ضعیف حدیث کے ساتھ بھی قیاس کو چھوڑ دیتا ہوں۔ اب کیا جس قدر حدیثیں صحاح ستہ میں ہیں بباعث راویوں کے قابل جرح یا مرسل اور منقطع الاسناد ہیں، وہ بالکل پایہ اعتبار سے خالی اور بے اعتبار محض ہیں اور کیا محدثین کے نزدیک موضوعات کے برابر سمجھی گئی ہیں۔،

مرزا قادیانی کو جب ضعیف حدیث کے ساتھ یہ خوش اعتقادی ہے تو یہ حدیث جس میں آنحضرت ﷺ نے عیسیٰؑ کا بیان مذکور فرمایا ہے وہ تو صحیح ہے جس کی صحت کی تصریح اکابر محدثین نے کردی ہے اس کو وہ ضرور مانتے ہوں مگر ان کی تقریروں سے ثابت ہے کہ وہ اس کو نہیں مانتے۔ مرزا قادیانی اپنے استدلال کے وقت جو ضعیف حدیث ماننے پر ہم کو مجبور کرتے ہیں اور خود صحیح حدیث کو بھی نہیں مانتے، اس سے ظاہر ہے کہ وہ ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں اور خود کو دائرہ اسلام سے خارج، اگر مسلمانوں کا یہودی بن جانا اور اپنا مسلمان ہونا ان کے نزدیک ثابت ہوتا تو اس پر کبھی اصرار نہ

کرتے کہ ضعیف حدیث بھی نبی کی ہم لوگ مان لیں اور خود صحیح حدیث بھی نہ مانیں اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو انہوں نے یہود قرار دیا تھا اور اپنے آپ کو آنحضرت ﷺ کا امتی وہ قطع نظر اس کے کہ واقع کے خلاف ہے خود بھی اپنی غلط بیانی کے معترف ہیں۔ اس موقع میں ہم نہایت خوشی سے اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ اپنے نبی کی ضعیف حدیث بھی قابل تسلیم ہے مگر مرزا کو کوئی حق نہیں کہ اس کا الزام ہم پر لگائیں کیونکہ مسائل جزئیہ میں ہر دین والا اپنے نبی کے قول پر عامل ہوتا ہے دوسری ملت والا شخص ان میں مباحثے پر مجاز نہیں بلکہ اگر مناظرہ ہو تو امور کلیہ میں ہوگا کہ پہلے ہر شخص اپنا دین واجب الاتباع ثابت کرے۔ اب مرزا سے اگر بحث ہو تو ہم اپنا دین ناسخ ثابت کریں اور مرزا قادیانی اپنا دین اور ان جزئیات سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اگر مرزا قادیانی اپنے کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا چاہتے ہیں جیسا کہ بمقتضائے وقت اپنے آپ کو مسلمان بھی کہتے ہیں تو چاہیے کہ اس حدیث صحیح کو مان لیں اور دعوی عیسویت سے توبہ کریں ورنہ یہ الزام رفع نہیں ہوسکتا۔

الحاصل مرزا قادیانی اس حدیث کو مانیں یا نہ مانیں مسلمانوں کے نزدیک مرزا قادیانی اس صحیح حدیث کی رو سے مسیح موعود ہرگز نہیں ہوسکتے۔

حدیث نواسؓ وغیرہ

حضرت عیسیٰؑ کا دجال کو باب لد پر قتل کرنا اور انکے دم سے کفار کا مرجانا جو اس روایت سے ظاہر ہے جو صحیح مسلم باب ذکر الدجال میں ہے:

عن النواس .... قال ذکر رسول اللّٰہ ﷺ الدجّال فقال ان یخرج و انا فیکم فانا حجیجه دونکم، و ان یخرج، ولست فیکم فامرؤ حجیج نفسه، و اللّٰہ خلیفتی علی کل مسلم، انه شابّ قطط عینه طافئة، کانّی اشبهه بعبد العزی بن قطن، فمن ادرکه منکم فلیقرأ فواتح سورة الکهف، و فی روایة فلیقرأ بفواتح سورة الکهف فانّها جوارکم من فتنه ،انّه خارج خلّة بین الشّام والعراق، فعاثِ یمیناً و عاث شمالًا، یا عباداللّٰہ! فاثبتوا۔ قلنا: یا رسول اللّٰہ وما لبثه فی الارض؟ قال: اربعون یوماً، یوم کسنةٍ ، و یوم کشهرٍ، و یوم کجمعةٍ، و سائر ایّامه کایّامکم۔ قلنا: یارسول اللّٰہ فذلک الیوم الّذی کسنةٍ أتکفینا

فیه صلوة یوم؟ قال: لا، اقدروا له قدره۔ قلنا: یا رسول اللّٰه وما اسراعه فی الارض؟ قال:کالغیث استدبرته الرّیح، فیأتی علی القوم فیدعوهم، فیؤمنون به و یستجیبون له، فیأمر السّماء فتمطر والارض فتنبت، فتروح علیهم سارحتهم، اطول ما کانت ذرّی واسبعه ضروعاً، و امدّه خواصر، ثمّ یأتی القوم، فیدعوهم فیردّون علیه قوله، فینصرف عنهم، فیصبحون ممجلین، لیس بایدیهم شیء من اموا لهم و یمرّ بالخرِبة فیقول لها: ا خرجی کنوزك، فتتبعه کنوزها کیعاسیب النّخل، ثم ید عوا رجلاً ممتلئاً شباباً، فیضربه بالسیف فیقطعه جزِلتین رمیة الغرض، ثم یدعوه فیقبل و یتهلّل وجهه، ویضحک، فبینما هوکذ لک اذ بعث اللّٰه المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء شرقیّ دمشق بین مهروذتین، وا ضعاً کفیه علی اجنحة ملکین، اذا طأطأ رأسه قطر، واذا رفعه تحدّرمنه جمان کاللّؤلؤ، فلا یحلّ لکافر یجد من ریح نفسه الّامات، و نفسه منتهی حیث ینتهی طرفه، فیطلبه حتی یدرکه بباب لدّ ، (فیقتله ، ثم یأتی عیسی (ابن مر یم) قوم قد عصمهم الله منه فیمسح علی وجوههم و یحدّثهم بدر جا تهم فی الجنّة، فینما هوکذ لک اذ اوحی اللّٰه الی عیسی ، علیه السلام ، انّی قد ا خر جت عباداً لی، لا بدانِ لاحدٍ بقتالهم، فحرّز عبادی الی الطّور، و یبعث اللّٰه یأجوج و مأجوج ، و هم من کلّ حد بٍ ینسلون ، فیمرّ اوا ئلهم علی بحیرة طبریّة ، فیشربون ما فیها،و یمرّ آ خر هم فیقو لو ن : لقد کا ن بهذه ، مرّةً، ما ء، و یحصر نبی اللّٰه عیسی و اصحا به، حتی یکو ن رأس الثور لاحدهم خیراً مّن مأة دینار لاحدکم الیوم ، فیرغب نبیّ اللّٰه عیسی و اصحابه ، فیرسل (اللّٰه) علیهم النّغف فی رقابهم، فیصبحو ن فرسی کموت نفس وا حدةٍ ، ثم یهبط نبیّ اللّٰه عیسی علیه السلام و اصحابه الی الارض، فلا یجدون فی الارض موضع شبرٍ الّا ملأه

زهمهم و نتنهم ، فير غب نبیّ اللّٰه عيسى ، عليه السلام ، و اصحابه الى اللّٰه ، فير سل اللّٰه طيراً كاعناق البختِ، فتحلمهم فتطرحهم حيث شاء اللّٰه، ثم ير سل اللّٰه مطراً لا يكنّ منه بيت مدرٍ و لا وبرٍ، فيغسل الارض حتّى يتركها كالزّلفة، ثم يقال للارض: أنبتنى ثمرتكِ، و ردّى بر كتكِ، فيومئذٍ تأكل العصابة من الرّمّانة، و يستظلّون بقحفها، و يبارك فى الرّسل، حتّى انّ اللّقحة من الابلِ لتكفى الفئام من النّاس، و اللّقحة من البقر لتكفى القبيلة من النّاس ، و ا للّقحة من الغنم لتكفى الفخذ من النّاس، فبينما هم كذلك ا ذ بعث اللّٰه ريحاً طيّبةً، فتأخذهم تحت ابا طهم، فتقبض رو ح كلّ مؤمنٍ و كلّ مسلمٍ، و يبقى شرار النّاس، يتهارجون فيها تهار ج الحمر، فعليهم تقوم الساعة ۔

(قاضی محمد سلیمان منصور پوریؒ، غایت المرام میں بتاتے ہیں کہ اس حدیث کے آدھے حصے کا ترجمہ مرزا صاحب نے بھی اپنے ازالہ اوہام میں کیا ہے ۔مگر ترجمہ کرتے کرتے بھی بہت اینچ پیچ ڈالے ہیں ۔ ایک فقرہ کا ترجمہ کیا اور دو تین ورق غیر مربوط لکھ ڈالے ۔ پھر اس طرح ،تا کہ اصل حدیث کا مطلب ناظرین کی سمجھ میں ذرا نہ آئے ۔غرض اس حدیث کے آدھے حصے کے ترجمہ کو صفحہ ۲۰۳ سے ۲۳۸ تک طول دیا ہے اور پھر تمام حدیث کے مضامین کی نسبت لکھا ہے کہ وہ عقل و شرع سے مخالف پڑے ہوئے ہیں ۔لطف یہ ہے کہ اسی ضمن میں جو بعض الفاظ ایسے آ گئے ہیں جن کی تاویل آپ کر سکتے ہیں، ان کی تاویل جھٹ کر کے اپنے آپ کو مصداق صحیح ان کا بنا لیا ہے ۔مثلاً زرد کپڑوں سے مراد بیمار ہونا ، دمشق سے مراد قادیان بتلانا ؛ دم کی بھاپ سے قاطع حجتیں مراد لینا ، دو فرشتوں سے مراد علوم عقلی و نقلی بیان کرنا ، منارہ شرقی سے مراد اپنی مسجد کے منارہ کو ٹھہرانا اور اس کے ساتھ (اپنی) ایک الہامی عبارت کا جوڑ دینا انّا انزلناه قريباً من قاديا ن بطرف شر قى عند المنارة البيضاء لیکن جہاں تاویل سے بالکل ہی رہ گئے ،اس کا ترجمہ بھی چھوڑ دیا یا چپ سادھ کر خاموشی اختیار کر لی ہے ۔۔ ناظرین اس حدیث کے ترجمہ کو ازالہ اوہام میں دیکھیں اور جو کچھ مرزا صاحب کے دل پر اس حدیث کے مضامین سے گزرتی ہے اس کا اندازہ کریں ۔حدیث ایک ہی ہے، اسی حدیث کو ایک جگہ بالکل صحیح مانتے ہیں اور اپنی بشارت اس میں سے نکالتے ہیں، اسی کے ایک حصہ کی نسبت ایسا سکوت ہے گویا

حدیث میں اس عبارت کے ہونے کا علم وخبر تک بھی نہیں ۔اسی حدیث کے ایک حصہ کی نسبت ایسے غیظ وغضب سے بھر جاتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ایک صحابی پر وضعی حدیث بنانے کا اتہام لگانے لگتے ہیں اور چیخ اٹھتے ہیں کہ اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہے۔ یہ سب کچھ لکھ کر جب بھول جاتے ہیں تو اسی حدیث کے مطالب سمجھنے کے واسطے حکیم نورالدین کا درخواست کرنا اور خود بارگاہ الہی میں ملتجی ہونا اور کشفی طور پر الفاظ حدیث کے معانی کا اپنے اوپر ظاہر ہو جانا تحریر کرتے ہیں ۔کوئی نہیں پوچھتا کہ حضرت ! اگر اس حدیث کے مضامین عقل وشرع کے خلاف تھے، اگر اس کا بانی مبانی نواس بن سمعان ہی تھا، اگر بخاری نے اس کو موضوع سمجھ کر چھوڑ دیا تھا، اگر آپ کی تحقیق میں یہ حدیث مسلم شریف کی دوسری حدیثوں سے بھی بالکل منافی ومبائن تھی تو پھر آپ نے حکیم نورالدین کو بھی یہی جواب کیوں نہ دے دیا اور خدا نے بھی کیوں اس کے معانی بتلائے اور یہ نہ کہہ دیا کہ اس کے مضامین تو عقل وشرع کے خلاف اور شرک سے بھرے ہوئے، اور الوہیت کے تمام اقتدار ایک دجال خبیث کو دینے والے ہیں۔ اللہ اکبر اس تحریر پر ردّ بعضه بعضاً پر بھی لوگ خیال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب بڑے انشاء نگار ہیں۔ بہاء)

اس حدیث شریف نے مرزا قادیانی کی عیسویت کی کارروائی کو ملیا میٹ کر دیا کیونکہ جو امور عیسیٰؑ سے متعلق اس میں مذکور ہیں نہ مرزا قادیانی سے ان کا وقوع ممکن ہے نہ ان کے زمانے میں کوئی ایسی بات پائی جاسکتی ہے جو عیسیٰؑ کے زمانہ میں ہوگی ۔اسی وجہ سے وہ جھنجھلا کر ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۲ میں لکھتے ہیں : بانی مبانی اس تمام روایت کا نواس بن سمعان ہے اور کوئی نہیں ۔ ، جس کا مطلب کھلے لفظوں میں یہ ہے کہ انہوں نے اس حدیث کو بنایا ہے ۔اگر مرزا قادیانی یہ الفاظ اپنے معاصرین کے حق میں کہتے تو چنداں مضائقہ نہ تھا مگر افسوس ہے کہ ان کی صحابیت اور جلالت شان کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا ۔ بھلا نواسؓ کو کیا خبر کہ مرزا قادیانی عیسویت کا جھوٹا دعوی کریں گے جسکے مخالف یہ حدیث ہوگی ، انہوں نے تو اپنا فرض منصبی ادا کر دیا اور جس طرح صحابہ کا دستور تھا جو کچھ آنحضرت ﷺ سے سنا تھا بلا کم وکاست پہنچا دیا اور امت مرحومہ نے اس کو قبول بھی کر لیا کیونکہ اس حدیث میں اگر کسی کو کلام ہوتا تو علماء اس کی تصریح کر دیتے کہ نواسؓ نے اس حدیث میں غلطی کی ہے ۔ ہر چند یہ بات ظاہر ہے کہ جتنے امور اس حدیث میں مذکور ہیں ظاہراً خلاف عقل ہیں مگر علماء نے دیکھا کہ جتنے وقائع قیامت کے قرآن وحدیث سے ثابت ہیں بالکل خلاف عقل ہیں اور یہ امور بھی مقدمہ قیامت ہیں ، اس لئے انہوں نے ان کو بھی قیامت ہی سے متعلق کر کے ایمان سے کام لیا۔

لیکن مرزا قادیانی چونکہ اس مسئلے میں صاحب غرض ہیں انہوں نے دیکھا کہ اگر ایک بات بھی اس حدیث کی مان لی جائے تو عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے، اس لئے پہلے تو بانی مبانی اس حدیث کا نواس کو قرار دے کر موضوع کی ٹھہرا دیا پھر تاویلات سے کام لیا چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۲ میں اس حدیث کو ذکر کر کے ایک دوسری حدیث تلاش کی جو ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک روز آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں نے رات عیسیٰؑ کو اور دجال کو خواب میں دیکھا اور ان دونوں کا حلیہ بھی بیان فرمایا ہے جو خواب میں دیکھا تھا مقصود اس تلاش سے یہ ہے کہ کسی طرح نواسؓ کی حدیث کو بے کار کر دیں اور اس کی تدبیر یہ نکالی کہ ابن عمرؓ کی حدیث میں مصرح ہے کہ حضرت نے دونوں کو خواب میں دیکھا تھا اس وجہ سے نواسؓ کی حدیث بھی خواب ہی کی بات ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۶ میں لکھتے ہیں:

اس تمام حدیث میں نظر غور ڈال کر معلوم ہوگا کہ جو کچھ دمشقی حدیث میں مسلم نے بیان کیا ہے اکثر باتیں اس کی بطور اختصاص اس حدیث (ابن عمر) میں واقع ہیں اور پیغمبر خدا ﷺ نے صاف اور صریح طور پر اس حدیث میں بیان فرما دیا کہ یہ میرا ایک مکاشفہ یا ایک خواب ہے پس اس جگہ یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہے کہ وہ دمشق والی حدیث (جس کو نواسؓ نے روایت کیا ہے) درحقیقت وہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک خواب ہے۔،

نواسؓ والی حدیث میں شروع سے اخیر تک کہیں نہ خواب کا لفظ ہے نہ اس پر کوئی دلیل مگر مرزا قادیانی نے اسی میں سے ایک لفظ نکال لیا چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۳ میں لکھتے ہیں:

حضرت ﷺ نے دجال کو خواب یا کشف میں دیکھا تھا اور چونکہ وہ ایک عالم مثالی ہے اسلئے اس کا حلیہ بیان کرنے کے وقت کانّی یعنی گویا کا لفظ بتا دیا تا اس بات پر دلالت کرے کہ یہ رویت، رویت حقیقی نہیں ایک امر تعبیر طلب ہے۔،

سبحان اللہ! مرزا قادیانی نے کہاں کی کہاں لگا دی۔ اگر تعبیر طلب تھی تو ابن عمرؓ کی حدیث تھی جس میں عیسیٰؑ اور دجال وغیرہ کو خواب میں دیکھنا مذکور ہے حالانکہ حضرت ﷺ نے نہ خود اس کی تعبیر بیان کی نہ صحابہ نے حسب عادت پوچھا کہ عیسی سے کیا مراد ہے اور دجال سے کیا مراد اور ان کے طواف سے کیا مقصود ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس خواب سے صرف ان کی معرفت اور مشخص طور پر معلوم ہونا مقصود تھا بخلاف نواس کی حدیث کے اس میں تو سرے سے خواب کا ذکر ہی نہیں رہا لفظ کانی اشبہ اس سے صرف تعین اور تشخص مقصود ہے کہ من وجہ جسمانی مشابہت مشبہ بہ سے

معلوم ہو جائے کیونکہ یہ لفظ دوسرے مشخصات کی قطار میں واقع ہے جیسے ان کے نکلنے کے مقامات اور مدت بقاء اور سرعت سیر کا اندازہ اور اس زمانے کے واقعات جن سے ہر مسلمان سمجھ جائے کہ جب تک یہ تمام نشانیاں نہ پائی جائیں نہ کسی کو عیسیٰ سمجھ سکتے ہیں نہ دجال موعود۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ باوجود ان تمام تشخصات اور اہتمام کے جو حضرت ﷺ نے ان کے بیان میں کیا ہے یہ سمجھا جائے کہ وہ سب خواب وخیال ہے، کس قدر ایمان سے دور ہے۔ پیشتر یہ بات معلوم ہوگئی ہے کہ مرزا قادیانی نے یوذ آسف کا طریقہ اختیار کیا ہے کہ واقعات میں تصرف کیا کرتے ہیں جیسے اس نے ابراہیم کے تمام واقعات میں تصرف کر کے ان کو مجوسی قرار دیا اور بنیاد یہ قائم کی کہ ان کے خلفہ پر برص ہوا تھا۔ مرزا قادیانی نے یہاں بھی وہی کیا کہ لفظ کا نبی پر یہ بنیاد قائم کی نواس کی حدیث ایک خواب کا واقعہ ہے۔ ابن عمرؓ والی حدیث میں جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے خواب میں عیسیٰؑ اور دجال کو دیکھا ہے اس بنا پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ پس یقینی اور قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے کہ دمشق والی حدیث درحقیقت ایک خواب ہی ہے۔ معلوم نہیں مرزا قادیانی سے کس نے کہہ دیا کہ حضرت ﷺ نے دجال وغیرہ کو جو ایک بار خواب میں دیکھ لیا تھا اس کے بعد جتنے واقعات اور پیش گوئیاں حضرت ﷺ نے اس باب میں فرمائی ہیں وہ سب خواب ہیں۔ ایک بار کسی خواب میں دیکھنے سے قطعی طور پر یہ کیونکر ثابت ہوگا کہ جب بھی کبھی اس کے واقعات بیان ہونگے سب خواب ہی ہوا کریں گے۔ مرزا قادیانی کے اس مسلک پر حضرت عائشہؓ کے نکاح وغیرہ کے واقعات سب قطعی اور یقینی طور پر خواب ہوں گے اس کے لئے ان کو بھی حضرت ﷺ نے نکاح سے پہلے خواب میں دیکھ لیا تھا مرزا قادیانی کی سخن سازیوں نے قطع اور یقین کو نہایت ہی ارزاں کر دیا کہ جہاں احتمال بھی پایا نہیں جاتا قطع اور یقین کے ڈھیر لگ جاتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے دجال کی نسبت جو لکھا ہے کہ حضرت ﷺ نے دجال کو خواب میں دیکھا وہ صورت مثالی تعبیر طلب ہے اس سے تو مرزا قادیانی کی عیسویت بھی دجال ہی کے ساتھ درہم برہم ہو جاتی ہے اس لئے کہ حضرت نے دونوں کو ایک ہی خواب میں دیکھا تھا اور علمائے فن تعبیر نے تصریح کی ہے کہ عیسیٰ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر سفر وغیرہ ہے اس صورت میں مرزا قادیانی کی عیسویت کس بنا پر قائم ہوگی کیونکہ حضرت ﷺ کے اس خواب کی تعبیر کو ظہور تو حضرت ﷺ کے سفر وغیرہ سے اسی زمانے میں ہو گیا ہوگا۔

اب نواسؓ والی حدیث میں غور کیجئے کہ کتنے واقعات آنحضرت ﷺ نے اس میں بیان

فرمائے ہیں جو عیسیٰؑ کے زمانے ہی سے متعلق ہیں: ۱۔ دجال کا حلیہ ۔۲۔شام وعراق کے درمیان اس کا نکلنا ۔۳۔ اس کا فساد برپا کرنا۔۴۔ اس کی مدت فتنہ پردازی ۔ ۵۔ اس کے زمانے کے ایام کی مقدار ۔ ٦ ۔ ان ایام کی نمازوں کا طریقہ ۔ ۷۔ اس کی سرعت سیر ۔ ۸ ۔ اس کے خوارق عادات ۔ ۹ ۔عیسی کا دمشق میں اترنا ۔ ۱۰۔ ان کے اترنے کا مقام ۔۱۱۔ ان کا لباس اور ہیئت ۔ ۱۲۔ کافروں کا قتل ۔۱۳۔ دجال کو مقام معین میں قتل کرنا ۔۱۴۔ یاجوج وماجوج کا خروج اورانکی کثرت ۔ ۱۵۔ خوردنی اشیاء کی گرانی ۔ ۱۶۔ یاجوج ماجوج کی موت کا حال ۔ ۱۷۔ پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھالے جانا ۔ ۱۸۔ زمین کو گندگی سے پاک کرنے کیلئے بارش ۔ ۱۹۔ پیداوار کی کثرت ۔ ۲۰ ۔ مسلمانوں کی موت کا حال ۔ ۲۱۔ کفار کا حال اوران پر قیامت کا قائم ہونا۔

یہ کل علامات ایسی ہیں جو عیسی کے زمانے کے ساتھ مختص ہیں جن میں سے ایک بھی مرزا قادیانی کے وقت میں نہیں ہے۔

مرزا قادیانی نے اس حدیث کوایک خواب تعبیر طلب قرار دے کر بعض امور کی تعبیر بھی بیان کی ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۵ کے حاشیہ میں طوالانی ایام کی نسبت لکھتے ہیں:

لمبے دنوں سے مراد تکلیف اور مصیبت کے دن بھی ہوتے ہیں بعض مصیبتیں ایسی دردناک ہوتی ہیں کہ ایک دن ایک برس کے برابر دکھائی دیتا ہے اور بعض مصیبتیں ایسی کہ ایک دن ایک مہینے کی مانند معلوم ہوتا ہے اور بعض مصیبتوں میں ایک دن ایک ہفتہ جیسا لمبا سمجھا جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ صبر پیدا ہو جانے سے وہی لمبے دن معمولی دن دکھائی دینے لگتے ہیں۔،

ازالہ اوہام صفحہ ۱۴٦ میں انہوں نے لکھا ہے:

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد با اقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزار ہا کوسوں تک چلتے دیکھتے ہو۔،

جب دجال سے مراد با اقبال قومیں اور ایام کی درازی مصیبتوں کے لحاظ سے ہوتی ہے تو اس تعبیر میں ان کو ضرور تھا کہ اس کی تصریح بھی کر دیتے کہ فلاں با اقبال قوم کے خروج کا پہلا دن ایک سال اور دوسرا دن ایک ماہ کا اور تیسرا دن ایک ہفتے کا اور باقی ایام معمولی اصناف مصائب کے لحاظ سے ہوگئے تھے ۔ اسی طرح ایک ایک با اقبال قوم کے ایام ومصائب کا ذکر کرتے ہیں ۔ مگر یہ ان سے ممکن نہیں ان کو تو صرف حدیث کو بگاڑنا مقصود ہے۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۶ میں نمازوں کے باب میں لکھتے ہیں کہ:

پھر راوی کہتا ہے (حدیث نواسؓ میں) کہ ہم نے عرض کی کہ کیا ان لمبے دنوں میں ایک نماز پڑھنا کافی ہوگا، تو آپ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ نماز کے وقتوں کے مقدار پر اندازہ کرلیا کرنا (واضح ہو کہ یہ بیان پیغمبر خدا ﷺ کا علی سبیل الاحتمال ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ نے بلحاظ وسعت قدرت الہی کشفی امر کو مطابق سوال سائل کے ظاہر پر محمول کر کے جواب دے دیا ہے ورنہ آنحضرت ﷺ حدیث عائشہؓ میں جو بخاری کے صفحہ ۵۵۱ میں درج ہے صاف طور پر تصریح فرما چکے ہیں کہ مکاشفات کی تعبیر کبھی تو ظاہر پر اور کبھی غیر ظاہر پر وقوع میں آجایا کرتی ہے اور درحقیقت یہی مذہب تمام انبیاء و اولیاء کا آج تک چلا آیا ہے۔ سو یہ جواب جو نمازوں کا اندازہ کرلیا کرنا آپ نے فرمایا یہ سائل کے فہم اور استعداد اور رجوع خیال کے موافق برطبق تکلّموا النّاس علی قدر عقولھم کے دیا گیا ورنہ آنحضرت ﷺ کسی کشفی امر کو جب تک خدا تعالی خاص طور پر ظاہر نہ کرے کبھی ظاہری معنوں پر محدود نہیں سمجھتے تھے۔

مطلب اس کا ظاہر ہے کہ ان ایام کا کشف تو حضرت کو ہو گیا تھا مگر بیان کرنے میں نعوذ باللہ غلطی کی جو مطابق سوال کے خلاف واقع جواب دے دیا اور حق تعالی نے اس کشفی امر کو حضرت پر ظاہر ہی نہیں کیا اسی لئے ظاہری معنی پر اس کو محدود کرلیا۔

یہاں یہ بات بھی غور طلب ہے کہ اگر ان ایام کا کشف آنحضرت ﷺ کو ہو گیا تھا کہ ایک روز ایک برس کا ہوگا تو اس کو ظاہری معنی پر حمل کرنا کیوں خلاف واقع سمجھا جاتا ہے اور اگر ایک برس کا ایک دن سمجھنا غلط تھا تو کشف ہی کیا ہوا، مرزا قادیانی نے آنحضرت ﷺ کے کشف کو اپنے ادعائی کشفوں کے جیسے سمجھ لیا کہ کشف میں دیکھا تو شیطان اور سمجھ لیا کہ وہ خدا ہے۔ جیسا کہ اوپر معلوم ہوا۔ اسی وجہ سے حضرت ﷺ کے کشف کی اصل حقیقت سمجھنے میں دقتیں لاحق ہوئیں۔

اور اسی ازالہ اوہام میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ جو فرمایا کہ دجال بادل کی طرح تیز چلے گا اور اس پر ایمان جو لائے گا تب بادل کو حکم کرے گا کہ مینہ برسائے اور زمین کھیتی اگائے سو یہ استعارات ہیں، ہوشیار رہو دھوکا نہ کھانا۔

مرزا قادیانی مسلمانوں کو ڈراتے ہیں کہ تمہارے نبی ﷺ نے تم کو دھوکہ دے دیا (نعوذ

باللہ)۔سبحان اللہ اس پر امتی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔اور اسی ازالہ کے صفحہ ۲۱۵ پر لکھتے ہیں:

دجال اس راہ سے نکلنے والا ہے جو شام و عراق کے درمیان واقعہ ہے اور دائیں بائیں فساد ڈالے گا۔ یہ بھی ایک استعارہ ہے جیسا کہ مکاشفات میں عام طور پر استعارات و کنایات ہوا کرتے ہیں۔،

مرزا قادیانی کی رائے یہاں نہ چل سکی اس لئے کہ دجال تو با اقبال قومیں ٹھہریں اور وہ شام و عراق کے درمیان نہیں اس لئے اسی پر اکتفا کیا کہ وہ بھی ایک استعارہ و کنایہ ہے جس کے معنی سمجھ میں نہیں آتے۔ یہاں اہل اسلام کو یہ بھی خیال کر لینا چاہیے کہ آنخضرت ﷺ نے کسی اہتمام سے ان واقعات کو بیان فرمایا اور کیسے کیسے کھلے الفاظ میں دجال کے حالات معلوم کرائے۔ان سب کو مرزا قادیانی نے چیستان اور پہیلی قرار دیا اور صرف چند مضامین اپنی دانست میں حل کر کے باقی چھوڑ دیا۔کیا یہی نبی کی شان ہے کہ اپنی امت کو کسی سے ڈرائے اور اس کے احوال کی پہیلی بنا کر بیان کرے اور اس پہیلی کے سننے والے اس کو ظاہر پر حمل کر کے ظاہری الفاظ پر ایمان لائیں۔ جن میں بعض امور کفریات اور دھوکا ہوں اور نبی ساکت رہیں اور یہ بھی نہ کہیں کہ ہم نے تو پہیلی بنائی تھی تم اسی کے ظاہر پر ایمان لا رہے ہو۔اپنے نبی کی نسبت ایسا گمان کرنے والا کیا امتی ہو سکتا ہے۔عقل اس کو ہرگز باور نہ کرے گی۔

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ اگر عیسی اور دجال میں تلازم ثابت ہو جائے تو جو علامات دجال کی احادیث میں مذکور ہیں کسی پر صادق کر کے بتلانے کی ضرورت ہو گی۔ اگر چہ کہ کبھی پادریوں کو اور کبھی با اقبال قوموں کو دجال قرار دیتے ہیں اور چند علامات بھی تاویلیں کر کے ان پر صادق کر دیتے ہیں مثلاً ایک چشمی ہونے سے مراد دنیاوی عقل وغیرہ ہیں مگر پوری علامتیں تاویلات سے بھی صادق نہیں آ سکتیں اس لئے آخر میں تنگ آ کر صاف کہہ دیا کہ دجال کے باب میں جتنی حدیثیں بخاری اور مسلم وغیرہ میں مذکور ہیں سب موضوع ہیں۔اب دجال کی ضرورت ہی نہ رہی۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۶۔۲۲۷ میں لکھتے ہیں:

اگر ہم بخاری اور مسلم کی ان حدیثوں کو صحیح سمجھیں جو دجال کو آخری زمانہ میں اتار رہی ہیں تو یہ حدیثیں ان کی موضوع ٹھہرتی ہیں اور اگر ان حدیثوں کو صحیح قرار دیں تو پھر ان کا موضوع ہونا ماننا پڑتا ہے۔اگر یہ متعارض و متناقض حدیثیں صحیحین میں نہ ہوتیں صرف دوسری صحیحوں میں ہوتیں تو شائد ہم ان دونوں کی زیادہ تر پاس خاطر کر کے ان دوسری

حدیثوں کو موضوع قرار دیتے مگر اب مشکل تو یہ آپڑی ہے کہ انہیں دونوں کتابوں میں یہ دونوں قسموں کی حدیثیں موجود ہیں۔ اب جب ہم ان دونوں قسم کی حدیثوں پر نظر ڈال کر گرداب حیرت میں پڑ جاتے ہیں کہ کس کو صحیح سمجھیں اور کس کو غیر صحیح، تب عقل خدا داد ہم کو یہ طریقہ فیصلہ بتلاتی ہے کہ جن احادیث پر عقل اور شرع کا کچھ اعتراض نہیں انہیں کو صحیح سمجھنا چاہیے۔ سو اس طریق فیصلہ کی رو سے یہ حدیثیں جو ابن صیاد کے حق میں وارد ہیں قرین قیاس معلوم ہوتی ہیں کیونکہ ابن صیاد اپنے اوائل ایام میں بے شک ایک دجال ہی تھا اور بعض شیاطین کے تعلق سے اس سے امور عجیبہ ظاہر ہوتے تھے جس سے اکثر لوگ فتنے میں پڑتے تھے لیکن بعد اسکے خدا داد ہدایت سے وہ مشرف باسلام ہو گیا۔،

اور اسی ازالہ صفحہ ۲۲۵ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

دوسری حدیثوں سے ظاہر ہے کہ بالآخر اس (ابن صیاد) پر یقین کیا گیا کہ یہی دجال معہود ہے۔ چنانچہ صحابہ نے قسمیں کھا کر کہا کہ ہمیں اب اس میں شک نہیں کہ یہی دجال معہود ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی آخر کار یقین کر لیا۔،

.. یہاں یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ جب آخری زمانے میں دجال کا وجود ہی نہ تھا تو پھر عیسیٰؑ کی ضرورت ہی کیا، حالانکہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۷ میں وہ لکھتے ہیں: لکلّ دجال عیسی۔ اس سے تو دونوں میں تلازم ثابت ہو رہا ہے اور احادیث میں مصرح ہے کہ عیسیٰؑ خاص دجال کے قتل کے لئے معین ہیں اور خود عیسیٰؑ نے بھی آنحضرت ﷺ سے یہی کہا جیسا کہ حدیث صحیح سے ابھی معلوم ہوا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جب وہ حدیثیں موضوع ہوں تو عیسیٰؑ کے آنے کا ذکر جو وہ بھی انہی میں ہے کیونکر ثابت ہوسکتا ہے۔ اس صورت میں مرزا قادیانی کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ نہ وہ مسیح موعود ہیں نہ مثیل موعود اور نہ ان کی ذریت میں کوئی مسیح ہوسکتا ہے۔ اور اگر اپنے الہاموں سے مسیح ہونا ثابت کریں تو ان کے الہاموں کی بے وقعتی تقریر سابق سے بخوبی ثابت ہے اور مرزا قادیانی اپنا دجال پادریوں اور با اقبال قوموں کو جو بتا رہے ہیں ان کے مقابلے میں جب حد سے زیادہ خفیف و ذلیل ہوئے تو اب کسی پادری کے مقابلے کی ان میں جرأت ہی نہیں اور با اقبال قوموں کے مقابلے کا تو ان کو خیال بھی نہیں آ سکتا۔ بلکہ بجائے مقابلے کے دعا گوئی اور خوش آمد میں مصروف ہیں۔ پھر اپنے آپ کو عیسی اور پادریوں اور با اقبال قوموں کو دجال بنانے سے فائدہ ہی

کیا۔ جب احادیث سے بتواتر ثابت ہے کہ عیسیٰؑ، دجال کو قتل کریں گے اور مرزا قادیانی اپنے دجال کے مقابلے میں حرکت مذبوحی بھی نہیں کر سکتے تو انہی احادیث سے مرزا قادیانی کی عیسویت خود باطل ہوگئی۔مرزا قادیانی نے مسیحیت کا ایسا دعوی کیا ہے کہ بقول ان کے اب تک کسی نے نہیں کیا کیونکہ اس دعوے کے لوازم وشرائط جو احادیث صحیحہ میں وارد ہیں ہر مسلمان کو جس میں ذرہ بھی ایمان ہے اس دعوی سے روک دیتی ہیں اور تمام حدیثوں کی صحیح کتابیں جن کی صحت پر ہر زمانے کے علمائے شرق وغرب کا اتفاق قرناً بعد قرنٍ چلا آرہا ہے ان کو اس دعوی میں کاذب بتا رہی ہیں، تو اب ان کو بغیر اس کے کہ ان کتابوں پر حملہ کریں کوئی مفر نہیں۔ اس صورت میں مسلمانوں کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ مرزا قادیانی کی خاطر اپنی معتمد علیہ کتابوں کو جھوٹی اور اپنے سلف صالح اور متفق علیہ علمائے متقدمین ومتاخرین کو جاہل اور غیر متدین کہہ کر ادعائی مسیح کو مان لیں۔

بہر حال یہ اکیس علامتیں جن کو نواسؓ نے آنحضرت ﷺ سے سنا ہے اور تمام امت نے اس کی تصدیق کی ہے بآواز بلند کہہ رہی ہیں کہ مرزا قادیانی کا دعوی عیسویت بلاشک وشبہ بے اصل محض ہے اور وہ زبردستی اپنے کو مسیح بنا رہے ہیں۔...

اس مقام میں فلسفی خیال والوں کو مرزا کی تقریر بہت مفید ہوگی اور ضعیف الایمان ان کی بات کو بآسانی قبول کرلیں گے اس وجہ سے کہ امور مذکورہ کو معمولی عقلیں قبول نہیں کرسکتیں۔ مثلاً چالیس سال کا ایک دن ہونا ہرگز قرین قیاس نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ایمان کے موانع بہت ہیں اسی وجہ سے اہل ایمان جو مستحق جنت ہیں دوزخیوں کی نسبت ہزارواں حصہ ہوں جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے لیکن انصاف سے اگر دیکھا جائے تو کوئی بات بھی ان میں خلاف عقل نہیں اس لئے کہ خدا تعالی جو خالق عالم ہے اس میں ہر طرح تصرف کرسکتا ہے۔ اس میں کسی مسلمان کو شبہ نہیں کہ قیامت کے روز آسمان ٹوٹ پھوٹ جائیں گے۔ اور اس پچاس ہزار برس کے دن میں آفتاب پر کئی حالتیں طاری ہوں گی۔ پھر اگر قیامت کے قریب اس پر یہ حالت بھی گذرے کہ چالیس سال زمین کے کسی خاص حصے پر ٹھہرا رہے تو کون سا محال لازم آجائے گا...اس پر کل امور قیاس کر لیجئے کیونکہ وہ ایک ایسا زمانہ ہوگا کہ خدا اپنی قدرت کاملہ کو خاص طور پر ظاہر فرمائے گا اس سے بڑھ کر کیا ہو کہ جتنی مخلوق ابتدائے خلقت سے مر کر مٹی میں مل گئی جن کا نام ونشان تک باقی نہ رہا سب اصلی حالت پر اٹھائی جائے گی اور اعادہ معدوم جو محال سمجھا جاتا ہے اس روز ممکن بلکہ واجب ہوگا۔ بہر حال آدمی ایمان لانا چاہے تو کوئی بات نہ خلاف عقل ہے نہ ایمان لانے سے مانع، مگر یہ بات بے توفیق الٰہی

حاصل نہیں ہوسکتی و ما توفیقی الا باللہ

حضرت نواسؓ کی روایت سے جو علامات عیسیٰ کے زمانہ کی معلوم ہوئیں یہ ہیں:

دجال کا حلیہ۔ شام وعراق کے درمیان اس کا نکلنا۔ اس کا فساد برپا کرنا۔ اس کی مدت فتنہ پردازی۔ اس کے زمانے کے ایام کی مقدار۔ ان ایام کی نمازوں کا طریقہ۔ اس کی سرعت سیر۔ اس کے خوارق عادات۔ عیسیٰؑ کا لباس و ہیئت وغیرہ۔ انکا کافروں کو قتل کرنا۔ یاجوج و ماجوج کا خروج اور ان کی کثرت۔ خوردنی اشیاء کی گرانی۔ یاجوج ماجوج کی موت کا حال۔ پرندوں کا ان کی لاشوں کو اٹھالے جانا۔ زمین کو گندگی سے پاک کرنے کے لئے بارش۔ پیداوار کی کثرت۔ مسلمانوں کی موت کا حال۔ کفار کا حال اور ان پر قیامت کا قائم ہونا۔ امام مہدی کا عیسیٰ کے زمانے میں ہونا۔

مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ امام مہدی اور عیسیٰ ایک ہی شخص ہیں مگر ہمارے نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ دو شخص ہیں اور ہر ایک کے حالات جدا جدا ہیں جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو کنز العمال نمبر ۳۸۶۸۲ میں ہے:

قال رسول اللّٰہ کیف تھلک امّۃ انا فی اولھا و عیسی بن مریم فی آخرھا و المھدی من اھل بیتی فی وسطھا ۔ یعنی وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی جس کے اوائل میں میں ہوں اور آخر میں عیسیٰ اور وسط میں مہدی ہیں۔

(اس کے بعد مولانا انوار اللہ نے متعدد احادیث درج کی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی اور عیسیٰ دو الگ اشخاص ہیں۔ پھر بتایا ہے)... مرزا قادیانی کی کج بحثیوں کی کوئی انتہاء بھی ہے، صدہا احادیث و آثار امام مہدی کی خصوصیات میں موجود ہیں جن میں چند لکھے گئے اور صدہا آیات و احادیث و آثار عیسیٰؑ کے باب میں وارد ہیں۔ ذرا بھی احتمال نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں مگر انہوں نے ایک حدیث کو لے کر سب کو باطل کر دیا۔ اس پر اجتہاد کا بھی دعوی ہے۔ اگر اجتہاد اسی کا نام ہے کہ ایک حدیث کو لے کر سب کو باطل کر دیا جائے تو اتنی بات کے لئے کسی مجتہد کی کوئی ضرورت نہیں، جس عامی سے کہیے فوراً یہ کام کر دے گا۔

شفاء للناس صفحہ ۲۶ میں لکھا ہے کہ علامہ شوکانیؒ بعد نقل احادیث کے اپنی کتاب توضیح میں لکھتے ہیں:

و جمیع ما سبقناہ بالغ حدّ التّواتر کما لا یخفی علی من لہ فضل اطلاع فتقرر بجمیع ما سبقناہ فی ھذا الجواب ان الاحادیث الواردۃ

فی المھدی المنتظر متواترہ۔

اب حدیث لا مھدی الّا عیسی کا بھی تھوڑا حال سن لیجئے۔جس سے صحیح روایتیں مرزا قادیانی باطل کررہے ہیں۔ یہ روایت ابن ماجہ میں ہے:

حد ثنا یونس بن عبد الاعلی ثنا محمد بن ادریس الشا فعی حدثنی محمد بن خالد الجندی عن ابان بن صالح عن الحسن عن انس بن مالک انّ رسول اللّٰہ ﷺ قال لا یز داد الامر الا شدۃ و الا الد نیا الا اوباراً و لا الناس الا شحا و لا تقوم السّا عۃ الّا علی اشرار النّاس و لا مھدی الّا عیسی ابن مریم۔

امام سیوطیؒ نے مصباح الزجاجہ میں اس روایت سے متعلق ایک نہایت مبسوط تقریر لکھی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس حدیث میں جملہ لا مھدی الّا عیسی سوائے یونس کے اور کسی نے زیادہ نہیں کیا اور یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ یونس نے امام شافعیؒ سے اس کو نہیں سنا اس وجہ سے یہ حدیث منقطع ہے اور یہ روایت صرف محمد بن خالد سے مروی ہے اور محدثین نے تصریح کردی ہے کہ وہ منکر الحدیث اور مجہول ہیں ان کی عدالت ثابت نہیں اور ابان بن صالح کی نسبت کہا گیا ہے کہ انہوں نے حسن سے کوئی حدیث نہیں سنی۔ابوالحسن علی بن محمد ابن عبداللہ الواسطی کہتے ہیں کہ میں نے امام شافعیؒ کو خواب میں دیکھا وہ فرماتے ہیں کہ یونس نے جو مہدی کے باب میں مجھ سے روایت بیان کی ہے وہ جھوٹ ہے نہ میں نے وہ روایت کی نہ اس سے بیان کیا۔

الحاصل روایت لا مھدی الّا عیسی اکابر محدثین کے نزدیک کئی طرح مخدوش ہے مگر مرزا قادیانی کو اس سے کیا غرض ان کو کیسی ہی ضعیف منکر منقطع مجہول مخدوش روایت مل جائے بشرطیکہ مفید مطلب ہو اس پر بڑی دھوم دھام سے استدلال کرتے ہیں اور جو روایت ان کے حق میں مضر ہوتی ہے اگر بخاری و مسلم میں بھی ہو تو اقسام کے احتمال قائم کرکے ساقط الاعتبار بنادیتے ہیں

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۸۔۵۱۹ میں لکھتے ہیں:

یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجودیکہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کی کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضروری ہو۔کیا وہ خود مہدی نہیں ہے؟ کیا وہ خدا کی طرف سے ہدایت پاکر نہیں آیا؟ کیا اس کے پاس اس قدر جوا

ہرات وخزائن واموال معارف ودقائق نہیں ہیں کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں اور اس قدر ان کا دامن بھر جائے جو قبول کرنے کی جگہ نہ رہے۔ پس اگر یہ سچ ہے تو اس وقت دوسرے مہدی کی ضرورت ہی کیا ہے اور یہ صرف امامین موصوفین کا ہی مذہب نہیں بلکہ ابن ماجہ اور حاکم نے بھی اپنی صحیح میں لکھا ہے لا مھدی الّا عیسی یعنی بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔

مطلب اس کا یہی ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس خیال سے کہ مسیح کے رنگ والا شخص یعنی قادیانی موجود ہونے کے بعد پھر مہدی کی کیا ضرورت ہے کمال زجر سے فرمایا لا مھدی الّا عیسی ۔یعنی مہدی اس وقت کوئی چیز نہیں وہی قادیانی بس ہے وہی مہدی ہے۔ مگر یہ بات غور طلب ہے کہ صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہ آتی تو پوچھ کر اس کو صاف کر لیا کرتے تھے اس موقع میں ضرور تھا کہ کمال ادب سے عرض کرتے کہ حضرت مہدی کا ذکر تو نہ قرآن میں نہ توراۃ و انجیل میں نہ ہم نے کسی سے سنا کہ مہدی بھی کوئی آدمی ہوگا پھر یہ جو بطور عتاب ارشاد ہو رہا ہے کہ مہدی کوئی چیز نہیں، اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔

اور اگر انہوں نے حضرت امام مہدی کا ذکر اور ان کا حسب ونسب وحلیہ وغیرہ سنا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو عرض کرتے کہ جس مہدی موعود کا بارہا ذکر فرمایا کیا اب ان کی ضرورت نہیں رہی اور جب عیسی ہی مہدی ٹھہرے تو کیا وہ حضرت ﷺ کی اولاد میں ہوں گے اب تک تو ہم قرآن اور حضرت ﷺ کے ارشاد سے عیسی کو نبی بنی اسرائیلی سمجھتے تھے اب ان کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیے کیا وہ سچ مچ ابن مریم ہوں گے یا جس طرح مہدی کی نفی فرمادی گئی ان کی بھی نفی مطلوب ہے۔ مگر کسی حدیث میں اس قسم کا سوال مذکور نہیں۔

اب یہ مضمون کس طرح اس حدیث سے نکالا جائے کہ قادیانی کے وقت میں مہدی کوئی چیز نہ ہوں گے اور قادیانی ہی مہدی ہوں گے۔ اہل وجدان سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا قادیانی جو اس حدیث کے معنی بیان فرماتے ہیں کس قدر بدنما ہیں۔

مرزا قادیانی نے جو لکھا ہے کہ بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہ ہوگا اس میں بھی ان کو غلطی ہوئی اس لئے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ کے زمانے میں صرف اسلام ہی اسلام رہ جائے گا جس سے ظاہر ہے کہ کل ہدایت یافتہ ہوں گے، مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ کل مہدی یعنی محمد ابن عبداللہ ہوں گے۔ کلام اس میں ہے کہ مہدی موعود، عیسی نہیں البتہ معنی

لغوی ان پر صادق آئیں گے جس میں ان کی خصوصیت نہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۹ میں لکھتے ہیں:

یوں تو ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آئیں اور ممکن ہے کہ امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو، لیکن جس طرز سے عوام کے خیال میں ہے اس کا ثبوت پایا نہیں جاتا۔

مقصود کہ مہدی اسلام میں متعدد ہوں گے مگر جس صورت میں لا مھدی ظاہری معنی پر لی جائے جس کے مرزا قادیانی قائل ہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ محمد بن عبداللہ بھی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں، جن کا حال آنحضرت ﷺ نے بکرات ومرات بیان فرمایا پھر مرزا قادیانی کا اقرار مہدیوں کے تعدد میں کیونکر صحیح ہوگا۔

مرزا قادیانی نے مہدی سے پیچھا چھوڑانے میں بڑی دقتیں اٹھائیں مگر اس زمانے میں اس کی کوئی ضرورت نہ تھی کسی کا نام مہدی رکھ دیا جاتا یا اس نام کا کوئی شخص تلاش کر لیا جاتا تو بھی کام چل جاتا آخر قدماء نے فرشتے بنا لئے تھے اور اسی پر ان کی کامیابی ہوگئی جیسا کہ تومرت کے واقعہ سے ظاہر ہے۔

مرزا قادیانی نے حدیث لا مھدی الّا عیسی کو ابن ماجہ میں تلاش تو کر لی مگر وہیں ایک اور حدیث بھی موجود تھی کاش اس پر بھی ان کی نظر پڑ جاتی اور اس کے معنی بھی بیان فرما دیتے جس سے ناظرین کو دوبالا لطف آتا۔ مگر اس کو انہوں نے اگر دیکھا بھی ہے تو نظر انداز کیا۔ اس لئے کہ وہ تو مہدی کے ساتھ اس زمانے کے عیسی کو بھی رخصت کر رہی ہے وہ حدیث یہ ہے:

عن ابی امامہ الباھلی قال خطبنا رسول اللّٰہ ﷺ فکان اکثر خطبۃ حدیثاً حدثناہ عن الدجال۔ و حذّرناہ۔ فکان من قولہ ان قال: انّہ لم تکن فتنۃ فی الارض، منذ ذرأ اللّٰہ ذریۃ آدم، اعظم من فتنۃ الدّجال، و انّ اللّٰہ لم یبعث نبیّا الّا حذّر امتہ الدجال۔ و انا آخر الانبیاء، و انتم آخر الامم، و ھو خارج فیکم، لا محالۃ، و ان یخرج و انا بین ظھرانیکم، فانا حجیج لکلّ مسلمٍ، و ان یخرج من بعدی، فکل امرئٍ حجیج نفسہ، و اللّٰہ خلیفتی علی کلّ مسلم، و انّہ یخرج من خلۃٍ بین الشّام و العراق۔ فیبعث یمیناً و یبعث شمالاً، یا

عبا د اللّٰہ فا ثبتوا ۔ فا نّی ساصفه لک لم یصفها ایّاه نبیّ قبلی ۔ انّه یبدأ فیقول : انا نبی و لا نبی بعدی ۔ ثمّ یثنّی فیقول : انا ربکم ، و لا ترون ربّکم حتّی تموتوا ، و انّه اعور ، و ان ربّکم لیس با عور، و انه مکتوب بین عینه کا فر ، یقرأه کل مومن ، کاتب او غیر کا تب ۔ و انّ من فتنته انّ معه جنة و ناراً ۔ فناره جنّة و جنته نار ۔ فمن ابتلی بناره، فلیستغث با للّٰہ و لیقرأ فوا تح الکهف ۔ فتکون علیه برداً و سلا ماً ، کما کانت النّار علی ابرا هیم۔ و انّ من فتنته ان یقول ، لاعرا بیّ : ارأیت ان بعثت لک ابا ك و امک ، اتشهد انّی ربک ؟ فیقول نعم ۔ فیتمثل له شیطا نان فی صورة ا بیه و امه ، فیقولا ن : یا بنیّ اتّبعه ، فانّه ربّک۔ و ان من فتنته ان یسلّط علی نفس وا حدةٍ، فیقتلها ، و ینشرها با لمنشار ، حتی یلقی شقتین ۔ ثمّ یقول : انظروا الی عبدی هذا ۔ فانّی ابعثه الآن ۔ثمّ یزعم ان له رباّ غیری ۔ فیبعثه اللّٰہ ۔ و یقول له الخبیث : من ربّک ؟ فیقول ربّی اللّٰہ، و انت عدوّ اللّٰہ ، انت الدّ جا ل ، و اللّٰہ ما کنت، بعد ، اشد بصیرة بک منی الیوم ..(الی....) و اما مهم رجل صا لح فبینما اما مهم قد تقدم یصلی بهم الصبح ، اذ نز ل علیهم عیسی بن مر یم الصبح ۔ فرجع ذ لک ا لا ما م ینکص ، یمشی القهقری، لیتقدم عیسی یصلی بالناس ۔ فیضع عیسی یده بین کتفیه ثم یقو ل له : تقدم فصلّ، فانّها لک اقیمت ۔ فیصلی بهم اما مهم ۔ فا ذا انصرف ، قال عیسی علیه السلا م : افتحوا الباب ۔ فیفتح، و رراء ه الد جا ل معه سبعا ن الف یهودی ۔ کلهم ذو سیف محلّی و سا ج ۔ فا ذا نظر الیه الد جا ل ذا ب کما یذو ب الملح فی الماء ۔ و ینطلق هار باً ۔ و یقو ل عیسی علیه السّلا م : انّ لی فیک ضربة لن تسبقنی بها ۔ فید رکه عند باب اللد الشّرقی فیقتله ، فیهزم اللّٰہ الیهود ۔ فلا یبقی شیء ممّا خلق اللّٰہ یتواری به یهودی الّا انطق اللّٰہ ذلک الشیء ، لا حجر و لا

شجر و لاحائط و لا دابة ۔ الّا الغرقدة، فانّها من شجرهم ، لا تنطق ۔ الّا قال : یا عبد اللّٰه المسلم هذا یهودیّ فتعال اقتله .. الخ

(ابن ماجہ باب فتنہ دجال وخروج عیسی حدیث نمبر ۴۰۷۷)

یعنی آنحضرت ﷺ نے ایک روز اکثر دجال کا بیان فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ دجال کے مقابل ہوں گے ان کا امام ایک مرد صالح ہوگا، صبح کی نماز پڑھانے کے لئے وہ آگے بڑھے گا کہ عیسیٰؑ بن مریم اتر آئیں گے، امام پیچھے ہٹے گا تاکہ عیسیٰؑ امامت کریں مگر وہ کہیں گے کہ تم ہی نماز پڑھاؤ چنانچہ وہ نماز پڑھائے گا۔ بعد فراغ، حضرت عیسیٰؑ کہیں گے کہ دروازہ کھول دو، اس وقت دجال ستر ہزار یہود کے ساتھ وہاں موجود ہوگا۔ جب وہ عیسیٰؑ کو دیکھے گا تو کمال اضمحلال کی حالت میں بھاگے گا۔ عیسیٰؑ کہیں گے تو مجھ سے نہیں بھاگ سکتا، ایک وار میرا تجھ میں ضرور ہوگا۔ چنانچہ اس کا پیچھا کر کے لد کے شرقی دروازہ کے پاس اس کو قتل کریں گے، اور خدا تعالیٰ یہودیوں کو ہزیمت دے گا اور کیفیت یہ ہوگی کہ جس چیز کے پیچھے کوئی یہودی ہوگا خواہ وہ پتھر ہو یا جھاڑی یا دیوار یا جانور وہ چیز بآواز بلند کہے گی کہ اے خدا کے بندے مسلمان! یہاں یہودی چھپا ہے آکر اس کو قتل کر ڈال صرف غرقد کا جھاڑ خبر نہ دے گا کیونکہ وہ انہیں کا ہے۔

اب مرزا قادیانی ہی بتائیں کہ وہ کون لوگ تھے جو دجال کے مقابل ہو گئے تھے اور ان کا امام کون تھا جس کی توصیف آنحضرت ﷺ نے کی ہے اور کون سی صبح کی نماز کے لئے وہ کھڑا تھا۔ جو مرزا قادیانی اتر آئے اور اس کے پیچھے نماز پڑھی اور کون سی مسجد کا دروازہ کھولنے کو کہا جس کے پاس دجال ستر ہزار مسلح یہود کو لے کر کھڑا تھا اور کس کے پیچھے دوڑ کر مرزا قادیانی نے لد کے دروازہ پر قتل کر ڈالا اور کون سے یہودیوں کو ہزیمت ہوئی اور سب مارے گئے اور کس روز مرزا قادیانی اور ان کے ہمراہی سے حجر و شجر نے باتیں کیں۔

یوں تو مرزا قادیانی مسلمانوں کو یہود قرار دے ہی چکے ہیں کہہ دیں گے کہ میں نے ان کو ہزیمت دی مگر وہ خلاف واقع ہے اس لئے کہ کئی وقائع سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ مرزا قادیانی ہی کو ہزیمت ہوئی اور بجائے اس کے کہ اپنے دجال کو قتل کریں اگر دل سے نہیں تو زبان سے اسکے مدح خوان اور شکر گزار اور دعا گو ہیں کیونکہ دجال انہوں نے بااقبال قوموں کو قرار دیا ہے جن میں اعلیٰ درجہ کی گورنمنٹ برطانیہ ہے جس کی شکر گذاری میں اپنی مصروفی اور مشغولی ظاہر کرتے ہیں۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام ص ۵۷۲ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

احادیث نبویہ کا لب لباب اور خلاصہ یہ ہے جو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب تم آخری زمانہ میں یہودیوں کی طرح چال چلن خراب کردو گے تو تمہارے درست کرنے کے لئے عیسی بن مریم آئے گا یعنی جب تم اپنی شرارتوں کی وجہ سے یہودی بن جاؤ گے تو میں بھی عیسی بن مریم کسی کو بنا کر تمہاری طرف بھیجوں گا اور جب تم اشد سرکشیوں کی وجہ سے سیاست کے لائق ٹھہر جاؤ گے تو محمد بن عبداللہ ظہور کرے گا جو مہدی ہے۔ واضح رہے کہ یہ دونوں وعدے کہ محمد بن عبداللہ آئے گا یا عیسی بن مریم آئے گا، دراصل اپنی مراد ومطلب میں ہم شکل ہیں۔ محمد بن عبداللہ کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب دنیا کی حالت ایسی ہو جائے گی جو اپنی درستی کے لئے سیاست کی محتاج ہوگی تو اس وقت کوئی شخص مثیل محمد ہو کر ظاہر ہوگا اور یہ ضرور نہیں کہ درحقیقت اس کا نام محمد بن عبداللہ ہو۔ بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک اس کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔ کیونکہ وہ آنحضرت ﷺ کا مثیل بن کر آئے گا۔ اسی طرح عیسی بن مریم کے آنے سے مقصود یہ ہے کہ جب عقل کی بد استعمالی سے دنیا کے لوگ یہودیوں کے رنگ پر ہو جائیں گے اور روحانیت اور حقیقت کو چھوڑ دیں گے اور خدا پرستی اور حبّ الٰہی دلوں سے اٹھ جائے گی تو اس وقت وہ لوگ اپنی روحانی اصلاح کے لئے ایک ایسے مصلح کے محتاج ہوں گے جو روح اور حقیقت اور حقیقی نیکی کی طرف ان کو توجہ دلاوے اور جنگ اور لڑائیوں سے کچھ واسطہ نہ رکھے اور یہ منصب مسیح ابن مریم کے لئے مسلّم ہے کیونکہ وہ خاص ایسے کام کے لئے آیا تھا، اور یہ ضرور نہیں کہ آنے والے کا نام درحقیقت عیسی بن مریم ہی ہو بلکہ احادیث کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی کے نزدیک قطعی طور پر اس کا نام عیسی بن مریم ہے جیسے یہودیوں کے نام خدا نے بندر اور سؤر رکھے اور فرمادیا و جعل منهم القردة و الخنازير (مائدہ: ٦١)۔ ایسا ہی اس نے اس امت کے مفسد طبع لوگوں کو یہودی ٹھہرا کر اس عاجز کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا۔،

مرزا قادیانی نے دیکھا کہ اہل اسلام احادیث کو دیکھ کر اس بات پر اڑیں گے کہ امام مہدی جن کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا اور ان کی وہ علامتیں ہوں گی جو احادیث میں مصرح ہیں ان کا وجود ضروری ہے اس لئے انہوں نے تقریر سابق میں یہ طریقہ اختیار کیا کہ ممکن ہے کہ کئی مہدی آئے

ہوں اور امام محمد بھی آ جائیں، نہ ان کے وجود سے غرض سے نہ عدم سے مطلب۔ ہمیں اپنی عیسویت سے کام ہے۔ اس میں صرف ابلہ فریبی مقصود تھی ورنہ ان کا مقصود اصلی تو یہ ہے کہ وہ صرف عیسی ہی نہیں بلکہ مہدی بھی ہیں، انہوں نے دیکھا کہ جہلاء تو سب کچھ مان لیں گے مگر علماء سے پیچھا چھڑانا مشکل ہے اس لئے یہ راہ گریز بنا رکھی ہے کہ ہم نے تو مہدی کے آنے کا بھی اقرار کر لیا ہے۔ پھر اپنی عیسویت کا ثبوت یہ دیتے ہیں کہ جو لوگ یہودی بن گئے تھے ان کی اصلاح کے لئے آئے ہیں اور مہدویت کا ثبوت یہ ہے کہ لوگ سیاست کے قابل ہو گئے تھے اس لئے آنحضرت ﷺ کے مثیل بن کر آئے ہیں اور مہدی ہیں۔ ہر چند اس مقام میں اس کا ذکر نہیں کیا مگر یہ تو کہہ دیا کہ اس وقت کوئی شخص مثیل محمد ﷺ کا ہو کر ظاہر ہو گا جو مہدی ہے اور یہ ضرور نہیں کہ اس کا نام محمد بن عبداللہ ہو اور براہین احمدیہ اور ازالۃ اوہام میں بکرات مرات لکھ چکے ہیں کہ مثیل آنحضرت ﷺ کا ہوں بلکہ دعوی یہ ہے کہ بروزی طور پر حضرت ہی تشریف فرما ہوئے ہیں۔ اور اس قول سے بھی ظاہر ہے کہ جو ابھی نقل کیا گیا کہ ایسا شخص جس کو مسیح کہنا چاہیے کیا وہ مہدی نہیں۔ لیجئے خود ہی عیسی بھی ہو گئے اور خود ہی مہدی بھی اور جتنی حدیثیں امام مہدی کے حسب نسب وغیرہ خصوصیات کی تھیں سب بے کار ہو گئیں اور مرزا قادیانی کا قول سب کا ناسخ ان کی امت نے تسلیم کر لیا۔

(۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء کی صبح کو حضرت اقدس حسب معمول سیر کو تشریف لے گئے راہ میں فرمانے لگے: بہت دفعہ ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ ایک بات بتلاتے ہیں میں اس کو سنتا ہوں مگر آپ کی صورت نہیں دیکھتا۔ غرض یہ ایک حالت ہوتی جو بین الکشف والالہام ہوتی ہے۔ رات کو آپ نے مسیح موعود کے متعلق یہ فرمایا ہے یضع الحرب و یصالح الناس یعنی ایک تو جنگ وجدال کو اٹھا دے گا اور دوسری طرف اندرونی طور پر مصالحت کرا دے گا۔

(آنحضرت ﷺ کا فرمان ختم ہوا تمہ کلامہ، آگے مرزا کی تشریح ہے) گویا مسیح موعود کے لئے دو نشان ہوں گے اول بیرونی نشان کہ حرب نہ ہوگی دوسرا اندرونی نشان کہ باہم مصالحت ہو جائے گی۔ پھر اس کے بعد (آپ ﷺ نے) فرمایا سلمان منا اھل البیت۔ سلمان یعنی دو صلحیں۔ اور پھر فرمایا علی مشرب الحسن۔ یعنی حضرت حسن میں بھی دو ہی صلحیں تھیں۔ ایک صلح تو انہوں نے حضرت معاویہ کے ساتھ کر لی اور دوسری صحابہ کی باہم صلح کرا دی۔ اس لئے معلوم ہوا کہ مسیح موعود حسنی المشرب ہوگا (مرزا نے اپنے کس دشمن سے صلح کی؟ اور کب ہندوؤں مسلمانوں وغیرہ کی آپس میں صلح کرائی۔ یا مسلمانوں کے کسی دو فرقوں کی باہم صلح کرائی۔ بہاء)۔ اور حجج الکرامۃ میں نواب صدیق حسن خان نے لکھا بھی ہے کہ بعض روایتوں میں آیا ہے کہ مہدی حسنی ہوگا (لیکن آپ تو کہتے ہیں کہ مہدی کی کوئی صحیح اور قابل اعتماد حدیث نہیں سوائے لا مہدی الا عیسی کے۔ اس لئے نواب صدیق حسن کی تحریر کا آپ کو کیا

فائدہ ، بہاء) اس کے بعد فرمایا، کہ حسن کا دودھ پئے گا۔

پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مہدی آپ کی آل میں سے ہوگا یہ مسئلہ اس الہام سے حل ہو گیا اور مسیح موعود کا جو مہدی بھی ہے کام بھی معلوم ہو گیا۔ پس وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ وہ آتے ہی تلوار چلائے گا اور کافروں کو قتل کرے گا جھوٹے ہیں اصل بات یہی ہے جو اس الہام میں بتلائی گئی ہے کہ وہ دوصلحوں کا وارث ہوگا یعنی بیرونی طور پر بھی صلح کرے گا (کرائے گا؟) اور اندرونی طور پر مصالحت ہی کراوے گا۔ اور آل کا لفظ اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے اور وہ یہ ہے کہ آل چونکہ وارث ہوتی ہے اس لئے انبیاء کے وارث یا آل وہ لوگ ہوتے ہیں جو ان کے علوم کے روحانی وارث ہوں ۔ الحکم جلد۴ نمبر۴۰۔ ۱۰نومبر ۱۹۰۰ء ص ۳۔۴۔

یعنی آپ ﷺ نے یہ بات مرزا کو نہیں کہی کہ تو مسیح موعود ہے اور تو یہ کرے گا ، بلکہ مرزا سے یہ کہا ہے کہ جو مسیح موعود ہے وہ یہ کچھ کرے گا۔ اور تو نے یہ کچھ نہیں کیا اور نہ ہی امید ہے اس لئے تو وہ نہیں ہے جو تو دعوی کر رہا ہے ۔ بہاء)

اب غور کیجئے کہ مرزا قادیانی جن یہودیوں کی اصلاح کے لئے آئے تھے ان کی اصلاح کی یا ان کو یہودی بنایا۔ یہود جو گمراہ سمجھے گئے تھے آخر اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اپنے نبی کے ارشادوں کو چھوڑ کر اوروں کی باتوں کو مان لیا تھا جو اپنے دل سے تراش کر ان کو فتوی دیا کرتے تھے ۔مرزا قادیانی کا گروہ بھی یہی کر رہا ہے کہ مرزا کے قول کے مقابلہ میں کسی حدیث کو نہیں مانتے اور جن کو اپنا نبی تسلیم کرتے ہیں ان کی باتوں کو قابل تسلیم نہیں سمجھتے ۔ کیا اس سے بڑھ کر کوئی سرکشی اور شرارت ہوسکتی ہے ۔ مرزا قادیانی نے نہایت سچ اور بالکل حسب حال فرمایا کہ بہت سے لوگ یہودی بن گئے اور ان کی سیاست کی ضرورت ہے حق تعالی فرماتا ہے:

و ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوه سبیلاً و ان یّروا سبیل الغیّ یتّخذوه سبیلاً (اعراف:۱۴۶) یعنی ان گمراہوں کی یہ حالت ہے کہ ہدایت کی راہ دیکھتے ہیں تو اس کو راستہ نہیں بناتے اور گمراہی کی راہ دیکھتے ہیں تو اسکو راستہ بنا لیتے ہیں

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۰۱ میں حدیث کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم کے ترجمے میں لکھتے ہیں:

کیا حال ہوگا جس دن ابن مریم تم میں نازل ہوگا اور تم جانتے ہو کہ ابن مریم کون ہے وہ تمہارا ہی ایک امام ہوگا اور تم میں سے ہی (اے امتی لوگو) پیدا ہوگا۔

(مرزا کہتے ہیں) یہاں تک بخاری کی حدیث کا ترجمہ ہو چکا اور آپ لوگوں نے سمجھ لیا ہوگا کہ امام بخاری صاحب اما مکم منکم کے لفظ سے کس طرف اشارہ

کر گئے ہیں۔العاقل تکفیہ الا شارہ۔

سبحان اللہ! امام بخاری کے فرضی اشارہ پر تو اس قدر توجہ اور خود نبی ﷺ نے صراحۃً جو فرمایا ہے کہ عیسی کی امامت جو شخص کریں گے وہ ہمارے اہل بیت سے ہوں گے اس کا ذکر تک نہیں ۔اگر یہ حدیثیں ضعیف بھی ہوتیں تو جب بھی ان کے ابطال کا کوئی حق نہ تھا اسلئے کہ ان کا موضوع ہونا ثابت نہیں، چہ جائے کہ وہ احادیث مسلم اور ابن ماجہ وغیرہ میں موجود ہیں۔مقصود مرزا قادیانی کا یہ ہے کہ اما مکم منکم کا جملہ علیحدہ ہے اور اس میں لفظ ھو محذوف ہے اور ایک مقال میں لکھتے ہیں کہ واو، و اما مکم میں حرف تفسیر ہے جیسا کہ تلک آیات الکتاب و قرآن میں ۔غرض کہ دو توجیہیں کیں، ایک یہ کہ و اما مکم جملہ مستانفہ ہے بحذف مبتداء اور دوسری یہ کہ جزو جملہ ہے جو نزل کے فاعل کی تفسیر واقع ہوا ہے۔مگر امام بخاریؒ نے ان دونوں توجیہوں سے ایک کی طرف بھی اشارہ نہیں کیا۔مرزا قادیانی کو ضرور تھا کہ کس لفظ سے امام بخاریؒ نے واو کے اس معنی کی طرف اشارہ کیا ہے، بیان کرتے ،مگر چونکہ امام بخاریؒ پر یہ افتراء ہے اس لئے بیان نہ کر سکے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں خدا اور رسول پر ان کا افتراء کرنا ثابت ہے پھر بخاری کیا چیز ہیں۔ محدثین کے نزدیک مسلّم ہے کہ الحدیث تفسیر الحدیث یعنی کسی حدیث کے معنی میں تردد ہو تو دوسری حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں دیکھی جائیں اور اس کے وہی معنی لئے جائیں جو دوسری حدیثوں سے مستفاد ہوں۔جب ہم صحیح مسلم وغیرہ کی حدیثوں کو دیکھتے ہیں کہ ان میں مصرح ہے کہ عیسیٰؑ جب اتریں گے تو مسلمانوں کا امام ان سے درخواست امامت کریگا اور وہ قبول نہ کریں گے جس سے ظاہر ہے کہ وہ امام اور عیسی دو شخص ہوں گے،تو ان احادیث کے لحاظ سے ہمیں ضرور ہوا کہ اس حدیث بخاری کے وہی معنی لیں جو ان صحیح حدیثوں سے مستفاد ہیں۔اسلئے و اما مکم منکم میں واو حالیہ ہے جس پر تمام علماء کا اجماع ہے اور اس کی صدہا نظیریں قرآن وحدیث میں موجود ہیں جن کو ہر طالب علم جانتا ہے۔

مرزا قادیانی نے اس واؤ کے جو معنی لئے ہیں اب تک کسی عالم نے نہیں لکھا۔صرف مرزا قادیانی خود غرضی سے یہ معنی تراش رہے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ اگر تکلف کر کے یہ معنی لئے جائیں تو دوسری احادیث میں عیسی اور امام میں مغائرت بالتصریح ثابت ہے وہ حدیثیں جھوٹی ثابت ہوں گی اور کتب صحاح ساقط الاعتبار ہو جائیں گی۔

اب دیکھئے کہ اس حدیث کے معنی جو وہ بتلاتے ہیں کہ عیسی بن مریم تمہیں میں سے ایک

شخص ہوگا، ظاہر ہے کہ غلط ہیں اس لئے کہ ہر مسلمان جانتا ہے اور صحابہ ہمیشہ قرآن و حدیث میں سنتے تھے کہ وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اگر ذرا بھی احتمال اس معنی کا ہوتا تو صحابہ پوچھ لیتے کہ حضرت عیسیٰؑ تو نبی بنی اسرائیلی ہیں ان کی نسبت منکم کا ارشاد کیسا۔ ہم اطمینان دلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی کسی ضعیف بلکہ موضوع روایت سے بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ عیسی ابن مریم جو حضرت ﷺ نے فرمایا ہے اس سے مراد وہ شخص ہے جو اس امت سے ہوگا۔

یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ مسلم کتاب الفتن میں روایت ہے

فاذا جاؤا الشام خرج فبينما يعدون القتال يسوون الصفوف اذ اقيمت الصلوة فينزل عيسى بن مريم فامهم فاذا رأه عدو اللّٰه ذاب كما يذوب الملح فى الماء۔

اس سے ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ عیسی جب اتریں گے تو امامت کریں گے مگر جب دوسری متعدد حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسیٰؑ امامت نہ کریں گے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ اس حدیث کا وہ مطلب نہ ہوگا جو ظاہراً سمجھا جاتا ہے۔ البتہ لفظ امھم سے وہ شبہ پیدا ہوتا ہے مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لفظ نماز ہی کی امامت کے واسطے موضوع نہیں بلکہ پیش روی کے معنی میں بھی مستعمل ہے تو وہ شبہ رفع ہو جاتا ہے لسان العرب جلد ۱ ص ۲۱۴۔۲۱۵ میں لکھا ہے:

ولام بمعنى القدام و فلان يؤم القوم يقدمهم و قال ابو بكر معنى قولهم يؤم القوم اى يتقدمهم اخذ من الامام يقال فلان امام القوم معانه هو المتقدم لهم و يكون الامام رئيساً كقولك امام المسلمين

اور منتہی الارب جلد ۱ ص ۴۵ میں لکھا ہے:

و امهم امامة و ام بهم امام وپیش رو شدن ایشان شد

اس صورت میں مطلب حدیث کا یہ ہوا کہ عیسیٰؑ اتریںگے اور دجال کے مقابلے کے واسطے پیش رو ہوں گے اور اس پر قرینہ یہ بھی ہے کہ فامهم کے ساتھ فاذا راه؟ عدو اللّٰه ذاب، متصل ہے یعنی جب مسلمانوں کے ساتھ مقدمۃ الجیش میں سب سے آگے عیسی کو دجال اپنے مقابلہ میں دیکھے گا تو گل جائے گا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کو پیش رولشکر دیکھے گا ورنہ مسجد میں دیکھنے کا اس کو کوئی موقع نہیں کیونکہ حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ مسجد کا دروازہ نماز کے وقت بند ہوگا۔ یوں مرزا قادیانی یہ اعتراض ضرور کریں گے کہ فينزل عيسى فامهم سے ظاہراً امامت نماز معلوم ہوتی

ہے مگر اسکا جواب یہ ہے کہ ہاں یہ بھی ایک احتمال ہے اور جو مذکور ہوا وہ بھی احتمال ہے جس پر قرینہ بھی موجود اور لفظ بھی مساعد اور دوسری احادیث بھی اسی کو موید ہیں، بہت ہوگا تو تعارض کی وجہ سے دونوں احتمال ساقط ہوں گے، مگر اس سے ہمارے مقصود میں کوئی نقصان نہیں آتا کیونکہ دوسری صحیح حدیثیں بجائے خود بحال ہیں، جن سے صاف ظاہر ہے کہ عیسی امیر المومنین کی اقتداء کرینگے۔ اس توجیہہ پر اتنی بات باقی رہ جائیگی کہ اس حدیث سے یہ معلوم نہ ہوگا کہ اس وقت امامت کون کرینگے مگر یہ کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔ اہل علم پر پوشیدہ نہیں کہ قرآن میں کس قدر محذوفات ہیں مثلاً و اذ الارض مدّ ت و القت ما فیها و تخلّت واذنت لربّها و حقّت یا ایها الانسان (انشقاق) میں جزا محذوف ہے جسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں اسی طرح قصص میں کہیں پورا قصہ ذکر کیا گیا اور کہیں اختصار کیا گیا جسکی نظیریں بکثرت موجود ہیں۔ اسی طرح

یا ایّها النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث فا نّا خلقنا کم من ترا ب ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثمّ من مضغةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلقة لنبیّن لکم و نقر فی الارحام ما نشاء الی اجلٍ مّسمّی ثمّ نخر جکم طفلاً.. الآ یة (حج : ۵)

اور دوسری جگہ (مومن : ٦٧) ارشاد ہے:

هو الّذی خلقکم من تراب ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثمّ یخر جکم طفلاً

دیکھئے آیت سابقہ میں ارشاد ہے کہ نطفہ سے علقہ، اور علقہ سے مضغہ، اور مضغہ سے طفل بنایا جاتا ہے اور دوسری آیت میں ہے کہ علقہ سے طفل بنایا جاتا ہے۔ یعنی اس آیت میں مضغہ مخلقہ و غیر مخلقہ ترک کر دیا گیا۔ اسی طور پر احادیث میں بھی کہیں پورا واقعہ مذکور ہوتا ہے اور کہیں بالاختصار، اور عقل و تجربہ بھی اس پر گواہ ہے کہ جب آدمی متعدد مجلسوں میں کسی واقعہ کو ذکر کرتا ہے تو اس کا التزام نہیں کرتا کہ من اوّله الی آخره پورا واقعہ بیان کر دے بلکہ بحسب ضرورت مقام اور اقتضائے حال کمی و زیادتی ہو جاتی ہے۔ اسی طور پر اس حدیث شریف میں نماز کی امامت کا ذکر ترک کر دیا جو بارہا مختلف حدیثوں میں بیان فرما دیا ہے۔ اس موقع میں مقصود اسی قدر تھا کہ عیسیؑ اس لشکر کے آگے رہیں گے جن کو دیکھ کر دجال مضمحل ہوگا۔ مرزا قادیانی اس حدیث کو اپنے پر چسپاں کرنا چاہتے ہیں، معلوم نہیں وہ کیونکر ہو سکے گا۔ آنحضرت ﷺ تو فرماتے ہیں اے مسلمانوں اس روز تمہاری کیا حالت ہوگی جب عیسی بن مریم آسمان سے اتریں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے

ہوگا۔اس قسم کی بات ایسے موقع میں کہی جائے تو زیبا ہے کہ کوئی بڑی بات کا وقوع ہو مثلاً عیسی جیسے اولوالعزم نبی جن کی جگہ جگہ قرآن شریف میں تعریف وتوصیف ہے، آسمان سے اتریں اور ہمارے نبی ﷺ کے امتی کہلائیں اور خود امامت بھی نہ کریں بلکہ ایک امتی کی اقتداء کریں۔ البتہ یہ کمال افتخار اور خوشی کی بات ہوگی اور یہ اس وجہ سے کہ آدمی کا مقتضائے طبع ہے کہ جب کوئی جلیل القدر شخص اپنے کسی بزرگ مثلاً باپ یا مرشد کا تابع ہوکر اپنے حلقہ میں شریک ہوتا ہے تو ایسی خوشی ہوتی ہے کہ جس کا بیان نہیں ہوسکتا، اسی بنا پر حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہو اس روز کیا حالت ہوگی جب تمہارے ساتھ بآں جلالت شان عیسیٰؑ شریک حال ہوں گے۔ فی الواقع جن کو نبی ﷺ سے کمال درجے کی محبت ہے ان کی اس وقت عجیب حالت ہوگی اسی وجہ سے ارشاد ہے کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و اما مکم منکم (مسلم۔ باب نزول عیسی)

اگر اس حدیث کا یہ مطلب سمجھا جائے کہ اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب ایک پنجابی تم میں اترے گا اور تمہاری امامت کرے گا، اس میں تو خوشی کی کوئی بات معلوم نہیں ہوتی۔ اس میں شک نہیں کہ یہ بات اس قابل ہے کہ عرب اس کو بہت برا سمجھیں، مگر اس لحاظ سے کہ وہ ایک مہمان ہوگا جو (اذا نزل) سے سمجھا گیا ہے چنداں قابل ملال بھی نہیں، بہر حال ایک پنجابی شخص کا کسی نماز میں امامت نہ کرنا نہ کوئی خوشی کی بات ہے نہ غمی کی۔ پھر کیف انتم سے اس واقعہ کی عظمت بیان کرنا کس قدر شان فصاحت و بلاغت سے دور ہے۔ در باطن یہ آنحضرت ﷺ پر ایک حملہ ہے کہ ایسے خفیف امور کو حضرت عظیم الشان سمجھتے تھے۔ اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ اس شخص میں عیسی کے کمالات ہوں گے جب بھی بقول مرزا قادیانی وہ کمال ہی کیا دار و مدار ان کے معجزوں کا مسمریزم تھا جس کو خود مرزا قادیانی قابل نفرت سمجھتے ہیں۔ ایسے قابل نفرت شخص کی امامت کوئی وقعت کی بات نہیں ہوسکتی۔ اب رہا یہ کہ احیاء اموات وغیرہ سے ہدایت مراد لی جائے تو وہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ علماء امّتی کانبیاء بنی اسرائیل فرما کر حضرت ﷺ نے ہر ایک عالم متدین کو انبیائے بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا جن میں موسی اور عیسی وغیرہ انبیاء داخل ہیں۔

- امام مہدی جو عیسی کے زمانے میں ہوں گے وہ خاندان اہل بیت کرام سے ہوں گے جن کا حلیہ بھی بتلا دیا گیا جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔
- اٹھارہ سال کی عمر میں امام مہدی دمشق میں جا کر خطبہ پڑھیں گے جیسا کہ معلوم ہوا۔
- امام مہدی قسطنطنیہ فتح کریں گے اور ساتھ ہی دجال نکلے گا کما مر۔

❁ امیر المومنین، حضرت عیسیٰؑ کو امامت کے لئے کہیں گے مگر وہ اس پر راضی نہ ہوں گے۔
❁ عیسیٰؑ نماز کے بعد مسجد کا دروازہ کھلوا دیں گے اور اس وقت دجال وہاں موجود ہوگا۔ کمامر۔
❁ دجال کے ساتھ ستر ہزار یہودی ہوں گے اور سب بھاگیں گے۔ کمامر۔
❁ پتھر جھاڑ وغیرہ یہودیوں کی نشان دہی کریں گے تاکہ اہل اسلام ان کو قتل کر ڈالیں۔ کمامر

حارث حراث

❁ مہدی کی تائید کیلئے حارث کا خراسان کی طرف سے نکلنا جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

قال النّبیّ ﷺ یخرج رجل من وراء النّھر یقال له: الحا رث حرّا ث علی مقد متە رجل یقال له: منصور یوطّیء او یمکّن لآل محمد، کما مکّنت قر یش لرسول اللّٰه ﷺ، و جب علی کل مومنٍ نصره، او قال: اجا بته (ابوداؤد کتاب المھدی۔ حدیث نمبر ۴۲۹۰) نبی ﷺ نے فرمایا ماوراء النہر سے ایک شخص نکلے گا جس کا نام حارث حراث ہوگا جس کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص منصور نام ہوگا، آل محمد ﷺ کو وہ ایسی مدد دے گا جیسے قریش نے نبی ﷺ کو مدد دی تھی۔ ہر مسلمان پر اس کی مدد واجب ہے۔

اور ایک روایت ہے:

قال رسول اللّٰه ﷺ اذا رأیتم الرأیات السود جاء ت من قبل خراسان فا توھا فان فیھا خلیفة اللّٰه المھدی (رواہ احمد ج ۵ ص ۲۷۷۔ والبیہقی فی دلائل النبوۃ ج ۶ ص ۵۱۶ باب ماجاء فی الاخبار عن ملک بنی العباس بن عبدالمطلب) (از شرح رسالہ قیامت مولانا شاہ رفیع الدین محدث دہلوی مولفہ مولانا کرامت علی محدث دہلوی) یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ جب تم دیکھو کہ سیاہ نشان خراسان کی طرف سے آ رہے ہیں تو ان لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ اس لئے کہ ان میں مہدی خلیفۃ اللہ ہوں گے

ان روایات سے ثابت ہے کہ حارث امام مہدی کی مدد کے لئے خراسان کی طرف فوج لے کر نکلے گا اور امام مہدی بھی اس کے ساتھ ہوں گے۔ ان روایتوں میں کئی امور مذکور ہیں:

۱۔ حارث کا خروج۔ ۲۔ اس کا مقام خروج ماوراء النہر ہوگا۔ ۳۔ اس کی فوج کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ ۴۔ غرض اس کی، آل محمد ﷺ کی تائید ہوگی۔ ۵۔ امام مہدی

بھی اس فوج میں موجود ہوں گے۔ ۶۔ ہر شخص پر واجب ہے کہ ان کی مدد کرے۔

امر اول کی نسبت مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ حارث میں ہوں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۲ میں لکھتے ہیں:

انگریزی سلطنت میں تین گاؤں تعلق داری اور ملکیت قادیان کا حصہ جدی والد مرحوم کو ملے جواب تک ہیں اور حراث کے لفظ کے مصداق کے لئے کافی ہیں۔

مرزا قادیانی اپنی زمینداری سے یہاں یہ کام لینا چاہتے ہیں کہ اس حدیث کے مصداق بنیں اور اس کی دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ اس حدیث میں لفظ حارث مذکور ہے اور حارث زمین دار کو کہتے ہیں اور میں زمین دار ہوں۔

حارث کے معنی جو زمین دار کے بتلا رہے ہیں اس سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا انہیں مقصود ہے کیونکہ کتب لغت میں مصرح ہے کہ حارث کسان کو کہتے ہیں اور اگر بالفرض وہ کسان بھی قرار دیئے جائیں جب بھی اس حدیث کے مصداق نہیں ہو سکتے اس لئے کہ حضرت ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ یخرج رجل حارث بلکہ یہ فرمایا رجل یقال له الحارث۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس شخص کا نام حارث ہوگا، کیونکہ یقال له اعلام کے مقام میں کہا جاتا ہے جیسا کہ حدیث اس پر شہادت دے رہی ہے:

قال النّبی ﷺ لا یذهب اللیل و النهار حتّی یملک رجل من الموالی یقال له الجهجاه (ترمذی کتاب الفتن حدیث نمبر ۲۲۲۸)

غیاث اللغات میں لکھا ہے کہ حارث اسد و شیر درندہ و بمعنی زراعت کنندہ و مزارع و نام ابن ہشام کہ از صنادید عرب بود۔ ظاہر ہے کہ یہ تینوں معنی مرزا قادیانی پر صادق نہیں۔ اگر حارث زمیندار کو کہنا صحیح ہو تو بادشاہ پر بطریق اولی یہ لفظ صادق آئے گا حالانکہ کسی کتاب میں وہ اس کی تصریح نہیں بتا سکتے بہر حال لفظ حارث کے مصداق وہ کسی طرح نہیں بن سکتے۔

مرزا قادیانی نے اس حدیث میں ایک اور تصرف کیا ہے یقال له الحارث حراث علی مقدمة رجل کا مطلب یہ بتایا کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراء النہر سے نکلے گا جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۷ میں فرماتے ہیں:

اب میں وہ حدیث جو ابوداؤد نے اپنی صحیح میں لکھی ہے ناظرین کے سامنے پیش کر کے اس کے مصداق کی طرف ان کو توجہ دلاتا ہوں۔ سو واضح ہو کہ یہ پیش گوئی جو ابوداؤد کی

صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراءالنہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد و نصرت ہر یک مومن پر واجب ہوگی۔ الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا دراصل یہ دونوں پیشگوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے۔،

اب دیکھیئے کہ ان کا یہ قول کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماوراءالنہر سے نکلے گا کسی طرح صحیح ہوگا۔ اگر تفسیر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو حارث مفرد ہے اور حراث جمع ہے مفرد کی تفسیر جمع کے ساتھ صحیح نہیں اور اگر جمع کا لحاظ کیا جائے تو من تبعیضیہ کی ضرورت ہے مگر مضاف الیہ حراث کا جو ماوراءالنہر کو بتا رہے ہیں وہ خود مضاف سے بھی کئی درجے اوپر ہے مضاف الیہ کے تحت میں کیونکر آسکے۔ البتہ اس لحاظ سے کہ مرزا قادیانی کے کئی درجہ اوپر کے جد بزرگوار ماوراءالنہر سے نکلے اور حارث مرزا قادیانی بن رہے ہیں تو یہ توجیہہ بن سکتی ہے مگر کلام یہاں عبارت حدیث میں ہے کہ آیا نحو کی ترکیب بھی اس کو اجازت دیتی ہے یا نہیں۔ سوادنی درجہ کا طالب علم بھی سمجھتا ہے کہ وہ درست نہیں کیونکہ یخرج رجل من وراء النہر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمۃ رجل کے معنی یخرج رجل یقال لہ الحارث ای من حراث ما وراء النہر سمجھنا کسی نحوی کا کام نہیں۔ مرزا قادیانی کی امت تو خوش ہوتی ہوگی کہ مرزا قادیانی نے حدیثوں کے ساتھ نحو کو بھی باطل کر دیا مگر اہل علم کو اس کا صدمہ ہوتا ہے کہ اس دور میں علوم کی تباہی ہو رہی ہے۔

اس کی ضرورت ان کو اس وجہ سے ہوئی کہ حدیث شریف میں حارث کی مدد کرنے کا حکم ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ کسی طرح حارث بن جائیں تو ہر طرف سے مال آنے لگ جائے گا۔ جو لوگ علم سے ناواقف تھے ان کو ترکیب نحوی سے کیا غرض؟ انہوں نے مرزا کے اعتبار پر ایک حارث ہی کیا مہدی مسیح موعود نبی رسول اور خدا کی اولاد کے برابر مان لیا، اور مرزا قادیانی نے فوراً چندوں کی فہرست پیش کر دی۔ چنانچہ اسی تقریر کے ضمن ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۱۰۰، ۱۰۱ میں لکھتے ہیں:

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایک عظیم الشان سلسلہ اس حارث کے سپرد کیا جائے گا جس میں قوم کی امداد کی ضرورت ہوگی جیسا کہ ہم فتح اسلام میں اس سلسلہ کی پانچوں شاخوں کا مفصل ذکر کر آئے ہیں۔ اور نیز اس جگہ بھی یہی اشارہ سمجھا یا گیا ہے کہ وہ حارث بادشاہوں یا امیروں میں سے نہیں ہوگا تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل

ہو سکے اور اس تاکید شدید کرنے سے اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اس حارث کے ظہور کے وقت جو مثیل مسیح ہونے کا دعوی کرے گا لوگ امتحان میں پڑ جائیں گے اور بہتیرے ان میں سے مخالفت پر کھڑے ہوں گے اور مدد دینے سے روکیں گے بلکہ کوشش کریں گے کہ اس کی جماعت متفرق ہو جائے۔ اس لئے آنحضرت ﷺ پہلے سے تاکید کرتے ہیں کہ اے مومنوتم پر اس حارث کی مدد واجب ہے ایسا نہ ہو کہ کسی کے بہکانے سے اس سعادت سے محروم رہ جاؤ۔،

اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ اس حدیث میں سے یہ سب اشارات مرزا قادیانی کے مفید مدعا کس صفائی سے نکالے جا رہے ہیں مرزا قادیانی کا خیال ایک اعتبار سے درست بھی ہے اس لئے کہ جب تک ایسی تدابیر نہ کی جائیں کوئی روپیہ دیتا بھی تو نہیں۔ اور ایسا کون آدمی ہے جس کو روپیہ کی ضرورت نہ ہو خصوصاً زمینداری بلکہ موروثی شاہی خیال والوں کو تو بہت سی ضرورتیں لاحق رہتی ہیں۔

اب اس حدیث پر اور بھی غور کیجئے ابو داؤد کے نسخوں میں یہ عبارت (الحارث الحراث) دوطور پر وارد ہے۔ بعض نسخوں میں حارث بن حراث ہے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ حارث کے باپ کا نام حراث ہوگا اور بعض نسخوں میں حارث حراث علی مقدمۃ رجل ہے یعنی حارث ایسی حالت میں نکلے گا کہ اس کے مقدمۃ الجیش پر ایک شخص ہوگا جس کا نام منصور ہوگا۔ اس نسخہ کی شرح میں محدثین لکھتے ہیں حراث کعلام ای امیر و عامل للحارث یعنی حراث کے معنی کارگزار اور کاسب کے ہیں چنانچہ لسان العرب جلد۳ ص ۱۰۴ میں لکھا ہے:

وفی الحدیث اصدق الاسماء الحارث لان الحارث الکاسب و احترث المال کسبه و الانسا ن لا یخلو من الکسب طبعاً و اختیاراً

امر دوم یعنی حارث کا مقام خروج ما وراء النہر ہونا جو حدیث شریف میں ہے اس کی نسبت مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۱۲۱ میں فرماتے ہیں:

بابر بادشاہ کے وقت میں جو چغتائی سلطنت کا مورث اعلی تھا بزرگ اجداد اس نیازمند الٰہی کے خاص سمرقند سے ایک جماعت کثیر کے ساتھ کسی سبب سے جو بیان نہیں کیا گیا ہجرت اختیار کر کے دہلی میں پہنچے۔۔ انہیں شاہی خاندان سے کچھ ایسا تعلق خاص تھا جس کی وجہ سے وہ اس گورنمنٹ کی نظر میں معزز سرداروں میں شمار کئے گئے تھے تھے چنانچہ

بادشاہ وقت سے پنجاب میں بہت سے دیہات بطور جاگیر کے انہیں ملے اور ایک بڑی زمین داری کے وہ تعلق دار ٹھہرائے گئے۔

بابر بادشاہ کے زمانے کو چارسو برس گذرتے ہیں اس عرصہ میں تخمیناً دس پندرہ پشت مرزا قادیانی کے گذر گئے ہوں گے اور جداعلی جو دہلی تشریف لائے تھے مقصود اس سے سمرقند سے ہجرت کر کے اس غرض سے نکلنا تھا کہ بادشاہ سے کوئی دنیوی نفع حاصل کریں چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جاگیر وغیرہ ملیں۔اب مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ سمرقند سے یعنی ماوراء النہر سے کوئی بھی نکلے مگر حارث تو میں ہی ہوں کیونکہ الہام سے ایسا ہی معلوم ہوا۔

مرزا قادیانی نے اس موقع میں حسن ظن سے بہت کام لیا ورنہ ملہم سے پوچھ لیتے کہ نبی ﷺ نے تو صاف فرمادیا ہے کہ حارث ماوراالنہر سے نکلے گا اور میں تو ماوراء النہر پنجاب سے بھی باہر نہیں نکلا۔ پھر حارث ہونے کا دعوی کیونکر کروں؟ اور اگر اس حدیث کے معنی خلاف واقعہ بیان کردوں تو وہ نبی کریم ﷺ پر افتراء ہوگا جس کے بارے میں سخت وعید وارد ہے کہ:

قال النّبیّ ﷺ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوّأ مقعده من النّار (بخاری۔ باب اثم من کذب علی النبی) یعنی جو بات حضرت نے نہیں کہی وہ حضرت کی طرف منسوب کرنا دوزخ میں ٹھکانا بنالینا ہے۔

اس سوال کے بعد جب ملہم کوئی تشفی بخش جواب نہ دیتا اور یقیناً نہ دے سکتا تو اس پر لاحول پڑھ کر سمجھ جاتے کہ یہ شیطانی الہام ہے جو مخالف حدیث ہے۔ بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو چندوں کی ضرورت ہے اور صبح وشام اسی کا خیال لگا رہتا ہے اس لئے جس طرح مرزا قادیانی نے اپنی ذاتی تحقیق سے قاعدہ قرار دیا ہے شیطان نے موقع پاکر الہام کر دیا اور مرزا کو ضرورت کے لحاظ سے اس کے رد کرنے کا موقع نہ ملا۔

تیسرا امر یعنی حارث کے مقدمۃ الجیش پر منصور نام سردار ہوگا جو حدیث میں مذکور ہے اس کی نسبت ازالہ اوہام حاشیہ صفحہ ۹۶۔۹۹ میں تحریر فرماتے ہیں:

پھر اس کے بعد (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا کہ اس کے لشکر یعنی اس کی جماعت کا سردار وسرگروہ ایک توفیق یافتہ شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور کے نام سے پکارا جائے گا کیونکہ خدا تعالی اس کے خادمانہ ارادوں کا جو اس کے دل میں ہوں گے آپ ناصر ہوگا۔اس جگہ اگرچہ اس منصور کو سپہ سالار کے طور پر بیان کیا ہے مگر اس مقام میں درحقیقت

کوئی ظاہری جنگ وجدل مرادنہیں بلکہ یہ ایک روحانی فوج ہوگی کہ اس حارث کو دی جائے گی جیسا کہ کشفی حالت میں اس عاجز نے دیکھا کہ انسان کی صورت پر دوشخص ایک مکان میں بیٹھے ہیں ایک زمین پر اور ایک چھت کے قریب بیٹھا ہے۔تب میں نے اس شخص کو جوزمین پر تھا مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے، مگر وہ چپ رہا اور اس نے کچھ بھی جواب نہ دیا۔تب میں نے اس دوسرے کی طرف رخ کیا جو چھت کے قریب اور آسمان کی طرف تھا اور اسے میں نے مخاطب کر کے کہا کہ مجھے ایک لاکھ فوج کی ضرورت ہے۔وہ میری اس بات کو سن کر بولا کہ ایک لاکھ نہیں ملے گی مگر پانچ ہزار سپاہی دیا جائے گا۔تب میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر چہ پانچ ہزار تھوڑے آدمی ہیں پر اگر خدا تعالی چاہے تو تھوڑے بہتوں پر فتح پا سکتے ہیں اس وقت میں نے یہ آیت پڑھی کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة با ذن الله ۔پھر وہ منصور مجھے کشف کی حالت میں دکھایا گیا اور کہا گیا کہ، خوشحال ہے خوشحال ہے، مگر خدا تعالی کی کسی حکمت خفیہ نے میری نظر کو اس کے پہچاننے سے قاصر رکھا لیکن میں امید رکھتا ہوں کہ کسی دوسرے وقت دکھایا جائے۔،

حدیث شریف میں (على مقدّ مة رجل يقال له منصور) مذکور ہے اور لغت میں مقدمہ فوج کے اس حصہ کو کہتے ہیں جو تمام لشکر کے آگے رہتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ حارث معمولی آدمی نہ ہوگا بلکہ لشکر جرار لے کر امام مہدی کی مدد کو نکلے گا اور ایک منصور نامی سردار اس کے مقدمۃ الجیش پر ہوگا اور دوسری روایت میں جو اسی کی تائید میں ہے صراحۃً یہ بھی مذکور ہے کہ اس فوج کے نشان سیاہ ہوں گے جس کا حال ابھی معلوم ہوا۔مرزا قادیانی سب کی نفی کر کے فرماتے ہیں کہ وہ ایک معمولی پنجابی آدمی ہوگا جس کے ساتھ نہ فوج ہے، نہ حشم۔البتہ اس کے مریدوں میں ایک شخص ہوگا جس کو آسمان پر منصور پکارا جائے گا۔

مرزا قادیانی کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ اس حدیث سے اشارۃً سمجھا گیا کہ وہ حارث بادشاہ یا امیروں میں سے نہیں ہوگا، تا ایسے مصارف کا اپنی ذات سے متحمل ہو سکے غالباً اشارہ اسی سے نکالا ہوگا کہ حارث کی نصرت کا حکم ہے، انہوں نے نصرت کو چندہ میں منحصر کر دیا، حالانکہ چندہ دینے کا نام نصرت نہیں۔حق تعالی فرماتا ہے و لقد نصر کم اللّٰہ فی موا طن کثیرة (توبہ: ۲۵) کیا مرزا قادیانی اس آیت کی تفسیر میں بھی یہ فرمائیں گے کہ خدا تعالی نے چندہ دیا تھا۔مرزا

قادیانی لفظ (و جب نصره) سے یہ اشارہ نکالتے ہیں کہ وہ بادشاہ اور امیر نہ ہوگا اور جو صراحۃً لشکر وآیات وغیرہ مذکور ہے اس سے انکار ہے۔تو مرت، کے زمانے کے مسلمانوں کو آفرین کہنا چاہیے کہ باوجودیکہ انہیں حدیثوں پر استدلال کر کے اپنی مہدویت کے ثبوت پر ایک لشکر جرار پیش کرتا ہوگا مگر جو خالص ایماندار تھے وہ نور ایمان سے اس کی کاروائیوں پر نظر کر کے اس کے دام میں نہ آئے، برخلاف اس کے ہمارے زمانے کے مسلمان دیکھ رہے ہیں کہ ایک بھی علامت نہیں پائی جاتی مگر مرزا قادیانی کی تصنیفات وتالیفات پر ایمان لا کر انہی کا کلمہ پڑھ رہے ہیں اور جو لوگ ان کو مکاید پر مطلع کرتے ہیں انہی کو دشمن سمجھتے ہیں۔

یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ مرزا قادیانی کا لشکر تو روحانی ہے، نہ جسمانی فوج ہے نہ جنگ وجدل، پھر چندوں کی کیا ضرورت۔ ایسے لطیف لشکر کی نصرت کثیف چیز سے طلب کرنا اور مال جس کا فتنہ ہونا مسلّم ہے اس کے لئے ہاتھ پھیلانا کس قدر نامناسب اور بدنما ہے۔ ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۶ میں خود فرماتے ہیں:

مسیح دنیا میں آ کر مال کو اس قدر تقسیم کرے گا کہ لوگ لیتے لیتے تھک جائیں گے۔ یہ نہیں کہ مسیح درم ودینار کو جو بمصداق آیت انّما اموالکم و اولادکم فتنة ہے جمع کرے گا اور دانستہ ہر یک کو مال کثیر دے کر فتنے میں ڈالے گا۔

مرزا قادیانی کا حزم واحتیاط بھی قابل دید ہے کہ مال میں دو جہتیں ہیں محمود ومذموم جب دینے کی کوئی روایت آ جاتی ہے کہ عیسی بہت مال دیں گے تو مال نہایت مذموم اور فتنہ ہو جاتا ہے کہ اگر دیا جائے تو لوگ فتنے میں پڑیں گے اور لینے کا موقع ہاتھ آتا ہے تو نہایت محمود اور اس قابل ہو جاتا ہے کہ اس کیلئے دست سوال دراز کیا جائے اور اس کے دینے کی حدیثوں میں فرماتے ہیں کہ ان سے مراد باتیں کرنا ہے اور لینے کے وقت وہی خاص جسم قرار دیا جاتا ہے جس میں استعارہ اور کنایہ کو دخل نہیں۔

امر چہارم یعنی حارث کی غرض آل محمد ﷺ کی تائید ہوگی۔ اس کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں:

حارث ایسے وقت میں ظاہر ہوگا کہ جس وقت میں آل محمد یعنی اتقیاء مسلمین جو سادات قوم وشرفائے ملت ہیں کسی حامی دین اور مبارز میدان کے محتاج ہوں گے۔ آل محمد کے لفظ میں ایک افضل اور طیب جزو کو ذکر کر کے کل افراد جو پاکیزگی اور طہارت میں

اس جزو سے مناسبت رکھتے ہیں اسی کے اندر داخل کئے گئے ہیں جیسا کہ یہ عام طریقہ متکلمین ہے کہ بعض اوقات ایک جزو کو ذکر کر کے کل اس سے مراد لیتے ہیں۔

ابھی معلوم ہوا کہ آل محمد ﷺ سے مراد امام مہدی ہیں، جیسا کہ دوسری حدیث سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی نے اس روایت سے اغماض کر کے صرف آل محمد ﷺ والی حدیث کو لے لیا اور اس میں یہ تصرف کیا کہ اس سے مراد تمام مسلمان ہیں جن کی تائید کے لئے وہ خراسان یعنی سمرقند سے نکلے ہیں اور تائید یہ کی کہ تمام روئے زمین کے مسلمانوں کو بلکہ صحابہ سے لے کر آج تک کے مسلمانوں کو مشرک بنا دیا جس کا حال مذکور ہوا۔

یہ بات اہل علم جانتے ہیں کہ مجازی معنی وہیں لئے جاتے ہیں جہاں حقیقی معنی نہ بنیں، اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اس پیش گوئی کے حقیقی معنی چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ اگر آنحضرت ﷺ یہ فرماتے کہ فلاں سن میں یہ واقعہ ہوگا پھر اگر وہ نہ قریب الختم ہوتا تو اس وقت اس حدیث کی تصحیح کے لئے مجازی معنی لے سکتے تھے، امام مہدی حارث اور عیسیٰ اور دجال وغیرہ کا نکلنا تو قیامت کی علامات کبریٰ سے ہیں جن کے متصل قیامت ہوگی اور پھر یہ علم کسی کو نہیں دیا گیا کہ قیامت کس سنہ میں ہوگی یہاں تک کہ کفار آنحضرت ﷺ سے اکثر پوچھا کرتے کہ قیامت کب ہوگی۔ حق تعالیٰ نے فرما دیا کہ ان سے صاف کہہ دو کہ اس کا علم خدا ہی کو ہے، جب چاہے گا قائم کر دے گا۔ چنانچہ ارشاد ہے :

یسئلونک عن السّاعة ایّان مرسها قل انّما علمها عند ربّی لا یجلّیها لو قتها الّا هو (اعراف:۱۸۷)

اور ابھی معلوم ہوا کہ عیسیٰؑ نے بھی آنحضرت ﷺ سے شب معراج کہا تھا کہ قیامت کب ہوگی یہ تو سوائے خدا کے کسی کو معلوم نہیں، البتہ دجال کا قتل میرے ذمہ ہے جو وقت پر عمل میں آجائے گا۔ جب قیامت کا علم کسی کو نہیں جس سے یہ معلوم ہو کہ اس زمانہ میں اگر ان احادیث کے معنی مجازی نہ لئے جائیں تو وقت منقضی ہو جائے گا اور وہ حدیثیں نعوذ باللہ جھوٹی ثابت ہوں گی تو پھر کیا ضرورت ہے کہ حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں۔ اگر مجازی معنی ہر موقع میں لینے کی اجازت شرعاً اور لغۃً ہو جائے تو ہر شخص قرآن و حدیث میں خود غرضی سے مجازی معنی لے کر اپنا مطلب نکالے گا، اور جتنے مفتری اور کذاب ہیں اپنا اپنا دین علیحدہ بنا لیں گے، جس طرح مرزا بنا رہے ہیں کہ عیسیٰ مجازی، دجال مجازی، قتل مجازی، مہدی مہدی، آل محمد مجازی، حارث مجازی، منصور مجازی، جنگ وغیرہ سب مجازی، جس کا مطلب ظاہر ہے کہ یہ کل کارخانہ جو جمایا گیا ہے محض بے

اصل بے حقیقت ہے۔

امر پنجم و ششم: یعنی امام مہدی کا اس لشکر میں ہونا اور ان کی مدد کی ضرورت اس مقام میں ان کو صرف حارث بننا منظور تھا ان حدیثوں سے اگر اپنی مہدویت ثابت کرتے تو کوئی دوسرا شخص حارث بن کر چندوں کا مستحق ہوتا۔ چونکہ اس حدیث سے چندوں کی کاروائی کو تقویت پہنچتی ہے اس لئے اس حدیث میں بڑا ہی زور لگایا اور چار جزو تک اس میں خامہ فرسائی کی، مگر یہ ثابت نہ کر سکے کہ حارث قادیان سے نکلے گا۔ اگر مرزا چاہتے تو چند روز میں اپنے خاص خاص مریدوں کے ساتھ ماوراء النہر تک جا کر چلے آتے، جس سے ماوراء النہر یا خراسان سے نکلنا صادق آجاتا، اور کسی کو یہ کہنے کی گنجائش نہ ملتی کہ مرزا قادیانی ماوراء النہر سے نہیں نکلے۔ مگر وہ ان سے نہ ہو سکا اور کیونکر ہو سکتا وہ تو مخبر صادق کا کلام ہے جو سوائے اپنے مصداق کے کسی دوسرے پر صادق آ ہی نہیں سکتا۔ باطن میں فی الحقیقت یہی وجہ تھی مگر ظاہراً افغانستان کا خوف سد راہ ہوگا۔ جب یہود سے کہا گیا کہ اگر تم سچے ہو موت کی تمنا کرو جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے فتمنّوا الموت ان کنتم صادقین (بقرہ:۹۴) مگر خدا جانے ان پر کس قسم کا خوف طاری ہو گیا تھا کہ ان کے منہ سے کوئی تمنا کا کلمہ نکل ہی نہ سکا۔ آخر ان کا جھوٹا ہونا خود ان کے طرز عمل سے مسلّم ہو گیا۔

تصرفات قادیانی

یہ چند علامتیں عیسیٰؑ کے زمانہ کی ہیں اگرچہ اور بہت سی علامات احادیث سے ثابت ہیں مگر طالبین حق کے لئے یہ چالیس علامتیں بھی کم نہیں۔.. آپ نے دیکھ لیا ان علامتوں سے ایک بھی مرزا قادیانی پر صادق نہیں آتی۔ اب وہ اس فکر میں ہوئے کہ کس طرح ان علامات کو اپنے پر چسپاں کر لیں ورنہ عیسویت سے دست بردار ہونا پڑتا ہے۔ اس لئے اقسام کی تدبیریں کیں مثلاً ناموں میں تحریف کر دی، اپنا نام عیسی مہدی حارث وغیرہ رکھ لیا، اور قادیان کو دمشق اور پادریوں اور ابن صیاد کو دجال اور نصاریٰ کو یاجوج و ماجوج قرار دیا۔ اور کہیں معنوں میں تحریف کی، مثلاً قتل دجال اور کسر صلیب سے مراد ردّ مذہب اور معمولی سوال و جواب، اور بے حساب مال تقسیم کرنے سے مراد علمی باتیں بیان کرنا، اور کسی حدیث کی نسبت کہہ دیا کہ وہ حضرت کا خواب تعبیر طلب تھا، اس کے وہ معنی نہیں جو ظاہر میں سمجھے جاتے ہیں، اور کبھی عقل سے حدیث کو رد کر دیا جیسا کہ لکھا ہے کہ کیا عیسی مہدی اور ہدایت یافتہ نہیں؟ پھر مہدی کی کیا ضرورت؟ اور جہاں کچھ نہ بنا تو کہہ دیا کہ وہ بھی محض

ایک استعارہ ہے، جیسا کہ دجال کے شام وعراق کے درمیان سے نکلنے کے باب میں لکھا ہے، اور سردار لشکر کا نام جو حدیث میں منصور مذکور ہے، کہا کہ خدا کے نزدیک اس کا نام منصور ہوگا۔ بلکہ کہیں تو صاف کہہ دیتے ہیں کہ وہ حدیث ہی غلط ہے جیسا کہ نواسؓ کی حدیث کی نسبت معلوم ہوا، بلکہ خود نبی ﷺ ہی کی طرف غلطی کی نسبت کردی، اور کہیں اغماض ہی کر گئے مثلاً حدیث شریف میں مذکور ہے کہ عیسی کے زمانے میں کل اسلام ہی اسلام ہو جائے گا اور درندے اور گزندے کسی کو ضرر نہ پہنچا سکیں گے، وہاں کہہ تو دیا کہ شیر اور بکری کو ایک جگہ بٹھائے گا مگر اس میں کچھ گفتگو نہ کی کہ عیسی ہیں تو ان پیش گوئیوں کا وقوع کیوں نہ ہوا؟ غرض اس قسم کی بدنما تدبیریں کیں کہ کوئی سمجھدار آدمی اس کو رضا مندی کی نگاہ سے دیکھ نہیں سکتا۔ افسوس ہے ایک زمانہ وہ تھا جس میں العاقل یکفیه الاشارہ کے مصداق بکثرت موجود تھے اور اب وہ زمانہ آ گیا ہے کہ اشارہ تو درکنار سخن سازیاں بآواز بلند کہتی ہیں کہ کل تصنع ہی تصنع ہے مگر کسی کو جنبش نہیں ہوتی کہ مرزا قادیانی کیا کر رہے ہیں۔ معتقدین اتنا تو خیال کر لیتے کہ جب آنحضرت ﷺ کے کشف میں غلطی ٹھہری تو اس کی تصدیق کیوں کی جائے کہ ایک نقلی عیسی پنجابی شخص ہونا ضروری ہے آخر وہ بھی کشفی بات ہے اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔ اور کشف جب تعبیر طلب ہو تو کسی شخص کے مثیل مسیح ہونے کی کیا ضرورت؟ ممکن ہے کہ اس کی تعبیر یہ ہو کہ ایک زمانہ ایسا آئے گا جس میں امت مرحومہ من جانب اللہ راہ راست پر آ جائے گی کیونکہ عیسی کلمہ اللہ ہیں اور اللہ تعالی کلمہ کن سے سب کچھ کرتا ہے چنانچہ ارشاد ہے ولو شئنا لآتینا کل نفس هدها ولکن حق القول منّی لا ملئنّ جهنّم من الجنّة و النّاس اجمعین (الم سجدة : ۱۳) اس تعبیر میں جیسے عیسیٰؑ کی ضرورت نہیں ویسا ہی مثیل عیسی کی بھی ضرورت نہیں۔

اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹ میں انہوں نے قاعدہ بیان کیا ہے کہ لکلّ دجال عیسی تو جس طرح پادریوں کی قوم دجال بتائی گئی ہے اس طرح ان کے ردّ کرنے والی قوم عیسی ہوگی اور اگر وہاں افراد قوم دجال ہیں تو ادھر بھی افراد قوم عیسی ہوں گے۔ اس کا کیا ثبوت کہ ادھر تو دجال قوم ہو اور ادھر ایک ہی شخص ہو۔ الحاصل بیسیوں قرینے شاہد حال ہیں کہ نہ ان کو حدیث سے کام ہے، نہ قرآن سے مطلب، صرف اپنی عیسویت مقصود بالذات ہے، جس سے بوضاحت ثابت ہے کہ جتنے الہام انہوں نے اپنی عیسویت وغیرہ سے متعلق لکھے ہیں وہ سب دل سے بنائے ہوئے ہیں۔ کیونکہ جب آیات و احادیث میں تصرفات کر کے ایسے معنی بیان کرتے ہیں جن کا احتمال بھی نہیں اور اس کی

کچھ پرواہ نہیں کرتے کہ دیکھنے والے کیا کہیں گے تو الہام بنالینا کون سی بڑی بات ہے۔ اس پر تو دوسرا کوئی مطلع ہی نہیں ہوسکتا۔ آخر قرآن وحدیث کے خلاف مراد معنی بیان کرنا بھی تو افتراء ہی ہے ۔جس نے حرّمت علیکم المیتۃ کے یہ معنی لئے تھے کہ میتہ کسی بزرگ کا نام ہے جس کی تعظیم کی گئی تھی، اس کو مردار سے کوئی تعلق نہیں، کیا یہ افتراء علی اللہ نہیں۔ مرزا قادیانی بھی تو اسی قسم کی تصرفات کررہے ہیں پھر ان کے افتراء کرنے میں کیا تامل؟ اور جب یہ افتراء انہوں نے جائز رکھا تو الہام بنالینے میں کون مانع ہے؟ پھر جو دلائل انہوں نے اپنی عیسویت پر پیش کئے ان میں سے ایک بھی ایسی نہیں جو قابل توجہ ہو جس کا حال اوپر معلوم ہوا۔ اس سے یقیناً ثابت ہوا کہ عیسیٰ کی وفات پر انہوں نے اسی وجہ سے زور دیا ہے کہ ان کی حیات میں خدشے پیدا کر کے خود مسیح موعود بن جائیں۔ کیونکہ جب تک ان کی موت ثابت نہ ہو وہ مسیح موعود نہیں ہوسکتے۔ مشاہدہ سے ثابت ہے کہ کیسی ہی یقینی بات ہو جب آدمی اس میں خدشے ڈالنے کے درپئے ہوتا ہے تو سخن سازیوں سے دل پر کچھ نہ کچھ اثر ہو ہی جاتا ہے.. کسی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے کوئی واقعہ بیان کیا جو ظاہراً غیر مربوط سا تھا اس پر ایک شاعر نے ہنس کر یہ شعر پڑھا

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایھا السّاقی ادر کاساً و ناولھا

مولوی صاحب نے بگڑ کر کہا، کیسا غلط پڑھتے ہو، اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک مصرعہ چھوٹا اور ایک بڑا ہے۔ اس پر شاعری کا دعویٰ۔

شاعر نے کہا: حضرت مجھے تو ایسا ہی یاد ہے، صحیح آپ ارشاد فرمائیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا: خیر ہم ہی صحیح بتائے دیتے ہیں

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا۔ الا یا ایھا الساقی ادر کا

شاعر نے پوچھا: ادر کا چہ معنی دارد

مولوی صاحب نے فرمایا: عربی پڑھیں تو معلوم ہو کہ ادر ،امر کا صیغہ ہے اور کاف خطاب کا، جو اشباع کی وجہ سے ادرکا پڑھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے ساقی پیالہ کے دور کرانے میں کیا لگا ہے، اپنے کو پھیر اور ادھر متوجہ کر

شاعر نے کہا: دیوان حافظ میں تو اس مصرعہ میں یہ ہے ادر کاساً و ناولھا

مولوی صاحب نے کہا: سبحان اللہ، ترجمہ کا بھی آپ کو خوب سلیقہ ہے۔ کیا سعدی کے معنی حافظ اور

زلیخا کے معنی دیوان ہیں، جو دیوان حافظ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ شاعر تو یہ خبر دے رہا کہ سعدی نے زلیخا میں یہ مصرعہ لکھا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ دیوان حافظ میں ایسا نہیں ہے، نہ ہوا کرے۔

شاعر نے پوچھا: کیا سعدی نے زلیخا بھی لکھی ہے؟

مولوی صاحب نے جواب دیا: کیا سعدی کو زلیخا لکھنا منع ہے؟

شاعر نے پوچھا: اگر لکھی ہے تو وہ زلیخا کہاں ہے؟

مولوی صاحب نے فرمایا: کیا ساری دنیا کی کتابیں آپ کے شہر میں موجود ہیں؟ یا آپ نے سب کا مطالعہ کرلیا ہے اور صرف وہی باقی رہ گئی ہے۔

شاعر نے کہا: حضرت آپ خیال نہیں کرتے کہ یہ شعر کس موقع میں پڑھا جاتا ہے۔ جب کوئی بے ربط بات کہی جائے تو مضحکہ کے طور پر پڑھتے ہیں جس سے یہ بتلایا جاتا ہے کہ وہ بات ایسی ہے جیسے اس شعر کا مضمون۔

مولوی صاحب نے فرمایا: یہ آپ کا خیال ہے، مضحکہ سے کیا تعلق؟ جب کوئی دلچسپ بات سنتے ہیں تو بے اختیار ہنس کر اس کی داد دیتے ہیں کہ ادھر متوجہ ہو کر پھر فرمایئے۔ جناب اتنا تو خیال فرمالیجئے کہ یہ شعر حد تواتر کو پہنچ گیا گیا۔ ہزاروں ذی علم اس کو پڑھتے ہیں اور یہ خبر دیتے ہیں کہ یہ مصرعہ سعدی نے اپنی زلیخا میں لکھا ہے۔ کیا وہ سب جھوٹے ہیں۔ کیا ان میں سے کسی نے بھی سعدی کی زلیخا کو نہ دیکھا ہوگا۔ آپ کی عقل پر افسوس ہے۔

الغرض شاعر صاحب سے کچھ بن نہ پڑی، اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور آخر یہی کہنا پڑا کہ شائد ایسا ہی ہوگا....

موت وحیات مسیح

مرزا قادیانی اور ان کے امتی ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنی پوری ذکاوتیں مسئلہ وفات مسیح میں صرف کر رہے ہیں جس سے جاہلوں کے اعتقاد متزلزل ہو گئے اور یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ مرزا قادیانی جب منصب عیسویت اپنے لئے تجویز کر رہے ہیں اور اس کا مدار انہیں خدشات پر ہے تو ان کی غرض اس سے متعلق ہوئی اور خودغرضی کی کاروائی عقلاً قابل التفات ہوسکتی ہے یا نہیں۔ پھر جب ان کا مقصود یعنی ان کی عیسویت کسی دلیل سے ثابت نہ ہوسکی تو عیسیٰؑ کی موت وحیات میں گفتگو سے کیا فائدہ۔ ان کو ضرور ہے کہ اپنی عیسویت بدلائل ثابت کریں اور جب وہ بدلائل ثابت ہو جائے تو عیسی

کی موت خود بضرورثابت ہوجائے گی کیونکہ مسیح موعودتو ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی موت ثابت ہونے سے مرزا قادیانی کی عیسویت ثابت ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ ضرور نہیں کہ عیسیٰؑ کے مرتے ہی مرزا قادیانی ہی عیسی بن جائیں۔ آخر مرزا بھی اس کے قائل نہیں کہ عیسی کی وفات ۱۳۰۰ھ میں ہوئی اور وہ ان کے جانشین ہوئے اور یہ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہوسکتی کہ ایک عیسی کے مرنے کے بعد دوسرے عیسی کے نکلنے میں اس قدر مدت مقرر ہے۔

الحاصل مرزا قادیانی مدعی عیسویت ہیں، اپنا دعوی مع شرائط ولوازم ثابت کرنا ان کے ذمہ ہے،ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ ہمارے دین میں طے شدہ اجماعی مسئلہ حیات مسیح کو ازسرنو ثابت کریں البتہ بحسب قواعد مناظرہ ہمارا کام ہوگا کہ مدعی کے دلائل میں غور کر کے بحسب موقع و ضرورت جرح کریں۔

مرزا قادیانی کو عیسی کی موت ثابت کرنے اور آپ کے مسیح موعود ہونے میں بڑے بڑے معرکے پیش آئے۔ پہلے یہ ثابت کرنا انہوں نے ضروری سمجھا کہ کوئی شخص زندہ آسمان پر جا ہی نہیں سکتا۔ اس میں یہ دقت پیش آئی کہ قرآن و احادیث صحیحہ سے نبی کریم ﷺ کا معراج ثابت ہے ۔ اگر قرآن وحدیث کی رعایت کرتے ہیں تو اپنی بات بگڑتی ہے اور اگر بات کی رعایت کرتے ہیں تو ان آیات و احادیث سے ایمان رخصت ہوجاتا ہے آخر بحکم حبّک الشیء یعمی و یصمّ طبیعت نے یہی حکم کیا کہ بات بگڑنے نہ پائے ،چنانچہ معراج جسمانی کا انکار ہی کردیا،اور اس بات کے قائل ہوگئے کہ حضرت ﷺ شب معراج مکہ سے باہر نہیں گئے بستر ہی پر بیت المقدس وغیرہ کا کشف ہوگیا اور سبحان الّذی اسری بعبدہ وغیرہ آیات کو تاویل کر کے ٹال دیا۔ اس کے بعد خیال آیا کہ شائد کوئی یہ کہدے کہ حضرت عیسیٰؑ تو مر گئے مگر ممکن ہے کہ قیامت کے قریب زندہ ہوکر آجائیں۔ اس کی پیش بندی یوں کی کہ کوئی شخص مرنے کے بعد اس عالم میں زندہ ہو ہی نہیں سکتا اور قرآن شریف میں جو ہزارہا مردوں کا زندہ ہونا مذکور ہے اس کا عقل سے ایسا مقابلہ کیا کہ انہی کا کام تھا۔ کسی واقعہ میں کہا کہ مسمریزم سے صرف حرکت ہوگئی تھی اور کبھی معنی بدل دیئے مثلاً فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام میں کہا کہ اس سے موت مراد نہیں بلکہ نیند ہے کہ سو برس تک سوتے رہے۔ اس کے بعد سوچا کہ ایسی تدبیر کی جائے کہ عیسیٰؑ قیامت میں بھی زمین پر نہ آئیں گے اس لئے حشر اجساد ہی سے انکار کردیا۔ اس دلیل سے کہ مرنے کے بعد قبر میں ایک سوراخ ہوجاتا ہے جس کی راہ سے جنتی آدمی جنت میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نکل ہی نہیں سکتا۔ اب صدہا آیات و احادیث جو حشر

اجساد اور قبر سے مردے نکلنے کے باب میں وارد ہیں وہ سب اپنی اپنی جگہ رکھی رہیں اور سب پر ایمان بھی ہے مگر ان کے معنی سے کوئی تعلق نہیں، اور ان کا وہ قول بھی صحیح ہوگیا کہ قرآن کے ایک نقطہ کی کمی وزیادتی نہیں ہوسکتی کیونکہ مسلمانوں کو بتلانے کے لئے الفاظ پر پورا پورا ایمان ہے، جو کچھ تصرف اور حکومت ہے، سو معنی پر ہے۔ الغرض ان مقامات میں اور ان کے سوا جو آیات واحادیث ان کو مقصود کے مخالف نظر آئیں سب کے معنی میں تحریف کر ڈالی اور جن آیات واحادیث کو دیکھا کہ تغیر معنی سے اپنا مطلب نکل سکتا ہے ان میں نئے معنی پیدا کر کے استدلال میں پیش کر دیا۔

یوں تو مرزا قادیانی کی طبیعت خود جدت پسند اور موجد مضامین تازہ ہے مگر ظاہراً تقدم کی وجہ سے سرسید احمد خان کو مقتداء ہونے کا فخر حاصل ہے کیونکہ انہوں نے ایسے طریقہ بتا دیئے کہ کہنے کو قرآن پر ایمان بھی مسلّم رہے اور اپنی مطلب براری میں قرآن خلل انداز بھی نہ ہو۔ مثلاً انہوں نے دیکھا کہ جب تک گورنمنٹ کے ہم خیال نہ ہوں مقصود حاصل نہیں ہوسکتا۔ اسلئے قرآن کو حکمت جدیدہ کے تابع کر دیا اور جتنی آیتوں سے آسمانوں کا وجود ثابت ہوتا ہے سب میں تاویلیں کر کے آسمانوں کی جگہ موہوم دوائر قائم کر دیئے اور جنت دوزخ کے باب میں جتنی آیات وارد ہیں سب کو عالم خیال میں پہنچا دیا۔ قرآن میں فرشتوں کا ذکر بہت جگہ ہے، اس کی تصدیق یوں کی کہ آدمی وغیرہ میں جو قوتیں ہیں وہی ملائکہ ہیں، مگر یہ ممکن نہیں کہ آسمان پر بھی کوئی فرشتہ ہو۔ بہر حال خان صاحب اور مرزا قادیانی الفاظ قرآن کی حد تک مسلمانوں کے ساتھ ہیں اور جہاں معنی کا موقع آیا علیحدہ ہو جاتے ہیں، اور اس وقت سوائے اپنی خواہش کے مسلمان تو کیا اگر نبی ﷺ بھی فرمائیں تو نہیں سنتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں صاحبوں کے نزدیک احادیث ساقط الاعتبار ہیں۔ البتہ وہ حدیثیں تو استدلال میں پیش کرتے ہیں جن کو اپنے مفید مدعا سمجھتے ہیں مگر یہ بات یاد رہے کہ ان حضرات نے جو ایمان کا طریقہ نکالا ہے وہ شرعاً ایمان نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کہ جو قرآن میں نازل ہوا ہے اس سے یہ مقصود نہیں کہ فقط الفاظ ہی پر ایمان لایا جائے۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص عمر بھر لا الہ الا اللّٰہ پڑھا کرے اور اس کے معنی یعنی توحید کا قائل نہ ہو، تو وہ شرعاً ہرگز مسلمان نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر معنی میں تعمیم کر دی جائے تو حسب مرضی جو جی چاہے سمجھ لینا کافی ہے، تو اس قسم کی تاویلوں میں تعجب نہیں کہ کفار کے اعتقاد بھی داخل ہو جائیں۔ منصور نے حرّمت علیکم المیتۃ والدّم ولحم الخنزیر (مائدہ:۳) میں تاویل کر کے مردار خنزیر کو حلال کر دیا تھا حالانکہ اس آیت کو وہ کلام الٰہی کہتا تھا۔ کیا اس قسم کے ایمان سے سمجھا جا سکتا ہے کہ اس کو اس آیت پر ایمان تھا

اب ہم خیر خواہانہ اہل اسلام سے عرض کرتے ہیں کہ ایمان بڑی نعمت عظمی ہے آخرت کی نجات اور راحت ابدی کا مدار اسی پر ہے، اس کی حفاظت اور احتیاط کی بڑی ضرورت ہے ہر کس و ناکس کو اپنے ایمان پر تصرف دینا نہایت خلاف عقل ہے۔ مولانا روم فرماتے ہیں:

اے بسا ابلیس آدم روئے است
پس بہر دستے نباید داد دست

معراج کی بحث

معراج کا مسئلہ اسلام میں ایک عظیم الشان ہے جس سے امتیوں کو کمال درجہ کا افتخار حاصل ہے کہ سوائے ہمارے نبی ﷺ کے کسی نبی کو یہ فضیلت حاصل نہیں ہوئی مگر مرزا قادیانی خود غرضی سے اس میں کلام کرتے ہیں کہ اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰؑ کا آسمان پر زندہ جانا ثابت ہو جاتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں وہ اس کی تصریح نہیں کرتے مگر قرائن و دلائل واضحہ اس کی خبر دے رہے ہیں۔ بہر حال ازالہ اوہام صفحہ ۴۷ میں لکھتے ہیں:

یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ اعلی درجہ کا کشف تھا۔ اس کثیف بیداری سے یہ حالت زیادہ اصفی و اجلی ہوتی ہے اور اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے۔

مرزا قادیانی کے کشف و تجربہ کا کیا کہنا، اسی کتاب میں آپ کے کشفوں کا حال بخوبی معلوم ہو گیا ہے اگر ناظرین ملاحظہ فرمالیں تو مرزا قادیانی کی اس تقریر کا لطف دوبالا ہو جائے گا۔ قرینہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعوی ان کا غالباً پیشتر کا ہوگا، ورنہ انہوں نے تو اپنے باب میں قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ خود بدولت مردود ہیں ملعون ہیں بے دین ہیں خائن ہیں۔ اس فیصلہ کو خدا تعالی نے بھی منظور فرما لیا ہے جس کا حال معلوم ہوا، اس کے بعد وہ کسی عامی مسلمان کی بھی مساوات کا دعوی نہیں کر سکتے چہ جائے کہ سید المرسلین ﷺ کی ہم سری۔ اگرچہ مسئلہ معراج نہایت وسیع اور طویل الذیل ہے جسکی گنجائش اس مختصر میں دشوار ہے مگر ما لا یدرك کله لا یترك کله کے لحاظ سے تھوڑی سی بحث اس میں بھی کی جاتی ہے انشاء اللہ بشرط انصاف اہل ایمان پر منکشف ہو جائے گا کہ اہل سنت کا مذہب اس مسئلہ میں کیسا قوی ہے۔..

اس میں شک نہیں کہ کئی امور اس مسئلہ میں ایسے ہیں کہ معمولی عقل پر ان کا تسلیم کرنا

شاق ہوتا ہے مثلاً سینہ مبارک آنحضرت ﷺ کا شب معراج شق کیا جانا، اور حکمت وایمان سے اس کو بھرنا، پھر بسواری براق بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر جانا، اور سب معاملات ایک ہی شب میں طے ہو جانا وغیرہ امور ایسے ہیں کہ ان کی نظیر مل نہیں سکتی، اور خلاف عادت ہونے کی وجہ سے عقل کے خلاف ہیں۔ غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ اس عالم میں بہت سے بلکہ تقریباً کل کام ایسے ہیں کہ ان کا ادراک عقل سے ممکن نہیں، مگر عادت کی وجہ سے ان میں غور وتدبر کی نوبت آتی ہے نہ خلاف عقل معلوم ہوتے ہیں۔ ..تاہم جو معمولی امور ہیں ان کے بھی ادراک میں حکماء کی عقلیں حیران ہیں اور جن چیزوں کو ہم بدیہی سمجھتے ہیں ان کی حقیقتیں ایسی نظری ہیں کہ ان کا ادراک اب تک نہیں ہوسکا، پھر جیسے وہ عادت کی وجہ سے مطابق عقل معلوم ہوتے ہیں اسی طرح اگر بالفرض آسمانوں پر آنا جانا بھی عادی ہوتا تو ان میں بھی عقل کو استبعاد کا موقع نہ ملتا۔ یہاں بطور مثال ایک نور ہی کو دیکھ لیجئے کہ وہ کسقدر ظاہر بلکہ مظہر ہے، اور ہمیشہ دیکھنے کی وجہ سے ہر شخص اس کو بدیہی سمجھتا ہے مگر اس کی حقیقت ایسی نظری ہے کہ تمام حکماء اس کے ادراک میں حیران ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی اس کو جوہر بلکہ جسم کہتا ہے اور کوئی عرض، حالانکہ جوہر وعرض میں جس قدر فرق اور تباین ہے ظاہر ہے۔ ایسی روشن چیز میں جب یہ اندھیر ہو تو اور چیزوں کا کیا حال ہوگا۔ اگر ایسے شخص سے جس نے نور کبھی نہ دیکھا ہو یعنی مادر زاد نابینا سے اس کا حال بیان کیا جائے تو یہی کہے گا کہ ایسی چیز کا وجود محال ہے۔ اہل حکمت جدیدہ نے نور کو جوہر بلکہ جسم مان لیا ہے اور کمال تحقیق سے تصریح کرتے ہیں کہ وہ ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل کی مسافت طے کرتا ہے.. دیکھئے کہ کیسے بڑے اجسام (زمین چاند وغیرہ) کی حرکت ایک ساعت میں لاکھوں بلکہ کروڑوں میل تسلیم کر لی جاتی ہے اس وجہ سے کہ وہ حکماء کا قول ہے اور معراج کی خبر خود خدا دیتا ہے اس میں اقسام کے احتمالات پیدا کر کے تاویلیں کی جاتی ہیں کہ جسم کثیف اس قلیل مدت میں اتنی مسافت کیونکر طے کرسکتا ہے اس لئے برائے نام اس پر ایمان لانے کی یہ تدبیر نکالی کہ وہ ایک کشفی واقعہ ہے۔ اب اگر کوئی ایمان دار جس کو خدا کی قدرت پر پورا ایمان ہو اور یقین سمجھتا ہو کہ حق تعالیٰ صرف کن سے جو چاہتا ہے کرسکتا ہے یہ اعتقاد رکھے کہ وہ قادر مطلق جو بعض کثیف اجسام کو ایک منٹ میں ایک کروڑ بیس لاکھ میل چلا جاتا ہے اپنے حبیب ﷺ جن کا جسم مبارک ہماری جان سے بھی لطیف تر تھا ان کو تھوڑے عرصہ میں آسمانوں کی سیر کرالائے تو کونسی بڑی بات ہوگئی۔

کیا ان مسلمانوں کے نزدیک خدا کی اور اپنے نبی کی بات کی اتنی بھی وقعت نہ ہونی

چاہیے جو اہل یورپ کی بات کی آج کل ہورہی ہے۔ مقتضائے ایمان تو یہ تھا کہ اگر کوئی ضعیف حدیث بھی اس باب میں وارد ہوتی تو اس خیال سے مان لی جاتی کہ آخر حدیث تو ہے، کسی کی بنائی ہوئی بات نہیں۔ چہ جائے کہ قرآن کی آیتوں اور صحیح حدیثوں سے ثابت ہے مگر ہر کسی کو یہ گراں بہا دولت ایمانی کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔ ہزار ہا معجزے دیکھنے پر بھی اشقیاء اس دولت سے محروم ہی رہے دراصل خود حق تعالی کو منظور نہیں کہ یہ دولت عام اور بے قدر ہو جائے اسی وجہ سے خود کتاب ہدایت یعنی قرآن شریف کی خاصیت یضلّ به کثیراً و یهدی به کثیراً (بقرہ:۲۶) رکھی گئی اور معراج شریف کی نسبت بھی اسی قسم کا ارشاد ہے و ما جعلنا الرّءِ یا الّتی ارینا ك الّا فتنة للنّاس (بنی اسرائیل: ۶۰) یعنی جو تم کو شب معراج ہم نے دکھایا اس سے لوگوں کی آزمائش مقصود ہے۔ احادیث وآثار سے ثابت ہے کہ یہ آیت معراج ہی کے باب میں نازل ہوئی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ ہر کسی کا کام نہیں کہ خدا تعالی کے امتحان میں پورا اترے، اس موقع میں تو ایمانداروں کا ایمان ہی سلامت رہ جائے تو غنیمت ہے، کافروں کے ایمان کی کیا توقع۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ باوجودیکہ حضرت ﷺ نے بیت المقدس کی پوری نشانیاں بتلا دیں اور کفار اس کا انکار بھی نہ کر سکے مگر کسی نے نہ مانا، اور صحابہ جو ہمیشہ معجزات دیکھتے تھے باوجود اس فیضان معنوی کے وہ بھی متزلزل ہو گئے.. اور اسی واقعہ کی عمدہ طور پر تصدیق کرنے کی بدولت ابوبکر صدیق کہلائے۔.. یہاں غور کیا جائے کہ کیا خواب میں بیت المقدس کو جانا اس قدر خلاف عقل تھا کہ اسکے سننے سے مسلمانوں کا ایمان متزلزل ہو جاتا۔ عقل سلیم اسکو ہرگز قبول نہیں کرسکتی۔ یہ واقعہ خلاف عقل اسی وقت ہوسکتا ہے کہ عالم بیداری میں ہوا ہو جس کی تصدیق ابوبکرؓ کر کے مستحق لقب صدیق ہوئے.. اگر یہ واقعہ خواب ہوتا تو کفار کو بھی اس میں کلام نہ ہوتا کیونکہ خواب میں اکثر دور دراز کے شہروں کی سیر کیا ہی کرتے ہیں۔

اسلام میں معراج کا واقعہ گویا محک امتحان ہے جس نے اس کا انکار کیا اس کی شقاوت ازلی کا حال کھل گیا اس سے بڑھ کر اور کیا شقاوت ہوگی کہ سب جانتے تھے کہ آنحضرت ﷺ نے کبھی بیت المقدس کو نہیں دیکھا تھا باوجود اس کے جو جو نشانیاں پوچھتے گئے سب بتلا دیں اور رستے کے قافلے کا حال پوچھا وہ بھی بیان کر دیا جس کی تصدیق بھی ہو گئی پھر بھی تصدیق نہ کی اور مثل دوسرے معجزات کے اس کو بھی سحر ہی قرار دیا جیسا کہ ان روایات سے ظاہر ہے:

وا خرج مسلم باب الاسراء ، و النسا ئی و ابن مر دویه عن ابی هریره قال قال رسول اللّٰه لقد رأیتنی فی الحجر و قر یش تسا لنی

عن مسرا ئی فسا لو نی عن اشیاء من بیت المقدس لم ا ثبتها فکربت کر باً ما کر بت مثله قط فرفعه اللّٰه لی انظر الیه ما تسالونی عن شیء الا انبا تهم به (درمنثور۔ ج ۴ ص ۱۵۱) یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب قریش مجھ سے بیت المقدس کے جانے کا حال دریافت کرنے لگے میں حطیم میں تھا بہت سی چیزیں بیت المقدس کی انہوں نے ایسی پوچھیں جو مجھے بخوبی یاد نہ تھیں اس وقت مجھ کو ایسی فکر ہوئی کہ کبھی ہوئی نہ تھی تب حق تعالی نے اس کو میرے پیش نظر کر دیا پھر تو وہ جو سوال کرتے میں دیکھ کر فوراً جواب دے دیتا۔

...کفار نے جب یہ واقعہ سنا تو بہت خوشیاں منائیں اور یہ سمجھ لیا کہ اب حضرت ﷺ کی کسی بات کو فروغ نہ ہوگا چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے:

ا خر ج ابن شیبه و احمد و النسا ئی و البزا ز و الطبرانی و ابن مردویه و ابو نعیم فی الدلائل و الضیا فی المختاره و ابن عسا کر بسند صحیح عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه لما کان لیلة اسری به فا صبحت فی مکه قطعت و عرفت ان النّاس مکذ بی فقعدت مغتر لا حز ینا فمرّ بی عدو اللّٰه ابو جهل فجا ء حتی جلس الیه فقا ل له کا لمستهزی هل کا ن من شیء قا ل نعم و ما هو قا ل انی اسری بی اللیلة قا ل الی این قا ل الی بیت المقدس قا ل ثم اصبحت بین ظهرا نینا قا ل نعم فلم یرد ان یکذ به مخا فة ان یحجده الحد یث ان دعا ء قو مه الیسر قال ارأیت ان دعوت قو مک اتحد ثهم بما حد ثتنی قال نعم قا ل هیا معشر بنی کعب بن لو ئی فانقضت الیه المجا لس و جا ؤا حتی جلسوا الیهما قا ل حد ث قومک بما حد ثتنی فقا ل رسول اللّٰه ﷺ انّی اسرای بی ا للیلة قالوا الی این قا ل الی بیت المقدس قا لوا ایلیا قا ل نعم قا لوا ثم اصبحت بعد ظهرا نینا قال نعم قال فمن بین مصفق و بین وا ضح یده علی رأسه متعجباً قا لوا و تستطیع ان تغت المسجد و فی القو م من قد سا فر الیه قا ل رسو ل الله فذ هبت انعت فما زلت انعت

حتی التبس علی بعض النعت فجیء بالمسجد و انا انظر الیه حتی و ضع دو ن دار عقیل او عقا ل فنعته و انا انظر الیه فقا ل القوم اما العنت فو اللہ لقد اصاب صاحب (در منثور ج ۴ ص ۱۵۵)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس رات میں بیت المقدس جا کر صبح مکہ میں آ گیا مجھے یقین ہوا کہ اس واقعہ میں لوگ میری تکذیب کریں گے اسی خیال میں، میں ایک طرف غمگین بیٹھا تھا کہ دشمن خدا ابوجہل آ کر میرے پاس بیٹھ گیا اور بطور استہزا پوچھا کیوں کیا کوئی بات ہے۔ فرمایا ہاں، کہا کیا ہے۔ فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لے گئے تھے۔ کہا کہاں، فرمایا بیت المقدس۔ کہا پھر صبح ہم لوگوں میں موجود ہو گئے۔ فرمایا ہاں۔ جب یہ سنا تو اس خیال سے کہ کہیں لوگوں کے روبرو انکار نہ کر جائیں، تکذیب نہیں کی اور کہا کیا یہ بات آپ لوگوں کے روبرو بیان کرو گے۔ فرمایا ہاں۔ یہ سنتے ہی آواز بلند پکارا اے گروہ بنی کعب بن لوی، اور فوراً جوق جوق لوگ وہاں ٹوٹ پڑے۔ پھر حضرت ﷺ سے کہا جو آپ نے مجھ سے کہا تھا وہ ان لوگوں سے بھی فرمایئے۔ فرمایا آج رات مجھے یہاں سے لیگئے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہاں؟ فرمایا بیت المقدس۔ کہا کیا ایلیاء۔ فرمایا ہاں۔ کہا پھر صبح آپ ہم لوگوں میں موجود ہو گئے۔ فرمایا ہاں۔ یہ سنتے ہی سب لوگ کی یہ کیفیت ہوئی کہ کوئی تو تالیاں بجانے لگا کسی نے تعجب سے سر پر ہاتھ رکھ لیا۔ پھر انہوں نے کہا، کیا آپ مسجد کا حال بیان کر سکتے ہیں، اور ان میں وہ لوگ بھی تھے جو بیت المقدس کا سفر کر چکے تھے، حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مسجد کا حال بیان کرنے لگا یہاں تک کہ بعض علامتوں میں کچھ اشتباہ سا ہو گیا۔ ساتھ ہی مسجد میرے سامنے دار عقیل کے ورے رکھی گئی جس کو میں دیکھ دیکھ کر بیان کرنے لگا۔ ان لوگوں نے جب پوری علامتیں سن لیں تو بے ساختہ کہہ اٹھے کہ واللہ سب علامتیں برابر بتلائیں۔

یہاں چند امور قابل یاد رکھنے کے ہیں۔

۱۔ یہ حدیث صحاح اور مسند احمد اور مختارہ میں ہے اور بحسب تصریح محدثین ثابت ہے کہ ان کتابوں کی صحت میں کوئی کلام نہیں۔

۲۔ حضرت ﷺ کا یقین کرنا کہ اس واقعہ کی تکذیب کریں گے دلیل ہے اس بات پر کہ یہ واقعہ خواب کا نہیں۔ کیونکہ خواب میں اکثر عجیب وغریب خلاف عقل واقعات دیکھے جاتے ہیں مگر کسی کو یہ فکر

نہیں ہوتی کہ لوگ سن کر اس کی تکذیب کریں گے۔

۳۔ حضرت ﷺ بجائے اس کے کہ اس واقعہ معراج شریف سے شاداں وفرحاں رہتے، بیان کے کرنے کے پہلے غمگین رہے، اس وجہ سے کہ کفار اس خلاف عقل واقعہ کی ضرور تکذیب کریں گے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے جب یہی خیال تھا تو بیان کرنے کی ضرورت ہی کیا تھی اور اگر ضرور بھی تھا تو صرف راسخ الاعتقاد مسلمانوں سے بطور راز کہا جاتا۔..

لیکن یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت ﷺ اس واقعہ کے بیان کرنے میں من جانب اللہ ماموراور مکلّف تھے۔ اگرچہ اصل مقصود عجائب قدرت حضرت کو دیکھانا تھا مگر اس کے بعد اس مسئلہ کی حیثیت ہی کچھ دوسری ہوگئی اور ایک دینی مسئلہ ٹھہر گیا۔ پہلے حضرت مامور ہوئے کہ کفار اور مسلمانوں میں اس کا اعلان کردیں، پھر قرآن میں اس کا ذکر فرما کر قیامت تک کے آنے والوں کو اس کی اطلاع دی گئی اور منجملہ ان مسائل کے ٹھہرایا گیا جن پر ایمان لانا ضروری ہے گو خلاف عقل ہوں، جیسے مسائل بعث ونشر ومقدورات الٰہی وغیرہ چنانچہ ارشاد ہے

سبحان الّذی اسری بعبدہ لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الّذی با رکنا حولہ لنریہ من آ یا تنا (بنی اسرائیل:۱) وہ خدا پاک ہے جو اپنے بندے محمد ﷺ کو راتوں رات مسجد حرام یعنی خانہ کعبہ سے مسجد اقصی یعنی بیت المقدس لے گیا جس کے گردا گرد ہم نے برکتیں اوراس لے جانے سے مقصود یہ تھا کہ ہم ان کو اپنی قدرت کے چند نمونہ معائنہ کرائیں۔

اوراس واقعہ کے بعد اغراض اس طرح بیان کئے:

و جعلنا الرّ ؤ یا الّتی ارینا ک الاّ فتنۃ للنّاس (بنی اسرائیل:۶۰) یعنی یہ جو تم کو دکھایا گیا اے محمد اس واسطے تا کہ لوگوں کی آزمائش ہوجائے۔

۴۔ کفار نے جب پوچھا کہ کیا آپ رات بیت المقدس کو جا کر صبح ہم میں موجود ہو گئے، تو آپ ﷺ نے اس کی تصدیق کی۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ جسم کے ساتھ حالت بیداری میں گئے، ورنہ جواب میں فرماتے کہ یہ واقعہ تو خواب کا تھا جسم کے ساتھ یہاں سے گیا ہی کب تھا جو پوچھا جاتا ثمّ ا صبحت بین ظھرا نینا یعنی صبح یہاں موجود ہو گئے۔

۵۔ ایسے موقع پر تالیاں بجانا اپنی کامیابی اور خصم کی ذلت کی علامت ہے اور کامیابی اپنی وہ اسی میں سمجھتے تھے کہ جھوٹ ثابت کریں اور ظاہر ہے کہ خلاف عقل خواب سننے سے یہ جوش طبائع میں ہرگز

پیدا نہیں ہوتا، اس میں توہین مقصود ہو تو زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ اضغاث احلام یعنی خواب پریشان ہیں جو قابل اعتبار نہیں ہو سکے حالانکہ کسی روایت سے یہ ثابت نہ کیا جائے گا کہ کسی مخالف نے اس واقعہ کو سن کر پریشان خواب کہا ہو۔

۶۔ مقامی علامتیں بطور امتحان دریافت کرنا خواب کا واقعہ نہیں ہوا کرتا، اس لئے کہ خواب بیان کرنے والے کو یہ دعوی ہی نہیں ہوتا کہ جو دیکھا ہے وہ واقع کے مطابق ہے، اسی وجہ سے اس میں تعبیر کی ضرورت ہوتی ہے۔ اگر یہ واقعہ خواب میں دیکھا گیا ہے تو ان کی علامات پوچھنے کا موقع ملتا اور نہ حضرت ﷺ کو جواب دینے کی ضرورت ہوتی، اور نہ فکر و کرب طبع غیور کو لاحق ہوتے۔

الحاصل حدیث موصوف میں غور کرنے سے یہ بات یقینی طور پر ثابت ہوتی ہے کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا ہے۔

کفار نے جب یہ واقعہ آپ سے سنا تو ان کو یقین ہو گیا کہ یہ خبر ایسی کھلی جھوٹ ہے کہ جو سنے گا عقل میں نہ آنے کی وجہ سے اس کی تکذیب کرے گا۔ اس لئے انہوں نے پہلے یہ خیال کیا کہ حضرت ابوبکرؓ کو فتنے میں ڈالیں۔ جب وہ نعوذ باللہ حضرت ﷺ سے پھر جائیں گے تو پھر کوئی حضرت ﷺ کی رفاقت نہ دے گا۔ اس لئے فوراً ابوبکرؓ کے مکان پر پہنچے اور کہا لیجئے آپ کے رفیق اب یہ دعوی کرتے ہیں کہ آج رات بیت المقدس جا کر آ گئے، کیا اس کی تصدیق بھی کی جائیگی۔ مگر وہاں شان صدیقی جلوہ گر تھی ایسے بادہوائی شبہات سے کب جنبش ہو سکتی تھی، آپؓ نے فرمایا کہ اس کی تصدیق میں کوئی تامل نہیں بشرطیکہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہو جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

واخرج الحاکم و صححه ابن مردويه و البهيقى فى الدلائل عن عائشه قالت لما اسرى بالنّبىّ ﷺ الى المسجد الاقصى اصبح يحدث النّاس بذلك فارتدّ ناس ممن كانوا آمنوا به و صدقوه و سعوا بذلك الى ابى بكر فقالوا هل لك فى صاحبك يزعم انّه اسرى به الليلة الى بيت المقدس قال او قال ذالك قالوا نعم قال لئن قال ذالك لقد صدق قالوا فتصدقه انه ذهب الليلة الى بيت المقدس و جاء قبل ان يصبح قال نعم انّى لا صدقه بما هو ابعد من ذلك اصدقه بخبر السّماء فى غدوة او روحة فذلك سمّى ابا بكر الصّديق (در منثور۔ ج ۴ ص ۱۵۵)۔ یعنی حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جس رات

نبی ﷺ بیت المقدس جا کر واپس تشریف لائے اس کی صبح وہ واقعہ لوگوں سے بیان فرمایا جس سے بہت سے لوگ جو حضرت ﷺ پر ایمان لا کر ہر طرح کی تصدیق کر چکے تھے مرتد ہو گئے پھر کفار ابو بکرؓ کے پاس آ کر کہنے لگے کیا اب بھی آپ اپنے رفیق یعنی آنحضرت ﷺ کی تصدیق کرو گے۔ وہ کہہ رہے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس جا کر آ گئے۔ کہا کیا حضرت ﷺ نے یہ فرمایا ہے۔ کہاں ہاں۔ کہا اگر فرمایا ہے تو یقیناً سچ ہے۔ کہا کیا تم اس کی تصدیق کرتے ہو کہ وہ رات بیت المقدس تک گئے اور صبح سے پہلے واپس آ گئے۔ فرمایا ہاں میں تو بیت المقدس سے دور کی باتوں کی تصدیق کرتا ہوں یعنی جو خبریں صبح شام آسمان کی بیان فرماتے ہیں ان کو صحیح جانتا ہوں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اسی وجہ سے ان کا نام صدیق رکھا گیا۔

اس روایت سے ظاہر ہے کہ کفار کے ذہن نشین یہی کرایا گیا تھا کہ حضرت ﷺ حالت بیداری میں بیت المقدس جا کر تشریف لائے اور اسی کی تصدیق پر ابو بکرؓ، ملقب بہ صدیق ہوئے اگر کفار نے سمجھا نہ تھا یا بہتان کیا تھا، تو حضرت عائشہؓ اس کی تصریح فرما دیتیں کہ یہ کفار نے بہتان کیا تھا، درحقیقت وہ خواب تھا۔

اب اس روایت کی قوت کو دیکھئے کہ باوجودیکہ امام حاکم کا میلان تشیع کی طرف تھا جیسا کہ شاہ عبد العزیز بستان المحدثین میں لکھتے ہیں اور اس حدیث سے حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت صدیقیت ثابت ہوتی ہے مگر قوت اسناد کے لحاظ سے مستدرک میں اس کو لکھ کر تصریح کر دی ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عائشہ صدیقہؓ بھی معراج جسمانی کی قائل ہیں پھر یہ جو کہتا جاتا ہے کہ وہ معراج جسمانی کی قائل نہیں ہیں کیونکر صحیح ہو گا۔

اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بہت سے مسلمانوں نے مرتد ہونے اور دین اسلام کو چھوڑ دینے کو گوارہ کیا مگر معراج جسمانی کو نہ مان سکے ..واضح رہے کہ ایسے لوگوں کو مسلمان کہنا مجازی طور پر ہے حقیقت میں تو وہ کفار ازلی تھے اور تعجب نہیں کہ برائے نام مسلمان کہلاتے ہوں کیونکہ مسلمانوں کے ایسے بودے اعتقاد نہیں ہوا کرتے۔...

اب اہل انصاف غور فرمائیں اللہ تعالی فرماتا ہے:

سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً مّن المسجد الحرام الی المسجد الاقصی (بنی اسرائیل : ۱)

اور نبی ﷺ فرماتے ہیں کہ میں بیت المقدس اس رات جا کر آیا، اور قرآن و حدیث

میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس سے خواب پر دلالت ہو، اور مرزا بھی ازالہ اوہام صفحہ ۵۴۰ میں لکھتے ہیں:
یہ مسلّم ہے کہ النّصوص یحمل علی ظواھرھا۔

اور خود آنحضرت ﷺ تصریح فرمارہے ہیں کہ یہ واقعہ حالت بیداری میں ہوا، اور اسپر اتنے قرائن موجود ہیں جو مذکور ہوئے، پھر کسی ایمان دار کو اس کے ماننے میں کیونکر تامل ہوسکتا ہے؟ اسی وجہ سے صحابہ کو اس مسئلہ میں ذرا بھی شبہ نہ تھا چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ جو تفسیر درمنثور ج ۴ صفحہ ۱۹۱ میں ہے:

اخرج عبد الرزاق و سعید بن منصور و احمد و البخاری و الترمذی و النّسائی و ابن جریر و ابن المنذر و ابن ابی حاتم و الطبرانی و الحاکم و ابن مردویه و البهیقی فی الدلائل عن ابن عباس فی قوله و ما جعلنا الرؤیا الّتی ارینا ك الّا فتنة للنّاس قال هی رؤیا عین اریها رسول اللّه ﷺ لیلة اسری به الی بیت المقدس و لیست برؤیا منام

یعنی آیت شریفہ و ما جعلنا ...کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رؤیا سے مراد یہاں رؤیت چشم ہے، خواب میں دیکھنا مراد نہیں یعنی شب معراج جو نشانیاں حضرت ﷺ کو بیت المقدس وغیرہ میں دکھلائی گئی تھیں وہ خواب نہ تھا۔

اب دیکھئے کہ باوجودیکہ رؤیا خواب کے معنی میں کثیرالاستعمال ہے مگر چونکہ ابن عباسؓ کو خواہ تواتر کی وجہ سے یا خود آنحضرت ﷺ سے سن لیا تھا معراج جسمانی کا یقین تھا اس لئے رؤیا کی تفسیر چشم کے ساتھ کی جو لازمہ معراج جسمانی ہے۔ اگر ان کو اس بات میں ذرا بھی تامل ہوتا تو قرآن کی تفسیر اس جزم کے ساتھ ہرگز نہ کرتے اور نہ اس کو جائز رکھتے کیونکہ تفسیر بالرائے کو یہ حضرات کفر سمجھتے تھے۔

ابن عباسؓ نے انّی متوفّیک کے معنی ممیتک جو مروی ہیں اس کو مرزا قادیانی ازالہ اوہام میں بار بار ذکر کرتے ہیں اور ابن عباسؓ کے فضائل بیان کر کے لکھتے ہیں کہ نبی ﷺ کی دعائے علم قرآن ان کے حق میں قبول ہوئی، جس کا مطلب یہ ہوا کہ ابن عباسؓ جس آیت کی تفسیر کرتے ہیں وہ صحیح اور قابل وثوق ہے۔ اس صورت میں ضرور تھا کہ مرزا قادیانی ابن عباسؓ کی اس تفسیر پر اعتماد کر کے معراج جسمانی کے قائل ہوتے۔ مگر افسوس ہے کہ اس کو قابل اعتبار نہ سمجھا اور اس پر توجہ تک نہ کی۔

ابن عباسؓ نے روایت مذکورہ میں رؤیت کو دو قسموں میں منحصر کیا۔ رؤیت عینی اور رؤیت منامی۔ اگر رؤیت کشفی جو مرزا قادیانی کہتے ہیں کوئی علیحدہ چیز ہوتی تو اس کو بھی بیان کر دیتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ رؤیت کشفی کو انہوں نے انہیں دو میں سے کسی میں داخل کر دیا ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ اگرچہ منام میں دیکھنے والا بھی سمجھتا ہے کہ میں آنکھ سے دیکھ رہا ہوں مگر فی الواقع وہ چشم سر سے نہیں دیکھتا۔ یہی حال کشفی رؤیت کا بھی ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ نے کشف سے قیامت تک کے حالات کو بیان فرمایا ہے حالانکہ ان چیزوں کا وجود ہی اس زمانہ میں نہ تھا پھر کیونکر کہا جائے کہ حضرت ﷺ نے آنکھوں سے ان چیزوں کو دیکھا تھا حالانکہ ابصار کی شرط جو تقابل رائی و مرئی سے فوت ہے اس سے ثابت ہے کہ رویت کشفی رؤیت عینی نہیں ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے رؤیت کشفی کو رویت منامی میں داخل کر کے اس کی بھی نفی کر دی اور رویت عینی ثابت کیا۔

اس موقع میں تعجب نہیں کہ مرزا قادیانی اس کو بھی قبول کر لیں گے کہ حضرت ﷺ نے وہیں بیٹھے ہوئے آنکھوں سے سب کچھ دیکھ لیا جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۴ میں ہے کیونکہ مرزا کو انکار یا تاویل یا رد وقدح کی ضرورت صرف وہاں ہوتی ہے جہاں ان کی عیسویت وغیرہ پر کوئی اثر پڑنے کا اندیشہ ہوتا ہے مثلاً اگر معراج جسمانی ثابت ہو جائے تو عیسیٰؑ کا زندہ آسمان پر جانا ثابت ہو جاتا ہے، پھر جب وہ زندہ آسمان پر موجود ہوں تو احادیث کی رو سے لوگ انہیں کے انتظار میں لگ جائیں گے، اور مرزا کو کون پوچھے گا، اس وجہ سے معراج کا انکار ہی کر دیا۔ اور شق القمر کے معجزہ کا کوئی اثر ان کے مباحث پر نہ تھا اس لئے اس کو مان لیا، چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۱ میں لکھتے ہیں:

> معجزات دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جو محض سماوی امور ہوتے ہیں جن میں انسانی تدبیر اور عقل کو کچھ دخل نہیں ہوتا جیسے شق القمر جو ہمارے سید و مولی نبی ﷺ کا معجزہ تھا اور خدا تعالیٰ کی غیر محدود قدرت نے ایک راستباز اور کامل نبی کی عظمت ظاہر کرنے کے لئے اس کو دکھایا تھا۔

اور اس کے بہت سے نظائر ان کتابوں میں موجود ہیں، یہاں کلام اس میں تھا کہ تعجب نہیں کہ مرزا قادیانی رؤیت عینی کو بھی مان لیں کیونکہ اس سے ان کا ہرج نہیں البتہ حرکت جسمانی کو وہ اس خیال سے محال سمجھتے ہیں کہ کہیں معراج کے ضمن میں عیسیٰؑ بھی آسمان پر نہ چڑھ جائیں مگر رؤیت عینی کو اگر مان لیں تو کہا جائے گا کہ علم مناظرہ ومرایا میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرائی رائی سے اس قدر دور ہو کہ اس کی نسبت اس بعد کی طرف ایسی ہو جیسے ایک کی نسبت پانچ ہزار تین سو کی طرف

ہے تو وہ شئے نظر نہ آئے گی اس صورت میں مرزا قادیانی کے اس قول پر بھی حکماء ہنسیں گے جس کا ان کو بہت خوف ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۴۶ میں لکھتے ہیں:

مسیح کے بارہ میں یہ بھی سوچنا چاہیے کہ کیا طبعی اور فلسفی لوگ اس خیال پر نہیں ہنسیں گے کہ جب کہ تیس یا چالیس ہزار فٹ تک زمین سے اوپر کی طرف جانا موت کا موجب ہے تو حضرت مسیح اس جسم عنصری کے ساتھ آسمان تک کیونکر پہنچ گئے۔

میری رائے میں اس فکر کی ضرورت نہیں اگر طبعی اور فلسفی لوگ یہ سن لیں گے کہ مہینوں کی راہ سے چھوٹی چھوٹی چیزوں کا دیکھ لینا اور انگشت کے اشارہ سے آسمان پر چاند کے دو ٹکڑے کر دینا وقوع میں آ گیا ہے تو ایسی حیرت اور پریشانی میں پڑ جائیں گے کہ عیسی کے عروج پر ہنسنے کی نوبت ہی نہ آئے گی۔ غرض عجائب قدرت کو شب معراج اپنے مقام میں بیٹھے ہوئے دیکھنا نہ عقلاً ثابت ہو سکتا ہے نہ نقلاً۔ اور اگر معجزہ کے طور پر تسلیم بھی کر لیا جائے تو قرآن کے خلاف ہوتا ہے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے سبحان الّذی اسری بعبدہ اس سے تو صراحۃً حضرت کو لے جانا ثابت ہے پھر اگر لے جانا روحانی اور رؤیت جسمانی ہو تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ حضرت ﷺ کی روح مبارک بیت المقدس بلکہ آسمانوں پر گئی اور جسمانی آنکھیں بغیر روح کے مکہ میں پڑی دیکھ رہی تھیں۔ اور نیز اس تقدیر پر لفظ اسری بے معنی ہوئے جاتا ہے وہاں تو توفّی کے معنی پورے صادق آ جاتے ہیں چونکہ حق تعالی فرماتا ہے:

اللّٰہ یتوفّی الانفس حین موتھا و الّتی لم تمت فی منامھا فیمسک الّتی قضی علیھا الموت و یرسل الاخری الی اجلٍ مسمّی۔ انّ فی ذلک لآیات لقوم یتفکرون (زمر:۴۲)

جس کا مطلب یہ ہے کہ نیند بھی ایک قسم کی وفات ہے جس میں روح قبض کی جاتی ہے اور پھر چھوڑ دی جاتی ہے۔ پھر یہ بھی ثابت کرنے کی ضرورت ہوگی کہ بغیر روح کے بھی آنکھوں کو ادراک ہو سکتا ہے جو اس معراج میں مقصود بالذات تھا لنریہ من آیاتنا

شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ آیہ شریفہ وما جعلنا الرّؤیا کی تفسیر میں اختلاف ہے اس کا جواب یہ ہے کہ محققین مفسرین و محدثین نے تصریح کی ہے کہ ابن عباسؓ کا ترجمان القرآن ہونا مسلّم ہے اس لئے بہ نسبت اور تفسیروں کے ان کی تفسیر زیادہ تر قابل قبول ہے اور مرزا قادیانی کی تقریر سابق سے بھی یہی امر مستفاد ہے پھر وہ روایت بھی کوئی ضعیف نہیں بلکہ بخاری وغیرہ کتب

صحاح میں موجود ہے اور مرزا قادیانی بھی بخاری اور مسلم کی صحت اور قابل استدلال ہونے کے قائل ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۸۸۴ میں لکھتے ہیں:

اگر میں بخاری اور مسلم کی صحت کا قائل نہ ہوتا تو میں اپنی تائید دعوی میں کیوں بار باران کو پیش کرتا۔

غرض کہ ابن عباسؓ کی تفسیر اور بخاری شریف کی روایت دونوں مرزا قادیانی کے مسلمات سے ہیں اور ان سے معراج جسمانی ثابت ہوگئی و هو المقصود

کفار نے آنحضرت ﷺ پر اسی قدر اعتراض کیا تھا کہ اگر آپ بیت المقدس جا کر آئے ہیں تو وہاں کی نشانیاں بتلایئے پھر جب نشانیاں بتلائی گئیں تو اور کوئی اعتراض ان کو نہ سوجھا سوائے اس کے کہ عناد کی راہ سے ساحر کہہ دیا۔ مگر مرزا قادیانی چونکہ پڑھے ہوئے اور فہم و ذکا میں ان سے بھی بڑھے ہوئے ہیں اس لئے انہوں نے اس مسئلہ میں ضرورت سے زیادہ موشگافیاں کر کے ایسے اعتراضات قائم کئے کہ اب تک کسی کو سوجھے نہ تھے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۳۲۔۹۳۳ میں لکھتے ہیں:

معراج کی حدیثوں میں سخت تعارض واقعہ ہے۔ کتاب الصلوۃ بخاری صفحہ ۵۰ میں جو حدیث ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ میں مکہ میں تھا کہ چھت کو کھول کر جبریل میرے پاس آئے اور میرے سینہ کو کھولا اور آب زمزم سے اس کو دھویا۔ پھر ایک سونے کا طشت لایا گیا جس میں حکمت اور ایمان بھرا ہوا تھا سو وہ میرے سینے میں ڈالا گیا۔ پھر جبریل میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی طرف لے گیا۔ مگر اس میں یہ نہیں لکھا کہ وہ طشت طلائی جو عین بیداری میں ملا تھا کیا ہوا، اور کس کے حوالے کیا گیا...اور کتاب بدء الخلق صفحہ ۴۵۵ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب اور بیداری کے درمیان تھا کہ تین فرشتے آدمیوں کی صورت پر آئے اور ایک جانور بھی حاضر کیا گیا جس کا قد خچر سے کچھ کم مگر گدھے سے کچھ زیادہ تھا...اور چھٹے آسمان پر موسی اور ساتویں پر ابراہیم کو دیکھا.. اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۷۱ بخاری میں یہ حدیث ہے کہ معراج کی رات ابراہیم کو میں نے چھٹے آسمان میں دیکھا اور اس حدیث میں براق کا کوئی ذکر نہیں ...اور بخاری کی کتاب المناقب صفحہ ۵۴۸ میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں حطیم میں تھا یا حجرہ میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک آنے والا آیا اور اس نے میرا دل نکالا...اور بخاری کی کتاب التوحید میں صفحہ ۱۲۰ میں لکھا ہے مسجد کعبہ میں تین شخص پیغمبر خدا ﷺ کے

پاس آئے اور ہنوز رسول اللہ ﷺ منصب نبوت پر مامور نہیں ہوئے تھے یعنی وحی نازل ہونے اور مبعوث ہونے سے پہلے کا زمانہ تھا..لیکن اسی حدیث میں لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ مبعوث ہو چکے تھے جب یہ معراج ہوا۔ پھر براق کے بغیر آسمان پر گئے اور...آخر میں آنکھ کھل گئی۔ ان پانچوں واقعوں میں لکھا ہے کہ معراج کے وقت پہلے پچاس نمازیں مقرر ہوئیں اور بعد تخفیف پانچ منظور کرائیں اور ترتیب رؤیت انبیاء میں بڑا اختلاف ہے۔،

یہ جتنی باتیں مرزا قادیانی نے لکھی ہیں بے شک بخاری کی احادیث میں موجود ہیں باوجود اس کے کسی مسلمان کا ذہن ان کے ابطال کی طرف منتقل نہ ہوا، اور صحابہ کے زمانہ سے آج تک باوجود ان روایات متعارضہ کے معراج پر اجماع ہی رہا،اس لئے کہ جب یقینی طور پر کوئی چیز ثابت ہو جاتی ہے تو اس کے عوارض میں اختلاف ہونے سے اس یقین پر کوئی اثر پڑ نہیں سکتا،مگر چونکہ مرزا کو اپنی عیسویت ثابت کرنے کی غرض سے اس کے ابطال کی ضرورت ہے اس لئے جن امور میں اغماض ہو رہا تھا ان کو ظاہر کر دیا تا کہ ضعیف الایمان لوگوں کو اصل معراج ہی میں شک پڑ جائے۔ بہت خیر گذری کہ مرزا قادیانی احادیث ہی میں تعارض پیدا کرنیکے در پے ہوئے اگر قرآن کی طرف توجہ کرتے تو اس قسم کے بہت سارے اعتراض اس میں بھی پیدا کر دیتے ایک موسیٰؑ ہی کا قصہ دیکھ لیجئے کہ حق تعالیٰ کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰؑ کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا:

ثمّ بعثنا من بعد هم موسى بآ يا تنا الى فرعون وملائه (اعراف:۱۰۳)

اور کہیں فرماتا ہے کہ صرف قوم فرعون کی طرف بھیجا:

واذ نادى ربّک موسى ان ئتِ القوم الظّالمين۔ قوم فرعون الا يتقون (شعراء:۱۰۔۱۱)

اور کہیں فرماتا ہے کہ انہیں اپنی قوم کی ہدایت کو بھیجا:

ولقد ارسلنا موسى بآ ياتنا ان اخرج قومک من الظّلما ت الى النّور۔ و ذکر هم با يا م الله ۔ انّ فى ذلک لآ يا ت لکل صبّا ر شکور (ابراہیم:۵)

اور کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کو بھیجا:

فا تيا فرعون فقولا انّا رسول ربّ العا لمين (شعرا:۱۶)

اور کہیں فرماتا ہے صرف موسیٰ کو بھیجا:

و اذ نا دی ربّک موسی ان ئت القوم الظّا لمین (شعرا:۱۰)

کہیں فرماتا ہے کہ موسیٰ نے ساحروں سے ابتداء فرمایا کہ جو تم کو ڈالنا منظور ہو ڈال دو:

و قال لھم موسی القوا ما انتم ملقون (یونس:۸۰)

اور کہیں فرماتا ہے کہ پہلے ساحروں نے اس بات میں تحریک کی:

قا لوا یا موسی امّا ان تلقی و امّا ان نکون نحن الملقین (صافات:۸۲)

اور کہیں فرماتا ہے فرعون اور اسکے لشکر کو پکڑ کر دریا میں پھینک دیا:

فاخذ ناہ و جنودہ فنبذ نا ھم فی الیمّ (قصص:۴۰)

اور اس کے نظائر قرآن میں بکثرت موجود ہیں۔ ہر چند یہ ظاہر میں اختلاف معلوم ہوتا ہے مگر کیا کوئی مسلمان کہہ سکتا ہے کہ موسیٰ کا واقعہ تعارض کی وجہ سے قابل اعتبار نہیں نعوذ با للّٰہ من ذلک ۔ممکن نہیں کہ اہل ایمان کے دل میں اس تعارض کا ذرا بھی اثر ہو، یا اس کو تعارض سمجھیں۔ ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ شارع کو واقعات بیان کرنے سے کہانی مقصود نہیں ہوتی کہ جب بیان کی جائے پوری بیان کی جائے، بلکہ وہاں ہر بیان میں ایک خاص مقصود پیش نظر ہوتا ہے۔ پھر متعدد بیانوں سے پورا قصہ بھی معلوم ہو جاتا ہے۔

اب معراج کے قصہ میں غور کیجئے کہ جس کو خدا کی قدرت پر ایمان ہو، کیا اس کو ان امور میں جو اس میں مذکور ہیں کچھ تامل ہوگا، یا جیسے موسیٰ کے قصہ میں متفرق امور مربوط و مرتب کئے جاتے ہیں یہاں ممکن نہیں، کیا یہ تصدیق ممکن نہیں کہ خدا نے کسی مصلحت سے چھت کھول کر فرشتوں کو حضرت ﷺ کے مکان میں اتارا ہو، اور پھر چھت کو ملا دیا ہو جس میں ظاہراً ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اجسام کے خرق والتیام کا پہلے ہی سے حضرت ﷺ کو مشاہدہ ہو جائے ،اور شق صدر کے وقت کسی قسم کا تردد نہ ہو اور آسمانوں کے خرق والتیام کا استبعاد بھی جاتا رہے۔ کیا یہ محال ہے کہ فرشتوں نے حضرت ﷺ کو گھر سے مسجد میں اس غرض سے لایا ہو کہ معراج اس متبرک مقام سے ہو اور تھوڑی دیر آپ کے آرام فرمانے کے بعد وقت مقررہ پر جبریل نے آپ ﷺ کو جگایا ہو،اور کیا جبریل کو سونے کا طشت ملنا محال تھا یا یہ محال سمجھا گیا ہے کہ اتنا بوجھ اٹھا کر وہ یا ان کے ساتھ کے فرشتے آسمان پر کیسے چڑھ گئے، اور یہ تو کسی حدیث میں نہیں کہ جبریل نے حضرت ﷺ کو وہ طشت ہبہ کر دیا تھا، پھر مرزا جو اس سونے کے طشت کی تلاش کرتے ہیں کہ جو بیداری میں ملا تھا کیا ہوا اور کس کے حوالے کیا

گیا معلوم نہیں کس خیال پر مبنی ہے۔ جب طشت کا آسمان پر اٹھایا جانا مرزا قادیانی کی سمجھ سے باہر ہے تو فی الواقع آنحضرت ﷺ اور عیسیٰؑ کا آسمانوں پر جانا ہرگز ان کی سمجھ میں نہیں آسکتا۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسی خلاف عادت اور خلاف عقل باتوں پر ایمان لانا ہر کسی کا کام نہیں جب تک فضل الٰہی شامل حال نہ ہو ممکن نہیں کہ آدمی خدا اور رسول کے ارشادات پر ایمان لاسکے۔ چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے بل اللّٰہ یمنّ علیکم ان ھداکم للایمان ان کنتم صادقین (حجرات: ۱۷) یعنی بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ اس نے تم کو ایمان کا رستہ دکھایا بشرطیکہ تم دعوی اسلام میں سچے ہو۔ اگر آدمی کو ایمان لانا منظور ہو تو قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کو پیش نظر رکھ کر اور اپنے قصور فہم کا اعتراف کر کے ایمان لاسکتا ہے جیسے کروڑ ہا مسلمان باوجود تمام مضامین مذکورہ کے جن کو قادیانی اپنی کامیابی کا سامان سمجھ رہے ہیں ایمان لاتے رہے۔ اور جب ایمان لانا منظور نہیں ہوتا، تو مشاہدہ بھی کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ چنانچہ کفار نے باوجود دیکھ لیا کہ حضرت ﷺ نے ان کے تمام شبہات کے جواب دے دیئے مگر جب بھی ایمان نہ لائے۔...

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۸۹ لکھتے ہیں کہ:

باوجودیکہ آنحضرت ﷺ کے رفع جسمی کے بارہ میں یعنی اس بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا اعتقاد بھی تھا... لیکن پھر بھی حضرت عائشہؓ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ رؤیائے صالحہ تھی۔

اس تقریر سے دو باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ تقریباً کل صحابہ معراج جسمانی کے قائل تھے دوسری یہ کہ عائشہؓ اس کی منکر تھیں۔ کتب رجال وغیرہ سے ثابت ہے کہ صحابہ ایک لاکھ سے زیادہ تھے، لفظ تقریباً کے لحاظ سے اگر زیادتی حذف کی جائے تو بھی بقول مرزا ثابت ہے کہ لاکھ صحابہ معراج جسمانی کا اعتقاد رکھتے تھے۔ یہ امر پوشیدہ نہیں کہ جس بات پر لاکھ صحابہ کا اعتقاد ہو اسلام میں وہ کس قدر قابل وقعت ہے، اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ فرقہ ناجیہ وہی ہے کہ ان کا اعتقاد صحابہ کے اعتقاد کے موافق ہو۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے:

عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ و تفترق امّتی علی ثلث و سبعین ملّۃ کلّھم فی النّار الّا واحدۃ قالوا من ھی یا رسول قال ما انا علیہ و اصحابی۔ متفق علیہ (مشکوۃ باب الاعتصام بالکتاب و السنہ)

یہ بھی ارشاد ہے کہ جو جماعت سے ایک بالشت علیحدہ ہو جائے وہ اسلام سے خارج ہے

کما فی کنز العمال نمبر ۸۸۲ عن ابی دا ؤد قال قال رسول اللّٰہ ﷺ من فارق الجماعۃ شبراً فقد خلع ربقۃ الا سلام من عنقہ ..

جب عموماً جماعت سے مخالفت کرنے والوں کا یہ حال ہو، تو لاکھ جماعت صحابہ کی مخالفت کرنے والے کا کیا حال ہوا؟ اورآیت شریفہ و یتّبع غیر سبیل المؤ منین نولّہ ما تولّی (نساء:۱۱۵) سے اس کی وعید ثابت ہے۔

اب رہا یہ کہ حضرت عائشہؓ معراج جسمانی کی منکر ہیں، سو وہ بالکل غلط ہے۔ اس لئے کہ ابھی بروایت صحیحہ ثابت ہوا کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ شب معراج بیت المقدس جا کر تشریف لائے اور واقعہ بیان فرمایا تو بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے اور کفار نے حضرت ابوبکرؓ سے جا کر کہا، کیا اس کی تصدیق کرو گے؟ انہوں نے تصدیق کی۔ اسی روز سے آپ کا نام صدیق قرار پایا۔ ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر حضرت عائشہؓ کے نزدیک یہ واقعہ خواب ہوتا تو ضرور فرماتیں کہ ان بیوقوفوں نے جو مرتد ہو گئے اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ واقعہ خواب کا ہے جو عادۃً ایسے خلاف عقل خواب ہر شخص کو ہوا کرتے ہیں، اور حضرت ابوبکرؓ کو کفار کا عار دلانا کس قدر بیہودگی اور حماقت تھی، پھر صرف خواب کی تصدیق پر لقب صدیق حق تعالی کی طرف سے ان کو ملنا کیسا بدنما تھا۔ نعوذ با للّٰہ من ذلک۔

حضرت عائشہؓ کا اس واقعہ کو بغیر تصریح خواب کے بیان کرنا صاف کہہ رہا ہے کہ وہ عالم بیداری میں تھا جس پر یہ آثار مرتب ہوئے۔ پھر جو ان سے روایت ہے:

و اخرج ابن اسحاق و ابن جریر عا ئشہ قا لت ما فقدت جسد رسول اللّٰہ ﷺ و لکن اللّٰہ اسری بروحہ (درمنثور ج ۴ ص ۱۵۷) عائشہؓ کہتی ہیں کہ معراج حضرت ﷺ کی روح کو ہوئی اور جسم مبارک میرے پاس سے غائب نہ ہوا،

کیونکر صحیح ہوگی؟ اول تو یہ روایت صحاح میں نہیں، پھر اس میں یہ اختلاف ہے کہ بعض ما فقدت کہتے ہیں اور بعض ما فقد جیسا کہ شہاب خفاجی نے شرح شفا میں لکھا ہے۔

اور شفا قاضی عیاض میں ہے کہ یہ حدیث محدثین کے نزدیک ثابت نہیں، اسلئے کہ اس کی سند میں محمد ابن اسحاق ہیں جن کو امام مالک نے ضعیف کہا ہے اور زرقانی نے شرح مواہب میں لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے اور راوی مجہول ہے، اور ابن دحیہ نے تنویر میں لکھا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے کسی نے صحیح حدیث کو رد کرنے کی غرض سے بنا لیا ہے۔

قطع نظراس کے ما فقدت کی روایت تو کسی طرح صحیح ہو ہی نہیں سکتی اس لئے کہ اس زمانہ میں حضرت عائشہؓ کا نکاح ہی نہ ہوا تھا۔...

مرزا قادیانی مسئلہ معراج میں بوعلی سینا کے مقلد ہیں کیونکہ دبستان مذاہب میں ان کا قول نقل کیا ہے کہ حدیث معراج میں جبریل کا جو ذکر ہے اس سے قوت روح قدسی مراد ہے اور براق سے عقل ہے اور حضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے کہ میرے پیچھے ایک شخص چلا آرہا تھا اس نے آواز دی کہ ٹھہرو اور جبریل نے کہا کہ اس سے بات نہ کیجئے اور چلے چلئے، اس سے یہ اشارہ ہے کہ قوت وہم پیچھے آرہی تھی جب حضرت ﷺ اعضاء و جوارح کے مطالعہ سے فارغ ہوئے اور ہنوز حواس میں تامل نہ کیا تھا کہ قوت وہم نے آواز دی کہ آگے نہ بڑھئے اس کی وجہ یہ ہے کہ قوت واہمہ متصرف اور غالب ہے ہر وقت عقل کو ترقی سے روکتی رہتی ہے اور جو فرمایا کہ بیت المقدس پہنچے اور موذن نے اذان کہی اور میں آگے بڑھا دیکھا کہ جماعت انبیاء اور اولیاء داہنے بائیں کھڑی ہے، یہ اشارہ اس طرف ہے کہ حیوانی اور طبعی قوتوں کے مطالعہ سے جب حضرت ﷺ فارغ ہوئے تو دماغ کے قریب پہنچے وہاں قوت ذاکر متوجہ اعلام ہوئی اور حضرت تفکر کی طرف بڑھے اور قوائے دماغی مثلاً تمیز حفظ ذکر اور فکر وغیرہ داہنے بائیں موجود تھیں اسی طرح آسمانی معراج کا حال بھی بیان کیا۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ نہ بیت المقدس گئے، نہ آسمانوں پر، جتنی باتیں قرآن و حدیث میں مذکور ہیں سب کو وہیں مکہ میں بیٹھے ہوئے نمٹا دیا۔

مرزا قادیانی بھی یہی کہتے ہیں صرف فرق مراقبہ اور مکاشفہ کا ہے یعنی بوعلی سینا اس کو مراقبہ کہتے ہیں کہ قوائے جسمانی وغیرہ میں اس وقت حضرت غور فرما رہے تھے اور مرزا قادیانی مکاشفہ کہتے ہیں کہ وہیں بیٹھے ہوئے بیت المقدس اور آسمانوں کو کشف سے دیکھ رہے تھے۔ اہل رائے سمجھ سکتے ہیں کہ اگرچہ ان دونوں کو معراج کا انکار ہے مگر جس طرح بوعلی سینا نے تمام واقعات کو عقل کے مطابق کر دیا، مرزا قادیانی نہ کر سکے۔ بھلا کوئی پابند عقل اس کو مان سکتا ہے کہ آنکھیں جن پر مدار رؤیت ہے، تو بند ہوں، لاکھوں کروڑوں کوس پر کی چیزیں ایسی دکھائی دیں جیسے کوئی آنکھوں سے دیکھتا ہو بلکہ اس سے بھی صاف اصفی اور اجلی، ہرگز نہیں۔ مرزا قادیانی جو لکھتے ہیں کہ اس قسم کے کشفوں میں مولف خود صاحب تجربہ ہے، ایک حد تک درست ہے کیونکہ عام تجربہ ہے کہ جب آدمی آنکھیں بند کر لیتا ہے تو اقسام کے خیالات آنے لگتے ہیں اور اپنے اختیار سے بھی ذہن سے کام لیتا ہے۔ مرزا قادیانی کے خیالات چونکہ حد سے بڑھے ہوئے ہیں، عرش کو ایک بڑا چمکتا ہوا

تخت خیال کرتے ہوں گے اور اس پر رب العالمین بیٹھا ہوا اپنے روشن چہرے سے پردہ اتار کر اپنے سے باتیں کرتا ہوا دیکھ لیتے ہوں گے جیسا کہ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ میں خود تحریر فرماتے ہیں۔ مگر اس کو کشف سمجھنا غلطی ہے۔

اگر مرزا قادیانی دعوی کریں کہ یہ خیالات مطابق واقع کے ہوتے ہیں تو جب تک دلائل عقلیہ سے اس کو ثابت نہ کریں ایک خیالی بات سے اس کا درجہ بڑھ نہیں سکتا، اور اگر اہل کشف کے اقوال پیش کریں تو جس معرکہ میں خدا و رسول کی بات کو وہ نہیں مانتے اہل کشف کا مجرد بیان کون مانے گا۔ ان کی تصدیق کا درجہ تو خدا اور رسول کی تصدیق کے بعد ہے، اور اگر کوئی ایسا ہی خوش اعتقاد شخص ہے کہ خلاف عقل بات بھی اہل کشف کی بلا دلیل مان لیتا ہے تو خدا اور رسول کی باتیں بلا دلیل مان لینا اس پر کیا دشوار ہے۔ اب دیکھئے کہ جس طرح جسم کے ساتھ آسمانوں پر جانا خلاف عقل ہے، کشف سے واقعی حالات معلوم کرنا بھی خلاف عقل ہے۔ پھر جب اہل کشف کی بات پر اس قدر وثوق ہے کہ ان کے مجرد قول سے کشف مان لیا جاتا ہے تو خدا و رسول کی بات پر مسلمان کو اس سے زیادہ وثوق چاہیے یا نہیں۔

مرزا قادیانی کو اعلی درجہ کے کشف کا جو دعوی ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں کیونکہ وہ ایک معنوی چیز ہے جو دوسرے کو محسوس نہیں ہوسکتی۔ البتہ آثار سے کسی قدر اس کا ثبوت ہوسکتا ہے مگر جب ہم یہاں آثار پر نظر ڈالتے ہیں تو بجائے ثبوت کے اس کا ابطال ہوا جاتا ہے۔ اس لئے کہ مرزا صاحب ہمیشہ پیش گوئیاں کیا کرتے ہیں اور ہمارے علم میں مرزا قادیانی نجومی یا کاہن یا رمال نہیں ہیں، اس سے ظاہر ہے کہ ان پیشگوئیوں کا مدار ان کے کشف پر ہے (یعنی جو کچھ آئندہ ہونے والا ہے کشف کے ذریعہ سے پیش از پیش دیکھ کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ایسا ہوگا۔ مثلاً فلاں شخص تین برس کی مدت میں مرے گا) پیش گوئیوں کا مدار کشف پر اس وجہ سے ہے کہ بغیر کشف کے رجماً بالغیب وہ حکم لگا دینا ترجیح بلا مرجح ہے۔ ممکن ہے کہ وہ پچاس برس کے بعد مرے۔ پھر خود مرزا قادیانی کو اعلی درجہ کے کشف کا عوی بھی ہے۔ اس صورت میں ضرور تھا کہ ہر پیش گوئی ان کی صحیح نکلتی جس سے کشف کی صحت ثابت ہوتی۔ مگر ایسا نہ ہوا بلکہ اس کے خلاف ثابت ہوا دیکھئے کہ مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے رسالہ الہامات مرزا میں لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے جن پیش گوئیوں کو معیار اپنی صداقت اور مدار بطالت قرار دیا وہ کل جھوٹی ثابت ہوئیں۔ پھر جب مولوی ثناء اللہ صاحب ان کا کذب ثابت کرنے کو قادیان گئے تو بجائے اس کے کہ مرزا قادیانی خوش ہوکر اپنے کمالات ظاہر

فرماتے اور پیش گوئیوں کا وقوع ثابت کرتے، الٹے ناراض ہو گئے اور مناظرہ سے گریز کی۔ اس کے بعد مولوی صاحب موصوف نے وہ رسالہ لکھ کر ان پیش گوئیوں کا عدم وقوع اور بطلان بدلائل ثابت کیا جس کا جواب نہ قادیانی سے ہوا، نہ ان کے ہوا خواہوں سے۔ چنانچہ اسی رسالہ کے عنوان پر یہ عبارت لکھ دی کہ اس رسالہ میں مرزا قادیانی کے الہاموں پر مفصل بحث کر کے ان کو محض غلط ثابت کیا ہے اس کے جواب کے لئے طبع اول پر مرزا صاحب کو پانچ سو روپیہ انعام کا وعدہ دیا گیا تھا طبع ثانی پر ہزار کیا گیا اور طبع ثالث پر پورا مبلغ دو ہزار کیا جاتا ہے اگر وہ ایک سال تک جواب دیں تو انعام مذکور ان کے پیش کیا جائے گا۔

یہ بات ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان الہامات اور پیش گوئیوں کے اثبات میں مرزا قادیانی ہی کا نفع تھا، پھر جب اس پر انعام ملتا تھا تو چاہیے تھا کہ سب کام چھوڑ کر اس رسالہ کے جواب میں مصروف ہو جاتے اور وہ رسالہ بھی کتنا، پورے سات جزو کا بھی نہیں۔ پھر جواب میں نہ کسی کتاب کے دیکھنے کی ضرورت ہے نہ اجتہاد کی۔ ہر پیشین گوئی سے متعلق جواب میں اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اس کا وقوع اس طرح ہوا اور اس کے فلاں فلاں گواہ موجود ہیں جس کے لئے ایک دو ورق سے زیادہ درکار نہیں۔ مگر جواب تو جب لکھا جائے کہ کسی پیش گوئی کا وقوع بھی ہوا ہو۔ وہاں تو سرے سے وجود ہی ندارد ہے، اور جو تقریروں میں ملمع سازی کی گئی تھی ان کی قلعی مولوی صاحب نے کھول دی اب ان پیشین گوئیوں کا اثبات حیز امکان سے کسی قدر خارج دکھائی دیتا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہم سری کا جو دعوی کرتے ہیں کہ اس قسم کے یعنی معراج جیسے کشفوں میں خود صاحب تجربہ ہیں، غلط فہمی ہے۔

یہاں یہ سوال وارد ہوتا ہے کہ الحکم ۱۱ صفر ۱۳۲۳ھ نمبر ۱۳ میں مرزا کی تقریر درج ہے کہ:

> جیسا کہ بت پوجنا شرک ہے ویسے ہی جھوٹ بولنا بھی شرک ہے۔ بت پوجنے والا اس خیال سے بت پوجتا ہے کہ یہ میری مرادیں بر لاتا ہے، ایسا ہی جھوٹ بولنے والا بھی اسی خیال سے جھوٹ بولتا ہے کہ جھوٹ سے میرا کام نکلتا ہے، مقدمہ جیت لیتا ہوں، بیوپار ہوتا ہے اور آفات و بلا سے بچ جاتا ہوں ان دونوں باتوں میں کچھ فرق نہ ہے۔

جب مرزا قادیانی جھوٹ کو شرک سمجھتے ہیں تو وہ اسکے مرتکب کیونکر ہوئے ہونگے؟ اس کا جواب حقیقتاً نہائت دشوار ہے مگر عقلاء خود اس کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔

مرزا قادیانی جو اپنے کشف کی خبر دیتے ہیں سو وہ کوئی نئی بات نہیں۔ اس قسم کی تعلیوں

کی ان کی عادت ہے چنانچہ رسالہ عقاید مرزا میں توضیح مرام وغیرہ رسائل مرزا قادیانی سے ان کے اقوال نقل کئے ہیں کہ میں اللہ کا نبی ہوں، رسول ہوں، میرا منکر کافر ہے اور مردود ہے، میرے معجزات اور نشانیاں انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، میری پیش گوئیاں نبیوں کی پیش گوئیوں سے زیادہ ہیں، میرے معجزات اور نشانات کے انکار سے سب نبیوں کے معجزات سے انکار کرنا پڑے گا، میرے منکروں اور متر ددوں کے پیچھے نماز درست نہیں، بلکہ ان پر سلام نہ کرنا چاہیے۔ اور لکھتے ہیں کہ خدا بے پردہ ہو کر ان سے ٹھٹھے کیا کرتا ہے۔ وغیر ذلک۔

جب مرزا قادیانی کی جبلت میں تعلیاں داخل ہیں جن کا وجود ممکن نہیں تو ان کا یہ قول کہ معراج کے جیسے کشفوں میں مولف صاحب تجربہ ہے، کون اعتبار کرے۔...

قیامت اور حشر اجساد

مسئلہ معراج میں مرزا کی کارسازیاں آپ نے دیکھ لیں اب مسئلہ قیامت کو دیکھئے کہ کیسی کیسی کارستانیاں کر رہے ہیں، ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۰۔۳۵۱ میں تحریر فرماتے ہیں:

قیامت کے دن میں بحضور رب العالمین ان کا حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا کیونکہ یہ تو نہیں کہ بہشت سے باہر کوئی لکڑی لوہے یا چاندی وغیرہ کا تخت بچھایا جائے گا اور خدا تعالی مجازی حکام اور سلاطین کی طرح اس پر بیٹھے گا اور کسی قدر مسافت طے کر کے اس کے حضور میں حاضر ہونا ہو گا تا یہ اعتراض لازم آئے کہ اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے نکلنا پڑے گا اور اس لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا۔ ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے، اور حق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہیں اور تخت رب العالمین کے قائل ہیں، لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ اور رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہو گا لیکن ایسے پاک طور پر کہ خدا تعالی کے تقدس اور تنزہ میں کوئی فرق نہ ہو... حق یہ ہے کہ اس دن بھی بہشتی بہشت میں ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں لیکن رحم الہی کی تجلی عظمی راست بازوں اور ایمان داروں پر ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کر کے اور تمام سامان بہشتی زندگی کا حسی اور جسمانی طور پر ان کو دکھا کر اس نئے

طور کے دار السلام میں ان کو داخل کر دے گی ۔

حاصل اس کا یہ ہوا کہ نہ نفخ صور ہوگا، نہ مردے زندہ ہوں گے، نہ حساب کتاب ہے، نہ صحائف اعمال کی جانچ، نہ پل صراط کا معرکہ درپیش ہے، نہ کسی قسم کی پریشانی اس روز ہوگی، نہ کسی کی شفاعت کی ضرورت ہے، اور ہزار ہا آیات واحادیث وآثار میں جن چیزوں کا ذکر بڑے اہتمام سے خدا اور رسول نے کیا ہے سب نعوذ باللہ بے اصل ہے۔

..اگر مرزا قادیانی یہ فرما دیتے کہ ایسی باتیں ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اس وجہ سے ہم ان پر ایمان نہیں لائیں گے، تو مسلمانوں کو بے فکری ہو جاتی اور سمجھ جاتے کہ فی الحقیقت قیامت کا مسئلہ ایسا ہی ہے کہ ہر شخص کی سمجھ سے باہر ہے۔ نزول قرآن کے وقت جب عقلاء اس کو تسلیم نہ کر سکے تو تیرا سو برس کے بعد مرزا قادیانی کا تسلیم نہ کرنا چنداں بعید نہیں، مگر افسوس ہے کہ انہوں نے ایمان کا جھگڑا لگا رکھا۔

مرزا صاحب تخت رب العالمین پر ایمان تو لاتے ہیں مگر لکڑی وغیرہ کے تخت پر نہیں لاتے کیونکہ جب جنت کے باہر لق ودق جنگل میں وہ تخت آئے گا تو لکڑی وغیرہ کا ہو جائے گا جو اس قابل نہیں کہ اس پر ایمان لایا جائے۔ البتہ وہ جنت میں بچھے گا تو ایمان لانے کے قابل ہوگا۔ اس لئے کہ نہ وہ لکڑی کا ہوگا نہ کسی چیز کا۔ اب یہ بات غور طلب ہے کہ وہ تخت کیسا ہوگا کہ تخت تو ہوگا مگر کس چیز کا ہوگا۔ پھر ایسا تخت ہوسکتا ہے تو جنت کے باہر آنے سے اس کو کون چیز مانع ہے۔ بہرحال مرزا قادیانی کو اگر قرآن پر ایمان لانا منظور ہوتا تو جس قسم کا تخت جنت میں تجویز کر رہے ہیں جنت کے باہر بھی تجویز کر سکتے ہیں، مگر ان کو قیامت کا انکار ہی منظور ہے، اس لئے اس کی یہ تمہید کی کہ جب تخت رب العالمین آہی نہیں سکتا تو قیامت کے دوسرے واقعات جو اس روز حق تعالی کے روبرو ہونگے کہاں، اس وجہ سے جتنے آیات واحادیث قیامت کے باب میں وارد ہیں نعوذ باللہ سب خلاف واقع ہیں یہاں مرزا کی اس تقریر کو بھی یاد کر لیجئے کہ قرآن کا ایک نقطہ کم نہیں ہوسکتا۔

اب ہم محشر کا تھوڑا سا حال بیان کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو کہ حشر اجساد ہمارے دین میں کس قدر مہتم بالشان ہے۔ امام سیوطی (درمنثور ج ۶ ص ۳۱۸) میں لکھتے ہیں:

اخرج احمد والترمذی وابن منذر والحاکم وصححه وابن مردویه عن ابن عمر قال قال رسول اللّٰه ﷺ من سره ان ینظر الی یوم القیامة کانه رأی العین فلیقرأ اذا الشمس کوّرت واذا السماء

انفطرت و اذا السّما انشقّت، یعنی نبی ﷺ نے فرمایا اگر کوئی چاہے کہ قیامت کا حال برأی العین مشاہدہ کرلے تو سورہ اذا الشمس کو اور اذا السماء الفطر ت و اذا السماء انشقت کو پڑھے۔

ان سورتوں میں مجملاً قیامت کا بیان ہے کہ اس روز آسمان پھٹ جائیں گے، آفتاب اور تمام تارے تیرہ و تار ہو کر گر جائیں گے، سمندر خشک ہو جائیں گے، دوزخ خوب سلگائی جائے گی، مردے زندہ ہوں گے، نامہ اعمال ہر ایک کے اڑ اڑ کر اس کے ہاتھ میں آجائیں گے، چونکہ حشر زمین پر ہوگا اس لئے اس کی درستی اور صفائی کا یہ اہتمام اس روز ہوگا کہ جتنے سمندر اور دریا ہیں سب خشک کر کے اور پہاڑوں اور جھاڑوں کو نکال کر زمین کی وسعت بڑھادی جائے گی اور ایسی مسطح بنادی جائے گی کہ کہیں نشیب و فراز باقی نہ رہے اور چونکہ تمام فرشتے بھی زمین پر اتر آئیں گے اس لئے وہ اور بھی کشادہ کی جائے گی جس میں تمام خلائق کی گنجائش ہو۔ ان تمام امور کا ذکر بالتفصیل قرآن شریف میں موجود ہے چند آیات یہاں لکھی جاتی ہیں:

و یسالونک عن الجبال فقل ینسفھا ربّی نفساً۔فیذرھا قاعاً صفصفاً۔لا تر ی فیھا عوجاً وّ لا امتا۔ یو مئذٍ یتبعون الدّاعی لا عوج له و خشعت الاصوا ت للرّ حمن فلا تسمع الا ھمسا۔ (طہ: ۱۰۵۔۱۰۸)
پوچھتے ہیں تم سے پہاڑوں کا حال، سو کہو ان سے بکھیر دے گا ان کو میرا رب اڑا کر، پھر کر دیگا زمین کو پڑا میدان، نہ دیکھو گے اس میں موڑ نہ ٹیلا۔ جس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے جس میں کوکجی نہ ہوگی، اور دب گئیں آوازیں رحمٰن کے ڈر سے۔ مگر کھسر پھسر کی آواز۔

اس آیت میں صراحۃً مذکور ہے کہ پہاڑ زمین سے نکال دیئے جائیں گے اور زمین مسطح بنادی جائے گی۔ اور ارشاد ہے:

و یوم نسیّر الجبال و تری الارض بارزة و حشرناھم فلم نغادر منھم ا حداً۔و عر ضوا علی ر بّک صفا، لقد جئتمو نا کما خلقنا کم اوّل مرّة، بل زعمتم الّن نجعل لکم موعداً (کہف: ۴۷۔۴۸) اور جس دن ہم چلا دیں گے پہاڑ اور تم دیکھو گے زمین کھل گئی اور جمع کریں گے ہم ان کو پھر نہ چھوڑیں ان میں سے ایک کو، اور سامنے لائے جائیں گے تمہارے رب کے قطار کر کے، آپہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار، بلکہ تم کہا کرتے تھے کہ نہ ٹھہرائیں گے ہم تمہارا کوئی وعدہ۔

اس آیت میں صاف مذکور ہے کہ اس مسطح اور ہموار زمین پر سب لوگ اکٹھے کئے جائیں اور وہ حق تعالی کے روبرو حاضر ہوں گے ار منکرین حشر کو زجر و توبیخ ہوگی و اذ البحار سجّرت (تکویر : ٦) (اور جب سمندر بھڑکائے جائیں گے) بخاری کتاب التفسیر میں ہے قال الحسن سجّرت ذهب ماء ها فلا یبقی قطرة یعنی اس روز سمندر ایسے سوکھ جائیں گے کہ ان میں ایک قطرہ باقی نہ رہے گا۔

درمنثور جلد۴ ص۹۱ پر سیوطیؒ نے بدور سافرہ فی احوال الآخرۃ میں لکھا ہے:

عن ابن عباس فی قوله تعالی یوم تبدل الارض غیر الارض .. الآیة، قال یزاد فیها و ینقص منها و تذهب آکامها و جبالها و اودیتها و شجرها و ما فیها و تمد مد الادیم۔

یعنی حق تعالی جو فرماتا ہے یوم تبدّل الارض (ابراہیم : ۴۸) اس کی تفسیر میں ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ زمین میں کمی و زیادتی ہو جائے گی، ٹیلے پہاڑ وادیاں جھاڑ اور جو کچھ اس میں ہے یہ سب چیزیں نکال دی جائیں گی تاکہ ایک سطح ہو جائے۔ پھر کھینچ کر مثل ادیم کے کشادہ کی جائے گی۔ چنانچہ حق تعالی فرماتا ہے و اذا الارض مدّت۔ الحاصل زمین جب مسطح اور ایسی وسیع کر دی جائے گی کہ تمام جن و انس و ملائکہ وغیرھم کی اس میں گنجائش ہو اس وقت تمام مردوں کو حکم ہو گا کہ سب زندہ ہو کر میدان حشر میں آ کھڑے ہوں:

ثمّ نفخ فیه اخری فاذا هم قیام یّنظرون (زمر : ٦٨) یعنی دوسری بار صور پھونکا جائے گا جس سے سب مردے فوراً کھڑے ہو جائیں گے اور دیکھنے لگیں گے۔

یقولون أ ئنّا لمردودون فی الحافرة۔ ء اذا کنّا عظاماً نخرة۔ قالوا تلک اذاً کرّة خاسرة ۔فانّما هی زجرة واحدة ۔فاذا هم بالسّاهرة (نازعات : ۱۰-۱۴) کہتے ہیں کیا ہم پہلی کی سی حالت کی طرف پھر لوٹائے جائیں گے؟ کیا اس وقت جب کہ ہم ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گے؟ کہتے ہیں کہ پھر تو یہ لوٹنا نقصان دہ ہے۔ وہ تو صرف ایک ڈانٹ ہے، وہ ایک دم میدان میں جمع ہو جائیں گے۔

حاصل یہ کہ کفار قیامت کی نسبت بہت باتیں بناتے اور استبعاد ظاہر کیا کرتے تھے کہ یہ کیسا اور وہ کیونکر ہوگا۔ ارشاد ہوا یہ وہ کچھ نہیں ایک جھڑکی کے ساتھ سب زمین پر آ رہیں گے درمنثور جلد٦ ص۳۱۲ امام سیوطیؒ نے بالسّاهرہ کی تفسیر میں لکھا ہے:

عن الضحاك قا ل کا نوا فی بطن الارض ثمّ صاروا علی ظهرھا
یعنی سب مردے زمین کے اندر سے نکل کر اوپر آ جائیں گے۔

دیکھ لیجئے ان آیات سے مردوں کا قبروں سے نکلنا اور حق تعالی کے روبرو حاضر ہونا کس قدر ظاہر و واضح ہے۔

مرزا جو ازالہ اوہام میں بار بار لکھتے ہیں کہ: یحمل النصوص علی الظواھر، سو ان نصوص کو ظاہر پر حمل کرنے سے کون چیز مانع ہے۔ اگر فرماویں کہ عقل مانع ہے تو کفار بھی یہی کہہ کر کھلے طور پر ایمان لانے سے منکر ہو گئے تھے، پھر ایمان کے دعوی کی کیا ضرورت؟ یہ تو منافقوں کی عادت تھی کہ دل میں تو ایمان نہیں مگر کہتے ضرور تھے کہ ہم مومن ہیں، اور جب عقل کو اس قدر غلبہ دیا جاتا ہے کہ خدا کا کلام بھی اس کے مقابلہ میں ہیچ ہے، تو براہین احمدیہ میں کیوں فرمایا تھا کہ عقل مغیبات کے دریافت کا آلہ نہیں بن سکتی، اور عقل خدا کی حکمتوں کا پیمانہ نہیں بن سکتی۔ اس سے تو ظاہر ہے کہ اس وقت صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینا منظور تھا۔

یہ تو زمین کا حال تھا اب آسمانوں کا حال سنئیے کہ اس روز کیا ہوگا حق تعالی فرماتا ہے:

اذا السّماء انفطرت (انفطار:۱)

اذا السّماء انشقّت و اذا السّماء کشطت (انشقاق:۱)

یوم نطوی السّماء کطیّ السّجل للکتب (انبیاء:۱۰۴)

یعنی آسمان چر جائیں گے، پھٹ جائیں گے، ان کا پوست کھینچا جائے گا، لپیٹ دیئے جائیں گے جیسے طومار میں کاغذ لپیٹا جاتا ہے۔ اور تاروں کی نسبت فرمایا ہے:

اذا الشّمس کوّرت و اذا النّجوم انکدرت (تکویر:۱۔۲)

و اذا الکواکب انتثرت (انفطار:۲)

یعنی آفتاب اور تارے تیرہ و تار ہو کر جھڑ جائیں گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آسمانی نظم و نسق درہم برہم ہو کر وہ کارخانہ ہی طے کر دیا جائے گا اور کل ساکنین فلک کا مجمع زمین پر ہو جائے گا:

کلا اذا دکّت الارض دکاّ دکاً ۔و جاء ربّک و الملک صفاً صفاً ۔و جیء یومئذٍ بجهنم، یومئذٍ یّتذکّر الانسان و انّی له الذّکری ۔یقول یا لیتنی قدّمت لحیاتی۔ فیومئذٍ لا یعذّب عذابه احد۔ وّ لا یوثق وثاقه احد۔ یا ایّتها النّفس المطمئنّة۔ ارجعی الی ربّک راضیةً

مّرضیة۔ فاد خلی فی عبادی۔ و اد خلی جنّتی۔ (فجر:۲۱۔۳۰) جب پست کرے زمین کو کوٹ کوٹ اور آوے تمہارا رب اور فرشتے آویں قطار درقطار، اور لائی جائے اس دن دوزخ، یاد کرے گا اس روز انسان، اور کہاں ہے اس دن سوچنا، کہے گا کاش میں کچھ آگے بھیجتا اپنی زندگی میں، اور عذاب نہ کرے اس عذاب کی مانند کوئی اور باندھ نہ رکھے اس کا سا باندھنا کوئی، کہا جائے گا اے نفس مطمئنہ پھر چل اپنے رب کی طرف، تو اس سے راضی اور وہ تجھ سے راضی، داخل ہو جا میرے خاص بندوں میں، داخل ہو جا جنت میں۔

حاصل یہ کہ تمام آسمانوں کے فرشتے زمین پر اتر آئیں گے اور ہر ہر آسمان کے فرشتے ایک ایک جدا صف باندھ کر کھڑے ہو جائینگے جیسا کہ احادیث سے ثابت ہے اس وقت مسلمانوں کو جنت میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ آیہ موصوفہ و جاء ربّک سے اگر چہ صاف طور پر ظاہر ہے کہ حق تعالی کا عرش زمین کی جانب نزول فرمائے گا مگر چونکہ ہمارے اذہان اس قسم کے الفاظ سے اسی معنی کی طرف منتقل ہوتے ہیں جو ہماری بول چال میں جسمانیات سے متعلق ہیں اور حقیقت مجیء جو لائق شان کبریائی ہے سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اس لئے اس مقام میں یہ تاویل کی جاتی ہے کہ حق تعالی اس روز خاص طور پر کسی قسم کی تجلی فرماوے گا اور ارشاد ہے

و یحمل عرش ربّک فوقھم یو مئذٍ ثما نیة (حا قه:۱۷)

تمہارے رب کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھاویں گے۔

امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد ۶ ۲۶۱ میں لکھا ہے:

عن ابن زید قال قال رسول اللّٰه ﷺ یحمله الیوم اربعة و یوم القیا مة ثما نیة۔ یعنی آج عرش کو چار فرشتے اٹھائے ہوئے ہیں اور قیامت کے روز آٹھ فرشتے اٹھائیں گے۔

اور اس وجہ سے کہ آفتاب چاند ستارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے، زمین پر خدا کے نور کے سوا کوئی نور نہ ہوگا و اشرقت الارض بنور ربّھا (زمر:۶۹) یعنی روشن ہو جائے گی زمین اپنے رب کے نور سے۔ اور ظاہری قربت کی حالت یہ ہوگی کہ ہر شخص کو دولت ہم کلامی نصیب ہوگی چنانچہ بخاری (با ب من نو قش الحسا ب عذّ ب) میں ہے:

عن عدی بن حاتم قال قال النبی ﷺ :ما منکم من احد الا سیکلّمه اللّٰه یوم القیا مة لیس بینه و بینه ترجمان۔ ثم ینظر فلا یری شیئاً

قدّامه ثم ینظر بین ید یه فستقبله النار ۔ فمن استطاع منکم ان یتقی النار و لو بشقّ تمرةٍ یعنی تم میں سے ہر شخص کے ساتھ حق تعالی کلام کرے گا کہ کوئی ترجمان درمیان میں نہ ہوگا۔...۶۵۳۹

... اور اعمال نامے ہر طرف سے اڑیں گے اور ہر ایک کے ہاتھ میں آ جائیں گے:

و اذا الصّحف نشرت (انشقاق : ۱۰)

یومئذٍ تعرضون لا تخفی منکم خا فیه۔ فا مّا من اوتی کتا به بیمینه فیقول هاؤم اقرؤا کتابیه۔ اِنّی ظننت انّی ملاقٍ حسابیه۔ فهو فی عِیشة رّا ضیة۔ فی جنّةٍ عالیه۔ قطوفها دا نیه۔ کلوا و اشربوا هنیئاً بما اسلفتم فی الایام الخالیة۔ و امّا من اوتی کتابه بشماله فیقول یا لیتنی لم اوت کتابیه۔ و لم ادر ما حسابیه۔ یا لیتها کا نت القا ضیة۔ ما اغنی عنّی مالیه۔ هلک عنّی سلطانیة ۔خذوه فغلّوه۔ ثمّ الجحیم صلّوه۔ ثمّ فی سلسلة ذرعها سبعون ذراعاً فاسلکو ہ۔ (حا قه : ۱۸: ۳۲) اس دن سامنے جاؤ گے چھپ نہ رہے گا چھپنے والا ۔سو جس کو ملا نامہ اعمال سیدھے ہاتھ میں کہے گا لوجیو پڑھو میرا نامہ، مجھے اعتقاد تھا کہ مجھ کو ملتا ہے میرا حساب، سو وہ پسندیدہ عیش میں رہے گا، جنت میں جس کے میوے جھک رہے ہیں کھاؤ خوشگوار جو آگے بھیجا تم نے پہلے دنوں میں، اور جس کو ملا نامہ اعمال بائیں ہاتھ میں، کہے گا کاش مجھ کو نہ ملتا میرا لکھا، اور مجھ کو خبر نہ ہوتی کہ کیا ہے میرا حساب ۔اے کاش موت ہی میرا کام آخر کر دیتی، کچھ کام نہ آیا مجھ کو میرا مال، زائل ہو گئی مجھ سے حکومت، کہا جائے گا کہ اس کو پکڑو، پھر طوق ڈالو، پھر آگ کے ڈھیر میں اس بٹھاؤ، پھر ایک زنجیر میں جس کا ناپ ستر گز ہے اس کو جکڑو۔

اور اعمال تلنے کا بھی ایک بڑا معرکہ ہے۔حق تعالی فرماتا ہے:

والوزن یو مئذ ن الحق، فمن ثقلت مواز ینه فا ولئک هم المفلحون۔ ومن خفّت موازینه فاولئک الّذین خسِروا انفسهم بما کانوا بآ یاتنا یظلمو ن۔ (اعراف: ۸۔۹) (اس روز وزن بھی برحق ہے پھر جس شخص کا پلا بھاری ہوگا سو ایسے لوگ کامیاب ہونگے ۔ اور جس شخص کا پلا ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کرلیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کے ساتھ ظلم کرتے تھے)

اورارشاد ہے:

و نضع الموازين ا لقسط ليوم القيا مة فلاتظلم نفس شيئاً،و ان كان مثقا ل حبّةٍ من خردلٍ ا تينا بها، و كفى بنا حا سبين (انبیاء: ۴۷)(اور رکھیں گے ہم ترازو انصاف کی قیامت کے دن، پھرظلم نہ ہوگا کسی ایک شخص پر ایک ذرہ، اور اگر ہوگا برابر رائی کے دانہ کے بھی وہ بھی ہم لے آئیں گے اور ہم کافی ہیں حساب کرنیوالے)

اورحق تعالیٰ فرماتا ہے:

حتّى اذا جا ؤها شهد عليهم سمعهم و ابصا رهم و جلودهم بما كا نوا يعملون (حم سجدہ: ۲۰)

اليوم نختم على افواههم و تكلّمنا ايد يهم و تشهد ارجلهم بما كا نوا يكسبو ن (يسين : ۶۵)

یعنی ان کے منہ پر اس روز مہر کردی جائے گی اور ہاتھ اور پاؤں وغیرہ اعضا سے گواہی طلب کی جائے گی اور ہر عضو جو کچھ دنیا میں کام کیا تھا پورا پورا کہہ دے گا۔

اورارشاد باری ہے:

و ان منكم الّا واردها كان على ربّک حتماً مقضيّاً (مریم:۷۱)اورتم میں سے ہر ایک وہاں ضرور وارد ہونیوالا ہے، یہ تیرے پروردگار کے ذمے قطعی فیصلہ شدہ امر ہے ...پھروہ مصیبت کا روز معمولی بھی نہ ہوگا بلکہ :

سال سا ئل بعذا ب واقع۔ للكا فر ين ليس له دا فع۔ من اللّه ذى المعا رج۔ تعرج الملا ئكة و الرّو ح اليه فى يوم كا ن مقدا ره خمسين الف سنةٍ ۔فا صبر صبراً جميلا (معارج:۱۔۵)(درخواست کرتا ہے درخواست کرنے والا اس عذاب کی جو واقع ہونے والا ہے، کافروں کے واسطے جسے ہٹانے والا کوئی نہیں، اللہ کی طرف سے جو مرتبوں والا ہے، چڑھیں گے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن جس کی مقدار پچاس ہزار سال کی ہے سو صبر کرو اچھا صبر)

غرض قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہونا اور اس میں اقسام کے مصائب کا پیش آنا قرآن شریف اور احادیث سے ثابت ہے جس کو ذرا بھی ایمان ہو اس میں ہرگز شک نہیں کر سکتا۔اس پر بھی جن لوگوں کو شک ہو حق تعالیٰ ان کو عقلی طریقہ سے سمجھاتا ہے:

یا ایّها النّاس ان کنتم فی ریبٍ من البعث فانّا خلقنا کم من ترابٍ ثمّ من نطفةٍ ثمّ من علقةٍ ثمّ من مضغةٍ مخلّقةٍ و غیر مخلّقةٍ لّنبیّن لکم و نقرّ فی الار حام ما نشاء الی اجلٍ مّسمّی ثمّ نخرجکم طفلاً ثمّ لتبلغوا اشدّ کم، و منکم من یّتوفّی و منکم من یّردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعد علمٍ شیئاً، و تری الارض هامدةً فاذا انزلنا علیها الماء اهتزّت و ربت و انبتت من کلّ زو ج بهیج۔ ذ لک بانّ اللّه هوالحقّ وانّه یحی الموتی وانّه علی کلّ شیءٍ قدیر وانّ السّاعة آتیة لا ریب فیها و انّ اللّه یبعث من فی القبور۔ و من النّاس من یجادل فی اللّه بغیر علمٍ و لا هدی ولا کتا بٍ مّنیر۔ ثا نی عطفه لیضلّ عن سبیل اللّه، له فی الدّ نیا خزی و نذ یقه یوم القیا مة عذاب الحر یق۔ (حج: ۵،۹) اے لوگو! تم کو شک ہے جی اٹھنے میں تو (دیکھو) کہ ہم نے تم کو بنایا مٹی سے، پھر نطفہ سے، پھر خون بستہ سے، پھر مضغہ گوشت سے صورت بنی ہوئی اور نہ بنی ہوئی، یہ اس واسطے کہ تم کو ظاہر طور پر معلوم کرا دیں، اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم رحم میں جو کچھ چاہتے ہیں ایک میعاد مقرر تک، پھر تمہیں بچپن کی حالت میں دنیا میں لاتے ہیں، پھر جب تک پہنچو اپنی جوانی کے زور کو، اور بعضے تم میں سے مر جاتے ہیں اور بعضے پھیرے جاتے ہیں ارذل عمر تک، سمجھ کے پیچھے کچھ بھی نہ سمجھنے لگیں، اور تم دیکھتے ہو زمین خشک پر جہاں ہم نے اتارا اس پر پانی تازی ہوئی اور ابھری اور اگائیں ہر قسم کی رونق کی چیزیں، یہ اس واسطے کہ اللہ ہی ہے حق، اور وہ جلاتا ہے مردے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، اور یہ کہ قیامت آنے والی ہے اس میں کچھ شک نہیں اور یہ کہ اللہ اٹھائے گا قبر میں پڑے ہووں کو، اور بعض لوگ ہیں جو جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں بغیر علم کے اور بغیر ہدایت کے اور بغیر کتاب روشن کے اپنی گردن موڑ کر کہ گمراہ کریں اللہ کی راہ سے ان کی رسوائی دنیا میں ہے اور چکھا دیں گے ہم ان کو قیامت کے دن جلن کی عذاب۔

ان آیات میں حق تعالی ان لوگوں کو جو قیامت کے قائل نہیں کئی مثالوں سے سمجھاتا ہے کہ تم اپنی ہی پیدائش کو دیکھ لو کہ کس قدر عقل کے خلاف ہے، مٹی سے نباتات اور ان سے نطفہ اور اس سے علقہ اور اس سے مضغہ اور اس سے آدمی بنتا ہے۔ پھر تم پر کیسے کیسے انقلابات آتے ہیں کبھی

لڑکے، کبھی جوان، کبھی بعد کمال عقل کے بے وقوف محض، اور زمین ہی کو دیکھ لو کہ خشک ہونے کے بعد ہمارے حکم سے کیسی لہلہانے لگتی ہے۔اس سے سمجھ سکتے ہو کہ خدا جو ہمیشہ اس عالم میں انقلابات پیدا کیا کرتا ہے اس انقلاب اخروی پر بھی قادر ہے کہ مردوں کو زندہ کر کے میدان حشر میں قائم کر دے۔اس پر بھی جو نہ مانے وہ دنیا میں ذلیل اور آخرت میں سخت عذاب میں مبتلا کیا جائے گا۔اب دیکھنا چاہیے کہ حق تعالی جو فرماتا ہے یاایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ مّن البعث (حج ۵:) سو مرزا قادیانی کا شبہ اس میں داخل ہے یا نہیں؟ انہوں نے تحریر سابق میں اپنا اعتقاد بیان کر دیا ہے کہ مرنے کے بعد ایک حالت مستمرہ رہے گی اور کوئی زندہ ہو کر زمین پر نہ آئے گا۔اس صورت میں ظاہر ہے کہ جن شبہات کے رفع کے لئے یہ آیت نازل ہوئی ان میں مرزا قادیانی کا شبہ اور اعتقاد بھی داخل ہے۔اب مرزا قادیانی کو خدا کا شکر بجالانا چاہیے کہ کس طرح مثالیں دے دے کر حق تعالی نے موت کے بعد زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا۔اگر یہودیت کا خیال مانع ہے تو اس کی طرف کچھ توجہ کی ضرورت نہیں اس لئے کہ شیطان ایسے ہی قیاس کر کے آدم کے سجدہ سے رکا تھا۔

خدا کے ارشاد کے بعد مسلمانوں کو چون و چرا کی کوئی ضرورت نہیں۔اب اہل انصاف خود ہی غور کر لیں کہ مرزا قادیانی جو پوچھتے ہیں کہ کیا قیامت کے دن بحضور رب العالمین حاضر ہونا ان کو بہشت سے نہیں نکالتا (ازالہ اوہام۔ص ۳۵۰) معاد جسمانی کا انکار ہے یا نہیں اور یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے مخالف ہے یا نہیں اور اس مخالفت سے آدمی کا ایمان باقی رہ سکتا ہے یا نہیں؟

خدا تعالی تو صاف فرما رہے ہیں کہ حشر زمین پر برپا ہوگا اور اس تصریح کے ساتھ کہ اس دن زمین جھاڑ پہاڑ وغیرہ سے خالی کر دی جائے گی دریا خشک ہو جائیں گے وغیرہ، مگر مرزا قادیانی ایک نہیں مانتے۔قرآن وحدیث سے مردوں کا قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف جانا ثابت ہے و نفخ فی الصّور فاذا ھم من الاجداث الی ربّھم ینسلون (یسین :۵۱) یعنی صور پھونکے جانے کے ساتھ ہی سب آدمی قبروں سے نکل کر اپنے رب کی طرف دوڑیں گے، اور نیز میدان حشر میں کھڑے ہونے، پسینے کی حالت ..وغیرہ صاف طور پر معاد جسمانی پر گواہی دے رہا ہے مگر مرزا قادیانی اس کی تصدیق نہیں کرتے اور معرکہ حساب و میزان و پل صراط و انبیاء کی پریشانی اور نفسی نفسی کہنا دلیل بین ہے اس پر کہ اس وقت کوئی جنت میں نہ ہوگا مگر مرزا قادیانی اس کو رد کر کے کہتے ہیں کہ بہشت سے کوئی نہ نکلے گا۔

دیکھ لیجئے ہم پہلے ہی کہہ چکے ہیں کہ مرزا صرف مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہتے

ہیں کہ قرآن پر ہمارا ایمان ہے اور اس سے ایک نقطہ کم نہیں ہوسکتا۔ فی الحقیقت ایک نقطہ تو کم نہیں کیا مگر جزو کے جزو نکال دیئے۔ اب یہاں ایک اور مشکل درپیش ہے کہ مرزا قادیانی یہ بھی کہتے ہیں:

ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ و رسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن ایسے پاک طور پر کہ جو خدا تعالی کے تقدس اور تنزہ اور اس کی تمام صفات کاملہ کے منافی و مغائر نہ ہو۔ بہشت تجلی گاہ حق ہے یہ کیوں کر کہہ سکیں کہ اس دن خدا تعالی ایک مجسم شخص کی طرح بہشت سے باہر اپنا خیمہ یا یوں کہو کہ اپنا تخت بچھوا دے گا بلکہ حق یہ ہے کہ اس دن بھی بہشتی بہشت میں ہوں گے اور دوزخی دوزخ میں۔ لیکن رحم الٰہی کی تجلی عظمی راست بازوں اور ایمان داروں پر ایک جدید طور سے لذات کاملہ کی بارش کر کے اور تمام سامان زندگی کا حسّی اور جسمانی طور پر ان کو دکھلا کر اس نئے طور پر کے دار السلام میں ان کو داخل کر دے گی۔ ایسا ہی خدا تعالی کی قہری تجلی جہنم کو بھی بعد از حساب اور الزام صریح کے نئے رنگ میں دکھلا کر گویا جہنمی لوگوں کو نئے سرے جہنم میں داخل کریگی۔ (ازالہ۔ص ۳۵۵)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ لوگ جنت میں بھی ہوں گے اور زمین محشر پر بھی۔ محشر کے مصائب اور آفات تو ابھی معلوم ہوئے اب تھوڑے سے احوال جنت کے سن لیجئے:

جنّا ت تجری من تحتها الانهار۔ (محمد :۱۲)

فیها انهار من ماءٍ غیر آ سن ،و انهار من لبنٍ لم یتغیر طعمه، و انهار من خمرٍ لذّةٍ للشّاربین، و انهار مّن عسلٍ مصفّی (محمد: ۱۵)

لکم فیها فا کهة کثیرة مّنها تا کلون (زخر ف : ۷۳)

و فیها ما تشتهیه الانفس و تلذّ الاعین (زخر ف: ۷۱)

لهم فیها ازواج مّطهّرة (بقرة : ۲۵)

و عند هم قا صرات الطّرف (صا فا ت : ۴۸)

و حور عین کا مثال اللولوء المکنون (واقعه : ۲۲،۲۳)

یحلّون فیها من اساور من ذهب، و یلبسون ثیا باً خضراً من سندس و استبرقٍ متکئین فیها علی الآرائک (کهف : ۳۱)

یطا ف علیهم بصحا فٍ من ذهب و اکواب (زخر ف : ۷۱)

و کا ساً دها قاً (نبا : ۳۴)

لا یرون فیھا شمساً و لا زمھریراً (دھر: ۱۳)

فیھا سرر مرفوعۃ، و اکواب موضوعۃ، و نمارق مصفوفۃ، و زرابی مبثوثہ (غاشیہ: ۱۳۔۱۶)

اس کے سوا اور بہت سی آیتیں ہیں جن کا مطلب یہ ہے کہ جنتیوں کی حالت یہ ہے کہ ان کے مکانوں کے نیچے پانی اور دودھ اور شراب مصفی شہد کی نہریں بہتی ہوں گی، مکانات نہایت پر تکلف جن میں بہت ہی پاکیزہ فرش بچھے ہوئے اور مسندیں لگی ہوئیں اور ایک طرف اونچے اونچے تخت سجے ہوئے اور بی بیاں نہایت پاکیزہ اور شرمگیں اور حوریں نہایت حسین فاخرہ لباس اور اقسام کے زیوروں سے آراستہ نزدیک بیٹھی ہوئیں اور خود بھی زیور اور عمدہ لباس پہنے ہوئے اور میوہ جات اور طرح طرح کی نعمتیں جن کا شمار نہیں، غلمان و خدام مشقابوں پر مشقابیں لئے چلے آرہے ہیں اور جھلکتے پیالوں کا پیہم دور، پھر جس چیز کی خواہش ہو فوراً موجود، اور ان کے سوا وہ نعمتیں جو نہ کانوں نے سنیں نہ آنکھوں نے دیکھیں ہر وقت مہیا، پھر نہ اس میں آفتاب کی گرمی، نہ زمہریر کی سردی، نہ کسی امر کی فکر، نہ اس سے نکلنے کا اندیشہ، نہ موت کا کھٹکا وغیرہ، امور جن کو تمام مسلمان جانتے ہیں۔

اب دیکھئے مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ قیامت کے روز بہشت سے کوئی نہیں نکلے گا اور قیامت کے کل مصائب پر بھی ایمان ہے اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اس روز مصائب قیامت میں بھی سب جنتی مبتلا رہیں گے اور عیش وعشرت میں بھی سرگرم اور مشغول رہیں گے۔ یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آتی مگر ابن حزم نے ملل ونحل میں لکھا ہے کہ انجیل متی کے چودھویں باب میں مذکور ہے کہ مسیح نے کہا کہ یحیی نہ کھانا کھاتے ہیں نہ پانی پیتے ہیں، اور میں کھانا بھی کھاتا ہوں اور پانی بھی پیتا ہوں، اس سے ظاہر ہے کہ یحیی، مسیح سے افضل ہیں۔ نصاری اس کا جواب دیتے ہیں کہ مسیح کا ناسوت کھاتا پیتا تھا اور لاہوت نہ کھاتا نہ پیتا تھا۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی نے یہ مسئلہ وہیں سے نکالا ہوگا کیونکہ مرزا کو یہود نصاری کے عقاید میں ممارست کی وجہ سے یدطولی ہے اس بنا پر قائل ہونگے کہ اہل محشر کا لاہوت جنت میں اور ناسوت مصائب میں مبتلا رہیگا مگر ہمارے دین میں اسکی نظیر نہیں ملتی، اسلئے اہل اسلام اس قسم کے لاہوت و ناسوت کے قائل نہیں ہوسکتے۔

مرزا قادیانی ہم پر یہود کے ہم خیال ہونے کا الزام لگاتے ہیں اور خود نصاری کے ساتھ ہیں اور فرماتے ہیں:

اگر بہشتی لوگ بہشت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو طلبی کے وقت انہیں بہشت سے

نکلنا پڑے گا اور لق ودق جنگل میں جہاں تخت رب العالمین بچھایا گیا ہے حاضر ہونا پڑے گا ایسا خیال تو سراسر جسمانی اور یہودیت کی سرشت سے نکلا ہوا ہے اور حق یہی ہے کہ ہم عدالت کے دن پر ایمان تو لاتے ہیں اور تخت رب العالمین کے قائل ہیں لیکن جسمانی طور پر اس کا خاکہ نہیں کھینچتے ۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۳۵۰)

خود ہی غور فرمائیں کہ یہ تو ہم نے نہیں کہا کہ لق ودق جنگل میں تخت رب العالمین بچھے گا جس کا الزام ہم پر لگایا جاتا ہے البتہ ہم اس آیت شریفہ پر ایمان ضرور رکھتے ہیں و یحمل عرش ربّک فوقھم یو مئذٍ ثما نیه (حاقہ :۱۷) اور اس قسم کے جتنے امور ہمارے خدا اور رسول نے فرما دیئے ہیں گو یہود کے بھی وہ اعتقاد ہوں ان سب کو ہم مانتے ہیں کیونکہ ہمارا قرآن تورات و انجیل کا مصدق ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے و لمّا جاء ھم کتا ب مّن عند اللّٰه مصدّق لما معھم (بقرہ: ۸۹) اور ہمارے نبی ﷺ نے یہود کے بعض اقوال کی تصدیق بھی کی ہے چنانچہ اس حدیث سے ظاہر ہے جو بخاری باب قولہ و ما قدروا اللہ حق قدرہ میں ہے :

عن عبد اللّٰه قال جاء حبر من الاحبار الی رسول اللّٰه ﷺ فقا ل یا محمد انانجد ان اللّٰه یجعل السماوا ت علی اصبع والارضین علی اصبع و الشّجر علی ا صبع و الماء علی ا صبع و الثری علی ا صبع و سا ئر ا لخلائق علی اصبع فیقول انا الملک فضحک النّبیّ ﷺ حتّی بدت نواجذہ تصدیقاً لقول الحبر ثم قرأ رسول اللّٰه و ما قدروا اللّٰه حقّ قدرہ والارض جمیعاً قبضته یو م القیا مة۔(یعنی ایک عالم یہود نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہماری کتابوں میں ہے کہ حق تعالی تمام آسمانوں کو ایک اصبع پر اور زمینوں وغیرہ کو ایک ایک اصبع پر رکھ کر فرمائے گا کہ میں ہی بادشاہ ہوں ۔ یہ سن کر آنحضرت ﷺ ہنسے جس سے تصدیق اس عالم کی ہوتی تھی پھر حضرت ﷺ نے یہ آیت پڑھی و ما قدروا اللّٰه حق قدرہ..زمر:۶۷)

الحاصل ہمارے قرآن اور نبی ﷺ نے یہود کی جن جن باتوں کی تصدیق کی ہے ان کی تصدیق کرنے میں ہمیں کوئی عار نہیں البتہ اس قسم کے ناسوت ولاہوت کا اعتقاد قابل عار ہے ۔

مرزا قادیانی جو فرماتے ہیں کہ تخت رب العالمین کا خاکہ جسمانی طور پر نہیں کھینچتے اس کا مطلب یہاں معلوم نہیں ہوتا کہ عرش الہی کے جسمانی نہ ہونے سے معاد جسمانی کیونکر باطل کیا جاتا

ہے۔ اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ حشر جسمانی ہوتو تنزیہ الٰہی میں فرق پڑ جائے گا تو اس اعتبار سے اس عالم جسمانی میں بھی تنزیہ باقی نہ رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ آخراب بھی استواء علی العرش ثابت ہے جیسے قیامت میں ہوگا چنانچہ حق تعالیٰ فرماتا ہے الرحمن علی العرش استوی (طٰہٰ: ۵) اب استوی کے معنی جو کچھ ہوں جیسے اس عالم میں ہے ویسا ہی اس عالم میں ہوگا پھر جب اس عالم میں زمین پر حشر جسمانی سے تنزیہ میں فرق آتا ہے تو اس عالم میں بھی عالم جسمانی زمین پر ہونے سے فرق آنا چاہیے اور جب اس عالم میں تنزیہ میں فرق نہیں آتا تو وہاں معاد جسمانی سے فرق آنے کی کیا وجہ۔

مرزا قادیانی تنزیہ کو پیش کر کے حشر ونشر کا جو انکار کرتے ہیں کس قدر بدنما اور خلاف تدین ہے، اب تک تو آیات قرآنیہ کو بیان کر کے ان میں الٹ پلٹ ہی کیا کرتے تھے اس مسئلہ میں جو دیکھا کہ اگر احادیث کی تکذیب بھی کر دیں تو آیات قرآنیہ اتنی ہیں کہ ان سے سر بر ہونا مشکل ہے اس لئے یہاں وہ طریقہ بھی چھوڑ دیا اور خود مختاری میں ایک نیا عقیدہ گھڑ دیا جسکا کوئی اسلامی فرقہ قائل نہیں۔ گویا وہ کل آیات نعوذ باللہ منسوخ کر دی گئیں تمام اہل اسلام جانتے ہیں کہ کوئی بھی کلام الٰہی کو منسوخ کرنے کا مجاز نہیں جب تک خود خدا کسی آیت کو منسوخ نہ کرے پھر مرزا قادیانی اس کے کیونکر مجاز ہو سکتے ہیں۔ اس سے تو یہ ظاہر ہے کہ روز افزوں ترقی میں نبوت مستقلہ سے بھی ترقی کا دعوی ہو گیا ہے۔ اگر متبعین کو مرزا قادیانی کی تقریر سے معاد جسمانی کا انکار ہے تو ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک وہ نبی مستقل بلکہ نبی سے بھی ایک درجہ بڑھ کر ہیں اور ان کی کتاب ازالہ اوہام ناسخ قرآن شریف قرار پا چکی ہے۔ نعوذ باللّٰہ من ذلک خدا کرے کہ ایسا نہ ہو اور یہ حضرات خاتم النبیین ﷺ ہی کے کلمہ گو اور پورے قرآن کے معتقد رہیں۔

مشرکین وفلاسفہ جو قیامت کا انکار کرتے تھے بڑی وجہ اس کی یہ مشاہدہ تھا کہ جب کوئی چیز فنا ہو جاتی ہے تو پھر وجود میں نہیں آتی، اسی وجہ سے وہ کہتے تھے من یّعید نا یعنی ہمیں دوبارہ کون پیدا کرے گا اور فلاسفہ نے قاعدہ بنا رکھا ہے کہ اعادہ معدوم محال ہے حق تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے کما خلقنا کم (انعام: ۵۴) ۔اوّل خلقٍ نعیدہ وعداً علینا انّا کنّا فاعلین (انبیاء: ۱۰۴) یعنی ہم نے جیسے تمہیں پہلے پیدا کیا جب تم کچھ نہ تھے ویسا ہی دوبارہ بھی پیدا کریں گے کیونکہ اعادہ بہ نسبت ابتدائے تخلیق کے بہت آسان ہے اور ارشاد ہے من یّحی العظام و ھی رمیم قل یحییھا الّذی انشاھا اوّل مرّۃ و ھو بکلّ خلقٍ علیم (

یسین : ۸۷-۷۹) یعنی وہ کہتے ہیں کہ بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا تم کہو کہ جس نے پہلے پیدا کیا تھا وہی ان کو زندہ کرے گا۔ ہر چیز کو پیدا کرنے کا حال وہ خوب جانتا ہے۔الحاصل جب آدمی کو خدائے تعالی کی قدرت پر ایمان ہوتو اس کو قیامت کے تسلیم کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔

قیامت کے باب میں کم فہم اور جاہلوں کو یہ شبہات ہوتے ہیں کہ آیات واحادیث میں جو قیامت کے احوال مذکور ہیں باہم متعارض ہیں مثلاً کسی آیت میں یہ ہے کہ سب فرشتے اس روز آسمانوں پر چلے جائیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ سب زمین پر اتر آئیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ آفتاب و ماہتاب بے نور ہوکر گر جائیں گے اور کسی میں یہ ہے کہ زمین سے ایک میل کے فاصلہ پر آفتاب آجائے گا اور کسی میں ہے کہ دوزخ میں دونوں ڈالیں جائیں گے جیسا کہ اللہ نے فرمایا انّکم وما تعبدون من دون اللّٰہ حصب جھنم (انبیاء:۲۱) غرض کہ آیات واحادیث کو دیکھنے سے اس قسم کے بہت شبہات پیدا ہوتے ہیں سو ان کو یوں دفع کرنا چاہیے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار برس کا ہوگا جس میں مختلف اوقات میں مختلف کام ہوں گے یہ بات پوشیدہ نہیں کہ ایک ہی صدی میں کیسے کیسے انقلابات پیدا ہو جاتے ہیں۔آدمی جب اپنے بزرگوں کی زبانی ان کے اوائل حالات سنتا ہے اور اپنے زمانے کے حالات کو دیکھتا ہے تو ایک انقلاب عظیم پاتا ہے جس سے متحیر ہو جاتا ہے جب ایک صدی میں یہ کیفیت ہو تو قیامت کے پچاس ہزار برس میں کسقدر انقلابات ہونا چاہئیں۔اسی وجہ سے ایک وقت وہ ہوگا کہ تمام فرشتے زمین کے آسمانوں پر چلے جائیں گے اسکے بعد جب آسمانوں کا کارخانہ درہم برہم ہو جائے گا زمین پر شان وشوکت کے اظہار کی ضرورت ہوگی تمام فرشتوں کے صفوف زمین پر آراستہ کئے جائیں گے اور آفتاب کا نور زائل کر کے صرف اس کی گرمی کسی خاص مصلحت کے لحاظ سے باقی رکھی جائے گی پھر کسی وقت دوزخ میں بھی ڈال دیا جائے گا۔ابن عباسؓ کے روبرو بھی چند شبہات اس قسم کے پیش کئے گئے تھے ان کا جواب جوانہوں نے دیا ہے اس سے ہمارے قول کی تصدیق ہوتی ہے بخاری شریف میں:

عن سعید قال قال رجل لا بن عباس انی اجد فی القر آن اشیاء تختلف علی قا ل فلا انسا ب بینھم یو مئذ و لا یتساء لو ن و اقبل بعضھم علی بعض یتساء لو ن و لا یکتمو ن اللّٰہ حد یثاً ربنا ما کنا مشر کین فقد کتموا فی ھذہ الآ یۃ و قال و السّماء بنا ھا الی قولہ و جا ھا فذ کر خلق السّما ء قبل خلق الارض ثمّ قال انّکم لتکفرون

بالّذی خلق الارض فی یومین الی طا ئعین فذ کر فی هذه خلق الارض قبل السّماء و قال کان اللّه غفوراً رحیماً عزیزاً حکیماً سمیعاً بصیراً فکانّه کان ثمّ مضی فقال فلا انساب بینهم فی النّفخة الاولی ثمّ ینفخ فی الصور فصعق من فی السماوات و من فی الارض الا من شاء الله فلا انسا ب عند ذلک و لا یتسا ئلو ن ثم فی الفخة ا لآ خر ة اقبل بعضهم علی بعض یتسا ء لو ن و اما قو له ما کنا مشر کین و لا یکتمون الله فا ن الله یغفر لاهل الاخلاص ذنو بهم و قال المشرکون تعالوا نقول لم نکم مشرکین فختم علی افوا ههم فتنطق اید یهم فعند ذا لک عرف ان الله لم یکتم حد یثاً و عنده یؤد الذین کفروا . ا لآ یه و خلق ا لارض فی یومین ثم خلق السما ء ثم استوی الی السماء فسو هن فی یومین آ خر ین ثم وحا ا لا ر ض و دحیها ان اخر ج منها الماء و المرعی و خلق الجبال و ا لا کا م و ما بینهما فی یو مین آ خرین فذ لک قو له د حاها و قوله خلق الارض فی یو مین فجعلت الارض و ما فیها من شیء فی اربعة ایام و خلقت السّما ء فی یومین و کان اللّه غفوراً رحیماً سبی نفسه ذلک و ذلک قو له لم یزل کذ لک فا ن الله لم یر و شیئا ا لا ا صا ب با لذی اراد فلا یختلف علیک القرآن فا ن کلاً من عند الله ۔

یعنی ایک شخص نے ابن عباسؓ سے کہا کہ قر آ ن شر یف میں مجھے کچھ ا ختلا ف معلوم ہو تا ہے ۔حق تعا لی فر ما تا ہے کہ قیا مت کے روز لو گوں میں نہ نسبی تعلق ہو گا نہ ایک دوسرے کو پو چھے گا ۔ پھر دوسری آ یت میں ہے کہ ایک دوسرے کے پاس جا ئیں گے اور پو چھیں گے، اور ایک آ یت میں ہے کہ اللہ سے کو ئی با ت نہ چھپا ئیں گے اور دوسری آ یت میں ہے کہ مشرک کہیں گے کہ یا اللہ ہم مشرک نہ تھے ۔ اس سے چھپا نا ثا بت ہے، اور ایک آ یت میں ہے کہ ز مین آ سما نو ں سے پہلے پیدا ہو ئی اور دوسری آ یت میں ہے کہ آ سما ن زمین سے پہلے پیدا ہو ئے اور کان اللّٰہ غفوراً رحیماً وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ غفور و رحیم گذ شتہ ز ما نے میں تھا۔ ابن عباس نے فر ما یا کہ نفخہ او لی کے وقت کسی کو کوئی نہ پو چھے گا پھر نفخہ آ خری کے بعد ایک

دوسرے کو پوچھنے لگیں گے اور جب خدا اہل اخلاص کے گناہ معاف فرما دے گا تو مشرکین آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم بھی کہیں کہ ہم مشرک نہ تھے، اس وقت ان کے مونہوں پر مہر کردی جائے گی اور ہاتھ ان کے سب واقعات کہہ سنائیں گے کہ ہم نے یہ یہ کام کیا تھا اس وقت ثابت ہو جائے گا کہ خدا سے کوئی کچھ چھپا نہیں سکتا۔ اس وقت کفار آرزو کریں گے کہ کاش ہم بھی ایمان لائے ہوتے اور حق تعالیٰ نے دو دن میں زمین کو پیدا کیا پھر دو دن میں آسمان بنائے اس کے بعد دو دن میں زمین سے پانی نکالا اور چراگاہ اور پہاڑ اور ٹیلے وغیرہ بنائے اس حساب سے زمین اور اس کے متعلقات چار دن میں آسمان سے پہلے اور بعد بنائے گئے اور آسمان دو دن میں اور کان اللّٰہ غفوراً رحیماً وغیرہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ نے زمانہ گذشتہ میں یہ نام اپنے رکھے اور اسکے بعد ہمیشہ ان صفات کے ساتھ متصف رہے جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور مغفرت وغیرہ کرتا ہے۔ یہ بیان کر کے ابن عباس نے فرمایا کہ ہرگز یہ خیال نہ کرنا کہ قرآن میں اختلاف ہے سارا قرآن اللہ کے پاس سے اترا ہے ممکن نہیں کہ اس میں اختلاف ہو۔

الحاصل جس طریقہ کی تعلیم ترجمان القرآن ابن عباسؓ نے کی اس سے ظاہر ہے کہ ظاہری طور پر تعارض اگر معلوم ہو تو ایسے طور پر اٹھایا جائے کہ کسی آیت کی تکذیب نہ ہو اور ہر آیت کے معنی پورے طور پر باقی رہیں نہ یہ کہ کسی غرض سے تعارض پیدا کر کے کلام الٰہی کو بدنام کریں پھر اس کو اٹھانیکے واسطے ایسی بدنما تاویلیں کریں جن سے خواہ مخواہ دوسری آیتوں کی تکذیب ہو جائے

مرزا قادیانی یقین کو نزدیک نہیں آنے دیتے بلکہ جن آیتوں کا یقین تھا ان میں نئے نئے شبہات پیدا کر رہے ہیں۔. آیات کلام اللہ ایک دوسرے کی تصدیق کرتی ہیں اور اگر کسی کی سمجھ میں نہ آئے اور تعارض ظاہراً معلوم ہو تو وہ اپنے فہم کا قصور ہے کلام الٰہی اس سے بری ہے مگر مرزا قادیانی کو عیسویت کے ذہن سے کچھ نہیں سوجھتا اور خواہ مخواہ تعارض پیدا کر کے معاد جسمانی کی آیتوں پر جن سے قرآن بھرا ہوا ہے حملہ کر رہے ہیں اور صاف طور سے اس کا انکار ہے۔ مقصود تو یہ ہے کہ مسیح کا زمین پر اترنا ہر طرح سے باطل کر دیں مگر ظاہراً چند آیتیں پیش کرتے ہیں کہ وہ متعارض ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۴۹۔۳۵۵ میں لکھتے ہیں:

مسیح ابن مریم جس کی روح اٹھائی گئی برطبق آیات کریمہ یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربّک راضیۃً مّرضیۃ فادخلی فی عبادی و

ادخلی جنتی ۔ بہشت میں داخل ہو چکے پھر کیونکر اس غم کدہ میں آ جائیں ..اور جو شخص بہشت میں داخل کیا جاتا ہے پھر وہ اس سے کبھی خارج نہیں کیا جاتا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے لا یمسّھم فیھا نصب و ما ھم منھا بمخر جین و امّا الّذین سعدوا ففی الجنّۃ خا لدین فیھا ما دامت السّما وات و الارض الاّ ما شاء اللہ عطاء غیر مجذو ذ ۔ایسا ہی قرآن شریف کے دوسرے مقامات میں بھی بہشتیوں کے ہمیشہ جنت میں رہنے کا جا بجا ذکر ہے اور سارا قرآن اس سے بھرا پڑا ہے جیسا کہ فرما تا ہے و لھم فیھا ازواج مّطھّرۃ و ھم فیھا خالدو ن اولئک اصحاب الجنّۃ ھم فیھا خا لدو ن وغیرہ ...اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مومن کو فوت ہونے کے بعد بلا توقف بہشت میں جگہ ملتی ہے جیسا کہ ان آیات سے ظاہر ہو رہا ہے قیل ادخل الجنّۃ قال یا لیت قو می یعلمون بما غفر لی ربّی و جعلنی من المکر مین اور دوسری آیت یہ ہے فاد خلی فی عبادی و اد خلی فی جنّتی اور تیسری آیت یہ ہے و لا تحسبنّ الّذ ین قتلوا فی سبیل اللّٰہ اموا تاً بل احیاء عند ربّھم یرزقون فرحین بماآ تاھم اللّٰہ من فضلہ ۔ اور احادیث میں تو اس قدر اس کا بیان ہے کہ جس کا باستیفا ذکر موجب تطویل ہو گا بلکہ خود آنحضرت ﷺ اپنا چشم دید ماجرا بیان فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو میں نے اکثر عورتیں دیکھیں اور بہشت دکھلایا گیا تو اکثر ان میں فقراء تھے ۔

مطلب اسکا یہ ہوا کہ ان تین آیتوں سے ثابت ہے کہ مرتے ہی آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور بہت سی آیتوں سے ثابت ہے کہ جو جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر اس سے نہیں نکلتا جس سے ثابت ہوا کہ قیامت زمین پر نہ ہوگی اور جتنی آیتیں معاد جسمانی زمین پر ہونے کی ہیں جن سے قرآن شریف بھرا ہوا ہے اور صدہا حدیثیں جن سے ہزارہا کتابیں بھری ہیں کوئی اعتبار اور اعتقاد کے قابل نہیں ۔

اب ہر عاقل سمجھ سکتا ہے کہ صدہا آیتوں کے بالمقابل دو تین آیتیں مخالف معلوم ہوں تو وہ مخالفت قصور فہم کی وجہ سے سمجھی جائے گی یا واقعی جس سے ان تمام آیات کثیرہ کی تکذیب کی ضرورت ہو، کیا مرزا قادیانی کا صدہا آیتوں پر اس غرض سے حملہ کرنا کہ بے کھٹکا عیسی موعود خود بن جائیں عقلاً یہ سمجھنے کے لئے کافی نہیں کہ صرف دنیاوی غرض سے وہ قرآن کی تکذیب کر رہے ہیں

اس لئے وہ اپنے کسی دعوی میں ہرگز صادق نہیں ہو سکتے اور نہ کسی دینی خدمت کے مستحق ہو سکتے ہیں
اب ان تین آیتوں کے استدلال کا حال بھی دیکھ لیجئے ۔ یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ سے استدلال کیا جاتا ہے کہ ارواح مرتے ہی بلاتوقف میں داخل ہو جاتی ہیں مگر اس سے تو کچھ بھی نہیں معلوم ہوتا نہ اس میں موت کا ذکر ہے نہ مرتے ہی جنت میں داخل ہونیکی تصریح بلکہ ابھی معلوم ہوا کہ یہ خطاب قیامت کے دن ہوگا جو سیاق آیت سے خود ظاہر ہے کیونکہ پوری آیت شریفہ یہ ہے:

فیو مئذ لا یعذ ب عذا بہ ا حد وّ لا یوثق وثا قہ احد یا ایّتھا النّفس المطمئنّۃ ارجعی الی ربّک راضیۃ مرضیۃ فادخلی فی عبادی و ادخلی جنتی ۔(فجر: ۲۵۔۳۰)

اوپر سے قیامت کا ذکر چلا آ رہا ہے اذا دکّت ا لارض دکّا دکّاً (فجر:۲۱) اس سے ظاہر ہے کہ فیومئذ سے مراد قیامت ہی ہے اور اسی روز ارواح کو یہ خطاب ادخلی فی جنّتی ہوگا چنانچہ شاہ عبدالعزیز تفسیر عزیزی میں لکھتے ہیں:

دوراں روز پر ہول یعنی روز قیامت کہ اول دہلہ ہر ہمہ را از نیکاں و بداں اضطراب و فزع لاحق گردد مطیعا ن و نیکا ن را تسلی بخشند دندارد رسد کہ یاایّتھا النّفس المطمئنّہ

اور امام سیوطیؒ درمنثور جلد ۶ ص ۳۵۱ میں لکھتے ہیں:

عن ابن عباس فی قولہ ارجعی الی ربّک قال ترد ا لاروا ح یو م القیامۃ فی الاجساد یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ارواح کو جو ارجعی الی ربّک کا خطاب ہوگا وہ قیامت کے روز ہوگا کہ اپنے اجساد میں داخل ہو کر محشر میں حاضر ہو جائیں۔

اور اسی میں یہ روایت بھی ہے:

عن سعید بن جبیر ثمّ یطیر الارواح فتؤمر ان تد خل الاجساد فھو قولہ ارجعی الی ربّک را ضیۃ مر ضیۃ (درمنثور ج ۶ ص ۳۵۱) یعنی سعید بن جبیر بھی یہی مطلب اس آیت شریفہ کا کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اجساد میں ارواح کو داخل ہونے کا حکم ہوگا چنانچہ وہ اڑ اڑ کر اجساد میں داخل ہو جائیں گے۔

اور یہ روایت بھی ہے:

وعن ابی صالح فی قو لہ ارجعی الی ربّک قال ھذا عند الموت

رجوعها الی ربّها خروجها من الد نیا فا ذا کان یوم القیا مة قیل لها فا د خلی فی عبادی و اد خلی فی جنّتی (درمنثورج ۶ ص ۳۵۱) یعنی ابی صالح فرماتے ہیں ارجعی الی ربّک کا خطاب روح کو موت کے وقت ہوتا ہے اس کا دنیا سے نکلنا رب کی طرف رجوع ہونا ہے اور جب قیامت کا روز ہوگا تو اد خلی فی عبادی و اد خلی جنّتی کہا جائے گا۔

اور اسی درمنثور جلد ۶ ص ۳۵۱ میں ہے:

عن زیدبن اسلم یا ایّتها النّفس المطمئنّه ... قال بشرت با لجنّة عند الموت و عند البعث و یوم الجمع یعنی زید بن اسلمؒ کہتے ہیں کہ یہ خوشخبری روح کو موت کے وقت اور قیامت کے روز دی جائے گی کہ جب دخول جنت کا وقت آجائے گا اس وقت داخل ہو جائے۔

اس کی مثال ایسی ہے جیسے اللہ فرماتا ہے و امّا الّذین سعدوا ففی الجنّة (ھود: ۱۰۸) یعنی جتنے سعید لوگ ہیں جنت میں ہیں۔ اس سے یہ مقصود نہیں کہ ہر سعید از لی نزول آیت کے وقت جنت میں چلا گیا تھا جس سے حقیقی طور پر ظرفیت صادق آئے بلکہ وہ سعداء کو بشارت ہے کہ جب جنت میں داخل ہونے کا وقت آجائے گا اس وقت داخل ہو جائیں گے اور تفسیر نیشا پوری میں ہے کہ عبد اللہ بن مسعود کی قرأت ادخلی فی جسدی عبدی یعنی قیامت کے روز نفس مطمئنّه کو حکم ہوگا کہ میرے بندہ کے جسد میں داخل ہو جا اور امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد ۶ ص ۳۵۱ میں لکھا ہے عن ابن عباس فاد خلی فی عبدی پڑھتے تھے جس کا وہی مطلب ہے کہ جسد میں داخل ہونے کا حکم ہوگا۔ آپ نے دیکھ لیا کہ قرآن کی پوری آیت جو ابھی لکھی گئی اس کے سیاق سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز اد خلی جنّتی کا خطاب ہوگا مگر مرزا پوری آیت نہیں پڑھتے اور صرف اد خلی سے استدلال کرتے ہیں۔ اس کی مثال بعینہ ایسی ہے کہ ایک شخص نے دعوی کیا کہ نماز کے پاس جانے کا حکم نہیں اور استدلال میں یہ آیت پیش کر دی یا ایّها الّذ ین آمنوا لا تقربوا الصّلوة (نساء: ۴۳) کسی نے کہا کہ و انتم سکا ری بھی تو اسی کے ساتھ مذکور ہے جس سے ظاہر ہے کہ نشہ کی حالت میں نماز نہ پڑھو۔ اس نے جواب دیا کہ یوں تو سارا قرآن پڑا ہوا ہے مگر آخر لا تقربوا الصّلوة بھی تو کلام الٰہی ہے۔ اہل ایمان غور کریں کیا اسی قسم کا استدلال کرنے والا مسلمان سمجھا جائے گا یا یہ سمجھا جائے گا کہ قرآن پر اس کو ایمان ہی نہیں کیونکہ

صراحتہً جو قید مذکور ہے اس کو اپنی بات بنانے کے اس نے حذف کر دیا۔

اب مرزا قادیانی کو بھی دیکھ لیجئے کہ یہی کام کر رہے ہیں یا نہیں حق تعالی پوری آیت میں قیامت کا ذکر فرماتا ہے اور مرزا قادیانی اپنی بات بنانے کے لئے اس کو حذف کر کے ایک حصہ سے استدلال کرتے ہیں اور موت کے ساتھ اسکو خاص کرتے ہیں اب کیونکر کہا جائے مرزا قادیانی کو قرآن پر ایمان ہے۔

رسالہ الحق الصریح میں مرزا قادیانی کی تحریر جو درج ہے اس سے ظاہر ہے کہ: و ان من اھل الکتاب الّا لیؤمننّ به قبل موته، میں ایک قرأۃ شاذہ قبل موتھم بھی ہے جو ان کے مفید مدعا ہے۔ اس قرأت شاذہ پر استدلال کر کے (حق الصریح۔ص ۸۹) میں لکھتے ہیں کہ فرض کرو کہ وہ قرأت بقول مولوی صاحب ایک ضعیف حدیث ہے مگر آخر حدیث تو ہے یہ تو ثابت نہیں ہوا کہ وہ کسی مفتری کا افتراء ہے بلکہ وہ احتمال حجت رکھتی ہے۔

مقصود کہ قرأت شاذہ بلکہ حدیث ضعیف بھی اعتماد کے قابل ہے اس بنا پر ہم بھی کہتے ہیں کہ یہ دو قرأتیں ایسے جلیل القدر صحابیوں کی ایک ابن عباسؓ جو ترجمان القرآن ہیں اور دوسرے ابن مسعودؓ جن کی فضیلت صحابہ کے نزدیک مسلّم ہے گواہ عادل اس بات پر ہیں کہ ادخلی جنّتی کا حکم قیامت کے روز ارواح کو اس واسطے ہوگا کہ وہ اپنے اپنے اجساد میں داخل ہو جائیں۔ موت کے وقت اس حکم سے کوئی تعلق نہیں اور قرأۃ متواترہ کی تفسیر جو ابن عباسؓ وغیرہ نے کی ہے وہ بھی اسی کے مطابق ہے اور سیاق آیت سے بھی ظاہر ہے کہ قیامت کے روز ارواح کو یہ حکم ہوگا اور جتنی آیتیں معاد جسمانی کے باب میں وارد ہیں سب کا مفاد یہ ہے کہ حشر زمین پر ہوگا اور کل اولین و آخرین انبیاء وغیرھم کا میدان حشر میں موجود رہنا مصرح ہے:

ان الاوّلین و الآخرین لمجموعون الی میقات یوم معلوم (واقعه: ۴۹۔۵۰)

و یوم نبعث فی کلّ امة شهیداً علیهم من انفسهم جئنا بک شهیداً علی هؤلاء (نحل:۸۹)

جن سے ظاہر ہے کہ اس روز کوئی بہشت میں نہ رہے گا۔ اتنے دلائل کے بعد یہ کہنا کہ بہشتیوں کے بہشت سے نکلنے پر کوئی حدیث نہیں مرزا قادیانی ہی کا کام ہے اگر مرزا قادیانی کو اتنے دلائل ملتے تو معلوم نہیں کہ کیا حشر برپا کرتے۔ حق تعالی صاف فرماتا ہے یخرجون من الاجداث کانّھم جراد منتشر (قمر:۷) یعنی سب مردے قبروں سے ایسے نکلیں گے جیسے ٹڈے ہیں پراگندہ۔

اور قیامت کا نام بھی اللہ نے یوم الخروج رکھا ہے یوم یسمعون الصّیحۃ بالحقّ ذلک یوم الخروج انا نحن نحیی و نمیت (ق:۴۲۔۴۳) اور معاد جسمانی پر صدہا حدیثیں موجود ہیں.. باوجود اس کے مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ ایک حدیث بھی نہیں اور اس پر مرزا قادیانی یہ بھی فرماتے ہیں کہ جھوٹ شرک کے برابر ہے اس سے عقلاء سمجھ سکتے ہیں کہ یہ قول ان کا دھوکا دینے کی غرض سے ہے یا نہیں۔

ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۷ میں عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں لکھتے ہیں:

اگر ہمارے پاس صرف نصوص قرآن کریم ہی ہوتیں تو فقط وہی کافی تھیں اب جس حالت میں بعض حدیثیں بھی ان نصوص کے مطابق ہوں تو پھر گویا وہ یقین نور علی نور ہے جس سے عمداً انحراف ایک قسم کی بے ایمانی میں داخل ہے۔

یہ بات تو انشاء اللہ آئندہ معلوم ہو جائے گی کہ نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ اور اجماع امت عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں ہمارے مفید ہیں یا مرزا قادیانی کے، مگر یہاں صرف یہ بتلانا منظور ہے کہ معاد جسمانی کے باب میں مرزا قادیانی صدہا آیات واحادیث سے جو عمداً انحراف کر رہے ہیں انہیں کے اقرار کے مطابق وہ بے ایمانی کر رہے ہیں یا نہیں۔ دراصل وہ دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ ادخلی جنّتی سے جب مرتے ہی جنت میں داخل ہو جانا ثابت ہو جائے تو پھر عدم خروج کے دلائل بہت ہیں۔ مگر یاد رہے کہ جب تک وہ قطعی طور پر یہ ثابت نہ کریں کہ مرتے ہی آدمی جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر اسکے بعد جب تک ان تمام نصوص قطعیہ کا جواب نہ دیں جس سے معاد جسمانی اور حشر کا زمین پر ہونا ثابت ہے عدم خروج کی آیتیں ان کو مفید نہیں ہوسکتیں۔ اصل مغالطہ کا منشاء یہ ہے کہ مرنے کے بعد بعضے روحانی طور جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اسی کو انہوں نے دخول حقیقی قرار دیا ہے جس کے بعد خروج ممکن نہیں حالانکہ وہ دخول حشر اجساد واحیائے عظام کے بعد ہوگا جیسا کہ نصوص قطعیہ سے ثابت ہے اور دخول روحانی وہ مانع خروج نہیں چنانچہ آنحضرت ﷺ نے بار بار روحانی طور پر جنت کی سیر کی ہے جس کا حال انشاء اللہ آئندہ معلوم ہوگا۔ اگر مرزا قادیانی یہ فرق کر دیتے کہ (شہداء وغیرھم کی ارواح جنت میں داخل ہوتے ہیں مگر قیامت کے روز وہ اجساد میں داخل اور نئے سرے سے زندہ ہو کر قبروں سے نکلیں گے اس کے بعد جب داخل جنت ہوں گے تو پھر کبھی نہ نکلیں گے) تو کوئی جھگڑا ابھی نہ تھا تمام آیات واحادیث حشر جسمانی کے مسلّم رہتے اور پورے قرآن پر ایمان بھی ہو جاتا مگر عیسیٰؑ کے زمین پر آنے کے خوف سے انہوں نے اس کو گوارا نہ

کیا اور اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ صدہا آیات واحادیث کا انکار لازم آجاتا ہے اور استدلال میں بھی چال نکالی کہ ایک احتمالی پہلو جو نصوص قطعیہ کے مخالف ہے پیش کر کے نہایت ڈھٹائی سے کہہ دیا کہ قرآن سے ثابت ہے کہ بہشتی مرتے ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر نہیں نکلتا۔

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۴۳۰۔۴۳۱ میں لکھتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ روحانی علوم اور روحانی معارف صرف بذریعہ الہامات ومکاشفات ہی ملتے ہیں اور جب تک ہم وہ درجہ روشنی کا نہ پالیں تب تک ہماری انسانیت کسی حقیقی معرفت یا حقیقی کمال سے بہرہ یاب نہیں ہوسکتی صرف کوے کی طرح یا بھیڑی کی مانند ایک نجاست کو ہم حلوا سمجھتے رہیں گے اور ہم میں ایمانی فراست نہیں آئے گی صرف لومڑی کی طرح داؤ پیچ بہت یاد ہوں گے۔،

اب اہل انصاف خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ جس فراست سے قرآن کی صدہا آیتوں اور حدیثوں کا ابطال ہو اس کا نام ایمانی فراست ہوگا بحسب اقرار مرزا بے ایمانی اور داؤ پیچ کا بھی حال معلوم ہوگیا کہ ایک آیت کا اجمالی پہلو پیش کر کے صدہا نصوص قطعیہ کو رد کر دیا اور پھر فرماتے ہیں کہ حق یہی ہے کہ عدالت کے دن پر تو ہم ایمان لاتے ہیں لیکن اور اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ اللہ ورسول نے فرمایا ہے وہ سب کچھ ہوگا لیکن سبحان اللہ کیا ایمان ویقین ہے یہ ایمان کا طریقہ تو مرزا قادیانی نے ایسا نکالا کہ آدمی تمام دنیا کے مذاہب وادیان کی تصدیق کرسکتا ہے مثلاً نصاریٰ سے کہہ دے کہ ہم تثلیث کو مانتے تو ہیں لیکن اور اس لیکن کے تحت میں منافیات تثلیث کو داخل کر دے۔ جتنے مشرکین تھے خدا کی خالقیت والوہیت کو مانتے تھے و لئن سالتھم من خلق السّماوات والارض لیقولنّ اللّٰہ (زخرف:۹) مگر اسکے ساتھ ما نعبد ھم الّا لیقرّبونا الی اللّٰہ زلفی (زمر:۳) کا لیکن لگا رہتا تھا اور منافق تو اس لیکن کو ظاہر بھی نہیں کرتے تھے صرف اس کی کیفیت ان کے دل میں رہتی تھی باوجود اس کے ان کا آمنا کہنا بے کار کر دیا گیا اور آخر انّ المنافقین فی الدّرك الاسفل من النار (نساء:۱۴۵) کے مستحق ٹھہرے۔ اب اس لیکن کے مطلب پر بھی غور کر لیجئے جب یہ تصریح مرزا قادیانی نے کر دی کہ بہشتی مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں اور پھر اس سے نہیں نکلتے اس کے بعد اگر پوچھا جائے کہ قرآن میں تو یہ ہے کہ سب روحیں اجساد میں داخل ہو کر قیامت کے روز قبروں سے زمین پر نکلیں گی تو یہی جواب ہوگا کہ اس پر ایمان تو ہے لیکن بہشت سے نہیں نکلیں گے اور اگر کہا جائے کہ اولین وآخرین اس روز سب

زمین پر ہوں گے تو یہی جواب ہوگا کہ اس کا یقین تو ہے لیکن بہشت سے کوئی نہ نکلے گا اور اگر کہا جائے کہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ حشر میں ہر شخص پریشان رہے گا حتی کہ انبیاء تک نفسی نفسی کہیں گے تو جواب یہی ہوگا کہ یہ صحیح ہے لیکن جنت کے عیش وعشرت سے کوئی نکالا نہیں جائے گا غرض کہ جتنی آیات واحادیث اس باب میں وارد ہیں سب کی فوراً تصدیق کی جائے گی مگر لفظ لیکن اس کے ساتھ لگا رہے گا۔ اسی کے مناسب یہ حکایت ہے کسی مولوی صاحب نے ایک صاحب سے پوچھا جن کو سیادت کا دعوی تھا کہ آپ کون سید ہیں حسنی یا حسینی۔ انہوں نے کہا میں سید ابراہیمی ہوں یعنی آنحضرت ﷺ کے خاص فرزند ابراہیمؓ کی اولاد ہوں۔ مولویصاحب نے احادیث اور انساب اور تواریخ کی کتابیں پیش کیں کہ حضرت ابراہیمؓ کا انتقال حالت طفولیت میں ہوگیا ہے۔ سید صاحب نے یہ سن کر فرمایا وہ سب صحیح ہے لیکن بندہ تو سید ابراہیمی ہے۔ اب ہر شخص غور کرسکتا ہے کہ باوجود اس لاکن کے یہ کہنا کہ خدا اور رسول نے قیامت کے باب میں جو کچھ فرمایا وہ سب کچھ ہوگا اور اس پر ہمارا ایمان اور یقین ہے کہ کیا دھوکے کی ٹٹی نہیں ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا داؤ پیچ ہو سکتے ہیں جن کو تھوڑی سی بھی فراست ہو اس کو بخوبی معلوم کرسکتے ہیں۔

ان مقامات میں جو جو آیات واحادیث وارد ہیں مرزا کو ایک قدم بڑھنے نہیں دیتیں اور یہ وہی نقشہ ہے جو انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۶۴ میں عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں کھینچا ہے کہ:

> ہمارے مخالفین کو ان تمام شواہد میں کوئی مدد نہیں دیتا۔ قرآن کریم کے سامنے جاتے ہیں تو قرآن کریم کہتا ہے کہ چل دور ہو میرے خزانہ حکمت میں تیرے خیال کے لئے کوئی موید بات نہیں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو حدیثیں کہتی ہیں کہ اے سرکش قوم یک جائی سے ہمیں دیکھ اور مومن ببعض اور کافر ببعض نہ ہونا تجھے معلوم ہو کہ میں قرآن کے مخالف نہیں۔

اس کا تصفیہ تو اپنے مقام پر انشاء اللہ ہو جائے گا کہ عیسیٰؑ کی وفات کے باب میں آیات واحادیث ان کو رد کرتے ہے یا ان کے مخالفین کو مگر یہاں تو ثابت ہوگیا کہ مرزا قادیانی قرآن کی جس آیت کے سامنے جاتے ہیں وہ صاف کہتی ہے کہ چل دور ہو تیرے خیالی اور اختراعی باتوں سے میں بری اور بیزار ہوں پھر وہاں سے محروم ہو کر حدیثوں کی طرف آتے ہیں تو ان کا ایک لشکر کثیر شمشیر بکف ہے کہ جتنی باتیں تیری معارض قرآن ہیں سب واجب القتل ہیں مگر مرزا قادیانی عیسویت پر عاشق دادہ ہیں وہ کب کسی کی مانتے ہیں ان کا عشق اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کا قیامت

کے روز زمین پر اترنا بھی ناگوار ہے۔ اگر نصوص قطعیہ کے مطابق زمین پر حشر ہو اور عیسیٰؑ وہاں موجود ہوں تو یہ تو نہ ہوگا کہ قتل دجال وغیرہ کی ضرورت ہوگی جس سے مزاحمت کا اندیشہ ہو پھر جب مرزا قادیانی کا اس میں کوئی ذاتی ضرر متصور نہیں ہوتا تو ناحق آیات و احادیث کثیرہ سے مخالفت پیدا کرنے کی کیا ضرورت تھی اگرچہ انہوں نے یہ سوچا ہے کہ بطور ترقی یہ کہا جائے گا کہ عیسیٰ اس عالم میں تو کیا قیامت کے روز بھی زمین پر نہیں اتر سکتے مگر یہ بات ضرورت سے زیادہ ہے اور اس قابل نہیں کہ اس لحاظ سے اتنی احادیث و آیات سے مخالفت کی جائے دراصل یہ بھی اسی عشق کا ایک شعبہ ہے اور اس قسم کی صدہا باتیں ہیں جن سے صاف ظاہر ہے کہ بمصداق حدیث شریف حبّک الشّئی یعمی و یصمّ عیسویت کے شوق میں ان کو نہ قرآن کی مخالفت کی پرواہ ہے نہ حدیث شریف کی۔ جب ان کو اس درجہ کا عشق ہے تو ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جو امور ان کے مقصود کے مزاحم اور مانع ہوں تو ان کو کس نظر سے دیکھتے ہوں گے عشاق تو ناصح خیر خواہ کو بھی دشمن سمجھتے ہیں چہ جائے کہ مانع اور وہ امور جو مقصود کی طرف جانے سے روک دیں ان کا بس چلے تو روکنے والوں کو بلا تامل قتل ہی کر ڈالیں جیسا کہ محمد بن تومرت نے کیا تھا جسکا حال اسی کتاب میں معلوم ہوا۔ اب غور کیا جائے کہ مرزا قادیانی کی اس عاشقانہ رفتار میں جگہ جگہ آیات و احادیث جو مزاحمت کر رہی ہیں کس قدر ان کے دل آزار اور ناگوار خاطر ہوں گی جب ہی تو وہ بے باکانہ حملے کئے جاتے ہیں نہ کسی آیت کو وہ چھوڑتے ہیں نہ حدیث کو انا و لا غیری کی نشہ میں سرشار ہیں اور ہر معرکہ میں زبان آوری کے جوہر دکھاتے اور دشمنوں کو تہہ تیغ کرتے ہوئے مقصود کی طرف بڑھتے جا رہے ہیں اس وقت مرزا قادیانی کا کوئی دشمن سوا آیات و احادیث کے نظر نہیں آتا جو دائیں بائیں طرف سے ان پر حملہ آور ہو اگر اہل اسلام مخالفت کر رہے ہیں تو وہ وکالۃً ہے کیونکہ مرزا قادیانی کے مسیح بن جانے سے ان کے کسی منصب پر اثر پڑتا ہے نہ کوئی نقصان ہے۔

اس مشاہدہ سے ثابت ہے کہ مرزا قادیانی نے جو خواب دیکھا تھا کہ ایک لمبی تلوار جس کی نوک آسمان تک پہنچتی ہے ان کے ہاتھ میں ہے اور دائیں بائیں چلا رہے ہیں اور ہزار دشمن اس سے مارے جا رہے ہیں اس کی تعبیر یہی ہے کہ ہزار ہا آیات و احادیث کا خون کرینگے جس کا وقوع ہو گیا اور غزنوی صاحب نے جو حسن ظن سے تعبیر دی تھی اس کو مشاہدہ غلط ثابت کر رہا ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں خواب کی تعبیر میں اکثر غلطی ہوا کرتی ہے چنانچہ مرزا ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۱ میں لکھتے ہیں؛ جو وحی یا کشف خواب کے ذریعہ سے کسی نبی کو ہووے اس کی تعبیر میں غلطی بھی ہوسکتی ہے۔،

جب بقول مرزا قادیانی ایسے قابل وثوق خواب میں غلطی ہو جو نبی نے دیکھا ہو اور بذریعہ وحی ہو تو دوسرے خواب اوروں کے اور ان کی تعبیر کس حساب وشمار میں ۔ یہ بات بھی لائق تو جہ ہے کہ جو تعبیر ہم نے بیان کی ہے اس پر ایک بہت بڑا قرینہ یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی تلوار کی نوک آسمان تک پہنچتی ہے جس سے اشارہ ہے کہ آسمانی کتاب اور آسمانی نبوت کے مکاشفات اور اخبار پر اسی تلوار سے حملہ ہو گا واللّٰہ اعلم بالصّواب ۔ جب اس رؤیا کی تعبیر بحسب مشاہدہ اور قرینہ تو یہ ثابت ہوتی تو مرزا قادیانی کا قول جو ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں لکھا ہے :

> کہ حدیثوں میں یہ بات وضاحت سے لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا کہ جب علم قرآن زمین سے اٹھ جائے گا جہل شیوع پا جائے گا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الا یمان معلقاً با لثّر یّا لنا له رجل من فارس یہ وہی زمانہ ہے جو اس عاجز پت کشفی طور پر ظاہر ہوا ۔

یعنی اس قت علم قرآن کو خود نے ثریا سے لایا ہے (رؤیائے مذکورہ) کے خلاف اس لئے کہ تلوار کی نوک آسمان اور ثریا تک پہنچنے کا مطلب تو یہی ہے کہ اگر قرآن ثریا پر بھی جائے تو اس تلوار سے اس کا کام وہیں تمام کر دیا جائے کیونکہ تلوار کی نوک سے تلوار ہی کا کام لیا جاتا ہے ۔

جب الہامات وغیرہ سے ظاہر ہو گیا کہ قرآن وحدیث کو وہ تہہ تیغ کر رہے ہیں اور یہ اصول قرار دیا ہے کہ تفسیر وحدیث وآثار صحابہ وغیرہ کوئی قابل اعتبار نہیں اور پھر قرآن کے معارف دانی کا دعوی ہے تو جو معارف مرزا قادیانی ایجاد کرتے ہیں وہ ضرور ایسے ہوں گے کہ نہ کسی مسلمان نے ان کو سنا ہو گا نہ ان کے آباء واجداد نے ۔ سو ایسے معارف سننے والے بھی ایسے ہی ہونا چاہیے کہ جن کو دین بطور وراثت باپ دادا سے نہ پہنچا ہو کیونکہ جہاں دین نیا ہو تو دیندار بھی نئے ہی ہوں گے نبی ﷺ نے اسی قسم کے معارف بیان کرنے والوں کی نسبت صاف فرما دیا ہے کہ ان کو جھوٹے اور دجال سمجھو ۔ چنانچہ امام سیوطیؒ درمنثور جلد ۶ ص ۵۱ میں لکھتے ہیں کہ :

> مسند احمد ج ۲ ص ۳۴۹ میں روایت ہے عن ابی هریره انّ رسول اللّٰه ﷺ قال سیکون فی امّتی د جّا لو ن کذا بو ن یاتونکم ببدع من الحد یث بما لم تسمعوا انتم و لا آ باء کم فا یا کم و ایاهم لا یفتنونکم ۔ یعنی نبی ﷺ نے فرمایا میری امت میں بہت سے دجال جھوٹے ہوں گے جو مسلمانوں کے روبرو ایسی نئی نئی باتیں پیش کریں گے کہ نہ انہوں نے سنیں نہ ان کے باپ دادا نے ۔ ایسے لوگوں سے بچتے رہو

کہیں وہ فتنہ میں نہ ڈال دیں۔

مرزا قادیانی کی کاروائیاں اور نبی ﷺ کا ارشاد ہر دو پیش نظر میں اہل ایمان تھوڑی توجہ کریں تو قیاس سے صحیح نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ کیسے شخص ہیں کیا اب بھی مسلمانوں کو مرزا کے معاملہ میں کوئی شک کا موقع اور عذر باقی ہے۔...

حدیث شریف تو صراحتً بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ نئی باتیں بنانے والا دجال وکذاب ہے اور مرزا قادیانی تقریر سے مستفاد ہے کہ نصوص کیسے ہی صراحت سے وارد ہوں مگر مرزا قادیانی کے قول کے مقابلے میں وہ سب ترک کردی جائیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۹ میں فرماتے ہیں:

صرف الہام کے ذریعہ ایک مسلمان اس کے معنی آپ پر کھولتا ہے کہ ابن مریم سے اس جگہ درحقیقت ابن مریم مراد نہیں۔ تب بھی بمقابل اس کے آپ لوگوں کو یہ دعوی نہیں پہنچتا کہ ابن مریم سے مراد حقیقت ابن مریم ہی ہے کیونکہ مکاشفات میں استعارات غالب ہیں اور حقیقت سے پھیرنے کے لئے الہام الٰہی قرینہ قویہ کا کام دے سکتا ہے اور آپ حسن ظن کے مامور ہیں۔،

دیکھ لیجئے ابتدائے اسلام سے آج تک کسی نے کہا نہ سنا کہ عیسیٰؑ مر کر زمین میں دفن ہوگئے اور ان کا ہم نام یا مثیل پیدا ہوکر پادریوں کا جواب دے گا اور پادری لوگ ہی دجال ہیں اسی طرح قیامت کا جنت ہونا وغیرہ امور جو قادیانی سنا رہے ہیں ایسے ہیں کہ کسی مسلمان نے نہیں سنے اور آیات واحادیث میں کھلے الفاظ میں موجود ہے کہ قیامت زمین پر ہوگی اور عیسیٰؑ بن مریم قبل قیامت زمین پر آئیں گے ایسے موقع میں مرزا قادیانی پر حسن ظن کیا جائے یا نبی ﷺ کے حکم کی تعمیل کی جائے کہ جو شخص نئی باتیں بنائے وہ دجال وکذاب سمجھا جائے۔ ہمارے کہنے کی یہاں کوئی ضرورت نہیں ہر شخص اپنے معتقد علیہ کی بات خود مان لے گا۔ و ما علینا الا البلاغ

غرض کہ مرزا نے جو کہا تھا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں چلا جاتا ہے اور استدلال میں یہ آیت پیش کی تھی ادخلی جنتی سو اس کا حال معلوم ہوگیا کہ اس آیت کو اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ سیاق آیت سے ظاہر ہے کہ قیامت کے روز یہ ارشاد ہوگا جس پر دوسری آیات بھی ناطق ہیں اور اگر موت کے وقت کہا بھی جاتا ہو تو بطور بشارت ہے کہ وقت پر داخل ہو جائے۔

اور اس آیت شریفہ سے بھی استدلال کرتے ہیں:

قیل ادخل الجنّۃ قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی و

جعلنی من المکرمین (یسین : ۲۶۔۲۷)

یہاں ایک شخصی واقعہ ہے جو کہ حق تعالی نے ذیل کی آیات میں ذکر فرمایا:

وجاء من اقصی المدینة رجل یّسعی، قال یا قوم اتبعوا المرسلین ۔ اتبعوا من لا یسئلکم اجراً و هم مهتدون ۔ و ما لی لا اعبد الذی فطرنی و الیه ترجعون ۔ ء اتخذ من دونه آلهة ان یردن الرحمن بضرّ لا تغن عنی شفاعتهم شیئاً و لا ینقذون۔ انی اذا لفی ضلال مبین ۔ انی آمنت بربکم فاسمعون۔ قیل ادخل الجنّة ، قال یا لیت قومی یعلمون (یسین : ۲۶)

ماحصل اس کا یہ ہے کہ عیسیٰؑ نے اپنے حواریوں میں سے تین کو اہل انطاکیہ کی طرف بھیجا تھا کہ ان کو توحید کی دعوت کریں۔ انہوں نے ان سب کو مار ڈالا اس اثنا میں ایک بزرگ آئے اور اس قوم کو نصیحت کر کے اپنا ایمان ظاہر کیا انہوں نے ان کو بھی شہید کر ڈالا۔ حق تعالی اس بزرگ کا حال بیان فرماتا ہے:

قیل ادخل الجنّة قال یا لیت قومی یعلمون بما غفرلی ربّی و جعلنی من المکرمین یعنی اس شخص سے کہا گیا کہ جنت میں داخل ہو اس نے کہا اے کاش میری قوم جانتی کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا اور عزت دی۔

اس واقعہ پر مرزا قادیانی استدلال کرتے ہیں کہ مرتے ہی جنتی جنت میں داخل ہو جاتا ہے حالانکہ اس میں صرف اسی قدر ہے کہ اس شخص سے کہا گیا تھا کہ جنت میں داخل ہو جا، یہ تو نہیں کہا گیا کہ ابھی داخل ہو جا۔ اگر فی الحقیقت ان کے داخل ہو جانے کا حال بیان کرنا مقصود ہوتا تو ادخلناہ فی الجنّة ارشاد ہوتا۔ یعنی ہم نے اس کو جنت میں داخل کر دیا، کیونکہ یہاں اس بزرگ کی جان بازی کے معاوضہ میں اپنے فضل و کمال کا حال بیان کرنا مقصود ہے۔ فن بلاغت میں بلاغت کے معنی یہ لکھے ہیں کہ کلام مقتضائے حال کے مطابق ہو کما قال فی التّلخیص البلاغة فی الکلام مطابقة لمقتضی الحال مع فصاحةٍ ۔ اب دیکھئے کہ اگر وہ بزرگ داخل جنت ہو گئے ہوتے تو مقتضائے حال لفظ ادخلناہ تھا نہ قیل ادخل الجنّة اور جب قیل ادخل ارشاد ہے تو اس سے صاف ظاہر ہے کہ صرف بشارت مقصود تھی ورنہ کلام مطابق مقتضائے حال نہ ہوگا۔ حالانکہ کلام الٰہی میں یہ بات محال ہے۔ اگر کہا جائے کہ حق تعالی کا فرمانا بھی دخول

جنت کے لئے کافی ہے تو ہمیں کہیں گے کہ لفظ قیل ادخل سے دو احتمال پیدا ہوتے ہیں ایک فوراً داخل ہو جانا دوسرا وقت معین پر یعنی قیامت کے روز داخل ہونے کی بشارت ، اس صورت میں وہ احتمال لینا جو مخالف قرآن ہو ہرگز جائز نہیں ، پھر ایسا احتمالی پہلو اختیار کرنے کی ضرورت ہی کیا تھا۔ صاف ارشاد ہو جاتا کہ ہم نے اس کو جنت میں داخل کر دیا جس سے کوئی احتمال ہی باقی نہ رہتا۔ اور اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو وہ دخول روحانی تھا جو عارضی طور پر ہوا کرتا ہے۔ غرض کہ اس آیت سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ مرتے ہی ہر شخص جنت میں داخل ہو جاتا ہے اور پھر اس سے نہیں نکلتا۔

اور مرزا صاحب یہ آیت شریفہ بھی استدلال میں پیش کرتے ہیں :

و لا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰه امواتاً، بل احیاء عند ربّهم یرزقون (آل عمران: ۱۶۹) یعنی شہیدوں کو مردے مت سمجھو وہ اللہ کے پاس زندہ ہیں۔

اس میں تو جنت کا نام بھی نہیں ۔ رہا اللہ کے پاس زندہ رہنا سو اس میں جنت کی کیا خصوصیت ، دیکھ لیجئے فرشتے زندہ ہیں اور جنت میں نہیں ہیں۔ اور اگر کہا جائے کہ فرشتے آسمانوں میں ہیں اور جنتیں بھی وہی ہیں جس سے لازم آتا ہے کہ کل آسمانی فرشتے جنت میں ہیں، تو پھر یہ کہنا کہ جنت میں داخل شدہ خارج نہیں ہوسکتا صحیح نہیں، اس لئے کہ فرشتے زمین پر برابر اترتے رہتے ہیں جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے تنزّل الملائکة و الرّوح (قدر: ۴) اس صورت میں ممکن ہے کہ عیسیٰؑ بھی ان فرشتوں کے ساتھ اتر آئیں۔ غرض کہ زندگی کے واسطے جنت کی ضرورت نہیں۔ اگر قبر ہی میں خاص طور زندہ رہیں تو احیاء عند ربّهم جب بھی صادق آئے گا اور قرب کے لئے نہ آسمانوں کی ضرورت ہے نہ جنت کی۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

نحن اقرب الیه من حبل الورید (ق: ۱۶)

فلو لا اذا بلغت الحلقوم۔ و انتم حینئذٍ تنظرون۔ ونحن اقرب الیه منکم و لکن لا تبصرون۔ (واقعه : ۸۳۔۸۵) یعنی جب روح حلق کو پہنچ جاتی ہے اور تم دیکھتے رہتے ہو اور ہم تم سے زیادہ تر نزدیک اس کے رہتے ہیں لیکن تم نہیں دیکھتے۔

اس سے ظاہر ہے کہ عند کا مضمون ہر وقت صادق ہے۔ اس میں کلام نہیں کہ شہداء کو خاص طور پر تقرب ہے مگر اس سے ثابت یہ نہیں ہوسکتا کہ ہمیشہ کے لئے وہ جنت میں داخل ہو جاتے ہیں کیونکہ اس قسم کا داخل ہونا بعد حشر کے ہوگا جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

و سیق الّذین اتّقوا ربّهم الی الجنّة زمراً ۔حتّی اذا جاؤها و فتحت

ابوابها و قال لهم خزنتها سلام علیکم طبتم فادخلوها خا لدین (زمر: ۷۳) جو لوگ متقی ہیں ان کے گروہ گروہ جنت کی طرف جائیں گے جب وہ لوگ وہاں پہنچیں گے اور دروازے کھولے جائیں گے تو دربان کہیں گے سلام ہے تم پر خوش رہو اور داخل ہو اور ہمیشہ اسی میں رہو۔

اگر کہا جائے کہ اس آیت میں تو قیامت کا ذکر نہیں ہے تو ہم کہیں گے کہ اس میں موت کا بھی ذکر نہیں ہے۔ ظاہر آیت سے صرف اسی قدر معلوم ہوتا ہے کہ متقی لوگ جنت میں داخل ہوں گے مگر نبی ﷺ نے تصریح فرمادی ہے کہ قیامت کے روز وہ داخل جنت ہوں گے۔ چنانچہ امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد۲ ص ۱۴۵ میں لکھا ہے:

اخرج النّسائی باب وجوب زکوۃ ، والحاکم و ابن حبان ، عن ابی هریره و ابی سعید انّ النّبیّ ﷺ قال ما من عبد یّصلی الصلوت الخمس و یصوم رمضان و یخرج الزّکوۃ و یجتنب الکبائر السّبع الا فتحت ابواب الجنة الثمانیة یوم القیامه (یعنی فرمایا نبی ﷺ نے کہ جو شخص پانچ وقت کی نماز پڑھے اور رمضان کے روزہ رکھے اور زکوۃ دے اور ساتوں گناہ کبیرہ سے بچے تو قیامت کے روز اس کے لئے جنت کے دروازے کھولے جائیں گے)۔

اب غور کیا جائے کہ اگر وہ لوگ جنت میں داخل شدہ تجویز کئے جائیں تو قرآن و حدیث کے مطابق پھر دوبارہ ان کو اس روز داخل جنت ہونا پڑے گا اور وہ کس قدر خلاف عقل ہے کیونکہ عقلاء جانتے ہیں کہ تحصیل حاصل محال ہے۔

الحاصل آیت شریفہ سے ہرگز یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ شہداء قیامت سے پہلے جنت میں داخل ہو جاتے ہیں البتہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح جنت میں داخل ہو جاتی ہیں

چونکہ مرزا قادیانی کی عادت ہے کہ جو احادیث ان کے مقصود کے مضر ہوتی ہیں ان کو نظر انداز کیا کرتے ہیں چنانچہ حشر اجساد کے باب میں جتنی حدیثیں وارد ہیں سب کو نظر انداز کر دیا اور ایک کا بھی جواب نہ دیا۔ اسی طرح ہم کو بھی اس مقام میں احادیث سے تعرض کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر اپنے ہم مشربوں کے خیال سے ان احادیث کا بھی مطلب بیان کر دیتے ہیں جو اس باب میں وارد ہیں۔ یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ دخول جنت روحانی طور پر بھی ہوا کرتا ہے جیسا کہ متعدد احادیث سے ثابت ہے منجملہ ان کے ایک یہ ہے جو بخاری باب القصر فی المنام، مسلم اور مسند احمد

جلد۳ص۱۷۹میں ہے:

عن انس و جابر قال قال رسول اللّٰہ ﷺ دخلت الجنّة فاذا انا بقصر من ذهب فقلت لمن هذا القصر قالوا الشا ب من قر يش فظننت انی انا هو قلت و من هو قالوا عمرابن الخطا ب فلو لا علمت من غير تک لد خله (یعنی فرمایا نبی ﷺ نے عمرؓ سے کہ میں جنت میں داخل ہوا، دیکھا کہ ایک محل سونے کا بنا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے؟ لوگوں نے کہا ایک جوان قریشی کا ہے۔ میں نے خیال کیا کہ شاید وہ میرا ہوگا، مگر پوچھا کہ وہ کون شخص ہے؟ کہا عمرؓ ابن الخطاب ۔ اگر تمہاری غیرت کا خیال نہ ہوتا تو میں اس محل میں چلا جاتا)

اور ایک حدیث یہ بھی ہے جو بخاری باب انّا اعطینا ك الكوثر میں مذکور ہے:

عن انس قال لما عرِج بالنبی ﷺ الی السما ء قال : اتیت علی نهرٍ حافتاه قباب اللولوِ مجوّفا۔ فقلت ما هذا يا جبريل؟ قال هذاالكوثر ۴۹۶۴ بخاری

یعنی فرمایا نبی ﷺ نے میں جنت میں ایک نہر پر جا نکلا جس کے کنارے مجوف موتی کے قبہ تھے میں نے جبریل سے پوچھا یہ کیا ہے کہا یہ کوثر ہے۔

اگر چہ ان حدیثوں میں خواب کی تصریح نہیں، ممکن ہے کہ شب معراج حالت بیداری میں تشریف لے گئے ہوں، مگر علی سبیل التنز ل دخول روحانی میں تو کلام ہی نہیں جس سے یہ ثابت ہے کہ دخول روحانی مانع خروج نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح شہداء بھی روحانی طور پر جنت میں داخل ہوا کرتے ہیں چنانچہ اس روایت سے ظاہر ہے کہ جسکو سیوطیؒ نے درمنثور جلد۲ص ۹۵ میں مسند احمد جلد ا ص ۲۶۶، ابوداؤد باب فی فضل الشہادۃ، مستدرک حاکم حدیث نمبر ۲۴۸۹ وغیرہ سے نقل کیا ہے:

عن ابن عباس قال قال رسول اللّٰه ﷺ لمّا ا صيب اخوا نكم باحد جعل اللّٰه اروا حهم فی اجواف طير خضر تردد انهارالجنّة و تا كل ثمارها و تا وي الی قند يل من ذهب معلّقة فی ظلّ العرش ۔ یعنی نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ تمہارے بھائی جب احد میں شہید ہوئے تو اللہ نے ان کی روحوں کو سبز سبز پرندوں میں رکھا وہ جنت کے نہروں پر جاتے ہیں اور میوے کھاتے ہیں اور سونے کی قنادیل میں رہتے ہیں جو عرش کے سایہ میں لٹکے ہوئے ہیں۔

شہداء کا روحانی اور عارضی طور پر جنت میں جانا اس سے بخوبی ثابت ہے کہ ان کی روحیں پرندوں میں رکھی گئیں اور مقام ان کا قنادیل قرار دیا گیا نہ حور وغلمان سے ان کو تعلق ہے نہ تخت وتاج سے کام لیا، نہ لباس وزیور سے آراستہ، نہ ان کے لئے فرش فروش، حالانکہ یہ امور جنتیوں کے لئے لازم ہیں جس کا حال ابھی معلوم ہوا، صرف پرندوں کی طرح کھا پی لیتے ہیں اور خاص قسم کا تقرب بھی حاصل ہے، مگر وہ خصوصیات جو وقت پر ہونے پر ہونے والی ہیں کہاں؟ جس دخول کے بعد ہمیشہ رہنا ہوگا وہ دخول جسمانی ہے جس کی نسبت اس آیت شریفہ میں اشارہ ہے کما خلقنا کم اوّل خلق نعیدہ (انبیاء:۱۰۴) یعنی جس طرح ہم نے پہلے تمہیں پیدا کیا اسی خلق پر دوبارہ پیدا کریں گے اور ظاہر ہے کہ دخول روحانی میں یہ بات نہیں اور بخاری باب قولہ کما بدأنا اول خلق میں یہ روایت ہے:

عن ابن عباس قا ل خطب النّبیّ ﷺ فقال انّکم محشرون الی اللّٰہ عز وجل عراۃ غر لا کما بد أنا اوّل خلقٍ نعیدہ وعداً علینا انّا کنّا فاعلین یعنی خطبہ میں نبی ﷺ نے کہ تم لوگوں کا حشر خدا کی طرف ہوگا برہنہ اور بے ختنہ یعنی ابتدائے پیدائش کے مطابق چنانچہ اللہ فرماتا ہے جیسے ہم نے تمہیں پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا اسی طرح پھر اعادہ کریں گے یعنی پہلی حالت پر دوبارہ پیدا کریں گے یہ وعدہ ہم پر لازم ہے جس کو ہم پورا کرنے والے ہیں۔

اسی اعادہ کے بعد فاد خلوھا خا لدین کہا جائے جس کا حال ابھی معلوم ہوا اور اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ شہداء جب ہمیشہ رہنے کے واسطے جنت میں دوبارہ داخل ہوں گے تو پرندوں کی شکل پر نہ رہیں بلکہ بمصداق و لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (تین:۴) شکل انسانی میں ہوں گے جو احسن صور ہے۔

یہاں یہ بھی یاد رہے کہ ہر دخول جسمانی بھی مانع خروج نہیں چنانچہ معراج شریف کا واقعہ اسلامی دنیا میں مثل آفتاب روشن اور اعلان کر رہا ہے کہ ہمارے نبی ﷺ عالم بیداری میں جسم اطہر کے ساتھ جنتوں میں تشریف لے گئے تھے اور واپس تشریف لانے کو کوئی چیز مانع نہ ہوسکی اگر کوئی منصف مزاج دیدہ عقل کو سرمہ بصیرت بخش شریعت غرا سے منور کر کے دیکھے تو معلوم ہو کہ یہ دونوں گھر یعنی دار الدنیا اور دار الجنان ایک ہی خالق کے مخلوق ہیں جس کو جب تک جہاں چاہے رکھے اور جس کو چاہے ایک گھر سے دوسرے گھر میں لے جائے، مختار ہے، اور عادت اللہ بھی جاری

ہو چکی ہے کہ بحسب ضرورت مردے زندہ ہو چکے جس پر کئی آیات بینات متفق اللفظ والمعنی گواہی دے رہی ہیں..اور یہ بھی ثابت ہے کہ شہداء کی ارواح اس عالم میں آیا کرتی ہیں چنانچہ احادیث سے ثابت ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے جعفر بن ابی طالب کو فرشتوں کیساتھ اڑتے ہوئے دیکھا، جیسا کہ کنز العمال حدیث نمبر ۳۳۱۹۱،۳۳۱۹۴ ہے:

عن علی قال قال رسول اللّٰہ ﷺعرفت جعفرا فی رفقة من الملائکة یبشرون اھل بیته با لمطر

و عن البراء قال قال رسول اللّٰہ ﷺ انّ اللّٰہ قد جعل لجعفر جناحین مضرجین بالدّم یطیر بھما مع الملا ئکة ۔

اس کے بعد یہ بات ہرصاحب فہم کی سمجھ میں آ سکتی ہے کہ اگر بقول مرزا قادیانی، حضرت عیسیٰؑ کی وفات تھوڑی دیر کے لئے تسلیم کر بھی لی جائے تو بحسب وعدہ خدا اور رسول ان کا زندہ ہو کر اپنی خدمت بجا لانے کے واسطے چند روز کے لئے آجانا کون سی بڑی بات ہے۔اگر مرزا قادیانی اپنی عیسویت کے خیال کو علیحدہ رکھ کر خدا کی قدرت ایفاء عہد اور نبی ﷺ کے مخبر صادق ہونے پر غور فرمائیں تو معلوم ہو گا کہ عیسیٰؑ کا زمین پر آنا کسی حالت میں مستبعد اور خلاف عقل نہیں۔

غرض کہ یہ بات بدلائل ثابت ہو چکی کہ دخول جنت دو قسم پر ہے ایک روحانی اور قبل حشر اجساد دوسرا جسمانی اور بعد حشر۔ پہلا مانع خروج نہیں مگر مرزا قادیانی نے اس کے خلاف میں دوسرے اقسام کا اختراع کیا ہے چنانچہ کہتے ہیں کہ:

جنت اور دوزخ تین درجوں پر منقسم ہے پہلا درجہ قبر کا...دوسرا درجہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمی یا جہنم کبری میں داخل ہونے سے پہلے حاصل ہوتا ہے اور بوجہ تعلق جسد کامل قوی میں ایک اعلی درجہ کی تیزی پیدا ہوتی ہے...تیسرا درجہ یوم الحساب کے بعد۔

(ازالہ اوہام صفحہ ۳۵۷ تا ۳۶۰ ملخصاً)

اس تقریر میں مرزا قادیانی حشر اجساد کا نام جو لے رہے ہیں اس میں بڑی دور اندیشی سے کام لیا جا رہا ہے کیونکہ اگر اس کا نام بھی نہ لیں تو لوگ بالکل کافر بنا دیں گے مگر اس زمانہ میں ایسی احتیاط کی ضرورت نہیں، ایسے بزرگوار لوگ جو کچھ فرما دیتے ہیں وہ بات چل ہی جاتی ہے، اور کسی قسم کے شبہ کی نوبت ہی نہیں آتی آخر اس حدیث شریف کا صادق ہونا بھی ضرور ہے:

عن انس قال قال رسول اللّٰہ ﷺ ان من اشراط الساعة ان یرفع

العلم و یظهر الجهل (بخاری۔ مسلم باب رفع العلم و قبضہ وظہور جہل والفتن فی آخر الزمان۔ مسند احمد، ابن ماجہ) میں روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کی علامتوں سے ایک یہ ہے کہ علم اٹھ جائے گا اور جہل ظاہر ہوگا۔

اگرچہ علم کے اٹھ جانے کے کئی معنی ہو سکتے ہیں مگر مشاہدہ جو ہو رہا ہے اس کے لحاظ سے یہ معنی بھی صادق آتے ہیں کہ جب قرآن کے اصلی معنی لوگوں کے خیال سے جاتے رہیں تو جو حقیقی اور واقعہ علم ہے وہ بے شک اٹھ جائے گا۔ مثلاً قیامت کا علم وہی ہے جو آیات و احادیث سے ثابت ہے کہ مردے زندہ ہو کر قبروں سے زمین پر آجائیں گے۔ پھر جب یہ علم جاتا رہے اور اس کی جگہ یہ ذہن نشین ہو کہ مردے اندر ہی اندر سوراخ کی راہ سے جنت میں گھس جائینگے جیسا کہ مرزا فرماتے ہیں تو علم کے اٹھنے اور جہل مرکب ہونے ظاہر ہونے میں کیا شک ہے۔ ... یہ پرآشوب وفتن زمانہ ایسا ہی ہے مگر ایمان والوں کو بفضلہ تعالیٰ کچھ خطر نہیں۔

غرض کہ ہم لوگوں کو چاہیے کہ جو کچھ حق تعالیٰ نے اور ہمارے نبی کریم ﷺ نے ظاہر طور پر فرما دیا ہے اس پر مضبوط ایمان رکھیں اور جان سے زیادہ تر عزیز سمجھیں پھر کسی فتنہ گر کے فتنہ سے کچھ خوف نہیں۔

مرزا قادیانی کا مذہب ابھی معلوم ہوا کہ آدمی مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر تخت رب العالمین بھی اتر آئے تو وہ حصار جنت سے حساب وکتاب کے واسطے باہر نہ نکلے گا۔ اس صورت میں جو تحریر فرماتے ہیں کہ حشر اجساد کے بعد اور جنت عظمیٰ میں داخل ہونے کے پہلے تعلق اجساد کا متوسط درجہ قرار دیا گیا ہے تو یہ ترقی معکوس سمجھ میں نہیں آتی البتہ پہلا درجہ جو قبر کو قرار دیا ہے اس کو مجازاً جنت تسلیم کر سکتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ فرماتا ہے:

النّار یعرضون علیها غدواً و عشیاً و یوم تقوم السّاعة اد خلوا آل فرعون اشدّ العذا ب (مومن: ۴۶) یعنی دکھاتے ہیں ان کو صبح وشام دوزخ کی آگ اور قیامت کے روز کہا جائے کہ فرعون کے لوگوں کو داخل کر دو سخت عذاب میں۔

اور بخاری باب سکرات الموت میں ہے:

عن عبد اللّٰه بن عمر قال قال رسول اللّٰه ﷺ اذا مات احدکم یعرض علیه مقعده بالغداة و العشی فان کان من اهل الجنّة فمن اهل الجنّة و ان کان من اهل النّار فمن اهل النّار۔ کوئی مرجاتا ہے تو خواہ وہ جنتی ہو یا دوزخی

اس کا مقام صبح وشام اس کو دکھایا جاتا ہے۔

یہ آیت اور حدیث اس بات پر قطعی ہے کہ ہر شخص اپنی ہی قبر میں رہتا ہے اور وہ وہیں اپنا مقام دیکھا کرتا ہے جس سے ظاہر ہے کہ قبر جنت کا کوئی درجہ نہیں، بلکہ اس سے خارج ہے۔ ہاں اگر اس لحاظ سے کہ جنت وہاں سے نظر آتی ہے اس کو جنت کہیں، تو مجازاً ممکن ہے۔ مگر پچاس ہزار برس کا قیامت کا دن جس میں انبیاء بھی نفسی نفسی پکاریں گے، اس کو جنت کا ایک درجہ، وہ بھی متوسط، قرار دینا سخت حیرت انگیز ہے۔ نہ قرآن اس کی تصدیق کرتا ہے، نہ حدیث۔ بلکہ دونوں اس کی تکذیب کر رہے ہیں جیسا کہ ابھی معلوم ہوا۔ اس آیت شریفہ سے وہ تقریر اور بھی مستند ہوگئی جس میں بیان کیا گیا تھا کہ دخول جنت و دوزخ قیامت پر منحصر ہے اور مرزا قادیانی کی اس تقریر کی بھی حقیقت کھل گئی جو ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۰ تا ۳۶۳ میں لکھتے ہیں:

> ایک شخص ایمان اور عمل کی ادنی حالت میں فوت ہوتا ہے تو تھوڑی سی سوراخ بہشت کی طرف اس کے لئے نکالی جاتی ہے.. پھر لوگوں کی دعاؤں وغیرہ سے وہ سوراخ بڑھ کر ایک وسیع دروازہ ہو جاتا ہے جس سے وہ بہشت میں چلا جاتا ہے اس سے ثابت ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ قریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہ کرے گا۔ (ملخصاً)

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روح ایسی لطیف چیز ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے سوراخ سے بھی وہ نکل جاتی ہے چنانچہ رحم کا منہ باوجودیکہ نہایت سختی سے بند ہوتا ہے.. مگر روح اس سے بھی نکل کر جنین میں داخل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر اس سوراخ سے نکل جانا جو قبر سے بہشت کی طرف اسی واسطے نکالا جاتا ہے کیا مشکل، اس کے نکلنے کے لئے نہ بڑے دروازے کی ضرورت ہے نہ اسقدر مہلت درکار ہے کہ سوم دہم چہلم وغیرہ میں دعائیں اور کار خیر بتدریج اس سوراخ کو بڑا وسیع کر دیں جس سے وہ نکل کر جنت میں داخل ہو سکے کیونکہ بقول مرزا روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۴ میں فرماتے ہیں کہ:

> ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے اس کی روح خدا تعالی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے یا ایّتھا النّفس المطمئنّہ،

بظاہر مرزا قادیانی کے ان دونوں کلاموں میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے کہ روح مرتے

ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور لوگوں کی (دعا وغیرہ) سے سوراخ کشادہ ہونے کے بعد ایمان دار جنت میں چلا جاتا ہے مگر اس کے جواب کی طرف انہوں نے اشارہ کر دیا کہ روح تو مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی ہے اور ہمیشہ رہنے کے لئے جنت میں داخل ہونا جو احیائے جسم پر موقوف ہے جیسا کہ قال من یحی العظام و ھی رمیم قل یحییھا الّذی انشا ھا اول مرۃ (یسین : ۲۸۔۲۹) سے ثابت ہے سو اس کے لئے مہلت درکار ہے جس میں دروازہ اتنا وسیع ہو کہ لاش اس سے نکل جائے چنانچہ مرتے ہی داخل ہونے کے باب میں تصرف کرتے ہیں کہ روح داخل ہو تی ہے اور مہلت اور وسعت کے باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ شخص ایماندار داخل ہوتا ہے اس تقریر سے تعارض تو رفع ہو گیا لیکن اس پر ایک نیا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ شخص جنت میں داخل ہونے کو جاتا ہے اور جنت آسمان پر ہے جیسے کہ مرزا، ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

> عیسی کے فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی۔ وجہ یہ ہے کہ قرآن شریف میں صاف طور پر لکھا گیا ہے کہ ہر یک مومن جو فوت ہوتا ہے تو اس کی روح خدا تعالی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے۔،

اور نیز جنتوں کا آسمان پر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ضروری تھا کہ مردے آسمانوں پر جاتے ہوئے دکھائی دیتے کیونکہ یہ دخول اس وجہ سے جسمانی ہے کہ روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس دخول کے لئے دعاؤں وغیرہ کا انتظار رہتا ہے جس سے سوراخ اس قابل ہو کہ لاش اس سے نکل سکے۔ اس صورت میں ضرور تھا کہ مردے قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آتے۔ شاید اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ وہ اس طرف سے نہیں جاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر سوراخ کر کے دوسری طرف سے نکل جاتے ہیں۔ تو اس کے ماننے میں بھی تامل ہے کیونکہ ایسا سوراخ جس سے مردہ جا سکے کسی قبر میں دیکھا نہیں گیا۔ اگرچہ یہ ممکن ہے کہ مردہ نکلتے ہی وہ سرنگ پاٹ دی جاتی ہو۔ لیکن اس کے ماننے کے بعد بھی ایک دشواری درپیش ہے کہ جغرافیہ سے ثابت ہے کہ اگر ہندوستان کی زمین میں سوراخ آر پار کر دیا جائے تو وہ امریکہ کے کسی حصہ میں نکلے گا۔ پھر اگر ہندوستان کے مردے اس سوراخ کی راہ سے اس طرف زمین پر نکل کر آسمان کی طرف جائیں تو امریکہ والوں کو شکایت ہوگی کہ ہندوستان کے صدہا بلکہ ہزارہا مردے ہر روز چلے آتے ہیں۔ کوئی کفن پہنا ہوا ہے، کوئی برہنہ ہیبت ناک، کسی کے گھر میں نکلتے ہیں کسی کی زراعت وغیرہ میں۔ غرض علاوہ خوف و دہشت کے مالی نقصان بھی ہوتا ہے، حالانکہ اب تک اس قسم کی کوئی شکایت کسی اخبار

میں دیکھی نہیں گئی ۔ یہ ہم اپنی طرف سے نہیں کہتے مرزا قادیانی کی تحقیق ہی سے استفادہ کیا گیا ہے انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ میں لکھا ہے کہ عیسی اپنے وطن گلیل میں مر گئے ۔ اور رسالہ الہدی صفحہ ۳۷ میں لکھتے ہیں ، ان کی قبر کشمیر میں ہے ، اور اس کو اپنے کشف اور گواہوں سے ثابت کیا ۔ اگر سوراخ کی راہ سے مردے دوسری طرف نہ نکلتے تو عیسی گلیل میں مر کر کشمیر میں کیوں آتے ۔

اہل اسلام بخوبی جانتے ہیں کہ ہمارے دین میں بلکہ کل ادیان سماویہ میں قیامت کا مسئلہ کیسا مہتم بالشان ہے جس میں صدہا آیات واحادیث وارد ہیں جن سے ظاہر ہے کہ جس طرح توحید و رسالت پر ایمان ضروری ہے قیامت کے وقوع پر بھی ضروری ہے اور کسی مسلمان کو ابتداء سے آج تک اس میں خلاف نہیں مگر مرزا قادیانی نے صرف اتنی بات بتلانے کے لئے کہ، عیسیٰ اس عالم میں تو کیا قیامت میں بھی زمین پر نہیں آ سکتے ، ایسے مشہور و معروف اور ضروری مسئلہ کا انکار ہی کر دیا ۔ پھر جن مسائل میں چند آیات واحادیث وارد ہوں ان کے اصل معنی سے انکار کر دینا کون سی بڑی بات ہے ۔ اگر مرزا قادیانی کو ذرا بھی خوف خدا اور قیامت کے دن کا خیال ہوتا تو قرآن وحدیث کے معنی اپنے دل سے تراش کر لکھنے پر ان کے ہاتھ یاری نہ کرتے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے:

فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثمّ یقولون ھذا من عند اللّٰہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم ممّا کتبت ایدیھم وویل لھم ممّا یکسبون (بقرہ:۷۹)

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہو سکتی ہے کہ جو بات ھذا من عند اللّٰہ کہنے میں ہے وہی بات کسی آیت کا مضمون خلاف مقصود الہی بیان کرنے میں ہے ۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی کہے کہ حق تعالی فرماتا ہے احلّ اللّٰہ لکم المیتۃ والدّم ولحم الخنزیر ، سو جس طرح یہ شخص ملحد اور بے دین سمجھا جائے گا اسی طرح وہ شخص بھی سمجھا جائے گا جو آیت شریفہ حرّمت علیکم المیتۃ والدّم ولحم الخنزیر (مائدہ:۳) سے مراد یہ بیان کرے کہ میتہ اور دم اور لحم خنزیر عرب میں معزز لوگ تھے اس میں تعظیم و حرمت کرنے کا اس میں حکم ہے، مردار وغیرہ کی حرمت سے اس کو کوئی تعلق نہیں ۔ مرزا قادیانی کی غرض جس آیت سے متعلق ہوتی ہے اس کے معنی میں اس قسم کی تحریف کرنے سے ذرا بھی خوف نہیں کرتے مثلاً احی الموتی باذن اللہ (آل عمران:۴۹) کے معنی یہ بتلاتے ہیں کہ مسمریزم کی وجہ سے قریب الموت شخص کو حرکت ہو جاتی تھی ، اور عزیرؑ کے قصہ میں اللہ فرماتا ہے فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام (بقرہ:۲۵۹) مرزا قادیانی اس کا مطلب بتاتے

ہیں کہ سو برس تک خدا نے ان کو سلا دیا تھا۔ اسی طرح بیسیوں آیات واحادیث کے معنی انہوں نے بدل ڈالے۔ اسی پر قیاس کیا جائے کہ ایک ضعیف اور موہوم غرض کے مقابلہ میں انہوں نے قیامت کا انکار کر دیا تو جس سے بہت بڑی بڑی غرضیں ان کی متعلق ہوں گی اس کا کیا حال ہوگا۔ اسی وجہ سے احیائے اموات کے بارہ میں جو آیات وارد ہیں ان کی تحریف معنی میں بہت زور لگایا کہ ممکن ہے خداتعالی ان کو زندہ کر کے زمین پر بھیجے۔ اسی وجہ سے ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۵ میں لکھتے ہیں :

> اس میں شک نہیں کہ اس بات کے ثابت ہونے کے بعد کہ درحقیقت حضرت مسیح ابن مریم اسرائیلی نبی فوت ہو گیا ہے ہر ایک مسلمان کو ماننا پڑے گا کہ فوت شدہ نبی ہرگز دنیا میں دوبارہ نہیں آسکتا کیونکہ قرآن اور حدیث دونوں بالاتفاق اس بات پر شاہد ہیں کہ جو شخص مرگیا پھر دنیا میں ہرگز نہیں آئے گا اور قرآن کریم انھم لا یرجعون کہہ کر ہمیشہ کے لئے ان کو رخصت کرتا ہے۔،

مرزا قادیانی کے مبالغہ کی بھی کوئی حد ہے۔ بھلا قرآن وحدیث نے کب گواہی دی تھی کہ مرا ہوا آدمی دنیا میں ہرگز نہیں آئیگا۔ ان کو ضرور تھا کہ کوئی اتفاقی گواہی پیش کر دیتے باوجودیکہ انکی عادت ہے کہ ادنی احتمال کا موقع بھی ملتا ہے تو سیاق وسباق کو حذف کر کے کوئی آیت یا حدیث استدلال پیش کر دیا کرتے ہیں جیسے فادخلی جنّتی وغیرہ میں معلوم ہوا۔ مگر اس دعوی پر انہوں نے کوئی دلیل پیش نہیں کی۔ اس سے ظاہر ہے کہ کوئی احتمالی دلیل بھی ان کو نہیں ملی۔ اب سوائے اس کے کہ جرأت سے کام لیں کوئی تدبیر نہ تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ جرأت سے بھی بہت کام چل جاتے ہیں جیسے پیشگوئیوں میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کام نہ ہو تو میرا منہ کالا کیا جائے، گلے میں رسا ڈالا جائے وغیرہ، حالانکہ نہ وہ کام ہوتا ہے، نہ منہ کالا ہوتا ہے۔ کوئی پہلو نکال کر عمر بھر بحث کرتے رہتے ہیں۔ جیسے کہ آتھم کے رجوع الی الحق وغیرہ میں آپ نے دیکھ لیا اسی طرح یہاں بھی جرأت سے کام لے کر کہہ دیا کہ قرآن وحدیث بالاتفاق شاہد ہیں کہ مرا ہوا دنیا میں ہرگز نہیں آسکتا حالانکہ قرآن میں متعدد جگہ یحی الموتی ، و احیا ھم وغیرہ الفاظ صراحۃً مذکور ہیں۔

اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ جب خود خدا احیائے اموات کا ذکر قرآن میں فرمادے اور اس کے مقابلہ میں کوئی کہے کہ وہ ہو نہیں سکتا، تو مسلمان اس کی تکذیب کرے گا یا نعوذ باللہ قرآن پر کسی قسم کا الزام لگائے گا؟ رہا یہ کہ مرزا قادیانی اس باب میں تاویلات سے کام لیتے ہیں کہ احیاء سے مراد مثلاً مسمریزی حرکت ہے اور موت سے مراد نیند ہے جیسا کہ عزیر کے قصہ میں فرماتے ہیں

کہ فاماتہ اللّٰہ مأۃ عام سے مرادنوم اورغشی ہے، سویہ بات دوسری ہے کہ قرآن کو ماننا منظور نہیں اور جوفرماتے ہیں کہ قرآن لا یرجعون کہہ کران کو ہمیشہ کے لئے رخصت کررہا ہے، سومرزا نے اس استدلال میں بھی وہی طریقہ اختیارکیا جویا ایّھا الّذین آمنوا لا تقربوا الصّلوۃ میں کیا گیا ہے اسلئے کہ اس یہاں بھی انہوں نے وہ حصہ حذف کردیا جوانکومضر تھا۔ ملاحظہ فرمایئے:

فمن یّعمل من الصّالحات و ھو مومن فلا کفران لسعیه، و انّاله کاتبون۔ وحرام علی قریۃٍ اھلکنا ھا انّھم لا یرجعون ۔(انبیاء:۹۴۔۹۵)

(یعنی جوشخص نیک کام کرے اور ایمان بھی رکھتا ہوتو اس کی کوشش اکارت ہونے والی نہیں اور ہم اس کے نیک اعمال سب لکھتے جاتے ہیں۔اور جن بستیوں کو ہم نے ہلاک کردیا ممکن نہیں کہ وہ لوگ قیامت کو ہماری حضوری میں لوٹ کرنہ آئیں)۔

اگرپہلی آیت سے دوسری کا ربط ہوتو مطلب یہ ہوگا کہ اعمال صالحہ ہم کسی کے ضائع نہ کریں گےان کے اعمال ہم لکھ رہے ہیں اگروہ مربھی جائیں تو ہمارے پاس ان کا آنا ضروری ہے اس روزان کوان اعمال کا بدلہ دیا جائے گا۔اوراگرپہلی آیت سے ربط نہ ہوتو یہ معنی ہوں گے کہ جس بستی کو ہم نے ہلاک کردیا ہو ہمارے قبضہ سے باہرنہیں جاسکتی، ممکن نہیں کہ وہ لوگ ہماری طرف رجوع نہ کریں۔مطلب یہ کہ ان کی ہلاکی رستگاری کا باعث نہیں، ہمارے پاس وہ ضرورآئیں گے اوران پرحرام ہے کہ نہ آئیں۔ پھراس روزان کے اعمال کی سزادی جائے گی۔اب دیکھئے مطلب تو یہ تھا کہ خدا کی طرف ان کا رجوع نہ کرنا حرام اورمحال ہے،اورمرزا قادیانی کہتے ہیں کہ وہ دنیا کی طرف رجوع نہیں کرسکتے۔اگر لا یرجعون سے مراددنیا کی طرف رجوع نہ کرنا ہوتو مطلب یہ ہوگا کہ دنیا کی طرف ان کا رجوع نہ کرنا حرام اورمحال ہے، یعنی ضرور رجوع کریں گے،اس سے تو مرزا کا مقصودہی فوت ہوگیا،اور بجائے نہ آنے کے آنا ضروری ٹھہرا،اوراگرتسلیم بھی کرلیا جائے کہ لا یرجعون سے مراد ان کا دنیا میں نہ آنا ہے،تو اس سے بھی کوئی حرج نہیں، اس لئے کہ یہ کس نے کہا کہ فوت شدہ دنیا میں آیا کرتے ہیں، ان میں یہ طاقت کہاں کہ پھرلوٹ کرآجائیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ خدا جس کو چاہے دوبارہ دنیا میں وہ ضرورآئے گا، کیونکہ خدا تعالی کے ارادہ کے خلاف کوئی چیزظہورمیں نہیں آسکتی۔مرزا قادیانی اس کے قائل نہیں۔ہم کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت کا انکار کوئی مسلمان نہیں کرسکتا اس کے نزدیک قیامت میں زندہ کرنا اورقیامت کے پیشترکسی کو زندہ کرنا ایک جیسا ہے،اورجب حق تعالی نے متعدد مقام میں قرآن میں خبردی ہے کہ ہم نے بہتوں کو اس

عالم میں زندہ کیا تو ہم اس کا ہرگز انکارنہیں کر سکتے۔مگر مرزا قادیانی داؤ پیچ کر کے اس کا انکار کرتے ہیں اور احیائے موتی کو محال سمجھتے ہیں۔..

غور کرنے سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ دنیا کا انتظام چونکہ ایک نسق پر رکھا گیا ہے جو ہمیشہ جاری ہے۔اس لئے ایک بڑا فرقہ دہریہ اس بات کا قائل ہوگیا کہ عالم کا کام بطور خود جاری ہے اس کے لئے خالق کی کوئی ضرورت نہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و قالوا ما هی الّا حیاتنا الدّنیا نموت و نحیا و ما یهلکنا الّا الدهر، و ما لهم بذلک من علم ، ان هم الّا یظنّون (جاثیہ: ۲۴)(انہوں نے کہا ہماری زندگی تو صرف دنیا کی زندگی ہی ہے، ہم مرتے ہیں، جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مارڈالتا ہے۔انہیں اس بات کا کچھ علم ہی نہیں، یہ تو صرف اٹکل سے ہی کام لے رہے ہیں)

حق تعالیٰ نے ان کے خیالات فاسدہ کو دفع کرنے کے لئے انبیاء کو بھیجا چنانچہ جب انہوں نے معجزے اور خوارق سعادات دیکھے اور بچشم خود دیکھ لیا کہ عادت مستمرہ کے خلاف بھی ایسے کام حکمی طور پر ہوتے ہیں جن کو عقل محال سمجھتی ہے تو ان کو یقین ہوگیا کہ کوئی زبردست قدرت والا بھی ہے کہ ایسے مستحکم عادتی کارخانہ کو درہم برہم کر کے محال کو واقع کر دکھاتا ہے، اس بنا پر بحسب توفیق خالق عالم کے قائل ہوگئے اور نبوت کی بھی تصدیق کی اور جن کی طبیعتوں پر تعصب غالب تھا وہ اس دولت سے محروم رہے۔الحاصل حق تعالیٰ نے عادت مستمرہ کے خلاف بھی کام کئے جس سے اس کی قدرت اور خالقیت پورے طور پر ذہن نشین ہوگئی۔اگر خدا عادت مستمرہ کے خلاف کوئی کام کر کے نہ دکھاتا تو دہریہ کو قائل کرنے کی کوئی صورت نہ تھی، اس لئے کہ ان کا عقیدہ تھا کہ افلاک کی حرکات سے طبائع میں امتزاجات پیدا ہوتے ہیں جن کے خاص خاص طور پر واقع ہونے سے حیات اور موت کا وقوع ہوتا ہے، اس میں خالق کے فعل کی کوئی ضرورت نہیں۔اگر احیائے اموات کے جیسے خوارق عادت کا وقوع نہ ہوتا تو صرف باتوں سے وہ خالق کو ماننا اور اپنے آپ کو اس کی بندگی اور عبودیت میں دے کر عمر بھر کی آزادیوں سے دست بردار ہوجانا کبھی گوارا نہ کرتے۔ان کے بعد جو ان کے خلف اور قدم بقدم ان کے پیرو تھے، اس قسم کی جتنی باتیں قرآن میں ہیں سب کی تصدیق انہوں نے کی، اور جن کی طبیعتوں میں انحراف آ گیا وہ اس کے ماننے میں حیلے کرنے لگے چنانچہ مرزا قادیانی اس موقع میں یہ تعارض کا حیلہ پیش کرتے ہیں کہ اگر مردوں کو زندہ ہونا مان لیا جائے تو انّهم لا یرجعون کے مخالف ہوگا۔ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ ان

آیات میں کوئی تعارض نہیں اس لئے کہ جہاں لا یرجعون ارشاد ہے اس سے آدمی کی بے بسی ثابت کرنا منظور ہے کہ جب ہم اس کو مار ڈالتے ہیں تو اس میں یہ قدرت نہیں کہ اپنی زائل شدہ حیات کو پھر حاصل کر سکے بلکہ ہمارے قبضہ قدرت سے وہ نکل نہیں سکتا اور جہاں یہ ارشاد ہے کہ ہم نے مردوں کو زندہ کیا اس سے بھی کامل درجہ کی قدرت ہی کا اظہار مقصود ہے کہ جو تمہاری عقلوں میں محال دکھائی دیتا ہے اس کو ہم نے واقع کر دکھایا۔ اب دیکھئے کہ دونوں آیتوں کے مضمون میں کس قدر توافق ہے۔ حاصل مطلب ان کا یہی ہوا کہ ہم ہر طرح قادر ہیں، نہ کوئی زندہ ہماری قدرت سے خارج ہوسکتا ہے، نہ مردہ۔ زندہ کو جب ہم مردہ کر دیتے ہیں تو وہ زندہ نہیں ہوسکتا، اور جب مردہ کو زندہ کرتے ہیں تو وہ انکار اور سرتابی نہیں کر سکتا۔

مرزا قادیانی جو تعارض پیدا کر رہے ہیں اسی کا نام تعارض ہو تو اس قسم کا تعارض بہت سی آیتوں میں پیدا ہو جائے گا مثلاً حق تعالی فرماتا ہے:

انّ الّذین کفروا سواء علیھم ء انذر تھم ام لم تنذر ھم فھم لا یؤمنون (بقرہ:۶)

جس کا مطلب یہ ہے کہ کفار ایمان نہ لائیں گے۔ حالانکہ ہزار ہا کفار اس آیت کے نزول کے بعد ایمان لائے اور لاتے جاتے ہیں۔ دیکھئے انّھم لا یرجعون میں جو بات ہے وہی انّھم لا یؤمنون میں بھی ہے اگر انّھم لا یرجعون سے رجوع اموات غیر ممکن ثابت ہوتا ہے تو انّھم لا یؤمنون سے بھی کفار کا ایمان لانا غیر ممکن ہو جائے گا، مگر جب ہمیں معلوم ہو گیا کہ بمصداق یھدی من یّشاء الی صراطٍ مستقیم کے حق تعالی جس کو چاہتا ہے راہ راست پر لاتا ہے اسی وجہ سے کفار ایمان لاتے ہیں تو اس کا بھی ہمیں یقین ہو گیا کہ وہ جس مردہ کو چاہتا ہے زندہ کر سکتا ہے جس کے وقوع پر یحی الموتی وغیرہ آیات گواہ صادق ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اکثر محاورات قرآنیہ وغیرہ میں عام طور پر کوئی بات کہی جاتی ہے مگر بلحاظ قرائن اس کی تخصیص پیش نظر رہا کرتی ہے اس کی نظیریں قرآن شریف میں بکثرت ہیں ایک وہی آیت ہے جو ابھی مذکور ہے اور ایک آیت یہ ہے:

تکاد السماوات یتفطرن من فوقھنّ و الملائکۃ یسبّحون بحمد ربّھم و یستغفرون لمن فی الارض۔ الا انّ اللّٰہ ھو الغفور الرحیم (شوریٰ:۵)

یعنی فرشتے اللہ کی تسبیح اور حمد کیا کرتے ہیں اور زمین میں رہنے والوں کے گناہوں کی مغفرت اور معافی مانگا کرتے ہیں۔ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ تمام اہل زمین کے حق کہ

مشرکین کے لئے بھی استغفار کیا کرتے ہیں تو یہ صحیح نہیں، اگر وہ ایسا کرتے تو حق تعالیٰ ان کو منع فرما دیتا جیسا کہ مسلمانوں کو منع فرمایا:

ما کان للنّبیّ و الّذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین و لو کانوا اولی قربی من بعد ما تبین لھم انھم اصحاب الجحیم (توبہ:۱۱۳)

یعنی نبی ﷺ اور مسلمانوں کو زیبا نہیں کہ مشرکین کی مغفرت کی دعا مانگیں۔اس سے ظاہر ہے کہ فرشتے صرف مسلمانوں کی مغفرت کی دعا کیا کرتے ہیں ورنہ صحابہ ضرور عرض کرتے کہ جب فرشتوں کو مشرکین کی مغفرت مانگنے کی اجازت ہے تو ہمیں بطریق اولیٰ اس کی اجازت ہونی چاہیے اس لئے کہ ہم پر تو بہت سے مشرکوں کا قرابت کا حق ہے، حالانکہ یہ درخواست کبھی پیش نہیں ہوئی۔ اس سے ثابت ہے کہ صحابہ نے من فی الارض سے مراد عام اہل زمین نہیں سمجھا بلکہ بقرینہ آیت و ما کان للنّبیّ و الّذین آمنوا اس کی تخصیص مسلمانوں ہی کے ساتھ کی۔ اسی طرح انّھم لا یرجعون سے مراد کل مردے نہیں، بلکہ جن مردوں کا زندہ ہونا دوسری آیتوں سے ثابت ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے من فی الارض سے مشرکین مستثنیٰ ہیں۔

اسی طرح یہ آیت: یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی الّتی انعمت علیکم و انّی فضّلتکم علی العالمین (بقرہ:۴۷) (یعنی اے بنی اسرائیل میری اس نعمت کو یاد کرو جو تم کو دی تھی اور یہ کہ فضیلت دی تھی تم کو عالموں پر)۔

یہ بات ظاہر ہے کہ تمام عالموں میں انبیاء اور ملائکہ بھی داخل ہیں، پھر کیا ممکن ہے کہ بنی اسرائیل کو ان تمام امتوں پر فضیلت دی گئی۔ ہرگز نہیں۔ غرض کہ جس طرح دوسری آیتوں سے ملائکہ وغیرہ عالمین سے مستثنیٰ ہیں اسی طرح دوسری آیتوں سے زندہ شدہ مردے لا یرجعون کے حکم میں داخل نہیں ہوسکتے۔

اسی طرح یہ آیت شریفہ ہے: قال فخذ اربعۃ مّن الطّیر فصرھنّ الیک ثمّ اجعل علی کل جبلٍ مّنھنّ جزءً (بقرہ:۲۶۰)

حضرت ابراہیمؑ کو حکم ہوا تھا کہ پرندوں کو ٹکڑے کرکے پہاڑوں پر رکھ دو، جس کی نسبت آیت میں علی کل جبلٍ مذکور ہے۔ یہ بات ظاہر ہے کہ کل جبل میں تمام روئے زمین کے پہاڑ شامل ہیں مگر بقرینہ عقل کل جبل سے مراد چند مخصوص پہاڑ تھے۔ اسی طرح بقرینہ عقل لا یرجعون سے مراد وہی مردے ہیں جن کا زندہ ہونا مشیت الٰہی میں نہیں، اس لئے

کہ جب خدا نے چند مردوں کے زندہ کرنے کا حال بیان فرمایا اور عقل بھی اس قدرت الٰہی کو جائز رکھتی ہے تو عقل گواہی دیتی ہے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے بے شک وہ مردے زندہ ہوئے تھے اس لئے لا یرجعون کے حکم سے وہ خارج ہیں۔

اسی طرح فرمایا: الذی احسن کل شیء خلقه و بدأ خلق الانسان من طین۔ ثمّ جعل نسله من سلالة من ماءٍ مهین (الم سجدہ: ۷۔۸)

یعنی انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر مٹی کو نچوڑ سے یعنی منی سے جو ایک حقیر پانی ہے ان کی نسل چلائی۔ اسی طرح خلقنا کم من ترابٍ ثمّ من نطفة (حج: ۵) جس سے ظاہر ہے کہ کل انسان نطفہ سے پیدا ہوئے حالانکہ عیسیٰؑ اس سے مستثنیٰ ہیں جس پر یہ آیت دال ہے انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آدم خلقه من ترابٍ ثمّ قال له کن فیکون (آل عمران: ۵۹) یعنی مثال عیسیٰؑ کی آدمؑ کی سی ہے کہ ان کو مٹی سے بنایا پھر کن سے پیدا ہو گئے جس طرح اس آیت کی وجہ سے عیسیٰ آیت خلق الانسان من سلالة کے حکم میں داخل نہیں اور نطفہ سے ان کی تخلیق نہیں سمجھی جاتی اسی طرح وہ مردے جو زندہ کئے گئے لا یرجعون کے حکم میں شریک نہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

لا تحسبنّ الّذین یفرحون بما اتوا وّیحبّون ان یّحمدوا بمالم یفعلوا فلا تحسبنّهم بمفازةٍ مّن العذاب، و لهم عذاب الیم (آل عمران: ۱۸۸)

یعنی لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ تعریف ہو، بن کئے پر، سو نہ جانو کہ وہ عذاب سے خلاصی پائیں گے بلکہ ان کو عذاب اور دردناک ہوگا۔

بخاری باب قولہ: لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا میں ہے کہ مروان نے ابن عباسؓ سے پچھوایا کہ اگر یہی بات ہے تو ہم سب معذب ہوں گے اس لئے کہ یہ صفت ہم سب میں موجود ہے۔ ابن عباسؓ نے فرمایا:

و ما لکم و لهذه انّما دعاء النبی ﷺ یهودا فسالهم عن شئی فکتموه ایّاه و اخبروه بغیره فاروه ان قد استحمدوا الیه بما اخبروا عنه فی ما سالهم و فرحوا بما اوتوا من کتمانهم۔ یعنی تم لوگوں کو اس سے کیا تعلق، اس سے مراد وہ یہود ہیں جن سے حضرت ﷺ نے کچھ پوچھا تھا انہوں نے اصل معاملہ چھپا کر کوئی اور بات بتلا دی اور اسی پر خوشی ہو کر اپنی تعریف چاہی۔

اس سے ظاہر ہے کہ الّذین عام ہے مگر مراد اس سے چند مخصوص لوگ ہیں۔

الحاصل اس کے نظائر بکثرت ہیں کہ دوسری آیتوں وغیرہ سے حکم عام کی تخصیص ہوا کرتی ہے یہاں تک کہ مشہور ہے وان مّن عامٍ الّا خص منه البعض اب اہل انصاف غور فرمائیں کہ جب انّهم لا یرجعون کا حکم ان زندہ شدہ مردوں پر شامل ہی نہیں تو تعارض کیسا۔ اس سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی زبردستی تعارض پیدا کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہتے ہیں اور اگر ظاہری تعارض کے لحاظ سے تاویل کی ضرورت ہے تو صرف لا یرجعون میں تاویل کیوں نہیں کی جاتی جو کسی طرح بے موقع نہیں بلکہ بحسب محاورات قرآنیہ شائع و ذائع ہے جس کا حال معلوم ہوا کہ خود خدا کو یہ تاویل منظور ہے پھر ایسی تاویل کو چھوڑ کر بدنما تاویلیں کرنا جن کے سننے سے مسلمانوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا کلام بگاڑا جاتا ہے کس قدر ایمان سے دور ہے۔

اس تقریر سے ان استدلالوں کا جواب بھی ہو گیا جو مرزا کی جانب سے پیش ہوتے ہیں کہ حق تعالی فرماتا ہے الم یروا کم اھلکنا قبلھم من القرون انّھم الیھم لا یرجعون (یسین :۳۱) فلا یستطیعون توصیةً وّ لا الی اھلھم یرجعو ن (یسین :۵۰) کیونکہ زندہ شدہ مردے خود بخود رجوع نہیں کر سکتے بلکہ حق تعالی نے ان کو زندہ کیا اور اگر مطلق رجوع مراد لی جائے تو دوسری آیتوں کی شہادت سے وہ لا یرجعون میں داخل ہی نہیں اور جس طرح فھم لا یومنون سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی کافر ایمان لایا ہی نہیں اسی طرح لا یرجعون سے بھی یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ کوئی مردہ زندہ ہوا ہی نہیں۔

اس آیت سے جو استدلال کیا جاتا ہے ثم انکم یوم القیا مة تبعثون (مومنون: ۱۶) کہ اس وعدہ میں کبھی تخلف نہ ہوگا معلوم نہیں یہ کس بنا پر ہے یہ تو کسی نے نہیں کہا کہ قیامت میں مردے نہ اٹھیں گے البتہ مرزا قادیانی اس کے قائل ہیں کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مردے سوراخ کی راہ سے جنت میں گھس جاتے ہیں اور پھر نہیں نکل سکتے جس سے ظاہر ہے کہ بعث ونشر کی ضرورت ہی نہیں۔ شاید ان حضرات نے ہمارا مذہب یہ سمجھا ہے کہ زندہ شدہ مردوں کو کبھی موت نہیں جس سے یہ لازم آئے کہ ان کے بعث کی ضرورت نہیں، دراصل ہمارا مذہب یہ نہیں بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جن مردوں کو حق تعالی نے زندہ کیا اس سے صرف قدرت نمائی مقصود تھی پھر جب تک چاہا ان کو زندہ رکھا اور مثل دوسروں کے وہ بھی مر گئے اور قیامت میں سب کے ساتھ انکا بھی حشر ہوگا اور یوم القیا مة

تبعثون کے حکم میں شریک ہو جائیں گے۔

اس استدلال میں لطف خاص یہ ہے کہ انّکم یوم القیا مۃ تبعثون میں مخاطبوں کی تخصیص ہے اور اس سے استدلال یہ ہو رہا ہے کہ گذشتہ بعض افراد قبل قیامت زندہ نہیں کیے گئے ،گو خدا نے ان کی زندگی کی خبر دی ہے۔

اور اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ بعد شہادت جابرؓ نے اللہ سے درخواست کی کہ پھر دنیا میں رجوع کرنے کی اجازت ہو، تا کہ دوبارہ درجہ شہادت حاصل کریں۔اس پر ارشاد ہوا انّی قضیت انّھم لا یرجعون ۔اور ایک روایت میں ہے قد سبق القول منّی انّھم لا یرجعون یعنی میں پہلے فیصلہ کر چکا ہوں کہ وہ لوگ نہ لوٹیں گے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک اللہ نے یہی قاعدہ اس عالم میں مقرر فرمایا ہے کہ کوئی مرا ہوا زندہ نہیں ہوتا اور یہی عادۃ اللہ اور سنۃ اللہ ہے جس کی نسبت ارشاد ہے فلن تجد لسنّۃ اللّٰہ تبدیلًا و لن تجد لسنّت اللّٰہ تحویلاً (فاطر:۴۳) مگر یہاں یہ دیکھنا چاہیے کہ کسی مصلحت سے عادت کو کبھی بدل دینا ممکن ہے یا نہیں؟ ہم دیکھتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سے واقعات بیان کیے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اکثر عادتوں کے خلاف بھی کیا ہے مثلاً تمام روئے زمین پر وقت واحد میں ایسا طوفان ہو جانا کہ کل پہاڑ تک غرق ہو جائیں، بالکل خلاف عادت ہے اور نوحؑ کے وقت میں ایسا ہی ہوا کہ طوفان سے کل آدمی اور حیوان مر گئے۔آگ ہر چیز کو جلا دیتی ہے مگر ابراہیمؑ پر سرد ہو گئی، لاٹھی کا سانپ بن جانا اور اس کے مارنے سے دریا پھٹ کر اس میں راستے ہو جانا اور ایک مار سے پتھر میں بارہ چشمے جاری ہو جانا خلاف عادت ہے مگر موسیٰؑ سے وہ سب وقوع میں آئے۔مچھلی کے پیٹ میں آدمی کا زندہ رہنا خلاف عادت ہے مگر یونسؑ اس میں ایسے رہے جیسے کوئی گھر میں رہتا ہے۔بغیر مرد کے عورت کو اولاد ہونا محال سمجھا جاتا ہے حالانکہ عیسیٰؑ کی پیدائش ایسی ہی ہوئی۔ چاند کا شق ہونا خلاف عقل و خلاف عادت ہے باوجود اسکے ہمارے نبی ﷺ نے اس واقع کو کر دکھایا جس کے مرزا قادیانی بھی قائل ہیں۔ان کے سوا صدہا خوارق عادات قرآن و حدیث سے ثابت ہے جن سے ظاہر ہے کہ خدا کسی خاص مصلحت سے عادت کے خلاف بھی کرتا ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ ہر کسی کی درخواست پر عادت بدل دیا کرے۔

چونکہ جابرؓ کی درخواست میں کوئی عمومی مصلحت نہ تھی بلکہ تلذذ کی وجہ سے ان کا ذاتی شوق تھا کہ پھر زندہ ہو کر پھر راہ خدا میں شہید ہوں۔اگر یہ درخواست منظور ہو جاتی تو ہر شہید یہی تمنا

کرتا اور یہ عادت اللہ ہو جاتی جس سے اعلی درجہ کا خارق عادت، عادتی امور میں داخل ہو جانے کا خدشہ تھا اور اس سے بڑا مقصود فوت ہو جاتا ہے کہ اعلی درجہ کا خارق، مدّ عادات میں شریک ہو جاتا حالانکہ وہ ممکن نہیں کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے و لن تجد لسنّة اللّه تحويلاً ۔غرض کہ مصلحت الٰہی مقتضی نہ ہوئی کہ وہ زندہ کئے جائیں اس لئے صاف جواب مل گیا کہ یہ امر عادت اور قانون فطرت کے خلاف ہے اسلئے یہ درخواست منظور نہیں ہو سکتی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خدا کو خرق عادت پر قدرت نہیں یا کبھی نہیں کیا۔ اس کی مثال یوں سمجھنا چاہیے کہ بادشاہ مقتدر اپنے ملک میں کوئی دستور مقرر کر دے تو کسی کو یہ حق نہیں کہ اس دستور کے خلاف درخواست کرے۔مگر اس سے یہ لازم نہیں کہ کیسی ہی خاص مصلحت اور ضرورت ہو بادشاہ خلاف قانون نہ کرے بلکہ عند الضرورت اپنے شاہی اقتدار سے کسی فقرہ کے خلاف عمل کرنا انسب سمجھا جائے گا اور کسی کو پوچھنے کا حق نہ ہوگا کہ خلاف قانون کیوں کیا گیا۔

الحاصل جابر کی درخواست منظور نہ ہونے سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ خدا تعالی نے بطور خرق عادت کسی مردہ کو زندہ کیا ہی نہیں، خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود اپنے کلام پاک میں خبر دے رہا ہے کہ کئی مردوں کو ہم نے زندہ کیا۔

ایک قادیانی صاحب نے القول العجیب میں لکھا ہے کہ اگر ان چاروں مقاموں میں یعنی فا ما ته اللّه مأة عامٍ ثمّ بعثه وغیرہ میں حقیقی احیائے موتی مراد ہوتا تو خدا علیم اموات کے ترکہ کی تقسیم کے احکام تفصیلاً نہ فرماتا اور عورت کا شوہر مرنے پر عدت اور خانہ نشینی کی ہدایت نہ فرماتا بلکہ نکاح ثانی کا حکم نہ بھیجتا بلکہ یوں حکم کرتا کہ خبردار میت کے مال کی طرف ہاتھ نہ بڑھاؤ ہم اس کو قریب میں واپس کرنے والے ہیں اور عورتوں کو تاکیدی ارشاد ہوتا کہ زنہار غیر سے نکاح نہ کر لینا عنقریب ہم تمہارے خاوندوں کو تمہاری طرف لوٹانے والے ہیں اور اس قسم کی بہت سی تفریعات و لوازم لکھے جن کا مطلب یہ ہوا کہ خدا نے احیائے اموات کی خبریں جو قرآن شریف میں دی ہیں کہ عزیرؑ وغیرہ کو ہم نے زندہ کیا تھا، اگر ان کا یقین کر لیا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ اب نہ کسی کا مال متروکہ بعد موت تقسیم ہو سکے، نہ عورتوں کو نکاح ثانی کی اجازت ملے کیونکہ عزیرؑ زندہ ہوئے تھے۔ اگر یہ استدلال صحیح ہو تو بڑی دقتیں لاحق ہوں گی جن میں سے ایک یہ ہے کہ موت سے پہلے موت کا سامنا ہو جائے گا اسلئے کہ اللہ فرماتا ہے ا هلكنا القرون الاولى (قصص:۴۳) یعنی پہلے زمانہ والوں کو ہم نے ہلاک کیا، اس لئے اب نہ کسی کو کھانا سوجھے، نہ پینا، نہ نکاح وغیرہ، اسلئے کہ حق تعالی

فرماتا ہے کہ پہلے لوگوں کو ہم نے ہلاک کر دیا اور یہ بھی کہنا پڑے گا کہ آگ سرد ہے اسلئے کہ ابراہیمؑ کے لئے سرد ہوگئی تھی مگر کوئی عقل منداس قسم کے استدلال کو جائز نہ رکھے گا اسلئے کہ گزشتہ کا خاص کوئی واقعہ بیان کرنا اس کو مقتضی نہیں کہ ہر وقت اس قسم کے واقعات ہوا کریں، خصوصاً ایسے واقعات کا جن کا خارق عادت ہونا مسلّم ہے کوئی مسلمان اس کا قائل نہیں ہے کہ حق تعالی کی عادت ہے کہ ہر مردہ کو زندہ کیا کرتا ہے غرضیکہ احیائے اموات کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے تقسیم میراث وغیرہ کی اجازت ہے اگر چہ کہ اس میں بھی شک نہیں کہ حق تعالی اپنی قدرت کاملہ سے اب بھی مردوں کو زندہ کرسکتا ہے مگر ہمارے دین میں احتمال پر واقعی آثار مرتب نہیں ہوسکتے اسی وجہ سے گو ہر وقت آدمی کو موت کا احتمال لگا ہوا ہے مگر اس احتمال پر یہ حکم نہیں ہوسکتا کہ اس کا مال ترکہ میں تقسیم کردیا جائے یا اس کی عورت عدت میں بیٹھے اور نکاح ثانی کرلے۔ غرضیکہ جب تک آدمی نہ مرے نہ اس کا مال ترکہ ہوسکتا ہے، نہ اس کی عورت بیوہ۔ اسی طرح جب تک مردہ زندہ نہ ہو، نہ اس کے مال سے ورثا محروم ہوں گے نہ اس کی عورت عدت و نکاح سے ممنوع۔

قصہ عزیرؑ

مرزا جو کہتے ہیں کہ کوئی مردہ اس عالم میں زندہ نہیں ہوسکتا سوعلاوہ اس کے کہ قرآن کی کئی آیتیں اس دعوی کی تکذیب کر رہی ہیں، احادیث اور واقعات سے بھی اس کا ردّ ہو رہا ہے..

حق تعالی نے عزیرؑ یا ارمیا کے مرکر زندہ ہونے کا جو واقعہ قرآن میں بیان فرمایا ہے مرزا قادیانی اس کی نسبت ازالہ اوہام صفحہ ۶۶۵-۶۶۶ میں لکھتے ہیں:

> قصہ عزیر وغیرہ جو قرآن میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم وغشی بھی آیا ہے دیکھو قاموس۔ اور جو عزیر کے قصہ میں ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کا ذکر ہے وہ حقیقت میں ایک الگ بیان ہے جس میں یہ جتلانا منظور ہے کہ رحم میں خدا تعالی ایک مردہ کو زندہ کرتا ہے اور اس کی ہڈیوں پر گوشت چڑھاتا ہے اور پھر اس میں جان ڈالتا ہے۔ ماسوا اس کے کسی آیت یا حدیث سے یہ ثابت نہیں ہوسکتا کہ عزیر دوبارہ زندہ ہوکر بھی فوت ہوا۔ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ عزیر کی زندگی دوم دنیوی زندگی نہیں تھی ورنہ اس کے بعد ضرور کہیں اس کی موت کا بھی ذکر ہوتا۔

یہ قصہ تو قرآن میں اس طرح مذکور ہے:

او کا لّذی مرّ علی قر یۃٍ وّھی خا ویۃ علی عروشھا، قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعد موتھا، فا ما تہ اللّٰہ مأۃ عامٍ ثمّ بعثہ، قال کم لبثت، قال لبثت یوماًاو بعض یوم، قال بل لبثت مأۃ عامٍ فا نظر الی طعامک و شرابک لم یتسنّہ، و انظر الی حمارك و لنجعلک آیۃ للنّاس و انظر الی العظام کیف ننشزھا ثمّ نکسوھا لحماً، فلمّا تبیّن لہ قال اعلم انّ اللّٰہ علی کلّ شیءٍ قد یر۔ (بقرہ:۲۵۹)

حاصل مضمون اس آیت کا جو احادیث سے ثابت ہے جن کو ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں اور سیوطیؒ نے درمنثور میں اور دوسرے مفسرین نے ذکر کیا ہے، یہ ہے اور سیاق وسباق سے بھی ظاہر ہے کہ جب بیت المقدس میں بنی اسرائیل کے نوخیز اور نئے خیال کے لوگ خدا اور رسول سے بیخوف ہو گئے اور فسق و فجور حد سے زیادہ ہو گیا، ارمیا پر وحی ہوئی کہ اب یہ بستی غارت اور ویران کر دی جائے گی ہر چند انہوں نے لوگوں کو بہت سمجھایا اور وعظ ونصیحت کی مگر جب ایمان ہی نہ ہو تو کیا اثر ہوسکتا ہے۔ غرض کہ کسی نے نہ مانا، آخر بخت نصر نے اس پر چڑھائی کر دی اور قتل عام کر کے اس کو ایسا تباہ کیا کہ تمام مکانات وعمارات منہدم کر دیئے، جس سے پوری بستی ایک تودہ خاک پہاڑ نظر آتی تھی۔ ارمیا وہاں سے جاتے ہوئے کسی پہاڑ کے کنارے کھڑے ہو گئے اور کمال افسوس سے کہا کہ اب یہ بستی کہاں آباد ہوسکتی ہے او کالّذی مرّ علی قر یۃ و ھی خا و یۃ علی عروشھا قال انّی یحی ھذہ اللّٰہ بعدمو تھا ۔

اور ایک روایت میں ہے کہ عزیرؑ کا اس پر گذر ہوا، اور انہوں نے یہ کلمہ کہا۔ بہر حال خدا کو منظور ہوا کہ نبی وقت کا استبعاد دفع کر دے، ملک الموت کو حکم ہوا کہ ان کی روح قبض کر لیں۔ چنانچہ روح قبض کر لی گئی جس کی خبر اللہ قرآن میں دیتا ہے فاما تہ اللّٰہ، اور ان کا لاشہ وہیں پڑا رہا یہاں تک کہ جب ستر برس گذرے تو کسی بادشاہ کو حکم ہوا کہ بیت المقدس کو پھر آباد کرے۔ چنانچہ ۳۰ سال میں وہ بالکل آباد ہو گیا۔ اس وقت جب کہ پورے سو برس ان کی موت سے گذرے تھے اللہ نے ان کو زندہ کیا فا ما تہ اللّٰہ مأۃ عامٍ ثمّ بعثہ اور زندہ ایسے طور پر کئے گئے کہ جو خدشہ ان کے دل میں تھا اس کا جواب ساتھ ہی ہو جائے۔ یعنی ابتداء آنکھیں بنائی گئیں اور پہلے پہل جس پر نظر پڑی وہ بیت المقدس تھا جس کی آبادی محال سمجھ گئی تھی ..کل عمارتیں جدید بنی ہوئی تھیں.. جب انہوں نے اپنے سوال کا جواب عملی طور پر پا لیا تو ارشاد ہوا کہ اب بتاؤ کہ تم یہاں کتنے روز رہے

قال کم لبثت کہا ایک روز یا اس سے بھی کم۔ قال لبثت یوماً او بعض یوم، فرمایا یہ نہیں بلکہ سو برس گذر چکے ہیں قال بل لبثت مأة عام ۔اب غور کرو، کیا ممکن ہے کہ اتنی مدت کھانے پینے کی چیزیں از فوا کہ محفوظ رہ سکیں۔ دیکھو یہ چیزیں بلا تغیر تمہارے سامنے رکھی ہیں، اور گدھا بھی بحال خود موجود ہے، یہ وہی اشیاء ہیں جو تمہارے ساتھ تھیں فا نظر الی طعا مک و شرا بک لم یتسنّه و انظر الی حمارك ۔اس سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جس طرح خدا خراب کو آباد اور درست کرتا ہے اس طرح جس چیز کو چاہتا ہے خرابی سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔اس کے بعد ارشاد ہوا کہ ان کاروائیوں سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ تمہارے خدشہ کا جواب مع شئی زائد ہو جائے اور یہ بھی غرض تھی کہ تمہیں اپنی قدرت کی نشانی بنائیں و لنجعلک آ یةً للنّاس ۔...

غرض عزیرؑ کو ویران شہر کے آباد ہونے ہی میں کلام تھا، اللہ نے اس سے بڑھ کر قابل استبعاد بلکہ محال چیزوں کا مشاہدہ کرا دیا۔ اس کے بعد معدوم کو موجود کرنے کا طریقہ دکھلایا گیا۔ چنانچہ ارشاد ہوا و انظر الی العظام کیف ننشزھا ثمّ نکسوھا لحماً یعنی اپنی ہڈیوں کی طرف دیکھ کہ کیسی جمع ہو رہی ہیں، اور کس طرح ہم ان پر گوشت پہناتے ہیں۔ جب انہوں نے تمام واقعات بچشم خود دیکھ لئے اور اچھی طرح ان پر یہ امر ظاہر ہو گیا فلمّا تبیّن له بے اختیار کہہ اٹھے اعلم انّ اللّٰه علی کلّ شیءٍ قدیر یعنی میں جانتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، ویران بستی کا آباد کرنا تو کیا، معدوم کو دوبارہ موجود کرسکتا ہے و غیر ذلک۔ یہ ملخص ان احادیث کا ہے جو اس باب میں بکثرت وارد ہیں اور جن کا نقل کرنا موجب تطویل ہے ...

مرزا قادیانی کی جہاں غرض ہوتی ہے تو فرماتے ہیں کہ حدیث ضعیف بھی اعتبار کے قابل ہے کیونکہ اسکا موضوع ہونا تو ثابت نہیں، اور ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷ میں لکھتے ہیں کہ جو حدیث قرآن شریف کے مخالف نہیں بلکہ اس کے بیان کو اور بھی بسط سے بیان کرتی ہے وہ بشرطیکہ جرح سے خالی ہو قبول کرنے کے لائق ہے۔اب دیکھئے یہ حدیثیں تو ضعیف بھی نہیں بلکہ خود محدثین نے صحت کی تصریح کی ہے اور ان میں کسی محدث نے جرح بھی نہیں کی اور قرآن کو اور بھی بسط سے بیان کر رہی ہیں کہ ملک الموت نے ان کی روح قبض کی اور زندہ ہونے کے وقت پہلے آنکھیں بنائی گئیں تو بقول مرزا قادیانی وہ بھی قابل قبول ہیں جس سے یقیناً ثابت ہو گیا کہ موت یہاں نوم و غشی کے معنی میں نہیں ہے اور جب احادیث اور آیت قرآنی سے اس عالم میں موت کے بعد زندہ ثابت ہو گیا تو لا یرجعون سے مرزا قادیانی نے جو مطلب نکالا تھا کہ کوئی مردہ زندہ نہیں ہوسکتا وہ

غلط ہو گیا، اور وہ بات صادق آ گئی جو مرزا نے ازالہ اوہام صفحہ ۵۵۷۔۵۵۸ میں تحریر کی ہے:

اور بباعث اس کے کہ ان لوگوں (نیچریوں) کے دلوں میں قال اللہ و قال الرسول کی عظمت باقی نہیں رہی اس لئے جو بات ان کی اپنی سمجھ سے بالاتر ہو اس کو محالات اور ممتنعات میں داخل کر لیتے ہیں۔ قانون قدرت بے شک حق اور باطل کے آزمانے کے لئے ایک آلہ ہے مگر ہر ایک قسم کی آزمائش کا اسی پر مدار نہیں ...اس فلسفی قانون قدرت سے ذرا اوپر چڑھ کے اور ایک اور قانون قدرت بھی ہے جو نہایت دقیق اور غامض اور بباعث دقت و غموض موٹی نظروں سے چھپا ہوا ہے جو عارفوں پر ہی کھلتا ہے مسلمانوں کی بدقسمتی سے یہ فرقہ بھی اسلام میں پیدا ہو گیا جس کا قدم دن بدن الحاد کے میدانوں میں آگے ہی آگے چل رہا ہے۔،

مرزا قادیانی نیچروں کی چنگال سے مسلمانوں کو اس وجہ سے نکال رہے ہیں کہ وہ مرزا قادیانیت کی عیسویت کو نہیں مانتے چنانچہ اسی تقریر کی ابتداء میں لکھتے ہیں:

حال کے نیچری جن کے دلوں میں کچھ بھی عظمت قال اللہ و قال الرسول کی باقی نہیں رہی یہ بے اصل خیال پیش کرتے ہیں کہ جو مسیح ابن مریم کے آنے کی خبریں صحاح میں موجود ہیں یہ تمام خبریں ہی غلط ہیں شاید ان کا ایسی باتوں سے مطلب یہ ہے کہ تا اس عاجز کے دعوی کی تحقیر کر کے اس کو باطل ٹھہرایا جائے (ازالہ اوہام)

اس موقع میں تو ماشاء اللہ قادیانی نے حدیثوں کی خوب ہی طرف داری کی مگر جب کوئی حدیث ان کے مخالف ہوتی ہے (اور ہمیشہ یہی ہوا کرتا ہے) تو خواہ وہ بخاری کی حدیث ہو یا مسلم کی صاف فرما دیتے ہیں کہ حدیث اگر صحیح بھی ہو تو مفید ظن ہے و الظّن لا یغنی من الحقّ شیئاً یعنی حدیث سے کوئی بات ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور مرزا کی توجہ حدیث کی طرف ایسی ہوتی ہے جیسے آتھم کے بھاگے پھرنے کا نام انہوں نے رجوع الی الحق رکھ دیا۔ اب بے چارے نادان مسلمان اگر نیچریوں کے پنجہ سے نکلے بھی تو مرزا کے پنجہ میں گرفتار ہیں اور مجبوراً ان کو یہی کہنا پڑے گا کہ کوئی حدیث قابل اعتبار نہیں اور بزبان حال کہہ رہے ہیں (دیدم عاقبت خود گرگ بودی) مگر اس سے کیا ہوتا ہے یہی بات اگر سمجھ کے کہتے تو اس کے نتائج ہی کچھ اور ہوتے۔

مرزا قادیانی نے اگرچہ احتمال قائم کر دیا ہے کہ موت کے معنی لغت میں نوم و غشی کے ہیں مگر وہ موت ہی کے قائل معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۵ میں لکھتے ہیں:

اگران آیات کوان کے ظاہری معنی پرمحمول کیا جائے تو صرف یہ ثابت ہوگا کہ خدا کے کرشمہ قدرت نے ایک لمحہ کے لئے عزیر کوزندہ کر کے دکھلا دیا تا کہ اپنی قدرت پراس کو یقین دلائے۔،

مگران کے مرید صاحب نے تو موت کا انکار ہی کر دیا چنانچہ القول العجیب میں لکھا ہے کہ یہ ایک خواب تھی جو اللہ نے نبی کو دکھلائی ۔ان کو خیال پیدا ہوا کہ ہڈیوں کو کیونکر زندہ کرسکتا ہے تب اللہ نے ان کی تسلی کے لئے ان پر خواب طاری کی اور خواب میں ان ہڈیوں وغیرہ اور غیرآباد زمین کوسوسال کے اندرآباد ہوتے دکھلایا پھر جب وہ خواب سے بیدار ہوئے تو اللہ نے پوچھا کہ تم اس حالت میں کتنی دیر رہے، انہوں نے کہا ایک دن ۔ اللہ نے کہا تو سوسال تک اس نظارہ کو دیکھتا رہا۔ پھر جب ان کو تردد پیدا ہوا کہ کیا میں سوسال تک سویا، تب اللہ نے ان کے شک کو رفع کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ بات تو خواب کی یعنی عالم مثال کے سوسال تھے کیونکہ تم اپنے کھانے اور پینے کی چیز کو دیکھواس پر کوئی سال نہیں گذرے اپنے گدھے کو دیکھو کھڑا ہوا ہے۔

ماحصل اس کا یہ ہوا کہ مرزا قادیانی نے ناحق اقرار کرلیا کہ وہ ایک لمحہ کے لئے مرے تھے دراصل وہ مرے ہی نہیں نہ سو برس پڑے رہے بلکہ صرف تین چار پہر سوتے رہے اورسو برس تک خواب دیکھا کئے فاماته الله ماة عام کا مطلب ۔پھر جب خدا نے ان سے پوچھا کہ کم لبثت اس کا مطلب یہ کہ کتنی دیر خواب دیکھا کئے، پھرانہوں نے دیکھا تو سو برس مگر کہہ دیا ایک روز خدا نے کہا نہیں بل لبثت مأة عام یعنی تم سو برس تک خواب دیکھا کئے ۔اس پر بھی ان کو اعتبار نہ آیا اور نہ یہ بات یاد آئی کہ سو برس خواب دیکھا کئے ،آخر خدا کو یہ بات ثابت کرنے کی ضرورت ہوئی کہ وہ واقعہ ایک ہی روز کا تھا، اس لئے ان کے کھانے پینے کی چیزیں اور گدھے کو دکھلانے کی ضرورت ہوئی اورانہوں نے جوخود اقرار کیا تھا کہ ابھی ایک دن بھی نہیں گذراوہ قابل اعتبار نہ ہوا۔

یہ جومضمون قرآن شریف کا بیان کیا گیا ہے کیا کوئی غبی یا ذکی عبارت قرآن سے نکال سکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔اور نہ یہ مضمون کسی تفسیر میں ہے، نہ حدیث میں اسی کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں جس کی نسبت مرزا قادیانی نے بھی کفر والحاد کا فتوی دے دیا ہے۔

ادنی فراست سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ جب مرزا قادیانی کو دعوی فصاحت اور بلاغت اور اعجاز بیانی ہے تو مرزا قادیانی کے کلام میں اور کلام الٰہی میں ضرور فصاحت اور بلاغت کا موازنہ ہوگا، اور یہ بات ثابت کر دی جائے گی کہ خدا کا کلام تو ایسا ہوا کرتا ہے کہ مقصود کچھ ہے تو

الفاظ کچھ ہیں، اور مرزا قادیانی کے کلام میں اس قسم کی رکاکت ثابت نہ ہوسکے گی اور ان کی بھی خصوصیت کیا ہر ایک ادنی منشی جو کچھ لکھ سکتا ہے اپنا ما فی الضمیر الفاظ میں پورا بیان کر دیتا ہے جس سے اس کو دیکھنے والا مقصود اس منشی کا سمجھ جاتا ہے پھر اس موازنہ پر جو کچھ تفریعات اور آثار مرتب ہوں گے وہ محتاج بیان نہیں۔

القول العجیب میں یہ بھی لکھا ہے کہ اکثر تفاسیر میں فاماته اللّٰه کے معنی یہی لکھے ہیں فانامه اللّٰه یعنی اللہ نے اس کو سلا دیا دیکھو معالم وغیرہ، ہم نے معالم کو دیکھا اسکی عبارت یہ ہے

فالقی اللّٰه علیه النّوم فلمّا نام نزع اللّٰه منه الرّوح مأة عام فلمّا مضت المأة احی اللّٰه من عینیه و سائر جسده ثمّ احیاء جسده و هو ینظر الیه

یعنی خدا نے ان پر نیند غالب کر دی جب وہ سو رہے تو ان کی روح قبض کر لی پھر جب سو برس پورے گذر رے تو اللہ نے پہلے ان کی آنکھیں زندہ کیں پھر تمام جسم کو زندہ کیا جس کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ اگر صاحب معالم نے فاماته اللّٰه کے معنی فانامه لیا ہے تو فلمّا نام نزع اللّٰه منه الروح مأة عام میں نزع روح کس لفظ سے نکالا جائے گا۔

شاید نزع روح سے معمولی غفلت سمجھی گئی، مگر وہ بھی صاحب قول العجیب کے مقصود کے خلاف ہے، کیونکہ سو برس کی نیند کے وہ قائل نہیں۔ پھر آنکھوں اور جسم کا زندہ کرنا کیسا، موت تو آئی نہ تھی۔ شاید یہاں یہ کہا جائے گا کہ پہلے آنکھیں بیدار ہوئیں، اس کے بعد جسم بیدار ہوا، جس کو وہ آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ مگر اس میں بھی یہ بات قابل توجہ ہے کہ آنکھوں سے جسم کی بیداری کیونکر نظر آئی۔ اگر جسم کی بیداری سے مراد حرکت ہے تو یہ نہیں ہوسکتا اس لئے کہ نیند میں بھی جسم کی حرکت باقی رہتی ہے جو کروٹ بدلنے سے ظاہر ہے اور حس مراد ہے تو وہ آنکھوں سے محسوس نہیں ہوتی اس لئے کہ ہر عضو کا حس جدا ہے۔

الحاصل صاحب معالم کا یہ مذہب ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ عزیرؑ ایک روز سوتے رہے البتہ انہوں نے ایک نئی بات بتلائی کہ نزع روح حالت بیداری میں نہیں ہوا بلکہ نیند کی حالت میں ہوا تھا۔

اس مقام میں ہم صاحب قول عجیب پر یہ الزام ہرگز نہیں لگا سکتے کہ انہوں نے معالم کا مطلب سمجھا نہیں، بلکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان کو صرف قرآن کی تحریف منظور ہے اس لئے القی اللّٰه علیه النّوم کو اماته اللّٰه کے معنی قرار دے کر نزع اللّٰه روحه وغیرہ کو قصداً ترک کر

دیا جس سے مسلمانوں کو دھوکہ دینا مقصود ہے۔ کیا ان کاروائیوں کے بعد بھی حسن ظن کیا جائے گا کہ ان حضرات کو کلام الٰہی پر ایمان ہے۔ کیا وہ تمام باتیں جو مرزا فرماتے ہیں کہ تفسیر بالرائے کفر و الحاد ہے اور جھوٹ کہنا شرک ہے، وغیرہ، صدق دل سے کہی گئی ہوں گی، ان کاروائیوں سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ وہ بھی ایک حکمت عملی ہے، جس پر ان کی امت بھی عمل پیرا ہے۔

اب مرزا قادیانی کی پیش بندیوں کو دیکھئے کہ قرآن کی تحریف کے واسطے کیسا طریقہ نکالا احادیث و تفاسیر کو پہلے ہی ساقط الاعتبار کر دیا پھر جب مطلق العنان ہو گئے تو کون روکنے والا ہے مجاز کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ آدمی کو گدھا اور گدھے کو آدمی مجازاً کہہ سکتے ہیں۔ پھر موت کو نیند اور نیند کو موت کہہ دینا کون بڑی بات ہے۔ جتنے نبوت کا دعوی کرنے والے گزرے ہیں سب کا طریقہ یہی رہا ہے کہ قرآن کی تحریف کیا کرتے تھے، جیسا کہ معلوم ہوا کہ قرآن ہی سے استدلال کر کے بعضوں نے مردار اور خون اور خنزیر کو مباح کر دیا تھا۔ اگر آخری زمانہ والے مسلمان مرزا قادیانی کے اس طریقہ کو جائز رکھیں تو بس دین کا خاتمہ ہو گیا۔ جب آدمی کے معنی گدھا اور گدھے کے معنی آدمی مجازاً ہو سکتے ہیں تو کون سا لفظ ایسا ہو گا جسکے مجازی معنی اپنے مقصود کے موافق نہ لے سکیں۔

یہ بات قابل یاد رکھنے کے ہے کہ کسی لفظ کے مجازی معنی لینا تو درست ہے مگر نہ شرعاً عام طور پر اس کی اجازت ہے نہ لغۃً نہ عرفاً نہ عقلاً کہ جہاں چاہیں حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لیا کریں بلکہ اس کے لئے شرط یہ ہے کہ حقیقی معنی وہاں نہ بن سکتے ہوں اور معنی مجازی پر کوئی قرینہ بھی موجود ہو۔ دیکھ لیجئے اگر کوئی شخص کہے کہ میں نے شیر دیکھا تو اس سے یہی سمجھا جائے گا کہ اصلی شیر دیکھا کیونکہ مجازی معنی پر کوئی قرینہ نہیں۔ اور اگر یہ کہے کہ میں نے ایک شیر دیکھا جو بندوق چلا رہا تھا تو بندوق چلانے کے قرینہ سے جواں مرد شخص سمجھا جائے گا کیونکہ اصلی شیر میں بندوق سر کرنے کی صلاحیت نہیں۔ چونکہ الفاظ حقیقی اور مجازی معنی میں برابر استعمال ہوا کرتے ہیں اور حقیقی اور مجازی معنی کا اشتباہ ہمیشہ فہم مضامین میں خلل انداز ہونے کا باعث تھا، اس لئے اکابر اہل لغت نے اسکا بندوبست یہ کر دیا کہ ہر لفظ کے حقیقی معنی کی تصریح کر دی جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ اس معنی کے سوا جس معنی میں وہ لفظ مستعمل ہو مجاز ہو گا اور اس کے لئے قرینے کی ضرورت ہو گی تا کہ کسی کو یہ موقع نہ ملے کہ کسی لفظ کو مجازی معنی میں مستعمل ہوتے دیکھ کر جہاں چاہے وہی معنی مراد لے۔ اب دیکھئے زمخشری نے اساس البلاغہ میں موت کے حقیقی معنی وہی لکھے ہیں جو مشہور ہیں اس کے بعد لکھا ہے:

(و من المجاز) احیاء اللّٰہ البلد المیّت و اخذ تہ الموتۃ الغشی و

مات فوق الرّجل اذا استثقل فی نومه۔

اوراس کے سوائے بہت سے مجازی استعمال لفظ موت کے بیان کئے ہیں اورلسان العرب جلد۱۳صفحہ ۲۱۸ میں لکھا ہے:

الحمد للّٰہ الّذی احیانا بعد ما اماتنا و الیہ النّشور سمّی النّوم موتاً لا نّہ یزول معہ العقل و الحرکۃ تمثیلاً و تشبیہاً لا تحقیقاً۔

حاصل مطلب یہ ہوا کہ نیند کوموت جوکبھی کہتے ہیں تو وہ بطور تمثیل کے ہوتا ہے حقیقی معنی اس کے وہ نہیں۔

الحمد للہ کہ اکابراہل لغت کی تصریح سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ موت کے حقیقی معنی وہی ہیں جس کو ہر شخص جانتا ہے اور بے ہوشی اور نیند کے معنی میں جو یہ لفظ مستعمل ہے وہ بطور مجاز ہے۔ اسی وجہ سے اگر مات فلان کہا جائے تو یہی سمجھا جائے گا کہ وہ مرگیا اور غشی یا نیند کے معنی میں مستعمل ہوتو اسی کے لئے قرینہ حالیہ یا مقالیہ کی ضرورت ہوگی جو علامت مجاز ہے۔اب دیکھئے کہ مرزا موت کے حقیقی معنی بیہوشی اور نیند کے جوکہتے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ۹۵۳ میں لکھتے ہیں:

اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اورموت دینا نہیں بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔،

اہل لغت کی تصریح سے ثابت ہوا کہ غلط ہے۔اگر یہ فرماتے کہ اماتت سلانے اور بیہوش کرنے کے معنی میں مستعمل ہے، تو البتہ قابل تسلیم تھا مگر وہ تو صاف کہہ رہے ہیں کہ اماتت کے حقیقی معنی سلانے اور بیہوش کرنے کے ہیں، جس کی تکذیب کتب لغت سے ہورہی ہے۔اگر یہ بیان ان کا صحیح ہوتا تو کسی لغت کی کتاب کی عبارت نقل کردیتے کہ اماتت کے حقیقی معنی سلانے اور بیہوش کرنے کے ہیں، جیسے ہم نے لغت سے ثابت کردیا کہ یہ معنی مجازی ہیں۔

جب لغت سے ان کی یہ خلاف بیانی ثابت ہوگئی تو اس سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ وہ اپنی غرض کے وقت جھوٹ سچ کی کچھ پرواہ نہیں کرتے، اس لئے ان کی کوئی بات قابل اعتبار نہیں۔ پھر انہوں نے جوکہا تھا کہ جھوٹ کہنا شرک ہے، تو اس سے سوائے دھوکہ دہی کے اور کیا تصور کیا جائے اورابھی یہ بات معلوم ہوئی کہ اماتہ اللّٰہ کی تفسیراحادیث سے بھی ثابت ہے کہ عزیرؑ اس وقت مر گئے تھے تو معلوم ہوا کہ نہ بحسب لغت اماتت کی تفسیر بیہوشی اورخواب ہوسکتی ہے نہ بحسب حدیث۔ اس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنی رائے سے تفسیر کی ہے اورخود ہی ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۸ میں لکھتے

ہیں کہ مومن کا یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے۔اب ان کو کیا کہنا چاہیے۔اور حدیث شریف میں:

قال النّبیّ ﷺ من تکلّم فی القرآن برأ یه فا صاب فقد ا خطأ رواه ابو دا ؤد و التر مذی و فی روا یة عن ابی دا ؤد قال النّبیّ ﷺ من قال فی القرآن بغیر علم فلیتبوّأ مقعده من النار (کذا فی تفسیر روح المعانی ص ۶ ج ۱)

یعنی نبی ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص قرآن میں اپنی رائے سے کوئی بات بنائے اگر صواب بھی ہو تو اس نے خطا کی اور جو شخص قرآن میں بے علمی سے کوئی بات بنائے تو اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔اب دیکھئے کہ ہمارے نبی ﷺ کے ارشاد کے موافق مرزا قادیانی کیسی کیسی وعیدوں کے مستحق ہو رہے ہیں۔اس صورت میں مسلمانوں کو ان کی رفاقت دینے کی معلوم نہیں کون سی ضرورت ہے۔

توفیّ کے معنی

مرزا قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۷ میں لکھتے ہیں کہ تفسیر معالم میں زیر تفسیر آیت یا عیسی انّی متو فّیک لکھا کہ علی بن طلحہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ اس آیت کے یہ معنی ہیں کہ انّی ممیتک یعنی میں تجھے مارنے والا ہوں۔آپ نے دیکھ لیا کہ ابھی اما تت کے معنی سلانے کے تھے اور یہاں مارنے کے لے رہے ہیں۔مگر یہ بات یاد رہے کہ یہ تفسیر بھی مرزا قادیانی کو مفید نہیں ہو سکتی۔اس لئے کہ ان کے اعتراف سے ثابت ہے کہ اما تت کے معنی سلا دینے کے ہیں جس سے ثابت ہے کہ متوفّیک کے معنی ابن عباسؓ نے ممیتک کر کے سلا دینے کے معنی اس کے بھی لئے ہیں اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے کہ توفی کے معنی سلا دینے کے ہوتے ہیں جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے اللّٰه یتوفّی الانفس حین موتها و الّتی لم تمت فی منا مها۔یعنی توفی جو موت اور سونے کے وقت ہوتی ہے وہ اللہ ہی کی طرف سے ہے یعنی اللہ ہی مارتا اور سلاتا ہے۔و هو الّذی یتوفّاکم با للیل یعنی اللہ ہی تم کو رات میں سلا دیتا ہے۔اس سے ظاہر ہے کہ توفّی کے معنی سلا دینے کے ہیں اور مرزا قادیانی کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اما تت کے معنی بھی سلا دینے کے ہیں۔اس صورت میں متوفّیک اور ممیتک دونوں کے معنی سلا دینے کے ہوئے جو ہمارا مقصود ہے۔

اور مرزا قادیانی جو ازالہ اوہام صفحہ ۹۴۳ میں لکھتے ہیں: توفّی کے حقیقی معنی وفات دینے

اور روح قبض کرنے کے ہیں۔ سو خود کلام الٰہی سے اس کی تکذیب ہوگئی اور معلوم ہوگیا کہ توفی جیسے قبض روح سے ہوتی ہے، نیند سے بھی ہوتی ہے۔

علامہ زمخشری نے اساس البلاغۃ میں توفّی کے حقیقی معنی استکمال لکھا ہے و توفاہ استکملہ اسکے بعد لکھا ہے و(من المجاز) توفّی فلان و توفّاہ اللّٰہ ادرکتہ الوفات اورلسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۳۵۹۔۳۶۰ میں لکھا ہے:

تقول قد استوفیت من فلان و توفّیت منہ ما لی علیہ تا ویلیہ ان لم یبق علیہ شئی و اما توفّی النّائم فھو استیفاء وقت عقلہ و تمیزہ الی ان نام و قال الزجاج فی قولہ قل یتوفاکم ملک الموت قال ھو من توفیۃ العدد تا ویلہ ان یقبض اروا حکم اجمعین فلا ینقص واحد منکم۔

الحاصل اس سے ثابت ہے کہ توفی کے حقیقی معنی استکمال اور استیفاء کے ہیں، کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا کہ توفّی کے حقیقی معنی موت کے ہیں۔ اس صورت میں یاعیسی انّی متوفیک کا مطلب یہ ہوا کہ اے عیسیٰؑ ہر چند کہ کفار تم کو قتل کرنا چاہتے ہیں مگر یہ نہ ہوگا۔ ہم تمہاری عمر کامل کریں گے اور تم کو اپنی طرف اٹھالیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے ان کی عمر دراز کی جس کی ظاہری تدبیر یہ ہوئی کہ ان کے دشمنوں میں سے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا اور قیامت کے قریب تک زندہ رہیں گے۔ جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ یہ مطلب آیت کا توفّی کے حقیقی معنی لینے پر تھا اور اگر مجازی معنی لئے جائیں تو مطلب یہ ہے کہ ہم تمہیں سلا کے یا بیہوش کر کے اٹھالیں گے اور توفی کے معنی سلانے کے تو خود کلام الٰہی سے ثابت ہیں۔ بہر حال متوفّیک کے حقیقی معنی لیں یا مجازی، دونوں صورتوں میں وہ معنی اچھی طرح بن جاتے ہیں جو مسلمانوں میں ابتداء سے اب تک متعارف ومشہور ہیں اور جن کی تصدیق صدہا احادیث وآثار سے ہورہی ہے اور اس کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی کہ عیسیٰؑ سے مایوس ہوکر مرزا قادیانی ہی پر قناعت کرلی جائے گو جتنی باتیں آپ میں پائی جاتی ہیں شان عیسویت کے سراسر خلاف اور مضر ہیں۔

اب دیکھئے کہ مرزا قادیانی نے موت اور توفّی کے معنی میں لغت کی طرف رجوع کی تو اکابر اہل لغت نے ان کی تکذیب کردی پھر قرآن کی طرف رخ کیا تو خدائے تعالیٰ کے کلام قدیم سے صاف ان کا جھوٹ ثابت ہوگیا اور احادیث کے تو وہ اسی وجہ سے دشمن ہیں کہ حدیثیں ہمیشہ ان

کی تکفیر وتفسیق وغیرہ کرتی ہیں۔

اہل انصاف اس مقام میں اچھی طرح غور کریں کہ مرزا قادیانی نے خیال کیا تھا کہ عیسیٰ کی موت یا عیسی انی متوفیک سے تو گویا ثابت ہوگئی اور دوبارہ زندہ ہونے کا احتمال جو فاماته اللّٰه مأة عام سے ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ مثل عزیرؑ کے وہ پھر زندہ ہو جائیں اسکے باطل کرنے کی غرض سے اس آیت شریفہ کے معنی میں تحریف وتصرف کیا۔ مگر بفضلہ تعالی انہی کی تقریر سے ثابت ہو گیا کہ عیسیٰ کی موت ثابت نہیں اس لئے کہ ابن عباسؓ کی جو تفسیر استدلال میں پیش کرتے ہیں کہ متوفّیک کی تفسیر انہوں نے ممیتک کی ہے اس سے ان کی موت ثابت نہیں جیسا کہ اماته اللّٰه سے عزیر کی موت بقول مرزا قادیانی ثابت نہیں اور اگر عیسیٰ کی موت ثابت کرنے کی غرض سے ممیتک جو تفسیر متوفّیک میں واقع ہے اس سے حقیقی موت مراد لیں تو فاماته اللّٰه سے عزیرؑ کی حقیقی موت ثابت نہیں ہوگی جس سے ان کا وہ مطلب فوت ہو جائے گا کہ کوئی شخص اس عالم میں دوبارہ زندہ نہیں ہوسکتا اس لئے فاماته اللّٰه مأة عامٍ ثمّ بعثه سے عزیرؑ کا دوبارہ زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ان دونوں دعووں سے ایک دعوی ان کا ضرور باطل ہو گیا۔ اسکے بعد احیائے موتی سے متعلق کل آیتوں میں جو وہ تحریفیں کر رہے ہیں جیسا کہ ازالہ اوہام صفحہ ۹۴۳ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں:

> تمام قرآن میں جو احیائے موتی کے متعلق ہیں جن میں یہ مذکور ہے کہ فلاں قوم یا شخص کو مارنے کے بعد زندہ کیا گیا ان میں صرف اماتت کا لفظ ہے توفی کا لفظ نہیں اس میں یہی بھید کہ توفی کے حقیقی معنی وفات دینے اور روح قبض کرنے کے ہیں لیکن اماتت کے حقیقی معنی صرف مارنا اور موت دینا نہیں۔ بلکہ سلانا اور بیہوش کرنا بھی اس میں داخل ہے۔،

اس سے ان کو کچھ فائدہ نہیں سوائے اس کے کہ غضب الٰہی کا استحقاق حاصل ہو۔

ایک واقعہ احیائے موتی کا قرآن شریف میں یہ مذکور ہے کہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں ایک شخص مارا گیا جس کا قاتل معلوم نہ تھا حضرت موسیٰ کے معجزے سے مقتول زندہ ہوا اور اپنے قاتل کا نام بتلا دیا یہ واقعہ سورہ بقرہ میں آیہ شریفہ و اذ قتلتم نفساً فادارأتم (بقرہ:۷۲) میں مذکور ہے جس میں حق تعالی اپنی قدرت کاملہ اور حضرت موسیٰ کے معجزے کا حال ظاہر فرماتا ہے مگر مرزا قادیانی کہتے ہیں کہ نہ وہ قدرت خدا تھی نہ معجزہ۔ بلکہ ایک معمولی بات تھی کہ مسمریزم کے عمل

سے اس مردہ کو حرکت ہوگئی تھی۔ معاذ اللہ

مرزا قادیانی کو عیسویت کے دعوی نے کہاں تک پہنچا دیا۔ قرآن کی تکذیب کی، خدا کی قدرت کا انکار کیا، انبیاء کو ساحر قرار دیا۔ عیسیٰؑ کے کمال درجہ کے یقین کی تعریف احادیث میں وارد ہے کہ یقین کی وجہ سے وہ پانی پر چلتے تھے مسیح موعود میں کم از کم ایمان تو ہونا چاہیے مگر یہاں تو ایمان ہی ندارد کا مضمون صادق آرہا ہے۔ اب بھلا اہل ایمان مرزا کو مسیح موعود کس طرح تصور کریں۔

اور ایک واقعہ احیائے موتی کا آیت شریفہ و اذ قال ابراھیم ربّ ارنی کیف تحی الموتی (بقرہ: ۲۶) میں مذکور ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا معجزہ احیائے اموات کئی مقاموں میں بیان فرمایا ہے اور ان کے احیائے اموات کے واقعات احادیث سے ابھی معلوم ہوئے مگر مرزا قادیانی کی رائے ہے کہ نہ کوئی واقعہ صحیح ہے نہ خدا تعالی کا خبر دینا۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ دراصل وہ قریب الموت آدمی کی روح میں مسمریزم کے عمل سے چند منٹ کے لئے گرمی پہنچا دیتے تھے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ ایک معمولی جادوگر تھے جو مسمریزم میں مشاقی حاصل کر کے قریب الموت بیماروں کو مسمریزم سے حرکت دیتے جس سے دھوکہ دینا مقصود تھا کہ ہم مردوں کو بھی زندہ کرتے ہیں اور حق تعالی نے ان کی بڑائی کی غرض سے اصل واقعہ چھپا کر اس قابل نفرت کارروائی یعنی عمل مسمریزم کو ایسے الفاظ میں بیان کیا کہ ہر شخص یہ سمجھے کہ سچ مچ وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے اور اس دھوکے کو باذن اللہ کہہ کر اور بھی مستحکم کر دیا کہ جب خدا کے حکم واجازت سے یہ کام کرتے تھے تو مسلمان یہی سمجھیں کہ فی الواقع وہ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ کیا اب اس کے بعد بھی کوئی درجہ باقی ہے جس کا انتظار ہے۔ مسمریزم کی ایجاد کو ابھی پورے سو برس نہیں گذرے اگر مرزا قادیانی اس صدی کے پہلے ہوتے تو جن آیتوں میں احیائے اموات کو مسمریزی تحریک قرار دیتے ہیں اس وقت اس کی طرف تو خیال کا منتقل ہونا محال تھا اور احیائے اموات کے بھی قائل نہیں۔ معلوم نہیں اس وقت ان آیتوں کے کیا معنی بیان فرماتے۔ اہل رائے سمجھ سکتے ہیں کہ جب احیائے اموات بھی نہ ہو اور نہ متشابہ حیات یعنی مسمریزی حرکت کا احتمال قائم ہو تو بجز اس کے کہ ان آیتوں کا سرے سے انکار ہی کیا جاتا اور کوئی صورت نہ تھی۔ مسمر صاحب کا احسان سمجھنا چاہیے کہ ان کی وجہ سے اس کھلے انکار کی نوبت نہ آئی۔

اور حق تعالی فرماتا ہے:

الم تر الی الّذین خرجوا من دیا رھم و ھم الوف حذ ر الموت فقال

لھم اللّٰہ مو توا ثمّ ا حیا ھم انّ اللّٰہ لذو فضل علی النّاس و لکنّ اکثر النّاس لا یشکرو ن (بقرہ:۱۴۳)۔یعنی کیا تمہیں نہیں معلوم کہ ایک بار ہزاروں آدمی موت سے ڈر کر اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اللہ نے ان کو کہا کہ تم سب مر جاؤ تو وہ مر گئے۔پھر ان کو زندہ کیا اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔

مرزا قادیانی یہاں بھی وہی نیند یا بیہوشی موت سے مراد لیتے ہیں کیونکہ ابھی معلوم ہوا کہ انہوں نے عام قاعدہ ایسے موقعوں کے لئے بنا دیا ہے کہ جہاں موت کا لفظ آجائے اس کے معنی بے ہوشی یا نیند کے لئے جائیں۔مرزا قادیانی کی رائے پر اس آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہزار ہا آدمی نیند کے ڈر سے بھاگے سوحق تعالیٰ نے ان سب کو کہا کہ سو رہو۔پھر جب سو رہے تو ان کو جگا دیا ۔اللہ کا لوگوں پر بڑا فضل ہے۔معلوم نہیں کہ نیند ایسی کیا مصیبت چیز تھی جسکے ڈر سے ہزاروں آدمی گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے۔پھر خدا تعالیٰ نے سب کو سلا دیا پھر جگا بھی دیا۔نیند تو سنۃ ضرور یہ میں ہے اور عادۃ اللہ جاری ہے کہ ہر رات آدمی سوتا ہے پھر بیدار بھی ہو جاتا ہے گو یہ سب حق تعالیٰ ہی کے حکم سے ہوتا ہے،مگر یہ کوئی نئی بات نہیں جس کا بیان اس اہتمام سے فرماتا فقال لھم اللّٰہ موتوا ثمّ ا حیا ھم انّ اللّٰہ لذو فضل علی الناس (بقرہ: ۲۴۳) جس کو تھوڑی بھی عقل ایمان کے ساتھ ہو کیا اس آیت کے یہی معنی سمجھے گا جو مرزا قادیانی بتلاتے ہیں کہ کیا یہ حق تعالیٰ کی شان ہے کہ قرآن میں ایسا واقعہ بیان فرمادے کہ نیند سے بھاگے ہوؤں کو سلا دیا پھر جگا دیا اور بڑا ہی فضل کیا۔جب مرزا قادیانی نے خدا تعالیٰ کے کلام معجز نظام کو رکیک اور مہمل بنانے کی کچھ پرواہ نہ کی تو اب کون سی بات ان کے لئے دشوار ہے۔

یہ تو مرزا قادیانی کی تفسیر بالرائے تھی۔اب اصل تفسیر سنئے امام سیوطیؒ نے درمنثور جلد ا ص ۳۱۱ میں اس آیت کی شان نزول نقل کی ہے کہ ایک بار حضرت عمرؓ نماز پڑھ رہے تھے دو یہودی آئے ایک نے دوسرے سے کہا کیا یہ وہی ہوں گے۔عمرؓ جب جانے لگے ان سے پوچھا کہ تم کیا کہہ رہے تھے انہوں نے کہا کتاب میں لکھا ہے کہ ایک شخص لوہے کا سینگ یعنی نہایت قوی ہوگا اور اس کو وہ دیا جائے گا جو نبی اللہ حزقیل کو دیا گیا تھا،جن کی دعا سے مردے زندہ ہوئے تھے۔حضرت عمرؓ نے کہا ما نجد فی کتا ب اللّٰہ حز قیل و لا احیا ء المو تی با ذن اللّٰہ الّا عیسی ۔یعنی ہماری کتاب میں نہ حزقیل کا نام ہے اور نہ یہ کہ سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی نے باذن اللہ مردے کو زندہ کئے۔انہوں نے کہا کیا تمہاری کتاب میں یہ نہیں ہے و رسلاً لم نقصصھم

علیک ۔یعنی بہت رسولوں کے قصے قرآن میں نہیں بیان کئے گئے ۔حضرت عمرؓ نے فرمایا ہاں یہ تو ہے ۔انہوں نے کہا کہ حزقیل نے جو مردے زندہ کئے تھے اس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک بار بنی اسرائیل میں ایک عام مرض پھیلا تھا جس سے بہت لوگ بھاگ گئے ایک میل کے فاصلہ پر وہ لوگ ہوں گے کہ یکبارگی وہ سب بحکم الٰہی مر گئے اور ایک مدت تک وہیں پڑے رہے یہاں تک کہ ان کی ہڈیاں بوسیدہ ہوگئیں ۔اس وقت حزقیل نبی اللہ کا وہاں گذر ہوا اور انہوں نے ان کے زندہ ہونے کی دعا کی ۔چنانچہ وہ سب زندہ ہوگئے ۔اس لئے اس واقعہ کی تصدیق میں آیت شریفہ الم تر الی الّذین خرجوا من دیارھم و ھم الوف نازل ہوئی ۔اس کے سوا اور بہت سی روایتیں درمنثور جلد ا ص ۳۳۱ میں منقول ہیں ۔منجملہ ان کے ایک یہ ہے:

عن ابن عباس فی قوله الم تر الی الّذین خرجوا من دیارھم و ھم الوف حذر الموت ، قال کانوا اربعة آلاف خرجوا فراراً من الطاعون و قالوا ناتی ارضاً لیس بھا موت حتی اذا کانوا بموضع کذا و کذا قال لھم موتوا فمرّ علیھم نبیّ من الانبیاء فدعا ربّه ان یحییھم حتّی یعبدوہ فاحیا ھم ۔یعنی ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ چار ہزار لوگ طاعون سے اس غرض سے بھاگے تھے کہ کسی ایسے مقام میں جا بسیں کہ جہاں موت نہ ہو۔ راستہ میں ان کو حکم ہوا کہ مرجاؤ۔اس کے بعد کسی نبی کا ان پر گذر ہوا اور انہوں نے دعا کی کہ وہ زندہ ہوں اور عبادت کریں ۔چنانچہ حق تعالی نے ان کو زندہ کیا۔

یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ وہ لوگ شائد تھوڑی دیر کے لئے زندہ ہوئے ہوں گے اس لئے کہ روایتوں سے ثابت ہے کہ وہ لوگ بہت روز زندہ رہے چنانچہ درمنثور جلد ا ص ۳۱۱ میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ انہی زندہ شدہ لوگوں کو جہاد کا حکم ہوا تھا جس کا ذکر اسی قصہ کے متصل اس آیت شریفہ میں ہے و قاتلوا فی سبیل اللّه و علموا انّ اللّه سمیع علیم (بقرہ:۲۴۴) غرض کہ ہزارہا مردوں کا زندہ ہونا اور مثل اور زندوں کے زندگی کرنا قرآن و حدیث سے ثابت ہے مرزا قادیانی اگر قرآن و حدیث ہی کو نہ مانیں تو اس کا علاج نہیں حق تعالی فرماتا ہے فبایّ حدیثٍ بعدہ یومنون (مرسلات:۵۰) یعنی جب قرآن ہی پر ایمان نہ لائیں تو اب کاہے پر ایمان لائیں گے ۔اور حق تعالی فرماتا ہے:

و اذ قلتم یا موسی لن نؤمن لک حتّی نری اللّه جھرة فاخذتکم

الصّا عقة و انتم تنظرون ۔ ثمّ بعثنا کم من بعد مو تکم لعلّکم تشکرون (بقرہ ۵۵۔۵۶) یعنی یاد کرو جب تم یعنی تمہارے بڑوں نے موسیٰ سے کہا تھا کہ اے موسیٰ جب تک ہم خدا کو ظاہر نہ دیکھ لیں کسی طرح تمہاری بات کا یقین نہ کریں گے۔ اس پر تم کو یعنی تمہارے بڑوں کو بجلی نے آدبوچا اور تم دیکھا کئے۔ لیکن پھر اس لئے کہ تم شکر گزاری کرو، اس موت کے بعد بھی ہم نے تمہیں زندہ کر دیا۔

امام سیوطیؒ نے تفسیر درمنثور جلد ا ص ۷۷ میں لکھا ہے:

عن الرّ بیع بن انس فی قو له و اذ قلتم یا موسی ... الخ، قال هم السبّعو ن الّذین ا ختا رهم موسی۔ فاخذ تکم الصا عقة، قال ما تو ۔ ثمّ بعثنا کم ، فبعثوا من بعد المو ت لیستو فوا آ جا لهم ۔ یعنی ربیع بن انس سے روایت ہے کہ جن لوگوں پر بجلی گری تھی وہ ساٹھ تھے جن کو موسیٰ نے انتخاب کیا تھا وہ سب مرنے کے بعد زندہ ہوئے۔

اب اہل اسلام کی خدمت میں گذارش ہے کہ ہم نے اتنی آیات واحادیث واقوال سلف پیش کر دیئے جن سے صراحۃً ثابت ہے کہ ہزار ہا مردے زندہ ہو چکے ہیں اور یہ بات مسلّم ہے کہ قرآن کے ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر میں روایت ہے:

عن عبد اللّه قال کان من کفر بحرف من القرآن او بآ یة فقد کفر به کلّه یعنی قرآن کی ایک آیت یا ایک حرف کا بھی کوئی انکار کرے تو گویا اس نے تمام قرآن کا انکار کر دیا۔

اب ذرا تامل کیا جائے کہ جب ایک حرف کا انکار تمام قرآن کا انکار ہے تو اتنی آیتوں کا انکار کس طرح جائز ہوگا۔ پھر علاوہ ان آیات کے احادیث بھی بکثرت ان کے موید ہیں اور تمام امت خصوصاً اہل سنت کا ابتداء سے آج تک اسی پر اتفاق ہے۔ کسی کو اس میں کلام نہیں اور مرزا نے ان تمام آیات واحادیث وغیرہ کا انکار کر دیا۔ اس میں صرف ان کی ذاتی غرض ہے کہ عیسیٰ کی موت فرض کر کے یہ ذہن نشین کریں کہ کوئی شخص مرنے کے بعد زندہ نہیں ہوسکتا اور احادیث سے عیسیٰ کا نزول بھی قیامت کے قریب ثابت ہے اس لئے ان احادیث میں تاویلیں کر کے اور ان کے ساتھ الہاموں کا جوڑ لگا کر چاہتے ہیں کہ عیسی موعود خود بن بیٹھیں۔

اب ان آیات واحادیث واجماع امت اور واقعات پر اطلاع ہونے کے بعد ہر شخص

مختار ہے خواہ قرآن و حدیث اور ہزار ہا کتب اہل سنت و جماعت جن میں یہ مسئلہ مذکور اور مسلّم ہے سب کی تکذیب کر کے مرزا قادیانی کے قول پر ایمان لائے یا اپنے ایمان کو عزیز رکھ کر قرآن و حدیث پر ایمان لائے کیونکہ خود حق تعالی نے فرمادیا ہے: فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر (کہف: ۲۹) یعنی جس کا جی چاہے ایمان لائے جس کا جی چاہے کافر ہو جائے۔

مگر یاد رہے کہ اسی کے ساتھ حق تعالی نے فرمادیا ہے: انّا اعتدنا للظّٰلمین ناراً (کہف: ۲۹) یعنی ہم نے ظالموں کے لئے آگ تیار کر رکھی ہے۔

مرزا قادیانی کو مسیح موعود ہونے کا تو بہت شوق ہے لیکن اس کے لوازم و آثار کو وہ پورے نہ کر سکے جس کا حال معلوم ہوا، بلکہ جو صفات ان میں پائی جاتی ہیں وہ منافی عیسویت ہیں۔ مثلاً دین کے پیرایہ میں دنیا طلبی وہ بھی کمال بدنما طریقہ سے اس بات پر دلیل قطعی ہے کہ وہ عیسی موعود نہیں ہو سکتے۔ دیکھ لیجئے براہین احمدیہ کی نسبت انہوں نے لکھا تھا کہ اس کی جلدیں تیار ہیں چنانچہ اس کی قیمت سو سو روپیہ پیشگی وصول کر لی گئی اور ایک جلد کے اندازہ میں چھاپ کر اس کا خاتمہ ایک بات پر کر دیا کہ خدا اپنے دین کا خود محافظ ہے۔ یعنی زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں۔ سراج منیر چھاپنے کے نام سے چندہ پیشگی وصول کیا اور کتاب ندارد۔ عطائے فرزند وغیرہ کی دعا پر پیشگی اجرت وصول کی جاتی ہے۔ اپنی اور اپنے متعلقین کی تصویریں بیچ کر روپیہ جمع کیا جاتا ہے۔ ..زکوۃ اس تدبیر سے وصول کی جاتی ہے... اس وقت اسلام یتیم ہو گیا ہے اس لئے چاہیے کہ زکوۃ کے روپیہ سے اپنی تصانیف خرید کر کے تقسیم کی جائیں حالانکہ حق تعالی نے زکوۃ کا مصرف جو قرار دیا ہے اس کو ہر طالب علم جانتا ہے کہ فقراء اور مساکین وغیرہ ہیں۔ کعبہ جو اپنے گھر میں بنایا اس سے یہی غرض ہے کہ حج کی رقم اپنے گھر آیا کرے۔ اس کے سوا ان کی اور بہت کاروائیاں ہیں مثل الحاد و تحریف قرآن اور خدا پر افتراء وغیرہ جن میں سے چند اس کتاب میں بھی مذکور ہوئیں۔ الحاصل ان امور کے دیکھنے کے بعد ان کا دعوی عیسویت بداہۃً باطل ہو جاتا۔ تمت بالخیر

اہل حدیث امرتسر اور قادیانی دریچہ

لاہور میں قادیانی جلسہ

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ نومبر (۱۹۰۹ء) میں لاہور میں مذہبی جلسوں کی بھرمار رہی تھی آریوں نے شروع کیا۔ اہلحدیثوں نے جوابدیا۔ عیسائیوں نے حصہ لیا اوسکا بھی جواب اہلحدیثوں نے دیا۔ اس سے بعد مرزائیوں (قادیانیوں) کو بھی ہوش آیا اونھوں نے بھی اخیر دسمبر کے میں جلسہ کیا جس میں مختلف مضامین پر تقریریں ہوئیں۔ اس جلسہ میں تو ہم شریک نہ تھے، اشتہار دیکھنے سے البتہ ہمیں خوشی اور افسوس دونوں لاحق ہوئے، خوشی تو اس بات سے ہوئی کہ قادیانیوں کے اس جلسہ میں کوئی مضمون قادیانی مشن کے متعلق دیکھنے میں نہ آیا یعنی کسی مقرر کی تقریر خاص اس مضمون پر نہ دیکھی کہ مرزا صاحب کے دعوی ان وجوہ سے ثابت ہیں حالانکہ بحیثیت قادیانی مشن کے ان کا پہلا فرض یہی تھا۔ بہرحال یہ ایک خوشی کا مقام ہے کہ قادیانی پارٹی اپنا ضعف محسوس کرکے یا اختلاف کے بدنتائج سمجھ کر قادیانی مشن سے آہستہ آہستہ دست بردار ہونے کو ہے۔ انشاءاللہ

افسوس بھی اس بات کا ہوا کہ تمام جلسہ میں کسی معترض کو دریافت کرنے کا موقعہ نہ دیا گیا۔ حالانکہ سابقہ سب جلسوں میں موقع ملتا رہاتھا، بہرحال جو ہوا سو ہوا اسے تو جانے دیجئے مگر اس ضروری مقابلہ کی طرف توجہ کیجئے جس کی تحریک بدر مورخہ ۹ دسمبر میں کی گئی تھی۔ اور مخالفین قادیانی مشن کو چیلنج دیا تھا کہ اسلامی فضیلت پر مقابلہ میں لیکچر دیں جس کا ایجاب میری اور برادرم مولوی ابومحمد ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ہوچکا ہے مگر قادیانی محرک کو سانپ سونگھ گیا کہ صداء برنخواست

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۲۔ مورخہ ۹ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

قادیانی کذب بیانی بابت قصیدہ اعجازیہ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اسلامی شریعت میں دعویٰ الہام کاذب سے بڑھ کر کوئی جھوٹ اور دروغ نہیں ہے اس لئے جب قادیانی اعلی حضرت نے نبوت اور رسالت کا دعویٰ کیا تو اور کسی امر کی بابت ان کی شکایت بے جا ہے مگر تعجب ہے کہ اعلیٰ حضرت آنجہانی کی کذب بیانی جماعت قادیانی میں یہاں تک اثر کرگئی ہے کہ ہر ایک فرد ان میں کا کذب بیانی میں طاق ہے۔

عرصہ ہوا کہ آنجہانی نے ایک قصیدہ عربی غلط در غلط لکھ کر اسکا نام قصیدہ اعجازیہ رکھا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ اس کے مقابلہ کا نہ بن سکے گا مگر الحمد للہ کہ اسکا جواب اعلیحضرت کی زندگی ہی میں اوس سے اچھا اہلحدیث میں چھپ گیا اس سے بعد قادیان سے صدا برنخواست اب شائد یہ سمجھا کہ لوگ اصل بات بھول گئے ہونگے اس لئے بدر میں ایک بڑ ہانک دی گئی کہ:

”حضرات ناظرین کو معلوم ہے کہ میرے سید و مولیٰ نے کئی سو اشعار کا ایک قصیدہ لکھ کر بطور تحدی شائع کیا تھا اور تمام علماء وفضلاء کو چیلنج دیا تھا۔ کہ اگر کسی میں طاقت ہے۔ تو اس کا جواب دے اس قصیدہ کا آج تک کوئی جواب نہیں دے سکا۔“ (بدر ۱۳ جنوری ۱۹۱۰ء)

دانا جانتے ہیں کہ جب ہائی کورٹ میں فیصلہ ہو جائے تو وہی آخری فیصلہ سمجھا جاتا ہے ہائی کورٹ کا مغلوب فریق غالب سے نہیں کہہ سکتا کہ منصفی میں تو میرے حق میں فیصلہ ہوا تھا۔ ٹھیک اسی طرح (بفرض محال) اگر مرزا صاحب کے مقابلہ میں کسی شخص نے قصیدہ نہ بھی لکھا ہوتا اور مرزا صاحب صوری اور معنوی چودھوی صدی کے متنبّی ہوتے تو بھی کیا نتیجہ تھا جب کہ وہ خدائی ہائی کورٹ میں شکست یاب ہو چکے۔ جس سے اُن کے مشن کا ٹکرہ ٹکرہ اڑ گیا اور اینٹ سے اینٹ بجائی گئی آہ وہ دن (۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء) بھی کیسا بابرکت روز تھا جس روز مرزا صاحب نے میرے حق میں فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری (مرزا کی) زندگی میں طاعون اور ہیضے سے نہ مریگا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہونگا۔ یعنی فریبی، مکار، دغاباز، مفتری علی اللہ سمجھا جانے کے قابل ہونگا۔ آخر کیا ہوا؟ ؎

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر   کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۴۔ مورخہ ۲۳ محرم ۱۳۲۸ھ مطابق ۴ فروری ۱۹۱۰ء ص: ۳)

قادیانی فرار

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ قادیانی پارٹی کے آرگن بدؔر نے تجویز پیش کی تھی کہ ہمارے مخالف ہم سے مقابلہ میں لیکچر دیں پھر دیکھیں اثر کے لحاظ سے کون اول رہتا ہے یہ بھی لکھا تھا کہ ہماری جماعت کو خدا نے خاص اثر بخشا ہے پھر اگر ہم گمراہ ہیں تو یہ اثر کیوں ہے؟ اس مقابلہ کے الفاظ تو عام تھے مگر بعض اشارات خاص مجھ پر تھے اسلئے میں نے اس دعوت کو فوراً قبول کیا اور برادرم مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے اس کی تائید میں اپنی آمادگی ظاہر کی۔ مگر میں نے پیشگوئی بھی کردی تھی کہ قادیانی بھگوڑے کبھی سامنے نہ آئیں گے۔

الحمدللہ کہ میری پیشگوئی سچی نکلی آج تک قادیانی پارٹی: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند مرزائیو! یاد رکھو تمہاری چالوں سے ہم خوب واقف ہیں اگر کچھ سکت رکھتے ہو تو سامنے آؤ ورنہ ؎

اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے　　　بس ہو چکی نماز مصلےٰ اوٹھایئے

کیا الحکم اس پر کچھ لکھے گا؟ کیوں؟ ؎ ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار''

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۱۸۔ مورخہ ۲۱ صفر ۱۳۲۸ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۱۰ء)

کذب بیانی در بارہ استاد پنجاب

ایک قادیانی اخبار میں لکھا ہے:

کچھ عرصہ ہوا کہ حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی مشہور اہل حدیث نے اپنے پوتے کے عقیقے کی تقریب پر اپنے احمدی بھائیوں کو خصوصیت کے ساتھ مدعو کیا اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ آخر اتنی مدت قرآن وحدیث پڑھا پڑھا کے اور پھر احمدیوں کے طرز عمل وایثار واخلاص دیکھ دیکھ کر اگر آپ اس نتیجہ پر پہنچ گئے ہوں کہ احمدیوں سے بڑھ کر کوئی سنت نبوی کا تابع اور کوئی متبع قرآن مجید اور پکا موحد نہیں تو اس میں غضب کون سا آ گیا کیونکہ جہاں اہل حدیث نے پیر پرستی قبر پرستی کا ایک حد تک استیصال کیا ہے وہاں احمدیوں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور ایک شرک عظیم سے نہ صرف خود توبہ کی بلکہ ایک جہان کو توبہ کرادی وہ حضرت مسیحؑ کے متعلق چند باتیں تھیں:

۱۔ان کا لا یزول و لا یحول ہونا۔۲۔عالم الغیب ہونا۔۳۔مردوں کو زندہ کرنے والا۔۴۔ فیها تحیو ن اور و لکم فی الا ر ض مستقر کے خلاف آسمان پر دو ہزار برس سے جاگزین ہونا۔ ۵۔خاتم النبیین سید المرسلین سے بڑھ کر قوت قدسیہ رکھنا کہ تمام جہان کو مسلمان بنا دے گا۔۶۔ بعض آیات قرآن کا ناسخ ہونا مثل لا اکراہ فی الدین، و ، حتی یعطوا الجز یہ وغیرہ ذلک اور کچھ مسیح الدجال کے متعلق کہ وہ مینہ برسانے مردے کو زندہ کرنے پر قادر ہوگا اور خزانے اس کے تابع ہوں گے۔

غرض ایسی باتوں کا جو صریح آیات قرآن واحادیث سید الانس والجان کے خلاف ہیں ایک باعزت کامل الایمان مومن کب تک اپنے عقیدہ میں شامل رکھ سکتا ہے۔ پس جو مومن جماعت یہاں تک موحد ہو کہ وہ عیسیٰؑ ایک خدا کے نبی کے متعلق بھی کوئی شرک انگیز بات اپنے عقیدہ میں شامل نہیں رکھ سکتی اور جس جماعت کا ایمان:

بعد از خدا بعشق محمد مخمرم   گر کفر این بود بخدا سخت کافرم

ہو اور جو خاتم النبیین ﷺ کی پیش گوئیوں کا (جو قرب قیامت کے متعلق تھیں) پورا ہونا جزو ایمان قرار دیتی ہو اگر اس سے تحابب وتہادی کا سلسلہ جاری نہ ہو تو پھر کس سے ہو۔

میرے خیال میں وہ لوگ بہت غلطی پر ہیں جو حافظ صاحب کو متہم کر رہے ہیں اور ان کے پچھلے فتوے اس کے متعلق یاد دلا رہے ہیں کہ مرزائیوں سے سلام بھی جائز نہیں چہ جائیکہ ان کی دعوت مسنونہ کی جائے اور بڑی عزت واحترام سے خود ان کا استقبال کیا جاوے کیونکہ انسان آخر انسان ہے ممکن ہے وہ پہلے کوئی رائے غلطی سے دے اور بعد ازاں اس سے رجوع کرے حافظ صاحب مکرم کو بھی اس جھنجھلانے یا گھبرانے کی ضرورت نہیں، مخلوق کی خالق کے سامنے کیا حقیقت ہے۔ مولوی حافظ غلام رسول احمدی آپ کے پرانے رفیق دوست اب بھی اسی وزیرآباد میں موجود ہیں وہ ہر طرح آپ کی مدد کرنے کو تیار ہیں اور خود ان کا نمونہ اس بات کی کافی ضمانت ہے کہ وللّٰه العزّة و لرسو له و للمو منین و لکن المنا فقین لا یعلمو ن ۔ وزیرآبادی جماعت کو چاہیے کہ وہ بھی حافظ عبدالمنان صاحب کو اپنی دعوتوں میں مدعو کیا کریں۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۸۔ ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء ص ۱۔۲)



مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن اور اس کے بانی کے عادات کو جاننے والوں سے یہ مخفی نہ ہوگا کہ ان کا عام

اصول ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے۔ اس لئے ان کی کسی بات کا اعتبار نہیں ہوسکتا جب تک اس کی تحقیق نہو جائے۔ قرآن بھی اس مشن کی بابت یہی ہدایت کرتا ہے: ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ''کوئی بے اعتبار آدمی تمہارے پاس خبر لائے تو اُس کی تحقیق کرلیا کرو۔''

دنیا میں مذہبی، تمدنی، معاشرتی، اخلاقی غرض ہر صیغے میں اختلاف ہے پہلے بھی تھا اور آئندہ بھی رہے گا۔ لیکن صدق وکذب کی خوبی اور مذمت میں کسی کا اختلاف نہیں، الاّ قادیانی مشن کا، کہ ان کا دارومدار ہی کذب پر ہے بلکہ یوں کہنا کہ اشاعت کذب ہی اس مشن کی غرض ہے، کوئی بے جا نہیں۔

ہم اگر دعویٰ کو واقعات صحیحہ سے ثابت نہ کردیں تو پھر ہم میں اور اُن میں کیا فرق ہوگا۔ اس لئے گذشتہ واقعات بالاجمال بیان کر کے حال کا واقعہ پیش آمدہ بالتفصیل بیان کرینگے۔

مرزا آنجہانی کا دعویٰ الہام، نبوت، رسالت، ابنیت خدا، برتری از جمیع اولیاء انبیاء (دیکھو خطبہ الہامیہ ص ۳۵: قدمی علی منارة ختمت بھا کل رفعة) کو جانے دیجئے جو مذہبی رنگ میں ہیں۔ ہم ایسے امور پیش کرتے ہیں جو مذہبی نہیں بلکہ واقعات میں اخلاقی رنگ رکھتے ہیں۔

(۱) مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری کی بابت آنجہانی نے کئی ایک مقامات پر لکھا کہ مولوی صاحب موصوف نے مجھ سے مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا۔ چنانچہ وہ مرگیا بس یہی میرے صدق کی دلیل ہے۔ حالانکہ اس کا کہیں ثبوت نہیں۔

(۲) مولوی اسمٰعیل مرحوم علیگڈھی کی بابت لکھا کہ مولوی صاحب نے کہا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا، چنانچہ وہ مرگئے۔ یہی میری سچائی کی دلیل ہے۔ حالانکہ اس کا ثبوت نہیں۔

(۳) خاکسار ثناء اللہ کی بابت لکھا کہ تیرا گذارہ کفن فروشی پر ہے۔ (دیکھو اعجاز احمدی، صفحہ ۲۳) حالانکہ نہ میں کسی مسجد کا امام ہوں، نہ کبھی تھا، نہ ہونگا۔ انشاء اللہ۔

ان تینوں باتوں کے ثبوت اس کی زندگی میں طلب ہوئے، انعامی اشتہارات دیئے۔ مگر صدائے برنخواست۔ اب بھی ہم **انعامی اعلان** دیتے ہیں کہ کوئی مرزائی ان تینوں باتوں کا ثبوت ہم کو دکھادے تو فی امر ایک ایک **سو روپیہ انعام** ہم سے لے۔ متعدد ہوں تو آپس میں بانٹ لیں۔ یہ ضروری تھا کہ گرو کی عادت کا اثر چیلوں میں ہو اس لئے مرزائی بھی اس عادت سے خالی نہ رہ سکے۔

۴- قادیانی بدر نے کئی ایک دفعہ لکھا کہ خاکسار نے عدالت میں بیان دیا کہ:

''شریعت اسلام کے مطابق جھوٹ بولنے سے آدمی کے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آتا گویا

جھوٹ بھی بول لو اور متقی کے متقی بھی بنے رہو۔''

ادھر سے ہمیشہ اس دعویٰ کا ثبوت مانگا گیا مگر ثبوت دینا ان کے مذہب میں وہی حکم رکھتا ہے جو کسی بخیل کا قصہ مشہور ہے کہ وہ کنوئیں میں گر پڑا، لوگوں نے کہا ہاتھ دے، تو نکل آ۔ اس نے ہاتھ کھینچ لیا کہا کہ دینا تو میں جانتا نہیں۔ آخر کار ایک دانا نے کہا ہاتھ لے اور نکل۔ بس وہ لینے کے نام سے نکل آیا۔ یہی حال قادیانی مشن کا ہے۔ ثبوت دینا تو جانتے ہی نہیں۔ آنجہانی نے تمام عمر اسی پالیسی میں گذاری۔ بدر سے بارہا اس کا ثبوت مانگا گیا۔ ۱۸ فروری ۱۹۱۰ء کے اہل حدیث میں بھی یہی تقاضا کیا گیا کہ جس مقدمہ میں میں نے یہ شہادت دی تھی اس کی مثل سے میرے اصلی الفاظ شائع کر دو، نہیں تو جھوٹوں کی سزا سے ڈرو۔

خیر یہ تو ہیں گذشتہ واقعات، تازہ واقعہ سنئے:

مولانا عبدالمنان محدث کی نسبت قادیانی بدر نے ۲۴ فروری ۱۹۱۰ء کے پرچے میں ایک مضمون لکھا ہے جو یہ ہے (مولانا نے یہاں وہ مضمون نقل کیا ہے جو ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے۔ اس کے بعد):

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: کیا یہ ممکن تھا کہ بحکم آیت موصوفہ (ان جاء کم فاسق بنباء) ہم اس خبر کو بے تحقیق ہی مان لیتے؟ نہیں اس لئے ہم نے جناب حافظ صاحب موصوف کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ اصل حال کیا ہے۔ صاحب ممدوح نے ہم کو اصل حال سے اطلاع فرمائی۔ فرماتے ہیں کہ:

> ''بدر کو دیکھا۔ یہ الزامات اپنے برخورداروں کی وجہ سے مجھ پر چسپاں ہوتے ہیں۔ میں نے مرزائیوں کو دعوت نہیں کی بلکہ عزیز عبدالجبار کو سخت منع کیا، لیکن اس نے میرا کہنا نہیں مانا۔ اس دعوت کا منتظم وہ خود اپنی طرف سے تھا میں نے دعوت میں کسی قسم کا شمول اپنا نہیں رکھا تھا نہ ان لوگوں سے مصافحہ کیا نہ اون کی کسی نوع کی خاطر کی بلکہ جمعہ میں مرزا اور مرزائیوں کی سخت تردید کی۔ عبدالجبار نے جب دعوت کی فہرست بنائی تو میں نے اوس کے رفیقوں کے سامنے اوس کو بہت زجر کیا لیکن اُس نے میری کوئی بات نہ مانی۔ میری اولاد کا حال آپ جانتے ہیں فصبر جمیل''

خلاصہ یہ کہ جناب حافظ صاحب کی اولاد بھی اپنے کاموں میں اسی طرح آزاد ہیں جس طرح مرزا صاحب آنجہانی کے دو بڑے بیٹے مرزا افضل احمد اور مرزا سلطان احمد جن کے افعال واطوار مرزا صاحب کی نگاہ میں ایسے ناپسند تھے کہ جہاں اپنی اولاد کا شمار کرتے تھے ان دونوں کو شمار

میں نہ لیتے تھے۔ رسالہ مواہب الرحمٰن کے اخیر میں لکھتے ہیں خدا نے مجھے چار بیٹے دیئے۔ حالانکہ ان دو کو ملا کر چھ ہوتے ہیں۔

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے تو اپنے اس الزام کو ثابت کرو۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۰۔ مورخہ ۶ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

قادیانی حضرات نے لکھا:

اہل حدیث ۱۸ مارچ ۱۹۱۰ء میں وزیر آبادی حافظ کی دعوت والے مضمون پر (ثناء اللہ) نے دو صفحہ کا مضمون لکھا اور بڑے فخر سے وزیر آبادی حافظ کے خط کو شائع کیا جس میں اس نے لکھا ہے کہ:

میں نے مرزائیوں کی دعوت نہیں بلکہ عزیز عبدالجبار کو سخت منع کیا ... نہ ان لوگوں سے مصافحہ کیا، نہ ان کی کسی نوع کی خاطر کی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب خود ہی بتائیں کہ یہ فعل وزیر آبادی حافظ کا جس پر وہ فخر کرتا ہے قابل ملامت ہے یا قابل تعریف؟ اور کیا مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ مذہب نہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب کے مریدوں کو کافر نہیں کہتا؟ اور ان سے سلام علیکم کرنا اور مصافحہ کرنا درست نہیں جانتا؟

وزیر آبادی حافظ کی دعوت کے واقعہ پر مجھے اس نوٹ لکھنے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ میں اس کے مصافحہ سے یا تواضع سے احمدیوں کی رفعت شان یقین کرتا ہوں۔ اگر وہ احمدیوں سے عبوس الوجہ رہتا ہے یا اپنے بیٹے کے مدعو کردہ لوگوں سے اس نے مصافحہ نہیں کیا تو اس سے اس کے اپنے اخلاق کی کمزوری ثابت ہوتی ہے نہ کچھ اور۔ مگر جس حال میں مسلمانوں میں اتحاد کا شائق ثناء اللہ مانتا ہے کہ لا اکراہ فی الدّین قرآن کریم کا ارشاد ہے اور اس پر عمل کرنا چاہیے اور ہر شخص اپنے فہم کیلئے مختار ہے اور موجودہ نفاق اور شقاق نفسانیت کا مسئلہ ہے تو یہ مسئلہ انہیں احمدیوں کے متعلق کیوں بدل جاتا ہے اس لئے میرا حق ہے کہ میں اپنے امرتسری منکر کو لما تقولون ما لا تفعلون پر توجہ دلاؤں۔ اسی ضمن میں ہمارے سلسلہ پر جو دروغ بانی کا الزام لگایا ہے یہ بھی سراسر جھوٹ ہے اسی واقعہ دعوت کے متعلق خود وزیر آبادی حافظ کا خط شہادت دیتا ہے کہ احمدیوں کی دعوت کی گئی پھر جب کہ یہ امر بجائے خود مستحسن تھا برا نہیں تھا تو اس پر اتنی لمبی بحث کی حاجت ہی کیا تھی؟ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب نفسانیت سے مخالفت نہیں کر رہے جس کا وہ اعتراف کرتے ہیں تو وہ انصاف سے کہیں کہ انہیں خوش ہونا چاہیے تھا یا نعل در آتش۔ وہ سمجھتے کہ مسلمانوں میں اتحاد کے لئے قدم بڑھایا جا رہا ہے حافظ وزیر آبادی کے سعادت مند بیٹے نے اگر نیکی اور مصالحت اور باپ

سے بڑھ کر فراخ دلی کی طرف قدم اٹھایا تو کیا برا کیا۔ کبھی پدر نتواند پسر تمام کند۔ کا بھی وقت آ جایا کرتا ہے۔ غرض مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ مضمون خود اپنی نظیر اور نکتہ خیال سے اس قابل ہے کہ وہ اس پر تھوک دیں اور اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور اپنے روحانی باپ وزیر آبادی کو ان الفاظ کے لئے ملامت کریں جو انہوں نے اپنے خط میں لکھے ہیں۔ کاش ہمارے مخالف فراخ حوصلگی سے کام لیں۔ (الحکم قادیان ۲۱ مارچ ۱۹۱۰ء نمبر ۱۰ جلد ۱۴۔ ص ۷)

دیکھ لیجئے کہ قادیانی اڈیٹر اخبار نے مولانا کے اس اعلان کی طرف بالکل توجہ نہیں فرمائی کہ: (۱) مولوی غلام دستگیر قصوری کے مباہلے، مولوی اسمٰعیل علیگڈھی کا کہنا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا، اور ثناء اللہ کی کفن فروشی کا ثبوت دو، اور اس بات کا بھی ثبوت دو کہ بقول تمہارے میں (ثناء اللہ) نے کہا ہے کہ: ''شریعت اسلام کے مطابق جھوٹ بولنے سے آدمی کے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں آتا گویا جھوٹ بھی بول لو اور متقی کے متقی بھی بنے رہو۔'' اور ان باتوں کے ثبوت دے کر فی امر سو روپیہ وصول کرو۔

الحق کی حق پسندی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر نے انجمن صادقین کی نسبت لکھا کہ مولوی ثناء اللہ نے عدالت میں کہا تھا کہ جھوٹ بولنے سے تقویٰ میں کمی نہیں آتی۔ اس حوالہ کا مطالبہ کیا گیا کہ جس عدالت میں میں نے ایسا کہا اسکی مثل کی نقل چھپوادیں۔ اس پر دہلی کے اخبار الحق نے ایک مختصر سا نوٹ لکھا ہے جو یہہ ہے:

> انجمن صادقین: اڈیٹر اہلحدیث نے امرتسر میں مندرجہ عنوان نام کی ایک انجمن بنائی ہے۔ اس پر ہمعصر بدر نے کسی گذشتہ واقعہ کے حوالے سے اڈیٹرانہ ریمارک کئے تھے اس پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے ایک طویل نوٹ لکھ مارا جس سے بجز آپس کی پھوٹ بڑھنے اور اغیار کی نظروں میں اپنی ہوا اکھڑنے کے کچھ نتیجہ نہیں معلوم ہوتا۔ اُنہوں نے انجمن صادقین قائم کی، اچھا بلکہ بہت اچھا کیا۔ خدا کرے اس میں کامیابی ہو۔ بدر کا چڑانا اور پچھلے نزاع باہمی کو یاد دلانا ہماری رائے میں ضروری نہ تھا۔ بالفرض کل تک ایک شخص کچھ مختلف رائے رکھتا تھا اور آج وہ روبہ اصلاح آنے لگا ہے تو یہ بڑی مبارک بات ہے نہ کوئی قابل طعن حرکت۔''

مولانا فرماتے ہیں: الحق نے گو بظاہر قادیانی مذہب کا اظہار آج تک نہیں کیا اور شائد آئندہ بھی نہ کرے لیکن آخر دل تو اسی طرف ہے اس لئے اس بارے میں بھی الحق نے حق پسندی سے کام نہیں لیا۔ اوس کو چاہئے تھا کہ اہلحدیث کے مطالبہ کی تاکید کرتا اور درصورت نہ دکھاسکنے کے بدر کو لعنت ملامت کرتا۔ حدیث شریف کا مضمون بھی یہی ہے انصر اخاك ظالماً او مظلوماً ظالم کی حمایت یہی ہے کہ اس کو ظلم سے روکا جائے اور مظلوم کی حمایت یہ ہے کہ ظالم کے ظلم کا دفعیہ اوس سے کیا جائے۔ چونکہ بدر نے کئی ایک دفعہ یہ جھوٹی خبر شائع کر کے مجھ پر مظالم کثیرہ کئے ہیں اس لئے بحکم الامن ظلم میرا حق تھا کہ میں بڑی سختی سے بدر کا تعاقب کرتا۔ مگر الحق کو تو اپنے نام کی لاج چاہئے تھی مگر افسوس کہ اس نے بھی دبی زبان سے بدر کی تصدیق کی اسی کو کہتے ہیں

"سخن برائے خدا وتلوار برائے برادر۔"

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۲/۲۳۔ مورخہ ۲۰/ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱/ ۸ اپریل ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

مولوی نورالدین جواب دیں

مولوی ابومحمد یحیٰ حشمت العلی دہلوی مولوی نورالدین کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

اخبار بدر ۳ فروری ۱۹۱۰ء میں جو منشی محمد صادق نے آپ کی طرف سے ایک سائل کے سوال کے جواب میں تحریر فرمایا ہے کہ

مسیح صلیب پر محض لٹکایا گیا صلیب پر فوت نہیں ہوا جو لعنتی ہوتا۔ رسی یا لکڑی صرف ذرائع اور ہتھیار ہیں جن کے ذریعہ سے موت وارد کی جاتی ہے جب تک کوئی شخص مر نہیں جاتا اوس کو نہیں کہہ سکتے کہ وہ مصلوب ہوگیا۔ صرف تذلیل سے اگر کوئی شخص ملعون ہوسکتا ہے۔ تو پھر مثلاً حضرت یوسفؑ کے قتل کا منصوبہ کیا گیا اس کے کپڑے اتارے گئے اسے ننگا کیا گیا، اسے تاریک کنوئیں میں ڈالا گیا گویا وہ اپنی طرف سے تو قتل کر چکے تھے مگر یوسفؑ بعینہ یسوع کی طرح موت کے منہ سے بچا۔ الی آخرہ۔

اس عبارت میں یسوع کو یوسف سے تشبیہ دینا قرآن کی شہادت سے کسی طرح درست نہیں کیوں کہ

قال قائل منهم لاتقتلوا يوسف والقوه فى غيابت الجبّ يلتقطه

بعض السيّارة ان كنتم فاعلين وشروه بثمنٍ بخسٍ دراهم معدودة وكانوا فيه من الزّاهدين. (يوسف)

یہ ہر دو آیات مشابہت کو وضاحت سے باطل کر رہی ہیں کہ یوسفؑ کے بھائیوں نے اس امر پر اتفاق کر لیا تھا کہ یوسف کو قتل تو مت کرو بلکہ اس کو باپ سے جدا کر کے کسی اندھے کنوئیں میں ڈالو کوئی قافلہ اس کو نکال لیگا۔ پھر جب وہ یوسفؑ کو ایسے کنوئیں میں ڈال آئے اور ایک قافلہ آیا اور اُنھوں نے یوسف کو نکال لیا اور بھائیوں کو اس کی خبر لگی تو اُنھوں نے یوسف کو چند درہم کے عوض فروخت کر دیا۔ ان آیات سے قتل یوسفؑ کا ارادہ قطعاً نہیں ثابت ہوسکتا اور نہ کپڑے اتارنا اور ننگا کرنا، پھر آپنے یسوع کو مثل یوسف کن آیات سے بیان کر کے یسوع کی تذلیل کو یوسف کی تذلیل پر قیاس کیا ہے۔ قرآن شریف تو بحیثیت مصدقا لما معکم دنیا کی تمام کتب مذہبی اور غیر مذہبی پر نازل ہوا ہے نہ دیگر کتب قرآن مجید کی مصدق خدا تعالیٰ کی طرف سے آئی ہیں اور آپ نے مسیح کی تذلیل کا خلاف قرآن شریف اقرار کر لیا ہے ایک معنیٰ سے لعنت میں بھی تذلیل کا مادہ موجود ہے اور تذلیل میں لعنت کا اور مسیح کی نسبت جب آپ نے بھی مثل یہود و نصاری حوالات میں رہنا اور کوڑے اور تمانچے کھانا اور صلیب پر چڑھنا اور کانٹوں کا تاج سر پر رکھنا اور یہودیوں کا تمسخر کرنا اور بھالے مارنا اور مثل مردہ ہونا تسلیم کر لیا اور تمام ذلتوں کا مورد بنا دیا تو پھر آپ آیت وجیهاً فی الدّنیا والآخرة۔ کا کیا جواب دینگے کہ اللہ تعالیٰ نے تو مریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ کر لیا ہے کہ یہ لڑکا دنیا اور آخرت میں معزز ہوگا۔ آپ انصاف سے فرمادیں کہ اگر انجیل اور دیگر کتب کی روایتیں جو قرآن مجید کے مخالف مسیح کی ذلت میں منقول ہیں سچی مان لی جائیں اور وجیهاً فی الدّنیا والآخرة کو بھی اس کے مقابل رکھا جائے تو پھر مسیح کی دنیاوی عزت اور وجاہت کیا ثابت ہوسکتی ہے اور اس قدر ذلتوں کا متحمل ہوکر عزت اور وجاہت سے کس طرح مانا جاسکتا ہے اور اگر ایسی ذلتوں سے دنیاوی عزت اور وجاہت میں کمی نہیں آتی تو پھر ذلت اور ازالہ حیثیت عرفی کیا چیز ہے اور آپ تو وجیهاً فی الدّنیا والآخرة کے خلاف مسیح کی تذلیل کے قائل ہو تو پھر آپ کا ایمان اس آیت پر کس طرح ثابت ہوسکتا ہے اور مطهّرك من الّذین کفروا میں بھی مسیح کو وعدہ دیا گیا ہے کہ تم تسکین اور اطمینان سے رہو اور اپنے مخالفوں سے کسی قسم کا خوف نہ کرو ہم تمہیں ایسے موذیوں اور ظالموں کی کل ایذاؤں اور تکلیفوں جسمانی اور روحانی سے پاک رکھیں گے بلکہ وہ تم کو مس بھی نہ کرسکیں گے۔ اگر کوئی شخص مسیح کے صلیب پر چڑھنے اور دیگر ذلتوں کا قائل ہو تو اوس شخص کا ایمان اس

آیت پر کس طرح صحیح ہوسکتا ہے کیوں کہ انّ اللّٰہ لایخلف المیعاد کا وعدہ ہے کہ ہم تم کو مخالفین کی شرارت جسمانی وروحانی سے پاک رکھیں گے اور اذ کففت بنی اسرائیل عنک کو بھی خیال کرو۔ اس کف کا وعدہ محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی دیا گیا تھا جس طرح اون کے ساتھ پورا ہوا اوسی طرح مسیح کے ساتھ بھی موجود ہے اور مکرو ومکر اللّٰہ واللّٰہ خیر الماکرین کے فائدہ میں بھی غور کرو کہ اگر یہود نے مسیح پر ایسی ذلتوں کا بوجھ ڈالدیا کہ کالمیت مسیح کو کردیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کی تدبیر اُن سے بڑھ کر چڑھ کر کیا ہوئے۔ اور ایّدناہ بروح القدس کی تائید کہاں رہ گئی۔ مہربانی فرماکر خوب غور سے بحوالہ قرآن حدیث جواب سے مشرف فرماویں ھو سمّٰکم المسلمین اور خیر خواہ دارین کی طرح جواب سے محروم نہ رکھیں اور نیز اوس اسلام سے بھی مطلع فرماویں کہ جو اسلام مخالفوں کو حقیقی بھائی کی طرح بناتا تھا وہ اسلام زمانہ نبوت اور خلافت میں کیا صورت رکھتا تھا ہمارے زمانہ کا اسلام تو عینی بھائیوں کو بھی دشمن اور مخالف بنارہا ہے گو آپ بھی جب کبھی گورنمنٹ یا کسی مخالف اسلام کے مقابلہ تقریر اور تحریر کرتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ ہندوستان میں چھ کروڑ مسلمان اسلام کے مددگار ہیں مگر جب باہم اسلامی فرقوں سے گفتگو ہوتی ہے تو صاف کافر کا فتویٰ دے کر انکے پیچھے نماز وغیرہ سب ناجائز ہوجاتی ہے اور نیز یہ بھی تحریر فرمادیں کہ مرزا صاحب پر ایمان لانے کو جزاً اسلام کس دلیل سے قرار دیا گیا ہے۔

مولانا صاحب! واللہ باللہ فقیر نے کسی شرارت اور خبث باطنی سے استفسار نہیں کیا بلکہ عین پاک باطنی اور ہمدردی سے جو کچھ لکھا ہے پیش کیا ہے۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۲/۲۳۔ مورخہ ۲۰/ ۲۷ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۱/ ۸ اپریل ۱۹۱۰ء ص: ۱۲-۱۳)

بدر قادیانی جواب دے


مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ ایڈیٹر بدر لکھتا ہے:

’’گجرات سے مجھے ایک خط ملا کہ یہاں کوئی حضرت ہیں قدرت ثانی بنتے ہیں یہ ہے، وہ ہے۔ اسی طرح پچھلے دنوں ایک صاحب دکن سے آئے تھے۔ میں حیران ہوں کہ ہمارے احباب نے ایک راستباز مقدس چہرہ دیکھا اس کے نشانات کو ملاحظہ کیا۔ حقیقۃ الوحی کو پڑھا پھر وہ کیوں ایسے معمولی دعووں پر گھبرا اٹھتے ہیں اور کیوں انکار وتسلیم میں

جلدی کرتے ہیں۔ مطلق الہام یا خالی دعویٰ ہرگز قابل توجہ نہیں ہیں یہ دیکھنا چاہئے کہ آج کل اسلام کے اندرونی و بیرنی دشمنوں کے لئے کس قسم کے حربے کی ضرورت ہے، اور اس کو چلانے والے کے لئے کس قدر قابلیت درکار ہیں۔ کیا محض ایسا شخص کافی ہوسکتا ہے۔ جو اپنی صداقت کا نشان تمام انبیاء علیہ السلام کے طرز عمل کے خلاف تین چار مردوں کی طاقت دینا ٹھہرائے (کیوں کہ انبیاء تو قویٰ شہوانی و غضبی گھٹانے کیلئے آتے ہیں) یا وہ جو ہر صبح اٹھ کر ایک دورویا سنادے۔ ہرگز نہیں بلکہ وہ پہلے اپنی خدمات سے یہ تو ثابت کرے کہ میں اسلام کا خادم ہوں اور مخالفین دین اسلام پر بہ براہین قاطعہ وحجج ساطعہ غالب بھی نہ آوے اور دعویٰ اس قدر عظیم۔ الہامات تو بہت سنائے۔ مگر عملی رنگ میں پورا ہونا کچھ بھی دکھائی نہ دے۔

ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ ہم ایسے لوگوں کی خواہ مخواہ تکذیب کریں بلکہ خاموشی کے ساتھ ان کا انجام دیکھنا چاہئے۔" (بدر۔ مورخہ ۵ مئی ۱۹۱۰ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: مرزا آنجہانی کو انجام سے پیشتر کیوں مان لیا تھا اے کاش اسکو بھی انجام دیکھ کر مانتے تو آج نہ بدر ہوتا نہ الحکم، بلکہ سرے سے قادیان کا نام بھی کوئی نہ جانتا۔

مرزائیو! مرزا صاحب کا انجام جانتے ہو کیا ہوا بھولے ہو تو ہم سے سنو! ہم سہل بتلاویں اور حوالہ پوچھو تو ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کا اشتہار سامنے رکھ لو جس میں لکھا دیکھو گے کہ" خداوند ہم (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے۔" آہ کیسے سنگدل ہیں جو مرزا صاحب کو مستجاب الدعوات نہیں مانتے حالانکہ اون کو دعویٰ تھا کہ میں ایسا مستجاب الدعوات ہوں کہ قبول شدہ دعا کو واپس لاسکتا ہوں پھر کوئی وجہ نہیں ایسی تحدی اور آخری فیصلہ کی دعا جو ایسے شدید دشمن سے آخری فیصلہ کے لئے کی گئی ہو جس کا نام ہی آخری فیصلہ ہو مقبول نہ مانی جائے۔

مرزا جی کے دوستو! انّما اعظکم لواحدۃ ان تقوموا للّٰہ مثنی وفرادی (خدا کے خوف سے اکیلے دوکیلے ہوکر سوچو کہ اصل بات کیا ہے)

آہ کیسا انجام نیک ہے کہ ایک مخالف سے آخری فیصلہ شائع کیا جاتا ہے تو دوسرے دشمن (عبدالحکیم) کے حق میں لکھا جاتا ہے کہ میرے سامنے پاش پاش ہوگا لیکن اس کا بال بھی بیکا نہیں ہوتا تو کیا ان دونوں مخالفوں کا (نہیں بلکہ پیشگوئیوں کا) یہی جواب ہے کہ تم عنقریب دیکھ لوگے حق کے مقابلہ کی تم کو کیا سزا ملتی ہے اللہ اکبر! مشتے کہ بعد از جنگ یاد آمد بر کلۂ خود باید زد، کے یہی معنی ہیں۔

مرزا کی اسلامی خدمات کا خلاصہ ہم نے کئی دفعہ بتلایا ہے افسوس اسکا جواب کسی مرزائی سے نہوسکا اور نہو سکے گا۔ وہ خلاصہ بہت ہی آسان اور لطف آمیز ہے۔ غور سے سنو! (بقول مرزا) اسلام ایسا پاک مذہب ہے کہ میرے (مرزا) جیسے باکمال آدمی اس میں پیدا ہو سکتے ہیں۔ خود بدولت کیا تھے۔ ''مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید'' یہی کہ جو کچھ کہتے تھے اُلٹ ہوتا تھا۔ جس کی بابت متنبّی (عربی شاعر) آج سے صدیوں پیشتر عذر کر چکا ہے۔

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها　　　ومن عهدها الایدوم لها عهد

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۲۹۔ مورخہ ۱۰ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۰ مئی ۱۹۱۰ء ص: ۲-۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایڈیٹر بدر نے کئی ایک دفعہ بطور طنز لکھا کہ ایڈیٹر اہلحدیث نے عدالت میں بیان دیا ہے کہ جھوٹ بولنے سے تقویٰ میں فرق نہیں آتا۔ ادھر سے بھی کئی ایک دفعہ اس کا جواب دیا گیا لیکن سب سے آخری جواب یہ تھا کہ ایڈیٹر بدؔر اگر اپنے بیان میں سچا ہے تو مسل سے میرے الفاظ کی نقل چھاپ دے مگر نقل پوری ہو، اپنے پیرومرشد کی طرح نہیں کہ آدھا تیتر آدھا بٹیر۔ جیسا اوسنے لکھا تھا کہ مولوی غلام دستگیر نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مریگا حالانکہ مولوی موصوف نے کہیں بھی ایسا نہ لکھا تھا۔ اس کے جواب میں ایڈیٹر بدر کا فرض ہونا چاہئے تھا کہ کھانا پیچھے کھاتا اور مسل کی نقل پہلے شائع کرتا مگر آج تک وہ بالکل خاموش ہے بلکہ ''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند''۔ اسلئے میں اس کو ایک نیک تجویز بتلاتا ہوں کہ اگر مسل میں اوسکا بیان کردہ حوالہ نہیں تو اپنے افترا کو نقل کر کے اتنا لکھ دے کہ یہہ مضمون میری قادیانی بیعت کا نتیجہ ہے۔

مرزائیو! مسیح کے حواری اور نبی کے اصحاب ہو کر بھی جھوٹ بولنا نہ چھوٹا تو تم ہی کہو کہ یہ مثل کس پر صادق آئی کہ ''تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔''

دوسری بات: یہ ہے کہ ایڈیٹر بدؔر نے لکھا تھا کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) کے لیکچراروں اور واعظوں کو خدا نے وہ تاثیر بخشی ہے کہ کسی غیر احمدی (مرزائی) کو نہیں۔ یہی ہماری مقبول الٰہی ہونے کی دلیل ہے پھر لکھا تھا کہ کوئی مخالف ہے جو ہمارے واعظوں سے اس بات میں مقابلہ کرے۔ بالخصوص میری طرف اشارہ تھا۔ اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ میں اس مقابلہ کے لئے حاضر ہوں میرے ساتھ برادرم مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے بھی اس دعوت کو قبول کیا تھا۔ زاں بعد ایڈیٹر الحکم دفتر اہلحدیث میں کچھ کتابیں لینے آئے۔ ان سے بھی ذکر آیا کہ ایڈیٹر بدر اس امر

میں کیوں خاموش ہے؟ انہوں نے بھی کہا ہاں ان کو جواب تو دینا چاہئے۔ میں نے کہا میں تم کو مخاطب کر کے پوچھوں گا۔ بولے آپ مجھے مخاطب کرینگے تو میں جواب دونگا۔ لیکن جب اسے بھی مخاطب کیا تو، وہ بھی آخر وہی نکلا جو لکھا تھا کہ ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' اس لئے اس دفعہ دونوں کو مخاطب کر کے پوچھتا ہوں کہ میری پیشگوئی سچی ہوئی یا نہیں جو میں نے پہلے ہی کر دی تھی کہ تم لوگ کبھی اس مقابلہ کے لئے نہ آؤ گے۔

مرزائیو! آؤ اب ہم تمہیں ایک اور آسان تجویز بتلا دیں۔ لاہور یا امرتسر میں ایک جلسہ کریں جس کا موضوع ہو ''شان مرزا'' اس میں فریقین مرزا کی شان پر گفتگو کریں۔ مصدقین اپنی وجہ تصدیق بیان کریں۔ مکذبین وجہ تکذیب۔ کیا تم لوگ آؤ گے؟ آئندہ زمانہ آپ کا فیصلہ کریگا۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۳۱۔ مورخہ ۲۴ جمادی الاول ۱۳۲۸ھ مطابق ۳ جون ۱۹۱۰ء ص: ۷)

❁ اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

امرتسری منکر اور الحکم: میں نے عرصہ سے امرتسری منکر کی تحریروں پر نوٹس لینا چھوڑ دیا ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ کچھ وزن اور وقعت کے قابل ہوتی ہیں۔ نہیں بلکہ اسلئے کہ ان میں ہزل اور استہزا کے سوا معقولیت کو دخل نہیں ہوتا لیکن اب جب کہ اس نے متواتر ایک دو مرتبہ مجھے مخاطب کیا ہے تو ضروری سمجھتا ہوں کہ اس کی بات کا جواب دوں۔

معزز ہم عصر بدر نے کبھی شائع کیا تھا کہ اللہ تعالی نے ہماری جماعت کو حقائق اسلام بیان کرنے میں ممتاز کیا ہے اور اگر ہمارے مخالف چاہیں تو اس کا مقابلے سے فیصلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے مضمون کا ایسا ہی مفہوم تھا۔ اس پر امرتسری منکر اور اسکے رفیق سیالکوٹی نے مقابلہ کا اعلان کیا۔ بدر نے معلوم نہیں کیوں ان کی اس دعوت کی پرواہ نہ کی۔ اس پر اہلحدیث نے اپنے بازاری لٹریچر میں مکرر ڈینگ مارتے ہوئے مجھے مخاطب کر کے لکھا کیا الحکم اس پر کچھ لکھے گا، کیوں: یکے دزد باشد دگر پردہ دار

اس مصرعہ کے متعلق جو قانونی حقوق مجھے حاصل ہیں ان کو تو میں ضرورتاً محفوظ رکھتا ہوں۔

اب پھر ۳ جون کے اہل حدیث میں امرتسری منکر اسی فقرہ کو دہراتا ہے۔ یہ موقعہ نہیں کہ میں اس گفتگو کو جو دفتر اہل حدیث میں ہوئی درج کروں۔ میں نے بے شک یہ کہا تھا کہ آپ کے مطالبہ کا جواب انہیں دینا چاہیے اور نہ دینے کے وجوہات بھی وہی بتا سکتے ہیں۔ مگر امرتسری منکر اس مقابلہ کے لئے سخت حریص معلوم ہوتا ہے۔ میں اب بھی نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو

شائع کیا اور کیوں ان کی دعوت کو انہوں نے مسترد کر دیا۔ مگر میں بجائے خود جو کچھ اس مقدمہ میں اپنی رائے رکھتا ہوں اس کا اظہار نصح دینی کے خیال سے کئے دیتا ہوں (اس کے بعد لکھا ہے کہ ہمارے بزرگ مرزا نے تائید دین کے لئے کتابیں لکھیں، مریدوں نے عمدہ کتابیں لکھیں، خواجہ کمال الدین نے عمدہ لیکچر جگہ بجگہ دیئے وغیرہ) .. میری دانست میں اس مقابلہ کی اب کوئی ضرورت نہیں رہی ہے حق کھل گیا ہے اور پنجاب کی سمجھدار اور تعلیم یافتہ دنیا واقف ہوگئی ہے کہ حقائق کا دریا کہاں بہہ رہا ہے... آپ کو اپنی قرآن دانی وحقائق ومعارف کے بیان پر وثوق اور قدرت ہے تو آپ شوق سے شہر بشہر پھر کر لیکچر دیں: چشم ما روشن دل ما شاد۔ مگر میں یقیناً جانتا ہوں کہ آپ مضمون پر قادر نہیں بلکہ ادعا نمائی ؟ اور شعر خوانی سے آگے آپ نہیں جا سکتے۔

رہا شان مرزا پر لیکچر دینے کیلئے جلسہ کرنا، اس کی بھی کوئی ضرورت نہیں۔ بقول تمہارے زمانہ آپ فیصلہ کریگا (یعنی میں مقابلہ نہیں کرونگا۔ بہاء) (الحکم ۷۔۱۴ جون ۱۹۱۰ء۔ ص ۵۔۶)

قادیانی کی مختصر سوانح عمری

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر میں اس عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے جو درج ذیل ہے:

''آپ لنا له رجل من ابناء فارس کے ماتحت سمرقندی الاصل ہیں۔ برلاس مشہور قوم مغل کے مورث اعلیٰ میرزا ہادی بیگ نے دسویں صدی ہجری کے قریب خراسان سے نکل کر پنجاب کی راہ لی۔ یہاں ایک بستی کی بنیاد رکھی جس کا نام اسلام پور قاضی ماجھی تھا۔ اور یہ قاضی۔ قادی۔ کدعہ جواہر الاسرار صفحہ ۵۶ کی حدیث یخرج المهدی من قرية يقال لها كدعة کو پورا کرنے والا ہوا۔ سال پیدائش قریباً ۱۲۵۱ ہجری ہے۔ باپ کا نام میرزا غلام مرتضیٰ صاحب۔ آپ نے ۱۷-۱۸ سال کی عمر تک بعض رسمی کتابیں مختلف استادوں سے پڑھیں۔ والد کے اصرار سے چند سال سیالکوٹ میں ملازمت بھی کی۔ تمام لوگ ان ایام میں آپ کے اعلیٰ اخلاق دیانت۔ امانت۔ تقویٰ وطہارت صادق وامین ہونے کے مقرر ہیں۔ فقد لبثت فيكم عمرا من قبله۔ (یونس: ۱۶)

ملازمت خلاف طبیعت تھی۔ چھوڑ دی۔ والد بزرگوار کو خط لکھا کہ دنیا روزے چند عاقبت کار با خداوند۔ میں چاہتا ہوں کہ دین کی خدمت کروں۔

سب سے پہلا الہام والسّماء والطّارق۔ جس میں آپ کو اپنے والد کی وفات کی خبر اور الیس اللّٰہ بکافٍ عبدہ میں آپ کی آئندہ زندگی کی نسبت ایک اعجاز نما خوش کن وعدہ تھا۔ آپ نے ۱۸۸۰ء و ۸۲ میں براہین احمدیہ لکھی۔ جس کے دلائل توڑنے پر دس ہزار کا انعام مقرر کیا۔ اور اسی میں شائع کیا کہ اس گاؤں میں دور دور سے لوگ آئیں گے اور تحفے لائیں گے اور مجھے اسلامی متقی جماعت دی جاوے گی۔ چنانچہ باوجود سخت مخالفت کے ایسا ہی ہوا۔ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء میں بیعت کا اشتہار دیا۔ پھر ظاہر فرمایا کہ میں وہ مسیح موعود مہدی مسعود ہوں۔ علامات قرب قیامت۔ رمضان میں کسوف وخسوف۔ زلازل۔ قحط۔ طاعون۔ صدی کا سرا۔ اونٹ کا بے کار ہونا۔ دریا میں سے نہریں۔ باہمی ملاقات کے ذرائع بڑھ گئے۔ خود آپ کا حلیہ مطابق حدیث تھا۔ روشن پیشانی۔ بلند ناک۔ دوزرد چادریں یعنی دو بیماریاں، ایک سر کی ایک ذیابیطس۔ عیسائیوں آریوں سے مباحثے ہوئے۔ عبداللہ آتھم ولیکھ رام مطابق پیشگوئی مارے گئے۔ جو آپ کی اہانت کو اُٹھا ذلیل ہوا۔ جس نے مباہلہ کیا ہلاک ہوا۔ جلسہ اعظم مذاہب میں آپ کا مضمون سب مذاہب کے مضامین پر غالب رہا لیظھرہ علی الدّین کلّہ۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۹ء کو ۳ سال قبل الوصیت کی تحریر کے مطابق کامیاب ہو کر وفات پائی۔ آپ نے اپنی تمام جائداد تمام آمد دین کی راہ میں لگادی اور جانشین کے لئے اولاد کا ایما نہ کیا۔ بلکہ خدا پر چھوڑا۔ اور خدا نے اپنے فضل سے ویسا ہی خلیفہ عطا کیا ہے جو ہے نورالدین۔ ایدہ اللہ تعالیٰ۔'' (بدر قادیان مورخہ ۹؍جون ۱۹۱۰ء)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: افسوس سوانح نویس نے حد درجہ اختصار سے کام لیا یہاں تک کہ ایسے ایسے ضروری واقعات بھی چھوڑ گیا جو کوئی مورخ نہ چھوڑے اس کے علاوہ بہت سے غلط واقعات لکھے ہیں اس لئے ہم تفصیل سے تو کیا بتلاویں، مختصر سے ایک دو واقعات لکھ کر اس میں ایزاد کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کی زندگی کے بڑے واقعات میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے خاکسار (ابوالوفاء) کو دعوت دی کہ قادیان میں آکر میرے ساتھ تحقیق کرلو۔ یہ بھی لکھا کہ میرا نشان ہوگا کہ تم قادیان میں اس غرض کے لئے کبھی نہ آؤ گے۔ (اعجاز احمدی صفحہ ۳۷) مگر میں ۱۰ جنوری ۱۹۰۲ء ۲ بجے دن کے قادیان دارالامان میں جا پہنچا۔ مرزا صاحب نے میری اطلاعی چٹھی کے جواب میں لکھا کہ ہم نے خدا کے ساتھ وعدہ کر رکھا ہے کہ مباحثہ نہ کرینگے۔ (حالانکہ کوئی وعدہ نہ تھا) اس سے بعد ۱۵؍اپریل

۵ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان درج ذیل ہے:

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ''

اس کے بعد ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی کی بابت لکھا

(یکم اگست ۱۹۰۷ء تازہ الہام الٰہی ۔ انی مھین من اراد اھا نتک کا ذکر تھا۔ فرمایا (مرزا نے) کہ قریب العہد اہانت کرنے والا مرتد ڈاکٹر عبدالحکیم ہے جس نے بہت اہانت کے لفظوں میں ایک خط لکھا ہے اور ہماری موت کے متعلق پیش گوئی کی تھی ۔ یہ وحی الٰہی پہلے بھی بہت بار نازل ہو چکی ہے مگر ہر بار اس کا شان نزول جدید ہوتا ہے ۔ ایسے لوگوں کی مخالفت سے رنجیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے۔ الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

نیز لکھا کہ عبدالحکیم میرے سامنے مریگا۔ مگر وہ بھی زندہ ہیں۔ نہایت افسوس ہے کہ مرزا کے سوانح نویس نے ان اہم واقعات کا ذکر نہیں کیا۔ کیا سچ ہے ۔

بے خودی بے سبب نہیں غالب — کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

باقی جس قدر احادیث مرزا کے حق میں لکھی ہیں بہت کم ہیں۔ وہ خود تو بقول مولوی نذیر احمد دہلوی نصف قرآن اپنے حق میں نازل کیا کرتے تھے مگر ہمیں اس سے بحث نہیں ہمیں تو یہ دکھانا تھا کہ راقم مضمون اہم واقعات کو چھوڑ گیا۔ اس لئے ہم نے اس کی تلافی کر دی۔ امید ہے آئندہ کو مختصر یا مفصل سوانح نویس ایسا نہ کرینگے۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۳۴۔ مورخہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۴ جون ۱۹۱۰ء ص: ۴-۶)

قادیانی کذب بیانیاں

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها — ومن عهدها الا يدوم لها عهد

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عنوان ہذا بہت پرانا اور سالہا سال کا مصدقہ ہے۔ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں کئی ایک مرتبہ اس کی تصدیق ہو چکی تھی اس لئے آج اس عنوان کی غالبا حاجت نہ تھی مگر صرف یہ بتلانے کو کہ قادیانی مشن بقول ۔

ما مریدان رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں — رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اپنے بانی کے پورے پورے پیرو ثابت ہوئے ہیں یہاں تک کہ تاویل اور تحریف میں بھی اسی کی چال چلنے پر مشاق ہیں۔ جس کی ایک تازہ مثال پیدا ہوگئی ہے۔

۹/دسمبر ۱۹۰۹ء کے بدر نے اپنے مشن کی شیخی بگھارتے ہوئے لکھا تھا کہ ہمارے واعظ ایسے خوش بیان ہیں کہ دوسرا ان کے مقابل کوئی نہیں ہوسکتا یہ شیخی بگھار کر مخالفین کو عموماً اور ضمناً خاکسار کو خصوصاً چیلنج دینے کو لکھا تھا:

''آؤ اور باتوں میں کیوں ہم سے تنازع کرتے ہو بہت مختصر راہ ہمارے تمہارے فیصلہ کی ہے۔ اسلام کی تبلیغ میں کسی مضمون پر جس میں صداقت اسلام مقصود ہو تم بھی غیر مسلم سامعین میں کچھ بیان کرو اور احمدی مبلغ بھی بیان کرتے ہیں پھر دیکھو کہ خدا تعالیٰ وقت پر کس کی تقریر کو بابرکت ثابت کرتا ہے۔'' (بدر ۹/دسمبر ۱۹۰۹ء)

یہ عبارت کیا بتلا رہی ہے؟ اردو دان اصحاب سے مخفی نہیں۔ صاف طور پر دعوت مقابلہ دی ہے، اور صاف مطلب ہے کہ آؤ ہم سے مقابلہ کی تقریریں کرو، پھر دیکھو کہ وقت پر کس کی تقریر پُر اثر ثابت ہوتی ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ دونوں تقریریں ایک ہی جلسہ میں ہونگی۔ دوسری تقریر کے حاضرین بھی وہی ہوں گے جو پہلی کے تھے۔ جب ہی تو نتیجہ بروقت ثابت ہوگا۔ لیکن جب اس دعوت کی منظوری میں نے ۱۷-دسمبر ۱۹۰۹ء کے اہلحدیث میں دی اور میرے بعد مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی نے بھی منظور کرلیا پھر تو قادیانی مشن میں ایسا سناٹا چھایا ؎

''چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔''

میں نے ۱۷/دسمبر ۱۹۰۹ء کے اہلحدیث میں اس دعوت کی منظوری ان لفظوں میں دی تھی:

''یہ نوٹس دیکھ کر مجھے از حد فزوں خوشی ہوئی اگر میں ایسا نوٹس دیتا تو منظوری تمہارے ہاتھ میں ہوتی۔ مگر اب تو تم نے چیلنج دیا ہے جس کو منظور کرنا میرا کام ہے۔ لیجئے بسم اللہ بلا کسی شرط کے آتا ہوں اس مقابلہ کے لیے لاہور جیسے شہر سے اچھا مقام نہ ملے گا مناسب سمجھیں تو تین اشخاص معززین اہل علم اس کے لیے منصف بھی بنائے جائیں تاکہ آئندہ کو وہی جھگڑا پیش نہ ہو کہ عبدالحکیم اور ثناء اللہ موافق پیشگوئی زندہ رہے ہیں یا مرگئے ہیں۔ ہاں میری دلی خواہش ہے کہ اس مقابلہ کے بعد ایک روز خاص قادیانی مشن کے متعلق دو دو گھنٹے لیکچر ہوں۔ جن میں بھی منصف ہوں تو اولی ہے لیکن ہونا شرط نہیں ہم بلاشرط حاضر ہیں۔

مرزا جی کے سچے دوستو! آؤ اب دیر کی بات نہیں لیکن ہم وجدانی پیشگوئی کرتے ہیں کہ کبھی نہ آؤ گے بلکہ یہ کہو گے کہ ہمارے خلیفۃ المسیح اجازت نہیں دیتے۔

اس کے بعد جب قادیانی مشن پر غشی کی نیند چھائی تو مرات کرات ان کو یاددہانی کی گئی آخر تنگ آ کر بدر نے ایک لمبا مضمون لکھا جو اپنی نوعیت میں پہلا فرد تو نہیں مگر اکمل فرد ضرور ہے۔ اس میں بہت سے دل آزار ہتک آمیز فقرے اور حسب مذہب قادیانی بہت سے بہتان لگا کر دل ٹھنڈا کیا گیا۔ خیر چونکہ ہمیں آنجہانی کے زمانے سے سننے کی عادت ہے اس لئے ہمیں ایسے کلمات سننے سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔ ہاں اتنا کہے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ حق الامر یہ ہے کہ ایسے ہی خلاف واقع بہتانات سے ہم نے مرزا آنجہانی کی (کذب پر) تصدیق کی تھی۔ خدا کا شکر ہے اس کے مشن کے طریق عمل سے ہمارے خیال کی غلطی ثابت نہیں ہوئی بلکہ جناب مسیح علیہ السلام کا قول سچا پایا کہ ''درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔''

اس مضمون میں بدر نے کیا کہا؟ اگر ہم اسی کے الفاظ میں نقل نہ کریں بلکہ اس کو اپنے الفاظ میں بتلادیں تو ہم دو جرموں کے مرتکب ہونگے (۱) ایک تو اپنی عادت کے خلاف کرنے کے کیوں کہ ہماری عادت ناظرین اہلحدیث سے پوشیدہ نہیں کہ ہم مخالف کا مطلب ہمیشہ اسی کے لفظوں میں بتلایا کرتے ہیں۔ (۲) دوئم ایسا کرنے میں ہم قادیانی مشن کے پیرو ہو جائیں گے۔ جس کے بانی نے یہ بدرسم علمی دنیا میں جاری کی ہے کہ مخالف کا عندیہ اس کے الفاظ میں نہیں بلکہ اپنے الفاظ میں بتلایا کرتا تھا۔ جس کی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ منجملہ

(۱) غلام دستگیر قصوری کی بابت بحوالہ اُن کی کتاب ''فضل رحمانی'' صفحہ ۲۷ لکھا کہ مولوی صاحب نے میرے ساتھ مباہلہ کیا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا حالانکہ مقام مذکور پر یہ مضمون نہیں۔

(۲) مولوی اسمٰعیل علیگڈھی کی بابت لکھا کہ اس نے بھی میرے ساتھ اسی مضمون کا مباہلہ کیا تھا حالانکہ کہیں نہیں۔

ان دونوں مباہلوں کو دکھانے والے کے لئے ہماری طرف سے انعامی مضامین بذریعہ اشتہارات واخبارات شائع ہوئے۔ مگر کوئی بھی ایسا مرد میدان نہ بنا کہ دکھا دیتا۔

غرض یہ بدرسم قادیانی مشن کے ساتھ مخصوص ہے کہ مخالف کا مضمون اُس کے الفاظ میں نہیں بتلاتے بلکہ اپنے معتقدین کی آنکھوں میں مٹی نہیں کنکریاں ڈالنے کو اپنے الفاظ میں مخالف کا مطلب جس طرح چاہتے ہیں بگاڑ کر بتلاتے ہیں۔ مگر ہم تو بحکم شریعت ایسا کرنے سے ممنوع ہیں

لہذا ہم بدر کا مضمون اسی کے الفاظ میں بتلاتے ہیں۔ عنوان اس مضمون کا ہے ''دو منکروں کا چیلنج اور ہمارا جواب'' پہلے بسم اللہ ہی غلط بلکہ جھوٹ۔ ناظرین عبارت منقولہ (از بدر ۹- دسمبر ۱۹۰۹ء) دیکھ چکے ہیں کہ وہ از خود ہم کو چیلنج دیتا ہے جس کو ہم نے منظور کیا، نہ یہ کہ ہم نے اسے چیلنج دیا۔ کیسا ڈبل جھوٹ ہے کہ چیلنج تو خود دیں اور نام مخالف کا رکھیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ یا تو یہ لوگ صدق کذب میں تمیز کرنے کی عادی نہیں یا ان کو چیلنج اور قبول چیلنج میں تمیز نہیں۔ اسی کے قریب قریب بلکہ اس سے بڑھ کر تعجب اس کے بڑے بھائی الحکم سے ہے جو ۷-۱۴ جون کے پرچہ میں اسی مضمون پر بہت کچھ خلاف بیانیاں کر کے لکھتا ہے:

''میں نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا اور کیوں ان (مولویوں) کی دعوت کو انہوں (معزز بدر) نے مسترد کر دیا۔''

افسوس بڑا بھائی بھی جھوٹ بولنے سے نہ بچا۔ دیکھئے انہیں چند لفظوں میں کیسا کچھ غلطاں پیچاں ہے۔ خود ہی لکھتا ہے کہ بدر نے اعلان دیا، جسکے معنے ہیں کہ بدر نے چیلنج دیا۔ یہ تکذیب ہے بدر کی، جو چیلنج ہماری طرف منسوب کرتا ہے۔ پھر اتنا کہہ کر اصل مذہب (کذب قادیانی) اس پر غالب آتا ہے تو لکھتا ہے کہ کیوں بدر نے انکی دعوت کو رد کیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دعوت یعنی چیلنج ہمارا ہے۔ حالانکہ دعوت، اعلان اور چیلنج ہم معنی ہیں۔ جب اعلان بدر کا ہے تو دعوت ہماری کیسی؟ سچ ہے ؎

خشت اول چوں نہد معمار کج   تا ثریا میرود دیوار کج

اسی لئے ہم نے ان دونوں بھائیوں کے حق میں بطور مثال لکھا تھا اور غالباً آئندہ بھی لکھیں گے: ''یکے دزد باشد دگر پردہ دار'' جب تک وہ قانونی کارروائی (جس کی وہ ہمیں دھمکی دیتا ہے) کر کے ہم کو نہ روک دے۔ مگر ایسی حمایت پردہ داری نہیں بلکہ دراصل پردہ دری ہے۔ غالباً ناظرین منتظر ہوں گے کہ ہم نے بدر کی اصل عبارت متعلق جواب ہذا ان کو سنا دیں۔ مگر عبارت مذکورہ سنانے سے پیشتر ہم ناظرین سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ ایک نظر پھر عبارت مرقومہ بالا منقولہ از بدر ۹- دسمبر پر ڈال جائیں پھر عبارت مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں۔ بدر لکھتا ہے:

''ہماری اصل غرض تو اس تجویز سے وہ خدمت دین تھی اور ہے کہ جس کی ضرورت اس وقت سخت اسلام کو ہے۔ اور جس مقابلہ کے لئے ہم اب بھی اپنے منکروں کو بلاتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ آؤ ہماری طرح اور ہمارے مقابل خدمت دین پر کمر باندھو مختلف شہروں میں نہ اس لئے کہ احمدی مبلغین کی قابلیت اور لیاقت کا مقابلہ تم کو مدنظر ہے۔ بلکہ خدمت

اسلام کے لئے جاؤ۔ اور منکرین اسلام کے مقابل اپنی خصومتوں اور خصوصیتوں کو چھوڑ کر قرآن اور نبی کریم ﷺ کی شان بلند کرنے کے لئے وعظ ولیکچر دو۔ پھر تم دیکھ لوگے کہ ہم تم میں سے اول کس کو اس خدمت کی توفیق ملتی ہے۔ پھر کس کو خدا مقبولیت اور نصرت عطا کرتا ہے کس کی زبان پر چشمہ معرفت جاری ہوتا ہے۔ لیکن یہ تو وہ راہ ہے جو ایثار اور قربانی کو چاہتی ہے اور جن کی غرض صرف نمود وشہرت اور مالی فتوحات ہوں اور جن کی عادت سفر خرچ اور یومیہ فیس لینے کی ہو۔ وہ محض رضائے مولا کے لئے اور وہ بھی جب ان کے تجربہ اور علم میں موہوم ہو اپنے وقت، اپنی آسائش، اپنے مال کو بلادم نقد عوضہ کے کس طرح خرچ کرسکیں۔ اس لئے ہماری تحریر کی اصلی منشاء کو یہ لوگ کیوں سمجھنے لگے تھے انہوں نے جونہی یہ تجویز سنی۔ فوراً اس کی للّٰہی غرض کو نظر انداز کر کے اس کو فتوحات مالی اور شہرت کا ذریعہ سمجھا اور اس بے نفس اور ایثار طلب تجویز کو ایک اکھاڑہ کی صورت میں منتقل کرنا چاہا۔'' (اخبار بدر قادیان ۲۳/جون ۱۹۱۰ء)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: بدر نے اس بیان میں ایک تو اصل کلام کو بگاڑا۔ اصل کلام ہمارے سامنے ہے۔ ناظرین دیکھ کر شہادت دے سکتے ہیں کہ از خود چیلنج دیا، جب ہم نے اسے منظور کیا تو اب اور ہی پہلو بدل دیا۔ کیا مزے سے لکھتے ہیں کہ اپنے اپنے طور پر اشاعت اسلام کرتے پھرو، قبولیت ہم دیکھیں گے۔ واہ کیا خوب۔ عبارت سابقہ میں بروقت اثر دیکھنے کا کیا مطلب تھا۔ کیا یہی کہ احمدی لیکچرار پشاور میں لیکچر دے اور محمدی واعظ کلکتہ میں، تو بروقت دونوں کا اثر معلوم ہوجائے؟ او نادان بدر اور الحکم کے ایڈیٹر ابوالحکم۔ کیا تم نے بھی اپنے پیرومرشد کی طرح سمجھ رکھا ہے کہ دنیا میں کوئی دانا نہیں۔ پھر کس جرأت اور حیا وشرم سے مجھ پر فیس یومیہ کی چوٹ کرتے ہیں۔ اگرچہ فیس یومیہ دے کر ملک میں بلایا جانا بھی ایک طرح سے قبولیت کی دلیل ہے کہ کسی متکلم میں علم کلام اور علم تقریر کا اس درجہ کمال ہے کہ لوگ سفر خرچ کے علاوہ اس کو یومیہ فیس دے کر بھی بلاتے ہیں اور اس بلانے میں یہاں تک ترقی ہے کہ بہت سے لوگ بوجہ تعارض تواریخ کے محروم رہ جاتے ہیں۔ میرے احباب بفضل خدا شہادت دے سکتے ہیں کہ ایک ہی ہفتہ میں متعدد مقامات سے طلبی ہوتی ہے لیکن میں چونکہ انجمن صادقین کا خادم ہوں اس لئے جہاں ایک دفعہ وعدہ کرتا ہوں دوسری جگہ کی طرف رخ نہیں کرتا جس پر دوسرے لوگ بعض دفعہ میری غیر حاضری کے سبب سے جلسہ ملتوی کردیتے ہیں۔ ذٰلک من فضل اللّٰہ لیکن افسوس ہے کہ بدر نے اس میں اپنے پیرومرشد... اکبر

کی تقلید میں دروغ گوئی سے کام لیا ہے۔

مرزا آنجہانی نے رسالہ اعجاز احمدی میں صفحہ ۲۳ پر میری نسبت لکھا ہے:

''دو آنہ کیلئے دربدر گدائی کرنیوالا۔ مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ کرنیوالا۔''

حالانکہ میں نہ کسی مسجد کا امام ہوں، نہ میں جنازہ خوان، بلکہ میری دعا ہے کہ قیامت تک میری اولاد میں بھی کوئی اس پیشہ کا نہ ہو۔ تاہم آنجہانی کو ایسا لکھتے ہوئے شرم نہ آئی تو تم دونوں چھوٹے بڑے بھائی کو۔ بقول ''کیا پدی اور کیا پدی کا شوربا'' کیا شرم آتی۔

نہایت افسوس ہے کہ تمہارا پیشوا تو یہ دعویٰ کرے کہ جو میری بیعت میں آیا وہ اصحاب رسول اللہ (ﷺ) میں شامل ہوا۔ (خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۷۱) مگر تم لوگوں کے اخلاق ایسے ذلیل اور گرے ہوئے ہیں کہ معمولی باتوں میں بھی جھوٹ بولنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ ہاں میں بھولا جب شیخ ہی ایسا تھا تو فنافی الشیخ کے درجہ والے کیوں ایسے نہوں۔

ناظرین حیران ہونگے کہ بدر نے اپنے سابقہ کلام کو جو پبلک میں شائع شدہ ہے ایسا کیوں بدلا، سو ان کی حیرت رفع کرنے کو ہم قادیانی مشن کے بانی آنجہانی مرزا صاحب کے وتیرہ کا ایک نمونہ دکھاتے ہیں۔

حضرت موصوف نے آتھم عیسائی کی بابت پیشگوئی ان لفظوں میں کی تھی کہ:

''وہ (آتھم) پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاویگا۔'' (کتاب ''جنگ مقدس'' صفحہ ۱۸۹)

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ آتھم کی موت کی آخری مدت پندرہ مہینے ہے۔ لیکن جب پندرہ مہینے کی بجائے چالیس ماہ کے بعد آتھم مرا تو جناب مرزا کس خوبی سے فرماتے ہیں کہ:

''میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثہ میں قریباً ساٹھ آدمی کے روبرو یہ کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو آتھم بھی اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔'' (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۱)

ناظرین غور سے دیکھیں کہ سلطان القلم اور مسیح موعود ایسے ہی ہوتے ہیں جن کو اتنی بھی شرم نہو کہ ہماری تحریر ملک میں شائع ہو چکی ہے۔ لطف یہ ہے کہ یہ عبارت تشریحی بھی نہیں بلکہ صاف لکھا ہے کہ میں نے کہا تھا، یعنی اصل الفاظ ہی ہیں۔ اللہ اکبر! اس قدر جرأت کہ پندرہ مہینوں کی محدود عبارت کی حد اٹھا کر غیر محدود کر کے کہتے ہیں کہ میں نے یہی کہا تھا۔ یعنی اس میں پندرہ ماہ کی کوئی قید نہ تھی، بلکہ صرف اتنا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا، حالانکہ اصل کلام ہمارے سامنے ہے

اس میں تقدیم وتاخیر کا کوئی ذکر ہی نہیں۔لیکن چونکہ واقعہ ایسا ہوا کہ آتھم پہلے مرا، گو پیشگوئی سے دوسال بعد مرا، اس لئے آنجہانی نے حیا وشرم کو بالا طاق رکھ کر ارشاد فرمادیا کہ پیشگوئی میں میں نے یہی لکھا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا۔

ہمارے پنجابی نبی کے کرتب ان گنت ہیں ۔اصل الہام کی عبارت بھی ناظرین کے سامنے ہے پھر اسکی تشریح یا وہی عبارت بالفاظ دیگر ملاحظہ میں ہے۔ ان دونوں عبارتوں میں مانتے ہیں کہ میں نے کہا تھا کہ آتھم مریگا مگر ناظرین سن کر حیران ہوں گے کہ آتھم کی زندگی (مابعد پیشگوئی) میں آپ لکھتے ہیں کہ

''اعلیٰ درجہ ہاویہ کا جو ہم نے سمجھا اور ہماری تشریحی عبارت میں درج ہے یعنی موت وہ ابھی تک حقیقی طور پر وارد نہیں ہوا۔''

اس کلام بے نظام میں آپ نے فیصلہ کردیا کہ پیشگوئی میں موت کا لفظ ہی نہ تھا۔ چلو فیصلہ شد۔ کسی دل جلے عاشق نے ایسے ہی معشوق کے حق میں کہا ہے ؎

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے اے شوخ مزاج بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

پس بدر کا اپنے کلام کو بگاڑ کر دوسرا مطلب لینا بالکل مرزائی سنت موکدہ کی پیروی ہے۔ او نادان مرزائیو! کیا تم دنیا کی آنکھوں میں مٹی ڈال سکتے ہو۔ یہی قادیانی نبوت ہے جس کی اشاعت تم ملک میں کرنا چاہتے ہو۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ قادیانی علم الکلام گو بہت وسیع ہے مگر بحمد اللہ ہم کو اس قدر ملکہ ہے کہ ہم اس کو مختصر بھی کرسکیں۔ قادیانی مشن کا علم کلام ایک ہی جملہ میں آسکتا ہے غور سے سنئے!

(۱) اسلام ایک ایسا مذہب ہے جس کی پیروی کرنے سے حضرت مرزا صاحب جیسے باکمال آدمی پیدا ہوسکتے ہیں۔''

علماء منطق کے ہاں بعض جملے ایسے ہوتے ہیں جن کی بابت وہ کہا کرتے ہیں: قضایا قیاساتھا معھا یعنی یہ ایسا حکم ہے کہ اس کی دلیل خود اسی میں موجود ہے جس کی مثال وہ دیا کرتے ہیں الحمد للّٰہ (سب تعریفات اللہ ہی کے لئے ہیں) یہ ایک ایسا دعویٰ ہے کہ اس کی دلیل بھی اسی میں ہے۔اسی طرح قادیانی مشن کا دعویٰ مذکورہ بھی متضمن دلیل ہے۔ دعویٰ ہے کہ اسلام بڑے کمال کا مذہب ہے جس کی دلیل کیا ہی سنہری حرفوں میں لکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب کو جو کمالات حاصل ہوئے وہ اسی مذہب کی بدولت ہوئے ہیں۔آپ کے کمالات کیا تھے بس یہی کہ ؎

رسول قادیانی کی رسالت جہالت ہے جہالت ہے جہالت

کبھی آپ کی پیشگوئی سچی نہیں ہوئی۔ کبھی آپ نے کسی مخالف کا حوالہ صحیح نہیں دیا۔ آہ آخری سین اس باکمال کا کس سے مخفی ہے جسکا نام اس نے خود ہی ''آخری فیصلہ'' رکھا تھا جسکا خاتمہ اس پر ہوا کہ ؎

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر کذب میں سچا تھا پہلے مر گیا

الحکم کا ابوالحکم اپنے عجز کا ثبوت دیتے ہوئے کہتا ہے کہ ہم اہلحدیث کے جوابات کی طرف اس لئے رخ نہیں کرتے کہ اس میں بجز تمسخر اور استہزاء کے کچھ ہوتا نہیں، مگر اسنے یہ نہیں بتلایا کہ اہلحدیث کا استہزاء کسی میراسی بچے سے بھی زیادہ ہے جن کا آبائی پیشہ ہی استہزاء ہوتا ہے۔

قادیانی مشن کے نونہال لاہور کے جلسوں میں اپنی کامیابی کو بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ خدا کی شان ہے جب آدمی حیا و شرم سے بے تعلق ہو جائے تو جو چاہے کہتا جائے کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ہاں ہمیں خوشی ہے کہ لاہور کے جلسوں میں جو لوگ شریک تھے وہ اصلیت سے خوب واقف ہیں اور جو نہ تھے ان کو بتلانے کی حاجت نہیں۔ کیوں کہ قادیانی مشن کی کذب بیانیاں کسی سے مخفی نہیں۔ مختصر یہ کہ بدر نے ہمیں چیلنج دیا تھا جو ہم نے منظور کیا، مگر منظور ہوتے ہی بدر انکار کر گیا۔

ہاں الحکم کے ایڈیٹر ابوالحکم کا ایک سوال ہنوز باقی ہے۔ آپ پوچھتے ہیں کہ جالندھر میں خواجہ کمال الدین کے مقابلہ میں لیکچر دینے کی تم نے خواہش ظاہر کی تھی، تو اہالی جالندھر نے تم سے کیا کہا تھا؟ اس سوال کے جواب کے لئے اس نے انجمن صادقین کا مجھے واسطہ دیا ہے۔ اس لئے میں بحیثیت خادم انجمن ہونے کے سچائی سے اظہار کرتا ہوں کہ نہ میں نے خواہش ظاہر کی تھی، نہ کسی نے انکاری جواب دیا تھا۔ ہاں احباب جالندھر نے از خود خواجہ موصوف کے بعد مجھے مجبور کیا تھا تو میں نے جالندھر میں جا کر ایک روز مع مولوی راجہ عبدالرحمٰن تقریر کی تھی جس میں صدر جلسہ جناب صوبیدار صاحب آنزیری مجسٹریٹ تھے۔ اس جلسہ کا اثر کیا ہوا تھا؟ میں کچھ نہیں کہتا ایک فقرہ سنائے دیتا ہوں جس سے شناسان علم کلام سمجھ جائیں گے کہ ایک ہی لفظ سے تمہارا سارا اثر مٹ گیا تھا۔ تمہارے لائق لیکچرار خواجہ صاحب نے کئی روز مجھ سے پہلے اپنے لیکچر میں مسلمانوں کو اپنا قرب بتلانے یا دھوکہ دینے کے لئے کہا تھا کہ ہمارا اور ہمارے بھائیوں کا کوئی بڑا اختلاف نہیں، صرف اتنا ہے کہ وہ تو مسیح موعود کے منتظر ہیں اور ہم اس کے گذرنے کے قائل۔ بعض معززین جالندھر نے مجھے کسی کی معرفت کہلوایا کہ چونکہ مرزائی لیکچرار نے کوئی اختلافیہ کلمہ نہیں کہا تھا اس لئے آپ بھی ان کے اختلاف کا ذکر نہ کریں تو مناسب ہے۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ مگر جتنا کہا تھا اُتنا تو کہہ لوں؟ جواب ملا ہاں اتنے

میں تو ہرج نہیں۔ میں نے اثنا تقریر میں کہا کہ لائق لیکچرار نے سچ کہا تھا کہ کوئی اتنا بڑا اختلاف نہیں، واقعی بات بھی یہی ہے کہ اختلاف صرف اتنا ہے کہ مرزا نے ۱۵-اپریل ۱۹۰۷ء کو جو دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے، ہم کہتے ہیں وہ قبول ہوگئی مگر ہمارے دوست کہتے ہیں نہیں ہوئی۔ اس پر اہل مذاق نے جو لطف اٹھایا اور داد دی میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔ کسی سیدھے سادھے عقل سے خالی دیہاتی کو تیر لگا تو ہاتھ پر خون دیکھ کر کہتا جاتا ہے کہ خدا کرے جھوٹ ہو۔

مرزائی نادانو! کب تک جھوٹ کہتے جاؤ گے زمانہ تمہاری چالوں سے واقف ہے۔ آؤ میں تم کو منہاج نبوت بتلاؤں جس کا تم لوگ ہمیشہ دعویٰ کیا کرتے ہو۔ حضور پیغمبر ﷺ کو قرآن شریف ایسا فصیح وبلیغ کیوں ملا؟ یہی کہو گے کہ مخاطبوں کو اس فن میں دعویٰ تھا (بقول تمہارے) مرزا صاحب کو فن تصنیف میں ایسا ملکہ کیوں ملا؟ کہ (بقول لنگر کے ٹکڑہ خوروں کے) سلطان القلم ہوئے۔ اسلئے نہ کہ زمانہ کی ضرورت مقتضی تھی۔ حضور پیغمبر خدا (ﷺ) کو کسی کافر نے کہا مجھ سے کشتی لڑلو، اگر مجھے گرادو گے تو میں مسلمان ہو جاؤنگا۔ حضور نے بے حیلہ حوالہ اسے پکڑا اور گرادیا جس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ ہوا۔ یہ ہے منہاج نبوت۔

آیئے ہم مانے لیتے ہیں کہ چیلنج ہماری طرف ہی سے تھا۔ یہ بھی مانے لیتے ہیں کہ (بقول تمہارے) ہماری نیت دنگل اور خودنمائی کی ہے، مگر تم اور تمہارے خلیفہ تو نیک نیت اور منہاج نبوت کے پیرو ہیں، تم لوگ نیک نیتی سے مقابلہ کرو۔ دیکھو ایک ہی فعل بدنیتی سے بدنتیجہ دیتا ہے تو نیک نیتی سے نیک دیتا ہے۔ ہم لوگ بدنیت ہی سہی تم تو نیک نیت ہو، پھر تمہیں اس کی کیا فکر۔ آؤ منہاج نبوت کے طریق پر مقابلہ کرو: تا سیاہ روی شود ہر کہ دروغش باشد۔

سنو! ہم اس مقابلہ کا پروگرام ابھی سے بتلائے دیتے ہیں۔ بغیر اظہار مقابلہ ایک روز چار گھنٹے تصدیق اسلام پر تقریریں ہوں جن میں دو گھنٹے احمدی لیکچرار اور دو گھنٹے محمدی واعظ تقریر کریں۔ دوسرے روز چار گھنٹے خاص معارف قرآنی پر لیکچر ہوں، دو گھنٹے احمدی اور دو گھنٹے محمدی۔ تیسری روز ایک بڑے عالیشان مضمون پر چار گھنٹے لیکچر ہوں جس کا عنوان ہو ''شان مرزا''۔ دو گھنٹے احمدی لیکچرار تصدیق کے دلائل بیان کرے اور دو گھنٹے محمدی واعظ تکذیب کے، مگر یہ ضروری شرط ہوگی کہ کوئی لفظ خلاف تہذیب اور دل آزار نہ بولا جائے۔ اس کے فیصلہ کے لئے تین ممبروں کی جیوری پہلے سے مقرر کی جاویگی جو صدارت جلسہ کا کام بھی دیگی۔

مرزائی دوستو! کیا اچھا موقع تبلیغ کا ہے، روح القدس کی مدد سے آؤ ہمت کرو ہاں اتنا یاد رکھنا کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت   واذا نطقت فاننی الجوزاء

نوٹ نمبر ۱:اس مضمون کے علاوہ دو مضمون اور بھی بدر مورخہ ۱۶ جون میں میرے برخلاف نکلے ہیں۔ایک آخری فیصلہ کے متعلق۔ دوئم میری شہادت بمقدمہ مرزا کے متعلق مگر شہادت والے کی بابت بدر مورخہ ۲۳ جون میں لکھا ہے کہ آئندہ اس پر مزید بحث ہوگی اس لئے ہم بھی اس بحث کے منتظر ہیں۔ ہاں آخری فیصلہ کے متعلق آئندہ ہم کچھ لکھیں گے۔ انشاء اللہ۔

نوٹ نمبر۲: مضمون بالا میں میرے ساتھ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی کا ذکر خیر بھی بدر میں آتا رہا ہے مگر میں نے اپنے جواب میں ان کا ذکر نہیں کیا، کیوں کہ بہت سے واقعات ان کے متعلق ایسے ہیں کہ میں ان سے واقف نہیں اس لئے مولوی صاحب اپنا جواب آپ دیں گے۔اور غالباً خوب دینگے

(اہلحدیث امرتسر ۳۰ جمادی الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق ۸ جولائی ۱۹۱۰ء ص:۱-۶)

(مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں) بدر قادیانی آج کل کسوف کی حالت میں ہے اسی لئے بجائے روشنی کے ظلمت پھیلا رہا ہے۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے جو اشتہار دیا تھا مطلب اس کا صرف اتنا ہے کہ آنجہانی کہتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ میرے مشن کو سخت نقصان پہنچایا ہے اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ خدا اس کو مجھ سے پہلے موت دے۔ اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں جھوٹا ہوں ۔ اس کے بعد واقعہ کیا ہوا؟ بتلانے کی حاجت نہیں ۔ مرزائی اخبار بدر نے اس کا جواب لکھا ہے جو قابل دید وشنید ہے وہ لکھتا ہے:

> حضرت اقدس مسیح موعود کے اشتہار کا ذکر کرتے ہوئے جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ دعا کے ذریعہ فیصلہ لکھا تھا سوال کرتے ہیں کہ بتاؤ فیصلہ کیا ہوا؟ اور اس مضمون کی سرخی یوں جماتے ہیں کہ : بدر قادیانی جواب دے۔، سوسننا چاہیے کہ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کے آگے فیصلہ کی یہ آسان راہ پیش کی تھی کہ اسلامی طریقہ کے مطابق دعا کے ذریعہ سے یہ جھگڑا طے پائے اور کاذب صادق کی زندگی میں مرجائے۔لیکن سوال یہ ہے کہ کیا مولوی صاحب نے اور اس کے ساتھیوں نے اس فیصلہ کو منظور کرلیا تھا؟ کیونکہ ہر ایک انسان اپنے مسلمات سے قائل کیا جاسکتا ہے نہ کہ دوسرے کے مسلمات سے۔ چونکہ مولوی ثناء اللہ اپنے مطبع اہلحدیث میں ایک اشتہار چھپوا کر شائع کیا تھا اور اس میں مرزا صاحب کے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے ایسا لکھا تھا کہ کسی کے پیچھے زندہ رہنا کوئی ثبوت صداقت کا نہیں ہوسکتا بلکہ

حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے، پس جب کہ اس اشتہار میں مولوی صاحب نے یہ ظاہر کردیا تھا کہ ان کا عقیدہ درازی زندگی کے متعلق کیا ہے، اس واسطے خدا نے بھی چاہا کہ انہیں اور انکے ہم خیال جماعت کو انکے عقائد کے مطابق سمجھا دیا جائے کہ حرامزادہ کون ہے۔ یہ ہے بدر قادیانی کا جواب مختصر الفاظ میں امید ہے کہ مولوی صاحب کی سمجھ میں آجائیگا اور ہمیں اور زیادہ تفصیل کرنے کی ضرورت نہ پڑیگی۔ (بدر ۱۶ جون ۱۹۱۰ء)

مولانا فرماتے ہیں: کیا تمہیں لوگ کہا کرتے ہو کہ اہل حدیث بدزبانی کرتا ہے۔ لو سنو! اصل حرامزادہ تو وہی ہے جو اپنے باپ کے نطفے سے نہ ہو، اس لئے وہ غیروں (حکیم نورالدین وغیرہ) کو باپ لکھتا ہو۔ مگر مرزا صاحب کی اصطلاح میں حرامزادہ وہ ہے جو راستی کو چھوڑ کر ناراستی اختیار کرے۔ پس ان دونوں تعریفوں کے مطابق اڈیٹر بدر کا فرض ہے کہ میرا کوئی اشتہار اس مضمون کا دکھاوے جو اس نے میری طرف نسبت کیا ہے۔ یہ تو ہے تمہارے کذب کا جواب نمبر ایک۔

اب سنو! اصل بات کا جواب۔ بدر نے قادیانی مشن کے اثر سے کمال ایمان داری کے ساتھ اصل مضمون کو بگاڑا ہے۔ لکھتا ہے مولوی ثناء اللہ کے سامنے فیصلہ کی آسان راہ پیش کی تھی جس کا مطلب یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ سے دریافت کیا تھا کہ تم بھی اس صورت کو مانتے ہو یا نہیں۔ لیکن مولوی ثناء اللہ نے نہ مانا تو بس وہ صورت بھی رہ گئی۔

سبحان اللہ ایسی تحریف کی کہ یہودیوں کے بھی کان کتر ڈالے۔ اشتہار مذکور سے چند فقرات نقل کرتا ہوں ناظرین غور سے سنیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ انہیں تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے اے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپدیں اور جو چاہیں اسکے نیچے لکھدیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

ناظرین یہ جملے انشائیہ ہیں یا خبر یہ؟ یعنی ان میں مجھ سے کچھ استفسار ہے یا مجھ کو اور پبلک کو خبر دی گئی ہے کہ میں (مرزا) نے خدا سے اس مضمون کی دعا مانگی ہے پس تم بھی منتظر رہو۔ ادنی اردو دان بھی اس عبارت کو بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے مجھ کو اور پبلک کو اطلاع دی ہے کہ فیصلہ کے منتظر رہو، نہ یہ کہ مجھے فیصلہ کی دعوت دی ہے اور میرے سامنے صورت پیش کی ہے، جو بدر نے پخ نکالی ہے۔

او ظالم! اس طرح تم واقعات چھپا کر دنیا کو اندھا بنا سکتے ہو۔ آہ کیا سچ ہے!

خون ناحق بھی چھپائے سے کہیں چھپتا ہے کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

او بدر! اگر تو واقعی بدر ہے تو آ ہم تیرے ہی حوالہ سے اس نزاع کا فیصلہ کئے دیتے ہیں۔ سن اور بدر ۲۵، اپریل ۱۹۰۷ء کا پرچہ نکال کر سامنے رکھ جہاں تو مرزا آنجہانی کی ڈائری لکھتا ہے کہ آپ نے (یعنی مرزا نے) فرمایا: ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

پھر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا صاحب کی طرف سے تم (اڈیٹر بدر) نے میرے خط کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

> مشیت ایز دی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا، اور حضرت حجۃ اللہ کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ کے ساتھ جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی..
>
> خادم مسیح موعود محمد صادق، قادیان ۵ مئی ۱۹۰۷ء

بتاؤ ان حوالہ جات سے کیا ثابت ہوتا ہے؟ یہ کہ مرزا صاحب آنجہانی نے میرے ساتھ قطعی فیصلہ کر دیا تھا، یا صورت فیصلہ میرے سامنے پیش کی تھی؟

یہ ہیں صحیح واقعات۔ کیا الحکم کا ابوالحکم اس پر کچھ بولیگا؟

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۱۔۲)

پھر مولانا امرتسری ۲۲ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہل حدیث کے شمارہ میں لکھتے ہیں:

یہ تیسرا نمبر ہے مگر ناظرین یہ نہ سمجھیں کہ قادیانی مشن کی کذب بیانیاں کسی شمار میں آسکتی ہیں۔ ہرگز نہیں، اَن گنت اور بے شمار ہیں۔ جن کی اصل ہی افتراء اور بہتان پر ہو انکی فروعات کا

کون شمار کر سکے۔

آج ہم بدؔر کی اُس کذب بیانی کا جواب دینے کو ہیں جو میری شہادت کے متعلق مختلف رنگوں میں چہ میگوئیاں کیا کرتا ہے۔ شکر ہے کہ میرے بار بار کے اصرار پر اس نے میرے اصلی الفاظ (جنکی میں ہنوز تصدیق نہیں کرسکتا) نقل کر دیئے ہیں جو یہ ہیں:

''نماز نہ پڑھنے والا، زنا کرنے والا ایک قسم کا متقی ہے۔ قرآن کا کوئی حکم توڑنے والا بھی متقی ہوسکتا ہے۔ دروغ گو میں اگر اور اوصاف شرعیہ ہیں تو وہ ایک معنی میں متقی ہوسکتا ہے۔ دروغ گو، جعلساز، بہتان باندھنے والا، افترا باندھنے والا، دغا دینے والا ایک معنی سے متقی ہے۔ بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہو۔'' (۱۶ جون ۱۹۱۰ء)

یہ ہیں (بقول بدؔر) میرے اصلی الفاظ۔ اِن سب میں اخیر پر جو شرط لگائی گئی ہے (بشرطیکہ توحید پر قائم ہو) یہ سب کے لئے ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو شخص توحید خداوندی پر مضبوطی سے قائم ہو۔ اس سے اگر گناہ کبیرہ کسی قسم کی ہوجائیں تو وہ مطلق تقویٰ سے خارج نہیں ہوجاتا بلکہ بوجہ توحید کسی نہ کسی درجے میں متقی رہتا ہے گو تھرڈ کلاس ہی میں ہو۔ یہ نہیں کہ ایسے کام کرنے جائز ہیں۔ اب میں ناظرین کو اپنے اس دعویٰ کی دلیل مع حوالہ سُناتا ہوں۔ قادیانی مشن کے بندوں سے تو توقع نہیں کہ وہ کچھ فائدہ اٹھاوینگے، ہاں ناظرین سے امید ہے کہ وہ اصل بات کو پاجاوینگے۔

اصلؔ یہ ہے کہ تقویٰ کے مدارج ہیں تین۔ ایک یہ کہ توحید کامل کے ساتھ کبیرہ صغیرہ گناہوں سے بچنا۔ (۲) دوئم یہ کہ توحید کے ساتھ صغیرہ گناہوں کا سرزد ہوجانا۔ مگر کبائر (بڑے گناہوں) سے بچنا (۳) سوئم توحید کامل کے ساتھ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کا سرزد ہوجانا۔ یہ تین درجے ہیں متقیوں کے۔ تفسیر بیضاوی میں زیر آیت هدى للمتّقين تین قسمیں لکھی ہیں۔ مگر میں اس دعویٰ کو کہ گناہگار مرتکب کبائر بھی بشرط توحید ایکؔ معنی سے متقی ہیں۔ قرآن وحدیث سے ایکدفعہ پہلے ثابت کرچکا ہوں۔ اب بھی اسکا خلاصہ بتلاتا ہوں:

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ: تلك الجنّة الّتى نورث من عبادنا من كان تقيّاً ۔(پ ۱۶ ع ۷)۔(جنت کے وارث متقی ہوں گے)

اس آیت نے صاف بتلایا ہے کہ متقی لوگ ہی نجات پاوینگے۔ بہت خوب۔ حدیث شریف بروایت ابوذرؓ مشہور ہے وان زنٰى وان سرق یعنی موحّد آدمی کلمہ شہادت پڑھنے والا اگرچہ کبائر گناہ بھی کرتا ہو، نجات پاویگا۔ اس حدیث کو آیت مذکورہ کے ساتھ ملا کر دیکھیں تو نتیجہ

صاف ہے کہ تقویٰ کے مراتب کثیر ہیں۔ ایک تقویٰ تو وہ ہے جو بیضاوی کے الفاظ میں یوں ہے کہ:

ان یتنزہ عما یشغل سرہ عن الحق ویتبتل الیہ بشرا شرہ وھو التقویٰ الحقیقی۔

یعنی اعلیٰ تقویٰ یہ ہے کہ انسان کا دل تمام قسم کی آلائشوں سے جو دل کو خدا کی طرف سے ہٹادیں پاک صاف اور ہمہ تن خدا کی طرف متوجہ ہو۔ کچھ شک نہیں کہ یہ تقویٰ اعلیٰ درجہ کا ہے۔ جیسے مومن کامل کی یہی تعریف ہے کہ اس سے کسی کو تکلیف نہ پہنچے۔ لیکن یہ نہیں کہ گناہگار مسلمان (بشرط اقرار توحید ورسالت) ایمان اور اسلام سے خارج ہے۔

پس جس طرح ایمان کے مختلف مراتب ہیں۔ جس طرح ایک گناہ گار مرتکب کبائر انسان بھی ایک معنی سے مومن ہے اسی طرح بدکار فاسق فاجر بھی (بشرط توحید) ایک معنی سے متقی ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ ایسے کام کرنے سے تقویٰ میں کوئی فرق نہیں۔ حاشا وکلا۔

او بدؔر! اب بھی تجھ میں کچھ نور آیا یا ہنوز کسوف ہی میں ہے۔ کیا تو ہمارے پیش کردہ حوالجات کی باقاعدہ ہماری تقریر نقل کر کے تردید کرسکتا ہے؟ انشاء اللہ نہیں۔ مجھے خوب یاد ہے کہ جب میں نے عدالت میں شہادت دی تھی چونکہ مقدمہ بھی مرزا کا تھا اِس لئے مرزائی وکیل خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی نے ناک بھوں چڑھائی تو میں نے اسی وقت کہہ دیا تھا کہ تفسیر بیضاوی دیکھ کر آنا تھا۔ مگر مرزائی اور انصاف؟

ناظرین! یہ ہے اِن لوگوں کی دھوکا بازی کہ میرے مطلب کو بگاڑ کر مشہور کر رہے ہیں کہ معاذ اللہ میرے نزدیک جھوٹ بولنا وغیرہ جائز ہیں۔ یہ ایسی بات ہوئی کہ ایک شخص سے سوال ہو کہ نماز ترک کرنے سے آدمی ایمان سے خارج ہو جاتا ہے یا نہیں؟ وہ اس کا جواب دے کہ اگر توحید پر پختہ ہے تو ایک معنی سے مؤمن ہے۔ پس قادیاں کا بے نور بدؔر غل مچادے کہ دیکھو جی اس کے ہاں نماز پڑھنی بھی کچھ ضروری نہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے ؎

جو بشنوی سخن اہلِ دل مگو کہ خطاست　　سخن شناس نئی دلبرا خطا اینجا است

کیا الحکم کا ابوالحکم بھی کچھ بولیگا؟ اخبار پرکاش نے بھی بدؔر کا مضمون نقل کیا تھا، اِسلئے اسکے سمجھانے اور نقل کرنے کیلئے مختصر فقرے بتلاتا ہوں۔

بدؔر نے میری شہادت میں نقل کیا ہے: جھوٹ بولنے والا وغیرہ ایک معنی سے متقی ہے۔

اس کا مطلب ایسا سمجھو کہ آریہ کی اصل تعریف ہے نیک آدمی، لیکن ایک تعریف یہ بھی

ہے کہ کسی آریہ سماج کا ممبر ہو۔ پس جو شخص آریہ سماج کا تو ممبر ہو مگر ویدک دھرم پر مضبوطی سے پابند نہو، جیسے عموماً آج کل کے آریے ہیں، جس کا انکار کسی کو بھی نہیں۔ گو وہ شخص پہلے معنی سے تو آریہ نہیں مگر ایک معنی سے آریہ ہے۔ یعنی ان معنی سے کہ آریہ سماج کا ممبر ہے، آریہ سماج کے مشن سے دلی ہمدردی رکھتا ہے۔ اس طرح جھوٹ بولنے والا وغیرہ اعلیٰ درجہ کے تقویٰ سے تو ِگر جاتا ہے اور بہت دور گرتا ہے لیکن چونکہ وہ توحید اور ایمان کا قائل ہے اِس لئے ایک معنی سے متقی ہے۔ اِس کا ثبوت مذہبی کتابوں میں ملتا ہے۔ میرا مطلب یہ نہ تھا کہ ایسے کام کرنے جائز ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۳۸۔ مورخہ ۱۴ رجب المرجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۲ جولائی ۱۹۱۰ء ص: ۱-۳)

قادیانی سوالات کے جوابات

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی فرماتے ہیں:

ایک دوست نے چند سوالات جو اس کو مرزائیوں نے لکھ کر دیئے تھے، میرے پاس جواب کے لئے بھیجے۔ چونکہ مرزائی لوگ یہ سوالات اکثر پیش کیا کرتے ہیں اور عوام الناس کو مغالطہ میں ڈالتے رہتے ہیں لہذا ان کے جوابات پبلک میں شائع کرتا ہوں تا کہ دوسروں کو بھی علم ہو جائے اور ان کے دام سے بچ جائیں اور قادیانی بھی اپنے دام کا تارو پود ادھڑا ہوا دیکھ لیں۔ جن کا کہنا ہے: جو شخص ہمارے اعتراضات اور سوالات مندرجہ ذیل کے جوابات قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے بمدنظر اس کے کہ جوابات تناقض اور تعارض کے نقص اور عیب سے مبرا ہوں، دے، ہم ان کو قبول کرنے کے لئے تیار ہیں۔

سوال: کسی امر میں اللہ اور رسول یا فرستادہ خدا کی صداقت پر کھنے کیلئے قرآن نے جو عام قاعدہ اور قانون کے نیچے منہاج نبوت اور رسالت کے اصول وضع فرمائے ہیں وہ کیا ہیں؟

جواب: (از مولانا میر) سوال اول کا جواب سنیئے کہ قرآن شریف یا رسول برحق کی پرکھ کیلئے تین اصول بیان کئے ہیں۔ اول ظہور معجزہ، دوم تعلیم حق، سوم صدق وعدہ یعنی خدا تعالی جو وعدہ ان سے کرتا ہے وہ پورا کرتا ہے۔

ظہور معجزہ کی دلیل حضرت موسیٰ کا فرعون کے سامنے دعوی رسالت کرنا اور ظہور معجزہ کا بھی دعوی کرنا اور فرعون کے مطالبہ پر عصا اور ید بیضا کا معجزہ دکھانا اور نیز حضرت کا دعوی رسالت اور ظہور معجزات

تعلیم حق کی دلیل قرآن شریف کا دعوی کرنا کہ میری تعلیم سب سے بڑھ کر ہدایت والی ہے اوراس دعوی کا مطابق واقع ہونا اور نیز انبیاء کے دعوی رسالت کے ساتھ ہی اس تعلیم حق کا ذکر ہونا

صدق وعدہ کی دلیل آیت سورہ انبیاء ثم صدقنا هم الوعد

پس یہ تین امر ہیں جن سے صادق مدعی نبوت اور کاذب میں تمیز ہوتی ہے۔قادیانی میں ان تینوں امروں میں سے ایک بھی نہیں پایا گیا، بلکہ برخلاف ان کے معجزات کا انکاراور باطل کی تعلیم اورسب باتوں یعنی پیش گوئیوں کا خطا نکلنا ثابت ہوا جواس نے خدا پر افتراء باندھ کرشائع کی تھیں چنانچہ دوسرے سوال کے جواب میں اس کی مثالیں مذکور ہوں گی۔

سوال۲۔کیا حضرت مرزا صاحب جو مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتے ہیں منہاج نبوت کی رو سے جھوٹے ہیں۔ جومقابلہ سے دکھلاؤ۔

جواب (از مولا میر): بیشک مرزا قادیانی منہاج نبوت کی رو سے بالکل کاذب تھا۔اول اسلئے کہ اس نے باوجود دعوی نبوت کے کوئی معجزہ نہیں دکھایا بلکہ اپنے عجز کو چھپانے کیلئے معجزات عیسویہ سے انکارکیا دیکھوازالہ اوہام جلداول۔

دوم اس لئے کہ اس نے باطل کی اشاعت کی۔ایک کہ اس نے دعوی رسالت کیا اورآنحضرت ﷺ خاتم النبیین کی مہرکوتوڑنا چاہا کیونکہ حدیث صحیح بخاری وصحیح مسلم میں صاف آیا ہے کہ میری امت میں تیس کے قریب دجال اورکذاب ہوں گے۔اورآنحضرت ﷺ نے ان کے دجل (فریب) اور کذب (جھوٹ) کی دلیل صرف یہ بیان کی کلّھم یزعم انّه رسول اللّٰه یعنی ہرایک ان میں کا یہ گمان ودعوی کرے گا کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں۔ بس اس حدیث نے صاف بتلا دیا کہ آنحضرت ﷺ کے بعدصرف دعوی نبوت ہی دجال اورکذاب ثابت کرنے کیلئے کافی ہے۔

دوسری باطل تعلیم یہ کی کہ قرآن نے نص صریح اور ظاہر الفاظ میں فرما دیا کہ یہود نے حضرت مسیح کوصلیب پرنہیں چڑھایا۔ برخلاف اس کے قادیانی نے ، مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے کو بہت زور سے شائع کیا اورحقیقت میں اپنے دعوی کی بنیاداسی بات پر رکھی۔

تیسری باطل تعلیم یہ کہ قرآن وحدیث نے صراحت سے فرشتوں کا زمین پر نازل ہونا اور پروں والا ہونا بیان کیا، برخلاف اس کے قادیانی نے ان دونوں باتوں کا انکارکیا۔ ملاحظہ ہو توضیح مرام مصنفہ قادیانی۔

اسی طرح اور بہت باطل امور ہیں جو قادیانی نے قرآن وحدیث کے برخلاف جاری کئے

سوم اس لئے قادیانی منہاج نبوت کی رو سے جھوٹا ہے کہ اس نے جو پیشگوئی خدا کا نام لے کر کی وہ غلط نکلی اور ان سے کوئی بھی پوری نہ ہوئی مثال کیلئے واقعات ذیل پر نظر کرو:

۱۔ عبداللہ آتھم کا ۱۵ مہینے میں مر جانا یا مسلمان ہو جانا۔ ان دونوں امروں میں سے کوئی بھی واقع نہیں ہوا۔ نہ عبداللہ آتھم ان ۱۵ مہینوں میں مرا اور نہ مسلمان ہوا بلکہ ۱۵ مہینے گذار کر عیسائی ہی رہا اور قادیانی کو جھوٹا ثابت کرتا رہا۔

۲۔ محمدی بیگم کا مرزائے قادیانی کے نکاح میں آ جانا۔ مرزا قادیانی بصد حسرت مر گیا لیکن محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی

۳۔ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب کا مرزا قادیانی کے سامنے مر جانا اور قادیانی کی عمر کا بڑھایا جانا۔ نہ ڈاکٹر عبدالحکیم قادیانی کے سامنے مرے، اور نہ قادیانی کی عمر بڑھی۔ بلکہ برخلاف اس کے قادیانی خود ڈاکٹر عبدالحکیم کے سامنے مر گیا اور خدا کے فضل سے ڈاکٹر صاحب ابھی صحیح سلامت ہیں۔ اور مئی سن حال (۱۹۱۰ء) میں خاکسار کو فیروز پور میں مع اپنے دو فرزندوں کے بخیریت ملے تھے۔

۴۔ مرزا قادیانی کے ہاں اس کے بیٹے مبارک احمد کی وفات کے بعد اس کی بجائے ایک اور لڑکا ہونا۔ مبارک احمد کی بجائے اس تاریخ کے بعد مرزا قادیانی کے گھر کوئی لڑکا نہیں ہوا، بلکہ خود قادیانی مر گیا اور بیوی بھی غیر حاملہ چھوڑ گیا جس نے آئندہ کی امید بھی توڑ دی۔

مثال کے لئے اتنے واقعات کافی ہیں، اور آخر میں ہم بطور قاعدہ کلیہ کے مرزائیوں سے اور خاص کر خلیفہ قادیانی سے سوال کرتے ہیں کہ آپ مرزا قادیانی کی صدہا ہزارہا پیش گوئیوں میں سے ایک ایسی پیش گوئی پیش کریں جو الہام کے الفاظ کے مطابق پوری ہوئی ہو۔

مرزا قادیانی نے اپنے مریدوں کی نظروں میں جہان کو علم سے خالی دکھانا چاہا ہے اور ان کی آنکھوں میں مٹی ڈال کر دنیا کو ان کی نظر میں تیرہ کر دیا ہے کہ منہاج نبوت کے یہ معنی بتائے کہ نبی کی پیش گوئی وقوع کے وقت سے کبھی ملتوی بھی ہو جاتی ہے۔ یہ تاویل باطل ہے اور غلط بیانی ہے۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ خدا کے ہزارہا انبیاء میں سے کسی ایک نبی کا کوئی ایسا واقعہ بتائیں جس کی بابت نبی نے خدا سے اطلاع پا کر کہا ہو کہ یہ فلاں امر فلاں وقت پر یا اس سے پہلے یا اس سے پیچھے یا میری زندگی میں یا میری موت کے بعد (غرض کسی طریق پر بھی میعاد مقرر کی ہو) واقع ہو گا، تو وہ وقت غیر امر کے وقوع کے گذر گیا ہو۔ خلیفہ قادیانی کتب حدیث کی ورق گردانی کریں اور ہمیں کوئی ایسا واقعہ دکھائیں۔

❁سوال۳۔حدیث انّ اللّٰہ یبعث لھذہ الامة علی رأس کل مأة سنة من یجدد لھا دینھا کی رو سے مرزا صاحب اگر مجدد نہیں تو بتلاؤ پھر وہ کون شخص ہے جو اس صدی کیلئے مجدد ہو کر آیا ہو، اور اگر یہ مجدد نہیں اور نہ کوئی اور آیا ہے تو کیا یہ حدیث جھوٹی ہے۔اگر یہ سچی ہے تو کیا اس صدی پر.. منقطع ہوگئی اگر منقطع ہوگئی تو سند پیش کرو۔

❁جواب (از مولانا میر): مجددیت کسی خاص شخص کا نام نہیں ہوتا۔حدیث میں من عام ہے.. ۔ پس کسی خاص شخص کے دعوی کی ضرورت نہیں البتہ میاں نذیر حسین محدثؒ دہلوی اور سید صدیق حسن بھوپالویؒ اسی زمانہ کے تھے جنہوں نے سنت نبوی کی اشاعت کی۔مجدد کا کام سنت کو زندہ کرنا اور شائع کرنا ہوتا ہے نہ کہ بدعت کو پھیلانا، مرزا قادیانی نے بدعت پھیلائی، قرآن و حدیث کے منصوصات کے خلاف تعلیم کی، مجدد نہیں بلکہ مبتدع تھا، اور بہ سبب دعوی نبوت، تیس دجالوں میں سے بموجب اس حدیث کے جو صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے اور اس کا ذکر اوپر سوال کے جواب میں گذر چکا ہے۔

❁سوال .. حدیث انّ لمھدینا آیتین لم یکونا منذ خلق السماوات و الارض .. الخ کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کی صداقت ہوتی اور یہ حدیث گو کسی طبقے کی ہے بوجہ وقوع کے صحیح ثابت ہوگئی اور اس نشان نے مرزا صاحب کے دعوی مہدویت کے بعد آپ کے دعوی پر آسمانی شہادت سے مہر صداقت لگا دی۔اگر مرزا صاحب مہدی نہیں تو بتلاؤ وہ مہدی جن کے دعوی کی صداقت کے لئے یہ نشان بطور شہادت کے ظاہر ہوا کہاں ہے؟ اور کس جگہ اور یاد رہے کہ گواہی کی ضرورت دعوی کے بعد ہوتی ہے جیسے وقوع میں آئی۔

❁جواب: سائل علم حدیث اور اصول حدیث سے بالکل بے خبر ہے انّ لمھدینا کوئی حدیث نہیں ہے جب استدلال کے وقت لفظ حدیث مطلقاً بولا جائے تو اس سے حدیث مرفوع صحیح مراد ہوتی ہے جو استدلال میں کام آتی ہے نہ کہ ہر ایک قول، جو حجت میں پیش نہیں ہوسکتا سائل اس کو حدیث قرار دیتا ہے۔یہ قول تو صحابی کا قول بھی نہیں۔

دیگر یہ کہ یہ روایت سنداً بھی سخت ضعیف ہے کیونکہ اس میں شمر اور جابر جعفی دونوں راوی ضعیف ہیں۔امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ میں نے جابر جعفی سے بڑھ کر جھوٹا کوئی نہیں دیکھا۔

سوم یہ کہ واقعہ بھی اس کے مطابق وقوع میں نہیں آیا کیونکہ اس روایت میں صاف ہے کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن لگے گا اور سورج کو نصف رمضان میں، حالانکہ اس طرح نہیں ہوا۔

اور اگر کہا جائے کہ پہلی رات کو چاند گرہن نہیں لگا کرتا تو اس کے جواب میں یہ یاد رہے کہ اس حدیث میں تو یہی لکھا ہے کہ ایسی بات ہوگی جو آگے کبھی نہیں ہوئی ہوگی۔ اگر کہا جاوے کہ رمضان میں کسوف وخسوف کا اجتماع پہلے کبھی نہیں ہوا تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بالکل بے علمی ہے یہ تو حساب کی رو سے کئی دفعہ ہوا۔ دیکھو کانا دجال مصنفہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی۔

سوال: طاعون مسیح موعود کے نشانوں میں سے ایک نشان فرمایا گیا جیسے کہ قرآن اور حدیث میں بیان کیا گیا۔ قرآن میں لکھا ہے کہ طاعونی نشان چاند سورج کے گرہن کے نشان واقع ہونے کے بعد سرزد ہوگا جیسا کہ فرمایا گیا و جمِع الشّمس و القمر۔ یقول الا نسان یو مئذٍ این المفرّ۔ کلّا لا وزر۔ (قیامۃ: ۹۔۱۱) ۔یعنی جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا جس کو دیکھ کر انسان بول اٹھے گا کہ این المفر کہاں بھاگوں؟ پھر کہا جائے گا کہ اب کوئی جائے پناہ نہیں کہ اس عذاب کے عالمگیر ہونے کی طرف اشارہ جیسے دوسری جگہ فرمایا و ان من قریۃٍ الّا نحن مھلکوھا قبل یوم القیامۃ او معذّبوھا عذاباً شدیداً۔ کان ذلک فی الکتاب مسطوراً (بنی اسرائیل: ۵۸)۔ پھر عالمگیر عذاب کا ظہور کسی رسول یا فرستادہ خدا کے آنے کے بعد ہوتا ہے جیسا کہ فرمایا و ما کنّا معذّبین حتّی نبعث رسولاً ۔ اس مذکورہ بالا کی رو سے حضرت مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت کی صداقت ثابت ہوتی ہے۔ اگر مرزا صاحب مسیح موعود نہیں تو بتلاؤ وہ کون فرستادہ خدا آیا جس کے لئے جمالی اور جلالی نشان وقوع میں آئے۔

جواب (از مولانا میر): سائل نے اس سوال میں جس قدر مقدمات باندھے سب افتراء اور باطل ہیں اور جو نتیجہ نکالا وہ بنائے فاسد بر فاسد ہے۔ اے قادیانیو! خدا سے ڈرو، تمہارا پیر تو افتراء ہی میں مرگیا اور اپنے عبرت ناک موت سے دنیا کو ڈرا گیا۔ اب تم تو خدا پر افتراء کرنا چھوڑ دو۔ آیت میں کہاں لکھا ہے اور کس لفظ کے معنی ہیں:

> جب مسیح موعود اور مہدی موعود کے نشان شمسی اور قمری کے وقوع کے بعد بھی لوگ انکار کریں گے تو ایسا عذابی نشان ظاہر ہوگا۔

کیا تم خود جاہل ہو اور قادیانی فریب میں آچکے ہو تو دوسروں کو بے علم خیال کرتے ہو آیت میں نہ طاعون کا ذکر ہے، نہ مسیح موعود و مہدی موعود کا، اور نہ تمہارے فرضی مسیح یا مفتری کذاب کا ذکر ہے، اور نہ کسوف وکسوف کے مجتمع ہونے کا ذکر ہے۔ پس تم ہی بتلاؤ خدا پر اتنے

افتراء باندھے، اس کی کیا سزا ہے۔ آیت میں تو قیامت کا ذکر ہے چنانچہ پہلی آیت سے پڑھو تو معلوم ہو جائیگا کہ صاف لفظ قیامت کا لکھا ہے یسئل ایّان یوم القیامۃ ۔ فاذا برق البصر ۔ و خسف القمر ۔ پس ان آیات کے معنی یہ ہیں کہ انسان پوچھتا ہے کہ قیامت کا دن کب ہوگا، یعنی خیال کرتا ہے کہ ہرگز نہیں ہوگا۔ سو اس کا جواب فرمایا کہ قیامت اس وقت ہوگی جب نگاہ پتھرا جائے گی اور چاند بے نور ہو جائے گا، اور سورج اور چاند یکجا کئے جائیں گے، اور انسان کہے گا کہ بھاگنے کی جگہ کہاں ہے؟۔ یہی صاف ترجمہ ہے، اور جو کچھ کہ تم کیا وہ سب افتراء ہے۔ یقین نہ ہو تو قرآن شریف کے تراجم اور تفاسیر دیکھو، پھر جس کا ترجمہ صحیح نکلے اس کی پیروی کرو۔

اور دوسری آیت و ان من قریۃ میں جو تم نے طاعون مراد لیا یہ بھی بے بنیاد ہے ۔آیت میں طاعون کے لئے کوئی لفظ نہیں، نہ تو کسی زمانے کی تخصیص ہے، اور نہ کسی عذاب کی تعیین ۔بلکہ عام آیت ہے۔ پس اس سے بھی آپ کا مطلب نہیں نکل سکتا کیونکہ اس کو بھی کسی فرستادہ وغیرہ سے تعلق نہیں۔ اور یہ جو تم نے کہا کہ وما کنّا معذّ بین حتّی نبعث رسولاً اس سے بھی تمہارا مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ آیت کے معنی ہرگز یہ نہیں کہ جب کوئی عذاب آوے تو اس وقت کا رسول بھی ضرور موجود ہو، کیونکہ ایسے ابتلاء جو امراض کے قسم کے ہوتے ہیں وہ رسول کی موجودگی میں آتے ہیں اور رسولوں کی وفات کے بعد بھی۔ اگر تمہارے مذہب کے مطابق رسول کا موجود ہونا ضروری ہے تو حضرت عمرؓ کے عہد میں جو طاعون آیا تھا اس وقت کون سا رسول موجود تھا، اور اس کے بعد جب جب طاعون آیا، ان وقتوں میں کون کون رسول تھا؟ اور سلطنت مغلیہ کے وقت جب ہندوستان میں طاعون آیا تھا تو اس وقت کون رسول تھا؟

ان واقعات سے معلوم ہوا کہ طاعون وغیرہ امراض کے لئے کسی فرستادہ خدا کا موجود ہونا ضروری نہیں ۔ ہاں رسولوں کے مبعوث ہونے کے بعد عذاب آنے کے یہ معنی ہیں کہ خلقت کے گناہوں پر اللہ تعالی گرفت نہیں کرتا جب تک ان کی طرف رسول بھیج کر اپنی شریعت ان کو پہنچا نہ دے ۔ پس آنحضرت ﷺ کے بعد جب جب ایسے ابتلاء آئے تو اس سے یہ سمجھنا چاہیے کہ آنحضرت ﷺ کی معرفت شریعت آسان ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو پہنچ چکی، اور لوگوں نے نافرمانی کی تو خدا نے کسی بلا میں گرفتار کیا۔

دیگر یہ کہ جو عذاب رسول برحق کے انکار پر آتا ہے اس میں صرف کفار ہی پکڑے جاتے ہیں کیونکہ عذاب کی وجہ یعنی انکار صرف منکرین میں پائی جاتی ہے اور مومن خواہ وہ کسی قدر گنہگار بھی

ہوں اس عذاب سے بچائے جاتے ہیں جیسا کہ ہودؑ اور صالحؑ اور حضرت نوحؑ کی قوم کے ساتھ ہوا کہ صرف منکرین ہلاک ہوئے اور مومنین بچائے گئے۔ لہذا اگر یہ طاعون مرزا قادیانی کی تکذیب کی وجہ سے ہوتا تو مرزائی اس میں مبتلا نہ ہوتے، حالانکہ وہ بھی بیچ میں رگڑے گئے، ہندوؤں پر بھی اثر پڑا، مسلمان بھی مبتلا ہوئے۔ پس یہ ابتلاء ان ابتلاؤں میں سے ہے جن میں عام طور پر خدا اپنی یاددہانی کیلئے بندوں کو مبتلا کیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا:

و لنبلونّکم بشیء من الخوف و الجوع و نقص من الاموا ل و الانفس و الثمرات، و بشّر الصابرین۔ (بقرہ:۱۵۵)۔

ایسے ابتلاؤں میں نیک و بد مطیع و عاصی مومن و کافر ہر دو جنس میں سے مبتلا ہوتے ہیں چنانچہ فرمایا و اتقوا فتنۃ لا تصیبنّ الذین ظلموا منکم خاصہ (انفال:۲۵) (اور تم ایسے وبال سے بچو! کہ جو خاص کر ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں سے ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں) اسی لئے حدیث شریف میں مطعون یعنی طاعون سے مرے ہوئے کو شہادت کا مرتبہ بیان کیا گیا ہے (بخاری، موطا مالک) ورنہ اگر طاعون رسالت کے انکار کے باعث ہوتا تو کسی مومن کو نہ ہوتا، اور وہ اس وجہ سے شہادت بنتا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۳۔۶)

الحکم پر بجلی گری

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کے انتقال سے کچھ دن بعد (۲۰ نومبر ۱۹۰۸ء کے) اخبار اہلحدیث میں اس عنوان سے لکھا گیا تھا کہ الحکم قادیان، مرزا قادیانی کے بعد مردگی کی حالت میں ہے۔ اس پر الحکم کے ابوالحکم نے بہت بُرا منایا تھا۔ مگر خدائی بول پورے ہو کر رہتے ہیں۔ آج کل الحکم پر بجلی کا ایسا اثر ہے کہ کئی کئی ہفتے لیٹ رہتا ہے۔ آتا ہے تو کئی ایک ہفتوں کا اکٹھا۔ چنانچہ ۱۲-۲۸ جون اور ۷۔ جولائی کا پرچہ بھی اکٹھا نکلا۔ مگر اوراق خواندگی اہلحدیث کی تقطیع کے برابر کے کل چار۔ اس سے بعد آج (۲۷ جولائی) کو پرچہ آیا تو اُس پر مورخہ ۲۱ جولائی لکھا ہے۔ ۱۴ جولائی ۱۹۱۰ء کا ہضم۔ کیا ابھی کسی کو شک ہے کہ الحکم پر بجلی نہیں گری۔ گری اور ضرور گری۔ فقطع دابر القوم الّذین ظلموا۔

(اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۰۔ مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۵ راگست ۱۹۱۰ء ص:۲-۳)

قادیانی اخبار بدر کے اڈیٹر مفتی محمد صادق لکھتے ہیں:

الحکم کی نسبت اکثر احباب دریافت کرتے رہتے ہیں انکی اطلاع کیلئے مرقوم ہے کہ ۷ ستمبر کے بعد آج ۲۸ ستمبر کو بھی پرچہ نکلا ہے جس میں اعلان کر دیا گیا ہے کہ آئندہ شیخ یعقوب علی کے واپس آنے تک اخبار شائع نہ ہوگا۔ سنا گیا ہے کہ شیخ صاحب جلد آنیوالے ہیں۔ امید ہے کہ سب انتظام پھر درست کرنیکی کوشش کرینگے۔ (بدر ۳۰ ستمبر ۱۹۰۹ء۔ ص ۷)

شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

جب سے مشین پریس جاری کیا گیا تھا اس کی وجہ سے کارخانہ کو ایک کثیر نقصان اٹھانا پڑا جس کی تلافی اس وقت تک نہیں ہوئی۔ اس میں کلام نہیں کہ بعض احباب نے میری حوصلہ افزائی اور ہمت بڑھانے کی ہر ممکن کوشش کی، مگر اسباب کے سلسلہ میں جو کام سب کے کرنے کا ہے وہ ایک دو سے نہیں ہوسکتا۔ ہاں میں شرح صدر سے اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ حضرت خلیفۃ المسیح (نور الدین) نے جہاں مجھ سے الحکم سے الگ نہ ہونے کا عہد لیا ہے وہاں الحکم کی اعانت میں واجب التقلید حصہ لیا۔ صرف آپ کی خلافت کا عہد الحکم کی زندگی میں ایسا دور ہے کہ آپ نے متعدد مرتبہ اس کی مدد نقد روپیہ سے کی...

میری غیر حاضری میں الحکم کا بند رہنا، نہ اس وجہ سے ضروری تھا کہ آج کل پریس ایکٹ کی وجہ سے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے، بلکہ اس پر پلیگ اور فصل ربیع کی کٹائی کا اضافہ ہوگیا۔ کارخانہ الحکم کا ایک پریس مین بیمار ہو کر فوت ہوگیا اور مزدور کٹائی فصل میں مصروف ہو گئے۔ یہ اسباب مل کر اتنے دنوں تک الحکم کے بند رہنے کا موجب ہوئے۔ اس میں اثنا میں بہی خواہان الحکم نے حسب معمول تردد کے خطوط لکھے، اور چونکہ میں دفتر سے غیر حاضر تھا اس لئے ان کے جواب نہ پہنچنے پر انہیں اور بھی حیرت ہوئی۔ میں نے اپنے سفر کے سلسلہ میں ایک عام اطلاع بدر میں شائع ہونے کے واسطے بھیجی تھی مگر وہ معلوم نہیں کیوں چھپ نہیں سکی۔ بعض لوگوں نے اس تعویق کے متعلق عجیب افواہ اڑائی جو میں نے لاہور جا کر سنی جب کہ بعض آدمیوں نے خود مجھ سے دریافت کیا اور وہ افواہ یہ تھی کہ اخبار الحکم کا پچھلا نمبر حضرت خلیفۃ المسیح نے جلوا دیا ہے اور اڈیٹر الحکم بھاگ گیا ہے۔ میں اس خبر کو سن کر اتنا حیران ہوا کہ میری زندگی میں یہ پہلا موقع تھا۔ اس لئے کہ اخبار خود میں نے شائع کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح نے ایسا کوئی حکم کبھی دیا ہی نہیں تھا، پھر یہ گپ کیوں اڑائی گئی.. ایسے مفتریوں کو جو حضرت خلیفۃ المسیح پر افتراء کرتے ہیں توبہ کرنی چاہیے۔ ایسی باتوں سے الحکم کو انشاء

اللہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ مسیح موعود نے اس کو اپنا بازو قرار دیا ہے اب جو چاہتا ہے کہ نعوذ باللہ حضرت کا بازو ٹوٹ جائے وہ زور آزمائی مگر خدا سے ڈرے۔ ایسی افواہوں سے میرا کچھ نہیں بگڑے گا۔

(الحکم ۲۸۔اپریل ۷مئی ۱۹۱۱ء ص: نمبر۱۳۔۱۴ جلد ۱۵۔ ص ۳)

اڈیٹر الحکم نے مولانا امرتسریؒ کی بات کا بہت برا منایا تھا لیکن حقیقت یہی ہے کہ الحکم ان دنوں اپنے دم واپسین پر تھا جس کی شہادتیں درج ذیل ہیں۔ شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

ابھی الحکم چار ہزار کا اور زیر بار ہے اور اس میں ایک ہزار روپیہ وہ بھی داخل ہے جو الحکم کی پابجائی کے لئے ضروری ہے...

باوجود اس حالت کے کہ الحکم بے ترتیب شائع ہوا، کیا اس کی قبولیت میں فرق نہیں آیا۔ میں نے بعض اوقات چاہا کہ اسے بند کروں، مگر مسیح موعود کے خلیفہ نے تین مرتبہ عہد لیا کہ میں اسے بند نہیں کرونگا۔ یہ عہد بتاتا ہے کہ منشاء الٰہی ہے کہ خادم سلسلہ الحکم زندہ رہے۔

پس اے سننے والو سن لو! الحکم خدا تعالیٰ کے دین کا خادم ہے اس کے اڈیٹر کو خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس خدمت کے قابل دل و دماغ عطا فرمایا اور میں اس ربانی عطیہ پر ناز کرتا ہوں کہ میرے آقا اور مطاع خلیفۃ المسیح نے عموماً الحکم کی اڈیٹوریل خصوصیت کو سراہا ہے.. یہ محض فضل ربانی ہے میری قابلیت اور استعداد نہیں بلکہ سلسلہ حقہ کی خدمت کے طفیل مجھے یہ فضل دیا گیا ہے۔

ان حالات کے اندر کیا تم پسند کرتے ہو کہ وہ قلم جو خدمت کرنے کا اہل ہے محض اس وجہ سے رکا رہے کہ الحکم مالی زیر باری کے نیچے ہے۔ تمہاری غیرت اور حمیت کا تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ تم خود بلاکسی تحریک کے اس کمی کو پورا کر دیتے اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی۔ مگر تم نے واقف ہو کر بے پرواہی کی اس کا جواب تم اللہ کے حضور دو گے۔

یاد رکھو کہ الحکم ان مشکلات سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے نکل جاوے گا لیکن تم پر یہ حجت رہ جائے گی آنے والی نسلیں الحکم کے پچھلے فائلوں کو پڑھیں گی اور اس کے کارناموں کو دیکھیں گی پھر وہ ان مشکلات کے سالوں کے اندر سے گذریں گی، تو تمہاری سرد مہری پر افسوس کئے بغیر نہ رہیں گی۔ اس زمانہ میں قلم کا ہتھیار تمہیں دیا گیا تھا اور ضرورت تھی کہ تم کپڑے بیچ کر بھی اس ہتھیار کی قدر کرتے، مگر تم خود سوچو کہ الحکم کے ساتھ تم نے کیا کیا ہے؟

میں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو۔ میں یہ تحریک بھی نہ کرتا مگر اس

تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے، جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے، یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود.. انہوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکلات سے متاثر ہو کر دس روپیہ مجھے بھیجے ہیں، اور یہ تحریک کی ہے کہ میں تحریک کروں۔ میں اس دس روپیہ کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں، اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے، اور اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہوگی...

یہ (امدادی) رقوم کم از کم دسمبر ۱۹۱۱ء تک آ جانی چاہییں تا کہ جنوری ۱۹۱۲ء سے خدا تعالیٰ چاہے تو الحکم پہلی سی شان کے ساتھ نکل سکے ... میں نے اس مضمون کے لکھنے سے پہلے دیوان حافظ کھولا تو اس میں سے جو شعر نکلا جو وہ ہے

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند بشرط آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

سب سے آخر میں الحکم ہی کے ذریعہ حضرت خلیفۃ المسیح کے حضور عرض کرتا ہوں کیونکہ اڈیٹر کا سب سے بڑا ذریعہ خط و کتابت وعرض حال اس کا اخبار ہی ہوتا ہے کہ:

میرے آقا! تیرا یہ خادم کیسا ہی نابکار ہو، مگر آخر تیرا ہے۔ لڑ لگے کی لاج ہوتی ہے۔ تیری خواہش ہے کہ قادیان سے کوئی کام شروع ہو کر بند نہ ہو۔ الحکم کے زور قلم اور اس کی قوت استدلال نے تیرے پاک دل میں اپنے لئے جگہ حاصل کی ہوئی ہے، تیرے طیب مال نے الحکم کی سر پرستی سے مضائقہ نہیں کیا، اگر اس کی کمزوریوں نے تیرے شفاف دل پر کبھی اثر پیدا کرنا چاہا ہے، تو الحکم کی خصوصیتوں نے اسے تیرے رحم کے نیچے فوراً محو کر دیا۔ یہ وقت اس کے لئے خاص امتحان کا ہے، ایک حصہ سے وہ نکل گیا ہے، دوسرا پرچہ باقی ہے۔ اپنی نیم شبی دعاؤں سے اس کی مدد فرما۔ تیری دعائیں ان بادلوں کو جو ابھی اس پر منڈلاتے ہیں فور کرنے کا اثر رکھتی ہیں۔ میں اس میں بھی قطعاً مضائقہ نہیں سمجھتا، بلکہ فخر رکھتا ہوں کہ یہ عرض کروں کہ دعاؤں کے ساتھ اپنے پاک مال سے بھی اب اس کی تائید میں وہ حصہ لے جو ابّ قوم (قوم کا باپ) ہونے کی حیثیت سے تیرے شایان شان ہے اور یونیورسٹی کی ضرورت سے بھی اس کا زیادہ احساس تیرے دل میں ہے...

خاکسار یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم قادیان۔ (الحکم ۲۸۔ اکتوبر۔ ۷ نومبر ۱۹۱۱ء)

 اڈیٹر البدر قادیان نے الحکم بند نہ ہو، کے زیر عنوان درج ذیل اپیل شائع کی :

الحکم سلسلہ حقہ کا سب سے پہلا اور پرانا اخبار ہے۔ وہ ایسے وقت میں جاری ہوا تھا جب کہ قوم کو اس کی سخت ضرورت تھی، مگر ایک اخبار کے جاری کرنے کا کام مدبرین زمانہ کی نظر میں قمار بازی سے بڑھ کر نہ تھا، کیونکہ جماعت قلیل تھی اور اخبار خوانی کا مذاق کم تھا۔ ایسے وقت میں ایک اخبار جاری ہوا اور اب تک وہ قوم کی خدمت میں مصروف ہے۔

ہر ایک چیز کی خوبیاں اور نقائص اسکے شامل حال ہیں۔ دنیا میں کوئی شئی قدوس سبوح ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتی لیکن اس میں شک نہیں کہ الحکم کی خدمات قابل قدر ہیں اور قوم کا فرض ہے کہ اسے بند نہ ہونے دے۔ حضرت اقدس (مرزا) فرمایا کرتے تھے کہ الحکم اور بدر ہمارے دو بازو ہیں ان کے ذریعے ہمارے الہامات فوراً تمام ملک میں شائع ہو جاتے ہیں۔

بعض مالی مشکلات کے سبب جن کی تفصیل اخبار الحکم میں کی جاتی رہی ہے، کارخانہ الحکم سخت مقروض ہے۔ اسی کے سبب سے اخبار مشکلات میں ہے اور اس کی اشاعت میں بے ترتیبی واقع ہو رہی ہے۔ پھر بھی اس کے مالک کی ہمت ہے کہ وہ اب تک اسے نکالے چلے جاتے ہیں اور بالکل بند نہیں ہونے دیا۔ اب تازہ اخبار میں انہوں نے ایک اپیل قوم کے سامنے رکھی ہے کہ اس قرضہ کی ادائیگی کا انتظام کیا جائے۔ جو تجویز انہوں نے پیش کی ہے میرے خیال میں قوم کے متمول احباب کے آگے کوئی بڑی بات نہیں۔ بلحاظ الحکم کا پرانا خریدار ہونے کے میں نے خود بھی اس امداد میں حصہ لیا ہے اور بدر کی طرف سے بھی اس مالی امداد میں شمولیت ہوئی ہے گو موجودہ حالات کے لحاظ سے وہ بہت ہی قلیل ہے۔ میں اس تحریک کا اقتباس درج ذیل کرتا ہوں :

میں پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ اپنے اس خادم کی خبر لو۔ میں یہ تحریک بھی نہ کرتا مگر اس تحریک کا محرک دراصل وہ مبارک وجود ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اپنی پاک وحی میں اولوالعزم کہا جس کو فضل عمر کہا اور اس کے عجیب عجیب نام رکھے جو ہمارے لئے برکت اور فضل ہے یعنی صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد۔ انہوں نے الحکم کی ضرورتوں اور مشکات سے متاثر ہو کر دس روپیہ مجھے بھیجے ہیں، اور تحریک کی ہے کہ میں تحریک کروں۔ میں اس دس روپیہ کی رقم کو دس کروڑ سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتا ہوں اس لئے کہ یہ اس ہاتھ سے ملے ہیں جو آیۃ اللہ ہے، یہ اس دل سے نکلی ہوئی تحریک ہے جو مظہر انوار سماوی ہے۔ خدا کے فضل سے یہ ضرور بابرکت ہو گی اور نتیجہ خیز (نتیجہ یہ ہوا کہ اخبار جلد ہی بند ہو گیا۔ بہاء) پس میں احباب اور سرپرستان الحکم میں سے چارسو ایسے احباب کو بلاتا ہوں جو

صاحزادہ صاحب کی اس مبارک سنت کی تقلید کریں اور الحکم کی مشکلات میں اس کے ناصر ہوں بعض ایسے احباب ہیں جو ایسے سوسو روپیہ دے سکتے ہیں الحکم کے خریداروں میں سے چار سو ایسے آدمیوں کا نکلنا کچھ بھی مشکل نہیں اور یہ رقوم از کم دسمبر ۱۹۱۱ء تک آ جانی چاہییں تا کہ جنوری ۱۹۱۲ء خدا تعالی چاہے تو الحکم پہلی سی شان سے نکل سکے،۔ (اخبار بدر قادیان ۱۶ نومبر ۱۹۱۲ء ص ۷)

اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

الحکم کی بے ترتیب اشاعت نے مخالفین کو خوش ہونے کا موقع دیا ہے اور ان میں سے زیادہ بلکہ اکیلا خوشی کرنے والا امرتسری منکر ہے۔ وہ بغلیں بجاتا ہے کہ اس نے الحکم پر بجلی گری والا مضمون جو لکھا تھا وہ پورا ہوا ہے۔ میں سردست اس پر کچھ نہیں کہتا، انشاء اللہ العزیز وقت آتا ہے جو اسے جواب دے گا۔ اگر وہ شرافت اور متانت سے کام لیتا تو ایسی خوشی سے جو اس کی اخلاقی حالت کی پردہ در ہے باز رہتا۔ وہ دیکھتا ہے کہ اخبار الحکم نے احمدی قوم میں خدا کے فضل اور تائید سے وہ روح پیدا کردی ہے کہ احمدی قوم اپنی ستہ ضروریہ میں اخبار کو بھی ایک ضرورت سمجھتی ہے اور اسی جوش اور شوق کا نتیجہ ہے کہ الحکم کا کام کرنے والے اس وقت تین اخبار اور چار رسالے موجود ہیں خصوصاً احمدی، امرتسر منکر (ثناء اللہ) کی نخوت اور تعلیٰ کا کیڑا نکالنے کیلئے الحکم سے بھی زیادہ اپنے قلم میں قوت رکھتا ہے۔ پھر اس کیلئے یہ کون سا خوشی کا مقام ہے۔ علاوہ بریں احمدی قوم (خدا نہ کرے) ایسی بے حمیت اور بے پرواہ نہیں کہ وہ اپنے پیشرو جریدہ کی قدر نہ کرے۔

بہر حال امرتسری منکر کی خوشی کو چھوڑ کر جو بیہودگی کی دلیل ہے، الحکم کے لئے یہ کم خوشی کا مقام نہیں کہ اس کی ان مشکلات میں جو مشین پریس کے اجراء کی وجہ سے پیدا ہوئیں الحکم کے قدردانوں نے اعانت کی طرف ہاتھ بڑھایا ہے۔ میں نے پہلے بھی ظاہر کیا تھا کہ الحکم کی اعانت کے لئے جو عملی تحریک حضرت صاحبزادہ (محمود) صاحب نے فرمائی ہے کہ احباب دس دس روپیہ اس فنڈ میں دے دیں، یہ انشاء اللہ بابرکت ہوگی۔ اور اس کے اثر میں میں دیکھتا ہوں کہ لالہ دینا ناتھ اڈیٹر ہندوستان نے بھی دس روپیہ اس فنڈ میں دینے پسند کئے ہیں۔ ان کا روپیہ پہنچ گیا ہے اور میں خصوصیت سے ان کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے باوجود غیر مذہب ہونے کے الحکم کے احیاء اور بقاء کی ضرورت سمجھی۔

لالہ دینا ناتھ نے جس اصول پر الحکم کی اعانت کی ہے وہ میرے لئے ایک قیمتی چیز ہے

انہوں نے اپنے خط میں ظاہر کیا ہے کہ الحکم کی اعانت اسلئے کرتے ہیں کہ وہ ایک نیکدل اور بااصول اخبارنویس کے ہاتھ میں ہے۔ گو یہ ان کا حسن ظن ہے لیکن ایک کامیاب اخبارنویس اور ہندوقوم کے ایک مسلمہ لیڈنگ پیپر کے ایک اڈیٹر کی قلم سے یہ رائے اخبار الحکم کی قدر و قیمت میں بیش بہا اضافہ ہے، اس سے مسلمان اخبارنویسوں کو سبق لینا چاہیے۔ جہاں مسلمان اخباروں میں امرتسری منکر کی وہ حالت ہے کہ وہ الحکم کی مالی مشکلات پر خوش ہوتا ہے، وہاں ایک ہندواخبارنویس (جس کو امرتسری منکر مخالف قرار دیتا ہے حالانکہ لالہ دینا ناتھ نے آج تک احمدی سلسلے کے متعلق ایک لفظ بھی خلاف نہیں لکھا) اپنی وسعت حوصلہ کا اس طرح پر اظہار کرتا ہے جس سے اسکی شرافت عیاں ہے۔

مجھے ایسی مدد لینے میں قطعاً انکار نہیں ہوسکتا اور نہیں ہونا چاہیے میں اسے هذا من عند الله سمجھتا ہوں۔ بہرحال حضرت صاحبزادہ صاحب کی اس عملی تحریک پر کام شروع ہوگیا ہے۔

میں ان خطوط کو اس وقت درج نہیں کرسکتا آئندہ خدا تعالیٰ نے چاہا تو سلسلہ وار درج کردونگا، فی الحال اس مضمون کے آخر میں ان بزرگوں کے نام درج کردیتا ہوں جنہوں نے اس وقت تک اس غرض کے لئے روپیہ بھیجا ہے یا وعدہ فرمایا ہے۔ اس فہرست کے درج کرنے سے پہلے میں اتنا اور کہنا چاہتا ہوں کہ احمدی قوم! فرض شناس قوم کی جیب پر کچھ شک نہیں بہت بڑا بوجھ ہے مگر یہ بھی اس کی ضرورت ہے جو دوسری ضرورتوں کی طرح اٹل ہے میں خدا تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہمیشہ متوقع ہوں کہ وہ الحکم کی غیبی امداد کرے گا اور نیکی اور بھلائی کے فرشتے قوم میں وہ روح پیدا کردیں گے جو اس کی اعانت کے لئے اٹھ کھڑی ہوگی۔ میرے خیال میں جو لوگ یک مشت نہ دے سکیں وہ دو یا تین قسطوں میں ادا کردیں۔ غرض ضرورت ہے کہ الحکم کی اعانت کی جاوے۔

فہرست معاونین۔ مرزا محمود۔ ۱۰ روپئے۔ بابو عبدالرزاق سٹیشن ماسٹر ۱۰۔ غلام رسول تمیم انسپکٹر ۱۰ روپیہ۔ شیخ عاشم علی گرداور ۱۰ روپیہ۔ منشی برکت علی شملہ ۱۰۔ روپیہ۔ لالہ دینا ناتھ ۱۰ روپیہ۔ اختر علی انسپکٹر ۱۰ روپیہ وعدہ۔ (الحکم قادیان جلد ۱۵ نمبر ۳۸، ۲۱ دسمبر ۱۹۱۱ء)

چند روز بعد اڈیٹر الحکم شیخ یعقوب علی لکھتے ہیں:

کچھ شک نہیں کہ گذشتہ سال کے آخری حصہ میں الحکم کی حالت بہت کچھ کمزور رہی اور اس کی اشاعت میں بے ترتیبی اور تعویق واقع ہونے لگی جس پر امرتسری مکذب نے نہایت شوخ چشمی کے ساتھ ہنسی اور خوشی منائی۔ کاش اسے معلوم ہوتا ہے کہ تلك الایام نداولها بین

الناس کے ماتحت اگر الحکم پر ابتلا آیا تو اس ابتلاء پر خوش ہونا حماقت ہے۔ انبیاء کے سلسلہ کی تاریخ پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سلسلہ کی زینت ابتلاؤں ہی سے ہوتی ہے۔ الحکم ایک ایسے پاک سلسلہ کا خادم ہے جو منہاج نبوت پر قائم ہوا ہے۔ پھر اس کے ماتحت اگر اس پر ابتلا آجاتا تو تعجب کا مقام نہ تھا۔ یہ ابتلاء بہت سے مفاد کا موجب ہوا ہے جن کی تشریح خدا نے چاہا تو دوسرے وقت پر ہو سکے گی اس ابتلاء کے باوجود الحکم کی اشاعت میں ایک کی بھی کمی نہیں ہوئی بلکہ خدا کے خاص فضل کا نشان ہے میں اس محبت اور اخلاص کے لئے جو الحکم کے سر پرست اس کے ساتھ رکھتے ہیں اپنے ناظرین کا شکر گذار ہوں..

الحکم کے ساتھ اس کے ناظرین کی یہ محبت اور یہ اخلاص مجھے جرأت دلاتا ہے کہ میں ان کی خدمت میں عرض کروں کہ وہ اپنے پیارے الحکم کے بقا اور استحکام کے لئے جو کوشش وہ کر سکتے ہیں کریں.. باوجود ان مشکلات کے جو الحکم کی راہ میں ہیں جن کے پر خطر حملوں کو نا اہل دشمنوں نے فرشتہ موت سے تعبیر کیا الحکم اللہ کے فضل سے اب تک زندہ ہے اور میرا ایمان ہے کہ زندہ خدا کے زندہ سلسلہ کا خادم کسی نہ کسی رنگ میں انشاء اللہ العزیز زندہ رہے گا۔ اس کے بعد شاید یہ سوال ہو کہ الحکم کا مستقبل کیا ہوگا، اور اس سال کے لئے اس کا کیا پروگرام ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ ہی کو علم ہے کہ کیا ہوگا اور کیونکر ہوگا۔ (الحکم قادیان ۷ جنوری ۱۹۱۲ء جلد ۱۶ ص ۳)

بدر کی بدروی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۸/ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہلحدیث میں لکھا گیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے میری نسبت غلط گوئی اور کذب بیانی سے کام لیتے ہوئے لکھا ہے کہ کفن فروشی اور وعظ گوئی پر تیرا گذارہ ہے۔ اس پر میں نے لکھا کہ میں نہ تو کسی مسجد کا امام ہوں نہ ہوا تھا۔ بلکہ میری دعا ہے کہ میری اولاد میں بھی کوئی کسی مسجد کا امام نہ ہو۔ جس کا مطلب حسب قرائن صاف تھا کہ آج کل امامت جو مردہ شوئی اور کفن فروشی سے تعبیر ہو سکتی ہے اس کی نفی کی تھی۔ اس کے جواب میں قادیانی بدر لکھتا ہے۔

"مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۸/ جولائی ۱۹۱۰ء کے اہلحدیث میں لکھتے ہیں۔ میں نہ کسی مسجد کا امام ہوں نہ میں جنازہ خواں۔ بلکہ میری دعا ہے کہ قیامت تک میری اولاد

میں کوئی اس پیشہ کا نہ ہو۔‘‘

رسول کریم ﷺ، ان کے خلفائے راشدین مسجد کی امامت خود بنفس نفیس فرماتے رہے اور جنازے پڑھاتے رہے۔ آج چودھویں صدی کا ایک مولوی اُسے موجب ہتک قرار دیتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ میری اولاد میں کوئی مسجد کا امام اور جنازہ پڑھانے والا نہو۔ اس پیچیدگی کی کیا ضرورت تھی۔ صاف الفاظ میں کیوں نہیں کہہ دیا کہ میری اولاد میں کوئی مسلمان نہو۔‘‘ (اخبار بدر قادیان، ۱۴؍جولائی۔۱۹۱۰ء)

مولانا فرماتے ہیں اسی کو کہتے ہیں ؎

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے　　دے آدمی کو موت پر یہ بدادا نہ دے

ہاں بدر صاحب! یہ تو بتلایئے جب کہ خود حضور پرنور اور آپ کے خلفاء راشدین امامت کراتے تھے تو تمہارے پیرومرشد (مرزا) کو کس بھڑنے کاٹا تھا کہ آپ امامت نہ کراتے تھے بلکہ مولوی عبدالکریم کو امام بنایا ہوا تھا۔ مہدی اور مسیح ہوکر بالاختیار ترک سنت۔ افسوس یہ ہے کہ مخالف کا مضمون اسکے اصلی الفاظ میں نہیں دکھاتے، بلکہ اپنے حسب منشا بنا کر اپنے ناظرین کی آنکھوں میں مٹی ڈالتے ہیں جو ایک سخت ظلم ہے۔ مگر وہ ایسا کرنے میں معذور بھی ہیں جب کہ ان کے رادھا سوامی (مرزا آنجہانی) بھی ایسا کرتے رہے تو ان سے کیا توقع ہوسکتی ہے۔

(اہلحدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۰۔ مورخہ ۲۸ رجب ۱۳۲۸ھ مطابق ۵؍اگست ۱۹۱۰ء ص:ص:۳)

یہ شرط کوئی مشکل نہیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر نے فخر یہ لکھا تھا کہ ہمارے (سلسلہ مرزائیہ کے) واعظوں اور لیکچراروں کو خدا نے یہ برکت عطا کی ہے کہ ان کی تقریروں میں ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ اگر ہمارا سلسلہ جھوٹ پر ہے تو یہ برکت خداوندی کیوں ہے۔ پھر شیخی بگھاری تھی کہ کوئی مخالف ہے کہ ہمارا مقابلہ کرسکے؟ جس کے جواب میں بخوشی منظوری دی گئی۔ میرے ساتھ مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی بھی اس مقابلہ کیلئے تیار ہوئے۔ قادیانی بدر مدت تک کسوف میں رہا آخر کار جب کسوف سے نکلا تو جواب دیا کہ تم بھی ملک میں پھر کر لیکچر دیتے پھرو، ہم بھی دینگے۔ خدا جس کو کامیاب کریگا معلوم ہو جائیگا۔ اس کے جواب میں

لکھا گیا کہ یہ تمہاری سابقہ تحریر کے برخلاف ہے مقابلہ کے لیکچر ایک ہی جلسہ میں ہونے چاہئیں۔ اس پر اس نے ۴؍اگست کے پرچے میں ایک نوٹ لکھا ہے جو قادیانی کذب بیانی کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے۔آپ لکھتے ہیں کہ:

شرط کیونکر پوری ہو: ہمارے مکرم دوست بابو فرزند علی نے ذکر کیا کہ خواجہ صاحب کے ساتھ ایک ہی اسٹیج پر تقریر کرنے کی جو تجویز مولوی ثناء اللہ نے تحریر فرمائی ہے (خواجہ صاحب کا نام کون لیتا ہے ہمیں کسی خاص شخص سے کیا مطلب؟ یہ دروغ نمبر اول ہے) اس میں جو شرط مولوی صاحب نے یہ لگائی ہے کہ سامعین ہر دو تقریروں میں وہی ہوں یہ شرط پوری نہیں ہوسکتی۔ میں نے دو دفعہ مولوی ثناء اللہ کا لیکچر سنا ہے ایک تو انجمن حمایت الاسلام لاہور میں، جب مولوی صاحب نے وعظ شروع کیا تو فوراً لوگ اُٹھنے شروع ہو گئے۔ انجمن کے کارکنوں کو کہا گیا کہ لوگوں کو بٹھانے کا انتظام کروانہوں نے کہا ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہمارا کام یہ تھا کہ ہم مولوی صاحب کو اسٹیج پر کھڑا کر دیں اب لوگوں کو بٹھانا مشکل کام ہے، ہم کس کس کو مجبور کر سکتے ہیں۔ایسا ہی ایک مباحثہ میں مولوی ثناء اللہ کا حال ہوا، جہاں دو گھڑی کھڑے ہوئے لوگوں نے بھاگنا شروع کیا۔'' بدر۶؍اگست ۱۹۱۰ء

مولانا فرماتے ہیں: بابو فرزند علی کو میں جانتا ہوں، گو وہ مرزائی ہے مگر ایسا نہیں کہ واقعات خود بنالے۔ ایڈیٹر بدر کی یہ کارستانی معلوم ہوتی ہے۔ غالبا اسی لئے حکیم نورالدین خلیفہ قادیانی نے بھی ایڈیٹر بدر کو غیر ثقہ راوی قرار دیا ہے۔ ایڈیٹر بدر کی خواہش پر وہ خط ہم شائع کردینگے۔ بدر کی کارستانی نہیں تو بابو مذکور سے انجمن کے اس جلسہ کی تعیین کرائے

((۲)۱۱؍اگست کے بدر میں بابو مذکور نے ایڈیٹر بدر کی تکذیب کر کے لکھا ہے کہ واقع کانفرنس کے جلسہ منعقدہ امرتسر کا ہے۔ چنانچہ اسکے اپنے الفاظ یہ ہیں:

''مولوی ثناء اللہ صاحب کے کھڑے ہوتے ہی حاضرین میں ہل چل مچ گئی اور گو مولوی صاحب نے منتظمین سے شکایت کی لوگ اٹھتے گئے۔ اور سماں نہ بندھا مگر مولوی صاحب وعظ کئے گئے۔ اور بعض لوگ اخیر تک سنا کئے انجمن حمایت اسلام کے موقعہ پر تو آخر کار مولوی صاحب کو وعظ بند کر دینا پڑا تھا اس وجہ سے کہ لوگ سنتے نہ تھے۔'' بدر ۱۱؍اگست

کانفرنس کا واقعہ صرف اس قدر ہے کہ امرتسر کے بعض اہل بدعت کو خطرہ تھا کہ یہ ہمارے برخلاف کہے گا اس لئے انہوں نے شروع شروع میں کچھ ہل چل کرنی چاہی تھی لیکن ان کی اس حرکت سے کوئی نقصان نہ ہوا۔ وعظ

برابر ہوتا رہا۔ انجمن حمایت اسلام کے جلسہ کا ثبوت اس سال کا تازہ ہے کہ بقول پیسہ اخبار جتنی کثرت ہمارے، میرے اور مولوی ابراہیم صاحب کے، وقت میں تھی دوسرے کسی وقت میں نہ ہوئی تھی۔) ورنہ یہ بیان کذب نمبر۲ ہوگا۔
اسی طرح اس مباحثہ (۱۱راگست کے بدر میں بابو مذکور نے اس بیان کو بھی جھوٹ قرار دیا ہے یعنی ایڈیٹر بدر کی تکذیب کی ہے یہی ہم کہتے تھے کہ ایڈیٹر بدر ثقہ راوی نہیں حکیم نورالدین کی رائے بھی یہی ہے جن کا دستخطی خط ہمارے پاس ہے) کی بھی تعیین کرائے جس کا اس نے ذکر کیا ہے ورنہ وہ کذب نمبر۳ ثابت ہوگا۔ اس کے علاوہ اصل مطلب کا جواب یہ ہوگا کہ اگر واقعہ میں، میں ایسا ہوں تو تم لوگ کیوں گھبراتے ہو، جلسہ کرو مقابلہ دیکھ لو۔ یہ ضروری نہیں کہ حاضرین کے افراد ایک ہوں بلکہ یہ ضروری ہے کہ جلسہ ایک ہو۔ پس اب تو شرط پوری ہوسکتی ہے۔ ہاں یہ شرط بھی اگر تم مان لو تو تمہاری سعادت ہے اور تمہارے مشن میں بہت کچھ ترقی کی موجب ہے کہ دوسرے روز کے جلسہ میں بھی مقابلہ لیکچر ہوں مگر ان کا عنوان بڑا عالیشان ہوگا جو خاص قادیانی مشن کو قوت بخشنے والا اور اس کی بنیاد کو مستحکم کرنے والا ثابت ہوگا۔ وہ عنوان یہ ہوگا ''شان مرزا''۔

اس عنوان پر تمہارا لیکچرار تائیدی تقریر کریگا اور ہمارے لیکچرار کا تردیدی بیان ہوگا۔ مگر یہ مقدم شرط ہوگی کہ کسی فریق کا کوئی لفظ خلاف تہذیب اور دل آزار نہوگا۔ ایسا نہو کہ ریاست رامپور کے جلسہ کی طرح تو تو میں میں کرنے لگ جاؤ تو ذلیل ہوکر بھاگو۔

مرزائی دوستو! رامپور کا نام سن کر تم کو اس جلسہ کا سارا نقشہ ذہن میں آ گیا ہوگا۔ لیکن ڈرنا نہیں، تم یہی سمجھ کر تسلی کرلینا کہ ثناء اللہ وہی تو ہے جو انجمن حمایت الاسلام میں کھڑا ہوا تو لوگ بھاگ گئے تھے۔ نواب صاحب رامپور نے اس کو حسن تقریر اور فصاحت وبلاغت کا سر ٹیفیکٹ دیدیا تو کیا ہوا۔ بس آؤ اور تیار ہوجاؤ ہاں اتنا یاد رکھنا کہ ؎

انا صخرة الوادی اذا مازوحمت   واذا نطقت فاننی الجوزاء

(اہل حدیث امرتسر جلد۷۔ نمبر۴۲۔ مورخہ ۱۳رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹راگست ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

بٹالوی اور قادیانی

قادیانی اخبار الحکم آج کل اس عنوان سے مضمون لکھ رہا ہے جس میں یہ دکھانے کی کوشش کررہا ہے کہ مولوی صاحب موصوف نے چاہا تھا کہ مرزا صاحب ناکام رہیں مگر وہ اللہ کی تائید سے

پورے کامیاب ہوکر فوت ہوئے۔

اس امر کی تحقیق کے لئے کہ کامیابی اور ناکامی کس کو کہتے ہیں ان کے معنی کا معلوم کرنا مقدم ہے۔ کامیابی کے معنی ہیں جو انسان اپنا مقصود رکھتا ہو اسکو پورا ہوا دیکھ لے۔ نہ دیکھے تو ناکامی۔ اب مطلع بالکل صاف ہے مرزا صاحب کا نقطۂ خیال یوں تو بہت سا وسیع تھا مگر مختصر طور پر بتلانے کے لئے اتنا کافی ہوگا کہ وہ دل سے چاہتے تھے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی موت میرے سامنے ہو۔ چنانچہ انہوں نے اس کی تمنا کا اشتہار بھی بڑے زور وشور سے دیا تھا پھر کیا ہوا؟ ظاہر ہے۔ تو ایسی صورت میں کون کہہ سکتا ہے کہ مرزا کامیاب ہوگئے۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ یہ ان کا اصل مقصود نہ تھا بلکہ اصل مقصود ان کا تبلیغ اور اشاعت تھی جو کافی طور پر ہوگئی۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ محض تبلیغ اور اشاعت کسی کا اصل مقصود نہیں ہوسکتا۔ بلکہ اصل مقصود ہدایت خلق اللہ ہوتا ہے اور اشاعت اس کا ذریعہ، مگر جو بات اصل مقصود میں خلل انداز ہو اور اس کے اٹھانے کی طرف توجہ ہوجائے اور نہ اٹھے تو کامیابی محال۔

اس کی مثال یوں سمجھو کہ ریل گاڑی چلانے سے اصل مقصود قطع مسافت ہے۔ اگر ریل کی سڑک میں دریا یا پہاڑ ایسے حائل یا مانع ہوں کہ ان پر پل نہ بن سکیں، اور سرنگ نہ لگ سکے، یہاں تک کہ انجینئروں کا بھی خاتمہ ہوجائے، تو ایسی حالت میں کہا جائے گا کہ انجینئر کامیاب نہوا۔ ٹھیک اسی طرح ہماری بابت مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ میرے مشن میں انہوں نے سخت رکاوٹیں ڈالی ہیں اسلئے میں بحکم خداوندی اعلان کرتا ہوں کہ اگر یہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ پھر کیا ہوا۔ آہ

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر ۔۔۔ کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

کیا ایسی ناکامی پر بھی کوئی شخص کامیاب کہلا سکتا ہے۔

(اہل حدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳؍ شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹؍ اگست ۱۹۱۰ء ص: ۵-۶)

 مولوی محمد حسین بٹالوی اور حضرت مسیح موعود

اہل حدیث کی تازہ اشاعت میں الحکم کے ان مضامین پر مختصر سا ریویو نکلا ہے جو مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے رسالہ اشاعۃ السنہ میں شائع شدہ مضمون مسیح اور مہدی کے متعلق لکھا جا رہا ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت مسیح موعود کی کامیابی اور ناکامی کی بحث آپڑی تو مولوی بٹالوی نے لکھا تھا کہ وہ ناکام فوت ہوئے۔ اس پر میں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ ناکام و مراد کون رہا۔ بٹالوی یا

مہدی۔ میں نے واقعات حقہ کی بنا پر ظاہر کیا ہے کہ بٹالوی کی پوری ناکامی ہوئی ہوئی اور حضرت مسیح موعود بامراد وشادکام اٹھے اسی طریق پر جو مامورین کا ہوتا ہے۔ اگرچہ اس بحث میں امرتسری منکر کو قبل از مرگ واویلا کرنے کی ضرورت نہ تھی مگر اسلئے کہ بٹالوی نے ناکامی کے داغ کو مٹانے کیلئے اس بحث کو درمیان میں لانا چاہا ہے کہ ثناء اللہ اور عبدالحکیم کیوں نہیں مرے اور انکے نہ مرنے کی وجہ سے معاذ اللہ حضرت ناکام ہیں،

اس سوال کا جواب بہت آسان ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں کہ کیا آنحضرت ﷺ کی وفات شریف کے بعد مسیلمہ کذاب کا زندہ رہنا ان کے اصل مقصد میں کوئی روک تھا یا نہیں۔ اگر تھا تو کیا اس سے نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی ناکامی ثابت ہوتی ہے؟ ایسا خیال کرنے والا بھی میرے نزدیک تو کافر ہے اور سخت پاجی ہے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی کامیابی کا مدار اس پر نہیں تھا۔ اسی طرح پر مسیح موعود کی کامیابی میں کسی منکر اور مکذب کا مسیلمہ کذاب کی طرح زندہ رہنا روک نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر روک ہوتو ثابت یہ کرنا چاہیے کہ کیا آپ کے بعد سلسلہ کی ترقی ہوئی یا نہیں؟ اگر یہ ثابت ہو جائے کہ ترقی ہوئی اور کسی کی سن درازی موجب روک نہیں تو پھر یہ اعتراض سراسر لغو اور فضول ہے کیونکہ بقول مولوی ثناء اللہ اصل مقصود ہدایت خلق اللہ ہے پھر وہ ہو رہی ہے یا نہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کے اعتراضات سے کیا فائدہ۔ مولوی ثناء اللہ صاحب پہلے اس امر کا فیصلہ کریں (اگر انہیں شوق ہے) کہ بٹالوی کے جواب میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بٹالوی کی نامرادی کی دلیل ہے یا نہیں۔ اسکے بعد اسکی اپنی زندگی کے سوال کا بھی فیصلہ ہو جائے گا کہ وہ ہمارے سلسلہ کی روک ہے یا باغ احمد کیلئے وہ کھاد ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۱۔ اگست ۱۹۱۰ء ص ۱۱)

ایک نشان پورا ہوا: مولوی محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ ایک نہیں بہت سے نشانات حضرت مسیح موعود کے پورے ہوئے ہیں۔ ہر ایک دعوت میں جو عربی تفسیر نویسی مباہلہ وغیرہ کے متعلق اسے کی گئی وہ تہی دست ثابت ہوا۔ ۱۸۹۸ء میں اس نے اٹھارویں جلد کے ۷ نمبر ۱۸۹۵ء کی بابت شائع کئے اور ان میں دل کھول کر حضرت مسیح موعود کو گالیاں دیں وہ اوراق پریشان حضرت کو بھی بھیجے۔ انہیں حضرت مسیح موعود نے ایک فقرہ لکھ کر واپس کر دیا رب ان کان ھذا الرجل صادقاً فی قولہ فاکرمہ و ان کان کاذباً فخذہ آمین۔ (اے اللہ! اگر یہ شخص، محمد حسین سچا ہے تو اس کو مکرم کر، اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کو پکڑ لے) یہ ۲۵ جولائی ۱۸۹۸ء کا واقعہ ہے جس پر بارہ سال گذرے۔ اب اس نشان کے پورا ہونے میں کسی کو کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ بٹالوی انکار کرے لاکھ مرتبہ کہے مگر دنیا جانتی ہے کہ اس

کی پکڑ کیا ہے؟ (الحکم ۲۸۔ اگست ۱۹۱۰ء ص ۴)۔ (الحکم کے اڈیٹر کو شاید یادنہیں تھا کہ مرزا صاحب کو مرے ہوئے دو سال ہو چکے تھے اور مولانا بٹالوی بفضل خدا زندہ تھے۔ بہاء)

مرزائیوں سے ابراہیمی مباحثہ

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں:

کل مرزائیوں کے مباحثہ سے مظفر و منصور واپس آیا ہوں۔ حافظ آباد کی تحصیل میں مانگٹ ایک گاؤں ہے۔ وہاں مرزائی پہلے تو بہت حیلے کرتے رہے کہ کسی طرح بحث کا کڑوا گھونٹ ٹل جائے مگر وہ جا کہاں سکتے تھے۔ ان کی اپنی لن ترانیوں نے ان کو پھنسایا ہوا تھا۔ حیات عیسوی کے متعلق بحث ہوئی۔ اس کے بعد قادیانی کے دعویٰ مسیحیت کے متعلق۔ بحث بہت دلچسپ تھی۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول ساکن راجیکے ضلع گجرات تھے۔ ناک میں دم ہوگیا۔ ملک محمد وزیر خانصاحب گڑھی آوانان تحصیل حافظ آباد خاص طور پر محافظ امن تھے۔ انہوں نے نہایت عمدگی سے اپنے فرض کو پورا کیا۔ اور اخیر میں اپنا یہ فیصلہ حاضرین کو سنایا اور مرزائیوں کے ہاتھ میں دیا۔

''شفقت ونوازش فرمائے بندہ حافظ غلام رسول صاحب و مولوی غلام رسول صاحب۔

السلام علیکم۔ مباحثہ جو فریقین کی جانب سے ہو چکا ہے اس سے مولوی محمد ابراہیم صاحب نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمان پر رہنا بذریعہ قرآن مجید و دیگر معتبر کتب ہائے تفسیر کبیر و موضح القرآن و مشکوٰۃ شریف و کتاب الاسماء والصفات سے ثابت کردیا ہے۔ اور آپ کی جانب سے صرف جو آپ کی زبان سے ترجمہ قرآن مجید ہوا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا فوت ہونا ثابت ہوا۔ جس کی کوئی شہادت معتبر آپ کی جانب سے نہیں گذری اس لئے مباحثہ حال سے آپ کی ناکامیابی ثابت ہوئی۔ یہ جو جناب نے اب تحریری تفسیرات کے نام پر جو بنا بر شہادت تحریر فرمائی ہیں وہ مجھے منظور ہے مگر ان کا لانا اور بہم پہونچانا آپ کے ذمہ ہے اس کے واسطے آپ کوئی اور تاریخ مقرر فرما سکتے ہیں اس پر وہ کتب ہائے آپ بڑی خوشی سے لے آویں اور پھر بحث کرلیں۔ زیادہ نیاز

مکرر یہ کہ جو بقیہ آج کے دن کے متعلق بحث امام کے ہے وہ اگر شروع فرمادیں۔ پرچہ اسماء تفاسیر مرسلہ جناب پہونچ گیا جس کا یہ جواب ہے۔ بندہ محمد وزیر خان مورخہ

۱۲/اگست ۱۹۱۰ء"

اس کے بعد مرزائی بہت حیلے کرنے لگے کہ مرزا قادیانی کی مسیحیت کا رنگ نہ کھلے۔ مگر چھوٹ نہ سکے۔ آخر اس بحث میں پہلی بحث سے بھی بڑھ کر گت بنی اور ۲۱/اگست کو حوالہ کتب پیش کرنے کے بہانے بحث کو ختم کیا۔

مولانا ثناءاللہ ادارتی نوٹ میں فرماتے ہیں: کیا میری زندگی مرزائیوں کی ہدایت کے لئے کافی نہیں؟ اِنّ فی ذالک لاٰیات لاولی النہیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۲۔ مورخہ ۱۳/شعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹/اگست ۱۹۱۰ء ص: ۱۰)

قادیانی کذب بیانی و بدزبانی

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی عنوان بالا کے تحت لکھتے ہیں:

سختی سہی کلام میں لیکن نہ اس قدر   کی جس سے بات اس نے شکایت ضرور کی

بدر قادیان مجریہ ۱۳/جون سنہ حال میں ایک طویل مضمون بعنوان "دو منکرانِ دین کا چیلنج اور ہمارا جواب" شائع ہوا ہے جس میں خاکسار اور برادر مکرم مولوی ثناءاللہ فاتح قادیان کے برخلاف نہایت درجہ کی بدزبانی اور سراسر کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے۔ جناب مولوی صاحب کے متعلق جو کچھ لکھا اس کا جواب تو انہوں نے ۸ جولائی کے "اہلحدیث" میں اچھی طرح دے دیا ہے۔ اور قادیانی کذب بیانی عمدہ طور پر ظاہر کردی ہے اس لئے خاکسار اس تحریر میں اسکے اس باقی حصہ کا جواب جو خاکسار کے متعلق ہے بیان کرتا ہے۔

بدر نے مضمون نگار کا نام نہیں کیا اور کسی وجہ سے پوشیدہ رکھنا چاہا ہے لیکن ہم کو انداز بیان سے اور نیز لاہور کے ایک خط سے معلوم ہوا ہے کہ اس کے مضمون نگار ماشاءاللہ خواجہ کمال الدین بی اے وکیل لاہور ہیں۔ جو اپنی تعریف اپنے منہ سے کرنے اور لوگوں کی زبان سے سننے کے بہت مشتاق ہیں۔ لیکن بیان کے وقت اُن سے آوازِ دُہل کے سوائے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا۔ خیر مضمون نگار خواہ کوئی ہو ہمیں اس سے بحث نہیں۔ اس لئے ہم اس مضمون کو تین انواع میں تقسیم کرکے ہر ایک کے متعلق قرآن وحدیث کی تعلیم کے مطابق بحث کرتے ہیں۔ نوع اول بدزبانی۔ نوع دوم کذب بیانی۔

نوع سوم بے علمی نادانی۔

نوعِ اول کے جواب میں جس میں انہوں نے خاکسار اور فاتح قادیان کے حق میں بدزبانی کی ہے ہم

زبانِ خویش بدشنام میالائے صائب کیں زرِ قلب بہر کس کہ دہی بتو باز دہد

کی بجائے : مرا گرچہ زوقوتے بود بیش دریغ آمدم کام و دندان خویش

پڑھتے ہیں۔ اور خلیفہ قادیانی سے درخواست کرتے ہیں گو کہ آپ قادیانی کی زندگی میں بھی ان لوگوں کے اخلاق کے متعلق اچھی رائے نہیں رکھتے تھے جیسا کہ قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن کے اخیر میں آپ کی رائے درج کی ہے، مگر اب تو یہ لوگ آپ کا کلمہ پڑھتے ہیں۔ مہربانی کر کے ان بداخلاقوں سے یہ بدعادت چھوڑائیں اور لوگوں کی عزت وآبرو کو ان آبروریزوں سے بچائیں۔

قادیانی روپوش مضمون نویس نے ہم کو اپنی تحریر میں سخت زبانی کے علاوہ عباد الاغراض اور وعظ کو وجہ معاش بنانے والے کہا ہے۔ اس کے جواب سے پہلے قطع نظر اس سے کہ ہمارے سفر نفس کیلئے ہیں یا خدا کیلئے ،ہم اس سے پوچھتے ہیں کہ وجہ اعتراض کیا ہے؟ آیا یہ کہ ایک شخص خدمت دینی کے لئے مخصوص ہو کر اپنے کام کاج چھوڑ دے تو اگر لوگ اس کے بوجھ کو خود برداشت کریں تو کیا یہ کام اس کیلئے شرعاً حرام ہے؟ امید ہے کہ خلیفہ قادیانی اس مسئلہ کو شرعی طور پر حل کرینگے۔

اس کے بعد جواباً یہ گذارش ہے کہ نیتوں کا مالک خدا تعالیٰ ہے۔ قادیانیوں کا کوئی حق نہیں کہ کسی کی نیت پر حملہ کریں۔ ہاں اگر ان کی نظر میں کوئی خاص واقعہ ہو:

جس میں ہم نے پبلک سے کچھ چندہ اس بیان پر لیا ہو کہ ہم مخالفین اسلام کے جواب میں ایک کتاب طبع کرائینگے ،اور اس میں صدہا دلائل ہونگی اور جو جو صاحب چندہ دینگے ان کو وہ کتاب مفت رقم چندہ کے عوض دی جائیگی، اور لوگ اس بیان کو صادق تصور کر کے چندہ جمع کر دیں، اور ہم اپنے عہد کو پورا نکریں۔ اور مطابق تحریر کے کتاب شائع کر کے چندہ دہندگان کو نہ پہونچائیں، اور نہ رقم جمع شدہ واپس کریں۔ جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے ''براہین احمدیہ'' کی طبع پر دست سوال اٹھایا تھا تو البتہ قابل اعتراض ہے۔

یا اگر کوئی ہمارا ایسا واقعہ آپ کو یاد ہو کہ ہم نے اپنے معتقدوں سے کہا ہو کہ ہمیں اتنے ہزار روپیہ جمع کر دو ہم اس سے ایک مینار بنوائینگے اور اس میں یہ فوائد ہونگے۔ اور اس کے متعلق ایک الہام بھی گھڑ سنائیں اور اس کا نقشہ بھی اخبار پر شائع ہوتا رہے۔ اور لوگ روپیہ جمع بھی کر دیں لیکن

مینار نہ بنے اور روپیہ بھی واپس نہ کیا جائے تو البتہ یہ کارروائی قابل ملامت ہے۔

یا اگر آپ ہمارا کوئی ایسا واقعہ یاد ہو کہ ہم نے کسی کنجر (بھڑوا) کا مال ہضم کیا ہو اور اعتراض کے جواب میں یہ بات بنائی ہو کہ مال کا حقیقی وارث خدا تعالیٰ ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ جیسا کہ آپ کے پیر قادیانی نے اللہ دیا کنجر کا روپیہ ہضم کرنے کے لئے کہا تھا۔ تو البتہ ہم قابل نفریں ہیں۔ لیکن جب آپ اپنے خیال کو واقعات سے ثابت نہیں کر سکتے تو رجماً بالغیب ایسے امر میں کیوں دخل دیتے ہیں۔ جس کا آپ کو علم نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ جب قادیانیوں نے دیکھا کہ ان دونوں نے ہماری عمارت کو متزلزل کر دیا اور اس کی بنیاد کھوکھلی کر دی اور ہر چہار طرف لوگوں میں ان کی قبولیت ہوگئی ہے جیسا کہ قادیانی نے اپنے اخیری فیصلہ میں برادر مکرم فاتح قادیان کی نسبت خود لکھا ہے۔ اور وہ تحریر اس کے دل کے راز کی اصلی حقیقت ظاہر کرتی ہے اور تاب مقاومت نہ لا کر بدزبان عورتوں کی طرح طعنوں پر اُتر آئے

قادیانیو! سن رکھو یہی قبولیت ہے جس کو دیکھ کر تم مارے حسد کے جلتے ہو اور اپنے دل کے بخار نکالنے کیلئے جھوٹے الزام لگاتے ہو۔ اگر میں نے لوگوں کیلئے سفر اختیار کئے ہوتے تو بیشک اپنی بے غرضی اور بے نفسی ثابت کرنے کیلئے پبلک میں اشتہار دیتا کہ میں بے غرض ہوں۔ لیکن چونکہ وہ بفضل خدا، خدا تعالیٰ کے دین کی حمایت کیلئے ہیں اور وہ علیم بذات الصدور ہے اس لئے مجھے اس کے اظہار کی ضرورت نہیں۔

اگر کوئی خدا کے دین کی حمایت کرتا ہے تو وہ شیخی نہیں کر سکتا جیسا کہ قادیانی مضمون نویس نے اپنی تحریر میں لافیں ماری ہیں کہ ہم یہ کرتے ہیں اور ہم نے یہ کیا۔ کیوں کہ اس میں تو اپنی سعادت ہے خدا پر احسان نہیں لیکن چونکہ قادیانیوں نے اپنی جبلی عادت کے مطابق جھوٹ وافتراء کا طومار باندھا ہے اس لئے اتنا ذکر کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے اس عاجز کو اپنے دین کی خدمت کے لئے اتنے سفر کرائے اور اتنی جگہوں میں پہنچایا کہ کسی دوسرے کو اس چھوٹی عمر میں کم توفیق دی ہوگی۔ والحمد للّٰہ علی ذلک۔

اور یہ بھی خدا تعالیٰ ہی کا احسان ہے کہ جہاں جہاں گیا احباب کو اس خاکسار سے انس ومحبت ہی میں زیادتی ہوئی اور اس تردامن کی نسبت ان کو حسن ظن ہی رہا۔ میں حیران ہوں کہ جو لوگ مجھے بلاتے ہیں اور محبت سے پیش آتے وہ تو خاکسار کی نسبت یہ الزام نہیں لگاتے حالانکہ اُن سے زیادہ واقف خلق اللہ میں کون ہوسکتا ہے۔ لیکن قادیانی حاسدوں کو دیکھئے کہ وہ بن دیکھے بوجھے ایسے

طومار کھڑے کرتے ہیں کہ شیطان کے بھی کان کترتے ہیں۔ آخر میں ہم قادیانیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ بھی کبھی اپنے سالانہ جلسہ پر قادیان میں ہم کو بلائیں اور ہم کو قادیانی مشن کے متعلق آزادی سے بیان کرنے کا موقع دیں پھر دیکھیں کہ ہم دین کی خدمت کس طرح کرتے ہیں۔

نوع دوم۔ یعنی قادیانی کذب بیانی کے متعلق یہ عرض ہے کہ جس مذہب کی بنا ہی جھوٹ وافتراء پر ہو اس کے ماننے والے صداقت سے کیسے کام لے سکتے ہیں اور جس مذہب کا بانی وپیشوا ہی مفتری وکذاب ہو اس کے ماننے والوں پر صدق وراستی کا پرتو کیسے پڑ سکتا ہے۔

قادیانی نے خدا تعالیٰ پر افترا باندھ کر نبوت کا جھوٹا دعویٰ کیا اس کے مرید خلق خدا پر جھوٹ باندھنے سے کیسے ڈر سکتے ہیں۔ ان کی کذب بیانی کی ایک مثال تو اوپر کے مضمون میں گذر چکی۔ دوسری اور لیجئے۔

قادیانی مضمون نگار نے اپنے مضمون کی سرخی باندھی ہے۔ ''دو منکران دین کا چیلنج اور ہمارا جواب'' اتنی عبارت میں دو جھوٹ ہیں اور ایک بدزبانی۔

پہلا جھوٹ یہ ہے کہ ہم کو منکرِ دین کہا گیا ہے، حالانکہ ہم خدا کے احسان سے اس کی توحید کے قائل، اس کے رسولوں کی صداقت کے شاہد ہیں اور قیامت کو مانتے ہیں۔ اور عام طور پر شریعت محمدی میں منکر دین اسے کہتے ہیں جو آنحضرت ﷺ کی نبوت کا انکار کرتا ہو۔ اس کے متعلق ہم خلیفہ قادیانی سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ اپنے قلب پر ہاتھ رکھ کر اور خدا تعالیٰ کی حاضری مدنظر رکھ کر کہہ سکتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ مولوی فاضل امرتسری اور خاکسار منکرانِ دین ہیں؟ اگر نہیں تو اپنے تابعین کو جو آپ کو خلیفہ نبی مانتے ہیں درست کریں اور ان کے منہ میں لگام دیں۔

دوسرا جھوٹ یہ ہے کہ چیلنج کو ہماری طرف منسوب کیا گیا حالانکہ خود دعوت دی تھی، اور اسے اس تحریر میں تسلیم بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

''اس میں شک نہیں کہ اس چیلنج مذکورہ بالا کی بنیاد ہماری ایک تحریر ہے۔''

اور نیز قادیانی ابوالحکم لکھتا ہے:

''میں نہیں کہہ سکتا کہ معزز بدر نے کس بنا پر اس اعلان کو شائع کیا۔'' (الحکم ۷-۱۴ جون)

قادیانی نادانو! اور علم وعقل سے خالی ڈھولو! ہم نے چیلنج نہیں دیا تھا بلکہ آپ کے چیلنج کو قبول کیا تھا۔ اس لئے ہم نے اس کے متعلق لکھا تھا ''قادیانی دعوت قبول'' ہوش رکھتے ہو تو سمجھو۔

قادیانی سرخی میں بدزبانی یہ ہے کہ ہم کو باوجود مسلمان ہونے کے منکر دین کہا گیا ہے۔

حالانکہ مسلمان کے حق میں یہ کلمہ جائز نہیں چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ جب کوئی کسی کو کہے ''او یہودی! تو اسے (یعنی کہنے والے کو) بیس بید رسید کر دو۔'' (مشکوٰۃ)

قادیانی محرر نے لاہور کے جلسہ کا بھی ذکر کیا ہے اور اپنی کامیابی کی شیخی بگھاری ہے۔ چونکہ ہم قادیانی جلسہ لاہور میں بہ سبب ہندوستان کے سفر کے شریک نہیں ہو سکے تھے اس لئے اس کے متعلق کچھ ذکر نہیں کر سکتے، ہاں جس طریق سے یہ جلسہ کیا گیا اس کی حقیقت پر پبلک کو آگاہ کرتے ہیں اور اس کے متعلق قادیانیوں کی ناکامی اور شرمساری ظاہر کرتے ہیں۔

نومبر ۱۹۰۹ء کے اخیر میں آریہ سماج لاہور کا سالانہ جلسہ تھا۔ حسب عادت انہوں نے دھرم چرچا کا وقت بھی درج پروگرام کیا۔ انجمن اہلحدیث لاہور نے بایں خیال کہ آریہ لوگ مسلمانوں سے حسن سلوک سے پیش نہیں آتے جیسا کہ اس سے پہلے جلسہ میں ان کا سلوک ظاہر ہو چکا تھا اور جس پر قادیانی اخباروں کے اوراق بہت دیر تک سیاہ ہوتے رہے تھے، ان کے مقابلے میں اپنے جلسے شروع کئے اور مسلمانوں کو آریوں کے جلسہ کی شمولیت سے روکا۔ انہی دنوں میں عیسائیوں کی طرف سے بھی ایک اشتہار طبع ہوا جس میں کئی ایک روز کا پروگرام درج تھا۔

انجمن اہلحدیث لاہور نے ان کے مقابلہ میں بھی اسلامی جلسہ مقرر کیا چونکہ عیسائیوں کی طرف سے آریوں کی طرح بدزبانی اور بے امنی کا اندیشہ نہیں تھا، اس لئے ہم اپنے جلسہ سے فارغ ہو کر نماز مغرب کے بعد عیسائیوں کے جلسہ میں چلے جاتے تھے۔ پروگرام کے مطابق ہر روز ایک عیسائی لیکچرار ایک مضمون بیان کرتا، اس کے خاتمہ پر حاضرین کو اجازت دی جاتی کہ اگر کسی کو اس مضمون کے متعلق کوئی اعتراض کرنا ہو تو کرے۔ معترض کے لئے دس منٹ مقرر تھے جس میں وہ اپنے خیالات کو بیان کرتا۔ اس کے بعد اصل مضمون بیان کرنے والا دس منٹ میں معترض کے اعتراضات کے جواب دیتا۔ پھر دوسرا معترض کھڑا ہوتا، اس کا اختتام بھی بطور سابق ہوتا، یہاں تک کہ وقت مقررہ پر جلسہ برخواست کیا جاتا۔

معترضین میں ہندو بھی ہوتے تھے مرزائی بھی ہوتے تھے اور ہم بھی۔ مرزائیوں کی نسبت مہتمان جلسہ کو بدزبانی کی اکثر شکایت رہتی تھی۔ اور علاوہ بریں جب وہ مضمون سے خارج چلے جاتے تھے تو عیسائیوں کو صرف یہ کہہ دینا پڑتا تھا کہ یہ اعتراض ہمارے بیان کردہ مضمون سے متعلق نہیں، جس پر قادیانیوں کو نہایت خجالت سے بیٹھ جانا پڑتا تھا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ چونکہ قادیانیوں میں کوئی عالم تو تھا نہیں کہ علمی قواعد سے مخالف کی تقریر پر نقض کرتا، اس لئے ان کو پیچھا

چھوڑانے کیلئے علوم عربیہ سے انکار کردینا ہی سوجھتا تھا۔ چنانچہ پادری جوالاسنگھ کے بیان پر جو عیسائی مشنریوں میں مشہور منطقی ہیں، مرزائیوں کو سوائے اسلامی علم کلام کے انکار کرنے کے کچھ نہ سوجھا۔ مرزائی مباحث کون ہوتے تھے، لاہوری پلیڈر اور ڈاکٹر۔ ان میں تو کوئی اس قابل بھی نہیں تھا کہ پادری صاحب کی تقریر سمجھ سکتا، جواب کیا خاک دیتا؟ آخر خواجہ کمال الدین نے تو بہت جھنجھلا جھنجھلا کر اور زبان لبوں پر پھیر پھیر کر اور قرآن شریف کی آیات غلط پڑھ پڑھ کر کل مرزائیوں کو ایسا ذلیل کرایا جیسا کہ ماہ جون ۱۹۰۹ء میں مولوی محمد احسن امروی نے رامپور کے مباحثہ میں شیر پنجاب فاتح قادیان کے مقابلہ میں کرایا تھا۔ خیر خدا کا احسان ہے کہ ابھی تک علوم عربیہ کے جاننے والے موجود ہیں۔ خاکسار نے علم کلام اور علم منطق ہی کے رو سے پادری صاحب کی تقریر کا جواب دیا۔ جس کی معقولیت کا پادری صاحب نے بھی اقرار کیا۔

ان جلسوں کی کیفیت بہت طویل ہے اس لئے ہم بطور، مشتے نمونہ از خروارے، اس بیان کو کافی سمجھتے ہیں۔ یہ ہے حقیقت ان جلسوں کی بنیاد کی۔ قادیانیو! یاد رکھو نہ تمہارے مبلغین میں کوئی عالم ہے اور نہ مناظر۔ تم ہرگز مخالف کے سامنے ہو کر گفتگو نہیں کر سکتے۔ اپنی جگہ پر چاہو کچھ بیان کرو اور کچھ بنتے پھرو۔

مولانا ثناء اللہ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: میں آپ کی اس رائے سے متفق نہیں کہ قادیانی پارٹی میں کوئی عالم نہیں۔ عالم نہ ہو تو قادیانی نبوت کاذبہ کو صادق بنانے کی کوشش کس طرح کریں کیا آپ ان کے اتنے علم کے بھی قائل نہیں کہ: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی اُن سے سیکھ جائے"

(اہلحدیث امرتسر جلد ۷۔ نمبر ۴۴۔ مورخہ ۲۷ رشعبان ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ رستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۶-۹)

قادیانی پئو کی اماں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امرتسر میں ایک دیوانی عورت تھی۔ بچے اس کو چھیڑتے اور اسکا نام رکھتے تھے پئو کی اماں۔ کسی روز لڑکوں کو تعطیل ہوتی تو اماں کی اچھی خاصی خاطر کرتے لیکن جس روز کاروبار میں ہوتے تو اماں کہتی آج شہر کے لونڈے مرگئے۔ وہی حال ہماری قادیانی پارٹی کا ہے کسی شخص نے مجھے خط لکھا جس میں مرزا کی بابت سوال کیا۔ میں نے اپنی عادت کے موافق بغیر گالی گلوچ کے اصل مطلب کا

جواب دیا۔لیکن قادیانی پپّوکی اماں کو یہ جواب ایسا ناپسند آیا کہ بدر نے ایک مضمون لکھ مارا جو ناظرین کی دلچسپی کیلئے سارا نقل کیا جاتا ہے تا کہ معلوم ہو کہ شہر کے لونڈے مر گئے یا زندہ ہیں۔ بدر لکھتا ہے:

ثناء اللہ کی قوت ایمانیہ: کچھ عرصہ ہوا دو طالبان حق نے حضرت مولوی نورالدین امیر المومنین اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی خدمت میں رقعے لکھے کہ آپ اپنے عقیدہ متعلق (سیدنا) مرزا صاحب سے قسمیہ اطلاع دیں تا کہ اس کی پیروی کریں۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ثناء اللہ نے ایسا کہ اس کی قوت ایمانی سے امید کی جاسکتی تھی۔نہایت کمزور لفظوں میں جواب دیا اور برخلاف اس کے خلیفۃ المسیح نے پرزور الفاظ میں اپنے حق پر ہونے کا اعلان کیا جس سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ ثناء اللہ محض ہٹ دھرمی اور ضد سے اس سلسلہ حقہ کا انکار کرتا ہے ورنہ اس کا دل خوب جانتا ہے کہ حق کس طرف ہے۔فائدہ عام کے واسطے وہ سوال وجواب درج اخبار کئے جاتے ہیں:

نقل خط از جانب منشی خدا بخش پٹواری تلونڈی راہوالی وشاہ محمد نمبردار تحصیل گوجرانولہ

اے مولانا مولوی صاحب دامت عنایتہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آج کل مذہب کی تحقیق میں ہرکس وناکس بحدامکان مصروف ہے۔ہمارا مذہب اسلام ہے اور ایمان قرآن کریم پر ہے آپ مسلمانوں میں سے بڑے عالم اور واقف احادیث مشہور ہیں اور احادیث سے ثابت ہے کہ جناب رسول مقبول ﷺ شاہ دوجہاں نے مہدی آخرالزمان کی نسبت پیشگوئی فرمائی ہے۔جس کا مرزا صاحب قادیانی نے دعویٰ کیا ہوا ہے۔جن کے حالات سُن سن کر ہمارا رجوع ہو چلا ہے۔کہ جناب موصوف پر بطور مہدی آخرالزمان ایمان لایا جاوے۔چونکہ اشتباہ میں ہیں اس واسطے خدمت میں التماس ہے کہ آپ خداوند تعالیٰ اور جناب رسول مقبول ﷺ کو حاضر وناظر کر کے سچے قرآن کریم کی شہادت پر ہمیں قسم اٹھا کر اطلاع بخشیں کہ آیا وہ سچے ہیں یا کاذب۔جواب کے واسطے ۱/کا ٹکٹ ارسال خدمت ہے۔تلونڈی راہ والی ڈاکخانہ خاص ضلع گجرانوالہ کے پتہ پر اطلاع بخشیں پاس خدا بخش پٹواری۔تابعداران شاہ محمد نمبردار ڈوگراں

خدا بخش پٹواری موضع تلونڈی راہ والی، ضلع گوجرانوالہ بقلم خود

نقل جواب از جانب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری

مرزا قادیانی کا دعویٰ صحیح نہیں کیوں کہ ان کے کئی ایک الہام غلط ہوئے تھے۔ خصوصاً آخری فیصلہ میں وہ جھوٹا ثابت ہوا جو اسنے ۱۵ / اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں (مرزا) جھوٹا ہونگا۔ پس وہ جھوٹا ثابت ہوا۔

دستخط مولوی ثناء اللہ۔ ابوالوفاء امرت سر۔ (بدر)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: میرے جواب کو دیکھ کر کوئی شائستہ آدمی کہہ سکتا ہے کہ میرا ظاہر میرے باطن کے خلاف ہے، یا میں دل سے قادیانی مشن کو غلط نہیں جانتا۔ ہاں چونکہ قادیانی مشن میں سبّ وشتم گھٹی میں داخل ہے اس لئے ان کے نزدیک شائستہ لفظوں میں جواب دینا گویا بے ایمان بننا ہے اس لئے ہمیں ضرور ہے کہ ہم اپنے ایمان کا ثبوت دیں۔ پس سنئے ؎

رسول قادیانی کی رسالت　　　جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۵-۴۶۔ مورخہ ۴-۱۱ / رمضان المعظم ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶ / ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۴-۵)

مرزائیوں سے چند سوال

جناب خیرالدین (نقل نویس) امرتسریؒ لکھتے ہیں:

(۱) آج کل مرزائی اخباروں (بدر وغیرہ) میں اس بات کا اعلان بڑے زور سے کیا جارہا ہے کہ "ہم دو آدمی حج کیلئے بھیجنا چاہتے ہیں لیکن جانے والے اصحاب پہلے حج کر چکے ہوں۔ کیوں؟

(۲) کیا وجہ ہے کہ باجود حکم خداوندی وللّٰه على النّاس حجّ البيت من استطاع اليه سبيلا مرزا صاحب نے باوجود اہل نصاب ہونے کے حج بیت اللہ نہ کیا؟

(۳) آپ جب کہ مرزا صاحب کے سچے عقیدتمند اور راسخ الاعتقاد مرید کہلاتے ہیں اور مرزا صاحب کونرا پیر ہی نہیں بلکہ مہدی اور مسیح اور ظل رسول بزعم خویش سمجھتے ہیں اور ان کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ جو کام پیر نے نہیں کیا آپ کرنا چاہتے ہیں؟

(۴) جو شخص فرض کو ترک کرے اس کے لئے کیا حکم ہے؟

امید ہے کہ ایڈیٹر بدر جواب باصواب سے پبلک کو ممنون فرماوینگے اگر ایڈیٹر صاحب جواب نہ دے سکیں تو حکیم نورالدین صاحب (خلیفہ) جواب دیں۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۵-۴۶۔ مورخہ ۴-۱۱ / رمضان المعظم ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶ / ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۲۱-۲۲)

مرزا صاحب کے حج نہ کر سکنے کا سوال ایک قادیانی نے مفتی محمد صادق قادیانی اڈیٹر بدر سے بھی کیا تھا۔ مفتی صاحب نے اسے (آسان یا مشکل سمجھ کر) ایک اپنے شاگرد محمد اسماعیل قادیانی سے لکھوا کر بدر میں شائع کیا، جو یوں ہے:

مکرمی السلام علیکم ۔آپ کا خط متضمن استفسار بابت اعتراض حج موصول ہوا بجوابش مرقوم ہے کہ:

ا۔ یہ امر کچھ محتاج اثبات نہیں کہ فرضیت حج بیت اللہ شرط استطاعة السبيل اليه سے مشروط ہے چنانچہ ارشاد الٰہی و حجّ البيت من استطاع اليه سبيلاً نص صریح اس پر شاہد ہے اور جب تک امن حاصل نہ ہو یہ استطاعت سبیل حاصل نہیں ہوسکتی۔ (دعوی مسیحیت سے پہلے جب مرزا صاحب دس ہزار روپیہ انعام کا اعلان کر رہے تھے، اس وقت مالی استطاعت بھی تھی اور امن بھی تھا کیونکہ کوئی دعوی مسیحیت ونبوت اس وقت موجود نہ تھا۔ اس وقت آپ نے حج کیوں نہ کیا؟ بہاء)۔

۲۔ آج دنیا میں سلطنت برطانیہ دنیا بھر کی سلطنتوں میں بلا استثناء عدل گستری اور امن پسندی کے لحاظ سے یقیناً بے نظیر سلطنت ہے اور جس قدر امن اس کے زیر سایہ ممالک کو حاصل ہے وہ آج دنیا بھر میں کسی کو نصیب نہیں۔

۳۔ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کے مخالفین نے آپ کی مخالفت میں و اذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك او يقتلوك او يخرجوك کا مصداق بننے میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا اور جہاں تک ان کے امکان میں تھا انہوں نے آپ کے اور آپ کی جماعت کے استیصال کے لئے ناخنوں تک زور مارا اگر خداوند تعالی نے نصرت آپ کے شامل حال نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ آپ ان کی زد سے بچ سکتے۔

۴۔ گورنمنٹ انگلشیہ کی امن پسندی اور عدل گستری خدا کے فضل و کرم سے حضرت اقدس کیلئے ان دشمنوں کے حملوں سے بچنے کا ایک نہایت اعلی ذریعہ تھی۔ اگر یہ فضل خداوندی آپ کے ساتھ نہ ہوتا تو یہ درندے ان کو پھاڑ کھاتے۔

۵۔ امن نہ ہونے کے باعث ہی رسول اکرم ﷺ کو خدا تعالی کی طرف سے حکم ملا کہ مکہ سے جہاں بیت اللہ الحرام اور حج کا مقام ہے ہجرت اختیار کریں۔ پس جب حضرت اقدس کے دشمن بھی ویسے ہی آپ کی جان کے پیاسے تھے جیسے کہ رسول کریم ﷺ کے ظالم دشمن آپ کے خون کے پیاسے تھے اور ان سے امن میں رہنے کے لئے سایہ سلطنت برطانیہ ظاہری اسباب میں ایک بے نظیر سپر

ہے اور ساتھ ہی ایسے امن کا مقام چھوڑ کر جانا خدا کے احکام کی مخالفت کرنا ہے تو آپ کا بذات خود حج کے لئے نہ جانا کسی مومن کے لئے ذرہ بھر اعتراض کی گنجائش نہیں دیتا، بلکہ موجودہ صورت میں تو ایسی امن کی جگہ کو چھوڑ کر جانا اعتراض پیدا کرتا ہے کیونکہ امن نہ ہونے کی وجہ سے ہی تو ہماری سرکار کو حکم ملا تھا کہ مکہ کو چھوڑ کر مدینہ میں قیام اختیار کریں۔ پس جو شخص آپ کی سنت کے خلاف حضرت مسیح موعود پر حج کو نہ جانے کی وجہ سے اعتراض کرتا ہے وہ سنت نبوی ہی کی مخالفت نہیں کرتا بلکہ قرآن کریم کے صریح حکم کی مخالفت کرتا ہے۔ نیز جب کہ حضرت اقدس (مرزا) کی طرف سے ایک شخص بحکم حضرت خلیفۃ المسیح و اہلیہ مرزا صاحب حج کر آیا تھا اور احادیث صحیحہ سے یہ امر ثابت شدہ ہے کہ اس طرح سے بھی فریضہ حج ادا ہو جاتا ہے تو آپ کی نسبت یہ کہنا کہ آپ نے حج نہ کیا ارشاد نبوی کی صریح مخالفت کرنا ہے۔ واللہ اعلم۔

خاکسار محمد اسماعیل حسب حکم مفتی محمد صادق صاحب مکرم۔ بدر۔ ۷ مارچ ۱۹۱۲ء ص ۵)

(یاد رہے کہ مرزا محمود نے ۱۹۱۲ء میں با امن و امان حج کر کے اس قادیانی غبارے سے ہوا نکال دی کہ مرزا صاحب اس لئے حج نہ کر سکے کہ وہاں امن نہیں تھا۔ نیز حج تو مسیح موعود کی نشانی ہے اور مرزا صاحب واقعتاً مسیح موعود ہوتے تو اللہ تعالیٰ ان کیلئے راستہ بھی امن والا کر دیتا۔ بہاء)

جناب اللہ دتا کی نگارشات

جناب مولوی اللہ دتا صاحبؒ چک ۳ نہر گوگیرہ، غلام احمد قادیانی بخیال خود کون تھا، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

میں پبلک کے سامنے مرزا صاحب کی بعض کتب سے چند دعاوی باطلہ کی فہرست معہ پتہ صفحہ مشت نمونہ خروارے نقل کر کے پیش کرتا ہوں اور اسکے نتیجہ کا فیصلہ پبلک کی رائے پر چھوڑتا ہوں:

(۱) ان کا دعوی تھا کہ میں ایک دفعہ خدا بن گیا اور اس حالت میں میں نے آسمان اور زمین کو بھی پیدا کیا۔ (کتاب البریہ۔ صفحہ ۷۸)

پھر ایک کشف ہے جو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ و ۵۶۵ میں مدت سے چھپ چکا ہے اُس کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔ وہ یہ ہے: ترجمہ۔ میں نے اپنی ایک کشف میں دیکھا

کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں...

اور صفحہ ۷۹ میں ہے: ''میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب اور تفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں اس کے خلق پر قادر ہوں۔ پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زیّنا السّماء الدّ نیا بمصا بیح۔

(۲) اُن کا دعوی تھا کہ میں توحید اور تفرید کا مرتبہ رکھتا ہوں (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲):

انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید وتفرید۔

(۳) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا کی مانند ہوں۔ دیکھو اربعین نمبر ۳ کی صفحہ ۲۵ کے حاشیہ میں هو هذا۔ رائیل نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں ''خدا کی مانند'' یہ گویا اس الہام کے مطابق ہے جو براہین احمدیہ میں ہے انت منّی بمنزلة توحیدی وتفریدی فحان ان تعان وتعرف بین النّاس یعنی تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید وتفرید کو سو جیسا میں اپنی توحید کی شہرت چاہتا ہوں ویسی ہی تجھے دنیا میں مشہور کروں گا اور ہر جگہ جو میرا نام جائے گا تیرا نام ساتھ ہوگا۔

(۴) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا وہیں کھڑا ہوجاتا ہے جہاں میں کھڑا ہوں۔

''مجھے الہام ہوا: انّ اللّٰه معك انا اللّٰه یقوم اینما قمت یعنی خدا تیرے ساتھ ہی خدا وہیں کھڑا ہوتا ہے جہاں تو کھڑا ہو۔ (ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۷)

(۵) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا مجھ میں سے ہے اور میں خدا میں سے ہوں۔ (دافع البلاء۔ صفحہ ۸)۔ انت منّی وانا منك ترجمہ: تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔

(۶) اُنکا دعویٰ تھا کہ میں خدا کے نزدیک بمنزلہ اولاد کے ہوں۔ انت منّی بمنزله اولادی یعنی تو تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ ((الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۰ء صفحہ ۶)

(۷) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے۔ (اربعین نمبر ۲ صفحہ ۸):

یحمدك اللّٰه من عرشه یعنی خدا عرش پر تیری تعریف کرتا ہے۔

(۸) کتاب البریہ کے صفحہ ۷۶ میں۔ جس طرف تیرا مونھ اُس طرف خدا کا مونھ۔

(۹) اُن کا دعویٰ تھا کہ اگر میں نہوتا آسمان نہوتا (البدر ۱۰ مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۲):

انّی مع الاکرام لولاک لما خلقت الافلاک ترجمہ: تحقیق میں بزرگوں کے ساتھ ہوں اگر تو نہوتا تو میں آسمان پیدا نکرتا۔

(۱۰) اُنکا یہ بھی دعویٰ تھا کہ خدا نے رات دن میرے لئے پیدا کیا ہے (اربعین ۳ ص ۱۱)

خلقت لك ليلة ونهارًا یعنی تیرے لئے میں نے رات اور دن پیدا کیا۔

(۱۱) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں خدا کا سب سے بڑا نام ہوں (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴)۔

انت اسمی الاعلیٰ یعنی تو میرا سب سے بڑا نام ہے۔

(۱۲) اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں پانی سے پیدا ہوا ہوں اور دوسرے خشکی سے۔

تو ہمارے پانی میں سے ہے اور دوسرے لوگ خشکی سے (کتاب البریہ۔ص ۷۵)

اور انت من ماء وهم من فشل یعنی تو ہمارے پانی سے ہے اور دوسرے لوگ فشل سے۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۳۴)

(۱۳) اُنکا خیال تھا کہ میں جو چاہوں کروں میں مغفور ہوں (اربعین نمبر ۳ ص ۱۱)

اعمل مائشت فانی قد غفرت لك جو چاہے کر تو مغفور ہے۔

(۱۴) اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ (دافع البلاء۔ص ۱۱)

''سچا خدا وہی خدا ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا۔

(۱۵) اُن کا دعویٰ تھا کہ خدا کی پاک وحی میرے پر نازل ہوتی ہے (دافع البلاء۔ص ۵)

خدا کی پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی جس کی عبارت یہ ہے انّ اللّٰہ لایغیّر مابقوم حتّی یغیّروا ما بانفسهم انّه اوی القرية۔ خدا نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ اُن خیالات کو دور نہ کرلیں جو اُن کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول نہ مان لیں۔

(۱۶) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں داعی الی اللہ اور سراج منیر ہوں (اربعین نمبر ۲ ص ۷)۔

داعی الی اللہ اور سراج منیر یہ دونام اور دو خطاب خاص آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف میں دیئے گئے ہیں پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیئے گئے۔

(۱۷) اُن کا دعویٰ تھا کہ مجھے آنحضرت صلعم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تئیس برس کا عرصہ دیا گیا ہے (اربعین نمبر ۳۔ص ۲۲)

''سو امت میں ایک شخص میں ہی ہوں جس کو اپنی نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے

تیئیس برس کی مدت دیگئی ہے اور تیئیس برس تک برابر یہ سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا ہے۔

(۱۸) اُن کا یہ بھی دعویٰ تھا کہ میری ہر بات خدا کی وحی ہے (اربعین نمبر۳ ص ۳۶)

وما ینطق عن الھوا ان ھو الّا وحی یوحیٰ، دنی فتدلّی فکان قاب قوسین او ادنی، ذرنی والمکذّ بین انی مع الرسول اقوم یعنی اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور پھر نیچی کی طرف تبلیغ حق کے لیے جھکا اس لئے یہ دو قوسوں کے وسط میں آ گیا اوپر خدا نیچے مخلوق مکذبین کے لیے مجھ کو چھوڑ دو میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔

(۱۹) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں حوض کوثر دیا گیا ہوں۔ (اربعین نمبر۲ ص ۳۱)

انّا اعطیناك الكوثر فصلّ لربك وانحر۔

(۲۰) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں رحمۃ للعالمین ہوں۔ (اربعین نمبر۳ ص ۲۵)

وما ارسلناك الا رحمة للعالمين اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کیلئے تجھے بھیجا ہے۔

(۲۱) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں تمام جہان پر فضیلت رکھتا ہوں اور میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ (الحکم مورخہ ۲۴ جون ۱۹۰۰ء)

خدا کی کلام میں مجھ سے یہ محاورہ نہیں ہے۔ مجھے حضرت خداوند کریم محض اپنے فضل سے صدیق کے لفظ سے یاد کرتا ہے اور نیز دوسرے لفظوں سے جن کے سننے کی آپ کو برداشت نہیں ہوگی اور حضرت خداوند کریم نے مجھ کو اس خطاب سے معزز فرما کر انی فضلتك على العالمين. قل ارسلت اليكم جميعًا یہ بات بخوبی کھولدی کہ اس ناکارہ کو تمام عالمین یعنی زمین کے باشندوں پر فضیلت بخشی ہے۔

(۲۲) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں خدا کا رسول ہوں نبیوں کے لباس میں (اربعین نمبر۲ ص ۱۰)

جری اللّٰہ فی حل الانبیاء خدا کا رسول ہوں نبیوں کے حلول میں۔

(۲۳) اُن کا دعویٰ تھا (تریاق القلوب صفحہ ۳) کہ:

منم مسیح زماں منم کلیم خدا　　　منم محمد واحمد کہ مجتبے باشد

(۲۴) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمان اور عیسائیوں کے لیے مسیح موعود ہوں (لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۹)۔

(۲۵) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں امام حسین سے افضل ہوں۔ (دافع البلاء صفحہ ۱۳):

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیوں کہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے جو حسین سے بڑھ کر ہے۔

(۲۶) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں زندہ علی ہوں۔ (اخبار الحکم ۴ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۰ء):

اس لئے یاد رکھو کہ پرانی خلافت کا جھگڑا چھوڑ دو اب نئی خلافت لو ایک زندہ علی تم میں موجود ہے اس کو چھوڑتے ہو اور مردہ علی کی تلاش کرتے ہو۔

(۲۷) ان کا دعویٰ تھا کہ میں خاتم الخلفاء ہوں (اعجاز احمدیہ صفحہ ۷)۔

(۲۸) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں علم کا شہر ہوں۔ (اربعین نمبر ۳۰ صفحہ ۳۳):

انت مدینۃ العلم تو علم کا شہر ہے۔

(۲۹) اُن کا دعویٰ تھا کہ میں نبی اور رسول ہونے کا انکار نہیں کرتا ہوں:

پس جب کہ اس مدت میں ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں نہ کروں۔ (اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان)

مریدان مرزا غلام احمد نے انہی اوصاف بالا مرقومہ کو مرزا صاحب کی زبان سے سن کر یا اُن کی کتابوں سے پڑھ کر اُن کو مسیح موعود رسول اور نبی اور کرشن وغیرہ مان لیا۔

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۲۱۔ مورخہ ۳ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۰۹ء ص: ۹-۱۰)

جناب اللہ دتا، **مرزا غلام احمد کی عمر کی نسبت فیصلہ**، کے عنوان سے لکھتے ہیں:

جب سے مرزا صاحب فوت ہوئے ہیں تب سے ان کی عمر کی نسبت مرزائیوں اور غیر مرزائیوں میں تحقیقات ہو رہی ہے جس کا سبب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ وغیرہ میں لکھا ہے کہ خدا نے مجھے خطاب کر کے فرمایا ہے ثمانین حولاً او قریباً مّن ذلك او یزید علیه وترىٰ نسلاً بعیدًا. یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی، یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔ اور یہ الہام قریبا پینتیس برس سے ہو چکا تھا۔ اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔ دیکھو اربعین صفحہ ۳ نمبر ۳۰ میں عبارت بالا۔

فریقین اس بات پر متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد ۱۹۰۸ء میں لاہور میں فوت ہوئے، ان کا جھگڑا ان کی عمر کی نسبت ہے۔ فریق مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی موت الہام کے مطابق ہوئی

ہے۔فریق غیر مرزائی دعویٰ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی موت ان کے الہام کے مطابق واقعہ نہیں ہوئی۔ اب یہ دیکھنا ہے کہ کون فریق اپنے دعویٰ میں سچا ہے اور جھوٹا کون ہے۔ پس میں ہر دو فریق کے روبرو مرزا صاحب ہی کا فیصلہ پبلک کے سامنے حرف بحرف نقل کر کے پیش کرتا ہوں۔

دیکھو کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں وہو ہذا:

''اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیر وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترھویں برس میں تھا۔ اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔''

غرض مرزا غلام احمد بقول خود ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوا۔ اور ۱۹۰۸ء میں فوت ہوا۔ ۶۸ برس مدت حیات ہوئی۔ افسوس صد افسوس اور حیف صد حیف ہے مریدان مرزا کی ہٹ دھرمی پر، اور اُن سے ڈبل افسوس ہے۔ مولوی نورالدین صاحب پر کہ باوجود حکیم و عالم و فاضل اور حاجی ہونے کے دیدہ دانستہ جھوٹ کو سچ بناتے ہیں جو پیراں نمی پرند کے مصداق بن رہے ہیں یا ''مدعی سست اور گواہ چست کی مثل ہیں۔ راقم: اللہ دتا۔ مختار۔ چک نمبر ۳ نہر گوگیرہ۔

(اہل حدیث جلد ۶۔ نمبر ۲۲۔ ۱۰ ربیع الاول ۱۳۲۷ھ مطابق ۲ اپریل ۱۹۰۹ء ص: ۱۰)

جناب اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں:

اے مریدان غلام احمد! اے احمدی کہلانے والو! میں تم کو مرزا غلام احمد کے ملہم کی قسم دیکر تم سے چند سوالات کے جوابوں کا طالب ہوتا ہوں اور میرا ہر ایک سوال مرزا صاحب کی تحریر پر ہوگا۔ اور میں مرزا صاحب کی کتابوں سے اصل عبارت حرف بحرف معہ پتہ صفحہ ذیل میں نقل کرونگا تا کہ تم کو حق بات کے قبول کرنے سے انکار کی گنجائش نہ ہو، اور طالب حق کی تسلی اور تشفی کا باعث ہو۔

نبوت کے متعلق مرزا صاحب کے خیالات:

(۱) دیکھو آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۷ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''میں نبوت کا مدعی نہیں ہوں بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔''

(۲) اور دیکھو اُسی آسمانی فیصلہ کے صفحہ ۳۸ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''اے مسلمانوں کی ذریت کہلانے والو! دشمن قرآن مت بنو اور خاتم النبین کے بعد وحی اور نبوت کا نیا سلسلہ جاری مت کرو اس خدا سے شرم کرو جسکے سامنے حاضر کئے جاؤ گے''

(۳) اور دیکھو حمامۃ البشریٰ کے صفحہ ۷۹ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

”ماکان لی ان ادعی النبوۃ واخرج الاسلام والحق بقوم کافرین۔

(یہ جائز نہیں کہ میں نبوت کا دعویٰ کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے جاملوں)

عبارت مرقومہ بالا نمبر ۱ سے بقول مرزا صاحب نبوت کا مدعی دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ اور عبارت مرقومہ بالا نمبر ۲ سے بقول مرزا صاحب جو شخص خاتم النبیین کے بعد وحی اور نبوت کا سلسلہ جاری کرے وہ قرآن کا دشمن ہے اور وہ خدا سے بھی شرم نہیں کرتا۔ اور عبارت نمبر ۳ مرقومہ سے بقول مرزا غلام احمد صاف ظاہر ہو رہا ہے جیسے کہ وہ خود تحریر کرتے ہیں کہ اگر میں نبوت کا دعویٰ کروں تو اسلام سے خارج ہو کر کافروں میں مل جاؤں۔

اب مریدان مرزا کو طالبان حق کیلئے یہ ثابت کر کے دکھانا ہے کہ مرزا غلام احمد نے خلاف تحریرات خود نبوت کا اور وحی کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر ان کا دعویٰ وحی اور نبوت کا ان کی کتب سے ثابت ہو جاوے تو وہ بقول خود دائرہ اسلام سے خارج اور کافروں سے ملے ہوئے تصور کئے جاوینگے۔

وحی اور نبوت کے دعویٰ کا ثبوت:

(۱) دافع البلا کے صفحہ ۵ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی جس کی عبارت یہ ہے انّ اللّٰہ لایغیّر مابقومٍ حتّی یغیّروا ما بأنفسھم انّہ اوی القریتہ یعنی خدا نے یہ ارادہ کیا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا۔ جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں۔“

عبارت بالا سے خدا کی پاک وحی ہے اور رسول ہونے کا دعویٰ صاف ظاہر ہے اور عربی عبارت کا ترجمہ بھی الفاظ کے خلاف اور زائد کیا گیا ہے۔

(۲) دیکھو دافع البلاء کے صفحہ ۱۱ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“

رسول ہونے کا دعویٰ صاف ظاہر ہے۔

(۳) دیکھو اربعین ۳ صفحہ ۲۲ میں۔ ہو ہذا۔

”سو اس نمونہ میں ایک شخص میں ہی ہوں جس کو آپ نے نبی کریم کے نمونہ پر وحی اللہ پانے میں تیئیس برس کی مدت دی گئی ہے اور تیئیس برس تک یہ سلسلہ جاری رکھا گیا ہے۔“

عبارت بالا مرقومہ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ مرزا غلام احمد ویسی ہی وحی کے مدعی تھے

جیسے کہ خاتم النبین محمد مصطفیٰ صلعم پر اُترا کرتی تھیں تیئس برس تک۔ اور نمونہ لفظ بھی اہل انصاف کے لئے غور طلب ہے۔

(۴) اور دیکھو اخبار الحکم صفحہ ۱۸ جلد ۴ صفحہ ۹ مورخہ ۱۷ رمئی ۱۹۰۰ء میں عبدالکریم امام مسجد قادیان اور مرزا کا خاص مرید لکھتا ہے۔ وہو ہذا۔

''یہ مزکی اور مطہر انسان حضرت سید عالم ﷺ کی خوبو اور قوت اور نشان کے ساتھ آیا۔ بلکہ بعینہ وہی آیا کیوں کہ اس میں احیاء اور اماتت کی وہی قدرت ہے۔ یہ ویسا ہی بشیر ونذیر ہے یہ حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ ہے۔''

اہل انصاف اور طالبان حق عبارت بالا مرقومہ میں الفاظ ذیل پر خوب غور کریں کہ خو، بو، قوت، نشان، احیاء، اماتت، قدرت، بشیر، نذیر، حجۃ اللہ، آیۃ اللہ ہونے میں مرزا غلام احمد بقول عبدالکریم پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ سید الانبیاء ﷺ کے برابر ہے۔ اے مسلمانوں! نام کا غلام یعنی غلام احمد ایسے برگزیدہ کے اوصاف میں برابر ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے جس کو عام مسلمان کہا کرتے ہیں۔ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔

(۵) اور دیکھو اربعین نمبر ۳ کی صفحہ ۳۶ و ۳۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''وماینطق عن الھویٰ ان ھو الّا وحی یوحیٰ۔ دنی فتدلّیٰ فکان قاب قوسین او ادنیٰ۔ ذرنی والمکذّ بین انّی مع رسول اقوم۔ (ترجمہ اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو خدا کی وحی ہے۔ یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور نیچے کی طرف تبلیغ حق کیلئے جھکا۔ اس لئے دو قوسوں کے وسط میں آگیا۔ اوپر خدا نیچے مخلوق، مکذبین کے لئے مجھ کو چھوڑ دے میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا۔)''

عبارت مرقومہ بالا سے مرزا غلام احمد کا وحی اور نبوت کا مدعی ہونا صاف ظاہر ہو رہا ہے اور عربی الفاظ کا ترجمہ بھی جو مرزا جی نے کیا ہے اہل انصاف کے لئے غور طلب ہے۔

(۶) اور دیکھو اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۳۵ و ۳۶ میں۔ ہو ہذا۔

''ھو الّذی ارسل رسوله بالھدی ودین الحقّ وتھذیب الاخلاق۔ اور پھر فرمایا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔''

عبارت بالا مرقومہ اہل انصاف کے لئے عبارت (جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو)

مرزا کا مدعی وحی اور نبوت ہونا صاف ظاہر ہے۔

(۷) اور دیکھو اخبار البدر ۵/ مارچ ۱۹۰۸ء میں۔ ہو ہذا۔

''ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کتاب نازل نہیں ہوئی۔''

عبارت مرقومہ بالا میں رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کھلے الفاظ میں ہے۔ ورنہ جو شخص دن کو رات کہدیوے اس کی مرضی۔

(۸) اور دیکھو اربعین نمبر۴ کے صفحہ ۶ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''ماسوائے اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا۔ وہی صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں یوں کہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام۔ قل للمومنین یغضّوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذلک ازکیٰ لھم۔ یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر تیئیس برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی اور اگر کہو کہ شریعت سے وہ شریعت مراد ہے جس میں نئے احکام ہوں تو یہ باطل ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انّ ھذا لفی الصّحف الاولی صحف ابراھیم وموسیٰ۔ یعنی قرآنی تعلیم توریت میں بھی موجود ہے اور اگر یہ کہو کہ شریعت وہی ہے جس میں باستیفاء امر اور نہی کا ذکر ہو تو یہ باطل ہے۔''

اور اسی صفحہ ۶ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں۔ ہو ہذا۔

''چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے میری تعلیم کو اور اوس وحی کو جو میرے پر ہوتی ہے فُلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا۔ جیسا کہ ایک الہام کی یہ عبارت ہے واصنع الفلک باعیننا ووحینا انّ الّذین یبایعونک انّما یبایعون اللّٰہ فوق ایدیھم یعنی اس تعلیم اور تجدید کی کشتی کو ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے بنا جو لوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ خدا سے بیعت کرتے ہیں یہ خدا کا ہاتھ ہے جو ان کے ہاتھوں پر ہے۔ اب دیکھو خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو کشتی قرار

دیا۔ اور تمام انسانوں کے لئے اس کو مدار نجات ٹھیرایا جس کی آنکھیں ہوں دیکھے اور جس کے کان ہوں سنے۔"

ساری عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد وحی اور نبوت کے مدعی ہیں، اسی واسطے اپنی بیعت کو خدا کی بیعت کہتے ہیں۔ اور مدار نجات ٹھیراتے ہیں۔

احادیث سے نبوت کا مدعی دجال اور کذاب ہے:

(۱) دیکھو مشکوٰۃ کے باب الفتن میں حدیث ابوداود اور ترمذی کی ثوبانؓ سے روایت ہے:

سیکون فی امّتی کذّابون ثلٰثون کلّھم یزعم انه نبیّ اللّٰه وانا خاتم النّبیّین لا نبیّ بعدی۔ (ہونگے میری امت سے جھوٹے وہ تیس ہونگے سب گمان کرینگے وہ نبی اللہ کے ہیں حالانکہ میں خاتم النبین ہوں نہیں کوئی نبی بعد میرے)۔

اور دیکھو مشکوٰۃ کے باب ملاحم میں حدیث بخاری ومسلم کی ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

لاتقوم السّاعة حتّی یبعث دجّالون کذّابون قریب من ثلاثین کلّھم یزعم انه رسول اللّٰه۔ (فرمایا حضرت ﷺ نے نہیں قائم ہوگی قیامت پیدا ہوں گے جھوٹے قریب تیس کے ہرایک کرے گا دعویٰ کہ وہ نبی خدا کا ہے)۔

ان ہر دو حدیث بالا مرقومہ سے آفتاب نیم روز کی طرح روشن ہو رہا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ مخبر صادق نے خبر دی کہ میری امت میں سے تیس شخص رسول اور نبی ہونے کا دعویٰ کرینگے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں کوئی نبی میرے بعد نہوگا۔ نبوت کے مدعی دجال اور کذاب ہوں گے۔

اور دیکھو مشکوٰۃ کے باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں:

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول اللّٰه ﷺ لعلیّ انت منّی بمنزلة هارون من موسی الّا انه لانبیّ بعدی۔ متّفق علیه۔ ترجمہ روایت ہے ابن ابی وقاص سے کہ کہا فرمایا رسول خدا ﷺ نے واسطے علی کے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے مگر فرق یہی ہے کہ نہیں نبی بعد میرے۔ متفق علیہ

چونکہ ہارونؑ نبی تھے اور اب نبوت ختم ہو چکی تھی اس واسطے آں حضرت ﷺ نے ساتھ ہی فرمادیا الا انه لانبی بعدی۔ (مگر فرق یہی ہے کہ نہیں نبی بعد میرے)۔ سبحان اللہ! حضرت علیؓ جیسے برگزیدہ شخص کے لئے جو رسول اللہ ﷺ کا ذاتی بھائی رشتہ دار، اور یار ہو اس کا نبی نہونا یا کہلانا رسول اللہ ﷺ جائز نہ رکھیں اور مرزا غلام احمد قادیانی جیسا شخص وحی پانے اور امر و نہی اور رسول

ہونے کا مدعی ہو جیسا کہ اوپر ان کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے اور جیسا کہ اخبار البدر نمبر ۴۴ و ۴۵ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۹ میں لکھا ہے۔ ہو ہذا۔

''چونکہ اس مبارک زمانہ میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول موجود ہے اس لئے عذاب بھی اسی قسم کے نازل ہو رہے ہیں جو انبیاء کے وقتوں میں ہوا کرتے تھے۔''

اے مریدان مرزا غلام احمد! خدا سے ڈر کر سچ ہی کہو کہ رسول خدا ﷺ کا، لا نبیّ بعدی، فرمانا سچ ہے یا تمہارا یہ لکھنا (اس مبارک زمانہ میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول موجود ہے) سچ ہے۔ مگر آیت خاتم النبین کا بھی خیال رکھنا اور نبوت کے مدعی کی نسبت جو کچھ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے اس فتویٰ کو بھی مدنظر رکھنا۔

(اہل حدیث جلد ۷۔ نمبر ۴۷-۴۸۔ مورخہ ۱۸-۲۵/ رمضان ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳-۳۰/ ستمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱۹-۲۱)

جناب مولوی اللہ دتہ صاحب وحی اور نبوت کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

بجہت ثبوت مشتے نمونہ از خروارے مرزا غلام احمد کی کتب میں سے اصل عبارت معہ پتہ صفحہ ذیل میں درج کرتا ہوں تا کہ مخالف کو انکار کی گنجائش نہ ہو

۱۔ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کا نام امتی بھی رکھا اور نبی بھی۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۵۳۳)

۲۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی جس کی عبارت یہ ہے ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ آوی القریۃ۔ ترجمہ۔ خدا نے یہ ارادہ فرمایا کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کریگا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو انکے دلوں میں ہیں یعنی جبتک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں (دافع البلاء صفحہ ۵)

۳۔ سچا خدا وہی ہے جس نے اپنا رسول قادیان میں بھیجا (دافع البلاء صفحہ ۱۱)

۴۔ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق و تھذیب الاخلاق ۔ ترجمہ۔ پھر فرمایا خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو یعنی اس عاجز کو ہدایت اور دین حق اور تہذیب اخلاق کے ساتھ بھیجا۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۵)

۵۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہم بغیر نئی شریعت کے رسول اور نبی ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کتاب نازل نہیں۔ (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) (مرزائیو! اب بھی انکار کرو گے کہ مرزا نے رسول اور نبی ہونے کا دعوی نہیں کیا۔ اللہ دتا)

۶ چونکہ اس مبارک زمانہ میں خدا کا ایک برگزیدہ نبی اور رسول موجود ہے اسلئے عذاب

بھی اس قسم کے نازل ہو رہے ہیں جو انبیاء کے وقتوں میں ہوتے تھے (بدر ۲۴ نومبر ۱۹۰۴ء)

۷۔اجتہادی غلطی سب نبیوں سے ہوا کرتی ہے اس میں سب ہمارے شریک ہیں (الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۱ء)

۸۔جری اللہ فی حلل الا نبیاء ترجمہ۔ یہ رسول خدا ہے نبیوں کے پیرایہ میں یعنی ہر ایک نبی کی خاص صفت اس میں موجود ہے (حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۹)

۹۔اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان:

پس جب کہ میں اس مدت تک ڈیڑھ سو پیش گوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہوگئیں تو میں اپنی نسبت نبی یا رسول ہونے کے نام سے کیوں انکار کروں اور جب کہ خدا تعالی نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو میں کیوں انکار کروں اور میں جیسا قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ویسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔

مرزائیو! اب صاف صاف کھلے الفاظ میں نبوت اور وحی کا دعوی ہے۔ اس قسم کے حوالے بہت سے میرے پاس موجود ہیں مگر طوالت کے خوف سے نقل نہ کئے اہل انصاف کے لئے امید ہے کہ یہ کافی ہوں گے۔

سیدالانبیاء ﷺ سے برابری:

اوپر کی عبارت میں سے باقوال مرزا غلام احمد اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے کہ وہ وحی اور نبوت کے کھلے کھلے مدعی تھے اب ذیل میں اس بات کو بقول مرزا غلام احمد ان کی کتابوں سے اصل عبارت مع پتہ صفحہ ذیل درج کرونگا جس سے کھلے طور پر ہر ایک طالب حق پر آفتاب نیم روز کی طرح ظاہر ہو جاوے گا کہ مرزا غلام احمد کو سید الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین و رحمت للعالمین کی خاص خاص صفات میں برابری کا دعوی کھلے طور پر تھا۔

۱۔داعی الی اللہ اور سراج منیر یہ دو نام اور دو خطاب خاص آنحضرت ﷺ کو قرآن شریف میں دیئے گئے پھر وہی دو خطاب الہام میں مجھے دیئے گئے۔ (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۷)

۲۔سو اس امت میں وہ ایک شخص میں ہی ہوں جس کو آپ نے نبی کریم کے نمونہ پر وحی پانے میں تئیس برس کی مدت دی گئی ہے اور تئیس برس تک برابر سلسلہ وحی کا جاری رکھا گیا (اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۲)

۳۔ و ما ارسلناك الّا رحمة للعالمين ۔ترجمہ اور ہم نے دنیا پر رحمت کرنے کے لئے تجھے بھیجا ہے۔(اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۳)

۴۔ و ما ینطق عن الھوی ان ھو الّا وحی یوحی دنی فتدلی... قاب قوسین او ادنی ترجمہ: اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔ یہ خدا کے قریب ہوا یعنی اوپر کی طرف گیا اور پھر نیچے کی طرف تبلیغ حق کے لئے جھکا۔ اس لئے یہ دو قوسین کے وسط میں آ گیا اوپر خدا اور نیچے مخلوق (اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۶)

۵۔ انا اعطینا ك الکوثر فصل لربک و انحر (اربعین نمبر۳ صفحہ ۳۱) (مرزائیو! خدا سے ڈر کر بتا سکتے ہو کہ تمہارا کوثر کتنا لمبا چوڑا ہوگا۔ اللہ دتا)

۶۔یوم یعض الظالم علی یدیه یقول یا لیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاً ۔ترجمہ۔ اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹے گا کہ کاش میں اس خدا کے بھیجے ہوئے کی مخالفت نہ کرتا اور اس کے ساتھ رہتا۔ (اربعین نمبر۳ ص ۳۳)

۷۔ سبحان الذی اسری بعبده لیلاً ۔ترجمہ۔ وہ پاک ذات وہی خدا ہے جس نے ایک رات میں تجھے سیر کرایا (حقیقۃ الوحی ص ۷۸)

۸۔ انا فتحنا لک فتحاً مبیناً لیغفر لک الله ما تقدم من ذنبک و ما تاخر ۔ترجمہ۔ میں ایک عظیم فتح تجھ کو عطا کرونگا جو کھلی کھلی فتح ہوگی تا کہ تیرا خدا تیرے تمام گناہ بخش دے جو پہلے اور پچھلے ہیں (حقیقۃ الوحی ۔ص ۹۴)

۹۔ یسین۔ انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم تنزیل العزیز الرحیم ۔ترجمہ۔ اے سردار تو خدا کا مرسل ہے راہ راست پر خدا کی طرف سے جو غالب اور رحم کرنے والا (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۷) (مسلمانو! سنتے ہو یسین کا خطاب کس کو ملا تھا اور اب کون دعوی کر رہا ہے۔ اللہ دتا)

۱۰۔ سلسلہ احمدیہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو منہاج نبوت پر واقع ہوا ہے اور اس سلسلہ کے اندر روح نبوت کام کر رہی ہے یہی وجہ ہے کہ احمدیت ایک تبلیغی سلسلہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود اپنے سید و مولا متبوع امام الرسل حضرت خاتم النبیین ﷺ کی طرح کل دنیا کیلئے مبعوث ہوئے ہیں اور خدا تعالی نے ان کے ذریعہ اظہار الدین مقدر کر رکھا ہے اور ھو الذی ارسل رسوله بالھدی و دین الحق لیظھره علی

الدین کلہ کی وحی آپ کو ہو چکی ہے۔ پس جب کہ مسیح موعود کی بشارت کل اقوام عالم اور افراد کیلئے اس رنگ میں ہے جس طرح سید الرسل حضرت احمد مکی ﷺ کو خطاب ہوا تھا کہ قل انی رسو ل اللہ الیکم جمیعاً اور خود حضرت مسیح موعود، مہدی مسعود، اور کرشن مہاراج کے دعوی میں اس امر کو واضح کر کے بتا دیا (الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۵ء ص ۴)

۱۱۔ میں عبدالکریم امام مسجد قادیان مرزا کا خاص مرید لکھتا ہے:

یہ مزکی اور مطہر انسان حضرت سید عالم ﷺ کی خو بہ خو اور قوت اور نشان کے ساتھ آیا بلکہ بعینہ وہی آیا کیونکہ اس میں احیا اور اماتت کی وہی قدرت ہے یہ ویسا ہی بشیر و نذیر ہے یہ حجۃ اللہ اور آیۃ اللہ ہے۔ (الحکم ۱۷ مئی ۱۹۰۰ء)

مسلمانو! سنتے ہو؟ اور طالبان حق غور سے سوچو عبارت مرقومہ بالا سے الفاظ، خو بہ خو قوت نشان احیا اماتت قدرت بشیر نذیر حجۃ اللہ آیۃ اللہ ہونے میں بقول عبدالکریم، مرزا غلام احمد، پیغمبر خدا محمد مصطفیٰ ﷺ سید الانبیاء کے برابر

سبحان اللہ! جس شخص کے نام سے پہلے وضعاً غلام کا لفظ موجود ہے وہ اپنے آقائے نامدار کے اوصاف کا دعوی کھلے کھلے الفاظ میں کر رہا ہے ایسے برگزیدہ کے اوصاف میں جس کی نسبت عام زبان زد ہے: بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ سچ ہے:

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو رسول حق باستحکام مرزا

۱۲۔ اور دیکھو غور اور فکر سے دیکھو کرامات الصادقین کے صفحہ ۱۹ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

پس یہ خیال کہ گویا جو کچھ آنحضرت ﷺ نے قرآن مجید کے بارہ میں فرمایا ہے اس سے بڑھ کر ممکن نہیں بدیہی البطلان ہے۔

معاذ اللہ من ھذہ الا عتقاد ۔ میں مرزا غلام احمد کے خیالات باطلہ کو کہاں تک لکھوں طالبان حق کے لئے میں اپنے دعوی کا ثبوت پیش کر دیا ہے۔ ضد کا علاج میرے پاس نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۲۸ جولائی۔ ۱۹۱۱ء۔ ص ۲۔۴)

جناب اللہ دتا صاحب، مریدان مرزا سے ایک سوال، کے زیر عنوان رقم طراز ہیں:

صاحبان! خدا سے ڈر کر اور اپنے عقل و ایمان سے بھی مشورہ لے کر بذریعہ اخبار اہلحدیث میرے سوال کا جواب ضرور ہی دینا۔ میں ازالہ اوہام سے تمہارے ہی مرشد مرزا غلام احمد صاحب کی عبارت نقل کرتا ہوں اور تم سے جواب کا طالب ہوتا ہوں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اول تو جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزء یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ سدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو اسلام سے کچھ تعلق نہیں

اے مرزائیو! یا احمدیو! آیا تم بھی ایسا ہی مانتے ہو جیسا کہ تمہارے مرشد مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ ایسا ہے کہ نہ وہ جزو ایمان ہے اور نہ دین کے رکنوں میں سے ایک رکن ہے اور نہ اسے اسلام سے کچھ تعلق ہے

پس تمہارے ہاں یا ناں کا جواب احمدی اور غیر احمدی کے کفر اور اسلام میں فیصلہ کن ہو جائے گا۔ مگر سوچ کر جواب دینا۔ بے شک حکیم نورالدین سے بھی مشورہ کر کے جواب دینا مگر ضرور دینا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۵)

✿ جناب اللہ دتا، رسالہ ریویو قادیانی میں سفید جھوٹ، کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

پرچہ اخبار اہل حدیث ۱۸۔ اگست ۱۹۱۱ء کا میری نظر سے گذرا جس کے شروع میں فاضل اڈیٹر نے قادیانی رسالہ ریویو میں سے ایک مضمون درج کر کے نمبروار کافی وشافی جواب دے دیا ہے مگر خاکسار صرف نمبر اول کی نسبت مرزائیوں کے سفید جھوٹ کو مرزا غلام احمد کی تحریر سے طالبان حق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد کی تعریف میں جھوٹ بولنے میں نہ خدا کا خوف کرتے ہیں اور نہ پبلک میں شرمسار ہونے کا خیال دل میں لاتے ہیں دیکھو رسالہ ریویو میں آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء اور مرزا غلام احمد کو خاتم الخلفاء لکھ کر چند واقعات سے مقابلہ کر کے بزعم خود مشابہت ثابت کی کوشش کی مگر افسوس کہ پہلی بسم اللہ ہی غلط۔ یعنی پہلے نمبر میں جو مقابلہ کیا گیا وہ بھی بالکل جھوٹ۔ چنانچہ اصل عبارت نمبر اول رسالہ ریویو ذیل میں حرف بحرف نقل کر کے مرزا غلام احمد کی تحریر سے دعوی کا بطلان سب پر ظاہر کیا جاوے گا۔

خاتم الخلفاء۔ ا۔ باوجود ہندی موطن ہونے اور کسی استاد سے باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپ نے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں۔

جناب اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں: اس عبارت کا صاف مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے کسی استاد سے یا باقاعدہ تعلیم نہیں پائی جیسے کہ آنحضرت ﷺ نے کسی سے تعلیم نہیں پائی۔ افسوس کہ مرزائی کہ پیراں نمی پرند مریداں می پرانند کے مصداق بن رہے ہیں حالانکہ مرزا غلام احمد کا

تحریری اقبال موجود ہے کہ میں نے چار اساتذہ سے باقاعدہ تعلیم پائی ہے۔ثبوت کیلئے کتاب البریہ سے اصل عبارت نقل کرتا ہوں تاکہ طالبان حق کو مرزائیوں کے سفید جھوٹ کا پورا یقین ہو جاوے اور مریدان مرزا کو بھی انکار کی گنجائش نہ ہو۔ دیکھو کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۸ کے حاشیہ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں ہوھذا:

بچپن کے زمانہ میں میری تعلیم اس طرح ہوئی جب میں چھ سات سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کتابیں مجھے پڑھائیں اوراس بزرگ کا نام فضل الٰہی تھا اور جب میری عمر قریباً دس برس کی ہوئی تو ایک عربی خواں مولوی صاحب میری تربیت کے لئے مقرر کئے گئے جن کا نام فضل احمد تھا۔ میں خیال کرتا ہوں کہ چونکہ میری تعلیم خدا تعالیٰ کے فضل کی ایک ابتدائی تخم ریزی تھی اس لئے ان استادوں کے نام کا پہلا لفظ بھی فضل ہی تھا۔ مولوی صاحب موصوف جو ایک بہت دیندار اور بزرگوار آدمی تھے وہ بہت توجہ سے پڑھاتے رہے اور میں صرف کی بعض کتابیں اور کچھ قواعد نحو ان سے پڑھے اور بعد اس کے جب میں سترہ یا اٹھارہ سال کا ہوا تو ایک اور مولوی صاحب سے چند سال پڑھنے کا اتفاق ہوا ان کا نام گل علی شاہ تھا ان کو بھی میرے والد صاحب نے نوکر رکھ کر قادیان میں پڑھانے کے لئے مقرر کیا تھا اور آخر الذکر مولوی صاحب سے میں نحو اور منطق اور حکمت وغیرہ علوم مروجہ کو جہاں تک خدا تعالیٰ نے چاہا حاصل کیا اور بعض طبابت کی کتابیں میں نے اپنے والد صاحب سے پڑھیں۔

جناب اللہ دتا صاحب لکھتے ہیں: او مرزائیو! خدا سے ڈر کر شرم سے کام لو کسی مذہب میں جھوٹ بولنا اور کسی کی جھوٹی تعریف کرنا درست نہیں ہے دیکھو مرزا غلام احمد صاحب تو خود تحریری اقبال کرتے ہیں کہ میں نے چار استادوں سے فارسی عربی صرف نحو منطق حکمت وغیرہ علوم مروجہ کی تعلیم پائی اور تم ان کے خلاف لکھتے ہو کہ کسی استاد سے یا باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہیں پائی۔ خدا سے ڈر کر ایسے صریح جھوٹ کے تحریر کرنے سے باز آجاؤ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ شوال ۱۳۲۹ھ؛ ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۵، ۶)

(مرزا قادیانی، الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۱ء ص ۲ پر اپنے ایک استاد کا حال یوں بتاتے ہیں:

۱۹ جنوری ۱۸۹۸ء کو مرزا نے فرمایا:....خلیفہ محمد حسن نے لکھا ہے کہ فدیناہ بذبح عظیم سے جو

قرآن میں آیا ہے امام حسین کا شہید ہونا نکلتا ہے اور اس نکتہ پر بہت خوش ہوئے ہیں کہ گویا قرآن شریف کے مغز کو پہنچ گئے ہیں ان کی اس نکتہ دانی پر مجھے ایک پوستی کی حکایت یاد آئی ۔ وہ یہ ہے کہ ایک پوستی کے پاس ایک لوٹا تھا اور اس میں سوراخ تھا، جب رفع حاجت کو جاتا، اس سے پیشتر کہ وہ فارغ ہوکر طہارت کرلے، سارا پانی لوٹے سے نکل جاتا تھا آخر کئی دن کی سوچ اور فکر کے بعد اس نے یہ تجویز نکالی کہ پہلے طہارت ہی کرلیا کریں اور اپنی اس تجویز پر بہت ہی خوش ہوا ۔ اسی قسم کا نکتہ اور نسخہ ان کو ملا ہے جو فدیناہ بذبح عظیم سے امام حسین کی شہادت نکالتے ہیں ۔ شیعہ لوگوں کی مسجدیں تک تو صاف نہیں رہ سکتی ہیں ،ہم ایک شیعہ استاد سے پڑھا کرتے تھے اور وہاں کتے پیشاب و پاخانہ کیا کرتے تھے اور مجھے یاد نہیں کہ کسی نے کبھی وہاں نماز پڑھی ہو۔

مرزا صاحب کے ایک اور استاد کا ذکر درج ذیل تحریر ملتا ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ امرتسر میں کسی مکتب میں پڑھتے رہے ہیں ۔ ملاحظہ فرمائیے:

محمد اشرف بیگ زمین دار موضع چندھیری پرگنہ بوڈہانہ ضلع مظفرنگر (احمدی) لکھتے ہیں کہ ایک سفید ریش کشمیری (احمدی) سے جو میرٹھ میں تجارت زردوزی و رفو چاک کرتے ہیں سے ملاقات ہوئی، میں نے عرض کیا کہ آپ مجھ سے بدرجہ اولی خوش قسمت ہیں اس معنی کرکہ ہنگام آمدورفت کشمیر دراثنائے راہ ضرور آپ حضرت اقدس (مرزا) سے قدم بوس ہوتے رہتے ہوں گے ...اس پر کشمیری صاحب ایک آہ کلیجہ سے کھینچ کر فرماتے ہیں....:

حضرت مرزا صاحب کی قدم بوسی سے بہ زمانہ حال تو محروم ہوں ولیکن ایام طفلی میں میں اور حضرت مرزا صاحب بمقام امرتسر ہم سبق تو نہ تھے البتہ ہم مکتب ضرور رہے ۔ اس وقت کی ایک بات اب تک یاد کیا تصویر نظر یہ ہے کہ سبق پڑھنے کی حالت میں حضرت مرزا کی طرف جو کبھی لڑکپن سے ہماری پشت ہو جاتی تھی تو مولوی صاحب معلم الدبستاں بآہستگی انگلی دانتوں میں دبا کر فرمایا کرتے تھے کہ ادب سے بیٹھو۔ ہمارے سوال حالے و مقالے کے جواب میں مولوی صاحب استاد المکتب مرزا صاحب کے مخاطبہ کنایہ سے فرمایا کرتے تھے کہ ارے ادب کو ملحوظ خاطر رکھو مؤدب بیٹھو کبھو یہ کچھ بنیں گے ۔ اخبار بدر قادیان یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۵ ۔ بہاء)

 مولانا اللہ دتا صاحب ،حکیم نورالدین سے چند سوال ، کے زیرعنوان لکھتے ہیں:

جناب حکیم صاحب السلام علیکم وعلی من اتبع الھدیٰ ۔ میں حق کا طالب ہوں خدا شاہد حال ہے کہ مجھے مرزا صاحب قادیانی آنجہانی سے کوئی ذاتی عداوت نہیں ہے ۔ میں اپنی دلی تشفی کے لئے آنجناب سے دریافت کرتا ہوں ۔ میرا ہر ایک سوال مرزا صاحب کی تحریر کردہ عبارت پر ہوگا ۔ مہربانی کرکے میرے ہر ایک سوال کا جواب خدا سے ڈر کر دیویں طرفداری کا خیال ہرگز دل میں نہ لاویں

خداوند تعالیٰ سے ہمارے دلوں کا حال پوشیدہ نہیں ہے اور یہ زندگی بھی چند روزہ ہے آخر موت درپیش ہے ہمیشہ کے لئے نہ کوئی زندہ رہا ہے اور نہ ہم ہی رہیں گے۔ آپ جس اخبار میں میرے سوالوں کا جواب نمبروار تحریر کرادیں وہ اخبار ٹکٹ لگا کر یا بصیغہ بیرنگ ضرور ہی میرے نام ارسال فرماویں۔

پہلا سوال منظور محمد کے لڑکے کی نسبت: (۱) دیکھو اخبار بدر مورخہ ۱۴- جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں وہو ہذا:

''خدا کی تازہ وحی۔ ۷/جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے دو نام ہوں گے (۱) بشیرالدولہ (۲) عالم کباب۔ یہ ہردونام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے اور ان کی تعبیر اور تفہیم یہ ہے (۱) بشیرالدولہ سے یہ مراد ہے کہ وہ ہماری دولت اور اقبال کے لئے بشارت دینے والا ہوگا۔ اس کے پیدا ہونے کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگویاں ظہور میں آویں گی اور گروہ کثیر مخلوقات کا ہماری طرف رجوع کرے گا اور عظیم الشان فتح ظہور میں آویگی۔ (۲) عالم کباب سے مراد ہے کہ اوس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی گویا دنیا کا خاتمہ ہوجاویگا۔ اس وجہ سے لڑکے کا نام عالم کباب رکھا گیا۔''

اور دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۱/جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۳ میں۔ ہو ہذا:

''خدا کی تازہ وحی ۱۹ جون ۱۹۰۶ء میاں منظور محمد کے اُس بیٹے کے نام جو بطور نشان ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔ (۱) کلمۃ العزیز (۲) کلمۃ اللہ خان (۳) وارڈ (۴) بشیرالدولہ (۵) شادی خان (۶) عالم کباب (۷) ناصرالدین (۸) فاتح الدین (۹) ہذا یوم مبارک۔''

جناب حکیم صاحب! ۷ و ۱۹ جون ۱۹۰۶ء کو بقول مرزا صاحب خداوند صادق الوعد نے بذریعہ الہام مرزا صاحب کو دو دفعہ منظور محمد کے گھر محمدی بیگم سے بالا مرقومہ اوصاف سے موصوف چند ناموں والے لڑکے کے پیدا ہونے کی خبر دی۔ اب آنجناب سے دریافت کرتا ہوں کہ منظور محمد کے گھر محمدی بیگم سے وہ لڑکا پیدا ہوا ہے یا نہیں؟

دوسرا سوال زلزلہ کی نسبت: (۲) دیکھو اخبار بدر مورخہ ۲۴/مئی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲ میں ہو ہذا:

''خدا کی تازہ وحی۔ اریک زلزلة السّاعة ۔ ترجمہ۔ میں تجھے وہ زلزلہ دکھاؤنگا جو

قیامت کا نمونہ ہوگی۔"

اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۷ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ہو ہذا:

اریک زلزلۃ السّاعۃ۔ ترجمہ۔ قیامت کے مشابہ ایک زلزلہ آنے والا ہے جو میں تجھے دکھاؤنگا۔"

جناب حکیم صاحب! آپ خدا سے ڈر کر سچ فرمادیں کہ اس تحریر کے بعد مرزا غلام احمد کی زندگی میں کوئی ایسا زلزلہ آیا جو قیامت کا نمونہ تھا جس کو مرزا صاحب بچشم خود دیکھا مگر جواب دینے سے پہلے مرزا کے اس فقرہ کو جو پہلے سوال کے زیر عنوان درج ہے یعنی منظور محمد کے گھر لڑکا پیدا ہونے کے بعد زلزلہ عظیمہ کی پیشگوئی اور دوسری پیشگوئیاں ظہور میں آویں گی خیال فرمالینا۔

تیسرا سوال مرزا صاحب کے مبشر لڑکے کی نسبت: (۳) دیکھو حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۵ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں ہو ہذا:

"انّا نبشّرك بغلام مظهر الحقّ والعلا كانّ اللّٰه نزل من السّماء۔ ترجمہ:
ہم ایک لڑکے کی تجھے بشارت دیتے ہیں جسکے ساتھ حق کا ظہور ہوگا گویا آسمان سے خدا اتریگا۔"

جناب حکیم صاحب! مرزا غلام احمد صاحب کے موجودہ لڑکوں میں سے وہ کون ہیں جن کی نسبت کہا گیا ہے کہ گویا آسمان سے خدا اُترے گا؟

چوتھا سوال دوسری قوت آنے کی نسبت: (۴) دیکھو رسالہ "الوصیت" کے صفحہ ۴ و ۵ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں ہو ہذا:

"اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی غمگین مت ہو اور تمہاری دل پریشان نہو جائیں کیوں کہ تمہارے لئے دوسری قوت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اوس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیوں کہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ تا قیامت منقطع نہیں ہوگا۔ وہ دوسری قوت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن جب میں جاؤنگا تو پھر خدا اوس دوسری قوت کو تمہارے پاس بھیج دے گا۔ جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیگی جیسا کہ براہین میں وعدہ ہے وہ وعدہ میری ذات کی نسبت نہیں بلکہ تمہاری نسبت ہے۔"

جناب حکیم صاحب! سچ کہنا وہ دوسری قوت جس کا آنا مرزا صاحب کے جانے پر موقوف تھا آگئی اور مریدوں میں وہ کون شخص ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا یا ابھی تک وہ پیدا نہیں ہوا جس کا نام دوسری قوت ہے۔

پانچواں سوال ڈاکٹر عبدالحکیم خان پیشگوئی کی نسبت: (۵) دیکھو چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۱ میں مرزا غلام احمد صاحب تحریر کرتے ہیں ہو ہذا:

''ہاں آخر دشمن اب ایک پیدا ہوگیا جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے۔ جن کا دعویٰ ہے کہ میں اُس کی زندگی میں ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوجاؤنگا یہ اوس کی سچائی کے لئے نشان ہوگا۔ یہ شخص الہام کا دعویٰ کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے.... چونکہ یہ دعویٰ باطل تھا اور عقیدہ کے خلاف تھا اس لئے میں نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخیر میں میں نے اپنی جماعت سے خارج کردیا تب اوس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک اوس کے سامنے ہلاک ہوجاؤنگا۔ مگر خدا نے اس پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا۔ اور میں اس کے شر سے محفوظ رہونگا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالیٰ کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا۔''

جناب حکیم صاحب! عبارت بالا مرقومہ کا مطلب تو صاف ہے (۱) ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب نے پیشگوئی کی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک اُس کی زندگی میں ہلاک ہوجاویگا جس کو مرزا صاحب نے دو دفعہ لکھا ہے۔ (۲) ڈاکٹر صاحب کی پیشگوئی کے مقابل مرزا صاحب کو خدا نے خبر دی ہے کہ ڈاکٹر صاحب خود عذاب میں مبتلا کیا جاویگا۔ (۳) مرزا غلام احمد صاحب نے یہ بھی صاف لکھا ہے کہ جو شخص خداوند تعالیٰ کی نظر میں صادق ہوگا خدا اس کو مدد کرے گا۔ جناب حکیم صاحب! خدا سے ڈر کر سچ کہنا ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی پیشگوئی کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب ۴/اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہوئے یا نہیں؟ (۲) مرزا صاحب کی پیشگوئی ڈاکٹر صاحب کے عذاب میں مبتلا ہونے کی جھوٹی نکلی یا نہیں؟ (۳) خدا کی نظر میں کون صادق رہا اور کون جھوٹا نکلا (۴) خدا نے کس کی مدد کی مرزا صاحب کی یا ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی؟

چھٹا سوال مرزا صاحب کی اسی برس عمر کی نسبت: (۶) دیکھو اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۹ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔ ہو ہذا:

''خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی برس کا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کرونگا تا کہ لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔''

پھر اسی اربعین نمبر ۳ کے صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں ہو ہذا:

''چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کرینگے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تب ہی جلد مرگیا اس لئے پہلے ہی سے اُس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثمانين حولا او قريباً مّن ذلك او تزيد عليه سنينا وترى نسلاً بعيداً یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ تو اس قدر عمر پاویگا۔ ایک دور کی نسل کو دیکھے گا اور یہ الہام قریبا پینتیس برس سے ہو چکا ہے اور لاکھوں انسانوں میں شائع کیا گیا۔''

جناب حکیم صاحب! خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ کہنا کہ بموجب الہام بالا مرزا صاحب کی عمر کیا پوری ہوئی ہے؟ مگر جواب دینے سے پہلے عبارت ذیل کو جو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی پیدائش یعنی سوانح خود لکھی ہے غور سے پڑھ لیویں۔

دیکھیں کتاب البریت کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ میں مرزا صاحب تحریر کرتے ہیں۔ ہو ہذا:

''میری ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے اخیر وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہویں برس میں تھا اور ابھی ریش وبرودت کا آغاز نہیں تھا۔''

جناب حکیم صاحب! آپ عالم ہیں اور فاضل بھی ہیں۔ اور حاجی بھی ہیں اور حکیم بھی ہیں اور عمر رسیدہ بھی ہیں اور مرزائی جماعت یعنی احمدی جماعت کے اعلیٰ بزرگ بھی ہیں۔ ان تمام باتوں کو مدنظر رکھ کر آپ طرفداری کی خاطر حق کو نہ چھپاویں۔ کیوں کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب ان کی پیدائش ۱۸۳۹ء میں ہوئی اور ان کی موت ۱۹۰۸ء میں واقعہ ہوئی یعنی جو اسی سال سے گیارہ برس کم ہے۔ سال قمری وشمسی کا فیصلہ تو خود مرزا صاحب نے ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترہویں برس لکھنے سے فیصلہ کر دیا ہے۔ موت ۱۹۰۸ء میں۔ پیدائش ۱۸۳۹ء میں۔ باقی عمر کے ۶۹ برس ہوتے ہیں۔

جناب حکیم صاحب جی! آپ کی خدمت میں دوبارہ عرض کرتا ہوں کہ میرے ہر ایک سوال کا جواب نمبروار دیویں اور جس اخبار میں آپ طبع کراویں وہ اخبار مہربانی کر کے میرے نام ٹکٹ لگا کر یا بیرنگ ضرور ارسال کریں۔

(اہل حدیث جلد ۹۔ نمبر ۱۶۔ مورخہ ۲۶ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۱۲ء ص: ۸-۹)

(اڈیٹر بدر نے، اللہ دتا کو جواب، کے عنوان سے لکھا: اخبار اہل حدیث امرتسر میں کسی صاحب اللہ دتا نام نے چند ایک سوال مسیح موعود (مرزا) کی بعض پیشگوئیوں کے متعلق کئے ہیں جو انکے خیال میں پوری نہیں ہوئیں۔ ان سوالات

کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ میاں اللہ دتا نے حضرت (مرزا) صاحب کی کتابوں کا مطالعہ نہیں کیا۔ ہم کہتے ہیں کہ انہی کتابوں میں اور بھی بہت سی پیش گوئیاں درج ہیں جن کے ذکر سے آپ ساکت ہیں کیونکہ آپ کو بھی ان کا پورا ہونا ماننا پڑتا ہے پس اول ہم آپ سے یہ دریافت کرکرنا چاہتے ہیں کہ ان کے پورا ہونے سے آپ نے کیا فائدہ اٹھایا جب ہمیں یہ معلوم ہو جائے گا کہ آپ کی طبیعت ایسی سعید ہے کہ کسی نشان کے پورا ہونے سے فائدہ اٹھا سکتی ہے اور مخالفین انبیاء کی طرح اپنی ضد پر پڑا رہنے والی نہیں تو انشاء اللہ ہم آپ کو یہ پیش گوئیاں بھی سمجھا دیں گے ورنہ اپنے وقت کو بے فائدہ ضائع کرنا ہم پسند نہیں کرتے باقی رہا..ثناء اللہ کا نہ مرنا سو انہوں نے خود ہی ایک معیار قائم کیا تھا کہ جھوٹا لمبی عمر پاتا ہے۔حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے سو وہ سمجھ لیں کہ خدا نے ان کا معیار ان کے پیش کیا ہے۔ کردنی خویش آمدنی پیش۔اخبار بدر قادیان ۲۲ فروری ۱۹۱۲ء ص ۵)

قادیانی کذب بیانی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے اگر کوئی کذب بیانی شائع ہو تو مجھے تعجب نہیں ہوتا کیوں کہ قادیانی مشن کی بنیاد ہی جب غلط گوئی اور کذب بیانی پر ہے تو فروع سے کیونکر ممکن ہے کہ راست بازی سے کام لیں یا لے سکیں۔اس مرنے والے (مرزا) نے کونسی کسر اٹھا رکھی تھی جو یہ اٹھا رکھیں گے۔

گذشتہ پرچہ اہل حدیث مورخہ ۱۱رنومبر میں ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ ایک صاحب قادیان سے لکھتے ہیں کہ میں نے جو تمہارے فلاں انعامی مضمون کا جواب لکھا ہے اب اس انعام کا فیصلہ انجمن اتحاد المسلمین میں پیش کر کے انعام دلوادیں۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ انجمن اتحاد المسلمین تو اس میں دخیل نہیں ہوسکتی کیوں کہ وہ اس غرض کے لئے نہیں، ہاں تم کو اختیار ہے کہ بذریعہ عدالت وصول کرلو۔ اس کے جواب میں وہی مرزائی لکھتا ہے کہ مولوی صاحب نے شریعت کے فیصلہ سے انکار کیا ہے اس لئے میں بھی مجبوراً عدالت میں جاؤنگا۔ یہ صریح کذب بیانی ہے، میں نے شریعت کے فیصلہ سے نہ انکار کیا ہے اور نہ کبھی کرونگا، بلکہ ایسا کرنا بے ایمانی سمجھتا ہوں اور سمجھونگا۔ میں نے تو صرف یہ عذر کیا تھا کہ انجمن اتحاد المسلمین اس کا فیصلہ نہیں کرسکتی، اس کا نام اگر شرعی فیصلہ سے انکار ہے تو لیجئے میں اسی انجمن کے تین ممبروں کو نامزد کر کے اقرار کرتا ہوں کہ یہ صاحب جو فیصلہ کردینگے مجھے منظور ہوگا۔ا۔حکیم نورالدین صاحب خلیفہ قادیانی ۔ممبر انجمن اتحاد

المسلمین ۔۲۔ جناب مولوی محمد حسین بٹالوی ۔ممبر انجمن اتحاد المسلمین ۔۳۔ جناب مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی ۔ممبر انجمن اتحاد المسلمین

پس ان تینوں کا بورڈ جہاں چاہو جمع کرا کے فیصلہ کرالو۔ تم اپنے دعویٰ کا ثبوت دینا کہ جواب صحیح ہے، میں ثابت کرونگا کہ یہ جواب مرزا آنجہانی کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

اب تو راضی ہو۔ اگر اب تم مجھ کو شریعت کے فیصلہ کا منکر کہہ کر عدالت میں جانا چاہو تو مزے سے جاؤ مگر یاد رہے ؎

ستعلم لیلیٰ ای دین تداینت وای غریم فی التقاضی غریمہا

(اہل حدیث جلد ۸ ۔نمبر ۴ ۔مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ ر نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۲-۳)

قدرت ثانیہ

تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن (جن کا نام معلوم نہیں ہو سکا) لکھتے ہیں:

خطۂ پنجاب بھی کیسا ہی خوش قسمت ہے۔ خصوصاً اس وقت سے تو اس کے بھاگ جاگ اٹھے ہیں۔ جب سے مرزا آنجہانی نے دنیا میں آ کر پاؤں بطریق دیگر پھیلائے اس میں کچھ شک نہیں کہ جس دن سے مرزا آنجہانی نے پیغمبری کو اختیار کیا، خطۂ پنجاب میں کچھ ایسی آزادی ہوگئی ہے اور ایسی بیجیائی پھیل گئی ہے کہ ایک نہیں دو نہیں درجنوں کے درجن پیغمبری مجددی اور طرح طرح کے دعوے کرنے میں پیش قدم ہیں۔ ہمارے مرزا نے جب تک رہے، بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے، طرح طرح کے من گھڑت الہام قادیانی مشین میں ہر روز تراشے جا کر الحکم اور بدر کی نذر ہوتے تھے۔ الہاموں کے کیا ہی کہنے تھے وہ ایسے کچے اور واہیات ہوتے تھے کہ ایک ذی عقل دیکھ کر اور سن کر قہقہہ لگائے بغیر نہیں رہ سکتا۔ عقلمند طبائع حیران رہ جاتی تھی کہ یہ کیا کر رہا ہے۔ مرید ایسی پٹی پر چڑھے ہوئے تھے کہ خواہ کیا ہو اٰمنا وصدقنا ان کا تکیہ کلام تھا اور ہے، یہ سمجھ کسی کو نہ آتی کہ ہمارے رسول کی عجیب رسالت ہے، کیوں کہ آپ کے اکثر الہام طمع نفسانی اور کار شیطانی پر مبنی ہوتے تھے۔ عورتوں کے نکاح میں آنے کے الہام تو درجنوں ہوا کرتے تھے، لیکن افسوس کہ عمر نے وفا نہ کی ورنہ آپ تو مرتے دم تک محمدی بیگم کے منہ کو ترستے گئے، مقویات استعمال کر کر کے آپ نے خوب دن گذارے، اولاد کی بکثرت ہونے سے بھی آپ کو کچھ تامل ہی ہوا کرتا تھا کہ لوگ کیا کہیں گے کہ دعویٰ نبوت خیالات معرفت الٰہی (بقول خود) پھر کا یہ حال کہ کوئی سال خالی نہیں، مگر اس میں شک نہیں

کہ مرزا صاحب دانا بہت تھے، بات کو جھٹ تاڑ جاتے تھے اس الزام کی بریت کیلئے بھی الہامات کو ہی پیش خیمہ قرار دے رکھا تھا (کیوں نہ دیتے الہام گھر کے تھے، مول تو تھوڑے ہی لینے ہوتے تھے) پہلے ہی شائع کر دیتے تھے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی، وہ ان صفات سے متصف ہوگا وہ اس کام کیلئے پیدا کیا جاویگا ،اس سے مجہول اور عقل کے اندھے مریدوں کے جس قدر دل خوش ہوتے تھے ان کے بیان کی ضرورت نہیں۔ لوگوں سے فخریہ کہتے کہ دیکھو ہمارے حضرت کا یہ الہام بھی پورا ہوگا، یعنی قبل از مرگ واویلا۔ واہ بھئی واہ اس میں کلام نہیں کہ آپ کے دن دنیا میں نہایت عیش وعشرت سے گذرے، خوب گذرے مگر مجھے ازراہ ہمدردی ترس آتا ہے کہ آپ کا انجام ٹھیک نہ رہا، ان کی آخری حالت تو بزبان خود کہہ رہی تھی کہ: من نکردم شما حذر بکنید۔ کیوں کہ قوم کے فخر، فاتح قادیان، شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ کے مقابلہ پر آپنے جو شرط جانبازی لگائی تھی جس کے مطابق آپ تمام امیدوں کو منقطع کرتے ہوئے چلدیئے وہ کچھ کم شرم وہ نہ تھی، جس کا نقشہ اس شعر سے آنکھوں کے آگے جم جاویگا۔

لکھا تھا کاذب مریگا پیشتر　　　　کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

مگر ان کرشن پنتھیوں کو عبرت کہاں، خدا ان کی قابل رحم حالت پر فضل وکرم کرے آمین۔ آج مجھے جس پہلو پر روشنی ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی وہ اور ہے، اور وہ انہی کے ایک صادق مرید کا ذکر خیر ہے، اس لئے ہم نے پہلے اس کے مرشد کے ذکر کو ثواب کے حاصل کرنے کو مناسب سمجھا جن کی برکت سے اور جن کی جرأت پر اس نے بھی دوکان کھولی ہے۔ ہمیں اس بات کا فخر ہے کہ یہ سعادت ہمارے ضلع کے حصہ میں بھی آئی ہے۔ گورداسپور کا ضلع گو زیادہ خوش قسمت ہے لیکن شکر ہے کہ ہم دوسرے نمبر سے نیچے نہیں گرے۔ گجرات سے چھ سات کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں عالمگڑھ ہے، وہاں ایک صاحب جن کی عمر پچاس سال سے بھی زیادہ ہوگی اور وہ سائیں احمد کے نام سے مشہور ہیں، ان حضرت نے یہ مشہور کیا ہے کہ ''قدرت ثانیہ'' ہوں یعنی مرزا قادیانی پہلی قدرت تھے اور میں قدرت ثانیہ ہوں۔ مجھے آپ کے درشن گجرات میں نصیب ہوئے۔ جب میں نے آپ کو پہلے پہل دیکھا تو آپ کی لمبی داڑھی اور متبرکانہ صورت پر نہایت ترس آیا۔ پیشانی پر پسینہ کا آنا، ہاتھ دیوانوں کی طرح مارنا، سر کا گھومنا بتا رہا تھا کہ بیچارہ منہ سے بات نکال کر پچھتا رہا ہے۔ میرے خیال میں اس بیچارے نے کسی طمع نفسانی پر یہ صدا بلند کی ہے کہ کچھ تعجب نہیں اگر چند عقل کے اندھے میرے پیرو بھی ہوجاویں ایک تو وہ کام بنجاوے جس کے لئے یہ قصد کیا ہے دوسرا وہ الہام پورا ہوجاویگا کہ وہ میرے مکانات بغیر میری لاگت کے تیار ہوجاوینگے۔ یعنی خود ہی عقل کے اندھے چندہ

دے کر مکان بنا دیگے۔ خود ہی میرے الہام کے قائل ہو کر پختہ عقیدہ کے ہو جاوینگے۔ آہا یہ کیسی عقل کی مار ہے لیکن مجھے اندیشہ ہے کہ عالمگڑھی میاں کی یہ دوکان نہیں چلے گی کیوں کہ مرزا آنجہانی علم رکھتے تھے اور ان کو ہاتھ پر تیلی کھلانا خوب ہی آتا تھا اور وہ ملمع پر روغن چڑھانا خوب جانتے تھے، انہی کی روش پر پہلے کوئی کہہ گیا ہوا تھا کہ ؎ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔

للہ ہمیں کوئی اس جدید (نئے) فرقہ سے بغض نہیں ہے بلکہ ہمیں ترس آتا ہے۔ امید ہے خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین) جواب سے مطمئن فرما دیں گے کہ کیا واقعی آپ کے گرو صاحب کا کوئی ایسا الہام ہے جس سے ہر سال رسولوں کا آتا رہنا ثابت ہے، اور عالمگڑھی بوڑھے کی نسبت کیا فتویٰ ہے کہ وہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کریگا یا آپ ان کے ہاتھ پر۔ افسوس آپ کی جماعت سے تو انصاف بالکل ہی اٹھ گیا ہے اور مرزا آنجہانی تو ایسی آزادی کر گئے ہیں کہ ان کی طرح ہر ایک وحی کو اپنا چچیرا بھائی سمجھتا ہے پس ہماری دعا ہے کہ خداوند کریم آپ کو راہ ہدایت پر لاوے اور آپ کی قابل رحم حالت پر ترس کرے اور آپ واطیعوا اللہ واطیعوا الرسول کے پیرووں کے زمرہ میں حشر کے دن اٹھنے والے ہوں۔ آمین ثم آمین۔ (راقم: خریدار نمبر ۱۷۲۰)۔

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۴۔ مورخہ ۲۲ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۱۰ء ص: ۵-۷)

شبلی اور قادیانی وفد

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ اخبار بدر قادیانی لکھتا ہے:

''ہم مولوی شبلی صاحب سے ملنے گئے تو آپ نے دریافت فرمایا کہ کیا ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ کیا ہمارا عقیدہ اس معاملہ میں دیگر مسلمانوں کی طرح ہے کہ آنحضرت خاتم النبیین ہیں۔ آپ کے بعد کوئی دوسرا نبی آنے والا نہیں، نہ نیا اور نہ پرانا۔ ہاں مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ برابر جاری ہے اور وہ بھی آنحضرت نبی کریم ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس اُمت میں ایسے آدمی ہوتے رہے جن کو الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا اور آئندہ بھی ہوتے رہیں گے۔ چونکہ حضرت مرزا صاحب بھی الہام الٰہی سے مشرف ہوتے رہے اور الہام کے سلسلہ میں آپ کو خدا تعالیٰ سے بہت سی آئندہ کی خبریں بھی بطور پیشگوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری

ہوتی رہیں (جیسی آتھم کی موت اور منکوحہ آسمانی کے نکاح کی پیشگوئیاں پوری ہوئیں؟ ثناءاللہ) اس واسطے مرزا صاحب ایک پیشگوئی کرنے والے تھے۔ اور اس کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں اور احادیث میں بھی آنے والے مسیح موعود کا نام نبی رکھا۔ اس پر مولوی شبلی صاحب نے فرمایا کہ بے شک لغوی لحاظ سے یہ ہوسکتا ہے۔ اور عربی لغت میں اس لفظ کے یہی معنی ہیں۔ لیکن عوام اس مفہوم کو نہ پانے کے سبب گھبراتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں۔ میں نے عرض کی کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو یا بیعت کے وقت اس کا اقرار لیا جاتا ہو یا اُس کا ہم وعظ کرتے پھرتے ہوں۔ ہاں جیسا کہ اوپر بیان کیا ہے ایسا ہی ہمارا عقیدہ ہے۔ (بدر ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۱۰ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: بدر نے نہ صرف مولانا شبلی کو دھوکہ دیا بلکہ اپنے ناظرین کو بھی غلطی میں ڈالا۔ قادیانی مشن اور اسکے بانی کا ہمیشہ سے یہی دستور رہا کہ ؎

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے ۔۔۔ الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

اس لئے ہم مرزائی کے اصل حالات اسی (مشن) کے الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تاکہ مولانا شبلی اور دیگر ناظرین کو قادیانی مشن کی صدق کلامی کی تصدیق ہوسکے۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ابتدائی رسالہ (ازالہ اوہام) میں ایک شعر لکھا تھا جس کا ایک مصرع مرزائیوں کی زبان پر بطور سند بہت کچھ مشہور ہے۔ جو یہ ہے ؎

''من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب''

ناظرین اس مصرعہ کو یاد رکھیں اور اس کا مطلب اور مرزا صاحب کا اصل دعویٰ خود مرزا صاحب کے الفاظ میں سنیں جو اسی (ایڈیٹر بدر) نے عرصہ ہوا شائع کیا تھا۔ لکھا تھا کہ:

(مرزا صاحب نے فرمایا) کہ اس (شعر من نیستم ..الخ) کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں اون کو بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہئے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں گھبرائے جبھی تو لا یخافون لومۃ لائم کے مصداق ہوئے ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں اصل یہ نزاع لفظی ہے خدا تعالیٰ جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے کہ جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت

بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں۔ ہاں یہ نبوت تشریعی نہیں۔ جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعویٰ کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی۔ صرف خدا کی طرف سے پیشگوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو پس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اوس کے لئے اور کونسا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے دیکھو اور لوگوں کو بھی بعض اوقات سچے خواب آجاتے ہیں بلکہ بعض دفعہ کوئی کلمہ بھی زبان پر جاری ہو جاتا ہے جو سچ نکل آتا ہے یہ اس لئے تا ان پر حجت پوری ہو اور وہ یہ نہ کہہ سکیں کہ ہم کو یہ حواس نہیں دیئے گئے۔ پس ہم سمجھ نہیں سکتے کہ یہ کس بات کا دعویٰ کرتے ہیں آپ کو سمجھانا تو یہ چاہئے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا۔ اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرے کس لئے اس کو دوسرے دینوں سے بڑھ کر کہتے ہیں۔ آخر کوئی امتیاز بھی ہونا چاہئے صرف سچے خوابوں کا آنا تو کافی نہیں۔ کہ یہ تو چوہڑے چماروں کو بھی آجاتی ہیں۔ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ ہونا چاہئے اور وہ بھی ایسا کہ جس میں پیشگوئیاں ہوں اور بلحاظ کمیت وکیفیت کے بڑھ چڑھ کر ہو۔ ایک مصرعہ سے تو شاعر نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے۔ ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اسلئے ہم نبی ہیں۔ امر حق کے پہنچانے میں کسی قسم کا اخفا نہ رکھنا چاہئے۔'' (بدر ۵/مارچ)

عبارت مذکورہ بالا صاف بتلا رہی ہے کہ مرزا صاحب کن معنی سے نبوت کی مدعی تھے جس کی سمجھ میں نہ آیا ہو ان کے سمجھانے کو ہم بتلاتے ہیں کہ مرزا قادیانی حضرت موسی، عیسی، محمد رسول اللہ علیہم السلام جیسے نبی نہ تھے مگر حضرت ہارون، زکریا، یحییٰ علیہم السلام جیسے نبی ہونے کے ضرور مدعی تھے چنانچہ ان کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں۔ ایک انگریز قادیان میں گیا اس نے آپ سے پوچھا کہ:

''آپ اپنے نبی ہونے کا ثبوت دیں حضور (مرزا صاحب) نے فرمایا ہمارے نبی ہونے

کے وہی نشانات ہیں جو توارت میں مذکور ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں پہلے بھی کئی نبی گذرے ہیں۔" (بدر ۹/اپریل ۱۹۰۸ء، صفحہ ۲)

۲۳/جنوری ۱۹۰۸ء کے بدر میں محمد احسن امروہی کی ایک تقریر نقل کی ہے جو یہ ہے:

"۱۷/جنوری کو آپ (مولانا احسن) نے سورۃ الفجر پر وعظ فرمایا اور منجملہ نکات یہ لطیف نکتہ بھی بیان کیا کہ الفجر رسول کریم ﷺ کا زمانہ ہے خیر القرون تک تین سو برس ہوئے اور دس راتوں سے مراد دس صدیاں لیں تو کل ۱۳۰۰ سو ہوئے۔ اس کے بعد خدا تعالیٰ والشّفع والوتر میں تیرہویں اور چودھویں صدی کی طرف اشارہ فرماتا ہوا واللیل اذا یسر کی خبر دیتا ہے۔ یعنی پھر چودھویں میں آفتاب نبوت طلوع کرے گا۔ اگر اس نبی کی اطاعت نہ کرینگے تو وہی ہوگا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا۔"

اس تقریر میں مرزائی نبوت کی تعریف اور اثر (نتیجہ) کا ذکر بھی ہے یعنی آپ کی نبوت پر وہی اثر مرتب ہے جو حضرات انبیاء سابقین کی نبوت پر ہوا تھا کہ اون کے معاندین کو خدا نے تباہ کر دیا تھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ نبوت مرزائیہ بھی کسی مجازی یا لغوی معنی سے نہ تھی۔ بلکہ اصلی اور حقیقی شرعی معنی میں تھے۔ اور سنئے میاں محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ کی شادی مرزا صاحب کی لڑکی سے ہوئی تھی تو اسی ایڈیٹر بدر نے ۲۷/فروری ۱۹۰۸ء کے بدر میں صفحہ ۲ پر لکھا تھا کہ:

"نواب محمد علی خان کی خوش قسمتی ہے کہ انکے نکاح میں ایک نبی اللہ کی لڑکی آئی۔"

اور بھی سنئے، عام طور پر مرزا صاحب نے اپنا رتبہ ان الفاظ میں بتلایا ہے کہ:

"انّ قدمی علیٰ منارة ختم علیها کلّ رفعة" (خطبہ الہامیہ، صفحہ ۳۵) یعنی میرے یہ قدم ایسے بلند منارہ پر ہیں جہاں پر تمام قسم کی بلندیاں ختم ہو چکی ہیں۔

اہل علم سے ایسے کلام کا مطلب مخفی نہیں کہ تمام اولیاء بلکہ انبیاء سے بھی برتری کا دعویٰ ہے۔ ایک اردو شعر تو ان کا عام زبان زد ہے جو دافع البلاء میں درج ہے ؎

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو　　　اوس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ بھی مرزائی وفد کی دھوکہ دہی ہے جو اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی نبوت کا مسئلہ ہمارے ہاں ایسا نہیں کہ شرائط بیعت میں داخل ہو۔ اسکو معلوم ہوگا کہ بیعت کرنے میں مرزا صاحب کو بجمیع صفات موصوف مانا جاتا تھا تو اس اعلیٰ صفت کمال کو کیوں دخل نہوگا۔ اگر مرزائی بیعت میں نبوت مرزا کو دخل نہیں ہوگا تو اسلام میں رسالت محمدیہ کو بھی دخل نہوگا۔

اسی مسئلہ کے ضمن میں ایک بات بتلانا ہنوز باقی ہے جو دراصل مولوی محمد احسن امروہی کی تقریر سے پیدا ہوتی ہے کہ اس نبی (مرزا) کے مخالف بھی عادیوں اور ثمودیوں کی طرح ہلاک ہونگے اس کے متعلق صرف اتنا کہنا کافی ہے کہ مرزا صاحب کے بڑے سے بڑے رجسٹرڈ مخالف ان کی زندگی میں پنجاب بھر میں تین تھے۔

مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی اور خاکسار ثناء اللہ امرتسری۔

پہلے بزرگ کی نسبت تو مرزا صاحب کی یہ پیشگوئی تھی کہ آخری عمر میں مجھ پر ایمان لاوینگے، وہ بھی ہنوز پوری نہوئی۔ دوئم اور سوئم کی بابت پیشگوئی تھی کہ میری زندگی میں مرینگے، جیسی یہ پوری ہوئی کل دنیا کو معلوم ہے (کہ مولانا ثناء اللہ اور ڈاکٹر عبدالحکیم ۱۹۱۰ء میں زندہ تھے اور مرزا صاحب دوسال قبل آنجہانی ہوچکے تھے۔ بہاء)

(اہل حدیث جلد ۸ ۔نمبر ۵ ۔مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء ص:۱-۳)

مولوی کبیر الدین احمد قادیانی لکھنؤ سے لکھتے ہیں: با کہ گوئم در جہاں یک گوش نیست:

صاحب اخبار اہل حدیث مورخہ ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء کو اپنی کم فہمی سے لفظ نبی کے سمجھنے میں حسب قواعد عربیہ دھوکا لگا ہے، نہ یہ کہ قادیانی وفد نے مولانا شبلی صاحب کو قادیان سے چل کر لکھنو جا کر دھوکہ اور مغالطہ دیا۔ البتہ یہ دعوی خاص دھوکہ دینا، آپ ہی کا کام ہے کہ عوام الناس کے ارادے کو امر خیر سے روکنا اور ادھر ادھر کے دو اشعار سنا دینا۔ ماسوائے اس کے مولانا شبلی صاحب ایک دانا معمر راست باز انسان ہیں اور پھر اصطلاح محدثین ماہرین اور فقہائے کاملین کی کتابوں کی سیر کئے ہوئے ایسے طفل مکتب اور گبرو بھی تو نہیں کہ کسی کے دھوکہ دہی اور سفسطہ پردازی میں آجاویں۔ کیا ہم مولانا شبلی صاحب کے اس سوال پر کہ ہم لوگ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، یہ کہہ دیتے کہ ہاں جیسا کہ عام مسلمانوں کا خیال ہے کہ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد بھی ایک صاحب کتاب پیغمبر مستقبل عیسی آنے والے ہیں، تب غالباً اہل حدیث کو چین آتا کہ جو قرآن کریم بعد خاتم النبیین کے کسی رسول کا آنا جائز نہیں رکھتا، خواہ وہ نیا رسول ہو یا پرانا ہو، کیونکہ رسول کو علم بتوسط جبریل ملتا ہے اور باب نزول بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے، اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔ ہاں مکالمات الہیہ کا سلسلہ باری جاری ہے اور وہ بھی آنحضرت ﷺ کے طفیل آپ سے فیض حاصل کر کے اس خیر امۃ میں ایسے بشر ہوتے رہے جن کو

الہام الٰہی سے مشرف کیا گیا۔ دہلی میں بھی ایک انبیاء کی گلی مشہور ہے، معلوم نہیں تو کیوں قادیان نے کیا قصور کیا تھا کہ جو وہاں نبی نہیں ہوسکتا۔ چونکہ مرزا صاحب الہام الٰہی سے مشرف ہوئے اور آپ کو آئندہ کی خبریں بھی بطور پیش گوئی کے بتلائی جاتی تھیں جو پوری ہوتی رہیں ..پس ایسے شخص کو عربی لغت میں نبی کہتے ہیں تطبیق دلیل اوپر مدعا کے یہ آیہ کریمہ ہے اہل حدیث غور کریں یا بنی آدم اما یا تینکم رسلی یقصون علیکم آ یا تی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم و لا یحزنون (اعراف) (اخبار بدر قادیان۔۱۲ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۶)

اس قادیانی محرر کی باتوں کا جواب کئی جگہ ہماری اس کتاب میں منقول ہو چکا ہے۔ قادیانی حضرات کے ریکارڈ کی سوئی ایک ہی جگہ اٹکی رہتی تھی، کہ سینکڑوں بار جواب سننے کے باوجود اگلے ہوئے نوالے چباتے رہتے تھے۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مرزا صاحب غیب کی خبریں دیتے رہے اور وہ پوری ہوتی رہیں، تو اس کی تردید ان دو محمدی بیگموں سے متعلق الہامی خبروں (پیش گوئیوں) سے ہو سکتی ہے جن کا ذکر قادیانی لٹریچر میں ہی موجود ہے۔ ایک محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری، کہ مرزا صاحب نے ان سے اپنی شادی کی الہامی خبر دی تھی، لیکن وہ آپ کے نکاح میں نہیں آئی۔ اور دوسری محمدی بیگم زوجہ منظور محمد جس کے متعلق مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئی کی تھی کہ اس کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام عالم کباب وغیرہ ہوگا۔ جیسا کہ لکھا ہے:

۱۴ جون ۱۹۰۶ء: میاں منظور محمد کے اس بیٹے کے نام جو بطور نشان کے ہوگا بذریعہ الہام الٰہی مفصلہ ذیل معلوم ہوئے۔۱۔کلمۃ العزیز۔۲۔کلمۃ اللہ خان۔۳۔وارڈ۔۴۔بشیر الدولہ۔۵۔ شادی خان۔۶۔عالم کباب۔۷۔ناصر الدین۔۸۔فاتح الدین۔۹۔ ھذا یوم مبارك

(اخبار بدر قادیان ۲۱ جون ۱۹۰۶ء ص ۳)

لیکن پیر منظور محمد اور اس کی بیوی محمدی بیگم کے ہاں اللہ تعالی نے بیٹی عطا فرما دی۔ اس پر اڈیٹر بدر نے لکھا:

میاں منظور محمد کے گھر میں ایک ایسے لڑکے کے پیدا ہونے کے متعلق جو پیش گوئی تھی کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد چند ماہ تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی اور اس تباہی کو ہنوز اللہ تعالی نے اور پیچھے ڈال دیا ہے یعنی انکے گھر میں فی الحال لڑکی پیدا ہوئی ہے، جیسا کہ مسیح موعود نے فرمایا تھا کہ دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت

منظور ہے، تب بالفعل میاں منظور محمد کے گھر میں لڑکا نہیں بلکہ لڑکی پیدا ہوگی، اورلڑکا بعد میں ہوگا مگر ضرور ہوگا دیکھو بدر ۱۴ جون ۱۹۰۶ء۔ (بدر ۲۶ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۲)

لیکن پھر مرزا صاحب چل بسے، محمدی بیگم زوجہ منظور محمد بھی چل بسی، منظور محمد بھی چل بسا، لیکن بشیر الدولہ، شادی خان، عالم کباب وغیرہ وغیرہ عدم سے وجود میں نہ آیا۔ یعنی مرزا صاحب کی الہامی غیبی خبریں جھوٹی نکلیں۔ پھر بتایا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس لئے نبی ہیں کہ ان پر غیب کی خبریں ظاہر کی جاتی تھیں اور وہ صحیح نکلتی تھیں۔

ادھر مرزا نے اپنی زندگی کے اواخر میں خود اپنے ہاں ایک بیٹا پیدا ہونے کی الہامی خبر بھی تھی۔ جو پوری نہیں۔ خبر یوں ہے: تازہ الہامات: آپ کے ایک لڑکا پیدا ہوا ہے (یعنی آئندہ کسی وقت لڑکا پیدا ہوگا)؛ انا نبشرك بغلا م حلیم ۔ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوشخبری دیتے ہیں؛ ینزل منزل المبارك ۔وہ مبارک احمد کا شبیہ ہوگا۔ (الحکم ۳۱۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۱)

نیز مرزا صاحب فرماتے ہیں: ٦۔ اور ۷ نومبر کو خدا تعالی نے مخاطب کر کے فرمایا سا ھب لک غلا ماً ذکیا ۔ رب ھب لی ذریة طیبة ۔ انا نبشرك بغلا مٍ اسمه یحی .... میں ایک پاک اور پاکیزہ لڑکے کی خوشخبری دیتا ہوں۔ اے میرے خدا پاک اولاد مجھے بخش۔ میں تجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دیتا ہوں جسکا نام یحی ہے۔ معلوم ہوتا اس کا مطلب یہ ہے زندہ رہنے والا (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء)

اور اس کے چھ سات ماہ بعد مرزا چل بسے۔ اور اتنی الہامی غیبی خبروں کو جھوٹا کر گئے کیونکہ اس عرصہ میں نہ تو آپکے ہاں کوئی بیٹا پیدا ہوا، اور نہ ہی آپکی موت کے وقت آپ کی اہلیہ حاملہ تھیں۔

قادیانی خلیفہ گھوڑے سے گرے

اڈیٹر بدر مفتی محمد صادق قادیانی بتاتے ہیں:

جمعہ کے روز ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء خان محمد علی خان کی کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی کے بدکنے سے حکیم نورالدین الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ ابرو کے اوپر ایک زخم آیا، ہڈی پر ضرب نہیں آئی اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمد للہ خیریت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔ جس سے آپ کی صداقت اور اس تعلق شدید کا پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔ آپ کی طبیعت

روبصحت ہے حالات تشویش انگیز نہیں۔ (بدر ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء ص ۲)

(نومبر ۱۹۱۰ء میں لگنے والی اس چوٹ سے حکیم نور دین، بقیہ عمر حکیم الامت کی بجائے مریض الامت بنے رہے، زخم خراب ہوکر ناسور بن گیا، اور بالآخر ۱۹۱۴ء میں آپ آنجہانی ہو گئے۔ یہ ہے گھوڑے سے گرکر چوٹ کھانا جس کے متعلق کہا گیا کہ الحمد للہ خیریت گذری، طبیعت روبصحت ہے حالات تشویش انگیز نہیں۔ اور یہ کہ نور الدین کا گھوڑے سے گرنا بھی مرزا صاحب کی صداقت کا نشان ہے۔ یہ بحث آئندہ مضامین میں آ رہی ہے۔ بہاء)

❁ شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں:

حضرت خلیفۃ المسیح کے ذریعہ تازہ نشان

اس جگہ مجھے اس عظیم الشان نشان کا ذکر کرنا ہے جو آپ (نور الدین) کی علالت سے پورا ہوا۔ خلیفۃ المسیح کی علالت کی خبر اس وقت تک تمام قوم میں شائع ہو چکی ہے اور میرا کام صرف اس تشویش افزاء خبر کی اشاعت نہیں بلکہ میں تو: بلبلا مژدہ بہار بیار، پرعمل کرنے کا خواہش مند ہوں، اس لئے میں ان امور کی اشاعت کرنی چاہتا ہوں جو ہمارے احباب کیلئے مژدہ روح افزا اور مخالفین کے لئے حجت ملزمہ ہو۔ حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے سے گرے اور گرکر زخمی ہوئی۔ یہ معمولی بات ہے دنیا میں سینکڑوں بلکہ ہزاروں انسان گھوڑوں سے گرتے اور گرکر زخمی ہوتے اور بچ رہتے یا مر جاتے ہیں، پھر حضرت (نور الدین) کے اس طرح پر گرنے میں کیا عجیب بات ہوئی ہے؟ یہی ایک سوال ہے جس کا جواب نہایت خوش کن اور خدا تعالی پر ایمان بڑھانے والا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ محض گرنا کوئی عجیب بات نہیں بلکہ یہ گرنا ایک نشان ہے جس سے حضرت مسیح موعود کی صداقت، قرآن کی کریم کی صداقت، اور آنحضرت ﷺ کی صداقت ثابت ہوتی ہے، اس طرح پر کہ حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالی نے اپنی زندگی ہی میں یہ واقعہ دکھایا تھا کہ حضرت مولوی صاحب گھوڑے پر سے گرے ہیں۔ بظاہر اس رؤیا کے پورے ہونے کے اسباب اور سامان یہاں موجود نہ تھے اس لئے کہ مولوی صاحب کو نہ گھوڑے رکھنے کا شوق وخواہش ہے نہ سیر وتماشا آپکے مذاق کے موافق۔ قادیان سے باہر جانا اس دن کے بعد کہ حضرت مسیح موعود نے آپ کو یہاں رہ جانے کا حکم دیا امید موہوم ہوگیا، اور جس وقت حضرت مسیح موعود کو یہ واقعہ دکھایا گیا اس وقت سلسلہ کی آبادی قادیان سے بیرونی حدود تک بھی وسیع نہ ہوئی تھی کہ احتمال ہوسکتا کہ شاید آپ باہر جائیں۔ غرض جو لوگ حالات اور واقعات سے واقف ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ یہ پیش گوئی ایسے حالات میں کی گئی کہ کوئی قیافہ شناس دور بین آنکھ وہم بھی نہیں کرسکتی کہ یہ واقعہ پیش آوے۔ اس پیش گوئی پر مہینے اور

سال گذر گئے یہاں تک کہ حضرت جری اللہ (مرزا) بھی مرفوع ہو چکے، اور یہ پیش گوئی اسی طرح ناتمام باقی رہی بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اکثروں کی یاد سے بھی جاتی رہی۔لیکن ہمارے لئے یہ کوئی انوکھی بات نہ تھی اس لئے کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود کو آگاہ کر دیا تھا اما نر ینّک بعض الّذی نعد ھم او نتو فّینّک ہم جانتے تھے کہ بہت سے نشانات اور پیش گوئیاں آپ کے بعد بھی پوری ہو ہوں گی چنانچہ اسی وعدہ کے موافق یہ عظیم الشان پیش گوئی پوری ہوئی اور ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ءکو۴ بجے کے قریب اپنے اصل الفاظ اور اصل مفہوم کے موافق اس نشان کا ظہور ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ ہمارے موجودہ امام کو اس صدمہ کے نیچے سے ایسا گذرنا پڑا ہے جیسے کوئی موت کے گھاٹ اتر جائے ،مگر یہ صدمہ اور تکلیف بیرونی دنیا کے واسطے ایک نظارہ اور حسّی معاملہ ہے ۔ہمیں انہیں دیکھ کر دکھ ہوتا ہے مگر یہ واقعہ صحیح ہے کہ ان کی یہ تکلیف خود ان کی ذات کے لئے جسمانیات سے پرے جا کر کسی تکلیف کا موجب نہیں ...

خلیفۃ المسیح کی یہ علالت کسی بیش قیمت نصرت و تائید الٰہی کا پیش خیمہ ہے ہمیں چاہیے کہ ربانی نصرت کا استقبال کریں ...

۱۸ نومبر ۱۹۱۰ءکو بعد نماز جمعہ حضرت خلیفۃ المسیح گھوڑے پر سوار ہو کر نواب صاحب کی کوٹھی پر تشریف لے گئے .... واپسی پر گھوڑی نہایت بے خودی اور سرکشی سے آ رہی تھی..گھوڑی ایک تنگ کوچہ سے داخل ہو کر گذری اور حضرت زمین پر آ رہے اور پیشانی پر سخت چوٹ آئی ..

آپ کو اٹھایا گیا زخم پر پانی پانی بہایا گیا..ڈاکٹر بشارت احمد، ڈاکٹر الٰہی بخش، ڈاکٹر شیخ عبداللہ نے زخموں کو درست کیا اور بدوں کلوروفارم کے عمل کے زخم کو سی دیا گیا

(اخبار الحکم ۲۸ نومبر ۱۹۱۰ء ص ۱۵۔۱۷ ملخصاً)

قادیانی انا نر ینک والی وحی تو پیش کرتے ہیں لیکن اس کے ساتھ کا ٹکڑا چھپا رہے ہیں، پوری وحی اور ترجمہ یوں ہے:

خدا کی تازہ وحی:۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۶ء۔ انا نر ینّک بعض الذی نعدھم ۔ نز ید عمر ك ۔ترجمہ: ہم تجھے بعض وہ امور دکھلا دیں گے جو مخالفوں کی نسبت ہمارا وعدہ ہے اور تیری عمر زیادہ کریں گے، بدر ۲۵۔اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۳)

یعنی ۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۶ءکو ہونے والی وحی میں مرزا صاحب کو بتایا جا رہا ہے کہ ان کی عمر میں اضافہ کر دیا جائیگا۔یعنی پہلے سے ان کی جو عمر مقرر ہے، خواہ ۸۰ سال کے گردو پیش یا ۹۵ سال

کے گرد و پیش، اس میں اضافہ ہوگا۔ لیکن اس وحی کے ۱۹ ماہ بعد، ۷۰ سال سے بھی کم کی عمر میں مرزا صاحب آنجہانی ہو گئے۔ کیا نزید عمرك کا یہی مطلب ہے؟ پھر کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب اس لئے نبی ہیں کہ انہیں غیب کی خبریں دی جاتی تھیں اور وہ صحیح ثابت ہوتی تھیں۔

قادیانیوں کی یہ عجیب ستم ظریفی ہے کہ قرآن کریم کی صداقت اور آنحضرت ﷺ کی صداقت کو مولوی نورالدین کے گھوڑے سے گرنے سے وابستہ کر رہے ہیں۔ ایسی ہی ستم ظریفی قادیانیوں نے مرزا صاحب کے چھوٹے بیٹے مبارک احمد کی موت کے موقع پر کی تھی جب اس کی موت کو خدا تعالی کی ہستی، نبی کریم ﷺ کی رسالت کو نئی زندگی عطا کرنیوالا نشان بنا دیا گیا تھا۔ جیسا کہ لکھا ہے:

مبارک احمد کے انتقال نے آپ (مرزا) کی سچائی، خدا تعالی کی ہستی اور نبی کریم ﷺ کی رسالت کو نئی زندگی عطا فرمائی ہے اور یہ نکتہ حل ہو گیا کہ اسلام کا زندہ ہونا ہم سے ایک فدیہ چاہتا ہے۔ (اڈیٹر الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۲)

اس موضوع کو تشنہ چھوڑ کر ہم آگے چلتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ قادیانیوں کے بقول حکیم نورالدین کے گھوڑے سے گرنے کی خبر اموات کو بھی پہنچا دی گئی تھی جیسا کہ لکھا ہے:

(نورالدین کی بیماری کے ایام میں) مولوی عبد القادر لدھیانوی نے رؤیا میں دیکھا کہ مولانا مولوی محمد قاسم مرحوم حضرت خلیفۃ المسیح کی عیادت کو آئے ہیں اور انہوں نے ایک سو روپیہ صدقہ کرنے کے لئے فرمایا ہے۔ حضرت (نورالدین) کو یہ خواب سنائی گئی تو آپ نے فوراً حکم دیا کہ ایک سو روپیہ نقد صدقہ کر دو۔ (الحکم ۲۸ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۳)

اموات کو خبر پہنچنے کا تو ہمیں معلوم نہیں لیکن زندوں کو یہ خبر دور و نزدیک پہنچ گئی تھی، جیسا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی لکھتے ہیں:

مولوی نورالدین صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ رات پھر میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں قادیان پہنچا ہوں اور آپ سے ملا ہوں آپ کے بدن پر کہیں کہیں زخم ہیں اور تکلیف ہے۔ آپ کی حالت زار دیکھ کر میں نے دعائیں کیں:

اے خداوند اس مسکین پر رحم کر، اے خداوند اس عاجز پر رحم کر۔

آپ نے عجز اور خلوص سے میرے آگے سر جھکایا، تاکہ میں وہ دعائیں آپ پر دم کر دوں۔ میں نے وہی دعائیں آپ پر دم کیں۔

پھر میں نے کہا مولوی صاحب میری پیش گوئی آپ کی نسبت کیسی عمدگی کے ساتھ پوری ہوئی۔ اس کے دو جز تھے ایک تو موت ۱۱ جنوری ۱۹۱۱ء تک ۔ دوم دعائے رحمت ۔ سو ۱۱ جنوری کو تو ایک سخت حالت ہوئی گویا کہ وہ موت ہی تھی پھر رحمت کی دعاؤں نے آپ کو بچا بھی لیا، مگر یہ شہدے کیسا بے ہودہ شور مچا رہے ہیں۔ آپ کچھ جواب نہیں دے سکے۔،

واقعی یہ شہدے ہیں اور اپنی تحریروں سے آپ جھوٹے ثابت ہوئے ہیں جب یہ ہمیشہ مرزا صاحب کی جھوٹی پیش گوئیوں میں تاویلات سننے اور کرنے کے عادی تھے۔ خود مرزا صاحب نے مبارک احمد والی پیش گوئی کے جھوٹا ہونے پر یہاں تک لکھ دیا تھا کہ ایک وقت میں چار سو نبیوں نے متفق ہو کر پیشگوئی کی تھی اور وہ جھوٹی نکل گئی تھی اگر میری ایک پیشگوئی جھوٹی نکل گئی تو کیا مضائقہ ہوا۔ پھر ایک عام اصول بیان کیا تھا کہ خدا جس کو چاہے جھوٹا کر دے۔ پھر مرزا کی موت کے بعد غلط رفتہ پیش گوئیوں کی نسبت کیسی کیسی تاویلات کیں تھیں مگر اب اصل الفاظ پر بھی غور نہیں کرتے اور بار بار یہی لکھ رہے ہیں کہ ایک پیش گوئی کے غلط ہو جانے سے عبدالحکیم شیطان اور جھوٹا ثابت ہو گیا وہ مر گیا وہ ذلیل ہو گیا۔ پھر مرزا کی جو صدہا پیش گوئیاں لفظ بلفظ غلط گئیں اس کا کیا حال ؟ میں خواہ جھوٹا ہی ثابت ہو گیا سہی مگر میرا مشن پورا ہو چکا۔ میرا مشن مرزا پرستی کا بت توڑنا تھا سو الحمد اللہ آپ کی جماعت کے منہ سے کہلوا دیا اور شائع کر دیا کہ جس کی ایک پیش گوئی بھی جھوٹی ثابت ہو جائے اس سے اس کی ساری پیش گوئیاں خاک میں مل جاتی ہیں وہ شیطان اور کذاب ہے خبیث روح کا اس سے تعلق ہے وہ مردہ اور ہلاک شدہ ہے۔ اس کے مخالف جن کے خلاف اس کی پیش گوئیاں غلط جائیں سچے اور مظفر و منصور اور مقبول و برگزیدہ ہیں۔ فھو المراد

اے نورالدین! آپ کی جماعت خواہ کتنا ہی شہدہ پن میرے خلاف کرے مجھے ان کی بدذاتیوں سے کبھی آپ پر غصہ نہیں آتا لا تزر وازرۃ وزر اخری ۔ میں آپ کی زندگی غنیمت سمجھتا ہوں کیونکہ آپ ان کو توحید اور اخلاق کی تعلیم دیتے رہتے ہیں اور قرآن سکھاتے ہیں زہد و تقوی کا عملی نمونہ ہیں بلا اجرت اور بلا طمع خدمت دین کر رہے ہیں ۔ ہاں مرزا کی نسبت آپ بیشک سخت غلطی پر ہیں اور آپ پر اس کی دھمکیوں کا رعب بیٹھا ہوا ہے پس آپ معذور اور قابل معافی ہیں والسلام۔ آپ کا خیر خواہ صادق عبدالحکیم خان پٹیالہ ۲۰ جنوری ۱۹۱۱ء (الحکم : ۲۸ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

اور مقابلے میں قادیانی حضرات اخبار بدر ۱۶ فروری ۱۹۱۱ء ص ۷ میں لکھتے ہیں:

کاش عبدالحکیم اب بھی سمجھے: عبدالحکیم نادان عبدالحکیم جو آج کل انّ الذین کذبوا

بآیا تنا و استکبروا عنها لا تفتح لھم ابوا ب السماء و آ تینا ہ آ یا تنا فا نسلخ منھا فاتبعه الشیطان فکا ن من الغا وین کا شان نزول بن رہا ہے وہ اپنے ایک مضمون میں جواس نے مختلف اخباروں میں چھپوایا ہے لکھتا ہے:

روحانی طور پر تمام مرزائی قطعاً مر چکے کیونکہ وہ اپنے پیر یا خلیفہ یا کسی اور مرزائی کا کوئی خواب یا الہام نہیں پیش کر سکے جو میرے مقابلہ پر پورا ہوا ہو۔

حالانکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم اسے یا اس کی پیش گوئیوں کو بوجہ اس کے کہ وہ دو بار جھوٹا ہو چکا ہے کوئی اہمیت نہیں دیتے اس جماعت پر خدا تعالی کا فضل ہے اور اس پاک گروہ کے بچے بھی سچے خواب دیکھتے ہیں اور کئی ایسے نیک بزرگ ہیں جو مکالمہ الہی سے مشرف ہیں...

پس اے عبدالحکیم تم خدا کیلئے غور کرو کسی ایک آدھ بات کے پورا ہو جانے سے کوئی ملہم صادق نہیں ہوسکتا کیونکہ قرآن میں الا من خطف الخطفة کا استثنا موجود ہے بلکہ ضرور ہے کہ اس قدر غیب کی باتیں پوری صفائی سے اس پر ظاہر ہوں کہ کسی فہیم سلیم و متقی و خدا ترس کو اس میں شک و شبہ نہ رہے۔ اسکی دنیاوی مثال سنئے: بعض وقت لاٹ صاحب کی کوٹھی پر جو بھنگی رہتے ہیں وہ ایسی بات سن لیتے ہیں جو خاص مقربوں اور انتظامی و سرکاری امور میں حصہ لینے والوں کو بھی نہیں معلوم ہوتیں اور آخر کار بعض اوقات وہ سچے نکل آتے ہیں اور اکثر ڈینگیں مارتے ہوئے جھوٹے بھی نکلتے ہیں اور غلط فہمیاں پھیلا کر امن میں مخل ہوتے ہیں تو آخر سزایاب بھی ہو جاتے ہیں۔ اسی طرح ہم کسی ایک بات کی موزونیت سے کسی کو حسین نہیں کہہ سکتے مثلاً کسی کی آنکھ خوبصورت ہے اور باقی چہرہ بہت بھونڈا ہے اور وہ شخص کانا بھی ہے تو اب اسے خوبرو نہیں کہیں گے اسی لئے ایک بزرگ نے فرمایا ہے:

رخ بہ بیں، و خد بہ بیں، وقد بہ بیں ازمحاسن ہائے خوباں صد بہ بیں

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ بدر قادیانی لکھتا ہے:

جناب امیر المومنین علامہ نورالدین سلمہ رب العالمین جمعہ کے روز (۱۸) نومبر خان محمد علی خان کے کوٹھی سے واپس آتے ہوئے گھوڑی کے بدکنے کی وجہ سے الحکم پریس کے پاس نیچے آرہے۔ ابرو کے اوپر ایک زخم آیا۔ ہڈی پر ضرب نہیں آئی۔ اور کچھ چوٹیں بھی لگیں مگر الحمدللہ خیریت گذری۔ بہت سال ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خواب میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑی سے گر پڑے۔ جس سے آپ کی

صداقت اور اس تعلق کا شدید پتہ چلتا ہے جو حضور کو مولوی صاحب موصوف سے تھا۔‘‘

مولانا فرماتے ہیں کہ ہم اس پر مبارک کہتے ہیں کیونکہ حکیم صاحب کا مرزا صاحب سے جو روحانی تعلق تھا، اس کا اظہار ہو گیا کہ گرنے والی پیشگوئی صادق آئی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ مسیح موعود نے یہ پیشگوئی کب اور کس تاریخ میں کی تھی اس کا پورا حوالہ مطلوب ہے، ہم ناظرین کو باور کراتے ہیں کہ قادیان میں جو ’’الہام بافی‘‘ کی مشین تھی یہ اسی کی کارگاہ سے بنا ہوا الہام یا خواب ہے اسلئے ہم اس سوال کو حل کرانا چاہتے ہیں۔ کیا بدر وغیرہ اس کی تحقیق کرینگے۔

بہرحال ہم بھی حکیم صاحب کو زیست کی مبارک دیتے ہیں اور ان کی صحت کے لئے دعا کرتے ہیں کیوں کہ مرزا صاحب کے بعد تو الحکم پر بجلی گری تھی جو قریب قریب بند ہے حکیم صاحب کے بعد تمام قادیان پر بجلی گر کے ایسا کر جائے گی کہ کان لم تغن بالامس، اس لئے قادیانی مشن کی جو کچھ بھی اصلاح ہو سکتی ہے اسی بڑے میاں (حکیم صاحب) کے سامنے ہو سکتی ہے ان سے بعد تو وہ اودھم مچے گی کہ جوتیوں دال بٹنے والی مثال صادق ہوگی۔

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۵۔ مورخہ ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲؍ دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۶-۷)

اڈیٹر بدر، مولانا امرتسری کے جواب میں لکھتا ہے:

آیۃ من آیات اللہ: حضرت امیر المومنین (نور الدین) گھوڑی سے گر پڑے اس پر اہل حدیث استہزا کرتا ہے، اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔ کاش وہ غور کرتا کہ یہ آیت ہے آیات اللہ سے۔ نہ تو مسیح موعود کے گھر میں گھوڑے، نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے تھے، اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔ کئی سال ہوئے مامور من اللہ اپنا رؤیا بیان کرتا ہے: کہ حضرت مولوی نور الدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔،

اور پھر خدا اسے ایسے وقت میں پورا کرتا ہے جب کہ آپ کو چوٹ لگنا کسی معمولی انسان کا چوٹ آنا نہیں بلکہ چار لاکھ انسان کا قلب اس صدمہ کو محسوس کر رہا ہے...

ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالباً یہ خواب چھپ بھی چکا ہے تلاش سے مل جائے گا، اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیا وکشوف و الہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضرور ہے، تو مسیح موعود کے خدام کی گواہی بھی ماننی پڑے گی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔ (گواہی یوں ہے:)

ہم لوگ اللہ تعالی کو حاضر ناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیا کہ مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے، قبل اس واقعہ کے سنا اوراس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ ، میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔ صدرالدین ۴ دسمبر ۱۹۱۰ء۔

صاحبزادہ محمود احمد، مفتی محمد صادق، عبدالروف کلرک مدرسہ، محمد اسماعیل مولوی فاضل شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف، ۔نعمت اللہ بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین، منظور محمد پیر (اخبار بدر قادیان ۔۸ دسمبر ۱۹۱۰ء)



حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ:

بدر قادیان نے لکھا تھا کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی مسیح موعود (مرزا صاحب) کی ایک پیشگوئی کی تصدیق ہے کیوں کہ جناب ممدوح نے ایک خواب بیان کیا تھا کہ مولوی نورالدین گھوڑے پر سے گر پڑے۔ اس کے متعلق اہلحدیث مورخہ ۲ دسمبر میں سوال کیا گیا تھا کہ یہ خواب مرزا صاحب کا کہاں مرقوم یا مذکور ہے؟ سوال چونکہ معقول تھا اس لئے معقول پسند بدر نے اس کے جواب کی طرف توجہ کی اور خوب کی۔ لکھتا ہے:

''حضرت امیر (حکیم نورالدین) گھوڑے سے گر پڑے اس پر اہلحدیث استہزا کرتا ہے اور ضرور تھا کہ وہ ایسا کرے۔ کاش وہ غور کرتا کہ یہ ایک آیت ہے آیات اللہ سے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے گھر میں گھوڑے نہ خلیفۃ المسیح گھوڑیاں رکھتے اور نہ کوئی ایسی ضرورت بالعموم پیش آتی کہ آپ سواری پر جاویں۔ کئی سال قبل مامور من اللہ اپنا رؤیاء بیان کرتا ہے کہ ''حضرت مولوی نورالدین صاحب گھوڑے پر سے گر پڑے۔'' (بدر۔ قادیان ۸/دسمبر ۱۹۱۰ء)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: چونکہ دنیا کا ہر ایک واقعہ آیۃ اللہ ہے اس لئے ہم مانتے ہیں کہ خلیفہ قادیانی کا گھوڑے پر سے گر پڑنا بھی آیۃ اللہ ہے، مگر سوال تو آیت مرزا سے تھا کہ اس مرنیوالے نے کب خواب دیکھا؟ اس کا جواب دو۔ بہرحال اس تمہید کے بعد بدر لکھتا ہے:

''یہ ایک ایسا واقعہ تھا کہ اس پر کوئی اُلّو تمسخر کرے ہرگز نہیں بلکہ ایمان کا تقاضا یہ تھا۔ کہ گردن خدا تعالیٰ کے حضور میں جھک جاتی۔ مگر کیا کہا جاوے آخر خدا کا ارشاد بھی برحق ہے بما کذبوا من قبل۔''

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: کسی امرواقع کے متعلق جو تمام قوم اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو سوال کرنا تو اُلّو کا کام نہیں، البتہ ایسے معقول سوال کے جواب نہ دینے سے آدمی اُلو بنا کرتا ہے۔ مگر آپ ایسے اُلّو نہیں، کیوں کہ آپ نے سوال کا جواب دیا ہے جو ناظرین کی مزید واقفیت کے لئے درج ذیل ہے۔ بدؔر لکھتا ہے:

''ذیل میں اس خواب کے گواہ بیان کئے جاتے ہیں اور غالبا یہ خواب چھپ بھی چکا ہے تلاش سے مل جائیگا اور نہ بھی ملے تو بھی اگر صحابہ کرام کا بیان نبی کریم ﷺ کے رؤیاء وکشوف والہامات کے بارے میں قابل تسلیم ہے اور ضروری ہے تو مسیح موعود کے خدّام کی گواہی بھی ماننی پڑیگی اور سلیم الفطرت مانتے ہیں۔''

مولانا فرماتے ہیں: یہ دعویٰ آپ کا کہ مرزا کے مرید بھی مثل اصحاب رسول اللہ ﷺ کے ہیں درحقیقت آپ کا اپنا اختراع نہیں بلکہ مرزا صاحب ہی کی جودت طبع کا نتیجہ ہے جو کہا کرتے تھے:

''جو میری جماعت میں داخل ہوگا وہ اصحاب رسول اللہ میں شامل ہوگا۔'' (خطبہ الہامیہ)

بہر حال ہمیں اس وقت اصحاب مرزا کی صداقت اور عدم صداقت سے بحث نہیں بلکہ مطلب سعدی دیگرست۔ مگر وہ مطلب راویان کلام کے بعد عرض ہوگا، بہر حال آپ کے راوی حسب ذیل شہادت دیتے ہیں:

''ہم لوگ اللہ تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر بیان کرتے ہیں کہ ہم نے حضرت مسیح موعود کا یہ رؤیاء کہ ''مولوی نورالدین صاحب گھوڑے سے گر پڑے۔'' قبل اس واقعہ کے سنا اور اس پر مذاکرہ ہوتا رہا۔ میں نے تو جنوری ۱۹۰۹ء سے پہلے پہلے سنا تھا اور اس کے متعلق میرے دوستوں میں بہت گفتگو ہوتی رہی۔'' صدرالدین ۴؍دسمبر ۱۰ء صاحبزادہ محمود احمد صاحب، مفتی محمد صادق عفی عنہ، عبدالرؤف کلرک مدرسہ، محمد اسمٰعیل مولوی فاضل، شیخ عبدالرحیم، غلام نبی، محمد اشرف عفی عنہ، نعمت اللہ خان بدایونی، غلام محمد فسٹ عربک ٹیچر، قاضی امیر حسین منظور محمد پیر۔''

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: بدر کی یہ سعی اور کوشش واقعی قابل داد ہے بہر حال اتنا تو معلوم ہوا کہ ایڈیٹر بدؔر نے ہمارا مطالبہ معقول سمجھا اسی لئے اس نے بغرض ثبوت یہ شہادت پیش کیں لیکن افسوس کہ وہ سے معلوم نہیں کہ خطاب کس سے ہے۔ اے جناب خطاب اہلحدیث سے ہے جو محدثین کے قواعد سے نہ صرف واقف بلکہ اُن کا پابند بھی ہے۔ سنئے یہ روایات بقاعدہ محدثین سب

منقطع ہیں۔ (آپ منقطع کو کیا جانیں گے اپنے خلیفہ وقت سے دریافت کیجئے) کیوں کہ اس شہادت میں راویوں نے اپنے بتلانے والے کا نام نہیں بتایا، اور یہ بات محدثین کے ہاں مبرہن اور مثبت ہے کہ سواء صحابہ کرام کے باقی لوگوں کی روایات منقطعہ اخبار مردود کی قسم سے ہیں۔

علاوہ اس کے ابھی ایک ضروری مرحلہ باقی ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے عرصہ سے بلکہ شروع ہی سے یہ التزام کر رکھا تھا کہ الہام اور خواب قلمبند کرلیا کرتے تھے جب سے اخبارات اور رسالجات قادیان سے نکلنے شروع ہوئے تھے تب سے تو کوئی الہام اور خواب بھی درج اخبارات ہونے سے نہ رہ سکتا تھا بلکہ مرزا صاحب کے جوتیوں کا غلام (یہ لقب ہمارا دیا ہوا نہیں بلکہ اڈیٹر بدر خود اس طرح لکھا کرتا تھا ''راقم حضرت کی جوتیوں کا غلام''۔ ثناء اللہ) دریافت کرلیا کرتا تھا کہ حضور صفحہ خالی ہے کوئی خواب یا الہام ہو تو اطلاع بخشیں۔ جواب میں الہام ہوتا تو لکھا جاتا ورنہ نفی میں جواب ملتا۔ جہاں ایسا التزام ہو وہاں کیوں کر باور ہوسکتا ہے کہ کوئی الہام خصوصاً ایسا الہام جو حکیم نورالدین جیسے مقرب سے متعلق ہو شائع نہوا ہو۔ صحابہ کبار بھی چونکہ قرآن شریف کو حفظ کے ساتھ ضبط تحریر میں بھی لاتے تھے اسی لئے جب قرآن مجید بسر کردگی زیدؓ بن ثابت ایک جگہ جمع کیا گیا تو زبانی روایت کے ساتھ تحریر بھی مانگی جاتی تھی پس ہمارا تقاضا کرنا صحابہ کی روش پر ہے اور تمہارا انکار کرنا دال میں کالا ہے۔

علاوہ اس کے ہماری غرض اور بھی ہے جو ہم کھلے لفظوں میں بتلا دیتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنے الہامات کے مصداق بسا اوقات خود بتلا دیا کرتے تھے چنانچہ بعد زلزلہ عظیمہ کے ایک اور زلزلہ کے متعلق الہام ظاہر کیا تھا

عفت الدّیار محلّھا و مقامھا (ایسا زلزلہ آئے گا کہ مکان رہیں گے نہ مکین)

......وسط فروری میں رات کو ایک معمولی سا زلزلہ آیا تو فوراً آنجناب نے اسی کو اپنے الہام کا مصداق بتادیا۔ جس سے ہمیں افسوس ہوا کہ اتنا بڑا زلزلہ عظیمہ کہ نہ مکان رہیگا نہ مکین۔ مگر واقعہ یہ ایک معمولی خفیف سی حرکت جو دراصل اس شعر کی مصداق کہ ؎

ایں کرامت ولی باچہ عجب　　　گربہ شاشید گفت باراں شد

ہاں ایک معنی سے موجب خوشی بھی تھا کہ ''رسیدہ بود بلائے ولے بخیر گذشت'' اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ گھوڑی پر سے گرنے کا الہام بھی ہم کو دکھا دیا جائے تاکہ ہم اس کے وجود کے بعد اس کی تشریح بھی دیکھیں کہ اونٹ کس کروٹ بیٹھا تھا۔ کیا قادیانی مشن توجہ کرے گا؟

(اہل حدیث جلد۸۔ نمبر۸۔ مورخہ ۲۰ رذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۲۳ ردسمبر ۱۹۱۰ء ص:۱-۲)

مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جاوے؟

تحریک ختم نبوت کے ایک کارکن جناب قائم الدین نقشہ نویس از مرالہ ضلع سیالکوٹ دفتر نہر سے لکھتے ہیں کہ یہ ایک سوال ہے جو مدت سے میرے دل میں کھٹک رہا ہے میرا خیال تھا کہ یہ خود بخود ہی حل ہو جائے گا مگر بقول ؎

جو آرزو تھی اسکا نتیجہ ہے انفعال اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہو

آخر کار اس سوال (مرزائیوں کو کس لقب سے پکارا جاوے) کو پبلک کے سامنے لانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میرے دل میں اس سوال کے پیدا ہونے کی چند ایک وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) یہ لوگ بظاہر تو یہ کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے مرید ہیں اور ان کے فرمودہ پر عمل کرنے کو اپنا اصل ایمان جانتے ہیں لیکن جب ہم ان کو مرزائی کر کے پکارتے ہیں تو اس لفظ سے ناک بھوں چڑھا کر یہ جواب دیتے ہیں کہ ہمیں مرزائی مت کہو بلکہ احمدی کہو۔ حالانکہ ان کو اس لقب سے خوش ہونا چاہئے تھا جو ان کے پیرومرشد کے نام کو ظاہر کرتا ہے جس طرح ہم مسلمانوں کو اگر کوئی محمدی کہے تو ہم ہرگز ناراض نہ ہونگے بلکہ فخریہ کہیں گے ہاں محمدیؐ ہیں۔

(۲) اگر ہم ان کے حسب منشا احمدی ہی کہہ کر پکاریں تو پھر یہ سوال پیدا ہو جاتا ہے کہ یہ لقب انہوں نے کس نسبت سے اختیار کیا ہے آیا مرزا غلام احمد کی نسبت سے یا حضرت محمد رسول اللہ احمد مجتبیٰ ﷺ کی نسبت سے۔

(۳) اگر مرزا صاحب قادیانی کی نسبت سے ہے تو پھر ''غلام احمدی'' ہونا چاہئے تھا نہ کہ احمدی۔

(۴) اگر ہم اس لقب کو محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کریں تو پھر ہم دیکھتے ہیں کہ ان کا اس طرح نسبت کرنا بھی زیبا نہیں کیوں کہ ان کے اکثر افعال محمد عربی ﷺ کے مریدوں اور آپ کے سچے تابعداروں کے خلاف ہیں یعنی جو حکم اس نبی امی ﷺ نے اپنے سچے تابعداروں کو بجالانے کے لئے ارشاد کیا ہوا ہے یہ اس کے برخلاف عمل کر رہے ہیں چنانچہ آپ کی معرفت اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے ولاتسبّوا الّذین یدعون من دون اللّٰہ فیسبّو اللّٰہ عدوا بغیر علم۔ یعنی تم ان لوگوں کو گالیاں مت دو جو اللہ کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں اگر تم ایسا کرو گے تو وہ اللہ تعالیٰ کو گالیاں دیں گے زیادتی سے بے سمجھی سے۔

مذکورہ بالا حکم سے یہ ثابت ہوا کہ دوسروں یعنی مخالفوں کو برا نہ کہو بلکہ نرمی سے ان کی غلطیوں کی اصلاح کرو اور انہیں شرک و بدعت کے کاموں سے روکو یہ کہیں ثابت نہیں ہوتا کہ مخالفین اسلام کی خوشنودی کے لئے ان کے تیوہاروں پر تم بھی اسی طریق پر خوشی مناؤ جیسا کہ وہ مناتے ہیں بلکہ اس کے بالکل برخلاف حکم ہے کہ من تشبّہ بقوم فھو منھم یعنی جس شخص نے کسی قوم (مخالفین اسلام) کی مشابہت کی (ان کی رسم و رواج کے مطابق شرک و بدعت کے کام کئے) وہ انہیں میں سے ہے اسی کے متعلق میں ایک چشم دیدہ واقعہ پیش کر کے حکیم نورالدین خلیفۃ المسیح سے سوال کرتا ہوں کہ ایسا کرنا آپ کے نزدیک جائز ہے یا نہیں اگر آپ اس کو جائز قرار دیں گے تو براہ مہربانی اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے دیویں اگر وہاں سے نہ مل سکے تو مرزا صاحب آنجہانی کے اقوال سے ہی دیویں تاکہ پھر اس سوال کے کرنے کی ضرورت نہ رہے کہ مرزا صاحب کا اس میں کیا فتویٰ ہے بہر حال وہ واقعہ درج ذیل ہے:

غالباً ہیڈ مرالہ ضلع سیالکوٹ سے آپ لوگ واقف ہونگے جس میں علاوہ دوسرے مذاہب کے قریبا تین چار مرزائی پارٹی کے ممبر بھی ہیں چونکہ بندہ بھی اسی جگہ ملازم ہے اس لئے وقتاً فوقتاً ان لوگوں سے گفتگو کرنے کا موقع مل جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا کہ انکو کس لقب سے پکارا جاوے کیوں کہ ان کے اعمال و افعال سے کوئی شخص یہ ثابت نہیں کرسکتا یہ یہ فلاں مذہب سے تعلق رکھتے ہیں بلکہ اس کہاوت کے سوا چارہ ہی نہیں ہوسکتا کہ

''کچھ ان وے کچھ دہن کچھ لاٹاں والی من دے کجھ ایدھر اودھر دیکھدے کجھ مکے والے شیخ دے۔''

واقعہ ۱۶؍نومبر ۱۹۱۰ء کو سکھوں کے گرو بابا نانک صاحب کی سالگرہ تھی جس پر ان کے مریدوں کو ضروری تھا کہ اس موقعہ پر خوشی مناتے اور اپنے رواج کے مطابق چراغاں کرتے یا آتش بازی چھوڑتے چنانچہ اونھوں نے رات کو خوب روشنی کی اور جیسا کہ خوشی منانے کا حق تھا منائی ہمیں ان کے خوشی منانے یا نہ منانے پر کسی قسم کا اعتراض نہیں کیوں کہ ان کے عقیدہ کے مطابق ایسا کرنا جائز اور درست ہے بلکہ اگر اعتراض ہے تو مرزائی دوستوں پر ہے جنھوں نے اس موقع پر ان کی پوری پوری پیروی کر کے ثابت کر دیا کہ ہمارا مذہب سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہ واذا لقوا الّذین اٰمنوا قالوا اٰمنّا واذا خلوا الی شیٰطینھم قالوا انّا معکم.

زیادہ تر لطف کی بات یہ ہے کہ ان معدودے چند مرزائیوں میں جن کی تعداد یہاں تین یا چار سے زیادہ نہیں ہے ایسے مسائل پر باہم اتفاق نہیں ہے یعنی ان میں سے ایک شخص مسمی بابو فیض

احمد نے چراغاں کیا۔ جب دوسروں پر اس بات کا سوال ایک مجلس میں جو اتفاق حسنہ سے اس دن جمع کی گئی تھی کیا گیا کہ ان چراغاں کی نسبت تمہارا کیا خیال ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ چونکہ ایسا فعل نہ مرزا صاحب سے اور نہ قرون ثلاثہ سے ثابت ہے اس لئے ہم اس کو بدعت اور بہت برا فعل جانتے ہیں مگر بابو فیض احمد صاحب سے دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ چونکہ آج بابا نانک صاحب کی سالگرہ تھی اور میں اون کو اعلیٰ درجے کا بزرگ مانتا ہوں اس لئے میرے دل نے گواہی دی کہ اس موقعہ پر چراغاں کروں اس پر اعتراض کیا گیا کہ چونکہ آپ اپنے آپ کو مرزا صاحب کے مرید بتلاتے ہو اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم یہ سوال کریں کہ ایسے موقعوں پر چراغاں کرنا انہوں (مرزائیوں) نے جائز قرار دیا ہے یا نہیں اگر جائز قرار دیا ہے تو ہمیں کچھ اعتراض نہیں کیوں کہ

خشت اول چوں نہد معمار کج　　　تا ثریا میرود دیوار کج

اور اگر انہوں نے اجازت نہیں دی تو آپ نے کیوں ایسا فعل کیا جو آپ کے مرشد کے فرمودہ کے خلاف ہے۔

اہل دانش کے نزدیک اس سوال کے جواب صرف دو ہی ہو سکتے تھے یعنی ہاں یا نہ مگر یہ لوگ اور ایسا صاف جواب دیں۔ ''ایں خیال است ومحال است وجنوں۔'' اس معقول سوال کا جواب اسی مجلس میں یہ دیا گیا کہ ''تم یہ ٹسری صافے کیوں باندھتے ہو جس کا حکم رسول (ﷺ) نے نہیں دیا۔'' سبحان اللہ کیسا عمدہ جواب ہے جس پر مخالف وموافق کو سوائے سکوت کے چارہ ہی نہیں ہوسکتا۔

اب میں یہی سوال حکیم صاحب موصوف کی خدمت میں پیش کر کے عرض پرداز ہوں کہ ایسے موقعوں پر چراغاں کرنا آپ کے مذہب کی رو سے جائز ہے یا نہیں اگر جائز ہے تو آپ کے پاس اس کے جواز کی دلیل کیا ہے براہ مہربانی بہت جلد اس کا جواب اخبار البدر اور نیز اہلحدیث میں شائع کر کے پبلک کو مشکوری کا موقع دیویں۔

اسی اثنا میں لفظ وہابی اور مرزائی پر بات چلی۔ مرزائیوں نے کہا کہ تم وہابی کہلانے سے کیوں گریز کرتے ہو۔ میں نے کہا کہ ہم حق پر ہیں۔ بولے کس طرح؟ میں نے جواب دیا کہ اس لفظ سے آپ کی مراد یہ ہوتی ہے کہ عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں جو کہ سراسر بہتان ہے کیوں کہ ہمارا مذہب ہے۔

اصل دیں آمد کلام اللہ معظم داشتن　　　پس حدیثِ مصطفیٰ برجاں مسلم داشتن

پس جب ہم اپنے کسی قول وفعل میں عبدالوہاب نجدی کے قول کو پیش نہیں کرتے تو کسی کا

کیا حق ہے کہ وہ ہمیں وہابی کہے۔ ہاں البتہ یہ سوال آپ پر وارد ہوسکتا ہے کہ آپ باوجود مرزا صاحب کے مرید کہلانے اور ہر ایک امر میں مرزا صاحب کے قول وفعل کو پیش کرنے کے مرزائی کہلانے سے گریز کرتے ہیں کسی نے کیا سچ کہا ہے ؎ میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا۔

ہاں اگر آپ بھی ہماری طرح یہ کہدیں کہ مرزا صاحب ہمارے رہنما یا مرشد نہ تھے اور ہم ان کے قول وفعل کو اپنا اصل ایمان نہیں جانتے تو بیشک ہم آپ کو مرزائی کہنا چھوڑ دیں گے

(اہل حدیث جلد ۸۔ نمبر ۶/ ۷۔ مورخہ ۶-۱۳/ ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۹-۱۶/ دسمبر ۱۹۱۰ء ص: ۱۸-۲۰)

حکیم الامت کا فیصلہ

اہل حدیث مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۱۱ء میں لکھا گیا ہے کہ حکیم الامت کے لقب سے قادیانی اصطلاح میں حکیم نورالدین ہیں آج ہم انہی (حکیم صاحب) کا قول فیصل نقل کر کے ناظرین کو ایک پرانے قضیئے کا فیصلہ سناتے ہیں۔

اہل حدیث اور دیگر اسلامی پرچوں میں جب کبھی قادیانی مشن کے برخلاف کوئی مضمون نکلتا تو صلح کل احباب ہم کو اور دیگر لکھنے والوں کو مانع ہوتے کہ مسلمانوں کو آپس میں منازعت اور ایک دوسرے کی تردید نہیں کرنی چاہیے جس کا جواب ہماری طرف سے بہت ہی نرم لفظوں میں ہوتا تھا کہ کیا کریں مرزا صاحب کے دعوی ہی کچھ ایسے ہیں کہ کچھ نہ کچھ لکھنا ہی پڑتا ہے۔ ہمارے اس جواب کو صحیح مان کر بھی صلح جو ہم پر بار ڈالا کرتے کہ گو کچھ ہی نہیں تاہم مسلمان تو ہیں اس لئے ہمارا ان کا اختلاف فروعی ہے اصولی نہیں۔ ایسے احباب آج حکیم الامت کا فیصلہ ذرہ غور سے پڑھیں اس کے پڑھنے سے جو اثر ان کے دل پر ہو اس سے ہمیں اطلاع دیں حکیم صاحب فرماتے ہیں:

ہم اور ہمارے مخالفوں میں فرق

یہ بات تو بالکل غلط ہے کہ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان کوئی فروعی اختلاف ہے کیونکہ جس طرح پر وہ نماز پڑھتے ہیں ہم بھی اسی طرح پڑھتے ہیں۔ اور زکوۃ، حج، اور روزوں کے متعلق ہمارے ان کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ میری سمجھ میں ہمارے اور ان کے درمیان اصولی فرق ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان کے لئے یہ ضروری

ہے کہ اللہ تعالی پر ایمان ہو، اسکے ملائکہ پر کتب سماویہ پر اور رسل پر خیر وشر کے اندازوں پر اور بعث بعد الموت پر۔ اب غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ ایمان بالرسل اگر نہ ہوتو کوئی شخص مومن مسلمان نہیں ہوسکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں یہ عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے، ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں۔ کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے۔ ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں۔ اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا۔ قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرق بین احدٍ من الرسل لیکن مسیح موعود (مرزا) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے۔ (الحکم ۲۱۔۲۸ فروری ۱۹۱۱ء ص۴)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: حکیم صاحب کو خدا اس کی جزادے کہ انہوں نے بہت پرانا نزاع حل کر دیا اور ہر ایک پر ظاہر کر دیا کہ قادیانی مشن جو اپنے آپ کو محمدی چھوڑ کر احمدی کہلاتا ہے اس کی وجہ وہی ہے جو محمدی کہلانے کی ہے۔ یعنی جس طرح عام مسلمان محمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کے ہادی اور نبی حضرت محمد ﷺ ہیں، مرزائی احمدی اس لئے کہلاتے ہیں کہ ان کا ہادی غلام احمد ہے۔ اب اس کو ایک مثال میں یوں دیکھو کہ ہم مسلمانوں کا اور مرزائیوں کا اسی طرح کا فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے کہ ایک فریق دوسرے کی نسبت ایک رسول کو زیادہ مانتا ہے۔ اسی مضمون کی تائید حکیم صاحب نے دوسرے ہفتے ان لفظوں میں فرمائی ہے جو درج ذیل ہیں اڈیٹر بدر لکھتا کہ حکیم صاحب کی خدمت میں سوال پیش ہوا کہ:

جو غیر احمدی مسلمان ہم سے پوچھتے ہیں کہ ہماری بابت تمہارا کیا خیال ہے، اسے کیا جواب دیا جائے۔ فرمایا لا الہ الا اللہ ماننے کے نیچے خدا کے سارے ماموروں کے ماننے کا حکم آجاتا ہے۔ اللہ کو ماننے کا یہی مطلب ہے کہ اس کے سارے حکموں کو مانا جاوے گا۔ اب سارے ماموروں کا ماننا لا الہ الا اللہ کے معنوں میں داخل ہے۔ حضرت آدم، حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت مسیح، ان سب کا ماننا اسی لا الہ الا اللہ کے ماتحت ہے حالانکہ ان کا ذکر اس کلمہ میں نہیں۔ قرآن مجید کا ماننا سیدنا حضرت محمد ﷺ پر ایمان لانا قیامت کا ماننا سب مسلمان جانتے ہیں کہ اس کلمہ کے مفہوم میں داخل ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب نیک؟ مانتے ہیں لیکن وہ اپنے دعوی

میں جھوٹے تھے یہ لوگ بڑے جھوٹے ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے و من اظلم ممن افتری علی اللّٰہ الکذب او کذّب بآیاتہ دنیا میں سب سے بڑھ کر ظالم دو ہی ہیں ایک جو اللہ پر افتراء کرتا ہے دوم جو ان کی تکذیب کرے۔ پس یہ کہنا مرزا نیک ہے، اور دعاوی میں جھوٹا، گویا دو نقیضوں کو جمع کرنا ہے جو ناممکن ہے۔ حضرت اقدس نے اس سوال کا جواب حقیقۃ الوحی میں دیا ہے۔ پھر آپ عبدالحکیم کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں: بہر حال خدائے تعالیٰ نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔ ۱۴ مئی ۱۹۰۶ء اور معیار الاخیار صفحہ ۸ میں رقم طراز ہیں جو شخص پیروی نہ کرے گا تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: اس سے بھی کوئی زیادہ صاف فیصلہ ہوگا جو جناب مسیح اور خلیفۃ المسیح کا دستخطی ہے کہ جتنے مسلمان مرزا صاحب کی خبر پا کر منکر ہیں سب کافر اور جہنمی ہیں۔... اور جو لوگ مولانا شبلی جیسے باخبروں کو بھی دھوکہ دینے کو کہہ دیا کرتے تھے کہ ہم مرزا کو رسول نہیں مانتے بلکہ آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین عام معنی میں سمجھتے ہیں، حکیم صاحب نے ان کی خوب تکذیب اور اہل حدیث کی تصدیق فرمائی جس کے لئے ہم حکیم صاحب کے مشکور ہیں (ملاحظہ ہو اہل حدیث ۲ دسمبر ۱۹۱۰ء)۔ اب اصل مطلب بھی سنیئے:

حکیم صاحب آپ کی تقریر سے یہ بات تو صاف کھل گئی کہ ہمارا اور قادیانی مشن کا اصولی اختلاف ہے۔ یہ بھی واضح ہوگئی کہ اصولی اختلاف صرف مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق ہے۔ پس ہمارا حق ہے یا نہیں کہ ہم آپ کے مشن پر وہ سوالات کریں جو آپ کے رسول کی رسالت کے منافی ہوں؟ جس طرح عیسائی اور آریہ وغیرہ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر اعتراض کرتے ہیں اور مسلمان ان اعتراضات کو اٹھاتے ہیں۔ چنانچہ قادیانی مشن کا ہیرو (پیشوا) اور افراد بھی اسی غرض کے لئے مباحثات میں جاتے ہیں بلکہ جناب مرزا صاحب تو اسی کام کی وجہ سے نیک نام بنتے تھے پس ٹھیک اسی طرح ہم ایک جلسہ میں نبوت مرزائیہ پر معترض ہوتے ہیں اور ان اعتراضات کے جوابات دینے کو آپ (حکیم صاحب) تشریف لاویں یا کسی وکیل کو (ایک کو یا کئی ایک کو) بھیجیں۔ غالباً نہ ہمارا یہ تقاضا کوئی بے جا ہے، نہ آپ کا جواب دینا کچھ غیر مفید اور لایعنی، بلکہ جس طرح محمدی ہونے کی حیثیت میں نبوت محمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا فرض ہے، اسی طرح

احمدی ہونے کی حیثیت سے نبوت احمدیہ کا ثبوت دینا اور اعتراضات کو اٹھانا احمدی (مرزائی) کا فرض ہے۔ کیا کوئی احمدی (مرزائی) ہے جو اس کام کے لئے لبیک کی آواز ہمارے کانوں میں ڈالے۔ وہ لاہوری ہو یا امرتسری، قادیانی ہو یا دہلوی، ہمیں اس سے غرض نہیں، کسے باشد۔ مگر ہو حکیم صاحب کی اجازت سے۔ ایسا نہ ہو کہ بعد کو کہا جائے کہ چونکہ ہم اپنے امام کے حکم سے نہ گئے تھے اس لئے ذلیل ہوئے، جیسے رام پور کے مباحثہ کی بابت کہا جاتا تھا۔ خدا کرے اس درخواست کی قبولیت سے میرے کان بہت جلد آشنا ہوں مگر رام پور کی طرح میں پیش گوئی کئے دیتا ہوں کہ:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے　　　وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

اومرزائیو! اب تمہارا کوئی عذر نہ ہوگا، اگر تم لوگ محض اسلام کی آڑ میں قادیانی نبوت کو چھپاؤ گے تو سمجھا جائے گا کہ دال میں کچھ کالا ہے۔ بس تمہارا بحیثیت مرزائی ہونے کے ایسا ہی فرض ہے جیسا کہ محمدی ہونے سے ہمارا فرض ہے کہ ہم نبوت محمدیہ کا ثبوت دیں اور آپ احمدیہ کا۔ ہاں یاد رکھو اگر تم لوگ ہم کو جواب نہ دو گے، تو یہی سوال آریوں اور عیسائیوں کی طرف سے پیش ہونے والا ہے۔ اس وقت کے لئے تیار رہو۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء ص ۱-۳)

❁ قادیانی اخبار بدر میں لکھا ہے:

ایک صاحب نے مولوی نورالدین سے ایک سوال دریافت فرمایا جسکا یہ مطلب ہے کہ کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب نے ایک علیحدہ فرقہ بنایا حالانکہ عام مسلمانوں میں اخوت اور محبت کو فروغ دینا چاہیے۔ مولوی صاحب نے مفصلہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

مکرم معظم جج صاحب بالقابہ

باادب گذارش ہے کہ اس وقت قوم اسلام کا شیرازہ ٹوٹ گیا ہے شیعہ اور خارجی حنفی اور وہابی ظاہری علماء اور صوفی نقش بندی اور چشتی، وجودی اور شہودی اور ہزاروں فرقہ اسلام میں ہیں اور ان کا نقار اب حد سے بڑھ گیا ہے اس وقت منافقانہ رنگ اتحاد قوم کو ایک نہیں کرسکتا۔ ایک شخص ابوبکر کو کافر کہتا ہے عائشہ بری عورت ثابت کرتا ہے دوسرا کہتا ہے علی کا کیا ایمان تھا جس نے ۱۵ ہزار مسلمان ہزاروں میں قتل کر دیئے قتل مومن متعمد کا مرتکب تھا۔ وجودی کہتا ہے ہر ذرہ خدا ہے جس کو سنتا ہے کہ وہ مخلوق کو خالق سے الگ کہتا ہے اسے مشرک یقین کرتا ہے۔

اب قوم کا شیرازہ کیونکر باندھا جاوے اس کی ایک یہی ترکیب ہے کہ کوئی نیا انسان خدا سے قوت پا کر ایک زبردست طاقت ور جماعت بنا دے سو اس فکر کا ٹھیکدار انسان مرزا غلام احمد

ہے۔ جناب جج صاحب منت فرماویں بدون اس کے کوئی اور تدبیر ممکن نہیں ہے با مسلمان اللہ اللہ با برہمن رام رام سے وحدت حقیقت نہیں ہوسکتی۔ نیچریوں نے وحدت چاہی مگر خود اعمال اسلام میں ایسے سست نکلے کہ کفر بھلا ہے۔نورالدین۔اب ٹوٹے ہوئے شیرازہ کو از سرنو باندھنے والا چاہیے۔

۵ جولائی ۱۹۰۷ء۔ (بدر قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۳)

(خود مرزا صاحب نے حج نہیں کیا، زکوۃ بھی نہیں دیتے تھے حالانکہ صاحب جائداد تھے اور ہزاروں روپیہ بیٹوں کی شادیوں پر خرچ کرتے تھے۔ یعنی دو فرائض اسلامی کے تارک رہے۔ روزے بھی خرابی صحت کے عذر سے بعض اوقات نہیں رکھتے تھے۔ پھر یہ خط مرزا صاحب کے آخری سال حیات میں لکھا گیا جس سے معلوم ہوا کہ اس وقت تک امت کا شیرازہ بندھا نہیں تھا، اور کوئی علاج نہیں ہوا تھا، اور اس لئے ضرورت تھی کہ کوئی آئے اور یہ کام کرے۔ پھر جولائی ۱۹۰۷ء کے بعد اس ضرورت کو پورا کرنے کون آیا؟

مرزا صاحب تو دس ماہ بعد خود ہی چل دیئے۔ اور ان دس ماہ میں بھی انہوں نے کیا شیرازہ باندھا؟ کیا وجودی ختم ہو گئے؟ حنفیوں شافعیوں میں کوئی کمی ہوئی؟ صوفی نقشبندی چشتی کم ہوئے؟ کیا عائشہ اور ابوبکر کو برا کہنے والے ختم ہوئے؟ سب کچھ تو اسی طرح ہے اور اب تو مرزا کو آنجہانی ہوئے بھی سو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے۔ بہاء)

۲۷۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء روز جمعہ حضرت کی خدمت میں آج پھر سوال پیدا ہو کہ جب ہم لوگ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں ....تو صرف آپ کو نہ ماننے کے سبب کیا حرج ہوسکتا ہے۔ حضرت نے فرمایا میں نے اس بات کا جواب کئی موقعہ دیا ہے۔ ہم قال اللہ و قال الرسول کو مانتے ہیں۔ پھر خدا کی وحی کو مانتے ہیں۔ میرا آنا اللہ اور رسول کے وعدے کے مطابق ہے۔ جو شخص خدا اور رسول کی ایک بات کو مانتا ہے، اور دوسری کو نہیں مانتا وہ کس طرح کہہ سکتا ہے کہ میں خدا پر ایمان لاتا ہوں۔ یہ تو وہ بات ہے جو قرآن میں تذکرہ ہے کہ وہ لوگ بعض پر ایمان لاتے ہیں اور بعض پر ایمان نہیں لاتے۔ ورنہ دراصل ایمان نہیں۔.... یہود بھی موحد کہلاتے تھے، اب تک ان کا دعوی ہے کہ ہم توحید پر قائم ہیں نماز پڑھتے روزہ رکھتے مگر آنحضرت ﷺ کو نہ مانتے اسی سبب کافر ہو گئے۔ اللہ تعالی کے ایک حکم ،فرمودہ رسول کی ایک بات کا بھی جو شخص انکار کرتا ہے اور اسکے مخالف ضد کرتا ہے وہ کافر ہے۔ اور یہ بھی ان لوگوں کی غلطی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم نماز روزہ ادا کرتے ہیں اور تمام اعمال حسنہ بجا لاتے ہیں، ہمیں کیا ضرورت ہے۔ یہ نہیں جانتے کہ اعمال حسنہ کی توفیق بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہی ملتی ہے.. اس کا کیا حال ہوگا جو خدا تعالی کے فرستادہ حکم کے ساتھ شوخی اور گستاخی کرتا ہے.. کیا اس سے پہلے کوئی نظیر دنیا میں موجود ہے کہ ایک شخص ۲۵ سال سے خدا پر افترا کرتا ہے اور خدا ہر روز اس

کی تائید اور نصرت کرتا ہے وہ اکیلا تھا اور خدا نے تین لاکھ آدمی اس کے ساتھ شامل کر دیا..

(اخبار بدر قادیان ۱۷ نومبر ۱۹۰۵ء ص ۳۔۴)

جناب امیر (حکیم نورالدین) کا ایک تازہ ارشاد نامہ:

سوال: غیر احمدی خواہ کوئی کیوں نہ ہو اسکے پیچھے نماز جائز نہیں ۔ میں نہایت ادب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ یہ صحیح ہے یا نہیں، اگر صحیح تو کس حکم قرآنی یا حدیث نبوی کے مطابق یہ حکم دیا گیا ہے

جواب (از حکیم نورالدین): مکرمت نامہ ۳ جون ۱۹۱۱ء کا لکھا ہوا آج ۱۵ جولائی ۱۹۱۱ء میرے سامنے ہے ۔ اس سے آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ کس قدر علیل ہوں ۔ ۱۸ نومبر ۱۹۱۰ء کو گھوڑی سے گرا اور بیماری کا سلسلہ برابر چلتا ہے ایک زخم ناسور کا رنگ پکڑ گیا ہے غالباً نماز بیٹھ کر پڑھتا ہوں

ایک وزیر کے اور پھر وزیر اعظم کے آپ فرزند ہو عقل مند ہو قرآن کریم میں اللہ تعالی فرماتا ہے من اظلم ممن منع مسا جد اللہ ان یذکر فیھا اسمہ و سعی فی خرا بھا او لئک ما کا ن لھم ان ید خلو ھا ا لا خا ئفین۔ اس آیت کریمہ پر آپ توجہ کریں ۔ اس میں ارشاد ہے کہ مساجد میں خائف ہو کر حاضر ہونا چاہیے مگر ان علماء کا ایسا حال ہے کہ مسجد کو ان لوگوں نے جنگ گاہ بنایا، اور وہاں فتاوی کفر کے سوا ان کے پاس کیا رکھا ہے ۔ مسلمان کو کافر بناتے ہیں اور بس یہ انکار ہمارے ساتھ نہیں علی العموم ان کے آپس میں ایسے ہی سلوک ہیں، جن دنوں میں پونچھ میں تھا ان دنوں ....شہر میں نہیں آ سکتے تھے مجھے بھی رات کو باہر کوٹھی پر ملے اور ایک مولوی صاحب تھے جن کو پونچھ میں تین بھائیوں ....اور ایک کا نام .... یاد نہیں ان تینوں نے تنگ کیا اس کی کتابیں لے لیں آخر ایک بزرگ نے ...ان کو ہرکاروں میں ملازم کر کے ایک پہاڑی چوکی پر بھیج دیا ۔ ایک نو مسلم غلام احمد بیچارہ پونچھ چلا گیا ۔ اس کو کیسی تکلیف دی ۔ ایک لڑکا ... وہاں سے بھاگ کر یہاں آیا ۔ تو پولیس میں احمدیوں کو ذلیل کیا

...نے ہم سے بدلہ لیا کیونکہ میں نے ان کی آمد و رفت شہر میں کرا دی تھی اپنا کفر بھول گئے ہمیں زہر دینا ہماری عورتوں کو چھین لینا تو ان کے فتاوی ہیں مگر ہمارے دو مخلص ان کی مہربانی سے قتل ہو چکے ہیں ۔ علی گڈھ کے سکرٹری نواب صاحب نے اس امر کو خوب سمجھا اور احمدی لڑکوں کے لئے ایک کمرہ نماز کے واسطے الگ کرا دیا ۔ آپ ذرہ عاقبت اندیش دل سے مشورہ لیں کہ ہم نے کیسا امن کا راستہ اختیار کیا ہے گورنمنٹ انگریزی کثرت کا لحاظ کرتی ہے اور ہم ہیں کم ۔ آپ فنسوا حظاً مما ذکروا فا غرینا بینھم العدا وۃ و البغضاء پر بھی توجہ فرماویں کہ یہود

ونصاری کے باہم تباغض کی جڑھ اس آیت کریمہ میں کیا ارشاد فرمائی ہے

آپ مجھ سے وہ آیت وحدیث دریافت فرماتے ہیں جن کی بنا پر ہم لوگ ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے مجھے اس دریافت پر خوشی ہوئی و جعلنا منھم آئمة یھدون با مر نا لما صبروا و کانوا بآیا تنا یو قنون ۔ امام بننے کے لئے اس آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ آئمہ وہ ہیں جو ہمارے حکم کے مطابق ہدایت فرماتے ہیں، جب کہ وہ صبر کرتے ہیں، اور ہماری بات پر یقین کرتے ہیں ۔ آپ غور فرماویں کہ ایک آیت کے اندر تین شرطیں ہیں ۔ کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ یہ فتوی گر قاتل کافر کہنے والے زہر دینے والے عورتیں چھیننے والے ان شرائط کے جامع ہیں ۔ یہ انصاف آپ پر ہے اور حدیث شریف میں آیا ہے من قال لا خیه المسلم یا کا فر فقد باء به احد ھما ہم یقیناً اللہ تعالی کو وحدہ لاشریک مانتے ہیں ملائکة انبیاء رسل کتب اللہ پر ایمان ہے نماز پڑھتے زکوۃ دیتے حج کرتے روزہ رکھتے ہیں اور یہ ہمارا ایمان ہے ۔ پھر جو ہمیں کافر کہتا ہے اور کافر سے بدتر ہم سے معاملہ کرتا ہے وہ اس حدیث کے مطابق اپنے آپ کو کیا فتوی دیتا ہے ۔ ہم فتوی نہیں دیتے ۔ قرآن نے دو شخصوں کو بڑا ظالم ٹھہرایا ہے ایک وہ جو اللہ تعالی پر افتراء باندھے دوسرا وہ جو راست باز کو اور اس کی حق تعلیم کا انکار کرے ۔ قرآن مجید میں ہے و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بالحق لما جاء ہ ۔ اب ظالم تر یا مرزا ہے یا یہ مکفرین ۔ مرزا کو تو ہم مفتری نہیں مان سکتے ۔ اب ان کو کیا کہیں ۔

یہ مضمون کسی قدر مفصل لکھنے کے قابل ہے اور بیماری اجازت نہیں دیتی ۔ اگر مفید نہ ہوا تو انشاء اللہ مکرر عرض کرونگا ۔ نورالدین ۱۷ جولائی ۱۹۱۱ (اخبار بدر قادیان ۲۷ جولائی ۱۹۱۱ء)

☆ اڈیٹر بدر بتاتے ہیں کسی نے خلیفة المسیح (نورالدین) کی خدمت میں عرض کیا کہ اگلے روز حضور نے فرمایا تھا، مرزا صاحب کا انکار ہمارے اور مخالفوں کے درمیان بغاوت کا مقدمہ ہے ۔ یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی ۔ نیز جن کا انکار جان بوجھ کر نہیں ان کو کس طرح ملزم کہا جاوے ۔

حکیم صاحب نے فرمایا گورنمنٹ کے قانون کا نہ جاننا کوئی عذر نہیں ہے ۔ اس دوست نے عرض کیا گورنمنٹ کو چونکہ دلوں کا پورا علم نہیں ہوتا اس لئے وہ سزا دینے میں معذور ہیں اور اللہ تعالی تو علیم بذات الصدور ہے ۔ فرمایا اگر یہی بات ہے تو پھر تلوار مظلوم کو کیوں کاٹتی ہے ۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ حضرت اقدس نے غیر احمدیوں کے حق میں ایسی تحریریں لکھی ہیں جن کو ان کی نسبت بولنے سے دل ڈرتا ہے مثلاً ایک مقام پر فرمایا ۔ تمام سعید لوگ خدا کی

اس آواز کو سن کر قبول کریں گے، سوائے ان کے جو دوزخ کے بھرنے کے واسطے ہیں۔

فرمایا ہمارے مخالف ان عیسائیوں کو جو بلاد یورپ و امریکہ میں رہتے ہیں کیا سمجھتے ہیں۔ دہریہ کہتے ہیں اگر خدا میں رحم ہوتا تو چھوٹے بچے نہ مرتے اور نہ ان کو اس قدر مصیبتیں ہوتیں جن میں چھوٹی عمر میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ پس اس قسم کے ترس کے لفظوں کا نتیجہ دہریت ہے یا مرزا کا انکار کر دیا جائے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۳۔اپریل ۱۹۱۱ص ۲)

✿ اڈیٹر بدر بتاتے ہیں :۳۰۔اگست ۱۹۱۱ء کو ایک غیر احمدی کا خط پیش ہوا کہ: مجھے آپ کے میموریل جمعہ کے ساتھ اتفاق ہے میں اپنے خیال کے مطابق کسی مسیح کی آمد کا منتظر نہیں ہوں اور نہ کسی کی ضرورت ہے اور نہ خلیفۃ المسیح کی ضرورت ہے۔ البتہ نیکو کار خدا پرست رہبروں کی ہر زمانے میں ضرورت ہے اور مرزا صاحب اور جناب کی مثال جتنے بزرگ دنیا میں پیدا ہوں، کم ہیں۔

فرمایا (نورالدین نے) یہ مسئلہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایسے فقرات بولنے والے لوگ کیا مطلب اپنے الفاظ کا رکھتے ہیں۔ مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ میں مسیح ہوں مہدی ہوں خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے وہ برابر اپنے الہام سناتے رہے۔ اب یا تو ایسا شخص اپنے دعوی میں سچا ہے اور اس قابل ہے کہ اسے مسیح مان لیا جائے اور یا وہ خدا پر افتراء کرتا ہے اور قرآن شریف میں لکھا ہے کہ مفتری سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔ راہیں تو دو ہی ہیں۔ معلوم نہیں یہ تیسری راہ کہاں سے لوگوں نے فرض کر لی ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۵۔اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۹)

✿ اڈیٹر بدر بتاتے ہیں کہ ایک شخص نے خلیفۃ المسیح (نورالدین) سے سوال کیا کہ حضرت مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات ہے یا نہیں۔ فرمایا اگر خدا کا کلام سچ ہے تو مرزا صاحب کے ماننے کے بغیر نجات نہیں ہوسکتی۔ (اخبار بدر قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۱۲ء ص ۲)

نورالدین کا نور

حکیم نورالدین خلیفہ قادیان نے ایک رسالہ نیا مسمی ،احمدی، جاری کرایا ہے جس میں خصوصیت سے اہل حدیث کے تعاقبات کے جواب دینے کا اعلان کیا گیا ہے حکیم صاحب نے علاوہ خلیفہ ہونے کے اس رسالہ کی سرپرستی منظور کی ہے بلکہ ایک رقم خاص اس کی امداد کو جیب خاص سے عطا فرمائی ہے اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس رسالہ کو حکیم صاحب ہی کا سمجھا کریں کیوں؟

نہ سگ دامن کاروانے درید
کہ دہقاں ناداں کہ سگ پرورید

اس رسالہ میں اہل حدیث کے جوابات کہاں تک دئے گئے ہیں؟ اس کا اندازہ تو خود حکیم صاحب ہی کر سکتے ہیں ہاں اس بات کا اظہار کئے بغیر ہم نہیں رہ سکتے کہ گالیاں بڑی مزے کی دی جاتی ہیں کیونکہ اس کا اڈیٹر کسی خاص وجہ سے اس فن میں خاص ملکہ رکھتا ہے (اس وجہ کی تشریح کی ضرورت ہوئی اور اڈیٹر مذکور نے اپنے برتاؤ سے مجبور کیا تو کی جاوے گی۔ ثناء اللہ) جس کا مقابلہ ہم سے نہیں ہوسکتا اور اس کا ہمیں خود اعتراف ہے۔

رسالہ کے تین نمبر شائع ہو چکے ہیں۔ پہلے نمبر میں اس نے مخالفین مرزا کو یہودی بنایا اور جس قدر آیات و احادیث یہودیوں کے متعلق ہیں وہ سب مخالفین مرزا مسلمانوں کے حق میں لکھی ہیں، حالانکہ اس کا فرض یہ تھا کہ پہلے اپنے مسیح موعود کی حقیت ثابت کر لیتا پھر اس کے مخالفوں کی نسبت جو چاہتا کہتا۔ لیکن ایسا کرنا ذرا کارے دارد ہے۔ اس لئے حکیم صاحب نے تمام زور ایک نظم پر نکالا جس کا نام رکھا ہے ناصحانی نظم۔ جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں

ثناء اللہ! اگر تجھ میں ہے کچھ شرم و حیا باقی
تو بول اٹھ اب تری ذلت میں ہے کیا رہ گیا باقی
جو تجھ میں آدمیت تھی وہ مدت سے گئی گذری
سوائے اک یہودیت کے ہے اب تجھ میں کیا باقی
نہ کچھ باقی رہا علم و فضل و عقل و دانش سے
نہ بو ایمان کی تجھ میں نہ زہد و اتقا باقی
کہاں کی افضلیت مولویت ہے لئے پھرتا
یہودوں میں نہ تجھ جیسے بہت تھے پارسا باقی
جری اللہ (مرزا) کی تکذیب سے ثابت کیا تو نے
کہ دشمن انبیاؤں کا ہے تو ہی اک رہا باقی
بہت نزدیک ہے اے غافل اب تقدیر ربانی
نہ دشمن ہی رہیں گے اور نہ ان کے اقربا باقی
خدا کا ہاتھ آ کر خود کرے گا فیصلہ تیرا

رہیں گے کب تلک تیرے بھلا جور و جفا باقی
نصیحت مان لے ناصح کی اے امرتسری نادان
اگر اسلام کی تیرے بدن پر ہے ردا باقی

منشی مولا بخش کشتہ امرتسری نے حکیم صاحب کی خاطر اس نظم کے جواب میں ایک نظم لکھی ہے جو درج ذیل ہے:

بتاؤ شیخ چلی کے مریدو ! اب ہے کیا باقی
نہ سارنگی ہی باقی ہے نہ اب ہے میرزا باقی
کہو وہ کون تھا جس نے کیا رسوا شریفوں کو
وہ داغ عشق سینے پہ رہا کس کے صدا باقی
نکاح آسمانی کے ہوئے الہام گو لاکھوں
لحد میں حسرت وصل آہ لیکن لے گیا باقی
اگر ایسے ہی مرسل عشق باز اور مفتری ہوتے
بجز الحاد و دہریت کے پھر تو کچھ نہ تھا باقی
نہ پوری ہو سکی پیشین گوئی آج تک کوئی
مگر اف رے ڈھٹائی ہے برابر ادعا باقی
مباہل کون عبد الحق سے تھا اور ڈاکٹر جی سے
بتاؤ وہ ہیں زندہ یا کہ ہے اب میرزا باقی
مباہل سب سے ہوتا تھا وہ اک روباہ بازی سے
مقابل شیر یزداں کے نہ کچھ اس کا رہا باقی
گریباں میں ذرا منہ ڈال کر مرزائیو! سوچو
تمہارے حضرت اقدس سے کیا کیا رہ گیا باقی
یہ کیسی بہکی باتیں ہیں تم اب ہو منتظر کیسے
کبھی کا مر چکا مرزا ، ابھی ہے فیصلہ باقی ؟
تجاہل عارفانہ سے اگر تم کہہ نہیں سکتے
تو سن میرزا کا ہے جو دنیا میں پتہ باقی

گھٹا حسرت کی اس کی قبر پر ہر دم برستی ہے
نہیں زیر لحد کچھ بھی عفونت کے سوا باقی
سراسر منہ کی کھاتے ہو مگر کچھ ڈھیٹھ ایسے ہو
کہ ہے اب بے حیائی کا تمہیں بس آسرا باقی
تمہیں پر منحصر ہے اس کمی کو اب کرو پورا
تمہارے پیر و مرشد سے اگر کچھ رہ گیا باقی
صریح و صاف دکھلائے نشان اللہ نے کیسے
مگر اب تک ہے ویسا ہی تمہارا افتراء باقی
کیا تھا کس نے دھاوا قادیاں پہ یاد ہے تم کو
نہ نکلا کون بیت الفکر سے ، ہے کچھ پتا باقی
تمہارا وہ مسیح و مہدی معہود دیکھو تو
پھنسا خود ایسی مشکل میں کہ چارہ کچھ نہ تھا باقی
وہ مرنا میرزا کا ہگتے ہگتے آہ غربت میں
وہ عبرت ناک نقشہ تھا کہ پہروں تک رہا باقی
ریاست رامپور میں کس نے پہنچائی تھی زک تم کو
نہ چھوڑے تھے بھلا کسنے تمہارے دست و پا باقی
جو آ پہنچے ثناء اللہ صاحب مولوی فاضل
نہ کچھ حجت رہی باقی نہ کوئی ادعا باقی
خزاں آنے کو ہے اب گلستان کذب مرزا میں
رہے گا اس چمن کا اب نہ اک پتہ ہرا باقی
کوئی پوچھے تو نور الدین سے اتنا کہ اے حضرت
یہی ایمان داری ہے یہی ہے اتقاء باقی
جواب آیا نہ الہامات مرزا اور مرقع کا
ہوا ثابت کہ حضرت میں نہیں اب ناطقہ باقی
ستا لو، گالیاں دے لو ، خداکے نیک بندوں کو

ابھی اعمال نامے میں تمہارے ہے جگہ باقی
پڑا ظلمت کدہ میں خود ہے نور الدین نے چارہ
نہ حاصل چشم بینا ہے نہ دل میں ہے ضیا باقی
دلائی ہیں ہزاروں گالیاں دلّی کے پھکڑ سے
رہے تا یادگار اک فعل نور الدین کا باقی
گڑے مردے اکھاڑے جائیں کشتہ کس کی خواہش تھی
مگر ہے شومئی قسمت سے ان کو ولولہ باقی

دوسرے اور تیسرے نمبر میں حکیم نورالدین کا سارا زور اس پر ہے کہ علماء کے اخلاق اچھے نہیں ایک دوسرے کو کوستے اور گالیاں دیتے ہیں۔ چنانچہ علماء کی باہمی جدلی تحریرات کو بالاستیعاب درج کیا ہے۔ مگر معلوم نہیں اس کوشش کا نتیجہ ان کے خیال میں کیا ہے جو ابھی تک ظاہر نہیں ہوا۔ غالباً یہ نتیجہ ہوگا کہ چونکہ علمائے اسلام کے اخلاق بہت خراب ہیں اس لئے مسیح موعود کی ضرورت ہے چنانچہ خود بدولت آ گئے۔ مگر حکیم صاحب کو یہ معلوم نہیں کہ خود بدولت کے دام افتادہ مریدوں اور صحبت یافتوں کے اخلاق بھی چنداں قابل رشک نہیں بلکہ واجب الترک بھی ثابت ہیں۔ اس دعوی پر ہم کسی بیرونی شہادت کی تلاش کیوں کریں؟ خود مرزا صاحب ہی کی شہادت پیش کرتے ہیں جس میں حکیم صاحب کا ذکر بھی ہے بلکہ ایک معنی سے انہی کا مقولہ ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اخی مکرم حضرت مولوی نورالدین سلمہ تعالیٰ بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں

اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں (اشتہار ملحقہ بشہادت القرآن۔ص۲)
یہ عبارت کیا بتلاتی ہے؟ بس یہی کہ بقول حضرت مسیحؑ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے مرزا صاحب کی صحبتوں میں بھی کوئی اثر نہیں اور نہ ان سے وہ ضرورت پوری ہوسکتی ہے جس کے لئے ان کا تشریف لانا مانا جاتا ہے۔

امید ہے آئندہ کو حکیم الامت ذرہ سوچ سمجھ کر اس چکر میں قدم رکھیں گے

سنبھل کر پاؤں رکھنا میکدہ میں شیخ جی صاحب
یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر اہل حدیث ۳۱ مارچ ۱۹۱۱ء۔ ۲۹ ربیع الاول ۱۳۲۹ھ ص ۱۔۳)

رسالہ احمدی کے اڈیٹر صاحب، قادیانیوں کے نامور شاعر تھے، اور انکی نظمیں قادیان کے اخباروں میں بھی شائع ہوا کرتی تھیں۔ ان کی ایک طویل نظم الحکم ۱۰ جنوری ۱۹۰۷ء ص ۱۱ میں شائع ہوئی تھی جس کے چند اشعار نذر قارئین ہیں:

کہاں ہیں آج وہ امرتسری و غزنوی سارے
کہاں ہیں سیالکوٹی بوپڑی لاہوری سودائی
ترے دشمن بہت سے کر گئے دنیا کو ہیں خالی
جو کچھ دو چار باقی ہیں تو شامت ان کی اب آئی
کہاں ہے وہ قصوری بد زبان اور دہلوی مردہ
نہ ہے لدھیانوی جرگے کی مدت سے خبر آئی
کہاں ہے آج گنگوہی جسے تھا سانپ نے کاٹا
کہاں ہے وہ رسل بابا جو تھا اس کا بڑا بھائی
مقابل میں بلایا ہر مخالف کو نام لے لے کر
مگر آیا وہی آگے کہ جس کی موت تھی آئی
پڑا دھونی رمائے تیرے در پر نور دین جیسا
کہ ہے جس کی زمانہ کو مسلّم علم و دانائی
چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
اب اس تعریف سے بڑھ کر کہے گا کیا کوئی بھائی

مکرم اور معظم ہیں یہاں جو فاضل احسن
مناظر بے مثل ہیں وہ نہیں جھوٹ اس میں اک رائی
یہی ہیں وہ جنہوں نے گولڑی کی کھوئی ہے رونق
یہی ہیں وہ جنہوں کی ہے اس پر خامہ فرسائی
مخالف مانتے ہیں جن کا لوہا وہ یہی تو ہیں
انہیں سے ملہم لاہور نے بھی مار ہے کھائی
یہاں اک اور عامل باعمل اور جوان صالح ہیں
کہ جن سے آج امریکہ کو پوری شناسائی
وہ ایل ایل بی ہیں اور ایم اے اڈیٹر ہیں رسالہ کے
جنہوں نے آج یورپ کو ہے حق کی راہ دکھلائی
کیا ہے راز طشت ازبام جس نے عیسویت کا
یہی وہ ہیں یہی وہ ہیں یہی ہیں پکے مرزائی
تجھے معلوم ہے یہ تو میرے ہادی مرے آقا
کہ میں رہتا ہوں دہلی میں جہاں ہے سخت گمراہی
میری اک عرض ہے تیری حضوری میں میرے پیارے
تیری سرکار ہے عالی تیرا دربار ہے شاہی
خدا کے واسطے دہلی میں پھر تشریف لے چلئے
کہ ہو اتمام حجت اور مٹے سب ان کی گمراہی

(۲۸ دسمبر ۱۹۰۶ء یوم جمعہ مسجد اقصی قادیان میں پڑھی گئی)

اس نظم میں ثناء اللہ امرتسری، عبدالحق غزنوی، ابراہیم، محمد علی بوپڑی واعظ، محمد حسین، غلام دستگیر قصوری، سید نذیر حسین دہلوی، محمد اور عبدالعزیز لدھیانوی، رشید احمد گنگوہی، رسل بابا امرتسری، پیر مہر علی شاہ، منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ، محمد علی لاہوری ایم اے۔ کا ذکر ہوا ہے، اور مسلمان علماء کے تعلق سے پوچھا جارہا ہے کہ بتاؤ اب وہ کہاں ہیں؟ اور یہ کہ جسے مقابلے لئے بلایا وہ بھاگ گیا۔ اور حقیقت یہ تھی کہ مولانا ثناء اللہ نے قادیان پہنچ کر للکارا تھا اور مرزا زنان خانے میں جا چھپے تھے، اور مولانا بٹالوی وغیرہ جگہ بجگہ مرزا کو للکار رہے تھے لیکن مرزا کان لپیٹ کر سوئے ہوئے

تھے۔ جیسا مولانا محمد ابراہیم میرؒ نے شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ انہوں نے ۸ جون ۱۹۰۲ء کو ایک رجسٹرڈ اشتہار مرزا قادیانی کو بھیجا جس میں قادیانی سے سوال کیا کہ:

آپ عیسیٰؑ کے صلیب پر چڑھائے جانے یا آپؑ کی وفات قرآن سے ثابت کر دیں تو اس امر کے فیصلہ کے لئے خواہ آپ مجھے قادیان میں حاضر ہونے کیلئے فرماویں اور کسی عام مجلس میں اس مرحلہ کو طے کریں خواہ کسی اور جگہ پر تشریف لاکر مجھے اطلاع بخشیں۔

لیکن مرزا صاحب: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند، کا منظر پیش کرتے رہے۔

اور میر قاسم علی نے کہا ہے کہ دہلی میں گمراہی پھیلی ہوئی ہے امام الزمان وہاں تشریف لاکر گمراہی کو مٹائیں۔ سوال یہ ہے کہ پہلے دو مرتبہ (اکتوبر ۱۸۹۱ء اور نومبر ۱۹۰۵ء میں) وہاں جا کر انہوں نے کیا کر لیا تھا جواب امید کی جارہی تھی۔

نیز یہ بھی سوچنے کے لائق ہے کہ نومبر ۱۹۰۵ء کے بعد مرزا صاحب خود بھی دہلی کر دو ماہ قیام کرنا چاہتے تھے، اور ان کے مرید بھی انہیں وہاں بلانا چاہتے تھے، لیکن نومبر ۱۹۰۵ء کے دورہ دہلی کے بعد مرزا صاحب کو دو ماہ تو کیا دو سیکنڈ کے لئے بھی دہلی کی ہوا کھانا نصیب نہ ہوئی۔ اس کم نصیبی کا کیا مطلب ہے۔

حکیم الامت اور قادیانیوں سے چند سوال

حکیم الامت سے ہماری مراد حکیم نورالدین خلیفہ قادیان ہے۔ یہ ہماری اصطلاح نہیں بلکہ قادیانی مشن کی ہے۔ پس ناظرین اس اصطلاح کو ہمیشہ کے لئے یاد رکھیں

حکیم صاحب! یہ بات تو اب کھلی صداقت ہے کہ آپ اور آپ کے اتباع مرزا صاحب کو نبی اور رسول مانتے ہیں، بلکہ نہ ماننے والوں کو کافر جہنمی مرتد وغیرہ القاب سے یاد کرتے ہیں اور خاتم النبیین کی تفسیر آپ لوگ یوں کرتے ہیں کہ مستقل نبیوں کا آنا بند ہے مگر ایسے نبیوں کا آنا بند نہیں جو اسلام کی اطاعت میں ترقی کر کے درجہ نبوت کو پہنچیں۔ چنانچہ ایسے نبیوں کی مثال جو اسلامی اطاعت میں درجہ نبوت و رسالت پر پہنچے ہوں ایک مرزا صاحب بھی ہیں۔

(بقول آپ کے) مرزا صاحب امتی بھی ہیں اور نبی بھی۔ ان معنی سے مرزا صاحب کا منصب صرف تبلیغ ہے اختراع اور ایجاد حکم کا نہیں۔ دیگر علماء کی تبلیغ اور مرزا صاحب کی تبلیغ میں بقول

آپکے بڑا فرق ہے کہ مرزا صاحب براہ راست خدا سے علوم حاصل کرتے ہیں اور علماء اپنے اساتذہ سے سیکھتے ہیں یا بزور مطالعہ حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے علماء کے علوم میں غلطی کا احتمال ہے اور مرزا صاحب کے علوم اور تبلیغ میں غلطی کا احتمال نہیں۔

حکیم صاحب! غالباً میں نے آپ کے دعوی کی تقریر میں کوئی خیانت یا غلطی نہیں کی بلکہ ایک معنی سے پوری تبلیغ کر دی ہے۔ کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ میں آپ سے کچھ سوال کرو ں؟ پس غور سے سنئے:

الف، خاتم النبیین کی اس تفسیر کا قرآن و حدیث سے کیا ثبوت ہے؟

ب۔ حدیث شریف میں آیا ہے لا نبی بعدی۔ اس میں لانفی جنس کا ہے یا کچھ اور؟

ج۔ حدیث شریف میں آیا ہے میرے بعد اگر کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ کیا حضرت عمر بحیثیت اطاعت مرزا صاحب سے کم تھے؟

د۔ مرزا صاحب اپنی نبوت یا بالفاظ دیگر اپنے دعاوی کے ثبوت میں اپنے اخبار غیبیہ (پیش گوئیاں) بتلایا کرتے تھے۔ کیا آپ بھی وہی بتلائیں گے؟ یا ان کے سوا اور کوئی ثبوت بھی آپ رکھتے ہیں؟

ھ۔ نبی جس قوم کے سامنے تبلیغ کا کام شروع کرتا ہے اس قوم کی عام زبان میں تبلیغ کرتا ہے یا اپنی اصطلاحات دربطن الگ رکھتا ہے۔

و۔ نبی جو پیش گوئی بطور تحدی کے مخالفین کے سامنے پیش کرتا ہے اس کو پوری تشریح سے کرتا ہے یا بعد وقوع کے اس کی تشریح کرتا ہے

نوٹ: اس سوال کا مطلب سمجھنے میں آپ کو تو نہیں شاید کسی اور صاحب کو غلط فہمی ہو اس لئے میں اس کی تشریح کر دوں۔

یعنی نبی جب کسی آئندہ امر غیبی کو مخالفین کے سامنے ظاہر کرتے تھے تو صاف صاف اور کھلے کھلے الفاظ میں کرتے تھے تا کہ اس کے وقوعہ کے بعد مخالفوں پر حجت قائم ہو سکے مثلاً کسی امر کے وقوعہ کی میعادی خبر بتلاتے تھے کہ ایک سال میں ہو جائے گا تو وہ واقع ایک ہی سال میں ہوتا تھا یہ نہیں ہوتا تھا کہ ایک سال کی بجائے دو بلکہ تین سالوں میں تو نبی ان کے جواب میں کہے کہ میعاد کو کیا دیکھتے ہو واقع کو دیکھو۔ کیا آپ کے نزدیک بھی یہ اصول صحیح ہے یا نہیں؟

ز۔ نبی اگر اپنی تحدی کی پیش گوئی میں جھوٹا ثابت ہو تو آپ کے نزدیک بھی مفتری کذاب دجال کے الفاظ کا مستحق ہے یا نہیں؟

ح ۔ جو نبی ایسا جھوٹا ثابت ہو اسکی اطاعت کرنیوالے بھی انہی القاب کے مستوجب ہیں یا نہیں؟
ط ۔ کیا آپ ان اصولوں کے مطابق مرزا صاحب کی نبوت کا ثبوت دینے کو طیار ہیں؟

مہربانی کر کے ان سوالات کے جوابات آپ دیں یا آپکے حسب الحکم کوئی اور صاحب عنایت کریں ۔ ان اجر کم الا علی اللہ

آج تک تو قادیانی جماعت کہا کرتی تھی کہ ہمارے مخالف خصوصاً اڈیٹر اہلحدیث سخت الفاظ میں دل آزاری کرتے ہیں اسی لئے رامپور میں بھی مباحثہ پورا نہ کر سکے لیکن آج کے سوالات تو ایسے پیرائے میں ہیں کہ اس کی نظیر قادیانی مشن میں بصد تلاش بھی نہ ملے گی ۔ پس ان سوالات کے جوابات بھی اگر قادیانی مشن نے نہ دیئے تو سمجھا جائے گا کہ آج تک بھی آپ لوگوں کا عذر اس شعر کا مصداق ہے :

زاہد نہ داشت تابِ وصالِ پری رخاں — کنجے گرفت وترس خدارا بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ ۔ اپریل ۱۹۱۱ء ۔ ۶ ربیع الثانی ۱۳۲۹ھ ۔ ص ۱ ۔ ۲)

مولانا امرتسریؒ نے اس مضمون میں خلیفہ قادیان سے سوال کا جواب طلب کیا ہے تاہم یہ بھی کہا ہے کہ اگر وہ پسند کریں تو کسی اور کو بھی جواب کیلئے متعین فرما سکتے ہیں ۔ یعنی جواب آپ کی طرف سے ہونا چاہیے اور آپکی اجازت سے کسی اور کی طرف سے، تا جواب کی حیثیت سرکاری ہو جائے اور بعد میں کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ یہ جواب فلاں شخص نے ذاتی طور پر دے دیا ہے اور قادیانی مرکز یا قیادت اسکی ذمہ دار نہیں ہے ۔ مولانا نے یہ بات اسلئے کہی ہے کہ قادیانیوں کا طریق تھا کہ بڑے بڑے بول بولتے رہتے، چیلنج کرتے رہتے، جب کوئی ان کے روز روز کے بڑے بڑے بولوں پر توجہ نہ دیتے تو کہتے کہ ہم نے فلاں جگہ یا مقام میں تمہیں مقابلے کے لئے للکارا اور تم سامنے نہیں آئے، اس لئے تم جھوٹے اور ہم سچے ۔ اور اگر مسلمان مقابلے میں آجاتے اور قادیانی شکست کھا جاتے، تو قادیان کے اکابر یہ کہہ دیتے کہ وہ مباحثہ یا مناظرہ ان لوگوں نے ذاتی حیثیت میں اور ہم سے پوچھے بغیر یا ہماری اجازت کے بغیر منعقد کیا تھا، اور وہاں ہمارے مقرر کردہ مناظر نہیں گئے تھے، کیونکہ اگر ہماری طرف سے ہوتا تو اس میں فلاں مناظر کو بھیجا جانا تھا لیکن وہ فلاں مناظر تو ان دنوں چھٹی پر کشمیر گیا ہوا تھا، یا بیمار تھا، یا کسی اور جگہ مصروف تھا، اس لئے ہماری اجازت اور آشیرواد کے بغیر ہونے والے اس مناظرے میں قادیانی شکست کھا گئے ہیں تو وہ ان لوگوں کا ذاتی معاملہ ہے، قادیانی قیادت کو ملزم نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔



اس پس منظر میں اڈیٹر بدر نے اپنی جماعت کو ذیل کی ہدایات جاری فرمائیں:
جہاں کہیں احمدی احباب کو کسی مخالف فریق سے مباحثہ کی ضرورت پیش آوے وہاں مفصلہ ذیل باتوں کو ضرور مدنظر رکھنا چاہیے:
۱۔شرائط مباحثہ وہاں کی جمات کو خود بخود طے نہیں کر لینی چاہییں کیونکہ ہماری جمات کے لوگ عموماً سیدھے سادھے ہیں اور مولویوں کی کاروائیوں سے واقف نہیں ہیں۔ انہیں چاہیے کہ شرائط مباحثہ جو انکے نزدیک ضروری ہوں بمعہ وہاں کے مفصل حالات لکھ کر یہاں حضرت خلیفۃ المسیح کے پاس بھیج دیں اور یہاں سے پھر شرائط مباحثہ جو لکھ کر بھیجی جائیں ان کے مطابق فریق مخالف سے فیصلہ کر لیں۔
۲۔تاریخ مباحثہ خود بخود کبھی مقرر نہ کریں کیونکہ بعض دفعہ یہاں سے کوئی صاحب جو اس مباحثہ میں پیش ہونے کے لائق ہوں عین ان تاریخوں پر روانہ نہیں ہو سکتے۔اس واسطے پہلے یہاں سے دریافت کر لینا چاہیے کہ کون سی تاریخیں مباحثہ کے واسطے موزوں ہوں گی۔
۳۔ مباحثہ ہمیشہ تحریری منظور کرنا چاہیے اس سے مخالفین کو بے ہودہ باتیں بنانے اور گالیاں دینے اور بکواس کرنے کا موقعہ نہیں رہتا نیز وہ بعد میں اپنے کہے سے انکاری نہیں ہو سکتے۔اگر تحریر نہ ہو تو آج کل کے مولویوں کا کوئی اعتبار نہیں۔ابھی ایک بات کہتے ہیں پھر ایک منٹ کے بعد منکر ہو جاتے ہیں۔
۴۔بعض دفعہ مخالفین یہ شرطیں پیش کرتے ہیں کہ کسی کو حکم اور فیصلہ کنندہ مباحثہ میں مقرر کیا جائے۔ یہ بالکل بے ہودہ بات ہے۔ ہمارے اور غیر احمدیوں کے درمیان مباحثہ کے وقت کسی ثالث یا فیصلہ کنندہ یا حکم مقرر کرنے کی ضرورت نہیں موقعہ پر سننے والے لوگ خود اپنے واسطے فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کس کے دلائل زبردست ہیں ... غیر مذہب کے آدمی کو اسلامی عقاید کے فیصلہ کے واسطے مقرر کرنا کسی غیرت مند مسلمان کا کام نہیں ہوسکتا اگر اس طرح مذاہب کا فیصلہ ہوسکتا تو آج تک جس قدر مذاہب ہیں ان میں کوئی اختلاف نہ ہوسکتا۔غرض کسی خاص شخص کو کبھی حکم یا فیصلہ کنندہ نہیں بنانا چاہیے
۵۔جس شہر میں مباحثہ ہو اس شہر کے چند معزز رؤساء کو حفظ امن کا ذمہ وار بنا لینا چاہیے اور نیز گورنمنٹ سے اجازت حاصل کر لینی چاہیے اور چونکہ فریق غیر احمدیہ کی تعداد

ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے اس واسطے یہ دونوں کام ان کے سپرد کرنے چاہییں اور جب تک وہ گورنمنٹ کی اجازت حاصل نہ کرلیں اور کسی رئیس کو حفظ امن کا ذمہ دار نہ بنالیں اور ان ہر دو امور کے واسطے تحریری کاغذ نہ لاویں تب تک مباحثہ منظور نہیں کرنا چاہیے اور نہ دوسری شرائط طے کرنی چاہییں۔ (بدر ۵۔اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۰)

مختصر یہ کہ نہ نومن تیل ہو، نہ رادھا کو رقص کے لئے میدان میں آئے۔اور اگر کسی نے مباحثہ کر کے شکست کھا گیا تو ہم کہہ دیں گے کہ چونکہ مباحثے کے قادیانی مہتمم نے درج بالا شرائط میں سے فلاں شرط کی مخالفت کی ہے اس لئے اس کی شکست کے ہم ذمہ دار نہیں ہو سکتے۔ مثلاً ہم کہہ دیں گے کہ تم نے مسلمانوں کو کیوں مجبور نہیں کیا کہ وہ خود حکومت سے اجازت لیں، یا تم نے مسلمانوں کو کیوں مجبور نہیں کیا کہ شہر کے رئیسوں سے حفظ امن کی ضمانت لیں، اگر کسی رئیس سے ضمانت لے ہی لی تو ہم کہہ دیں کہ اس رئیس کی تو وہاں وہی حیثیت ہے جو قادیان میں مرزا صاحب کی تھی، کہ ان کے اثر ورسوخ کا یہ حال تھا کہ مریدوں کو کھیتوں میں میں رفع حاجت کے بعد اپنا فضلہ خود اٹھا کر لے جانے پر مجبور کیا جاتا تھا، اس لئے تمہیں فلاں فلاں رئیس سے ذمہ داری اٹھانے کا کہنا تھا۔۔اور جہاں شرط چہارم یعنی تقرر ثالث کا تعلق ہے، اس میں ان شرائط کے مرتب اڈیٹر بدر نے خود بھی مرزا صاحب کی مخالفت کی ہے، کیونکہ مرزا صاحب نے ثالثوں کا تقرر خود ہی ایک مباحثے میں منظور فرمایا تھا۔ اڈیٹر بدر کا ثالثوں کی تقرری کی مخالفت کرنا دراصل مرزا صاحب کی مخالفت اور نافرمانی ہے جس سے بڑا گناہ قادیانیت میں اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ مرزا نے ثالثوں کا تقرر اپنی درج ذیل تحریر میں منظور فرمایا تھا جو مکتوبات احمدیہ میں موجود ہے۔ مرزا صاحب ۱۸۷۸ء میں لکھتے ہیں:

باوا (نرائن سنگھ وکیل) صاحب نے صاحبان مندرجہ ذیل کو منصفان تنقید جواب قرار دیا ہے مولوی سید احمد خان صاحب، منشی کنہیا لال صاحب، منشی اندرمن صاحب ۔مجھ کو منصفان مجوزہ باوا صاحب میں کسی نہج کا عذر نہیں، بلکہ میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو انہوں نے تجویز ثالثان میں مولوی سید احمد خان صاحب کا نام بھی جو ہم سے اخوت اسلام رکھتے ہیں درج کر دیا، اس لئے میں بھی اپنے منصفان مقبولہ میں ایک فاضل آریہ صاحب کو جن کی فضیلت میں باوا صاحب کو بھی کلام نہیں باعتماد طبیعت صالحانہ اور رائے منصفانہ ان کی کے داخل کرتا ہوں جنکے نام نامی یہ ہیں سوامی پنڈت

دیا نند سرستی، حکیم محمد شریف صاحب امرتسری، مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب لاہوری لیکن اتنی عرض اور ہے کہ علاوہ ان صاحبوں کے کہ فریقین کے ہم مذہب ہیں دو صاحب مسیحی بھی ممبر تنقید کے قرار پانے چاہییں۔ سو میری دانست میں پادری رجب علی صاحب اور بابو رلا رام صاحب جو علاوہ فضیلت علمی اور طبیعت منصفانہ کے اس بحث جاری شدہ سے بخوبی واقف ہیں بشرطیکہ صاحبین موصوفین براہ مہربانی اس شوری میں داخل ہونا منظور کرلیں۔ اور آپ کو بھی اس میں کچھ کلام نہ ہو بہتر اور انسب ہیں ورنہ بالآخر اس طرح تجویز ہوگی کہ ایک صاحب مسیحی مذہب کو آپ قبول کر کے اطلاع دیں اور ایک کے اسم مبارک سے میں مطلع کرونگا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد دوم ص ۷۳)

اڈیٹر بدر کو نوٹس

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی آنجہانی کا دعوی تو یہ تھا کہ میرے مرید اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل ہیں مگر جب ہم ان کے اخلاق معمولی مسلمانوں سے بھی گرے ہوئے پاتے ہیں تو ہمیں مرزا صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ ہماری جماعت (مرزائیہ) نے للّٰہیت میں کوئی ترقی نہیں کی اس کی بہت سی مثالیں ہم پیش کرتے رہتے ہیں۔ تازہ مثال سنیئے۔

میرے والد مرحوم کا نام تھا محمد خضر جو۔ جو کشمیری اصطلاح کے مطابق جو لگانے سے خضر جو بنتا ہے مگر اڈیٹر بدر اپنی معمولی عادت اور مرزائی سنت کے مطابق ض کی بجائے ز بدل کر ابن خزر لکھتا ہے۔ شائد اس نے سمجھا ہو کہ ایسا کرنے سے قادیانی مذہب کو کچھ تقویت ہوسکتی ہو مگر درحقیقت تقویت نہیں ہوسکتی، ہاں سنت مرزائیہ کی تعمیل ضرور ہوتی ہے۔ لودہانہ میں مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم نومسلم تھے۔ جن کے والد ہندو تھے۔ مولویصاحب نے جوانی کی عمر میں رضاء الٰہی کی خاطر اپنا کنبہ برادری چھوڑ کر اسلام قبول کیا تھا، مگر چونکہ مرزا صاحب کے مخالف تھے اسلئے آنجہانی بطور توہین ان کو ہندوزادہ لکھا کرتے تھے۔ اس لئے اس پارٹی سے ایسے اخلاق دینیہ کا ارتکاب کوئی مستبعد امر نہیں۔ اس کے جواب میں اگر ہم ان کو یہ کہیں کہ مخالفت تمہاری تو میں کرتا ہوں مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق مرزا صاحب کی زندگی میں مرنے سے بچا تو میں ہوں، میرے والد

مرحوم نے تمہارا کچھ نہیں بگاڑا۔ حدیث شریف میں مردگان کو گالیاں دینے سے منع بھی آیا ہے۔ یہ ان سے کیا توقع ہے کہ باز آ جاویں گے؟ ہرگز نہیں۔ اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ایک دفعہ ان کو متنبہ کر دیں آئندہ کو اگر انہوں نے میرے والد کے نام میں کسی حرف کی تبدیلی کی تو ہم بھی صرف ایک ہی حرف (ن) کو (س) سے بدل دیں گے۔ پس اپنا نفع نقصان سوچ لیں۔ صائب کہتا ہے:

دہن خویش بدشنام میالا صائب۔ کیں زرِ قلب بہر کس کہ دہی باز دہد۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۱۱ء۔ ص ۸)

مولانا ثناء اللہ کی درج بالا تحریر کے پس منظر میں قادیانیوں قسم ذیل کی تحریریں تھیں:

اڈیٹر بدر نے ثنائی چکر نامی رسالے پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا تھا:

ایک مختصر سا رسالہ مگر امرتسری ابن خزرجو کے فریب کو توڑنے کے لئے توپ خانہ کا کام دینے والا، ہمارے مونگیری دوستوں نے شائع کیا ہے۔ مباہلہ اور دعا والے معاملہ پر ایسی صاف روشنی ڈالی ہے کہ مومنین کے واسطے موجب ترقہ ایمان ہو اور کافرین و مکذبین چندھیا کر اسی چکر میں جا پڑیں جن میں خود مولوی فاضل صاحب گر رہے ہیں۔ ثنائی چکر نکلا تو مونگیر سے ہے پر امید ہے کہ بن خزرجو کیلئے انائے؟ مکی کا کام دے گا ابن خزرجو کو ہوش میں لانے کے واسطے زبان بھی اسی کے طرز کی استعمال کی گئی ہے۔ (بدر ۲۳ مارچ۔ ۱۹۱۱ء ص ۸)

اور مولانا ثناء اللہ کی تحریر کے جواب میں اڈیٹر بدر نے لکھا:

ابن خزرجو کی درخواست داخل دفتر: جو شخص بے اصول ہو وہ حقیقت میں اس قابل نہیں رہتا کہ اس کی کسی بات کی طرف توجہ کی جاوے ابن خزرجو خود لکھ چکا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی قوم کے لیڈر کو برا کہے تو اس جماعت کو حق پہنچتا ہے کہ اس کا ہر ایک فرد جی کھول کر اسے گالیاں دے لے۔

پھر اس پرچہ اہل حدیث میں لکھا ہے کہ کسی حرف کو بدل دینا اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔ کیا ابن خزرجو صاحب بھول گئے ہیں کہ وہ جماعت احمدیہ کے واجب التعظیم امام کی جناب میں کیا کچھ بک چکے ہیں، بلکہ اب تک بک رہے ہیں، تو کیا اسی اصل کے مطابق جماعت احمدیہ کو حق نہیں کہ وہ اسے پارہ ششم کے پہلے رکوع پر نظر کر کے کچھ کہہ لے۔ قادیان کے اخبار تو ہمیشہ نرمی کا سلوک کرتے رہے لیکن لاتوں کے بھوت باتوں سے کم مانتے ہیں۔ آخر دہلی سے ایک ہی شیر اسلام (میر قاسم) اٹھا تو ابن خزرجو (جس نے ایک، دنیوی، آنکھ سے دیکھنے کے بہانے سے شیر پنجاب کا لقب لیا ہے) دانت نکالنے شروع کر دیئے۔

کاش کہ ابن خزر جو صاحب ہماری نرمی سے فائدہ اٹھاتے اور اپنے وطیرہ کو خود ہی بدل لیتے اور آج ان کو یہ دن دیکھنا نہ پڑتا...اب وہ ز کو ض سے بدلنے کی درخواست کرتا ہے حالانکہ جب انہیں بار بار کہا گیا کہ خواہ مخواہ معنی بدلنے کے واسطے کادیان نہ لکھا کرو بلکہ قادیان، تو انہوں نے نہ مانا۔ اب چاہیے تو یہ کہ جب تک اتنے سال نہ گذر جائیں جتنے سال قادیان کو کادیان لکھتے رہے ہیں وہ صبر کریں اور گھبرائیں نہیں کیونکہ وھم بدء وکم اوّل مرّۃ، فاعتدوا علیہ بمثل ما اعتدی قرآنی ارشاد ہے۔ فمن عفی و اصلح پر بھی عمل کر کے دیکھ چکے ہیں اور پنجابی یا کشمیری بولی میں ز اور ض میں کوئی فرق بھی نہیں۔ ہر دو کا تلفظ ایک ہی ہے۔ آپ نے خود جب عدالت میں اپنے باپ کا نام بتایا تھا تو خزر جو ہی کہا تھا، ض کا تلفظ ظاہر نہیں فرمایا تھا۔

علاوہ ازیں چونکہ آپ کی گوشمالی کا کام جناب میر (قاسم علی) صاحب نے اپنے ذمہ لیا ہے جب تک ان کی سفارش آپ کے متعلق نہ ہو ہم اس پر توجہ کرنا پسند نہیں کرتے۔ لہذا درخواست سائل فی الحال داخل دفتر ہوتی ہے۔

اور جو دھمکی آپ نے تبدیلی حروف کے متعلق بتلائی ہے سو اس طرح کی تبدیلی آپ کے باپ دادا کے ناموں میں بہت ہو سکیں گی بشرطیکہ ان کے نام تحقیق ہو سکیں (بدر ۱۸ مئی ۱۹۱۱ء ص ۴)

مریض الامت اور انکی ذریت کا فیصلہ

مریض الامت سے ہماری مراد وہی بزرگ ہیں جن کو آج سے پہلے قادیانی اصطلاح میں کئی ایک دفعہ ہم حکیم الامت سے تعبیر کر چکے ہیں۔ چونکہ وہ حکیم ہیں اس لئے قادیانی اصطلاح میں حکیم الامت ہیں، چونکہ وہ گھوڑی پر سے گرنے کی وجہ سے مریض رہتے ہیں اس لئے ہماری اصطلاح میں مریض الامت بھی ہیں۔ بہر حال یہ کوئی تعارض نہیں بلکہ دو اعتباروں سے دونوں اوصاف ان پر صادق آتے ہیں۔ اور یہ بعینہ ویسی صورت ہے جیسے مرزا صاحب کو وہ لوگ ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی کہتے ہیں۔

اس وجہ تسمیہ کے بعد ہم بتلاتے ہیں کہ فیصلہ کیا ہوا؟ اہل حدیث مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں قادیانی خلیفہ حکیم نور الدین کا ایک فیصلہ لکھ کر نتیجہ نکالا گیا تھا جس کو بدر قادیانی نے غلط قرار دے کر ایک نتیجہ پیش کیا ہے۔

فیصلہ تو یہ تھا کہ جو لوگ مرزا صاحب کی رسالت سے منکر ہیں وہ کافر ہیں۔ ہم نے اس سے نتیجہ نکالا تھا کہ ہمارا اور مرزائیوں کا فرق عیسائیوں اور محمدیوں یا موسائیوں اور عیسائیوں کا سا ہے۔ جس طرح ان دونوں میں یہ تمیز ہے کہ ایک دوسرے سے ایک رسول زیادہ مانتا ہے اسی طرح قادیانی امت ہم مسلمانوں سے زیادہ مرزا کو رسول مانتے ہیں۔ اس کے جواب میں بدر لکھتا ہے:

مولوی ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ مسلمانوں اور مرزائیوں کا اسی قدر فرق ہے جو عیسائیوں اور محمدیوں میں ہے۔ یہ مثال ان کی درست نہیں ہے بلکہ صحیح مثال یہ ہے کہ احمدیوں اور غیر احمدیوں کا اسی قدر فرق ہے جو زمانہ حضرت عیسیٰ میں یہودیوں اور عیسائیوں کا تھا۔ یہود اہل کتاب تھے ایک شریعت رکھتے تھے ان کے صاحب شریعت نبی حضرت موسیٰ کے متبعین میں سے ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے مبعوث اور مامور کیا تھا تاکہ ان کی غلطیوں کو دور کرے۔ وہ شریعت کو منسوخ کرنے نہ آیا تھا۔ اس کا قبلہ اور نماز اور سب باتیں حضرت موسیٰ کی متابعت میں تھیں۔ یہود نے عموماً اس کو نہ مانا، اسے کافر کہا اور اسے ایذا دی۔ مگر یہود میں سے جنہوں نے اس مامور من اللہ کو قبول کر لیا وہ اس کے نام پر عیسائی کہلائے۔ (بدر ۲۱۔ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۲)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: بہت خوب! یہی مثال سہی، مگر یہ تو بتلاؤ کہ عیسائیوں پر جو یہودی سوال کریں کہ اپنے مسیح کی نبوت کا ثبوت دو، تو عیسائیوں کا فرض نہیں کہ یہودیوں کے اس سوال کا جواب دیں؟ ٹھیک اسی طرح قادیانی مشن کا فرض ہے کہ سب سے مقدم مخالفین کے اس سوال کا (کہ مرزا صاحب کی نبوت کا کیا ثبوت ہے) جواب دے۔ مگر افسوس کہ قادیانی امت اس دعویٰ کا ثبوت دینے میں ہمیشہ کمزور پائی گئی ہے۔ کیا اچھا ہوتا کہ مریض امت اپنی خلافت کے سب کاموں میں اسی کام کو سب سے مقدم جانتے۔ خود میدان میں آتے یا اپنے کسی لائق بولنے والے کو مامور فرماتے۔ کیا وہ ایسا کریں گے؟ ہرگز نہیں۔

عیسائی تثلیث پر بحث کر سکتے ہیں۔ آریہ نیوگ کے فضائل بیان کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے، مگر مرزائی مرزا کی نبوت اور رسالت کا ثبوت دینے سے ہمیشہ جی چرائیں گے کیونکہ ان کو اس بات کا علم ہے کہ حضرت صاحب کی نبوت کا خاتمہ تو آخر اس پر ہوا تھا جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو بذریعہ اشتہار کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مریں تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟

چونکہ قادیانی مشن خود اقراری ہے کہ ہمارا اور ان کا فرق صرف مرزا صاحب کی نبوت

اور مسیحیت پر ہے اس لئے ہم آئندہ کوئی سوال ان کا نہ سنیں گے بلکہ ہمیشہ یہی سوال کریں گے کہ :

عیسی نتواں گشت بتصدیق خر چند بنما بصاحب نظرے گوہر خود را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اپریل ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

اس موضوع پر چند اور تحریریں بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ اڈیٹر الحکم لکھتے ہیں :

کیا ہم غیر احمدیوں میں مل سکتے ہیں ؟

مندرجہ عنوان سوال مختلف رنگوں سے پھر ہماری جماعت کے لئے قابل غور سوال ہو گیا ہے اس کی وجہ یہ ہوئی کہ پچھلے دنوں ہمارے مکرم بھائی ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ نے حضرت خلیفۃ المسیح (نور الدین) سے ایک سوال کیا تھا جس کے جواب میں حضرت نے فرمایا کہ ہمارے اور مخالفوں کے درمیان اصولی اختلاف ہے۔ اس پر المنیر جھنگ میں ایک مخالفانہ سلسلہ مضامین شائع کرنے کی دھمکی دی گئی ہے۔ ایسی دھمکیوں کی نہ ہمیں پرواہ ہے اور نہ ہو سکتی ہے جب سے اللہ تعالی نے اس سلسلہ کو قائم کیا بہتوں نے اس کی مخالفت میں کمر باندھی بہت سے راہ میں ہلاک ہو گئے کتنے ہی توبہ کر کے ساتھ آ ملے اور بعض تھک کر رہ گئے۔

اخبار وطن نے اور بھی جرأت کی اور اسکا نام خطرناک اجتہاد رکھ کر لکھتا ہے:

یہ خبر بڑے افسوس سے سنی جائے گی کہ قبلہ حکیم نور الدین مقتدائے جماعت احمدیہ نے پچھلے دنوں پیہم دو دفعہ بصراحت تمام ظاہر اور عام طور پر اعلان کیا کہ احمدی دوسرے مسلمانوں کو اصولاً کافر سمجھنے پر مجبور ہیں۔ اور نہ انکے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں اور نہ ان کو مسلمان ہی سمجھ سکتے ہیں۔

نیاز مند اڈیٹر وطن اس از حد مضر اجتہاد کی نہایت خوفناک مضرت کی طرف نہ صرف قبلہ حکیم صاحب بلکہ لاہور کے بزرگ ترین احمدی احباب خواجہ کمال الدین، سید ڈاکٹر محمد حسین اور مرزا یعقوب بیگ صاحبان کو بھی باادب خاص توجہ دلا کر التماس کرتا ہے کہ جس طرح یونیورسٹی سکیم کے متعلق ان کی جماعت نے خالص اسلامی وسیع النظری سے کام لیا ہے اسی طرح عبادات و معاملات اور باہمی میل جول کے معاملہ میں بھی صحیح اسلامی اخوت سے کام لیں۔ اس اجتہاد نے قبلہ حکیم صاحب کے کئی سچے مریدوں کو بھی متردد بنا دیا ہے،۔

وطن کی یہ رائے نہایت ناعاقبت اندیشی پر مبنی ہے اور ہمارے معزز دوستوں کیلئے اس

ایمان اور اخلاص کے مقابلہ میں جو وہ امیر المومنین خلیفۃ المسیح سے رکھتے ہیں گو نہ ہتک آمیز ہے۔ انکی رائے انکے ارادے امیر المومنین کے حضور مٹ چکے ہیں اور وہ اپنے تئیں پتلی تصور کرتے ہیں جس طرح پر چاہا ان سے کام لے لیا مگر وطن انہیں گو یا اس حیثیت میں دیکھتا ہے کہ وہ امیر المومنین کو اپنے کسی اجتہاد کو واپس لینے کے محرک ہو سکتے ہیں۔ اس سے بڑھ کر کسی احمدی کی توہین نہیں ہو سکتی۔ ہمارے محترم دوست ایک منٹ کیلئے بھی روا نہیں رکھ سکتے کہ انکے متعلق وطن ایسی خطرناک رائے ظاہر کرے یا وہ اپنے امام کے اجتہاد کو مضر اجتہاد سن سکیں۔....

جنہوں نے ہمیں الگ کیا ہے اب ان کا ہی فرض ہے کہ وہ اپنی غلطی کا اعتراف کریں اور جس زور سے کفر کا فتوی دیا تھا اب اسی جوش کے ساتھ اعلان کر دیں کہ احمدی جماعت کو کافر کہنے والا خود کافر ہے اور احمدی جماعت مسلمان ہے مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننے یا مسیح کی وفات ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔ جب یہ اعلان وہ لوگ جنہوں نے کفر کا فتوی دیا تھا دے دیں گے تو پھر احمدی اور دوسرے مسلمان آپ ہی مل جائیں گے جب تک ایسا اعلان نہ ہو، ناممکن ہے کہ احمدی مل سکیں... پس وطن اور اس کے ہمصفیر یاد رکھیں کہ وہ امیر المومنین کے اجتہاد کو مضر یا خطرناک اجتہاد کہہ کر ہمارے دل کو نہ دکھائیں۔ (الحکم قادیان ۱۹۱۱ء۔ ۲۱ مارچ۔ ص ۱۰)

❁ اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے:

ذکر تھا کہ مولوی محمد حسین صاحب نے لکھا ہے کہ اگر احمدی مرزا صاحب کو نبی کہنا چھوڑ دیں تو ہم کفر کا فتوی واپس لے لیں گے۔ (حکیم نور الدین نے) فرمایا ہمیں ان کے فتووں کی کیا پرواہ ہے اور وہ حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں؟ جب سے مولوی محمد حسین نے فتوی دیا وہ دیکھے کہ اس کے بعد آج تک اس کی عزت کہاں تک پہنچ گئی ہے اور مرزا صاحب کی عزت نے کس قدر ترقی کی ہے۔

(بدر قادیان۔۱۳۔اپریل ۱۹۱۱ ص ۲).

❁ اڈیٹر الحکم نے ،بٹالوی کا الزام خواجہ صاحب پر، کے زیر عنوان لکھا ہے:

مولوی ابو سعید محمد حسین بٹالوی نے ۸۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک مضمون ،مختلف فرقہ ہائے اسلام میں اتفاق کی جائز و ممکن صورت، کے عنوان سے چھپوایا ہے۔ اس مضمون پر اس وقت بحث نہیں کرونگا بلکہ میں شیخ بٹالوی کے اس الزام کی طرف توجہ دیتا ہوں جو اس نے خواجہ صاحب پر لگایا کہ خواجہ نے سیالکوٹ کے کسی لیکچر میں یہ بیان کیا کہ ہم مرزا صاحب کو نبی اور رسول نہیں مانتے۔ اور محض اسی وجہ سے بٹالوی نے ان سے میل جول اور سلام کلام شروع کیا ہے

۔ یہ خلاصہ ہے اس الزام کا جو بٹالوی نے خواجہ پر لگایا ہے۔ اگر چہ اس کا مسکت جواب خود خواجہ شائع کریں گے اور انہیں کرنا چاہیے کیونکہ اس میں ان کے عقیدہ پر سخت حملہ کیا گیا ہے۔ تاہم میں یہ کہنے کی جرأت کرتا ہوں کہ بٹالوی کا یہ خواجہ صاحب پر افتراء ہے کیونکہ کوئی احمدی حضرت مسیح موعود کی رسالت یا نبوت (جس کی کیفیت پر اس وقت بحث نہیں) کا انکار کر کے احمدی نہیں رہ سکتا۔ خواجہ صاحب ایسی بات منہ سے نہیں نکال سکتے جو حضرت مسیح موعود کے الہامات کے خلاف ہو.. بٹالوی کو لازم ہے کہ وہ اپنے اس بیان کی فوراً تردید کرے کیونکہ ایک احمدی کی اس سے بڑھ کر تو کوئی ہتک نہیں ہوسکتی کہ اس کے عقاید پر حملہ کیا جاوے۔ اور خواجہ صاحب بھی جلد تردید کر دیں۔

غیر احمدیوں کے پیچھے نماز ناجائز ہے: معزز ہم عصر بدر نے ۲۰۔ اپریل کی اشاعت میں ایک نوٹ اس عنوان سے لکھا ہے کہ، سنا گیا ہے کہ کسی جاہل بیوقوف نے یہ مشہور کیا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کی طرف سے کوئی ایسا فتوی جاری ہوا ہے کہ احمدی غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں۔ یہ محض افتراء ہے۔ ایسے مفتریوں کا پتہ لگانا چاہیے جو جماعت کو مغالطے میں ڈالتے ہیں امید ہے کہ احمدی احباب ایسے فتوے دینے والوں کے نام سے آگاہ کریں گے۔

معزز بدر نے آخر میں لکھا ہے: ہم جناب خواجہ صاحب کو متوجہ کرتے ہیں کہ وہ اس پر ایک مضمون لکھ کر بدر میں شائع فرمادیں تا کہ لوگوں کی غلط فہمی دور ہو۔، میں اس تجویز سے موافقت نہیں کرتا کیونکہ اس کے معنی دوسرے الفاظ میں یہ ہوں گے کہ نعوذ باللہ خواجہ صاحب کی کسی تحریر یا تقریر سے غلط فہمی پیدا ہوئی۔ علاوہ بریں جب حضرت مسیح موعود اور حضرت خلیفۃ المسیح کے صاف ارشادات اس بارے میں شائع ہو چکے ہیں تو کسی اور کی کیا حاجت ہے؟ یہ ایک قسم کا تقدم علی الامام ہے جس سے ہمیں بچنا چاہیے۔ (الحکم ۱۸۔ اپریل۔ ۱۴ مئی ۱۹۱۱ء ص ۱۲)

مرزائی چکر یا دعاء مرزا میں ثنائی ذکر

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل بنارس اور منگیر میں قادیانیوں اور دیگر مسلمانوں کے درمیان میدان مباحثہ گرم ہے۔ دونوں مقامات میں اشتہار بازی گرما گرمی سے ہو رہی ہے۔ بنارس میں اشتہارات حکیم محمد عیسی کے نام سے نکلتے ہیں۔ منگیر میں فرید الحسن کے نام سے نکلتے ہیں، مگر کیا مزے کی بات ہے کہ

دونوں مقامات میں میرا ذکراور ذکر کے ساتھ مرزائیوں کی طرف سے گالیاں ضرور ہوتی ہیں

تفصیل اس کی یہ ہے کہ دونوں مقامات کے مسلمان مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ والا پیش کر کے لکھتے ہیں کہ جناب موصوف نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کوایک اشتہار کے ذریعہ (وحی) یہ فیصلہ شائع کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے اس لئے میرا اوران کا آخری فیصلہ ہے کہ اگر وہ مجھ سے پہلے نہ مریں تو میں جھوٹا۔

اس مضمون کو ہرایک مقام پر پیش کیا جاتا ہے۔قادیانی جماعت کی طرف سے اس کے جواب میں علاوہ معقول جواب کے مجھ کوکوسا جاتا ہے جو میں شکریہ کے ساتھ قبول کرتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مرزائیوں کو میرے تصور (خیال) سے ضرور اس فیصلہ کا خیال آتا ہوگا، پھراس کے ساتھ یہ بھی خیال آتا ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ ابھی زندہ ہے۔پھر لازمہ محبت مرزا صاحب کا یہ تقاضا بھی ضرور ہے کہ میری زندگی اور مرزا صاحب کی موت سے ان کو رنج ہو، بلکہ میری زندگی سے کبیدہ خاطر ہوکر میری موت کے متمنی ہوں گے۔

خیر یہاں تک تو ان کا تقاضا طبعی ہے، جس میں ہم بھی ان کو معذور جانتے ہیں، لیکن مرزائی جماعت کے ممبر اس سے آگے تجاوز کر جاتے ہیں، وہ جب دیکھتے ہیں کہ ان کی مخالفت میں تمام مسلمان حنفی اور اہل حدیث وغیرہ سب متفق ہیں، تو حنفیوں کو میری طرف سے نفرت دلانے کے لئے اہل حدیث اور حنفیہ کے مشاجرات اور اختلافات شائع کرتے ہیں، اور بار بار بطور عار دلانے کے کہتے ہیں کیا حنفی علماء مر گئے؟ یا حنفیوں کے لئے باعث شرم نہیں کہ ایک غیر مقلد کی کتاب پڑھتے ہیں؟ وغیرہ۔مگر وہ یہ نہیں جانتے کہ اس امر میں حنفی شافعی اہل حدیث بلکہ شیعہ سنی سب متفق ہیں۔ اسلامی فرقوں کے علاوہ آریہ اور عیسائی بھی تو اس فیصلہ مرزا کو بطور سند لا سکتے ہیں۔جیسے ہم مسلمان، عبداللہ آتھم عیسائی والی پیش گوئی کی غلطی کو مرزا کے کذب پر بطور گواہ لاتے ہیں اسی طرح عیسائی میرے متعلق پیش گوئی کو بطور سند لا سکتے ہیں۔

اس کلام کو سند لانے والوں کی غرض صرف مرزا کی تکذیب ہے، نہ کہ عبداللہ آتھم اور ثناء اللہ کے شخصی خیالات سے توافق۔مگر ایسی سیدھی بات وہ کیا سمجھ سکتے ہیں جن کے حق میں فرمان خداوندی ہے و ان یروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلاً (ہدایت کی راہ دیکھ کر سیدھی راہ کو پسند نہیں کرتے)۔

خیر یہ تو قادیانیوں کی کیدانی ہے جس کا جواب بالکل مختصر دیا گیا ہے۔اصل بات کے

جواب میں بھی قادیانی مرزائیوں نے بہت کچھ دشنام آمیز باتیں لکھی ہیں۔ منگیری مرزائیوں کے نام سے ایک رسالہ دہلی کے ایک پھکڑ نے شائع کیا، جس میں خوب جی کھول کر گالیاں دی ہیں۔ اس رسالہ کا نام ہے ثنائی چکر۔ ان گالیوں کا جواب تو ہمارے ہاں نہیں، اس لئے ان کو اس کی توقع کسی اور جگہ سے کرنی چاہیے، ہاں اصل بات اس رسالہ میں صرف اتنی ہے کہ:

مرزا صاحب کا اشتہار مباہلہ نہ تھا بلکہ دعوت مباہلہ تھا۔ مرزا صاحب کے اس اشتہار کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ نے لکھا تھا کہ یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں، اسی لئے مرزا صاحب نے اعلان بار دوئم دیا تھا جس کو بھی مولوی ثناء اللہ نے منظور نہ کیا۔ وغیرہ

اس سارے قضیہ کا فیصلہ مرزا صاحب کی اپنی تحریر سے ہو سکتا ہے۔ مرزا صاحب اس اشتہار میں لکھتے ہیں:

اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر ... میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے ... اے میرے مالک تو ایسا ہی کر ... بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ اس تمام مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں، اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

یہ عبارت کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں اس کے الفاظ صاف کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک دعا ہے نہ کہ دعوت مباہلہ۔ دعوت مباہلہ ہوتی تو یوں ہوتا آؤ ہم تم مباہلہ کریں۔ جیسے قرآن مجید میں ہے تعالوا ندع ابناءنا ... الخ۔ آ ہم اپنے بچوں کو بلا کر مباہلہ کریں۔ اس میں کس کو شک ہے کہ دعوت کہتے ہیں کسی کام کے لئے بلانے کو۔ اشتہار کی عبارت منقولہ میں دعوت کہاں ہے ؟ وہ تو صاف الفاظ میں دعا ہے۔ اے خدا تو ایسا کر۔ خصوصاً آخری فقرہ بہت ہی قابل غور ہے جو یہ ہے: اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے

اس فقرہ کی مزید تشریح اس کلام سے ہوتی ہے جو ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں چھپا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کی بابت جو اشتہار دیا گیا ہے اس کی بنا بھی خدا کی طرف سے ہے میں نے دعا کی تھی الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع اذا دعان (دعا کرنیوالے کی دعا قبول کرتا ہوں) اب

ادنی غور بلکہ بے غور بھی یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ جب خدا کی طرف سے اس دعا کے قبول کرنے کا وعدہ ہوا ہے تو پھر میرے انکار کو اس میں کیا دخل؟ ہاں اعلان باردوم کی بابت جو کہا گیا ہے وہ بھی محض دھوکہ اور دفع الوقتی ہے۔ اس اعلان کے بھی اصل الفاظ یہ ہیں:

اعلان: باردوم

و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او کذب بآیاتہ۔ افسوس کہ اس ملک کے اکثر لوگ جو مولوی کہلاتے یا ملہم ہونے کا دم مارتے ہیں جب خدا تعالیٰ کا کلام ان کو سنایا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ وہ افتراء ہے انہیں لوگوں پر اتمام حجت کرنے کے لئے میں نے کتاب حقیقۃ الوحی تالیف کی ہے۔ کب تک یہ لوگ ایسا کریں۔ آخر ہر ایک فیصلہ کیلئے ایک دن ہے اور ہر ایک قضا وقدر کے نزول کیلئے ایک رات ہے۔ اس وقت میں نمونہ کے طور پر خدا تعالیٰ کا ایک کلام ان لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہوں اور بالخصوص اس جگہ مخاطب میرے مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری اور مولوی عبدالجبار اور عبدالواحد اور عبدالحق غزنوی ثم امرتسری اور جعفر زٹلی لاہوری اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اسسٹنٹ سرجن تراوڑی ملازم ریاست پٹیالہ ہیں۔ اور وہ کلام یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ہے انی احافظ کل من فی الدار و احافظک خاصۃً۔ ترجمہ اس کا بموجب تفہیم الٰہی یہ ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو تیرے گھر کے اندر ہے طاعون سے بچاؤنگا اور خاص کر تجھے۔ چنانچہ گیارہ برس سے اس پیش گوئی کی تصدیق ہو رہی ہے اور میں اس کلام کے منجانب اللہ ہونے پر ایسا ہی ایمان لاتا ہوں جیسا کہ خداوند تعالیٰ کی تمام کتب مقدمہ پر اور بالخصوص قرآن شریف پر اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے پس اگر کوئی شخص مذکورہ بالا اشخاص میں سے یا جو شخص ان کا ہم رنگ ہے یہ اتقاد رکھتا ہو کہ یہ انسان کا افتراء ہے تو اسے لازم ہے کہ وہ قسم کھا کر ان الفاظ کے ساتھ بیان کرے کہ یہ انسان کا افترا ہے خدا کا کلام نہیں و لعنت اللّٰہ علی من کذب وحی اللّٰہ جیسا کہ میں بھی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خدا کا کلام ہے و لعنت اللہ علی من افتری علی اللہ۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ خدا اس راہ سے کوئی فیصلہ کرے اور یاد رہے کہ میرے کسی کلام میں یہ الفاظ نہیں ہیں کہ ہر ایک شخص جو بیعت کرے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا بلکہ یہ ذکر ہے کہ و الذین آمنوا

ولم یلبثوا ایمانهم بظلم اولئک لهم الامن و هم مهتدون۔ پس کامل پیروی کرنے والے اور ہر ایک ظلم سے بچنے والے جس کا علم خدا کو ہے بچائے جائیں گے اور کمزور لوگ طاعون سے شہید ہو کر شہادت کا اجر پاویں گے اور طاعون ان کے لئے تمحیص اور تطہیر کا موجب ٹھہرے گی۔ اب میں دیکھوں گا کہ میری اس تحریر کے مقابل پر بغرض تکذیب کون قسم کھاتا ہے۔ مگر یہ امر ضروری ہے کہ اگر ایسا مکذب اس کلام کو خدا کا کلام نہیں سمجھتا تو آپ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا اور مجھے بھی خدا تعالی کی طرف سے یہ الہام ہوا ہے تا کہ دیکھ لے کہ افتراء کی کیا جزاء ہے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔ الراقم خاکسار میرزا غلام احمد

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس اشتہار میں جو کچھ ہے اس کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ کیا اس میں کہیں ذکر ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چونکہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا فیصلہ نہیں مانا اس لئے وہ منسوخ ہو کر دوسری صورت پیش ہوتی ہے۔ ہرگز نہیں بلکہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مخالفین مرزا قسم کھائیں کہ مرزا کا الہام جھوٹا ہے مگر ساتھ ہی یہ ضرور ہے کہ قسم کے ساتھ یہ بھی دعوی کریں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے۔

ناظرین! خدارا انصاف کیجئے ہم علماء جو شریعت کے علوم سے واقف ہیں کہہ سکتے ہیں کہ ہم طاعون سے نہیں مریں گے۔ کیا ہم کو قرآن مجید کی آیت معلوم نہیں؟ لا یعلم من فی السماوات والارض الغیب الّا الله (اللہ کے سوا غیب کی بات کوئی نہیں جانتا) کیا ہم کو معلوم نہیں ما تدری نفس بایّ ارض تموت (کسی نفس کو معلوم نہیں کہاں مرے گا)۔ اس کا جواب عرصہ ہوا، اسی زمانہ میں رسالہ مرقع قادیانی میں دیا گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

آپ کی عادت شریفہ ہے کہ جوں ہی کسی مخالف کو نزلہ یا زکام ہوا آپ نے اپنی صداقت کا نشان فوراً اسے قرار دیا۔ دیکھو تو تمہاری ایمانداری کہ حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم کے انتقال پر تم نے اور تمہارے دام افتادوں نے کیا کیا بیہودہ گوئیاں کیں حالانکہ محدث دہلوی ایک سو دس سال کی عمر میں اور محدث گنگوہی اسّی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال ہوئے اور حدیث شریف میں آیا ہے اعمار امتی مابین ستین و سبعین وا قلّهم من یجوّز۔ میری امت کی عمریں ساٹھ ستر سال کے درمیان ہوں گی بہت کم آگے بڑھیں گے۔ دونوں بزرگوار عام عمر طبعی سے بہت آگے بڑھ کر انتقال ہوئے، تاہم تم نے اور

تمہارے دام افتادوں نے ان کے انتقال کو اپنا نشان قرار دیا چنانچہ آپ نے یا آپ کے اشارے سے آپ کے ایک دام افتادہ نے لکھا تھا:

اسماعیل علی گڈھی ، نذیر حسین دہلوی ، رشید احمد گنگوہی ، غلام دستگیر قصوری ، چراغ دین جمونی ۔ رسل بابا امرت سری ، راجہ جہانداد خان ، ملا احمد پشاوری ۔ آتھم امرتسری ۔ امریکہ کا ڈوئی ، اور ایسا ہی صدہا اور لوگ ہیں جن کا اب نام ونشان نہیں ۔ اب وہ ہلاک ہوئے اور عجب بات یہ ہے کہ ان کا کوئی قائم مقام بعد میں نہ رہا۔ الحکم ۔ ۱۷۔ اپریل

دیکھئے کس جرأت کی دھٹائی ہے کوئی اس ایمان دار سے پوچھے کہ اگر یہ لوگ تم پر ایمان لاتے تو ایک سو دس برس کی عمر سے زیادہ عمر ان کو مل جاتی ؟ حالانکہ تم کو خود تو اسّی (۸۰) برس کی عمر کا الہام ہے، وہ بھی شکی ہے چنانچہ تم وصیت بھی کر چکے ہو۔ یہ کیسا جھوٹ بولا ہے کہ انکا قائم مقام بھی کوئی نہیں حالانکہ عموماً سب کی اولاد جسمی اور روحانی زندہ ہے ۔ یہ خاکسار بوجہ علاقہ شاگردی کے دونوں محدثوں (دہلویؒ اور گنگوہیؒ) کا قائم مقام بفضلہ تعالی زندہ موجود ہے جس نے بقول کرشن جی ،کرشنی سلسلہ کو پاش پاش کر دیا۔ یہ کس کی قائم مقامی کا اثر ہے ۔ کیا ان بزرگوں کے زمانہ میں جس قدر آپ کی مخالفت تھی وہ اب کم ہے؟ کیا ان باتوں سے آپ اپنی صداقت کا نشان بلند کرسکیں گے؟ تف ہے ایسی راست گوئی پر۔

چونکہ تم لوگ ہوائی گھوڑے چلایا کرتے ہو اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ تم سے پوچھ لیا جائے کہ تمہارے مقابلہ میں اگر حلف اٹھائی جائے تو نتیجہ کیا ہوگا ؟ اس کا جواب تم نے آج تک کچھ نہ دیا اور آپ دوسرے لباس میں جلوہ آراء ہوئے۔

پھر اور چالاکی دیکھئے کہ صرف قسم اٹھانے پر اکتفا نہیں بلکہ ساتھ ہی یہ بھی شرط ہے کہ ایسا مکذب یہ بھی دعوی کرے کہ میں بھی طاعون سے محفوظ رہونگا۔ چہ خوش آپ چاہتے ہیں کہ جس طرح آپ بڑ مار کر ذلیل ہوتے ہیں اسی طرح آپ کا مکذب بھی ذلیل ہوتا کہ کبڑے والا قصہ صادق آوے۔ مرقع مذکور

ناظرین! یہ ہیں ان لوگوں کے ڈھکوسلے ۔ یہ تو ہماری طرف سے مختصر سا جواب ہے، ممکن ہے مسلمانان منگیر کی طرف سے کوئی مفصل جواب بھی نکلے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۵ مئی ۱۹۱۱ء ۔ ۵ جمادی الاول ۱۳۲۹ھ ص ۱۔۴)

 جناب گنگوہیؒ کی وفات کا واقعہ جس طرح قادیانی اخباروں میں رپورٹ کیا گیا اسے

بھی ملاحظہ کر لیجئے۔لکھا ہے:

گنگوہی جو آخری عمر میں نابینا ہو گیا تھا اور حال ہی میں ایک رسالہ سلسلہ حقہ کے مخالف لکھا تھا سانپ سے کاٹا جا کر مر گیا۔ سنا ہے کہ سانپ کے کاٹے کے علاج میں اسکو بڑا دعوی تھا۔ (بدر قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۰۵ء ص ۸)

ایک اور نشان ظاہر ہوا:

مولوی رشید احمد گنگوہی بھی آخر کار اس جہان سے چل دیئے چنانچہ ۱۱۔اگست ۱۹۰۵ء کو ان کا انتقال ہو گیا۔مرنے سے چودہ روز پیشتر ان کو سانپ سونگھ گیا تھا اسی زہر نے ان کا کام تمام کیا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

افسوس کی بات یہ ہے کہ مولوی رشید احمد، خدا کے موعود و مرسل کے زمانہ کو پا کر بھی اس کے فیض سے محروم رہ گیا۔اخبارات میں انکے متعلق بڑے بڑے تعریفی مضامین شائع کرائے جا رہے ہیں جن کو پڑھ کر مجھے اور بھی اللہ تعالی کی بے نیازی پر ایمان بڑھتا ہے اور یقین ہو جاتا ہے کہ: امتیاں رامے دہی فہم و ذکا، بالکل صحیح ہے ہدایت اور سعادت اسی کے فضل سے مل سکتی ہے ورنہ ایسا آدمی جسے لوگ عالم قرار دیتے ہیں نور اللہ کو کیوں نہ دیکھ سکا۔

پھر مولوی رشید احمد صاحب کی موت دوسروں کے لئے باعث عبرت ہے یقیناً اب ان پر اس سلسلہ کی حقیقت کھل گئی ہو گی اور انہیں معلوم ہو گیا ہو گا کہ وہ شخص جس کو دنیا میں وہ کذاب اور مفتری سمجھتے اور قرار دیتے تھے فی الحقیقت حضرت احدیت میں وجیہہ اور عالی رتبہ ہے۔

وہاں کے حالات تو مرنے والوں پر ہی کھلیں گے لیکن ان کی موت تو اس دنیا میں بھی حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود کی سچائی پر مہر کرتی ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کو عرصہ ہوا یہ الہام ہوا تھا تخرج الصدور الی القبور یعنی جو لوگ بڑے بڑے مسند نشین اور اکابر قرار دیئے گئے ہیں وہ قبروں کی طرف نکالے جائیں گے (تو کیا چھوٹے لوگ قبروں کی طرف نہیں نکالے جائیں گے؟ بہاء)، کیا مطلب کہ یہ بڑے بڑے بزرگ اور صاحب وجاہت جو بنے ہوئے ہیں، وہ عنقریب مرنیوالے ہیں۔ یہ پیشگوئی ہمیشہ نئے رنگ میں پوری ہوتی رہتی ہے جس طرح پر سید نذیر حسین اس پیش گوئی کا

مصداق ہوا،اسی طرح رشید احمد صاحب بھی اس کے مصداق ٹھہرے۔اگر یہ کہا جاوے کہ ان کی عمر ۸۰ کے قریب ہوگئی تھی تو ایسی بات بالکل بے ہودہ قرار دی جائے گی کیونکہ حوادث زمانہ کے ماتحت حضرت مسیح موعود (مرزا) بھی ہیں وہ اس سے باہر تو نہیں۔ پھر ان کی زندگی میں ان کا فوت ہو جانا قدرت خداوندی کا عجیب تماشا نہیں تو کیا ہے؟ یہ محض اس کی صداقت کے اظہار کے لئے ہے۔ (سید نذیر حسین ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے، اس کے تین سال بعد رشید احمد ۱۹۰۵ء میں فوت ہوئے، اس کے تین سال بعد مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور پہلے دونوں افراد پیش گوئی کے مصداق ہیں تو تیسرا کیوں نہیں؟

اور پھر تیسرا بھی تو ثناء اللہ، محمد حسین، عبدالجبار، عبدالحق، عبدالحکم کی زندگی میں آنجہانی ہوا ہے۔ بہاء)

علاوہ بریں مولوی رشید احمد صاحب کی موت ایک اور پہلو سے بھی نشان عظیم ہے اور وہ یہ ہے کہ انجام آتھم میں جن لوگوں کو مباہلہ کے واسطے بلایا گیا تھا ان میں سے مولوی رشید احمد صاحب بھی ایک تھے اور اس مباہلہ کا نتیجہ مندرجہ ذیل عذاب آپ نے قرار دیئے تھے:

کسی کو اندھا کر دے اور کسی کو مجذوم اور کسی کو مفلوج اور کسی مصروع اور کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا وغیرہ

(مرزا صاحب کو اپنا انجام معلوم نہیں تھا، قادیانی روایات سے ہی پتہ چلتا ہے کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کی صبح کو آپ نہ بول سکتے تھے، نہ لکھ سکتے تھے، نہ اٹھ کر کھڑے ہو سکتے تھے۔ یعنی ٹانگیں بھی مفلوج، ہاتھ بھی مفلوج، زبان بھی مفلوج، نظام انہضام بھی مفلوج، جیسا کہ مفتی صادق قادیانی نے لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے اندرون خانہ ایک نیم دیوانی سی عورت بطور خادمہ کے رہا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے کیا حرکت کی۔ کہ جس کمرے میں حضرت صاحب بیٹھ کر لکھنے پڑھنے کا کام کرتے تھے وہاں ایک کونے میں ایک کھرا تھا۔ جس کے پاس پانی کے گھڑے رکھے تھے۔ وہاں اپنے کپڑے اتار کر اور ننگی بیٹھ کر نہانے لگ گئی۔ حضرت صاحب اپنے کام تحریر میں مصروف رہے۔ اور کچھ خیال نہ کیا کہ وہ کیا کرتی ہے۔ جب وہ نہا چکی تو ایک اور خادمہ ادھر اتفاقاً آ نکلی۔ اس نے اس نیم دیوانی کو ملامت کی کہ حضرت صاحب کے کمرے میں اور موجودگی کے وقت تو نے یہ کیا حرکت کی۔ تو اس نے ہنس کر جواب دیا: انہوں نے کچھ دیدا ہے یعنی اسے کیا دکھائی دیتا ہے۔ ذکر حبیب از مفتی صادق قادیان ۱۹۳۶ء ص ۳۸۔۳۹۔

یعنی بصارت تو پہلے ہی ایسی تھی کہ قریب میں غسل کرتی ہوئی ننگی عورت نظر نہ آتی تھی، اور سماعت کا یہ حا

ل تھا کہ اس عورت کے نہانے کی یعنی اپنے اوپر پانی بہانے کی آواز بھی باوجود انتہائے قرب مکانی کے سنائی نہ دیتی تھی۔ بہاء)

مولوی رشید احمد نے اس اثر سے دو حصے لئے آپ کی بینائی بھی جاتی رہی اور بالآخر سانپ نے بھی کاٹا۔ کیا موت کی اور کوئی صورتیں نہ ہو سکتی تھیں؟ اگر حضرت مسیح موعود مفتری تھے تو مولوی رشید احمد کے اگر سانپ کے ذریعہ موت مقدر تھی تب بھی اللہ تعالی کو دنیا کو فتنہ میں پڑنے سے بچانے کے لئے انہیں اس موت سے بچانا چاہیے تھا (کتنی دنیا رشید احمد کی موت کی وجہ سے مرزائی ہوئی۔ بہاء) مگر یہ کیا ہوا کہ آسمان سے ایسا امر صادر ہوا جو اسی مفتری (بخیال شان) کی تائید کا باعث ٹھہرا۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ دراصل وہ راست باز اور خدا کا مرسل ہے اور آسمان اس کی تائید پر جھکا ہوا ہے پس یہ ایک عظیم الشان ہے طالبان حق کیلئے بے ہودہ طور پر مباحثہ کرنا اور ہر بات کے جواب کیلئے قلم اٹھانا سہل ہے لیکن عقل مند وہی ہیں جو سچائی کو ضائع نہیں کرتے بلکہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں مولوی رشید احمد کے شاگرد اور مرید ان کی وفات سے سبق لیں اور خدا تعالی کے راست باز کی تکذیب سے باز آئیں۔ بالآخر مجھے مولوی رشید احمد کی وفات سے محض اسلئے افسوس ہے کہ انہوں نے صادق کا زمانہ پایا اور اس سے فیض حاصل نہ کیا اور پھر یہ افسوس اور بھی بڑھ جاتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ وہ نہ صرف خود محروم رہے بلکہ ان کی وجہ سے بہت سے لوگ حجاب میں پڑے رہے خدا کرے ان کی موت ان لوگوں کے لئے چشم کشا ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴۔ اگست ۱۹۰۵ء ص ٦)

(اس تحریر پر مفصل تبصرہ ہو سکتا ہے لیکن بخوف طوالت اسے فی الحال بلا تبصرہ چھوڑ دیا گیا ہے۔ بہاء)

قادیانیوں میں اختلاف اور اسکا فیصلہ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے حکیم نور الدین نے فتوی دیا ہے کہ مرزا صاحب کے منکر کافر ہیں، مرزائیوں میں اس مسئلہ میں اختلاف کی صورت پیدا ہوگئی ہے۔ بعض مرزائیوں کا خیال ہے کہ مسلمان (منکرین مرزا) کافر نہیں، مگر چونکہ خلیفہ کا فتوی یہی ہے کہ منکرین کافر ہیں اس لئے عام میجارٹی اسی طرف ہے۔ قادیانی اخبار الحکم وغیرہ اپنے خلیفہ کی رائے کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔ الحکم لکھتا ہے کیوں ایسے لوگ اپنے خلیفہ مفترض الطاعت کے فیصلے کو نہیں مانتے؟ غرض ان کو بہت کچھ ڈانٹتا اور

دھمکاتا ہے۔ ۷ مئی کے پرچہ الحکم میں بھی ایک مضمون اس مسئلہ کے متعلق نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ احمدی غیر احمدی کے سوال کے متعلق مرزا صاحب کے لڑکے بشیر الدین نے ایک مضمون بمنظوری خلیفہ صاحب شائع کیا ہے بس وہ کافی ہے اب اس سوال کا خاتمہ ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم بھی اس مضمون کو دیکھیں جو خلیفہ کے حکم سے شائع ہوا ہے جس کے سامنے سب مرزائیوں کو سر تسلیم کرنے کا حکم ہوتا ہے۔ وہ مضمون اخبار بدر ۲۷۔ اپریل میں نکلا ہے جسکا مختصر مطلب یہ ہے:

حضرت صاحب کے زمانہ میں بھی بار بار اس مسئلہ کو اٹھایا گیا ہے اور ہمیشہ آپ نے اس کو خوب واضح کر کے بیان کیا ہے اور ایسا کھول دیا ہے کہ اس کا انکار سوائے اس کے کہ کوئی ان فتووں کو نظر انداز کر دے اور کسی طرح سے نہیں ہوسکتا پھر ہمارے مخالف کیوں بار بار ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں وہ زمانہ یاد کریں جب کہ کفر کی بوچھاڑ ہم پر پڑتی تھی اور ملامت کے تیروں سے ہمارا بدن زخمی کیا جاتا تھا اور تمام لوگوں کی آنکھیں اس طرف لگی ہوئی تھیں کہ کب یہ سلسلہ تباہ ہوتا ہے اور ایسے وقت میں بھی خدا نے ہماری تائید کی اور ہر ایک دکھ اور درد سے ہم کو بچایا اور ہر ایک شر سے محفوظ رکھا تو ہم کیسے ناشکر گزار ہوں گے کہ جب خدا نے ہم کو ہر مصیبت سے بچا کر امن کی زندگی عطا فرمائی تو ہم اس وقت لا ترکنوا الی الذین ظلموا فتمسکم النار کی نہی کو نعوذ باللہ پس پشت ڈال دیں.... مرزا صاحب فرماتے ہیں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہونچتی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ ہے محمدی اور احمدی یعنی مسلمانوں اور مرزائیوں میں آخری فیصلہ، جس کا مطلب صاف ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب کی دعوت پہنچ کر ان کو مامور من اللہ، نبی اللہ، رسول اللہ بلکہ بقول ان کے ابن اللہ نہیں مانتے وہ کافر ہیں۔ جل جلالہ

اس حکم سے ہر ایک مومن کے دل پر خطرہ عظیم پیدا ہوتا ہے خدا خیر کرے ایسا نہ ہو کہ تمام عمر کا کیا کرایا ضائع ہو جائے۔ بارے شکر ہے کہ دعوت پہنچنے کی تشریح بھی صاحبزادہ مرزا نے خود ہی کر دی جس سے ہم گنہ گاروں کو بھی کچھ امید بہتری ہوگئی۔ صاحبزادہ صاحب لکھتے ہیں:

دعوت پہنچنے سے کیا مراد ہے؟ دو امر ضروری ہیں۔ وہ شخص جو خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہے وہ لوگوں کو اطلاع دیدے کہ میں خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں اور ان کو غلطیوں پر

متنبہ کر دے کہ فلاں فلاں اعتقاد میں تم خطا پر ہو یا فلاں فلاں حالت میں تم سست ہو۔
دوسرے یہ کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ اور نقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کر دے
(بدر ۲۷۔اپریل ۱۹۱۱ء)

مولانا فرماتے ہیں: الحمد للہ کہ اس تعریف سے ہماری ڈھارس بندھی ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ آسمانی نشانوں اور دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اپنا سچا ہونا ثابت کرے۔ ہمیں تو آج تک کوئی دلیل بھی بڑے حضرت کی سچائی کی نہیں ملی، اسلیئے ہم ہمیشہ عرض کرتے رہے کہ گذشتہ زمانے میں نہیں تو اب ہی سہی، مگر خلیفہ صاحب ہم سے ایسے کچھ کشیدہ ہیں کہ اہل حدیث مورخہ ۷۔اپریل ۱۹۱۱ء میں چند سوال ان کی ذات خاص سے کئے گئے تو ان کے جواب بھی نہیں دیئے۔ قادیان سے ایک فرعونی دماغ مرزائی نے لکھا کہ خلیفۃ المسیح تو آپ کے اخبار کو دیکھنا سننا بھی پسند نہیں کریں گے، میں آپکا جواب دونگا۔ آخر وہ بھی: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔ بہر حال اس بات کو خدائے علیم خوب جانتا ہے کہ ہمارے دل میں مرزا کی سچائی کسی دلیل سے نہیں آئی۔ ہاں ہم اتنا مانتے ہیں کہ جناب مرزا کی آخری عمر میں ایک دعا ضرور قبول ہوئی تھی جس کا ذکر انہوں نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں کیا تھا کہ خداوندا! اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ کے سامنے مجھ کو موت دے اور ان کو اور انکے دوستوں کو خوش کر۔ بس یہی ایک دعا ہے جو مرنے والے موصوف کی مستجاب ہوئی۔

بہر حال مسلمانوں اور مرزائیوں کا آخری فیصلہ شائع ہو گیا۔ آج سے بعد کوئی صاحب مرزائیوں سے مذہبی مصالحت کی توقع نہ رکھیں یہی معنی ہیں اس حدیث کے جس کے الفاظ یہ ہیں:
ما سا لمنا هم منذ حار بنا هم۔ جس کی تشریح اس شعر میں ہے

دشمنانِ کہن دوستانِ نو کردن   بدست دیو بود عقل را گرد کردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی۔ ۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

ایک قادیانی کے سوال کا جواب

جناب غلام مصطفیٰ سہسرامی، کٹک سے لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار بدر مورخہ ۱۶ مارچ یوم پنجشنبہ ۱۹۱۰ء کا پرچہ میری نظر سے گذرا جس میں ایک مرزائی نے ہم محمدیوں کو مخاطب کر کے بعنوان۔ منکرین مسیح محمدی سے ایک سوال، پر ایک عجیب

وغریب آیت کے معنی بیان کر کے تک بندی کی ہے۔ میں اس مرزائی کے سوال کا جواب تو بعد میں عرض کرونگا قبل اس کے یہ عرض کر دینا ضروری خیال کیا گیا کہ دنیا میں انسانی مذہب کا کوئی معیار صحیح اور میزان عدالت ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو وہ کون سا معیار ہے جس سے اس کے کھرے کھوٹے ہونے کا پتہ چل جائے جہاں تک غور کیا جاتا ہے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ مذاہب عالم کا صحیح معیار وہی ہے جسے خود خالق مذہب نے دنیا والوں کیلئے قائم کیا ہو اور جب تک ایک قلب سلیم والا انسان اس معیار کی تلاش میں سرگرم ہوتا ہے تو فطرتاً اس کے دل میں یہ بات جم جاتی ہے کہ جو مذہب خدائے ذوالجلال والاکرام کے پاک کلام سے مستنبط ہوا ہے وہی صحیح اور واجب العمل ہے یعنی قرآن و حدیث کی مطابقت پر عقل انسانی میں اس کی صحت مستحکم اور مضبوط ہو جاتی ہے ورنہ جو مذہب اس میزان خداوندی سے باہر ہو وہ مذہب نہیں ہے بلکہ وہ ایک قسم کا جنون اور مالیخولیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر کسی مذہب کی صحت کا معیار کلام الٰہی نہ ہوگا تو دو حال سے خالی نہیں۔ کیا تو دنیا کے کل مذاہب باطلہ کی صداقت تسلیم کرنی ہوگی یا ایک کو ہی حق و راست کہنا ہوگا اور جملہ مذاہب مختلفہ کو باطل۔ پہلی صورت خلاف مفروض ہے کیونکہ اگر مذاہب کا صدق تسلیم کیا جائے تو پھر یہ اختلاف و خلاف کی صورت ہی باقی نہ رہے اور اس صورت میں سچ کا وجود ایک ہی مذہب میں معین رہے گا لیکن مشاہدہ اس کے بر خلاف ہے یعنی دنیا میں متعدد مذاہب ہیں جو ایک دوسرے سے خلاف ہیں۔ رہی دوسری شق کہ اس جملہ مذاہب میں مختلفہ میں ایک ہی صحیح ہے اس کے لئے ماورائے عقل انسانی کے کوئی جدا معیار کی ضرورت ہے اور وہ معیار خداوندی کلام کے سوا اور اس خالق مذہب کے قائم کردہ میزان عدالت کے علاوہ دوسرا ہونے کے لائق نہیں ہے۔

دنیا میں ہر ایک موجد مذہب جدید کی یہ انتہائی کوشش رہی ہے کہ وہ اپنے عقاید وخیالات کی تصحیح کیلئے کلام الٰہی پیش کرے مگر اب یہاں دیکھنا چاہیے کہ اس کا یہ خیال کلام الٰہی سے مطابقت کرتا ہے یا نہیں۔ اور سچ پوچھئے تو یہی ایک بات ہے جو اس راہ میں نہایت دشوار ہے ورنہ آج کے دن بڑے بڑے علماء فضلاء اس سنگلاخ وادی میں ٹھوکریں نہ کھاتے۔ ہمارے مخبر صادق روحی فداہ نے اس کے جانچنے کیلئے نہایت عمدہ آلہ بتلایا ہے بشرطیکہ وہ آلہ زنگ آلود نہ ہو آپ ارشاد فرماتے ہیں الصدق طمانیۃ للقلوب یعنی جو باتیں سچی ہوتی ہیں اور جو مذہب سچا ہوتا اس کی سچائی کی یہ علامات ہیں کہ اس مذہب کے حالات سے قلوب میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔

مذکورہ بالا تمہید کی رو سے جب مرزائیوں کے عقاید پر نظر کیا جائے تو کلام الٰہی کی میزان

عدالت میں، بجوئے نارزد، والا معاملہ معلوم ہوتا ہے۔ ابتدا سے آج تک اس مذہب کے بانی کا خیال کلام الہی اور حدیث نبوی کے معیار پر کھرا نہ ہوا، ہاں یہ بات ضرور ہوئی کہ جب یہ لوگ اپنے خیالوں کی تائید میں قرآن وحدیث کو پیش کرتے ہیں تو کسی نہ کسی طرح سے جوڑ توڑ لگا کر اثبات مدعا کے درپئے ہوتے ہیں اگرچہ یہ ان کی انتہائی کوشش خاک میں ہی کیوں نہ مل جائے مگر یہ لوگ مرغی کی ایک ٹانگ لئے لئے پھرا کرتے ہیں اور اپنے منہ میاں مٹھو۔

صاحبو! کھرے اور کھوٹے کی کسوٹی انسانی قلب ہے اور قلب بھی وہ جو شائبہ اغراض نفسانیہ سے پاک وصاف ہو ورنہ ضرور ہے کہ ایسے قلوب میں بجائے صدق کے کذب و پلیدی کی جگہ قرار پائے گی اور ایسا شخص باطل کو حق پر محمول کر کے حق والوں سے دست وگریبان ہوتا رہے گا۔

قادیانی مذہب کچھ عجیب معجون مرکب ہے اور آج تک میری سمجھ میں نہیں آیا کہ مرزائی مذہب کا اصول کیا ہے؟ مرزا آنجہانی کے دعاوی کا جو سنگ بنیاد ہے وہ تو صرف مسئلہ وفات مسیح ہے اسی بنا پر انہوں نے اپنی زندگی میں اپنے کو مسیح موعود ومہدی وغیرہ قرار دیا اور جب اس سے بھی آگے بڑھے تو سب نبیوں سے افضل ہونے کے مدعی ہوئے۔ جب اس مقام سے بھی ترقی کر کے آپ نے آگے قدم رکھا تو خدا کے بیٹے بن بیٹھے کبھی کبھار رام کرشن مہا دیو بھی بنا کئے۔ خیر ہمیں اس سے کوئی مطلب نہیں دیکھنا یہ ہے کہ اس مسیح قادیانی کے بعد ان کے چیلوں نے کہاں تک قائم؟ رکھا ہے ناظرین ذرا صبر کریں ہم ایک مرزائی کا خیال مرزا کی نسبت اسی کے الفاظ میں دکھلاتے ہیں۔

بدر کا نامہ نگار اس سرخی کو (منکرین مسیح محمدی سے ایک سوال) قائم کر کے لکھتا ہے:

> ان شانئک ھو الابتر تیرا دشمن ہی ابتر ہے۔ امید کہ ہمارے مخاطبین قائل اس بات کے ہوں گے کہ قرآن مجید کی مرقومہ بالا آیت شریفہ میں خداوند کریم نے ایک بڑی زبردست پیش گوئی فرمائی ہے جو رسول مقبول ﷺ کے بعد ہر زمانہ ہوتی رہی اور آئندہ بھی پوری ہوتی رہے گی یعنی ہر صدی کے سر پر خداوند کریم اس امت مرحومہ میں تجدید دین کے لئے مجدد اور ملہم مبعوث فرماتا رہا جو مخاطبہ مکالمہ الہیہ سے مشرف ہو کر رسول اللہ ﷺ کے روحانی اولاد کا زندہ ثبوت رہا اس کی تائید حدیث رسول مقبول ان اللہ یبعث علی رأس کل مأۃ کے مضمون سے بھی ہوتی ہے

ناظرین! مرزائی عبارت کو غور سے ملاحظہ فرمائیں پہلے تو سورہ کوثر کی آیت لکھی گئی پھر اسی آیت کو مجدد وملہم مبعوث ہونے کی پیش گوئی بتلائی جاتی ہے اور یہ بھی ارشاد ہوتا ہے کہ وہ مجدد و

ملہم رسول اللہ ﷺ کا روحانی بیٹا ہوگا۔ واہ جی تمہارے کیا کہنے ان شانئک ھو الابتر کو دیکھئے اوراس سے مجدد وملہم کی بعثت کی پیش گوئی کہنا دیکھئے۔ کیوں نہ ہو یہ سب آپ ہی حضرات کا کمال ہے جس آیت سے جو مطلب چاہیں نکالیں اور دنیا کے سامنے بیان کریں کیونکہ معارف قرآنیہ کا علم تو مرزائی حلقہ میں ہی ... ہو چکا ہے۔اس کے بعد مرزائی صاحب گلفشانی فرماتے ہیں کہ:

اب سوال یہ ہے کہ قرآن وحدیث شریف کی متذکرہ بالا پیش گوئی آیا گذشتہ صدیوں ہی کے لئے تھی یا موجودہ اورآئندہ صدیوں کے لئے بھی۔ یہ ایک سوال ہوا۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ اگر ہمیشہ کے لئے ہے تو آپ چودھویں صدی کے مجدد ورسول اللہ ﷺ کے روحانی بیٹے حضرت مسیح موعود ومہدی مسعود کی بیعت میں داخل ہوکر سعادت دارین کیوں نہیں حاصل کرتے (تیسرا سوال مرزا صاحب کا یہ ہے کہ) اگر آپ لوگ اس صادق امام زمان کو قبول نہیں کرتے تو برائے مہربانی دنیا کے کسی حصہ میں امت محمدیہ ﷺ میں سے کسی ایسے شخص کے وجود کو پیش کریں جو رسول مقبول ﷺ کا اصلی معنوں میں روحانی بیٹا کہلانے کا مستحق ہوا اوراس نے مخاطبہ مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہوکر تجدید دین کا بیڑا اٹھا ہو..الخ

ناظرین ! قادیانی صاحب کی تحریر ملاحظہ فرمائیں۔ سرخی تو ایک سوال کرکے قائم ہوا اور جب سوال کئے جائیں تو ایک کی خبر اور نہ تین کی۔ شائد تین سوالوں پر ایک ہی سوال کا اطلاق مرزائیوں کے یہاں درست ہوگا کیونکہ تثلیثی مادہ تو یہاں بھی پایا جاتا ہے مگر ہمیں اس سے بحث نہیں ہم تو ایک ہی جواب عرض کریں گے۔

مرزائی تحریر کا ماحصل صرف اسی قدر ہے کہ مجدد قادیانی جو پیغمبر کا بیٹا ہے اس پر دنیا ایمان کیوں نہیں لاتی ہے؟ جواباً عرض ہے نوح علیہ السلام بھی تو آخر پیغمبر جلیل القدر تھے اوران کا بیٹا بھی تھا جو انه عمل غير صالح کی جھڑکی کھاکر خاندان نبوت سے نکالا گیا اوراس کے ساتھیوں کا بھی وہی حال ہوا جو اس ناخلف اولاد کا ہوا ہم لوگ اس کشتی کے سواروں میں سے ہیں جن کی نسبت ہمارے سردار وآقا نے ارشاد فرمایا ہے مثل اصحابی کسفینة نوح من رکبها نجی و من تخلف عنها غرق۔ اس لئے ہمیں ضرورت نہیں کہ ہم ایسی مستحکم کشتی کو چھوڑ کر پسر نوح کا ساتھ دیں اورآخر کار ہلاکت وتباہی میں گرفتار ہوں۔ والسلام علی من اتبع الہدیٰ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۱۱ء۔ص ۷۔۸)

مینڈکی کو زکام

قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی اور ان کے مریدوں نے جب شروع شروع میں سر اٹھایا تو بوجہ ان کی شوخیوں اور بد اعتقادیوں کے پہلی سزا ان کو یہ ملی کہ علماء اسلام نے ان پر کفر کا فتوی لگایا۔ اس سے بھی جب ان کو عبرت نہ ہوئی تو خدا نے ان کو دوسری طرح پکڑا کہ مرزا کی کوئی ایک بات بھی جو اس نے بطور تحدی (مقابلہ) کے کہی پوری نہ ہوئی جس سے تمام دنیا کی نگاہ میں ان کی ذلت ہوئی۔ اس کے بعد آخری ذلت ان کی یہ ہوئی کہ مرزا صاحب نے خدائی اجازت سے اعلان کیا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا سمجھاؤں۔ اس فیصلہ نے تو قادیانی مشن کا جو ستیاناس کیا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان تمام ذلتوں کے بدلہ میں مرزائیوں کو کیا اچھی شرارت سوجھی جس کا ذکر بدر میں ملتا ہے کہ ہم (مرزائیوں) میں بھی علماء کرام ہیں ہم کیوں نہ اپنے مخالفوں پر ایک فتوی کفر مرتب کریں جس سے بدلہ پورا اترے۔ واہ کیا کہنے ہیں۔ شائد اسی لئے نورالدین نے فتوی دیا ہے کہ جو لوگ مرزا کے منکر ہیں وہ کافر ہیں لیکن ان کا یہ کہنا قبل از وقت ہے جب تک حکیم صاحب ہمارے سوالات مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کے جوابات تسلی بخش نہ دیں ایسا کہنے کا ان کو حق حاصل نہیں۔ مگر افسوس ہے کہ قادیانی پرچے یوں تو بہت شور و شغب کرتے ہیں لیکن اصل بات کا جواب دینے سے عاجز ہیں۔ کیوں نہ ہو جب کہ ان کے ...اکبر میں یہ طاقت نہ تھی کہ اہل حدیث کے حملوں کو روک سکے چنانچہ انہی حملوں سے تنگ آ کر اس مرنے والے نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو رو رو کر آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا تھا جسکا نتیجہ وہی ہوا جو قرآن مجید میں پہلے سے بتلایا گیا ہے لا یحیق المکر السیی الا باھلہ جس کا مطلب ہے چاہ کندہ را چاہ درپیش (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۱۱ء ص ۱)

حقانی بیان

مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ جناب مولانا ثناء اللہؒ کے نام ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مولانا! السلام علیکم۔ مطبوعہ کاغذ پہنچا۔ اس کی پشت پر یہ بھی لکھنا چاہیے تھا: الحمد

للہ الذی انجز وعدہ

اس تحریر کے بعد مرزا قادیانی مجھ ثناء اللہ اور میری جماعت کے سامنے بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء انسانی صدمہ سے نہیں بلکہ اسی ہیضہ کی بلا سے جس کا مرزا صاحب نے بڑے عجز والحاح کے ساتھ سوال کیا تھا لاہور میں ایسے وقت ہلاک ہوئے کہ صبح کو مناظرہ میں مسلمانوں سے مقابلہ میں آنے کا وعدہ تھا۔ پھر جس طرح ہلاک ہوئے اور ان کے جنازہ کے ساتھ جو کچھ خلق خدا نے سلوک کیا اگر پولیس کی مدد نہ ہوتی تو جانے کیا ہوتا۔ خلق خدا نے بچشم عبرت دیکھا اور میں ثناء اللہ اور میرے احباب نے بھی اپنے سامنے ہلاک ہونے والے کا عبرت سے نظارہ کیا۔ کیا اس کے برعکس ثابت ہوتا تو یہ بات مرزا صاحب کے اعلیٰ معجزات میں شمار نہ ہوتی؟ اور مرزائی اس کو نشان قدرت نہ سمجھتے؟ اور کہتے پھرتے کہ خدا نے جھوٹے مفتری کو ہلاک کر کے دنیا کو راحت بخشی۔ اگر مرزا صاحب کی دعا خدا نے مستجاب کی تو اس کہنے میں کیا مبالغہ ہے کہ مرزا کی موت سے جس کو مرزا نے مانگا تھا خدا نے گمراہی کے پیڑ کو گرا دیا۔

سنو! قرآن مجید میں خدا نے فرمایا ہے الیوم اکملت لکم دینکم کہ آج ہم نے اے مسلمانوں تمہارا دین کامل کر دیا۔ دین کے دو جزء ہیں اول عقاید جن کو نظریات کہتے ہیں جن کو علماء نے علم کلام میں بیان کیا ہے۔ دوسرا جزء عملی جس کو علماء نے فقہ و حدیث میں بیان فرمایا ہے کتاب الوضو سے لے کر معاملات تک۔ اب فرمایئے اس نئے ملہم نے ان دونوں جزءوں کسی میں کوئی ترمیم کی؟ اور اگر نہیں تو پھر اس نئے ملہم کے ماننے کی ضرورت کیا؟ اور یہی سبب ہے کہ حضرت رسول کریم ﷺ پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا خاتم النبیین ارشاد الٰہی ہے۔

اب اگر ان احادیث کو بھی صحیح مان لیا جائے کہ جن میں مسیح و مہدی کے آنے کی خبر ہے تو ان سے مرزا صاحب کو وہی علاقہ ہے جو ہر ایک خادم دین کو۔ ہر شخص کھینچ تان کر اپنے آپ پر چسپاں کر سکتا ہے اور عرصہ سے یہ سلسلہ جاری ہے۔ ملک مغرب میں بہت سے لوگوں نے یہ دعویٰ کیا اور مدتوں ان کے اتباع میں سلطنت بھی رہی۔ اب بھی مصر کے نواح میں اس کے مدعی پائے جاتے ہیں۔ ہندوستان میں سید محمد جون پوری نے دعویٰ کیا، اب تک ان کی جماعت موجود ہے۔ ایران میں قوم مرزا محمد علی اور باب اللہ اب تک اس کے مدعی ہیں اور دیکھئے آئندہ کتنے مدعی کھڑے ہوتے ہیں۔ اول یہ سب باہم حق و باطل کا فیصلہ کر لیں پھر ہم سے مخاطب ہوں۔ مرزا صاحب نے جس قدر ان دعووں میں جلد جلد پلٹیاں کھائیں کبھی مہدی کبھی مسیح کبھی نبی کبھی کرشن اپنے آپ کو ظاہر کیا، یہ

کہنا کہ سب کا ایک مصداق ہے تو مرزا صاحب کو اس عنوان پلٹنے کی کیا ضرورت پیش آئی تھی اور لطف یہ ہے کہ کبھی موت مسیح پر بحث ہوتی ہے کہ وہ کشمیر میں آکر مرے اور شاہی امراء میں سے مسیح اللہ خان کی قبر کو حضرت مسیح کی قبر بتایا جاتا ہے اور ایک منار بھی آسمان سے اترنے کے لئے جناب نے تعمیر کیا تھا، مگر وہ ناتمام رہ گیا اور اس پر سے اترنے کی بجائے لاہور میں ہیضہ کی سیڑھی سے اوپر چلائے گئے یا کہیں نیچے اتر گئے ۔ مگر اس بحث سے مرزا صاحب کو کیا علاقہ ؟ سکندر مرا اور فلاں بیماری سے مرا، پس وہ سکندر جس کی دھوم تھی میں ہی شکستہ حال ہوں ۔ بہت خوب ۔ ابو محمد عبد الحق از دہلی ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۱۱ء ص ۹)

تزک مسیح

اس عنوان سے الحکم قادیان نے ۲۶ مئی (روز وفات مرزا) کی یادگار میں ایک بہت لمبا مضمون شائع کیا ہے جس میں مرزا صاحب آنجہانی کی زندگی کے حالات مبارکہ ابتدائی زمانہ سے لے کر اخیر تک مختصر مختصر لکھے ہیں، مگر تعجب ہے کہ ان لوگوں کو وقائع نگاری کے نازک فرض کا احساس بھی نہیں ۔ یا یوں کہنا چاہیے کہ جانتے ہی نہیں کہ کسی ہیرو (ممدوح) آدمی کی زندگی پر کس طرح نظر ڈالی جاتی ہے ایسے اہم کام میں ضروری فرض یہ ہے کہ ہیرو کا کوئی تاریخی واقعہ نہ چھوٹے خصوصاً جس واقعہ پر اپنے بیگانے کو نظر ہو ۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ واقع مورخ یا وقائع نگار کی طبیعت کے خلاف ہو یا اسکے درج کرنے سے کسی ذمہ داری کا اس کو احساس ہوتا ہو تو اس کو سوچنا چاہیے کہ میرے چھپانے سے اصل واقع تو نہ چھپ سکے گا ۔

مرزا آنجہانی کے متعلق تاریخی واقعہ جو ان کے سوانح نگاروں کو سب سے مقدم رکھنا چاہیے وہ واقعہ ہے جو انکی تمام زندگی کا لب لباب ہے جسکا نام انہوں نے خود آخری فیصلہ رکھا تھا

مرزائیو! جانتے ہو وہ وہی واقعہ ہے جس کے تصور سے تمہارے جسموں پر رعشہ پڑ جاتا ہے۔ جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے اگر وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ آخر کیا ہوا؟ آہ اس کا ذکر مرزائیوں کے لئے سخت دلخراش ہے۔

اسی طرح مرزائی جماعت کے ہادی اور راہ نما بلکہ بہی خواہ ڈاکٹر عبد الحکیم خان کا واقعہ بھی نہیں لکھا، جو ان کی بابت بڑے حضرت نے پیش گوئی کی تھی کہ تین سال کے اندر میری (مرزا)

زندگی میں مرجائے گا۔

اسی طرح آسمانی نکاح کا واقعہ بھی قابل ذکر تھا جو یوں ہی چھوڑ دیا۔

اخبار بدر قادیان میں ایک مضمون نکلا تو اس میں بھی ماہ مئی کے واقعات لکھے ہیں کہ فلاں تاریخ حضرت (مرزا) صاحب بیمار ہوئے، فلاں تاریخ انتقال ہوا۔ اگر مئی سے پہلے اپریل کو چھوڑ گئے۔ یہ نہ کیا کہ اپریل کے واقعات بھی لکھتے کہ ۱۵۔ اپریل کو مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ کا اشتہار دیا تھا۔

ہماری غرض اس نوٹ لکھنے سے اور کچھ نہیں، صرف مرزا صاحب کے سوانح نویسوں کو تنبیہ کرنا مقصود ہے کہ مرزا صاحب کے سوانح لکھتے ہوئے بڑے بڑے اہم واقعات نہ بھولا کریں کیونکہ ان کے نہ لکھنے سے اصل واقع نہ چھپ سکے گا۔

خون ناحق بھی چھپانے سے کہیں چھپتا ہے کیوں وہ بیٹھے ہیں میری نعش پہ دامن ڈالے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۲۳ جون ۱۹۱۱ء ص ۴)

بدر جواب سنے

اخبار بدر قادیان میں ایک دفعہ ذیل کا مضمون شائع ہوا:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے جواب نہیں دیا

ذیل کا خط ایک خریدار اہلحدیث نے مولوی ثناء اللہ کو بھیجا تھا۔

بخدمت جناب مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث دام عنایتکم السلام علیکم۔

سوالات مندرجہ ذیل کے جواب اگر آپ مرحمت فرمائیں گے تو بعید از عنایت نہ ہوگا..

۱۔ اہل حدیث مورخہ ۱۹ حال صفحہ ۱۳ پر قادیانی موت کی سرخی سے جو مضمون شائع ہے اس کی نسبت آپ یہ بتا سکتے ہیں حضرت اقدس یعنی جناب مرزا صاحب نے کون سی کتاب میں ایسا تحریر کیا ہے ہمارا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرے گا جیسا کہ آپ ہمیشہ شائع فرماتے رہتے ہیں اور پرچہ حال میں بھی یہ ہی فقرے درج ہیں۔

۲۔ جناب مرزا صاحب کی دعا جو آپ کے متعلق تھی وہ کس طرح آپ کے حق میں مفید ہے جب کہ آپ نے آج تک آیت صداقت صادقوں کی روشنی ثنائی چکر اور دیگر اخبارات بدر وغیرہ کی معقول پیرایہ میں تردید نہیں کی میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ بار بار محض دفع الوقتی کرنے کی

غرض سے یا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی وجہ سے آپ ہمیہ اس دعا کا ذکر کریں جب کہ پبلک پر اصل معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے امید ہے کہ آئندہ خیال رکھیں گے۔

۳۔ایسا ہی آتھم والی پیش گوئی سے کوئی ہفتہ شاید ہی خالی جاتا ہو جو آپ سکوت کرتے ہوں پندرہ سولہ برس سے برابر یہ ہی شور اور واویلا مچا رہے ہیں کہ آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔کیوں جناب آپ اصل پیش گوئی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی آتھم ۱۵ ماہ تک مر جائے گا اگر آپ یہ فرماویں کہ جناب مرزا صاحب نے ایسا ہی فرمایا بھی ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قبل از وقت جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی تھی کیا انبیاء سے ایسی غلطیاں نہیں ہوئیں اور اجتہادی غلطیوں میں خدا تعالیٰ کا کوئی راز مخفی ہوتا ورنہ کبھی غلطی نہ ہو۔

۴۔احمدی رسالہ میں جو آپ صاحبان کا کچا چٹھا درج ہے کیا وہ صحیح ہے۔

بخدا ہمیں تو ان رسالوں کو پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے ہم کبھی آپ کی شان میں ایسے لفظ دیکھنے پسند نہ کرتے اگر جناب کی سابقہ تحریر مرقع قادیانی وغیرہ نظر سے نہ گذری ہوں۔خیر کردنی خویش آمدنی پیش۔اب بجز صبر اور کچھ نہیں ہوسکتا۔

آپ کا خیر اندیش خریدار اہل حدیث۔از کوہ منصوری (بدر ۲۲ جون ۱۹۱۱ء ص ۱۰)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً فرماتے ہیں:

اخبار بدر قادیانی نے چند سوالات لکھے ہیں جن کے جوابات خاص اہل حدیث سے مانگے ہیں اس لئے نمبروار جواب دیئے جاتے ہیں۔

۱۔اہل حدیث ...(جون ۱۹۱۱ء) (۱۹ مئی ۱۹۱۱ء) صفحہ ۱۳ پر ،قادیانی موت، کی سرخی سے جو مضمون شائع ہے اس کی نسبت آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ حضرت اقدس یعنی مرزا صاحب نے کون سی کتاب میں ایسا تحریر فرمایا ہے ہمارا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرے گا جیسا کہ آپ ہمیشہ شائع فرماتے رہتے ہیں۔اور پرچہ حال میں بھی یہی فقرے درج ہیں۔بدر ۲۲ جون ۱۹۱۱ء

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: تعجب ہے اس سوال کا جواب کئی ایک دفعہ دیا گیا مگر قادیانی جماعت میں ہنوز روز اول ہے۔اچھا سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے ہم ٹیکا کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی رحمت کا

نشان دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقوی سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں۔(کشتی نوح۔ ص ا۔۲)

اس میں چار دیواری والوں کی حفاظت کا وعدہ ہے مگر چار دیواری کے معنی دوسری جگہ مرزا صاحب یہ لکھتے ہیں:

جو شخص میری تعلیم پر پورا پورا عمل کرتا ہے وہ اس میرے گھر میں داخل ہو جاتا ہے جس کی نسبت خدا تعالی کی کلام میں یہ وعدہ ہے انی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤنگا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودو باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (کشتی نوح۔ص۱۰)

مرزائیو! ان دونوں قولوں کو ملا کر بتلاؤ کہ مرزا صاحب کا مطلب صاف ہے یا نہیں کہ مرزا کا مرید کوئی بھی طاعون سے نہیں مریگا۔ تو پھر کیا کوئی مرزائی نہیں مرا؟ خبر نہ ہو تو دفتر بدر سے پوچھو کہ اخبار کا پہلا مالک اور اڈیٹر کس بیماری سے اور کس جگہ مرا؟ قاضی میر حسن کا لڑکا قادیان میں کس بیماری سے مرا؟ منصوری کا سہارن پوری لڑکا کس بیماری سے مرا تھا؟ اچھا آگے چلتے ہیں۔

۲۔ مرزا صاحب کی وہ دعا جو آپ کے متعلق تھی وہ کس طرح آپ کے حق میں مفید ہے جب کہ آپ نے آج تک آیۃ صداقت، عداوتوں کی روشنی، ثنائی چکر اور دیگر اخبارات بدر وغیرہ کی معقول پیرایہ میں تردید نہیں کی۔ میرے خیال میں آپ کو کوئی حق نہیں ہے کہ بار بار محض دفع الوقتی کرنے کی غرض سے یا عوام کو مغالطہ میں ڈالنے کی وجہ سے آپ ہمیشہ اس دعا کا ذکر کریں جب کہ پبلک پر اصل معاملہ روز روشن کی طرح واضح ہو چکا ہے۔ امید ہے آئندہ خیال رکھینگے (بدر ۲۲ جون)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: سائل نے جتنے رسالوں کا ذکر کیا ہے ان سب کے جوابات

کافی دیئے گئے ہیں۔ سب سے جامع رسالہ ادعاء مرزا ہے جومنگیری دوستوں نے مفصل لکھا ہے (شیخ فرید الحسن محلّہ مہولی شہر منگیر سے مل سکتا ہے۔ ثناء اللہ)۔ مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعا فیصلہ کی تھی کہ خداوندا اگر میں تیری نگاہ میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ صاحب سے پہلے مجھے موت دے۔ چنانچہ خدا نے انکی دعا قبول فرمائی۔ الحمد للہ۔ اس میں میری نامنظوری کو کوئی دخل نہیں۔ آگے چلئے

۳۔ ایسا ہی آتھم والی پیش گوئی سے کوئی ہفتہ شاید ہی خالی جاتا ہو، جو آپ سکوت کرتے ہوں۔ پندرہ سولہ برس سے یہ شور اور واویلا مچا رہے ہیں کہ آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔ کیوں جناب آپ اصل پیش گوئی سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ واقعی آتھم پندرہ ماہ تک مر جاویگا۔ اگر آپ یہ فرماویں کہ مرزا صاحب نے ایسا ہی فرمایا بھی ہو، تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے قبل از وقت جو کچھ فرمایا تھا وہ ایک اجتہادی غلطی تھی۔ کیا انبیاء سے ایسی غلطیاں نہیں ہوئیں اور اجتہادی غلطیوں میں خدا تعالی کا کوئی راز مخفی ہوتا ہے ورنہ کبھی غلطی نہ ہو (بدر مذکور)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: غنیمت ہے آپ اتنا تو مانتے ہیں کہ مرزا صاحب نے پندرہ ماہ میں موت کا ذکر کیا ہے گو غلط کیا ہے، مگر یہ کہنا آپ کا اپنا خیال ہے۔ مرزا صاحب تو لکھتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا نہ کسی کا حق ہے جو اسکے مخالف کہے (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۷)

بتلایئے آپ کون ہیں کہ مرزا صاحب کے سمجھے ہوئے معانی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اصل الہامی الفاظ بھی سن لیجئے: پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔

میں اس پیش گوئی کی نسبت دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ تمام مرزائی مل کر بھی مجھ سے بحث کریں تو انشاء اللہ بقول: چوں بشوئی پلید تر گردد۔ جتنا بولیں گے الٹے گریں گے۔ میں جو مرزا کی مخالفت میں یہاں تک ترقی پر ہوں کہ مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں مجھ کو سب مخالفوں سے بڑا مخالف لکھا ہے میری اس مخالفت کا بڑا سبب یہی پیش گوئی ہے۔ مرزائیو! حوصلہ ہے تو خاص اسی پیش گوئی پر قلم اٹھا کر ہمارے مقابلہ پر آؤ۔

او بدر! تو واقعی بدر ہے تو باہر نکل کر ذرہ روشنی دکھلا۔ ہمارے سارے مضمون کو نقل کرنے کا وعدہ کر۔ ہم تیرے مضمون کو نقل کر کے ناظرین اہل حدیث تک پہنچا دیں گے۔ کیا مرزائی ہمت کریں گے؟ آگے چلو:

۴۔ احمدی رسالہ میں جو آپ صاحبان کا کچا چٹھا درج ہے کیا وہ صحیح ہے۔ بخدا ہمیں تو ان رسالوں کو

پڑھ کر سخت افسوس اور رنج ہوتا ہے۔ ہم کبھی آپ کی شان میں ایسے الفاظ دیکھنے پسند نہ کرتے۔ اگر جناب کی سابقہ تحریر مرقع قادیانی وغیرہ نظر سے نہ گذری ہوں۔ خیر کردنی خویش آمدنی پیش۔ اب بجز صبر اور کچھ نہیں ہوسکتا۔ (بدر مذکور)

مولانا فرماتے ہیں: احمدی رسالہ میں جو ہمارا کچا چٹھا تم کہتے ہو اس سے برا نہیں جو رسالہ عصائے موسیٰ کے قابل اور الہامی مصنف نے مرزا صاحب آنجہانی کا لکھا تھا۔ مرزائیوں کو شرم ہوتی تو پہلے اس کا جواب لکھتے۔ ہمارا کچا چٹھا وہ کیا لکھے گا اس کے اڈیٹر سے اتنا تو پوچھ دو کہ اس کی ولادت کہاں کی ہے۔ اور داروغہ جیل میر عصمت اللہ اس کے کیا لگتے ہیں۔ بس اسی ایک ہی جواب سے تم کو اس کے کچے چٹھے کا علم ہو جائے گا۔

او نادانو! کیا بدزبانیوں سے کسی مذہب کی حقانیت کھل سکتی ہے؟ کیا گالیاں دینے میں پورب کی بھٹیارنوں سے تم بڑھ جاؤ گے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں اپنے پیرو مرشد مرزا کی سنت پر ضرور عمل پیرا ہوسکو گے مختصر یہ کہ:

عیسی نتواں گشت بتصدیق خرے چند　　　بنما بصاحب نظرے جوہر خود را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

آئینہ نوری

مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ مرزائے قادیان کی قرآن دانی کی قلعی ہم اپنے رسالہ آئینہ قادیانی میں کھول چکے ہیں اب اس تحریر میں آپ کے خلیفہ حکیم نورالدین صاحب کی قرآن دانی کا حال منکشف کرتے ہیں اور اہل علم و تحقیق سے انصاف چاہتے ہیں کہ کیا اس قسم کی بہکی باتیں اور بے سر تکیں ہانکنے والا شخص بھی سلطان المفسرین (جیسا کہ ان کو قرآن مترجم کے ٹائٹل پیج پر لکھا گیا ہے) اور حکیم الامت (جیسا کہ قادیانی ان کو لقب دیتے ہیں) ہوسکتا ہے؟

ہے شان تیری کبریائی کی　　　بت کریں آرزو خدائی کی

حکیم صاحب سورۃ فاتحہ میں مالک یوم الدین پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یوم کے معنی وقت، دین کے معنی جزاء اور سزا، دنیا میں بھی جزا و سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر پھر جنت اور نار میں، اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے

ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یوم الدین کو عام رکھا ہے اور خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ روایۃً و درایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کی رو سے غلط ہے۔ ہم اس موقع پر مفسرین کے اقوال پیش نہیں کرتے تاکہ حکیم صاحب ان کو اقوال الرجال کہہ کر ٹال نہ دیں، بلکہ خاص قرآن حکیم ہی سے پوچھتے ہیں کہ وہ خود یوم الدین کسی خاص دن کو کہتا ہے یا عام رکھتا ہے۔ سنئے منکرین قیامت کے استبعادی سوال کا ذکر اور اس کا جواب۔

یسئلون ایّان یوم الدّین۔ یوم ھم علی النار یفتنون۔ ذوقوا فتنتکم ھذا الذی کنتم تستعجلون ۔(ذاریات:۱۴) پوچھتے ہیں کہ یوم الدین کب ہوگا؟ (ان سے کہو) جس دن تم آگ پر سینکے جاؤ گے (اور کہا جائے گا) اپنی اس سینک کے مزے چکھو۔ یہ تو وہی ہے جس کے لئے تم جلدی مچاتے تھے۔

اسی طرح دوسرے موقع پر بتاکید و تکرار کھول کر بتایا اور ٹھیک طرح سمجھایا

و ما ادراك ما یوم الدین۔ ثم ما ادراك ما یوم الدین۔ یوم لا تملک نفس لنفسٍ شیئاً و الامر یومئذٍ للّٰه (انفطار:۱۷۔۱۹) اور تم کیا سمجھے کہ یوم الدین کیا ہے؟ پھر (سنو) تم کیا سمجھے کہ یوم الدین کیا ہے؟ (یہ وہ دن ہوگا) جب کوئی نفس کسی نفس کو کچھ بھی نفع نہ دے سکے گا اور حکومت خاص اللہ ہی کی ہوگی۔

اسی طرح منکرین قیامت کے استبعاد کے جواب میں فرمایا:

فانّما ھی زجرۃ وّاحدۃ فاذا ھم ینظرون۔ و قالوا یا ویلنا ھذا یوم الدین۔ ھذا یوم الفصل الذی کنتم بہ تکذّبون (صافات:۱۹۔۲۱) وہ تو بس ایک للکار ہے کہ ادھر ہوئی اور ادھر وہ سب (زندہ ہوکر) لگے دیکھنے۔ اور بول اٹھیں گے ہائے ہماری کم بختی یہ تو وہی یوم الدین ہے (کہا جائیگا) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم جھٹلاتے تھے۔

اسی طرح سورہ واقعہ میں جو خاص احوال قیامت کی شرح ہے بعض عذاب دوزخ کا ذکر کر کے فرمایا:

ھذا نزلھم یوم الدین (واقعہ۔) یعنی یہ (عذاب) جزاء کے روز ان کی مہمانی ہوگا

ان آیات کے علاوہ اور بھی کئی آیتیں ہیں جن میں یوم الدین مذکور ہے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی دعا سورہ شعراء میں۔ ان تصریحات سے صاف معلوم ہوگیا کہ قرآن کریم نے یوم الدین خاص یوم القیامۃ کو کہا ہے، نہ کہ عام رکھا ہے، جیسا کہ حکیم صاحب نے سمجھ لیا ہے۔

اب ہم دوسرے طریق پر ثابت کرتے ہیں اوراس میں بھی قرآن ہی سے آیات پیش کر یں گے ۔ دین کے معنی حساب کے ہیں (صحیح بخاری تفسیر سورۃ فاتحہ) اس لئے قرآن نے یوم الدین کو دوسرے مقام پر یوم الحساب کہا ہے۔

چنانچہ سورۃ ص میں متقیوں کی جزاء جنت وغیرہ کا ذکر کر کے فرمایا:

هذا ما توعدون ليوم الحسا ب

یعنی یہ وہ نعمتیں ہیں جن کا تم سے روز حساب (قیامت) کے لئے وعدہ کیا جا تا ہے

اور سورہ مومن میں فرمایا : و قال موسى انّي عذ ت بربّي و ربّكم من كلّ متكبّر لا يومن بيوم الحسا ب (مومن)۔اور موسی نے کہا میں تو اپنے پروردگار اور تمہارے پروردگار (یعنی خدائے واحد) کی پناہ لے چکا ہوں ہر ایک مغرور (کی شر) سے جو روز حساب (قیامت) کونہیں مانتا۔

اب ہم قرآن مجید میں سے قیامت کے دن کے حساب کی صورت ذکر کر کے بتلاتے ہیں کہ یوم الفصل اور یوم الدین اور یوم الحساب اور یوم القیامۃ ایک ہی اس بڑے دن کا نام ہے۔

و نضع الموا زين ا لقسط ليوم القيا مة فلا تظلم نفس شيئاً و ان كان مثقال حبّةٍ مّن خردلٍ ا تينا بها و كفى بنا حا سبين (انبیاء:۴۷)

اور لگا دیں گے ہم انصاف کے ترازو قیامت کے دن میں تو کسی شخص پر بھی کچھ بھی ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر (کوئی عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو بھی لا موجود کریں گے اور حساب لینے کو ہم (اکیلے) بس ہیں

یوم الحساب کے متعلق اور بھی کئی آیات ہیں مثلاً سورۃ ص میں فرمایا:

و ما ينظر هؤلاء الّا صيحةً وّاحدةً مالها من فواق ۔ و قالوا ربّنا عجّل لنا قطّنا قبل يوم الحسا ب (ص:۱۵۔۱۶) انہیں صرف ایک چیخ کا انتظار ہے جس میں کوئی توقف (اور ڈھیل) نہیں ہے۔ اور انہوں نے کہا کہ اے ہمارے رب ! ہماری سرنوشت تو ہمیں روز حساب سے پہلے ہی دے دے۔

اس کے بعد علم نحو کے قاعدے سے ثابت کرتے ہیں کہ یوم الدین ایک خاص دن ہے عام نہیں ہے۔

ا۔ یو م مضاف ہے الدین کی طرف اور مضاف معرفہ ہوتا ہے (الفیہ صفحہ۱۲) نیز یہ اضافت محضہ

ہے اور بوجہ معرفہ ہونے کے جزء اول یعنی مضاف معرفہ ہوگیا (ابن عقیل ،صفحہ ۹۰) اور خاص کر یہ کہ یہ اضافت بمعنی لام ہے چنانچہ الفیہ صفحہ ۹۰ میں ہے:

والثانی اجرروانو من او فی اذا لم یصلح الا ذاك واللام خذا

اورابن عقیل میں اس کی شرح میں کہا ہے۔ وضابطة ذلک انه لم یصلح الا تقدیر من او فی فالاضافة بمعنی ما تعین تقدیره والا فالاضافة بمعنی اللام ۔پس یوم الدین کے معنی ہوں گے یوم عین للدین چنانچہ فرمایا ان یوم الفصل میقاتهم اجمعین (دخان) یعنی فیصلہ کا دن سب کے لئے وقت مقرر ہے۔

پس معلوم ہوا کہ یوم الدین ایک خاص معین دن ہے اور وہی ہے جس کی تفصیل گذر چکی

۲۔اگر یوم الدین سے کوئی خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کی بنا پر عام ہوتا تو الدین کے ساتھ یوم کے ذکر کی ضرورت ہی نہ تھی پس عبارت مالک الدین ہوتی نہ کہ مالک یوم الدین ۔ فافہم

۳۔اگر خاص دن مراد نہ ہوتا بلکہ جزا سزا کے لحاظ سے عام ہوتا تو یوم کا لفظ واحد نہ آتا بلکہ ایام الدین بلفظ جمع وارد ہوتا کیونکہ حکیم صاحب کے نزدیک جزا وسزا کے ایام واوقات متعدد مختلف ہیں اسی لئے خود حکیم صاحب اپنی عبارت میں الفاظ جمع استعمال کئے ہیں: ان سب مقاموں اور وقتوں کا مالک اللہ ہی ہے۔

اس تفصیل سے روز روشن کی طرح واضح ہوگیا کہ حکیم صاحب نے یوم الدین کو عام رکھنے میں تصریحات قرآن اور قواعد علوم آلیہ کا خلاف کیا ہے۔کیا حکیم صاحب ہماری تحریر کا جواب دیں گے ، یا اسے تسلیم کریں گے؟

(اہل حدیث ۱۴۔۲۱ جولائی ۱۹۱۱ء مطابق ۱۷۔۲۴ رجب ۱۳۲۹ھ ص ۱۹۔۲۰)

❁ مولانا میر کا مضمون ابھی چل رہا ہے تاہم آگے بڑھنے سے قبل درج بالا حصہ مضمون پر ہونے والی قادیانی تنقید ملاحظہ فرمالیجئے۔ قادیانی اخبار الحکم میں لکھا ہے:

ابراہیم سیالکوٹی اور آئینہ نوری۔ نمبر اول:

ابراہیم سیالکوٹی جو کئی مرتبہ سلسلہ عالیہ احمدیہ پر علمی اعتراض کر کے ذلیل ہو چکا ہے اب پھر حضرت خلیفۃ المسیح کی قرآن دانی پر اعتراض کرنے کیلئے اخبار اہل حدیث میں ظاہر ہوا ہے.. سیالکوٹی نے آئینہ نوری لکھا ہے اس میں دراصل اس نے اپنی شکل وشباہت کو معائنہ کیا ہے

کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کے ماموروں اور خلفاء میں کوئی عیب دیکھتا ہے وہ اس کی اپنی ہی حالت کا نقشہ ہوتا ہے ..سیالکوٹی کے اعتراضات کو ہم اس سے زیادہ وقعت نہیں دیتے جو آریہ اور یہودی اور مسیحی دہریہ قرآن پر کر رہے ہیں۔ جب خدا تعالی کی مجید اور کامل کتاب ظالموں کے اعتراض سے نہیں بچی تو اس کے ترجمہ پر اعتراض کرنا اور بھی آسان ہے مگر میں محض اس خیال سے کہ قرآن مجید کی شوکت اور عظمت کا اظہار ہو ضروری سمجھتا ہوں کی سیالکوٹی کی لغویات کی حقیقت کو کھولا جائے۔

مالک یوم الدین پر سیالکوٹی اعتراضات:

سیالکوٹی نے سب سے اول مالک یوم الدین کے معنوں پر جو حضرت خلیفۃ المسیح نے کئے ہیں اعتراض کیا ہے۔اس لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اول خلیفۃ المسیح کا ترجمہ اور اس پر جو اعتراض سیالکوٹی کرتا ہے اسے لکھ دیا جائے اور بعد میں جواب ہو۔

خلیفۃ المسیح: یوم کے معنی وقت۔ دین کے معنی جزا اور سزا دنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر پھر جنت اور نار میں اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

سیالکوٹی: ظاہر ہے کہ حکیم صاحب نے اس آیت میں یوم الدین کے ..رکھا ہے خاص روز قیامت مراد نہیں لیا اور یہ درایۃً وروایۃً قرآن شریف کی اپنی تصریح اور قواعد نحو کی سے غلط ہے۔

اقول :..قرآن مجید اپنے اندر ہدایات مستقلہ رکھتا ہے وہ کسی خاص وقت اور قوم کا دستور العمل نہیں اور نہ اس کی آیات مختص الزمان ہیں اس زمانہ میں بعض ایسے آزاد خیال لوگ بھی پیدا ہو گئے ہیں جو قرآن مجید کی بعض آیات کو نعوذ باللہ غیر ضروری کہتے ہیں جیسے یہ لوگ قرآن کی شان میں گستاخی کرنے والے ہیں وہ لوگ بھی بڑے ہی بے ادب اور شوخ ہیں جو اس کو حقائق مستقلہ نہیں مانتے اور اس کے معانی کو محدود کر کے ایک بہتے ہوئے چشمہ کی بجائے ایک چھوٹا سا جوہڑ بنانا چاہتے ہیں..

خلیفۃ المسیح نے جو ترجمہ یوم الدین کا کیا ہے وہ ایسا اعلی اور دور از اعتراض اور ضرورت زمانہ کے موافق ہے کہ ایک آریہ اور میٹیریلسٹ بھی اس پر اعتراض نہیں کر سکتا لیکن سیالکوٹی کے مفہوم کے موافق مالک یوم الدین کے معنی، خاص دن قیامت کا مالک، ہوں تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے نہ صرف ترجمہ کی خوبی اور کمال ہی دور ہو جاتا ہے بلکہ اللہ تعالی صفات پر ایسی خطرناک زد پڑتی ہے کہ قرآن مجید کی عظمت اور وقعت پر بھی اس سے دھبہ لگتا ہے..

اول تو قابل غور امر یہ ہے کہ خلیفۃ المسیح کے ترجمہ میں یہ کہاں انکار ہے کہ اللہ قیامت کا

مالک نہیں بلکہ ایسے کھلے طور پر آپ نے بتایا ہے کہ ایک موٹی عقل کا آدمی بھی صفائی کے ساتھ سمجھ سکتا ہے جیسا کہ فرمایا: دنیا میں بھی جزا سزا ہوتی ہے پھر حشر میں پھر صراط پر اور پھر جنت و نار میں اور ان سب مقاموں اور وقتوں کا اللہ ہی مالک ہے۔

اس میں کہاں قیامت کا انکار ہے؟ اور اگر صرف ایک خاص وقت پر ہی جزا و سزا ہونی ہے باقی دوسرے اوقات میں نہیں جیسا کہ سیالکوٹی کا مذہب معلوم ہوتا ہے تو یہ قرآن کے صریح خلاف ہے اور واقعات کے ایسے متضاد اور مخالف کہ ایک اندھا بھی اسے محسوس کرسکتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا ہے تو سیالکوٹی مولوی۔

دنیا میں اگر جزا و سزا کا سلسلہ نہیں تو یہ ایسا بدیہی جھوٹ ہے کہ وہ شخص جس کو مذہب سے کوئی بھی علاقہ ہو اس کو تسلیم نہیں کرے گا اور مجھے تعجب ہے کہ سیالکوٹی اہل حدیث کہلا کر اہل حدیث اخبار میں ایسا لغو عقیدہ ظاہر کرتا ہے۔

میں اس سے اور اس کے دوسرے بزرگ اہل حدیث سے پوچھتا ہوں کہ محدثین جو تسلیم کرتے ہیں کہ چور کے ہاتھ کاٹنے یا زانی کے رجم اور جلد وغیرہ سے اس کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ عقیدہ اب وہ چھوڑ بیٹھے ہیں؟ اور اگر محدثین کا یہ مذہب درست ہے اور یقیناً درست ہے تو پھر اس نادان نے یہ کہاں سے نکال لیا؟ ۔((الحکم ۲۱۔۲۸ اگست و ۷ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۹۔۱۰:)

❁ تفسیر صغیر میں مرزا محمود نے ترجمہ و تفسیر یوں کی ہے۔

مالک یوم الدین۔ (اور) جزا سزا کے وقت کا مالک ہے۔

اللہ تعالی جزا سزا کے وقت کا مالک ہے۔ ان معنوں کی رو سے اس آیت کی یہ تشریح ہو گی کہ اللہ تعالی قیامت کے دن کا مالک ہے یعنی اس دن جزا سزا میں کسی اور کا دخل نہ ہوگا، بلکہ جزا سزا صرف اللہ تعالی کی طرف سے ملے گی۔ اس طرح اس دنیا اور اگلے جہان کے نتائج میں فرق بتایا ہے کہ اس دنیا میں تو اچھے برے افعال کی جزا سزا انسانوں کے ذریعہ سے بھی ملتی ہے اور اس میں لوگوں سے غلطی بھی ہو جاتی ہے مگر قیامت کے دن صرف اللہ تعالی ہی جزا سزا دے گا اور یہ ناممکن ہو گا کہ کسی پر ظلم ہو اور اسے بے گناہ سزا مل جائے یا جرم سے زیادہ سزا مل جائے نیز مجرم کے لئے بھی ناممکن ہوگا کہ جھوٹ فریب سے کام لے کر سزا سے محروم ہو جائے۔

نیز اس میں اس امر کی طرف بھی اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی جزا سزا کے وقت صرف بطور ملِک کام نہیں کرے گا بلکہ بطور مالک کام کرے گا۔ ملِک یعنی بادشاہ جب فیصلہ کرتا ہے تو اس

کا کام صرف یہ دیکھنا ہوتا ہے کہ انصاف کیا ہے کیونکہ جن امور کا فیصلہ وہ کرتا ہے، وہ مدعی اور مدعا علیہ کے حقوق کے متعلق ہوتے ہیں، اس لئے اسے یہ اختیار حاصل نہیں ہوتا کہ وہ کسی کو معاف کر دے۔لیکن اللہ تعالی چونکہ بادشاہ ہی نہیں بلکہ مالک بھی ہے اس لئے اسے حق حاصل ہے کہ وہ اپنے حق میں سے جس قدر چاہے معاف کر دے۔اس مضمون سے ایک طرف تو امید کا ایک اہم پہلو پیدا کر دیا گیا ہے اور مایوسی سے انسان کو بچا لیا گیا ہے، دوسری طرف انسان کو بھی ہشیار کر دیا گیا ہے کہ رحم سے ناجاز فائدہ اٹھانے کا خیال دل میں نہ لانا کیونکہ مالک ہونے کے لحاظ سے جہاں وہ رحم کر سکتا ہے وہاں اپنی خلق کو گندہ دیکھنا بھی برداشت نہیں کر سکتا۔گویا امید اور خوف کے یکساں خیالات پیدا کر کے انسان کو چستی اور ہمت پیدا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے (تفصیل کیلئے دیکھو تفسیر کبیر جلد اول ص۲۴۔۲۵)۔ (تفسیر صغیر ص۲۔۳)

❁ قادیانی تحریروں کے بعد مولانا میر کے بقیہ مضمون کی طرف چلتے ہیں جو یوں ہے:

حکیم نورالدین صاحب کو ادب عربی میں بھی مہارت کامل ہے اور ان کی جماعت کو ان کی نسبت اس فن میں بہت ہی اعتقاد ہے اس لئے ہم آج خاص علم ادب کے متعلق ان کی موشگافی ظاہر کرتے ہیں جس سے ناظرین اندازہ کر لیں گے کہ حکیم صاحب نے عرب و روم کے ایک ہی سفر میں عرب عرباء کو بھی ماند کر دیا ہے چنانچہ سورۃ بقر کے شروع میں یو منو ن با لغیب کے متعلق حاشیہ چڑھاتے ہیں:

> یخشو ن ر بھم با لغیب اور فرمایا یو منو ن با للہ و الیو م ا لآ خر۔پس معنی ہوئے مانتے ہیں اللہ کو جو غیب ہے یا ماننے کی چیزوں کو تنہائی میں اور لوگوں سے غائب ہو کر۔

واہ واہ! کمال زبان دانی ہے زمخشری و حریری بھی شرمندہ ہیں حکیم صاحب کا اس آیت سورہ بقر کی تفسیر میں بحوالہ آیت یخشو ن ر بھم با لغیب یہ کہنا، تنہائی میں اور غائب ہو کر، غلط ہے کیونکہ یخشون ربّھم بالغیب میں تو ٹھیک ب ظرفیت کے لئے ہے لیکن یومنون بالغیب میں ظرفیت کے لئے نہیں، بلکہ یو منو ن کا صلہ ہے جو لفظ ایمان اور اسکے دیگر مشتقات کے ساتھ آیا کرتا ہے۔حکیم صاحب کو ظن ہوا کہ ہر دو آیات میں بالغیب کا لفظ ہے تو معنی بھی ایک ہوں گے حالانکہ ایسا نہیں۔ ہر نقطہ مقامے دارد

۳۔اسی طرح حکیم صاحب یقیمون الصلوۃ میں الصلوۃ پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

الصلوۃ میں ال ہے اسکے معنی اس خاص نماز کے ہیں یا ممکن ہے کہ عام دعا کے ہوں

حکیم صاحب نے اس میں وہی کمال کیا کہ الصلوۃ کی لغوی عمومیت کو دیکھا لیکن اس کے ساتھ یقیمون کا خیال نہ کیا اور حفظت شیئاً و غابت عنک اشیاء کے مصداق بنے ۔قرآن مجید وحدیث میں الصلوۃ کے ساتھ جہاں کہیں اقامت کا لفظ آیا ہے وہاں وہی نماز معہود شرعی مراد ہے اور علم اصول کا قاعدہ ہے کہ حقیقت شرعی لغت پر مقدم ہوتی ہے ورنہ قریباً تمام شرعیات کی تعطیل لازم آئے گی ۔ باطنیہ وغیرہ فرق ضالہ نے اس بہانہ سے شرعیات کو ترک کیا تھا جب حکیم صاحب کے نزدیک یقیمون الصلوۃ سے عام دعا مراد لینا درست ہے، تو قرآن شریف میں ہر جگہ اس کے یہ معنی لینے درست ہوں گے نہ کہ خاص اس موقع پر ۔ کیونکہ لفظ ایک ہی ہیں اور قرائن یکساں ۔ پس اگر کوئی شخص اس کو دستاویز بنا کر نماز معہود ادا نہ کرے اور عام دعا پر اکتفا کرے تو اسے مخالف قرآن نہیں کہہ سکیں گے کیونکہ اس نے قرآن کے صحیح مراد اور مفہوم پر عمل کیا۔ پس نماز کو جواب ہو جائے گا اور اسی طرح روزہ حج زکوۃ فرائض اسلام کا خاتمہ ہو جائے گا۔

ہم ناظرین کی توجہ ایک اور امر کی طرف کرتے ہیں کہ حکیم صاحب وہ معنی و مراد بھی ذکر کرتے ہیں جو مشہور ہیں اور ان کے ساتھ کچھ اپنی طرف سے بھی جدت و زیادت کر کے مفسر قرآن بننا چاہتے ہیں لیکن خدا کی قدرت جہاں ان کی اپنی جدت ہوتی ہے وہاں زلت ہوتی ہے اور ہم یہی دکھانا چاہتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ کو قرآن وحدیث اور علوم رسمیہ میں ہرگز رسائی نہیں ۔ نہ انفراداً اور نہ اجتماعاً وہ اس بار گراں کو اٹھا سکتے ہیں ۔

۴ ۔حکیم صاحب ۔ ہم نے آپ کے ارشاد کے مطابق سورہ جمعہ کو دیکھا لیکن افسوس وہاں آپ کا مدعا نہیں ملا گو حکیم صاحب نے تصریح نہیں کی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ بالآخرۃ ھم یوقنون میں مرزا صاحب کو بھی داخل کرنا چاہتے ہیں ۔ جناب حکیم صاحب ! جہاں قرآن نے منکرین قیامت کو ان الفاظ میں ملامت کی ہے وھم بالآخرۃ کفرون (اعراف) اور جہاں یوقنون کے مقابلے میں ان کا یہ قول کیا ہے وما نحن بمستیقنین (جاثیہ) کیا آپ وہاں بھی مرزا کے منکر مراد لے سکیں گے ۔ کیا خوب!

جناب یقین بالآخرت جہاں قرآن میں مذکور ہے وہاں الساعۃ الآخرۃ یعنی قیامت کو ماننا مراد ہے ۔فقط ۔ ابراہیم سیالکوٹی (اہل حدیث امرتسر ۱۸ ۔ اگست ۱۹۱۱ ۔ص ۶، ۷)

۵ ۔ و اولئک ھم المفلحون کا ترجمہ حکیم نورالدین صاحب یوں فرماتے ہیں :

اور یہی بڑے فتح مند ہوں گے۔،

اور اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

یہ بشارت اور پیش گوئی ہے کہ نبی کریم ﷺ کے صحابہ کرام اور اتباع مظفر ومنصور ہونگے،

اقول: یہ ظاہر ہے کہ حکیم صاحب فلاح سے صرف دنیوی بہتری اور ظفر مراد لے رہے ہیں اور یہ غلط ہے کیونکہ جہاں ایمانیات و اعمال صالحہ پر جزائے حسن کا وعدہ ہے وہاں فلاح سے مراد نجات عاقبت اور فوز آخرت ہے۔ چنانچہ اس سے قبل الذین سے لے کر یوقنون تک ایمانیات اور نماز و زکوۃ و اعمال صالحہ کا ذکر ہے اور اسکے بعد اسکے نتیجہ سے خبر دی ہے کہ فلاح ہوگی، اسی طرح سورہ مومنون کے شروع میں فلاح ونماز وزکوۃ اعمال صالحہ کا ذکر کر کے فوز با لجنت کی تصریح کر دی:

قد افلح المو منون۔ الّذین هم فی صلوتهم خاشعون۔ و الّذین هم عن اللّغو معر ضون۔و الّذین هم للزّکوة فاعلون ۔ والّذین هم لفروجهم حافظون ۔ الّا علی ازواجهم او ما ملکت ایمانهم فانّهم غیر ملومین ۔ فمن ابتغی وراء ذلک فاولئک هم العا دو ن۔ و الذین هم لآمانا تهم و عهد هم راعون۔ والّذین هم علی صلاتهم یحا فظون ۔ اولئک هم الوا رثون۔ الذین یرثون الفردوس هم فیها خالدون ۔

ایمان والے مراد کو پہنچ گئے (اور یہ) وہ لوگ ہیں جو اپنی نماز میں عاجزی کرتے ہیں اور وہ جو نکمی باتوں کی طرف رخ نہیں کرتے۔ اور جو زکوۃ دیا کرتے ہیں اور وہ جو اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کرتے ہیں مگر اپنی بیبیوں یا اپنے ہاتھ کے مال (لونڈیوں) سے کہ (ان میں) ان پر کچھ بھی الزام نہیں لیکن جو اس کے علاوہ طلب گار ہوں تو وہی لوگ حد سے باہر ہیں اور وہ جو اپنی امانتوں اور اپنے عہد کا پاس ملحوظ رکھتے اور وہ جو اپنی نمازوں کے پابند ہیں۔ یہی لوگ اصلی وارث ہیں جو بہشت بریں پائیں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔

ان آیتوں میں صاف مذکور ہے کہ فلاح کی صورت فوز با لجنت ہے نہ کہ دنیوی فتح اس کیلئے قرینہ عقلی یہ ہے کہ فلاح کے معنی ہیں، مراد کو پہنچنا، اور ایمان اور اعمال صالحہ سے مراد نجات عاقبت اور رضا مندی خدا تعالی ہے نہ کہ دنیا کی ظفر مندی۔ اگر ظفر مندی دنیا میں ہوتو ہو مگر یہ مراد میں داخل نہیں، اور نہ شایان بلاغت ہے کہ ایمان و اعمال صالحہ کی فہرست کے بعد اسی پر بس کیا جائے۔

۶۔ یخادعون اللّٰہ ... حکیم صاحب نے اس کا ترجمہ کیا ہے:

چھوڑتے ہیں اللہ کو اور ان کو جو ایمان لائے اور محروم نہیں کر رہے ہیں مگر اپنے آپ کو۔

اور اس پر حاشیہ چڑھاتے ہیں:

خادع بمعنی ترک بمعنی چھوڑا۔ قاموس اللغت۔ اور اس کی تصدیق نسوا اللّٰہ فنسیھم ہوتی ہے چھوڑ دیا انہوں نے اللہ تو چھوڑ دیا اللہ نے ان کو۔

خدع کے معنی امسک، یقال فلان کان یعطی فخدع۔ ترجمہ۔ فلانا دیتا تھا اب ممسک ہو گیا۔ رک گیا۔ اسکی تصدیق اللہ تعالی کے اس بیان سے ہوتی ہے ھم الذین یقولون لا تنفقوا علی من عند رسول اللّٰہ (منافقون: ۷)۔ اور فرمایا یقبضون ایدیھم (توبہ: ۶۸)

اقول: شکر ہے کہ حکیم صاحب نے اپنے فہم کی تائید میں قرآن کی آیات بھی پیش کیں اس سے ہمارے لئے میدان صاف ہو گیا لیکن افسوس حکیم صاحب نے جن آیات سے تمسک کیا ہے وہ خدع کے متعلق نہیں ہیں۔ ان سے تو صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ منافقوں نے خدا کو بھلا دیا اور وہ ممسک ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تو مضمون کی صحت کی دلیل ہے نہ کہ اس امر کی تصدیق کہ خدع سے نسیان (ترک) اور قبض و امساک مراد ہے کیونکہ جب تک نتیجہ کا موضوع و محمول صغری و کبری میں نہ پایا جائے قیاس (نتیجہ) درست نہیں ہو سکتا۔ اس سے حکیم صاحب کی منطق دانی بھی ظاہر ہے۔ حکیم صاحب نے قاموس سے خادع کے معنی ترک تو نقل کر دیئے لیکن اس کے پہلے جو کچھ اس آیت زیر تفسیر کی بابت لکھا ہے اسے بالکل ترک کر دیا۔ حکیم صاحب نے اس مقام پر ناحق تکلیف سے کام لیا جو موقع اور محل کے مناسب نہیں انہوں نے خارج کے خدع کے معنی ترک لکھے ہیں جو اس مقام پر نہیں ہو سکتے کیونکہ جب یخدعون میں اس ترک کا اثبات دیا گیا جو واقع میں درست ہے ما یخدعون میں اس کی نفی کے کیا معنی؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یخادعون کے ایسے معنی لینے چاہییں جس کا اثر حقیقت خدعیت کی رو سے اس کے مفعول پر درست نہ ہو اور اسی لئے دوسری بار اللہ اور مومنین سے اس کی نفی کر کے و ما یخدعون الّا انفسھم میں اس کے اثر کو انفسھم پر ثابت کیا ہے۔ پس حکیم صاحب کا تکلف نادرست اور بے جا ہے مگر حکیم صاحب نے ایک اور چال کی کہ دوسری دفعہ کے یخدعون میں خدع کے معنی امساک لئے ہیں حالانکہ یہ نہیں ہے۔ نہ ہی مناسب ہے کیونکہ

یخا دعو ن کو مثبت ذکر کرنے اوراس کے بعد ما یخد عو ن کومنفی ذکر کرنے میں مقا بلہ ہے جو دونوں کے الگ الگ ترجمے مراد لینے میں جا تا رہا۔ اور ظا ہر ہے اس طرح کلام فصاحت و بلاغت سے گر جا تا ہے جوشان قرآن کے خلاف ہے۔

اب ہم خدا کے احسان سے اس آیت کا صحیح مطلب بتاتے ہیں جس سے وہ اعتراض بھی جس کے سبب سے حکیم صاحب کو اس قدر تکلفات کی ایچا پیچیوں میں الجھنا پڑا دور ہو جا تا ہے، اور قرآن مجید کی بلاغت بھی ظا ہر ہوتی ہے و ما تو فیقی الا با للہ۔

خاکسار جو حاشیہ قرآن منۃ الرحمن بتفهيم لطا ئف القرآن لکھ رہا ہے اس میں خاکسار نے اس آیت کے متعلق یہ حاشیہ لکھا ہے:

> یخا دعو ن باب مفاعلہ سے ہے اوراس کے خواص میں سے ایک مشارکت ہے اور کبھی اس میں مجرد بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے عا قبت اللص۔
>
> اور تا ئید دوسری قرأت سے ہوتی ہے جس میں باب مجرد یعنی یخد عو ن آیا ہے اور اسی لئے رسم الخط میں خ کو بفاصلہ الف دال سے قطع نہیں کیا گیا پس یہ آیت پر اعتراض نہیں ہوسکتا کہ کیا (معاذ اللہ) اللہ تعالیٰ بھی ان سے دھوکہ کرتا ہے؟ کہ صیغہ مشارکت کا استعمال کیا گیا؟ اور نہ یہ سوال ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ علیم کو کیسے دھوکہ دے سکتے ہیں کیونکہ اس سے مراد فریب کا معاملہ کرنا ہے نہ کہ فریب کا واقع کر لینا۔ اسی لئے دوسری دفعہ و ما یخد عو ن میں باب مجرد ذکر کر کے اللہ تعالیٰ اور مومنین کی نسبت وقوع فریب کی نفی کی اورا لّا انفسھم میں خود انہی کے نفسوں پر اثر پڑنے کو ثابت کیا کیونکہ اس میں وقوع فریب کا ذکر ہے۔ پس اس تقریر پر اعتراض بھی نہیں آ سکتا اور یخا د عو ن اور ما یخد عو ن کے مقابلہ میں فصاحت بلاغت بھی قائم رہتی ہے بلکہ ثابت ہوتی ہے۔،

اس آیت کی تفسیر کے لئے ہم سورہ نساء پارہ پنجم رکوع اخیر کی آیت بھی بیان کرتے جس میں ہمارے بیان کی تائید کے ظاہر قرائن ہیں لیکن بخوف تطویل اسی پر بس کرتے ہیں اگر ضرورت پڑی تو دوسری بار لکھیں گے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱ تا ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۳)

قادیانی مباحثہ

مورخہ یکم جون ۱۹۱۱ء مولوی نور محمد مدرس مدرسہ مہند ریاست بہاولپور اور مولوی نظام الدین مرزائی تعہد خواہ موضع تر کڑی ریاست بہاولپور کے فیما بین تحریری مباحثہ ہوا جس میں مولوی غلام محمد احمد پوری مدرس مدرسہ پرائمری موضع مہند کو درمیان میں فاصل (حکم) قرار دیا گیا چنانچہ اصل مبحث اور جوابات حسب ذیل ہیں:

دعوی منجانب مولوی نور محمد (ابن مریم صاحب کو زانی شرابی مرزا جی کی تصنیف میں دیکھنا ہو تو فی الحال موجود ہے) اپنے اس قول کے ثبوت کے واسطے کتاب دافع البلاء تصنیف مرزا جی کی پیش فرمائی جس میں درج ہے کہ جناب مرزا صاحب عیسائی پادریوں اور ان مسلمانوں کو جو عیسیٰؑ میں خدائی صفات کا وجود تسلیم کرتے ہیں مخاطب فرما کر مسیحؑ کو اپنے زمانہ کے تمام لوگوں پر عدم فضیلت کو ثابت کرتے ہیں۔ اور یحی سے یوں کہا گیا کہ مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحی نبی کو اس پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا، یا ہاتھوں اور سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا۔ یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔ اس وجہ سے خدا نے قرآن میں یحی کا نام حصور رکھا، مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا کیونکہ ایسے قصے اس نام کے رکھنے سے مانع تھے۔ انتہی

اور نیز مسیح کا یحی کے ہاتھ پر توبہ کرنا اور مریدوں میں داخل ہونا، یحی کی فضیلت کو ببداہت ثابت کرتے ہیں۔

جواب میں مولوی نظام الدین نے کہا کہ عبارت صدر مرزا صاحب سے اعتقاداً یہ ثابت نہیں ہوتا کہ عیسی زانی یا شرابی تھے کیونکہ یہ عبارت نصاری کی جواب دہی میں لکھی گئی ہے۔ چونکہ وہ ان امور جو عبارت میں پائے جاتے ہیں تسلیم کرتے ہیں، لہذا ان کو علی سبیل التسلیم جواب دیا گیا کہ باوجود ان امور کے کیونکر عیسی کو یحی پر جن کے ہاتھ پر عیسی نے توبہ کی، فضیلت ہوسکتی ہے اور کیونکر لفظ منجی کا مصداق ہوسکتا ہے۔ ثالث جو درمیان فاصل قرار دیئے گئے تھے فرماتے ہیں کہ:

میں نے اول سے آخر تک دافع البلاء کی عبارت متن اور حاشیہ کو دیکھا۔ ظاہراً عبارت کا

مفہوم وہی پایا جاتا ہے جو عنوان دعوی میں لکھا گیا ہے، گو ہاتھ لگانا اور چھونا حقیقۃً زنا کو ثابت نہیں کرتے مگر مبادی زنا سے تو ضرور ہے۔

شروع میں نصاری اور مسلمانوں کو خطاب کرنا اور دلیل کو ایک فرقہ پر متفرع کرنا تحکّم ہے۔ پس عبارت مذکورہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ جناب مرزا جی نے یہ جواب اعتقاداً دونوں فریقوں کو دیا اور مسیحؑ میں صفات مذکورہ عبارت کا وجود یقینی طور پر مسلّم فرمایا۔

ایک پیغمبر اولی العزم کو ایسی تہمت سے متہم کرنا اور اسلام کا مدعی رہنا ایک ٹیڑھی کھیر ہے

رقیمہ: خلیل احمد خلف مولوی دوست محمد نقشبندی از موضع منگنی چدھڑاں علاقہ تھانہ بھوآنہ تحصیل چنیوٹ ضلع جھنگ مورخہ ۶ جولائی ۱۹۱۱ء (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۱۱ء ص ۸)

قادیانی سرور

قادیانی مشن بھی عجیب دل ودماغ رکھتا ہے جس قسم کی مصیبت قادیانی مشن پر اعلی درجہ کی وارد ہوتی ہے اس کا ایک شمہ بھی اگر کسی مخالف پر آئے تو اس قدر خوشی بلکہ کرامت بلکہ معجزہ ظاہر کرتے ہیں کہ گویا جنگ بدر میں فتح حاصل ہوگئی۔ مولانا وحید الزمان حیدرآبادی نے جو تجویز مصالحت بین المسلمین کی پیش کی تھی اس کے متعلق اہل حدیث میں مخالف مضامین نیک نیتی سے نکلے جو ایک معمولی بات ہے اس پر قادیان کا الحکم خوشی کے مارے جامے سے باہر ہوکر لکھتا ہے:

وحید الزمان دکنی کی تجویز اتفاق بین المسلمین پر سب سے پہلے الحکم نے نوٹس لیا تھا۔ اور اس مضر اور خلاف اسلام تجویز پر نفرین کی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ اب فرقہ اہل حدیث میں اس بیہودہ تجویز کی قلعی کھولی جارہی ہے۔ یہ نتیجہ ہے خدا تعالی کے مامور کی ہتک کا، جو اس نے بخاری کے ترجمے میں خواہ مخواہ کی ہے اور صداقت ہے انّی مھین من اراد اھا ننتک۔ کی (الحکم ۷۔۱۴ جولائی ۱۹۱۱ء)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: مولانا وحید الزمان خاں کے مخالف چند مضامین نکلنے سے تو قادیانی معجزہ کا ثبوت ہو، مگر قادیانی مشن اور اس کے بانی کے برخلاف جو تمام دنیا برستی ہے، وہ کس الہام اور کس کی مخالفت کا نتیجہ ہوتا ہے؟ یہی معنی حضرت مسیحؑ کے قول کے ہیں:

ظالم دوسرے کی آنکھ کا تنکا دیکھتا ہے پر اپنی آنکھ کا شہتیر نہیں دیکھتا۔

اچھا مولانا وحید الزمان خاں کے برخلاف دو ایک مضامین نکلنے سے تو وہ مرزائی الہام

کی زد میں آ گئے، مگر قادیانی مشن کے رکن رکین خواجہ کمال الدین لاہوری کے برخلاف جو الحکم اور بدر دونوں لکھتے ہیں وہ کس الہام کی زد میں ہیں: آہ کیا کہنے ہیں:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب — گربہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اگست ۱۹۱۱ء ص ۳)

قادیانی خاتم الخلفاء

قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا عنوان ہے:

خاتم الانبیاء اور خاتم الخلفاء

اس میں راقم مضمون نے (بزعم خود) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء اور مرزا قادیانی کو خاتم الخلفاء لکھ کر مقابلہ کیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کے چند واقعات سے مقابلہ کر کے (بزعم خود) مشابہت ثابت کرنے کی کوشش کی۔ ہم ان میں سے ایک ایک نقل کر کے مطلع صاف کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور دیکھیں۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

جناب خاتم النبیین رحمۃ للعالمین کے دست مبارک پر کئی نشان ظاہر ہوئے۔ میں ان میں سے بارہ کا انتخاب کرتا ہوں اور بعینہ اسی رنگ میں ان کے بروز جناب مسیح موعود کے ہاتھ پر جو نشان دکھائے گئے، ان کا بھی ذکر کر کے اپنے مسلمان بھائیوں سے سوال کرنے کا حق رکھتا ہوں کہ حضرت خاتم الانبیاء ﷺ پر ایمان لاتے ہیں تو پھر خاتم الخلفاء کی بیعت سے کیوں انکار کرتے ہیں۔

❊ خاتم الانبیاء: آپ کو قرآن مجید ایسی جامع فصیح و بلیغ کتاب دی گئی اور دعوی یہ تھا

لئن اجتمعت الانس و الجنّ علی ان یّا توا بمثل ھذا القرآن لا یا تون بمثلہ و لو کان بعضھم لبعض ظھیراً (بنی اسرائیل)

❊ خاتم الخلفاء: باوجود ہندی موطن ہونے اور کسی استاد سے باقاعدہ تعلیم علوم رسمیہ نہ پانے کے آپ نے عربی کتابیں بڑی تحدی سے شائع کیں اور عرب وعجم کے فصحاء و بلغاء علماء و فضلاء کو چیلنج کیا کہ ان کی مثل لاؤ انعام پاؤ۔ بلکہ یہاں تک ارشاد کیا کہ جو اعجاز المسیح کا جواب لکھنے پر تیار ہوگا وہ ہلاک ہو جائے گا (یہ پیش گوئی اپنے وقت پر پوری ہو چکی ہے) (مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں یہ بالکل جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو تحریری ثبوت دیجئے)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کی عربیت خصوصاً نظم کی کیفیت دیکھنی ہو تو رسالہ الہامات مرزا دیکھیں۔ جب کبھی آپ نے دعوت مقابلہ دی تو یہ قید ساتھ لگائی کہ اتنے روز میں کتاب لکھ کر چھاپ کر میرے پاس بھیج دیں۔اس قید تحدید پر جب اعتراض ہوا کہ یہ کیوں ہے؟ کیا قرآن مجید کی بابت بھی کوئی زمانہ کی تحدید ہے؟ تو حکیم نورالدین نے رسالہ نورالدین میں اس کا جواب دیا کہ نادان لوگ نہیں سمجھتے ہیں، اصل کے ساتھ فرع کیونکر برابر ہو۔یعنی آنحضرت ﷺ چونکہ اصل متبوع ہیں اور مرزا صاحب تابع، اس سے اگر مرزا صاحب بھی قرآن مجید کی طرح بے قید چیلنج (دعوت مقابلہ) دیں تو پھر دونوں میں فرق نہ رہے گا۔

واہ کیا اچھا فرق ہے مگر آج یہاں نامہ نگار کو اس فرق کا علم نہیں اس لئے مرزا صاحب کے اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی کے جواب میں ایک بڑا عربی قصیدہ اہل حدیث میں عرصہ ہوا مرزا صاحب کی زندگی ہی میں چھپا تھا جس کے جواب میں قادیانی مشن خاموش رہا۔

آج مرزا صاحب کی عربیت کا نمونہ بھی دکھانے کو جی چاہتا ہے آپ اسی اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی میں لکھتے ہیں:

ااٰخیت ذئبا عائثا او ابالوفاء او اخیت مدا او رء یت امرتسرٌ

اس شعر میں رئیت کا مفعول بہ امرت سر ہے مگر مرزا صاحب نے اس کو مرفوع لکھا ہے کیونکہ مطلع قصیدہ کا مرفوع ہے جو یہ ہے:

ایا ارض مد قدد فاك مدمرٌ وارداك ضلیل واغراك موغرٌ

آپ کے اشعار میں اسی قسم کی اور بہت سی غلطیاں ہیں جن کی پوری تنقید رسالہ الہامات مرزا میں کی گئی ہے جس کا جواب آج تک قادیانی مشن سے نہیں ہو سکا۔منہ چڑانے کی بات اور ہے۔آگے چلئے:

✧ خاتم الانبیاء: سیھزم الجمع و یولّون الدبر کے ذریعہ حضور ﷺ نے اعلان کیا کہ تمام مخالف گروہ شکست یاب اور جو مباہلہ کیلئے آئیں گے ہلاک ہونگے۔

✧ خاتم الخلفاء: جلسہ مذاہب اعظم میں پھر مختلف موقعوں پر خدا نے اپنے پاک بندے کی نصرت کی کوئی مخالف سامنے نہ آ سکا۔

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند   ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

جو مباہلہ کے لئے اٹھا ہلاک ہوا۔ لیکھ رام عبداللہ آتھم ڈوئی چراغ الدین

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جلسہ مذاہب میں تو نہ کوئی بھاگا، نہ کوئی بھاگنے کی جگہ تھی۔ ہر ایک شخص نے مضمون سنایا ہر ایک کے معتقدین نے اپنے اپنے وکیل کے مضمون کو سراہا۔ مرزا صاحب کے مریدوں نے مرزا صاحب کے مضمون کی تعریف کی۔ ہاں سب سے برتری اور فتح یابی کا دعوی میں کروں تو کر سکتا ہوں کیونکہ میرے مضمون کے متعلق حکیم نور الدین (جو میری تقریر کے وقت میں جلسہ کے پریذیڈنٹ تھے) نے بڑی مسرت کے لہجے میں تعریف کی (ملاحظہ ہو رپورٹ جلسہ مذکور)۔ اور خواجہ کمال الدین نے جو اس جلسہ کے سکرٹری تھے، مجھے خاص طور پر سٹیج سے اترتے ہوئے کہا میں آپ کو اس کامیابی پر مبارک باد کہتا ہے۔

مگر ہم تو ایسی باتیں کرنا شیخی بگھارنا جانتے ہیں۔

ہاں مقابلہ اور بھاگنے کا موقع مباہلہ بیشک ہے۔ سو اس میں راقم مضمون نے جس قدر جھوٹ بولا ہے کبھی نہ بولا ہوگا۔ تمام عمر میں اصلی معنوں میں مرزا صاحب کا مباہلہ صرف صوفی عبدالحق غزنوی امرتسری سے ہوا۔ مگر عبدالحق آج تک زندہ ہے لیکن مرزا صاحب کی بابت چاروں طرف سے، خس کم جہاں پاک کی آواز آرہی ہے۔

ہاں آخر میں سب سے بڑا اور زبردست برد بازی کا مقابلہ خاکسار سے ہوا مگر افسوس کہ مرزا صاحب کی بے وفائی سے لطف نہ آیا۔

مرزائی دوستو! جس وقت تم لوگ میرا نام سنتے یا مجھ کو دیکھتے ہو گے یقیناً اس مقابلہ کا تصور تم لوگوں کو آتا ہوگا کیونکہ اہل منطق کا مسئلہ ہے لا حجر فی التصور (تصور میں روک نہیں ہو سکتی) پھر اس میں تم کو یہ تصور بھی آتا ہوگا کہ کون اس مقابلہ میں پاس ہے اور کون فیل؟ پھر اس کے بعد یقیناً تم لوگ دل کی تسلی کے لئے یہ کہتے ہو گے کہ مرزا صاحب پہلے اس واسطے مرے کہ مولوی صاحب نے مقابلہ منظور نہ کیا تھا۔ میرا مطلب تمہارے اس آخری تصور سے نہیں، بلکہ میں اس تصور سے سوال کرتا ہوں جو میری شکل دیکھتے ہی یا ذکر سنتے ہی تم لوگوں کو آتا ہوگا۔ کیا اس تصور کو خیال میں لا کر بھی تم کہہ سکتے ہو کہ جو مباہلہ کیلئے اٹھا، ہلاک ہوا حالانکہ ایک ایسا شخص زندہ ہے جس کو مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں اشد ترین مخالف لکھا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب حقیقۃ الوحی

مرزائی دوستو! یہ دھوکہ بازیاں اور غلط گوئیاں ایک ایسی قوم کو زیبا نہیں جن کا دعوی ہو کہ

ہم تمام دنیا کی اصلاح کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔مگر تم لوگ بھی کیا کرو۔مرنے والے کے اس قسم کے دعووں نے تمہیں باندھ رکھا ہے۔وہ خود بھی تو اسی قسم کے ہوائی قلعے بنایا کرتا تھا۔مرزا صاحب لکھتے ہیں میری سچائی کے لئے یہ دلیل کافی ہے کہ میرے مقابل پر کسی قدم کو قرار نہیں۔دیکھو تریاق القلوب صفحہ ۵۴۔اسی لئے تم بھی ایک حدتک معذور ہو۔سچ ہے:

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں   روبسوئے خانۂ خمّار دارد پیر ما

سنیئے سب سے اول مخالف قدم مولوی محمد حسین بٹالوی کا تھا،جو زندہ ہیں۔مولوی عبد الجبار غزنوی امرتسری زندہ ہیں۔پیر مہر علی شاہ گولڑہ زندہ ہیں۔اور سب سے اشدترین مخالف ابوالو فا ثناء اللہ زندہ ہے۔پھر تم اور تمہارا مسیح کس راستی سے کہتا ہے کہ میرے مقابل کسی قدم کو قرار نہیں۔

(اور مرزا صاحب نے تو مقابلے میں آنا ہی چھوڑ دیا تھا۔مخالف انہیں للکارتے رہتے اور وہ کان لپیٹ کر پڑے رہتے۔۔آپ انجام آتھم کے صفحہ اخیر پر بے شک لکھتے ہیں کہ وا زمعنا ان لا نخاطب العلماء بعد هذه التوضيحات و لو سبونا و هذه منا خاتمة المخاطبات ۔یعنی ہم نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس سے بعد علماء سے خطاب نہ کریں گے گو وہ ہم کو گالیاں دیں اور یہ کتاب ہمارے خطابات کا خاتمہ ہے۔لیکن اسکے بعد آپ نے علماء کو مباحثہ اور مقابلہ کیلئے بلایا ہے چنانچہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں لکھتے ہیں:

اگر آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں مثلاً بٹالہ یا آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو حلم اور برداشت اور تقوی اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلم ہوں۔پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور ان کا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے تسلی کرلیں۔۱۔قرآن وحدیث کی رو سے ۲۔عقل کی رو سے۔۳۔سماوی تائیدات اور خوارق وکرامات کی رو سے۔کیونکہ خدا نے اپنے کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں۔پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسکا،یا اگر ان تینوں میں صرف ایک یا دوطور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔لیکن اگر میں نے ایسی تسلی کردی جس سے وہ ایمان اور حلف کی رو سے انکار نہ کرسکیں اور وزن ثبوت میں ان دلائل کی نظیر پیش نہ کرسکیں تو لازم ہوگا کہ تمام مخالف مولوی اور انکے نادان پیرو خدا تعالی سے ڈریں اور کروڑوں انسانوں کے گناہ کو بوجھ اپنی گردن پر نہ لیں۔

لیکن مرزا جی نے اس کو عملی طور سے منسوخ کر کے ردی کے صندوق میں ڈال دیا۔اسی لئے تو ندوۃ العلماء کے جلسہ (منعقدہ امرتسر) کے موقع پر ۸۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کو مرزا کے نام ۴۲ علماء نے مشترکہ نوٹس دیا تو حضور نے بغیر رسید ڈاکخانہ

کے اف تک نہیں کی۔ وہ نوٹس ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی۔ السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین۔ آپ کی تحریر مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے مطابق ہم لوگ آپ سے بحث کرنے کو حاضر ہیں۔ گو اس سے پہلے بارہا آپ کی اصلیت ملک کو معلوم ہو چکی ہے تاہم آپکی حجت پوری کرنیکو اس دفعہ بھی ہم طیار ہیں۔ پس آپ بپابندی شروط مقررہ علم مناظرہ آکر مباحثہ کریں۔ آپ کے بتلائے ہوئے طرق ثلاثہ ہمیں منظور ہیں تقدیم و تاخیر ان کی ہمارے اختیار ہے۔ پس آپ شنبہ کے روز ۱۱۔ اکتوبر (۱۹۰۲ء) کی شام تک امرتسر پہنچ جائیں تو ہم لوگ بعد اختتام جلسہ ندوۃ العلماء بروز یک شنبہ آپ سے مباحثہ کریں گے جس صاحب کو ہم اپنے مشورہ سے پیش کرینگے اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرینگے چونکہ آپ کو مولوی احمد حسن اڈیٹر شحنہ ہند کے نوٹس مورخہ ۲۳ ستمبر اور ضمیمہ ۲۴ ستمبر سے متنبہ ہو چکا ہے اس لئے آپ قلت وقت کا عذر نہیں کر سکتے غالباً آپ کو اپنے خیالات کی اشاعت اور تحقیق حق کا اس سے عمدہ موقع نہ مل سکے گا۔

مرسلہ۔ ابو عبید احمد اللہ امرتسری۔ عبد الجبار غزنوی۔ عبد الرحیم غزنوی۔ حافظ عبد المنان وزیر آبادی۔ ابو الوفا ثناء اللہ امرتسری۔ عبد العزیز دینا نگری۔ نور احمد، عبد الاول غزنوی، عبد الغفور غزنوی۔ ابو زبیر غلام رسول حنفی امرتسری۔ نور احمد لکھو کے۔ عبد الحق غزنوی۔ حکیم عبد الحق امرتسری۔ محمد حسین لکھو کے۔ سید عبد القیوم حنفی جالندھری۔ عبد القادر لکھو کی۔ تاج الدین امرتسری۔ عبد الرزاق لکھو کی۔ حافظ غلام صمدانی پشاوری۔ مولوی حکیم محمد عبد اللہ پشاور۔ گل محمد بہاری پور ضلع پشاور۔ عبد العظیم پسروری۔ عبد اللہ پسروری۔ قاسم علی نائی والہ۔ محبّ اللہ خراسانی۔ عبد المجید ہزاروی۔ عبد الودود باریوالہ۔ نیاز اللہ مدرس تقویۃ الاسلام امرت سری، یحیٰ غزنوی۔ محمد غزنوی۔ خلیفہ عبد الرحمٰن امرتسری۔ سید احمد دہلوی۔ غلام محمد تبّتی۔ مصطفیٰ ساکن کیلیا نوالہ ضلع گوجرانوالہ۔ حافظ محمد عبد اللہ غزنوی۔ حبیب اللہ غزنوی۔ عبد العلی نوشہرہ ضلع بنیر۔ شاہ ابو صالح کانپوری۔ منقول از الہامات مرزا۔ بہاء)

❁ خاتم الانبیاء۔ واللہ یعصمک من الناس۔ اللہ تجھے لوگوں سے بچائیگا چنانچہ ایسے ملک میں جہاں باوجود پوری شان و شوکت و حصول سلطنت کے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ شہید ہوئے آپ ﷺ طوائف الملو کی بے کس و بے بس ہونے کی حالت میں جانی دشمنوں کی ضرر رسانی سے محفوظ رہے۔

❁ خاتم الخلفاء: خدا نے آپ (مرزا) سے بھی یہی وعدہ فرمایا اور اپنی الہامی عمر کے مطابق طبعی موت سے مظفر و منصور کامیاب و بامراد فوت ہوئے۔ قتل کے مقدمے بنا کر مخالفوں نے پھانسنا چاہا مگر خدا کی حفاظت و نصرت و تائید آپ کے شامل حال رہی۔

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا جی کی عمر کا الہام بھی عجیب ہے۔ان کا خدا فرماتا ہے:

اے مرزا میں تجھے اسّی برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا (تریاق۔ص۱۳)

کیا مزے کا الہام ہے تینوں درجہ قائم۔اسّی (۸۰) یا کچھ کم یا کچھ زیادہ۔یہی معنی ہیں:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج　　بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

خاتم الانبیاء: انّا نا تی الارض ننقصھا من اطرا فھا ۔ایسے وقت میں پیش گوئی فرمائی جب کہ چاروں طرف سے آپ کی مخالفت ہو رہی تھی۔آخر خدا نے کفر کی سرزمین کو گھٹا دیا اور یہاں تک گھٹا یا کہ بل للّٰہ ا لامر جمیعا کے مطابق سارے عرب میں اسلام پھیل گیا۔

خاتم الخلفاء: ایک گاؤں میں آپ گمنامی اور خلوت کی زندگی بسر کرتے تھے خدا نے آپ کی زبان پر فرمایا یا تو ن من کل فج عمیق دور دور سے لوگ تیرے پاس آئیں گے ۔اس کے ثبوت میں اب کوئی قادیان کو دیکھے کہ ۲۵ برس میں امریکہ آسٹریلیا کابل غزنی کشمیر سے لوگ آرہے ہیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ زمین عرب کے اطراف میں اسلام پھیلے گا ایسا کہ سب دشمن یا تو مسلمان ہو جائیں گے یا مغلوب۔چنانچہ یہ واقع آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں ہو چکا، بلکہ اس کا وعدہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو بچشم خود یہ حالت ملاحظہ کرائی جائے گی۔مگر مرزا صاحب کے حق میں یہ کہاں ہوا؟ اور تو جانے دیجئے ابھی تک قادیان میں بھی ایسی حالت پیدا نہیں ہوئی۔مرزائی مردے تو دفن ہونے سے روکے جاتے ہیں، بنارس کا واقعہ یاد نہیں۔ہاں جی خوش کرنے کیلئے یہ کہہ دینا آسان ہے کہ تمام دنیا ہماری گرویدہ ہے لیکن کلام صادق وہی ہے واقعات جس کی شہادت دیں

خاتم الانبیاء ۔ انّ شا نئک ھو الا بتر۔آپ کے دشمن مقطوع النسل ہوں گے چنانچہ ان شدید مخالفوں فسادی منکروں کا کوئی نام لیوا نہیں۔

خاتم الخلفاء: آپ کے دشمنوں کا بھی یہی حال ہے خود قادیان میں ایسی مثالیں موجود ہیں اور بہت سی مثالیں باہر مل سکتی ہیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم بتلا چکے ہیں کہ مرزا صاحب کے سخت ترین مخالف کون لوگ تھے۔مولوی محمد حسین

بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور وہ جس کو مرزا صاحب اشد ترین مخالف کیا کرتے تھے بفضلہ ان سب کے ہاں اولاد ہے۔

منشی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی، مرزا صاحب کے منکروں میں ایک بزرگ تھے۔ مرزا جی نے ان کے حق میں ابتر (بے اولاد) رہنے کی پیش گوئی کی تھی مگر جب خدا نے مرزا کو شرمندہ کیا اور ان کے گھر میں محمود بیٹا دیا جو آج تک زندہ لاہور میں نقشہ نویسی پر ملازم ہے، تو مرزا صاحب نے اس کی تاویل کی کہ گو بیٹا تو ہوگیا مگر آگے پوتا نہیں ہوگا۔ لیکن ناظرین اس مرنے والے بھلے بھانس کی باتین سن کر تعجب کریں گے کہ حضرت مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی مرحوم مغفور کو بھی ابتر (بے اولاد) لکھا ہو۔ ملاحظہ ہو تتمہ کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۲۲۔ حالانکہ حضرت ممدوح کے بیٹے بیٹیاں کے علاوہ اس وقت دو پوتے اور پوتوں کی اولاد نرینہ اور زنانہ ہر طرح کی موجود ہے۔ اور لطف تو یہ ہے کہ خود ہی فرماتے ہیں کہ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں کوئی کام نہیں تتمہ حقیقۃ الوحی۔ اسی کو کہتے ہیں جادو وہ جو سر چڑھ بولے۔

ہاں یاد آیا مولوی عبدالکریم جو آپکا راسخ مرید اور امام جماعت تھا اسکا کیا حال ہے؟ ابتر تھا یا غیر ابتر۔ ذرہ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔ خدا کی شان معجزات ہوں تو ایسے ہوں۔

❁ خاتم النبیین ۔ فتمنّوالموت ان کنتم صادقین۔ آپ نے اعلان کہ ہمارے خلاف کوئی دعا قبول نہ ہوگی و ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال

❁ خاتم الخلفاء: آپ نے اپنی کتابوں میں کئی جگہ لکھا ہے کہ اگر کوئی دعا کرتے کرتے مر بھی جائے تو میرے خلاف وہ کامیاب نہیں ہوسکتا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب کے مخالف تو جیسے کچھ کامیاب ہیں دنیا کو معلوم ہے۔ ایک ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کو دیکھئے کہ جب سے مرزا کے مخالف ہوئے، ترقی پر ترقی پاتے گئے۔ آخر اس مقابلہ میں کامیاب ہوئے جو ان کی بابت مرزا جی نے شائع کیا ہے کہ میری زندگی میں مرے گا۔ دوسرا مخالف یہ خاکسار ہے جس کی نسبت تو قطعی فیصلہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا۔ یہ کس کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ انہی زخمی دلوں کی جن کی بابت کہا گیا ہے

بترس از آہ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن　　　اجابت از درحق بہر استقبال مے آید

❁ خاتم الانبیاء ۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ خانہ کعبہ کی کنجیاں ہمارے قبضہ میں آئیں گی

گواب اس کے طواف سے بھی ہمیں روکا جاتا ہے۔

❁ خاتم الخلفاء: آپ نے فرمایا کہ مسجدوں میں جانے سے ہمیں روکا جاتا ہے مگر آخر یہ مسجدیں ہماری ہی ہو جائینگی خدا کے فضل سے اسکے بھی کئی نمونے موجود ہو چکے ہیں

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی تو حضور نے بچشم خود ملاحظہ فرمائی مگر مرزا کی پیش گوئی کا یہ حال ہے کہ بنارس میں مرزائی مردہ بھی دفن نہیں کرنے دیا۔ مسجد بھی کوئی ایسی نہیں ملی جہاں مسلمان نمازی نماز پڑھتے ہوں اور مرزائیوں نے لے لی ہو یا ان کا اس پر قبضہ ہو گیا ہو۔

خاتم الانبیاء: آپ ﷺ نے خسرو پرویز کے مرنے کی خبر دی جسنے آپکا خط پھاڑ ڈالا تھا۔

خاتم الخلفاء: جس نے آپ کی براہین کی ناقدری کی، اس کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا نواب صدیق حسن کی گرفتاری اس کے ثبوت میں پیش کی جاسکتی ہے۔ سید احمد خان، اندرمن، دیانند، کئی لیڈران قوم کے مرنے کی خبر قبل از وفات دی۔

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

سچے ہو تو ایک ہی لیڈر کے مرنے کی خبر بتلاؤ، ایسی کہ جسے پیش گوئی کہہ سکیں۔ ہاں ایسی تو ہوگی جو مرزا صاحب کا الہام ہے تخرج الصدور الی القبور۔ بڑے بڑے سب قبروں میں چلے جائیں گے۔ مگر ایسی زٹلیات کو پیش گوئی کہنا مرزائی مشن ہی کا کام ہے۔

❁ خاتم الانبیاء: نہروں کا نکالا جانا، خسوف وکسوف رمضان میں یقتل الخنزیر ایک بڑے سؤر (بے غیرت انسان) کا قتل، دجال یاجوج ماجوج کا خروج، کتابوں کا پھیلنا ایک روحانی سواری کا نکلنا

❁ خاتم الخلفاء: تمام نشان آپ (مرزا) ہی کے زمانے میں پورے ہوئے۔

مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں: سب غلط۔ نہ رمضان میں موعود کسوف خسوف ہوا، نہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جیسا ہوا ایسا پہلے بھی کئی ایک دفعہ ہوا، جسکا مرزا کو بھی اقرار ہے، نہ دجال قتل ہوا، نہ یاجوج ماجوج مرے۔ ذلکم قولکم بافواھکم (یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں)

❁ خاتم الانبیاء: ایک شخص کی نسبت آپ ﷺ نے جہنمی ہونے کی پیش گوئی فرمائی جس نے عمدہ جنگ کی مگر آخر زخموں کی تکلیف سے خودکشی کر لی

❁ خاتم الخلفاء: چراغ جمونی نے پہلے بڑے اخلاص کا اظہار کیا آپ نے الہام شائع

فرمایا نزل بہ جبیر اور یہ کہ آخر وہ ہلاک ہوگا۔ ایسا ہی ہوا۔ پھر عبدالحکیم

مولانا فرماتے ہیں: یہ بھی محض جھوٹ ہے۔ سچے ہو تو حوالہ پیش کرو۔

❁ خاتم الانبیاء: ﷺ کی دعا سے قریب المرگ تندرست ہوئے۔

خاتم الخلفاء:۔ آپ کی دعاؤں سے کئی ایسے مریض جن پر ڈاکٹر موت کا حکم لگا چکے، اچھے ہو گئے۔ نواب محمد علی خان کا لڑکا، میر ناصر نواب کا لڑکا۔

❁ اہالی عرب کی جو حالت تھی وہ امرء القیس کے ایک شعر سے واضح ہو سکتی ہے کہ یہ لوگ گناہ کو گناہ بھی نہیں سمجھتے تھے

فمِثلِک حبلی قد طرقت و مرضِعٍ
فالھیتھا عن ذی تمائم محولِ
اذا بکی من خلفِھا انصرفت لہ
بشقٍ و تحتی شِقّھا لم یحوّلِ

آخر اسی سرزمین کے لوگ عباد الرّحمن یمشون علی الارض ھو ناً و اذا خاطبھم الجا ھلون قا لوا سلاماً ۔تا آخر سورۃ کے شان نزول بنے۔

❁ خاتم الخلفاء: کئی ایسے لوگ جو سیہ کاریوں بدکاریوں میں ضرب المثل تھے آپ کی قوت قدسیہ کے ذریعہ پاک باز بنے۔ زندہ نظیریں موجود ہیں اور ایک دنیا ایسے اصحاب کو جانتی ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ میرے مرید کتوں اور بھیڑیوں کی طرح اپنے بھائیوں کو کھاتے ہیں۔ دیکھو اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن قوت قدسیہ کی ادنی پہچان جو عام طور پر سب کی سمجھ میں آجائے یہ ہے کہ صاحب قوت قدسیہ جھوٹ نہیں بولا کرتا۔ اس تعریف کے مطابق ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ قادیان کے اعلی حضرت خود بھی صاحب قوت قدسیہ نہ تھے۔ تو بدیگراں چہ رسد

کیا مرزائی مشن کے خلیفہ صاحب ہم کو اجازت دیں گے کہ ہم بڑے حضرت کی کذب بیانیاں ایک ایک کر کے شائع کریں؟ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست۔ ۱۹۱۱ء ص ۱۔۴)

قادیان کا عربی اشتہار

قادیان دارالامان سے ایک بہت بڑا جدید اشتہار عربی زبان میں چھپا ہے جو عرب فارس شام وغیرہ ممالک کے علماء کو بطور تبلیغ بھیجا جائے گا یہ اشتہار دو صفحہ کا ہے مگر اتنا بڑا ہے کہ دو جزء کی کتاب بن سکتی ہے سارے اشتہار کا خلاصہ یہ ہے کہ:

ملک میں خرابیاں عام ہیں، مسلمانوں کی حالت خراب ہے، کئی ایک لوگ مرتد ہو گئے ہیں، عیسائیوں کا بہت زور ہے حالانکہ حضرت عیسی مر چکے ہیں بعض علماء اسلام خواہ مخواہ عیسائی مذہب کی تائید کرنے کو حضرت عیسی کی حیات کے قائل بنتے ہیں۔

یہ ہے ایک صفحہ کا مضمون۔ دوسرے صفحہ میں امام المہدی لکھا ہے جس میں مرزا صاحب کے کمالات کا اظہار کیا ہے منجملہ کمالات کے یہ بھی لکھا ہے:

و من آیاته ایضاً باهله بعض الناس کالعالم غلام دستگیر القصوری و چرا غ الدین الجمونی و میرزا المتصوف وسعد الله اللودیانوی و عبد الرحمن محی الدین الکھوکی و مولوی اسماعیل علی گڈھی و الھی بخش لاھوری مؤلف عصائے موسی و دکتور دوئی مدعی النبوة و صاحب الاتباع الکثیرة و لیکھ رام و عبد الله آتھم و غیر هم فکل هؤلاء قد هلکوا و ماتوا بهوان و ذلة فی حیات المسیح الموعود و ذلک فضل الله علی الاسلام حیث اظهره الله و لو کره الکافرون

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس کا ترجمہ یہ ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری، چراغ الدین جموی، مرزا المتصوف، منشی سعد اللہ لودہانوی، مولوی عبد الرحمٰن لکھوی، مولوی اسماعیل علی گڈھی، منشی الٰہی بخش لاہوری، ڈاکٹر ڈوئی امریکن، پنڈت لیکھ رام آریہ، پادری عبداللہ آتھم عیسائی وغیرہ نے ہمارے امام مہدی سے مباہلے کئے تو یہ سب لوگ امام مہدی کی زندگی میں مر گئے۔ یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے اسلام کو ظاہر کیا۔

یہ ہے تمام اشتہار کا خلاصہ جو عرب ایران وغیرہ ممالک میں تو نئی شکل کا ہوگا، مگر ہندوستان میں خصوصاً اہل حدیث کے ناظرین کے سامنے تو روزمرہ کا محاورہ ہے۔ ہم کئی ایک دفعہ

کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ جن لوگوں کے نام تم نے لکھے ہیں ان کے مباہلہ کا ثبوت بھی ذرہ دکھایئے، تاکہ ہم جان سکیں کہ کس نے مباہلہ کیا اور کس رنگ میں کیا اور کیا نتیجہ ہوا؟ افسوس ہے ہمیں تو ان میں سے ایک کا مباہلہ بھی نہیں ملتا۔

کیا کوئی مرزائی ہمیں دکھانے کی ہمت کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ہاں گالیاں دینے کو تو تیار ہیں۔ قادیان والے دیتے دیتے خود تھک جائیں گے تو کسی جیل زادہ کو کھڑا کر دیں گے۔

چونکہ ہندوستان میں سب لوگ ان واقعات کی تحقیق کر چکے ہیں لہذا یہاں تو ان کا منتر چلنے سے رہا اس لئے اب عربستان وغیرہ دور دور ممالک میں تبلیغ کرنے کو چلے ہیں اس لئے ہماری طرف سے بھی اجازت ہے:

اب دام مکر اور کسی جگہ بچھایئے۔ بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ا تا ۸ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵۔۶)

مسلمانوں کے حق میں مرزائیوں کا فتوی

آج کل مذہبی دنیا میں یہ مسئلہ خاص دلچسپی رکھتا ہے کہ قادیانی، عام مسلمانوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ اس سوال کی وجہ حکیم نور الدین قادیانی خلیفہ کا ایک فتوی ہے ...جو اہل حدیث میں درج ہوا تھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ جو شخص مرزا صاحب کو سچا نہیں مانتا وہ کافر ہے۔

لاہور میں ایک صاحب خواجہ کمال الدین وکیل، مرزا صاحب کے بڑے راسخ مرید ہیں ۔اسلامی جلسوں میں بھی تقریریں کیا کرتے ہیں، اس لئے ان پر سوال ہوئے کہ آپ اپنا خیال ظاہر کریں کہ آپ بھی اپنے پیر اور خلیفہ کی طرح مسلمانوں کو کافر جانتے ہیں یا نہیں؟ اس سوال کے جواب میں وکیل صاحب نے ایک بڑا لمبا چوڑا اشتہار دیا ہے جس کا خلاصہ مطلب انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

میں کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتا البتہ جو شخص ہم کو یا ہمارے امام (مرزا قادیانی) کو کافر کہتا ہے وہ ایک حدیث کے ماتحت خود کافر ہو جاتا ہے (مرزا نے بھی فرمایا ہے) ہم کسی کلمہ گو کو اسلام سے خارج نہیں کہتے جب تک وہ ہمیں کافر کہہ کر خود کافر نہ بن جائے۔

اس بیان کی ہم بھی تصدیق کرتے ہیں، مگر افسوس کہ واقعات اس کی شہادت نہیں دیتے

اسلئے ہم اس مضمون میں اس بیان پر دو پہلوؤں سے بحث کرینگے۔ ایک اس پہلو سے کہ مرزا اور انکے خلیفہ کا مذہب کیا ہے؟ دوئم، جس حدیث کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے اسکا مطلب کیا ہے

امر اول: یعنی یہ بات کیا واقعی یہی ہے جو خواجہ کمال الدین نے لکھا ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ کے نزدیک وہی لوگ کافر ہیں جو ان کو کافر کہتے ہیں، یا ہر ایک شخص جو مرزا صاحب کا منکر ہے خواہ کافر نہ کہے، وہ بھی کافر ہے۔ اس کی تحقیق کے لئے ہم مندرجہ ذیل حوالہ جات پیش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بہر حال خدا تعالی نے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ ہر شخص جس کو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں۔ (بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء)

معیار الاخیار صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

(خدا نے فرمایا ہے) جو شخص پیروی نہ کریگا، تیری بیعت میں داخل نہیں اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے والا اور جہنمی ہے۔ (بدر ۹ مارچ ۱۹۱۱ء)

یہ ہیں مرزا صاحب کے اپنے اقوال۔ اب سنئے خلیفہ صاحب کے۔ خلیفہ صاحب کا فتوی عام طور پر شائع شدہ ہے جو اخبار بدر ۴ مارچ ۱۹۱۱ء میں طبع ہوا تھا۔ خلیفہ صاحب نے لکھا تھا آیت لا نفرّق بین احدٍ من رّسلہ کے معنی میں کسی رسول کا بھی ہم انکار نہیں کرتے۔ اس آیت کے مطابق سب رسولوں اور ماموروں کو ماننا فرض ہے۔ پس جس طرح کسی اور رسول کے انکار سے کافر ہوتا ہے اسی طرح مرزا کے انکار سے کافر ہوتا ہے۔ چنانچہ خلیفہ کے الفاظ یہ ہیں:

غور طلب امر یہ ہے کہ ہمارے مخالف بھی یہی مانتے ہیں اور اس کا دعوی کرتے ہیں لیکن یہاں سے ہی ہمارا اور ان کا اختلاف شروع ہو جاتا ہے ایمان بالرسل اگر نہ ہو تو کوئی شخص مسلمان نہیں ہو سکتا اور اس ایمان بالرسل میں کوئی تخصیص نہیں عام ہے خواہ وہ نبی پہلے آئے یا بعد میں آئے ہندوستان میں ہوں یا کسی اور ملک میں کسی مامور من اللہ کا انکار کفر ہو جاتا ہے ہمارے مخالف مرزا صاحب کی ماموریت کے منکر ہیں اب بتاؤ کہ یہ اختلاف فروعی کیونکر ہوا قرآن مجید میں تو لکھا ہے لا نفرّق بین احدٍ من رسلہ لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا) کے انکار میں تو تفرقہ ہوتا ہے

(الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۹ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: کیا یہ عبارت کسی حاشیہ یا شرح کی محتاج ہے؟

ہرگز نہیں، بلکہ صاف مطلب ہے کہ الرسل میں مرزا صاحب بھی شامل ہیں۔ پس جو برتاؤ کسی شخص کو دوسرے نبیوں کے ساتھ انکار کرنے سے کافر خارج از اسلام بناتا ہے، وہی برتاؤ مرزا کے ساتھ کرنے سے بقول خلیفہ صاحب، آدمی کافر ہو جاتا ہے۔ کیا حضرات انبیاء سابقین کے انکار سے کافر ہوتا ہے؟ یا وہ ان کو کہنے سے کافر ہوتا ہے؟ (خلیفہ صاحب خصوصاً جواب دیں)

بس اسی طرح خلیفہ قادیانی کے نزدیک مرزا صاحب کے صرف انکار کرنے سے آدمی خارج ہو جاتا ہے خواہ ان کو کافر کہے یا کفر سے خاموش رہے، یا ان کے کفر کی نفی کرے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس فتوی کو جاری کرتے وقت اس کا انجام نہ سوچا گیا تھا۔ اب جو چاروں طرف سے شور بپا ہوا ہے تو اس میں تاویل کرنے کی سوجھی یہی معنی ہیں

لو ان صدور الفعل یبدو ن للمفتی　　کا عقا بہ لم تلفہ یتند م

(آدمی کو اپنے افعال کا انجام معلوم ہو تو کبھی شرمندہ نہ ہو)

خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہم کو بتلا دیں کہ ۹ مارچ ۱۹۱۱ء کے بدر میں جس آیت (لا نفرق) سے انہوں نے دلیل پکڑی تھی کیا اس کے کچھ اور معنی معلوم ہوئے ہیں یا اس کے مطابق حضرات انبیاء کے منکر بھی اسی صورت میں کافر ہوتے ہیں جب وہ انبیاء پر کفر کا فتوی لگائیں اور بغیر اسکے نہیں۔ کہتے ہوئے کچھ سوچنے کے علاوہ خدا کا خوف بھی دل میں رکھنا (ان کنتم مو منین)

مختصر یہ کہ یہ بات تو کھلی صداقت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ دونوں متفق ہیں کہ مرزا کا منکر کافر ہے خواہ کتنا ہی نمازی اور روزہ دار بلکہ تہجد گذار ہو۔

امر دوئم: اب ہم امر دوئم پر بحث کرتے ہیں کہ مرزا کے مکفرین (کافر کہنے والے) کافر ہیں یا نہیں۔ اس بحث میں ہم مرزا کے کفر سے بحث نہیں کرتے، بلکہ مانتے ہیں کہ مرزا صاحب اور ان کی جماعت مسلمان بلکہ پکی مسلمان ہے، تاہم ان کے مکفرین کافر نہیں، جس حدیث کی طرف مرزا صاحب اور ان کے حواری خواجہ کمال الدین نے اشارہ کیا ہے وہ یہ ہے:

لا یرمی رجل ر جلاً بالکفر الا ارتد ت علیہ ان لم یکن صا حبہ کذ لک۔ یعنی جو شخص کسی شخص کو کافر کہتا ہے اگر وہ شخص کافر نہیں تو کفر لوٹ کر اسی پر آتا ہے۔

اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے بے سمجھی کے ساتھ یہ نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ چونکہ ہم کافر نہیں اس لئے جن لوگوں نے ہم پر کفر کے فتوے دیئے ہیں وہ خود کافر ہیں۔ مرزا کی زندگی میں بھی یہ بحث اٹھی تھی اور اہل حدیث میں اس حدیث پر مفصل بحث کی گئی تھی۔ ادھر یہ بے سمجھی سے ہٹ

دیکھ کر فریق ثانی بھی بضد ہوئے کہ چونکہ واقعی تم لوگ کافر ہو اسلئے تمہاری تکفیر سے ہم کیا، کوئی بھی کافر نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے نزدیک یہ سب باتیں حدیث مذکور کے اصل مطلب سے بہت دور ہیں

قبل از مطلب بتلانے کے قادیانی مشن سے عموماً اور خلیفہ سے خصوصاً ایک سوال کرتے ہیں کہ: حضرت عمرؓ نے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ کو منافق واجب القتل کہا، حالانکہ حضور ﷺ نے ان کے ایمان کی تصدیق فرمائی، بلکہ اس کو مغفور لہ فرمایا، تو کیا حضرت عمرؓ، حضرت حاطب ؓ کو منافق کہنے سے خود ایسے ہوئے؟ حدیث کے ظاہری الفاظ کو دیکھ کر جواب دو۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ:

بے نماز کے کفر میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور ان کے اتباع کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، مگر امام شافعی، احمد، حافظ ابن قیم، شیخ عبدالقادر جیلانی کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر واجب القتل ہے۔ آپ کا مذہب میں نہیں پوچھتا مگر یہ تو بتلائیے کہ جن بزرگوں کے نزدیک تارک الصلوۃ کافر نہیں، جو اس کو کافر کہے، وہ ان بزرگوں کے نزدیک کافر ہے؟ کھلے لفظوں میں سنیئے، امام ابو حنیفہ کے نزدیک امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کافر ہیں؟ (ہرگز نہیں) حالانکہ آپ کے اصول کے مطابق ایسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ پس ثابت ہوا کہ حدیث موصوف کا مطلب کچھ اور ہے وہ مطلب ہم سے سنئیے:

ایک تکفیر ہوتی ہے شرعی دلیل سے، ایک ہوتی ہے ضد اور ہٹ دھرمی سے۔ شرعی دلیل خواہ واقع میں صحیح ہو یا غلط۔ پس جو شخص شرعی دلیل سے کسی کو کافر کہے وہ تو اس حدیث کا مصداق نہیں، خواہ واقع میں دلیل مثبت مدعا ہو یا نہ ہو (جیسے حضرت عمرؓ کی دلیل مثبت مدعا نہ تھی فانہ خان اللہ و رسولہ) مگر تکفیر کی نظر کسی دلیل اور شرعی آڑ پر ہو۔ ہاں ضد اور ہٹ دھرمی سے ایسا کرنے والا بے شک کافر ہوگا۔ پس صاف بات ہے کہ جن لوگوں نے مرزا صاحب کی تکفیر کی ہے چونکہ وہ اپنے نزدیک دلیل شرعی رکھ کر کی ہے (تمہارے نزدیک وہ دلیل مثبت مدعا نہیں تو نہ سہی) اسلئے وہ اس حدیث کے مطابق کافر نہیں بلکہ مرزا صاحب اور ان کے اتباع کی نافہمی کی دلیل ہے۔

کیا خلیفہ صاحب اور ان کے حواری ہماری تقریر کا با قاعدہ جواب دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء۔ مطابق ۲۱۔۲۸ رمضان ۱۳۲۹ھ ۱۹۱۱ء۔ ص ۱۔۳)

قادیانی نبی اور خلیفہ میں اختلاف

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

حضرت مسیح ؑ کا قول ہے تم زمین کے نمک ہو۔ نمک سے کھانوں کا مزہ بنتا ہے لیکن جب نمک ہی بگڑ جائے تو اسے کون سنوارے۔، یہ مثال آج کل قادیانیوں پر صادق ہے۔ حکیم نور الدین خلیفہ قادیان کا قول بدر مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۱۱ء میں چھپا ہے:

یاجوج ماجوج وہ قومیں ہیں جو کشمیر ایران بخارا کے شمال میں ہیں۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ کشمیر ایران بخارا کے شمالی ملکوں میں یاجوج ماجوج رہتے ہیں۔ اب سنئے اعلی حضرت (مرزا) آنجہانی کی۔ آپ فرماتے ہیں:

فان یاجوج ماجوج هم النصاری من الروس و الاقوام البرطانیه (حمامۃ البشری)۔ یعنی یاجوج ماجوج روسی اور انگریز ہیں۔

اب ان دونوں اقوال متخالفہ کی تطبیق دینا قادیانی مشن کا کام ہے دیکھیں وہ کچھ معقول بات کہتے ہیں یا کسی جیل زادہ سے گالیاں دلواتے ہیں (اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۵)

قاضی ظہور قادیانی

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی فرماتے ہیں:

معلوم نہیں قادیانی گروہ کو حضرت روح اللہ (عیسیٰ ؑ) سے کیا ضد ہے کہ کسی نہ کسی رنگ میں ضرور آپ کی تنقیص کرتے رہتے ہیں۔ خود قادیانی آنجہانی نے تو جو کچھ بے ادبی ضمیمہ انجام آتھم و دافع البلاء وغیرہ کتابوں میں کی ہے وہ انکار رسالت کے قریب قریب ہے لیکن ان کی ذریت میں بھی کم نہیں ہے۔ کبھی تو کوئی امتیوں کو ان پر فضیلت دیتا ہے، اور کبھی کوئی ان کے صاحب شرع ہونے سے انکار کرتا ہے۔ مثلاً مبارک علی سیالکوٹی قادیانی اپنی کتاب، جواب باصواب، کے صفحہ ۷ میں ارقام فرماتے ہیں:

مسیح تو کیا مسیح سے بھی عالی درجت انبیاء آنحضرت ﷺ کے خدام کی منزلت نہیں رکھتے

نیز مبارک علی صاحب فرماتے ہیں:

مسیح تو ایک معمولی انسان ہے اور اس قابل بھی نہیں کہ آنحضرت (ﷺ) کے خدام کی برابری کر سکے۔ (ص ۷)

خاکسار نے اس کے جواب میں اپنی کتاب شہادۃ القرآن باب اول میں بتصریح کتب عقاید لکھا ہے کہ ولی کو نبی پر فضیلت دینی کفر و ضلالت ہے۔

قاضی ظہور الدین اکمل قادیانی نے اپنی کتاب شہادۃ الفرقان صفحہ ۱۵۔۱۶ میں اپنے بھائی کی حمایت کی اور اس کفر و ضلالت پر مصر رہنے کے لئے اس کی پیٹھ ٹھونکی اور باز آنے اور توبہ کرنے کی نصیحت نہیں کی، اور اس پر طرفہ یہ کہ صفحہ ۹۔۱۰ میں حضرت عیسیٰؑ کے صاحب شرع نبی ہونے سے بھی انکار کر دیا۔ انہوں نے جو کچھ وجوہات بیان کئے ہیں وہ یکے بعد دیگرے مع جوابات حسب ذیل ہیں۔ ناظرین ان وجوہات کو اور انکے جوابات کو دیکھ کر قادیانی علم و ایمان اور قوت استدلال کا اندازہ لگائیں اور انصاف کریں۔

❁ وجہ اول قادیانی۔ اول تو انجیل کے معنی ہی بشارت یا خوش خبری کے ہیں اور مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پا نازل ہوتی ہیں اس میں مسیح کو کوئی خصوصیت نہیں۔ (ص ۹)

❁ جواب۔ اول تو آپ نے اپنی دلیل کا مقدمہ اولی ہی ثابت نہیں کیا کہ انجیل کے معنی بشارت کے ہیں اور یوں ہی قادیانی الہام کی طرح بے ثبوت ہانک دیا ہے۔

ثانیاً یہ کہ مقدمہ ثانیہ یہ چاہیے تھا کہ کوئی مبشر صاحب شرع نہیں ہوتا۔ پھر اس کلیہ کو بھی ثابت کرتے اور انکار کی ٹھانتے۔ و دونہ خرط القتاد

ثالثاً یہ کہ جب آپ مقدمہ ثانیہ میں مانتے ہیں کہ مبشرات ہر ایک مامور الٰہی پر نازل ہوتے ہیں تو اصحاب شرائع بھی لفظ، ہر ایک، میں شامل ہیں۔ پس آپ اس دلیل سے عیسیٰؑ کے صاحب شرع ہونے سے کس طرح انکار کر سکتے ہیں مقدمات ایجابیہ سے نتیجہ سلبیہ نکالنا قادیانی منطق کا نتیجہ ہے

❁ وجہ دوم قادیانی: ان کا اپنا دعوی بھی صاحب شریعت ہونے کا نہیں جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے بلکہ وہ تو صاف کہہ رہے ہیں۔ میں توریت کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ اس کو پورا کرنے آیا ہوں اور یہ کہ اس کو برقرار رکھونگا۔ کوئی تغیر و تبدل نہ ہوگا (ص ۹)

❁ جواب: واہ جناب! اتنا بھی معلوم نہیں کہ جواب ہمیشہ مخالف کے مسلّمات سے دیا جاتا ہے نہ کہ ان اصول سے جن میں خصم کو کلام ہو جناب آپ خاکسار (ابراہیم سیالکوٹی) کے جواب میں لکھ

رہے ہیں اور خاکسار ان جعلی اناجیل کو ہرگز نہیں مانتا۔ لہذا خاکسار کے نزدیک آپ کی یہ دلیل کچھ بھی وقعت نہیں رکھتی پہلے ان کتابوں سے الزام جعلی دور کر لیں اور ان کی حقانیت ثابت کر لیں پھر خاکسار کے سامنے ظہور پذیر ہوں۔ خاکسار نے ان کتابوں کی بابت اپنی مختلف تصانیف مثلاً تائید القرآن و اعجاز القرآن میں مدلل بحث کی ہے اور ان کی اندرونی شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ یہ کتابیں جعلی ہیں۔

ثانیاً کہ آپ کی پیش کردہ عبارت میں ، پورا کرنے ، کے معنی یہ ہیں کہ میں اس کی پیش گوئی کا مصداق ہوں۔ پس آپ کا مطلب حاصل نہیں ہوسکتا۔

❁ وجہ سوم قادیانی: خود عیسائی قوم کا عمل درآمد اس بات پر شاہد ہے کہ عیسی صاحب شریعت نبی نہ تھے ورنہ اپنی تمدنی و سیاسی زندگی کے لئے ان کو قوانین وضع کرنے نہ پڑتے (ص ۹)

❁ جواب۔ اول تو اس کا بھی وہی جواب ہے جو اوپر گذر چکا پس عیسائیوں کی کتابوں اور ان کے عمل درآمد سے خاکسار کے برخلاف کوئی امر ثابت نہیں ہوسکتا۔

ثانیاً یہ کہ عیسائیوں کے پاس اس وقت شریعت عیسوی محفوظ نہ ہونے سے کیسے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی کو خدا تعالی ہی سے شریعت نہ ملی تھی۔ مجہول سے علم حاصل کرنا قادیانی کمال ہے

❁ وجہ چہارم قادیانی: و من قبلہ کتاب موسی اماماً و رحمۃً سے ظاہر ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے صرف حضرت موسی ہی کی کتاب تھی جو امامت و رحمت یعنی شریعت کہلانے کی مستحق تھی (جس پر کما حقہ عمل کر کے انسان قرب اللہ کے عالی مراتب حاصل کر سکتا ہے) ورنہ اگر قرآن شریف اور توریت کے درمیان کوئی اور کتاب بھی ہوتی یا کوئی نبی صاحب شریعت ہوتا تو اس کتاب کو امام و رحمت کہا جاتا۔ (ص ۹۔۱۰)

❁ جواب: شکر ہے کہ آپ نے استدلال میں آیت تو پیش کی۔ گو مفید مطلب نہیں

صاحب! اول تو یہ بتلایئے کہ آپ نے آیت میں ، صرف ، اور ، ہی ، کس لفظ کے معنی کئے ہیں۔ قضیہ ایجابیہ میں بغیر کلمہ حصر ، حصر نہیں ہوتا اور نہ ماعدا کا صلب منظور ہوتا ہے۔ بلکہ صرف محض اثبات مذکور ملحوظ ہوتا ہے اور عدم ذکر سے عدم شیئ لازم نہیں آتا۔ زیادہ سے زیادہ اتنا ہوتا ہے کہ غیر مذکور مسکوت عنہ کے حکم میں ہوتا ہے۔ پس آپ کی دلیل بن نہ سکی اور من قبل میں اتصال زمانہ بغیر فصل کے ضروری نہیں جیسے آیات ذیل سے واضح ہے:

الم یأتهم نبا الذین من قبلهم (توبہ) اور و ان یکذ بو ك فقد كذ بت قبلهم (حج)

اور یہ جو آپ نے سمجھا کہ صاحب شرع نبی کی کتاب کے ضروری ہے کہ امام کہا جائے اس کی کیا دلیل؟ پس یہ بھی ممنوع ہے کیا قرآن کریم کی نسبت بھی ایسا ہی خیال ہے کہ جب تک اس کی نسبت امام کا لفظ نہ آئے تب تک شریعت نہیں ہوسکتا۔

آیئے ہم آپ کو اس جگہ انجیل کے مذکور نہ ہونے کی وجہ بتلائیں

یہ آیت قرآن شریف میں دو مقام پر ہے۔ اول سورہ ہود میں اور وہ اس طرح ہے:

افمن کا ن علی بینۃٍ من ربہ، و یتلوہ شا ھد منہ و من قبلہ، کتا ب موسی اما ماً و رحمۃ ، او لئک یو منو ن بہ (ھود:۱۷) تو کیا وہ شخص جو اپنے رب سے دلیل پر ہو اور پیچھے پیچھے آتا ہے اس کے ایک شاہد اس سے اور پہلے اس سے کتاب ہے موسیٰ کی امام اور رحمت، یہ لوگ ایمان لاتے ہیں ساتھ اس (قرآن) کے

اور دوسری سورۃ احقاف میں ہے۔ اس کے قبل میں یہ آیت بھی ہے:

قل ارأیتم ان کان من عند اللہ و کفرتم بہ و شھد شا ھد من بنی اسرائیل علی مثلہ فا من و استکبر تم۔ (احقاف)۔ اے نبی کہدے کہ بتلاؤ اگر یہ قرآن خدا کی طرف سے ہو اور تم اس سے منکر بنے ہو اور بنی اسرائیل میں ایک شاہد نے اسی طرح کی گواہی دی اور ایمان لے آیا اور تم متکبر ہی رہے (تو تمہارا کیا انجام ہوگا)

ان دونوں آیتوں کی تفسیر میں شاہد سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام ہیں جو علماء یہود سے تھے اور اسلام لائے تھے۔ ان کے اسلام لانے کو خدا تعالیٰ نے قرآن شریف کے حق ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے اور اس کے بعد دونوں مقاموں میں کتاب موسیٰ کا ذکر کیا۔ اس لئے کہ عبداللہ بن سلام علمائے توریت میں سے تھے عیسائی نہ تھے پس بدیں وجہ اس موقع پر انجیل کا ذکر نہیں کیا

❁ وجہ پنجم قادیانی: سورہ احقاف کے آخری رکوع میں نفراً من الجن اپنی قوم سے جا کر کہتا ہے انّا سمعنا کتا باً انز ل من بعد موسی ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی۔ پس اگر درمیانی زمانہ میں انجیل شریعت یا مسیح صاحب شریعت ہوتے تو ان کا ذکر ہوتا۔

جواب: اسکے جوابات بھی مثل اوپر کی آیت کے ہیں۔ اول یہ کہ عدم ذکر سے عدم شیئے لازم نہیں آتا۔ دوم یہ کہ من بعد موسی میں اتصال زمانی ملحوظ نہیں۔ سوم یہ کہ اس میں تو بالکل انجیل کے نزول ہی سے سکوت ہے آپ نے یہی کیوں نہیں کہہ دیا کہ انجیل نازل ہی نہیں ہوئی اور شریعت اور صاحب شریعت کی جعلی قید لگا دی

چہارم ۔ یہ کہ وہ جن یہودی تھے عیسائی نہ تھے اس لئے انہوں نے ایسا کیا ۔ دیکھئے تفسیر مدارک میں جس کا حوالہ آپ نے بھی اس مضمون کے خاتمہ پر کسی اور مطلب کے لئے دیا ہے، ایسا ہی لکھا ہے۔ چنانچہ اس کی عبارت یہ ہے وانما قالوامن بعد موسی لانّھم کا نوا علی الیھودیۃ کہ ان جنوں نے من بعد موسی صرف اس لئے کہا کہ وہ یہودی تھے ۔ اسی طرح تفسیر کشاف اور خازن وغیرہ میں بھی ہے

وجہ ششم قادیانی: یعلمه الکتاب و الحکمة و التوراة و الانجیل (اللہ اسے کتاب و حکمت یعنی توریت وانجیل کی تعلیم دیگا) سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ توریت کی تعلیم مسیح کو دی گئی اور انجیل میں صرف حکمت و دانائی کی باتیں تھیں نہ کہ شریعت

جواب: نہ کہ شریعت، کس لفظ کا ترجمہ ہے اور الحکمۃ کے معنی بالخصوص انجیل ہونے کی کیا دلیل ہے؟ اور پھر، صرف، کس لفظ کا ترجمہ ہے ۔ صاحب! یہ ترجمہ الہام نہیں کہ قادیان میں اس کی مشین ہو یہ تو عبارات کا ترجمہ ہے جو سب کی نظروں میں ہیں ۔ اچھا تو قرآن کریم کو بھی الحکمۃ اور الحکم کہا گیا ہے کیا اس کی نسبت بھی یہی فیصلہ ہے (تف) کیا جس کتاب میں دانائی اور حکمت کی باتیں ہوں اس میں شریعت بیان کرنی منع ہے؟ جناب من! میں پھر آپ کو سناتا ہوں کہ قضیہ ایجابیہ میں محض اثباتِ مذکور ہوتا ہے سلب ماعدا مطلوب نہیں ہوتا ۔

قال القادیانی: انا ارسلنا الیکم رسولاً شاهداً علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا ۔ پڑھو اور غور کرو اگر آنخضرت ﷺ سے پہلے موسی کے سوا کوئی اور نبی بھی صاحب شریعت ہوتا تو اسی کی مثل فرمایا جاتا ۔

اقول: اچھا جناب! غور کر لی ۔ ہم نے تو آپ کا مطلب یہ سمجھا کہ جو نبی انبیاء سابقین میں سے سب سے قریب ہو اس کی مثل کہنا چاہیے ۔ کیوں صاحب! ایسا کیوں ہو؟ سنیئے! مماثلت کے لئے تو یہ ضروری ہے کہ جس کے حالات اور عہد کو عہد محمدی سے مناسبت ہو اس کا ذکر کیا جائے خواہ قریب ہو خواہ بعید ہو ۔ چونکہ آنخضرت ﷺ اور حضرت موسی کی جلالت اور آپ کے حالات اور عہد آپس میں ایک دوسرے سے ملتے ہیں اس لئے ان کی مثال ذکر کی ۔ اور یہ جو آپ مثل مثل پکار رہے ہیں اور قادیانی نے بھی ازالہ میں آنخضرت ﷺ کو مثیل موسی لکھا ہے درست نہیں کیونکہ آنخضرت ﷺ تو سید ولد آدم ہیں ۔ مثیل کیسے؟ کما سے مشابہت و مماثلت امر ارسال میں منظور ہے نہ کہ مرسلین میں ۔

وجہ ہفتم قادیانی: توریت باب استثنا میں جو پیش گوئی ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے تم جیسا ایک نبی مبعوث کرونگا اس سے بھی ظاہر ہے کہ موسی کے بعد صاحب شریعت نبی صرف حضرت محمد ﷺ ہی

تھے ورنہ عیسائیوں کو موقع ملتا کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کو خلط ملط کر دیں۔ وہ پہلے ہی سے کہتے ہیں یہ پیش گوئی، المسیح، میں پوری ہوئی مگر ہم انہیں جواب دیا کرتے ہیں کہ وہ صاحب شریعت نبی ہی نہ تھے۔

جواب: اول تو اس کا وہی مذکورہ بالا جواب ہے کہ اہل کتاب کی جعلی کتابیں ہمارے لئے یا ہم پر حجت نہیں۔ ثانیاً یہ کہ اس پیش گوئی میں کہاں مذکور ہے کہ وہ نبی صاحب شریعت بھی ہوگا۔ یہ قادیانی افتراء ہے۔ ہاں آپ نے یہ خوب فرمایا کہ آپ عیسائیوں کو ایسا کہا کرتے ہیں۔ تو کیا آپ کے کہنے سے ہم بھی کہہ دیں؟ سبحان اللہ! یہ بھی معلوم ہوگیا کہ آپ کو حضرت عیسیٰؑ کے صاحب شرع ہونے سے انکار صرف عیسائیوں کی ضد سے ہے

لا یجر منکم شنآن قوم علی ان لاتعدلوا اعدلوا ھو اقرب للتقوی (مائدہ۔پ۶)

قادیانی ساتوں وجوہات مع جوابات ذکر ہوچکیں۔ اب خاکسار کی پیش کردہ دلائل کے متعلق جو کچھ انہوں نے خامہ فرسائی کی ہے اس کو دیکھئے اور قادیانیوں کے علم وکمال کی داد دیجئے

قال القادیانی: اب ان سات وجوہ کو پیش نظر رکھ کر ان آیات قرآنی پر تدبر فرمایئے جن سے عیسیٰ کا صاحب شریعت نبی ہونا نکالا جاتا ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ:

شرع لکم من الدین ما وصّی به نوحاً و الّذی او حینا الیک و ما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه

اس کے جواب میں عرض ہے کہ قرآن شریف میں اختلاف نہیں کہ ایک جگہ سے کچھ اور دوسری سے کچھ ثابت ہو۔ یہاں شرع لکم کے معنی مدارک میں بیّن و اظہر لکم لے لکھے ہیں اور پھر یہ بھی کہ اس سے شرائع مراد نہیں۔ چنانچہ لم یرو الشرائع فانها مختلفة پس شریعت مراد لینا غلط ہے۔

جواب الجواب: سب سے پہلے ہم یہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ اس کتاب شہادۃ الفرقان القادیانی میں قرآن شریف کی بہت سی آیات غلط لکھی ہیں۔ اور یہ اغلاط املاء اور اعراب کی نہیں بلکہ الفاظ کی تفسیر اور کمی بیشی کی ہیں۔ اور یہ صفت خاص اس کتاب کی نہیں بلکہ خود قادیانی آنجہانی کی متعدد تصانیف میں اور دیگر قادیانی رسائل و اخبارات کا بھی یہی حال ہے چنانچہ اکمل صاحب نے اس ایک صفحہ کی تحریر میں دو آیتیں غلط لکھی ہیں لیکن ہم نے ان کو درست کر کے لکھ دیا ہے۔ اس کے بعد ان کی تحریر کا جواب یہ ہے کہ جناب بے شک قرآن شریف میں اختلاف نہیں صرف آپ کی سمجھ میں اختلاف ہے۔ اپنی پیش کردہ ہرہفت وجوہ کے جواب تو دیکھ لئے اب جو ہمارے دلائل پر آپ نے نقض کیا

ہے اس کا بھی جواب سنیئے ۔شکر ہے کہ آپ نے بھی ایک تفسیر کا حوالہ دیا اب آپ کو اسی تفسیر کی تصریح اور دیگر تفاسیر کی عبارتوں سے ثابت کردیں گے کہ سب کے سب حضرت عیسیٰ کو صاحب شرع نبی مانتے ہیں ۔ سنیئے صاحب ! آپ نے مدارک کا ادراک ہی نہیں پایا ۔کیا شرع ، کے معنی بیّن کر نے سے آپ کا مطلب ثابت ہوگیا۔ نہیں صاحب ! قرآن شریف میں ایسے ہی دوسرے موقع پر بیّن کا لفظ ہے اس لئے صاحب مدارک نے شرع کے معنی بیّن کئے ہیں ملاحظہ ہو یر ید اللہ لیبین لکم و یھد یکم سنن الذ ین من قبلکم (نساء پ ۵) اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ مدارک میں لم یروالشرائع ..الخ لکھا ہے اسے بھی آپ نے نہیں سمجھا ۔پوری عبارت یوں ہے:

و المراد اقا مۃ دین الا سلا م الذی ھو تو حید اللہ و طا عتہ و ا لا یما ن بر سلہ و کتبہ و بیو م الجزا ء و سا ئر ما یکو ن المر ء با قا متہ مسلماً و لم یر و بہ الشرا ئع فا نھا مختلفۃ قا ل اللہ تعا لی لکل جعلنا منکم شر عۃ و منھا جا (مدارک ۔سورہ شوریٰ پارہ ۲۵) ۔ اقیموا الدین سے دین اسلام کا قائم کرنا مراد ہے اور وہ یہ کہ ہے کہ خدا کو واحد جاننا اور اس کی اطاعت کرنا اور اس کے رسولوں اور کتابوں پر اور جزا کے دن پر ایمان لانا اور باقی امور جن کے قائم کرنے سے آدمی مسلمان بنتا ہے اور اس سے مراد شرائع نہیں ہیں کیونکہ وہ مختلف رہی ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ۔تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک ایک شریعت اور راہ مقرر کیا ہے ۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ صاحب مدارک اقامۃ دین کے معنی بتا رہے ہیں کہ ان ان امور کو جن پر انبیاء متفق تھے قائم کیا جائے ۔ باقی رہے احکام عملیہ سو حسب زمانہ ہر رسول کے کچھ کچھ الگ ہوئے ہیں وہ اس جگہ مراد نہیں ہیں بلکہ اس سے تو یہ معلوم ہوا کہ جن انبیاء کا اس آیت میں ذکر ہے وہ سب صاحب شرع ہیں اس لئے مفسرین نے اس آیت کے ذیل میں ان سب انبیاء کو جو اس آیت میں درج ہیں اصحاب شرائع لکھا ہے چنانچہ تفسیر فتح البیان تفسیر خازن اور تفسیر کبیر میں اس کی تصریح موجود ہے

دیگر یہ کہ صاحب مدارک تو خود تصریح کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ صاحب شرع نبی تھے ۔اب آپ کو کیا حق ہے کہ ان کی کسی عبارت سے ان کی تصریح کے برخلاف مطلب نکال سکیں ۔ منطق کے مقابلے میں مفہوم (خواہ غلط ہی ہو) پر اڑ نا عام طور پر قادیانی معمول اور اصول ہے ملاحظہ ہو تفسیر مدارک زیر آیت سورہ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم .. الآ یۃ

قال القادیانی: دوسری یہ کہ و لا حل لکم بعض الذی حرم علیکم ،اس کے بہت سے جواب ہیں ..انتہی کلام القادیانی

جواب الجواب۔ حضرات ہم کس بات کا جواب دیں آپ خیال کرتے ہوں گے کہ خاکسار نے عمداً قادیانی بہت سے جواب نقل نہیں کئے۔نہیں جناب۔ میں نے ان کی عبارتیں بلاکم کاشت پوری کی پوری نقل کی ہیں اکمل صاحب نے صرف ، بہت سے جواب ، ہی لکھا ہے اور جواب کوئی نہیں دیا۔ اسی طرح خاکسار نے شہادۃ القرآن باب اول ص ۳۴ میں جو دوسری دلیل یعنی آیت سورۃ احزاب و اذا اخذ نا من النبیین میثا قھم ...عیسی کے صاحب شرع نبی ہونے کی بابت لکھی تھی اسکی طرف بھی توجہ نہیں کی اور کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اسکا ذکر تک نہیں کیا شائد اسی لئے جواب دیتے وقت کہا ہے، نکالا جاتا ہے، اور خاکسار کا نام نہیں لیا، تاکہ اس دلیل کے جواب نہ دینے کی سورت میں عذر ہو سکے کہ ہم نے تو ان دلائل کا جواب دیا ہے جو عام طور پر لوگ پیش کیا کرتے ہیں اور اسی لئے ہم نے و لا حل لکم بعض الذی حرم علیکم کا بھی ذکر کر دیا حالانکہ شہادۃ القرآن میں اسے ذکر نہیں کیا گیا۔نہیں صاحب! آپ شہادۃ القرآن باب اول کا جواب لکھ رہے ہیں اور شروع مضمون میں آپ نے کہا ہے: اسی صفحہ (۳۴) پر آپ (ابراہیم) نے عیسی کو صاحب شرع رسول لکھا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور اسکے بعد آپ نے اپنے ہفت اندام کا خون چھوڑا یا ہے۔، پس آپ اس عذر سے شہادۃ القرآن سے بھاگ نہیں سکتے۔

اس کے بعد ہم قرآن شریف کا ایک اور مقام ذکر کرتے ہیں جو انجیل کے شریعت ہونے کو مہر نیم روز کی طرح ثابت کرتا ہے وہ یہ کہ سورہ مائدہ میں توریت کی نسبت فرمایا کہ اس میں ، ہدایت اور نور تھا ، ۔اور پھر فرمایا کہ، جو شخص خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے وہ کافر ہے ،، اس کے آگے فرمایا، وہ ظالم ہے،،اس سے ظاہر ہے کہ توریت شریعت تھی اور خدا تعالی اس کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم دیتا ہے۔اسی طرح توریت کے بعد انجیل کا ذکر کیا اور اسکی نسبت بھی فرمایا کہ اس میں ہدایت اور نور تھا، اور پھر فرمایا، وہ متقین کے لئے موعظت تھی ، ۔اس کے بعد فرمایا و لیحکم اھل الانجیل بما انز ل اللّٰه فیه و من لم یحکم بما انز ل الله فا ولئک ھم الفا سقون (مائدہ) یعنی ہم نے اہل انجیل کو بھی یہی حکم دیا کہ وہ اس کے مطابق فیصلے کیا کریں جو خدا نے اس (انجیل) میں نازل کیا اور جو کوئی خدا کے نازل کردہ کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ فاسق ہے۔

دیکھئے توریت اور انجیل کے متعلق ایک جیسی تاکید کی اور وہی لفظ فرمائے ۔ اسے موعظت بھی کہا۔ پھر اس کے بعد قرآن کا ذکر کیا اور آنحضرت ﷺ کو حکم کیا کہ جو کچھ خدا نے تیری طرف نازل کیا اس کے مطابق فیصلہ کر۔ پھر اس کے بعد فرمایا لکل جعلنا منکم شرعۃو منھا جاً ، یعنی ہم نے تم میں سے ہر ایک کیلئے ایک ایک شریعت اور راہ بنائی۔ دیکھئے ہر ایک شریعت کا ترتیب وار ذکر کرنے کے بعد کس طرح فیصلہ کیا۔ اس بیان کے بعد بھی انجیل کے شریعت ہونے کے متعلق کوئی شک رہ سکتا ہے فما ذا بعد الحق الّا الضلال فانی تصرفون۔

خاتمہ پر ہم تفاسیر کے حوالے اس طرح بیان کرتے ہیں کہ قرآن کے چار مقامات پر گیارہ تفاسیر ذیل میں عیسیٰؑ کے صاحب شرع ہونے کی تصریح کی گئی ہے کسی تفسیر میں ایک مقام پر کسی میں زیادہ پر۔ غرض آپ کے صاحب شریعت ہونے پر سب کا اتفاق ہے انکار کسی نے نہیں کیا

پہلی آیت: و لا حلّ لکم بعض الذی حرم علیکم (بقرہ ۔ پ ۳)

۲۔ و اذا خذ نا من النبیین میثا قھم و منک و من نوح و ابراھیم و موسی و عیسی بن مریم (احزاب)

۳۔ شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً و الذی اوحینا الیک و ما وصینا بہ ابراھیم و موسی و عیسی (شوری)

۴۔ فاصبر کما صبر او لو العزم من الرسل (احقاف)

تفاسیر کے نام حسب ذیل ہیں ۔ معالم ۔ خازن ، فتح البیان ۔ کبیر ۔ ابوالسعود ۔ بیضاوی ۔ سراج منیر ۔ جامع البیان ۔ رحمانی ۔ کمالین ۔ و ھذا آخر ما اوردنا ایرادہ فی ہذہ العجالۃ ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۶۔۹)

❁ مولانا میرؒ نے جن اکمل صاحب کے جواب میں درج بالا مضمون لکھا تھا یہ وہی ہیں جن کی نگارشات نظم ونثر قادیانی اخباروں میں دھوم دھام سے شائع ہوا کرتی تھیں، آپ اڈیٹر بدر کے نائب بھی تھے، اور بعد میں مرزا محمود کے رسالے کی مجلس ادارت میں چلے گئے تھے۔ آپ کو علم الاعداد میں بھی دخل تھا اور لوگوں کی وفات کی تاریخیں بھی نکالا کرتے تھے، جیسا کہ لکھتے ہیں: قل یا عیسی انّی متو فّیک و را فعک الیّ سے مرزا کا سال وفات ۱۳۲۶ھ برآمد ہوتا ہے۔

(بدر ۲۰۔ اگست ۱۹۰۸ء ص ۳؛ بدر ۹ جون ۱۹۰۸ء ص ۸)

آپ مرزا صاحب کے درباری شاعر بھی تھے۔ اور آپ کا سلام بحضور امام، یوں منقول ہے

السلام اے عیسی گر دوں مقام　　السلام اے مہدی ذی احتشام
السلام اے آدم آخر زماں　　السلام اے عالم معجز بیان
السلام اے باغ احمد کے نہال　　السلام اے ابن مریم کے کمال
السلام اے عشرت ختم الرسل　　السلام اے وارث ہر جز و کل
السلام اے فخر آل مجتبیٰ　　السلام اے افتخار مصطفیٰ
السلام اے نازش قلب بتول　　السلام اے خاص فرزند رسول
السلام اے نوح طوفان ضلال　　السلام اے قدرت آں ذوالجلال
تو وہی ہے مومنوں کا پاک امام　　جس کو پیغمبر نے بھیجا ہے سلام
اے امام اولین و آخریں　　مدح تیری مجھ سے ہو سکتی نہیں

(اخبار بدر قادیان ۱۸۔اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۷)

اور آپ نے ہی وہ نظم لکھی تھی جس کے متعلق سوال کا جواب مرزا ناصر احمد قادیانی خلیفہ ثالث، پاکستان کی قومی اسمبلی میں نہیں دے سکے تھے۔ نقل کفر کفر نباشد، نظم یوں ہے:

امام اپنا عزیزو اس زماں میں　　غلام احمد ہوا دار الاماں میں
غلام احمد ہے عرش رب اکرم　　مکان اس کا ہے گویا لا مکاں میں
غلام احمد رسول اللہ ہے برحق　　شرف پایا ہے نوع انس و جاں میں
غلام احمد مسیحا سے ہے افضل　　بروز مصطفیٰ ہو کر جہان میں
بھلا اس معجزے سے بڑھ کے کیا ہو　　خدا اک قوم کا مارا، جہاں میں
محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں　　اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں
محمد دیکھنے ہوں جس نے اکمل　　غلام احمد کو دیکھے قادیان میں
خدا سے تو، خدا تجھ سے ہے واللہ　　ترا رتبہ نہیں آتا بیان میں

(اخبار بدر قادیان ۲۵۔اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۱۴)

قاضی اکمل کی ایک اور تحریر ملاحظہ فرمانے سے پہلے مولوی عبداللہ احمدی کی درج ذیل تحریر پڑھیے جو انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کی کتاب الہامات مرزا کے جواب میں لکھی تھی۔ عبداللہ احمدی صاحب لکھتے ہیں:



ثناءاللہ کی تحریر پر ایک نظر

ایک دوست نے رسالہ الہامات میرزا پر مجھے متوجہ فرمایا تھا جب میں نے اس کو سرسری نظر سے دیکھا تو میں نے یہ فیصلہ کرلیا کہ ایسی بے جا تحریروں پر ہماری جماعت کے افراد کو متوجہ نہیں ہونا چاہیے اس لئے کہ قرآن کریم و اعرض عن الجاھلین کا ارشاد صادر ہے (جن لوگوں نے توجہ کی انہوں نے قرآنی حکم کی خلاف ورزی کی۔ بہاء) نیز یہ بھی فرمایا گیا ہے من حسن اسلا م المرء ترکه ما لا یعنیه وجہ اس کی یہ ہے کہ مصنف رسالہ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ مرزا کی پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی چاہیے جن سے ان کی روحانی کدورت اور صفائی کا حال کھل جائے۔ بادی النظر میں مصنف رسالہ کا یہ قاعدہ انصاف پر مبنی نظر آتا ہے لیکن پیش گوئیوں پر جرح وقدح کرتے ہوئے وہ اس قاعدہ کو ایسے طریق پر استعمال کرتا ہے کہ اس کے درمیان اور ابوجہل و دیگر کفار کے درمیان کوئی فرق نظر نہیں آتا بلکہ بعض سفیہانہ اقوال میں کچھ زیادہ ترقی کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے وہ اگر حضرت اقدس کی پیش گوئیوں کی جانچ پڑتال قرآن کریم اور منہاج نبوت کو معیار قرار دے کر کرتا تو بہت مناسب ہوتا مگر اس نے سراسر کفار اشرار کی تقلید کی ہے۔

وہ تحریر کرتا ہے کہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق بعض میرزائی متردد ہو گئے اور یہ نہیں سوچتا کہ، آنحضرت ﷺ کے بارہ میں بھی صلح حدیبیہ کے متعلق یہی لغو اعتراض شامل رہتا ہے۔

اسی طرح وہ تحریر کرتا ہے کہ آتھم کا رجوع الی الحق معتبر نہیں۔ اور یہ نہیں جانتا کہ قرآن کریم میں یکتم ایمانہ موجود ہے

وہ یہ بھی لکھتا ہے کہ رجوع اور ہاویہ میں تضاد کا علاقہ ہے مگر یہ نہیں جانتا کہ ہاویہ کا مطلق لفظ ہاویہ کا ملہ و ناقصہ پر مشتمل ہے اور شرط رجوع ہاویہ کاملہ سے معلق ہے۔

وہ یہ بھی تحریر کرتا ہے کہ ایک ہی فعل رجوع اور ہاویہ نہیں کہلا سکتا مگر افسوس کہ اس کو لو لا الاعتبارات لبطل الحکمة بھی یاد نہیں رہا۔ کیسی صاف بات ہے کہ جب ایک ہی فعل یا شئے کے دو مختلف پہلو یا حیثیتیں ہوں تو ہر ایک کے اعتبار سے جدا جدا حکم بھی پیدا ہوسکتا ہے آتھم کا خوف و اضطراب بلحاظ مصائب و آوارگی بذاتہ وہ ہاویہ بھی تھا جو کہ شرط سے معلق نہ تھا اور وہی خوف بلحاظ اعتبار صداقت اسلام رجوع الی الحق بھی تھا۔

لیکھ رام کے متعلق بھی اس کی جرح اسی قبیل سے ہے وہ کہتا ہے کہ خارق عادت عذاب کا ہونا لیکھ رام کی زندگی کو مستلزم تھا اور یہ نہیں سمجھتا کہ اگر یہ استلزام صحیح ہے تو بوقت نزول عذاب وہ

مقتول ابھی زندہ ہی تھا۔

غرض کہ اسی قسم کے بے ہودہ ہزلیات سے رسالہ مذکور بھرا ہے جس کے جواب کی طرف متوجہ ہونا ہی بے ہودگی ہے۔

چونکہ رسالہ مذکور کے آخری حصہ میں مصنف رسالہ نے حضرت اقدس کے اعجازی قصیدہ پر نکتہ چینی کی ہے اور وہ نکتہ چینی بھی بعینہ کفار کی طرح کی گئی ہے مگر ہوسکتا ہے کہ بعض لوگ بوجہ ناواقفی یہ خیال کرلیں کہ اسکے وہ اعتراضات شائد کسی علمی طاقت پر مبنی ہوں لہذا خاکساران اعتراضات کے متعلق چند اشارات عرض کرنا چاہتا ہے تا کہ ناظرین کو پتہ لگ جاوے کہ مولوی فاضل کیا تنگ ظرف اور خام خیال آدمی اور ناقابل خطاب ہے وہ قصیدہ پر تو اعتراض کرتا ہے مگر یہ خیال نہیں کرتا کہ اگر کاتب کے زہول سے کہیں تسمی یا یسمی الحکم لکھا گیا ہے تو ایسے بات کو اعتراض کا تختہ مشق بنانا چہ معنی دارد بھلا جس شخص نے اعجازی رنگ میں صدہا فصیح بلیغ عربی کتابیں دنیا میں شائع کی ہوں تو اس کی طرف ایک ادنی اور خفیف سی غلطی کو منسوب کرنا حماقت اور نادانی ہے اور ایسے ثقات کا تخطیہ صرف جہالت ہے، نہیں بلکہ سخت بے ادبی اور گناہ ہے ..(پھر بعض اعتراضات کے بزعم خود جواب دیئے ہیں)... عبداللہ احمدی ساکن کشمیر شوپین۔ (بدر ۲۸ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۰)

قاضی اکمل نے (جو اخبار بدر کا نائب اڈیٹر بھی تھا) مذکورہ بالا تحریر کے چار سال بعد ۱۹۱۱ء میں لکھا:

کام تو بہت ہیں، پر کام کرنے والا بھی کوئی ہو:

سب سے پہلے جو خیال میرے دل میں اٹھا وہ یہ تھا کہ ایک ایسی جامع کتاب تالیف ہونی چاہیے جس میں ہمارے عقاید اور طرز عمل کا مفصل و مدلل ذکر ہو۔ اس بارے میں میں نے قوم کے بزرگوں کو بھی گو لیکے سے خطوط لکھے۔ مگر میری استدعا پر پہلے بہت کم توجہ ہوئی۔ آخر ہمارے شیخ یعقوب علی نے ایسی کتاب کا اشتہار دیا اور یہ فرض یہیں ختم ہوگیا۔

اس کے بعد میر قاسم نے دین الحق لکھا۔ مگر یہ حصہ اول ہے۔ حصہ دوم جو بہت ہی ضروری ہے اور جو اصل غرض ہے اس کا انتظار ہے۔

آخر میں نے ایک کتاب تیار کی جو پانچ سو صفحہ ہے اور اس کا خلاصہ عقائد احمدیہ وسنت احمدیہ میں تیار کیا گیا مگر یہ حضرت امام سلسلہ کے الفاظ میں نہیں بلکہ میری اپنی ذاتی ذمہ داری پر ہے...

پھر جس چیز کو شدت کے ساتھ میں محسوس کررہا ہوں قرآن مجید کا ترجمہ اور تفسیری نوٹ ہیں... سیدنا امیر المومنین ہی اس کے اہل تھے مگر سنت سلف صالحین ہمیں بتاتی ہے کہ کسی امام قوم نے آج تک

پوری تفسیر نہیں کی.. ہاں ہم ممنون ہیں سید محمد سرور کے اور بالخصوص شیخ یعقوب علی کے کہ ان بزرگوں نے اپنی ہمت کے مطابق کچھ کام شروع کیا مگر افسوس نہ شیخ صاحب نے استقلال سے کام لیا نہ قوم نے پوری قدر کی اور اتنے سالوں میں صرف سات پارے طبع ہوئے اور ان میں سے پہلے پاروں کی کتابت و ترجمہ ایسا ہے کہ اس پر اطمینان نہیں مگر اس امر کا اقرار بھی ہے کہ ان کی تفسیر بے نظیر ہے اور تمام احمدی لٹریچر کی جو تفاسیر کے متعلق ہے جامع۔ صرف کسر یہ ہے کہ ترجمہ میں کسی علمی دماغ کی شمولیت ضروری ہے تاکہ ہمیں ذو العرش المجید کا ترجمہ، عرش معظم کا مالک، نظر نہ آئے۔ اور مولوی سرور شاہ کی تفسیر تو پھر آئندہ نسلوں کے لئے ہی مفید ہوگی۔ میرا اس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ مختصر ہو بلکہ مجھے افسوس ہے کہ اب وہ خاص شرائط کی پابندی میں کھل کر نہیں لکھ سکتے...

۱۹۰۵ء میں جب سے مفتی صادق نے بدر کا چارج لیا.. حضرت مرزا اپنے دست مبارک سے تمام الہامات و خوابات ہفتہ کے لکھ بھیجتے پھر آپ پروف پڑھتے پھر پروف درست کر کے دکھایا جاتا اور آپ کا ارشاد، صحیح ہے، پاکر طبع ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کے الہامات جمع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تمام کتابوں بدر الحکم کے فائلوں اور اشتہاروں کا مطالعہ کیا جائے..

پھر ایک اور عرض ہے وہ یہ کہ بعض مخالف کتابیں ایسی ہیں کہ وہ اندر ہی اندر اپنا زہر پھیلا رہی ہیں۔ الہامات مرزا، شہادۃ القرآن یہ دو کتابیں ایسی ہیں کہ ان کی اشاعت بہت ہے اور باہر سے ان کے متعلق خط بھی آتے رہتے ہیں مگر آج تک ان کا جواب ہماری طرف سے شائع نہیں۔ کیا ان کتابوں کا کوئی جواب نہیں؟ ہرگز نہیں۔ بات صرف یہ ہے کہ سستی اور غالباً اعجبتکم کثرتکم۔ یہاں کے رہنے والے کچھ ایسی حالت میں رہتے ہیں کہ وہ محسوس ہی نہیں کر سکتے کہ باہر والوں کو کیا مشکلات ہیں۔ محل کے اندر محبوب کے حضور بیٹھا ہوا کیا جانتا ہے کہ اس محل اور بوستان کے گرد ایک خاردار جنگل ہے اور بلڈاگ کاٹنے کو دوڑتے ہیں۔

میں نے جیسا شہادۃ القرآن حصہ اول کا جواب لکھا تھا (مولانا میرؒ نے شہادۃ القرآن کے نئے اڈیشن میں اس جواب کی دھجیاں بکھیر دی تھیں۔ بہاء) نے حصہ دوم کا جواب بھی ضرور لکھ دیتا مگر مولوی مبارک علی صاحب نے مجھے کہا میں لکھ رہا ہوں۔ پھر میں یہاں (قادیان) آ گیا۔ اور پھر رہتے رہتے رہ گیا۔ اب انشاء اللہ پھر ارادہ ہے.... (بدر یکم مارچ ۱۹۱۱ء ص ۴۔۵)

قاضی ظہور اکمل کی تحریر سے واضح ہوتا ہے مارچ ۱۹۱۱ء تک الہامات مرزا کا جواب نہیں لکھا جا سکا تھا، اور اگر کسی نے (مثل عبداللہ احمدی وغیرہ) اپنے زعم میں لکھا تو انہیں قادیانیوں کے عوام

اور محققین نے درخور اعتنا اور کافی نہیں سمجھا۔ اور شہادۃ القرآن کا جواب بھی نہیں لکھا جا سکا، اور مولوی مبارک علی جو جہلم والے مباحثے میں مولانا میر کے مقابل تھے، دعوی کرنے کے باوجود جواب لکھنے سے عاجز رہے۔ بہاء۔

قادیانی خلیفہ سے فیصلہ کن سوال

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۷۔ اپریل کے اہل حدیث میں چند سوال خاص بخدمت خلیفہ قادیان کئے تھے خیال تھا کہ جواب ملے گا مگر افسوس نہ خلیفہ بولے نہ انکے آرگن قادیانی اخبارات نے توجہ کی۔ کیوں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب　　　کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس لئے یقین نہیں کہ ہمارے آج کے سوال کا جواب بھی مل سکے مگر جائے امید خالی نیست

آج ہم جو سوال پیش کرنا چاہتے ہیں وہ کچھ ایسا نہیں کہ اس میں کسی منطقی صغرے کبرے سے کام لینا پڑے بلکہ وہ مضمون بالکل صاف ہے پس خلیفہ اوران کے حواری غور سے سنیں۔

مرزا صاحب کو جو الہام ہوا تھا کہ مسمات محمدی بیگم سے میرا نکاح ہوگا اور ضرور ہوگا، اس پیش گوئی کو حضور نبوی میں رجسٹر کرانے کے لئے آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ:

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

خلیفہ صاحب! انصاف شرط ہے کہ یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی صرف مرزا ہی کی نہیں بلکہ بقول مرزا، خود سرور کائنات فخر موجودات علیہ التحیۃ والصلوۃ کی

بھی ہے کیونکہ حضور ﷺ کا مطلب (بقول مرزا) یہ ہے کہ مسیح موعود کی آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم) ضرور نکاح میں آئیگی۔ اب جہاں تک کسی صاحب کی دیانت اور امانت کام دیتی ہے مضمون صاف ہے کہ اس امر کے واقع نہ ہونے سے دونوں پیش گوئیوں پر زد پڑتی ہے۔ پس مہربانی کر کے اس کا جواب عنایت کریں کہ کیا صورت اختیار کی جائے کہ دونوں (مرزا صاحب، اور بقول مرزا، آنحضرت ﷺ) تکذیب سے بچ جائیں

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ایسے متین سوال کے جواب میں بھی مثل سابق کسی جیل زادے سے گالیاں دلوانے پر قناعت کی تو قادیانی مشن کی حقیقت اہل دانش پر اور بھی واضح ہو جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۲۔۳)

قادیانی مشن سے فیصلہ کن سوال

اگر چہ قادیانی مشن کے بانی مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے صدق و کذب کا آخری معیار یہ قرار دیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں مرے تو میں سچا ورنہ جھوٹا، جسکا فیصلہ بھی عرصہ ہوا ہو چکا مگر چونکہ ان کی امت نے اس فیصلہ کو نہ مانا بلکہ اس میں خواہ مخواہ کے روڑے اٹکائے اس لئے آج ہم ایک اور طرح سے ایک سوال ان کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ گو ہمیں امید نہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دیں کیونکہ آج سے پیشتر ایسا ہی ہوا کہ بڑی معقولیت سے ۷۔ اپریل ۱۹۱۱ء کو چند سوال بخدمت خلیفہ قادیانی پیش کئے گئے مگر کوئی جواب نہ آیا۔ بہرحال ہمارا جو فرض ہے ادا کرتے ہیں، ان کا وہ جانیں۔

قادیانی مشن کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب شریعت محمدیہ میں کوئی نیا حکم لے کر نہیں آئے بلکہ اسی قرآن وحدیث کی تبلیغ کرنے آئے ہیں جو پہلے سے شائع ہے دیگر علماء مبلغین میں اور ان میں فرق صرف یہ ہے علماء براہ راست خدا سے علم حاصل نہیں کر سکتے مرزا صاحب چونکہ براہ راست خدا سے علم حاصل کرتے تھے اسلئے مرزا صاحب اگر کسی آیت کے معنی یا تفسیر علماء کے خلاف کریں تو لامحالہ مرزا صاحب کی تفسیر کو دوسرے علماء پر ترجیح ہوگی۔ اس قاعدے کے مطابق ہم ایک دو مثالیں مرزا صاحب کے فہم کی بیان کرتے ہیں یعنی ایک آیت قرآنی کی تفسیر دوسری حدیث کی تشریح۔

آیت قرآن مع تفسیر کے مرزا صاحب کی عبارت میں یہ ہے:

هو الّذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔ یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا (براہین۔ ج ۴ص ۴۹۸)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: اس عبارت میں مرزا صاحب نے گویا (بلکہ یقیناً) آیت کریمہ هو الذی.. کی تفسیر فرمائی ہے جو یقیناً ان کے منصب تبلیغ کے لحاظ سے قابل قبول ہے اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ان کی تفسیر کو چند حصوں میں تقسیم کر کے قادیانی مشن سے پوچھیں کہ ان میں سے کون سا حصہ آپ لوگوں کو نا منظور ہے۔ پس غور سے سنئے:

الف۔ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ ب۔ دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ ج۔ حضرت مسیح موعود جب دوبارہ آویں گے تو سیاست ملکی یعنی حکومت کے ساتھ تشریف لاویں گے۔ د۔ انکے زمانہ میں دین اسلام تمام دنیا میں پھیل جائے گا۔

یہ سب مضامین (حسب تفسیر مرزا صاحب) دراصل آیت قرآنی میں مضمر ہیں تو ان سب نتائج کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ عالی جناب اعلی حضرت فضیلت مآب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں (بے ادبی معاف) غلطی پر تھے۔

خیر یہ تو ہوئی آیت کی تفسیر۔ اب سنئے حدیث کی تشریح

حدیث شریف میں حضرت مسیح موعود کی بابت یہ الفاظ بھی آئے ہیں یتزوج و یولد له یعنی مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کے ہاں اولاد بھی پیدا ہوگی۔ جناب موصوف نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ فلاں لڑکی میرے نکاح میں آئے گی بلکہ فرمایا تھا کہ اس لڑکی سے میرا نکاح آسمان پر ہو چکا ہے ۔ اسلئے قادیانی مناظرہ کی اصطلاح میں اسے آسمانی نکاح یا منکوحہ آسمانی کہتے ہیں۔ مرزا صاحب اس پیشگوئی کی تصدیق اور حدیث موصوف کی تشریح ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی .... ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (انجام آتھم ضمیمہ ص ۵۳)

مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا صاحب کی اس تشریح سے جو ثابت ہوا اس کو بھی ہم الگ الگ بیان کئے دیتے ہیں۔

الف۔ مسیح موعود کا اعجازی نکاح ہوگا۔

ب۔ مرزا صاحب کی مسیحیت کی علامت آسمانی نکاح کا تحقق ہے

کیا ان دونوں حصوں کا نتیجہ یہ نہ ہوگا کہ مرزا بحکم حدیث مذکور مسیح موعود نہ تھے کیونکہ وہ ساری عمر اس نکاح کی کوشش میں رہے آخر بصد حسرت یہ کہتے ہوئے اس دنیا سے تشریف لے گئے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

کیا قادیانی خلیفہ صاحب یا ان کی ذریت معقولیت سے علمی طور پر ہمارے سوالات سابقہ اور حال کا جواب دے گی یا کسی جیل زادے کو گالیاں دینے پر مامور فرما دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۱۱ء ص ۱۔۲)

(مرزا صاحب کے امام الصلوۃ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کا کہنا ہے:

حضرت کی اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے جو ایک نکاح کے متعلق ہے اور جس کا ایک حصہ خدا کے فضل سے پورا ہو چکا ہے اور دوسرا دور نہیں کہ خدا کے بندوں کو خوش کرے حضرت بیوی صاحبہ مکرمہ نے بار بار رو کر دعائیں کی ہیں اور بارہا خدا تعالی کی قسم کھا کر کہا ہے کہ گو میری زنانہ فطرت کراہت کرتی ہے مگر صدق دل اور شرح صدر سے چاہتی ہوں کہ خدا کے منہ کی باتیں پوری ہوں اور ان سے اسلام اور مسلمانوں کی عزت اور جھوٹ کا زوال و ابطال ہو۔ ایک روز دعا مانگ رہی تھیں حضرت نے پوچھا آپ کیا دعا مانگتی ہیں آپ نے بات سنائی کہ یہ مانگ رہی ہوں حضرت نے فرمایا سوت کا آنا تمہیں کیونکر پسند ہے آپ نے فرمایا کچھ ہی کیوں نہ ہو مجھے اس کا پاس ہے کہ آپکے منہ سے نکلی ہوئی باتیں پوری ہو جائیں خواہ میں ہلاک ہی کیوں نہ ہو جاؤں۔ الحکم ۱۹۰۰ء ۱۷ جنوری۔ ص ۹)

متفرقات

تحریک ختم نبوت حصہ اول پر تبصرہ

(مولانا عبدالمعید مدنی اڈیٹر ماہنامہ الاحسان نئی دہلی)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین ''تاریخ اہل حدیث'' اور ''تحریک ختم نبوت'' کے سلسلوں کے

ذریعے علمی حلقوں میں کافی متعارف ہیں۔ اور برصغیر ہی نہیں اہل حدیث دنیا کا اردوداں اور علماء کا باشعور طبقہ انھیں اچھی طرح جانتا ہے۔ میں انھیں ۱۹۸۰ء سے جانتا ہوں اوران کی تحریریں میری نظر سے گذرتی رہی ہیں۔ تحریری حوالوں سے ڈاکٹر صاحب کے ارمغان تحیت وسلام سے ہم کئی برسوں سے شادکام ہوتے رہے ہیں۔ آج اس کی سعادت مل رہی ہے کہ ''تحریک ختم نبوت'' کی پہلی جلد پر تبصرہ لکھوں۔

''تحریک ختم نبوت'' کا سلسلہ ۱۹۹۱ء سے ۱۹۱۲ء کے بائیس سال کے وقفے پر اب تک ۱۲ویں جلد پر پہنچ چکا ہے یہ سلسلہ ابھی چلے گا۔ جلد ۱۱ پاکستان میں چھپ چکی ہے جیسا کہ مجھ بتلایا گیا ہے ڈاکٹر صاحب کی تاریخی تحریروں کی کئی خوبیاں ہیں۔

☆ ان کی تاریخی تحریریں دستاویزی ہوتی ہیں حوالوں اور مصادر واقتباسات سے مدلول ومحقق

☆ حشو وزوائد سے پاک ہوتی ہیں۔

☆ اہل حدیث علماء اورکل جماعت کے شاندار کارناموں کی جو تاریخی کڑیاں ٹوٹ چکی تھیں یا بھلائی جاچکی تھی، انھیں ڈاکٹر صاحب جوڑتے ہیں اوراپنی بے پناہ محنت سے ان کا کھوج لگاتے ہیں اورانھیں جماعت کی خدمت میں نذر کرتے ہیں۔

☆ اپنے اوردیگر حلقوں کی دینی وملی خدمات کوتولتے ہیں اوران کے کیف وکم کو واضح کرتے ہیں اورعلماء اہلحدیث اور جماعت اہلحدیث کی خوبیوں کونمایاں کرتے ہیں۔

☆ پروپیگنڈے، غلو اور مسلسل فریب کی جو ناروا کوششیں ۷۰ سالوں سے جاری ہیں اورڈی گروپ کی جس طرح ملت اسلامیہ ہند کی مساعی اورجہو د کوہتھیانے کی ناروا کوششیں جاری ہیں حق بحق دار رسید کے تحت ان کا ریکارڈ بھی درست کرتے ہیں۔

☆ تاریخ وافکار جہود وخدمات کے ساتھ تاریخ رجال واعلام کوبھی زیر قلم لاتے ہیں اوررجال کے درمیان بھی بسا اوقات موازنہ کرکے اصالت وانتحال کوواضح کرتے ہیں۔

☆ دستاویزی تحریر کے لئے زمانی تربیت زیادہ موزوں ہے ہوتی ہے۔ ابواب وفصول کی ساخت وترتیب اس کے لئے موزوں نہیں ہے۔

☆ دستاویزی تحریر کے لئے حضرت، علامہ، مولانا وغیرہ وغیرہ القاب وآداب بھی موزوں نہیں ہوتے۔ ایسی تحریریں تکلفات اورتصنعات سے پاک ہوتی ہیں۔

☆ ڈاکٹر صاحب کی یہ دستاویزی تحریریں اتنی رچ ہوتی ہیں کہ سلیقہ مند قلم آگے

چل کر انھیں حسن ترتیب وتالیف کا حریری لباس پہنالیں گے۔اور زمانہ کے حسب ذوق انھیں ڈھال لیں گے۔ان کی حیثیت مصادر کی ہے۔

☆ڈاکٹر صاحب کا اسلوب علمی اور اقناعی ہے جذباتیت اور عاطفیت سے بالا۔

ڈاکٹر صاحب اپنا مدعا مدلل واضح اور صاف الفاظ میں پیش کرتے ہیں ۔ ان کی تحریر میں نہ ایچ پیچ ہے نہ ابہام یا تاویلات باردہ۔ نہ زبردستی کا استنتاج ۔نہ تاریخ کو افسانہ بنانے کی خواہش۔حقائق تاریخیہ کو اسی طرح پیش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جیسا کہ وہ ہیں ۔مسلکی تاریخ نویسی کا افسانوی طریقہ برصغیر میں ڈی گروپ کو ملا ہے جسے اس پر بڑا ناز ہے۔

تحریک ختم نبوت کے اس دستاویزی سلسلے کی پہلی جلد زیر نظر ہے۔۳۸۲ صفحات کے اس حصہ اول میں ۹۱ مراجع سے استفادہ کیا گیا ہے اور ۲۳ عناوین کے تحت حقائق رقم کئے گئے ہیں اور ۱۳ شخصیات کی سوانح حیات دی گئی ہے۔سب سے پہلے جاندار پیش لفظ برصغیر کے معروف ومقبول قلمکار مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ کا ہے۔اس میں انہوں نے اس تاریخی حقیقت کو سراہا ہے جسے ڈاکٹر صاحب نے کتاب میں رقم کیا ہے کہ مرزا غلام احمد یا غلام برطانیہ کی گمراہیوں کا سب سے پہلے نوٹس مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے لیا اور پھر اس کی تردید اساطین علماء اہل حدیث نے کی اس سلسلے میں علامہ بھٹی نے کہا کہ ۸ باتوں کو ملحوظ رکھنا بہت ضروری ہے۔

بات یہ ہے کہ ڈی گروپ نے برصغیر میں سب کچھ لے لینے، سب پر قبضہ جمالینے اور سب کچھ اپنے استحقاقات میں داخل کر لینے کا روگ پال لیا ہے، چاہے انھیں جھوٹ بولنا پڑے یا فریب دینا پڑے۔اس کے لئے کار ثواب ہی نہیں افضل کام ہے۔ان کے اسی افضل کام میں یہ بھی داخل ہے کہ ختم نبوت کی ردا چھیننے والوں کا تعاقب کرنے والوں میں خود کو سب سے آگے بتاتے ہیں ۔چلو مان لیا تقدم کا شوق پورا ہو جائے لیکن اس سے آگے یہ ظلم کرتے ہیں خود کو سب کچھ مانتے ہیں اور ختم نبوت کے قزاقوں کا ناطقہ تنگ کرنے والے اور انھیں گھیرنے والے ہراول دستے میں کیڑے نکال کر انھیں ڈسکارڈ Discard کرتے ہیں ۔مولانا بٹالویؒ ،سید السادات دہلویؒ اور مولانا امرتسریؒ کو متہم کر کے انھیں قادیانیت کا ہمنوا دکھلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور آج کے فنکار

اور افسانہ ساز تو ایسی تحریریں پیش کر رہے ہیں اور تحریک ختم نبوت کا ایسا جلوہ باندھتے ہیں کہ جیسے مرزا صاحب کو زندہ کر کے ابھی کہلوا دیں گے کہ دیکھو علماء اہل حدیث ہمارے ساتھ تھے۔ صرف آج کے ڈی گروپ کی تحریک ختم نبوت کے فن کاروں سے ہی اس کا وجود خطرے میں تھا اور یہ شکم مادر میں بھی ہمیں کوستے رہتے تھے، گالی دیتے رہتے تھے اور ہمارے کفر کا فتوی دے رہے تھے۔ یہ گروپ ہر شئے میں سیاست کاری کرتا ہے اور آج اس کا ہر فرد سیاست کار ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہماری جماعت کے کانگریسی علماء بھی ڈی گروپ کی فن کاروں کو نہیں سمجھتے ہیں۔ اور ان کے تقدس اور مقدسات کے قائل نظر آتے ہیں جبکہ ایسی کوئی شے ان کے ہاں نہیں ہے۔ نہ تقوی، نہ علم، نہ امانت، نہ سچائی، نہ جہود مخلصہ۔ محض ہر شئے میں ڈھونگ اور افسانہ۔ فقط پیری کا شوق اور بڑا بننے کی خواہش، تعلیٰ، عجب اور بڑبولہ پن، اور تمام کائنات اور دنیا میں سب سے بڑا بننے کی للک اور جیب و پیٹ بھرنے کا عمل۔

ڈاکٹر صاحب نے تاریخی ریکارڈ کی تصحیح کی ہے اور تاریخی حوالوں سے بتایا ہے کہ ۱۸۹۱ء سے مرزا کی موت، مثیل مسیحیت اور نبوت کے ادعا سے لے کر اسے فنا کے گھاٹ اتارنے تک اہل حدیث علماء اس کے تعاقب میں لگے رہے۔ پہلے علامہ بٹالویؒ اور پھر علامہ امرتسریؒ، مرزا کے تار پور بکھیرتے رہتے رہے، اور اس کے ہر فریب کی حقیقت کھولتے رہے اور اسے رسوا کرتے رہے، اور وہ انھیں، میاں صاحبؒ کو مولانا امرتسریؒ کو غزنوی علماءؒ کو اور دیگر لوگوں کو گالی دیتا رہا۔ دھمکیاں دیتا رہا۔ مباہلہ اور مباحثہ کی دعوت دیتا رہا۔ اس کی عیاریوں کا ان پر کاہے کو اثر ہوتا۔ وہ اس کی ہر چال کو ناکام بناتے رہے اور اس کے گھر پہنچ کر مباحثے اور مباہلے کے لئے چیلنج دیتے رہے اور وہ بھاگتا رہا۔ آخر زچ ہو کر اس نے مولانا امرتسریؒ کے ساتھ آخری فیصلے کا اشتہار شائع کیا اور ۱۹۰۸ء میں رسوا کن حالت میں مر گیا۔

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد نے کھل کر اپنی فریب کاریوں کا مظاہرہ کیا۔ مثیل مسیح اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔ مرزا جی دراصل استعماری سازش کا شاخسانہ تھے۔ استعمار نے اپنی ساری اشتہاری فریب کاری اور عیارانہ سیاست اسے سکھلا دی تھی اور اپنا میکاویلی فلسفہ یا چانکیائی فلسفہ بتا دیا تھا کہ مقصد حاصل کرنے کے لئے سب جائز ہے اور

ہرطریقہ استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اوراستعمار نے نوردین، کمال الدین ،محمد علی، احسن امروہی اور دیگر کو دجال قادیان کے ساتھ لگادیا تھا۔ یہی ٹولہ برصغیر کے مسلمانوں کو استعمار کے قدموں میں ڈالنے کیلئے امت کے خلاف سازشیں کرتا رہتا تھا اور ہردم شگوفہ چھوڑتا رہتا تھا۔ اورمنصوبہ بندی کے مطابق علماء کے منہ آتا رہتا تھا اور بلاوجہ اساطین علماء کرام کوچلینج دیتا رہتا، انھیں گالی دیتا اورشیطانی تاویلات کرتا۔رات دن یہ ٹولہ آوارہ فکری پھیلاتا مکروفریب کے جال بنتا اورخبط الحواس مرزا غلام احمد کو پروپوز کرتا ہے اوراسکے دل ودماغ میں خرافات بھرتا، جوادعاء الہام اوراشتہار کی شکل میں ظاہر ہوتے۔

دفاع اسلام اورالہام سے ہوتے ہوتے یہ ٹولہ فتح الاسلام میں مسیحیت اور پھرتوضیح المرام میں نبوت تک پہنچا اورادعاءات کے پورے مراحل میں اس نے بے شمار بہروپ بھرے اوراب ان کی ذریت کا بہروپ جاری ہے۔

۱۸۹۱ء میں دین کی سرحد پار کرکے یہ ٹولہ کفر کے دائرے میں داخل ہوا، اوراس کے بت اکبرمرزا غلام احمد نے فتح اسلام لکھ کر استعمار کا مذہب مکروفریب کلی طور پر اختیار کرلیا۔ یہ رسالہ ابھی امرتسر میں مطبع ریاض ہند میں چھپ رہا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ کا امرتسر آنا ہوا، انھیں اس رسالے کے متعلق پتہ لگا ۔مولانا نے اس کا پروف منگوا کر دیکھا اور پڑھوا کر سنا ،اورمرزا غلام احمد کوفورا خط لکھ کراس کی تصدیق چاہی۔ اس نے فوراً جواب دیا کہ مسیح اورمثل مسیح ہونے کا اس کا دعوی صحیح ہے۔

اس اعتراف کے بعدمولانا بٹالویؒ اس کے پیچھے پڑجاتے ہیں اوراس کے کذب کا پردہ چاک کرتے ہیں ۔اورپورے ملک میں اپنے خطوط، پرچے ،اشتہارات اورتقاریرکے ذریعے اسے ننگا کرتے ہیں۔ اسے لدھیانہ میں ۱۲دنوں تک اپنے مباحثے کے ذریعے زچ کیا، اور وہ جان بچاکر بھاگا، دہلی تک اس کا پیچھا کیا اوروہاں سے رسوا ہوکر بھاگا،اسے لاہور سیالکوٹ پٹیالہ جالندھر جہاں گیا رسوا کیا اوروہ رسوا ہوکر بھاگتا رہا

مرزا غلام احمد کوشکست اور ہزیمت کی پروانہ تھی۔ جھوٹے کو فتح وشکست سے کیا لینا دینا ،اورجھوٹے کوشرم وحیاء کہاں ہوتی ہے۔ دراصل استعمار کے منصوبے کے مطابق مسلمانوں کولڑانے اورگمراہ کرنے کا اس نے بیڑا اٹھارکھا تھا۔ مناظرہ، مباحثہ اورمباہلہ کا چیلنج دے کرشہرت چاہتا تھا اورلوگوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے

مباحثہ، مناظرہ اورمباہلہ کا اشتہار دیتا رہتا تھا۔ادعاء ات، الہامات اورپیشگوئیاں اس سے ایسے صادر ہوتی تھیں جیسے ریاح کے مریض سے ریاح خارج ہوتی ہے۔ اسے اشتہاراتی چیلنج دینے اوراشتہاراتی جھوٹ بولنے اوربات بنانے کا شوق تھا اوراس پورے عمل سے وہ عوام میں ساکھ جمانا چاہتا تھا۔مگراس کی ساری عیاریاں اورچالاکیاں ایک نہ چلتی تھیں۔ ہرمحاذ پرمولانا بٹالویؒ اسے زچ کردیتے تھے۔ایک سال اس بحث ومباحثے میں بیت گیا، پھر۱۸۹۲ میں مولانا بٹالویؒ نے اس کے خلاف پہلا ملک گیر تکفیری فتوی تیارکیا اورسیدالسادات میاں صاحب دہلویؒ سے تفصیلی جواب حاصل کیا اورملک کے دوسوعلماء سے اس کی تکفیر پرمہر تصدیق ثبت کروایا اور پورے برصغیر کا دورہ کرکے تمام مسلمانوں کواستعمار کی اس کفریہ کاشت سے آگاہ کیا اوراس کیلئے ہرطرح کی قربانی دی۔

مولانا بٹالویؒ کے ساتھ سیدالسادات میاں صاحبؒ،مولانا محمدبشیرسہسوانیؒ ، مولانا اسماعیل علی گڑھیؒ ،مولانا عبدالحکیم کلانوریؒ ،مولانا قاضی سلیمان منصورپوریؒ وغیرہم نے اس کی تردیدکی،غزنوی علماء نے اس سے مباہلہ کیا۔مرزا غلام احمدنے جب آسمانی نشانی طلب کی اور بڑہانکی تواس کے چیلنج کولکھوی عالم نے اس طرح قبول کیا کہ وہ پہلے آسمانی نشانی دکھلائے تووہ بھی نشانیاں دکھلائیں گے،لیکن مرزا نےتمویہ وتاویل کے ذریعہ جان بخشی حاصل کی۔مولانا بٹالویؒ نے اسے اس مسئلے پر مات دی۔ اس نے ۱۸۹۲ء میں برطانوی استعمار کے متعلق ایک بڑہانکی، حکومت برطانیہ تاہشت سال بعدازاں آثار ضعف واختلال۔مولانا بٹالویؒ کومرزا کے کسی مرید سے اس بڑکی خبرلگ گئی۔ غلام برطانیہ کی اس بڑکے حوالے سے اشاعۃ السنۃ نے خوب کھنچائی کی۔وہ بلبلا اٹھا۔آقا کا ڈراس کے اوپر طاری ہوگیا۔خوب گڑگڑایا اوراس بڑسے دامن جھاڑلیا۔ادعائے نبوت کے دورمیں اس خبطی کومحمدی بیگم کا آزار مارے ڈال رہا تھا۔اس سال اس کی تصوراتی آسمانی منکوحہ کی شادی ہوگئی۔پھرکیا تھا اس کے ہذیان کی بدبو پھیلنے لگی۔آخریہ غم سینے سے لگائے واصل جہنم ہوگیا اورمحمدی بیگم سے اس کی شادی نہ ہوسکی۔اس کی التجائیں، ترغیبات،تحذیرات،الہامات،منامات سب بیکار ہوگئے اورمرزا جھوٹا ثابت ہوا۔مولانا بٹالویؒ نے محمدی بیگم کے حوالے سے مرزا کی رسوائیوں اور ذلتوں کوخوب اچھالا اوراس کے اکاذیب سے لوگوں کوآگاہ کیا اورمرزا اپنی تمام تر بےشرمی کے باوجودمولانا بٹالویؒ

کی تردیدی تحریروں سے اندر اندر خوب سنگسار ہوتا رہا۔ مولانا بٹالویؒ کے تعاقب سے تنگ آکر دسمبر ۱۸۹۲ء میں اس نے ان کے خلاف انذار وتخویف بھرا خط لکھا، مگر انہوں نے اسے ایسی ڈانٹ پلائی کہ اس کی محمدی بیگم کے متعلق سٹی گم ہوگئی۔

مرزا نے اپنے ہذیانات کو کئی ہزار الہام اور پیشگوئی قرار دیا۔ علامہ بٹالویؒ نے اسے صرف تین پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کا چیلنج دیا مگر اسے جرأت نہ ہوئی اور چپ سادھ کر بیٹھ رہا۔ ۱۸۹۳ء میں آتھم عیسائی سے مناظرہ ٹھان لیا، مگر یہ جاہل ہارا، اور اسے عذاب کی دھمکی دے کر بھاگ لیا۔ مولانا بٹالویؒ نے اس کی صداقت ثابت کرنے کے لئے اسے چیلنج کیا۔ اس کی دھمکی غلط ثابت ہوئی وہ اور اس کا پورا ٹولہ مرد عورت روئے، گڑگڑائے، چلائے، ذلیل ورسوا ہوئے، اس کی تضحیک ہوئی لوگوں نے اس کے جھوٹ کو جانا اور بعض مرید اس کے فریب سے نکل آئے۔ اس ذلت ورسوائی کا داغ مٹانے اور لوگوں کو ورغلانے کے لئے اس نے ۱۸۹۶ء میں انجام آتھم لکھ کر ۴۸ علماء اور ۵۶ پیروں کے نام مباہلہ کا چیلنج بھیج دیا اور اپنی صداقت دلیل بنادی کہ سچا جھوٹے کی زندگی میں مرجائے گا۔ ان میں اکثر پیروں اور مشائخ کا اس فریب سے کوئی لینا دینا نہ تھا۔ علماء میں اکثر اہل حدیث تھے اور اسے رگید چکے تھے۔ مباہلہ کے لئے آنا دور کی بات بہتوں کو اس چیلنج کا پتہ بھی نہ رہا ہوگا۔

اس یکطرفہ اعلان سے وہ اتنے علماء اور مشائخ کے مقابلے میں گھر بیٹھے فاتح بن گیا اور جو طبعی عمر کو پہنچ کر طبعی موت مرگئے مرزا جی اور اس کے ٹولے نے ان کی اموات کو مباہلہ کے نتائج بنا کر اپنے کھاتے میں ڈال لیا اور اب تک یہ فریبی ٹولہ ڈینگتا رہتا ہے کہ اسے تمام علماء ومشائخ پر فتح حاصل ہوگئی۔ ایسی جیت اور فتح تو گھر بیٹھ کر کوئی ان پڑھ اور الھڑ بھی حاصل کرسکتا ہے پھر استعماری کاشت اور ابلیسی ٹولے کی کیا خوبی ہوئی۔

یہ ہے کتاب کا خلاصہ۔ اس کے سوا کتاب میں دو باتیں اور ہیں قادیانیت نے جب سر اٹھایا اور نئی استعماری کاشت ظہور میں آئی تو اس کی بیخ کنی میں علماء اہل حدیث بڑھے۔ ابھی یہ فتنہ پریس ہی میں تھا کہ وہیں علامہ بٹالویؒ نے اسے لپک لیا اور مرزا ان کے سامنے گڑگڑانے لگا۔ ادعائے نبوت ومسیحیت سے لے کر واصل جہنم ہونے تک اس شجر زقوم کو اہل حدیث علماء نے ہر محاذ پر رگیدا۔ اس کی تاریخ دو طرح موجود ہے۔

تعاقب تردید تکفیر مباہلہ مباحثہ کے سارے وقائع محفوظ ہیں اور تاریخی شواہد بھی ان سب سے پتہ چلتا ہے کہ مرزائیت کے تار پود علماء اہل حدیث نے بکھیرے ہیں۔ ان کے مقابلے میں دیگر حلقے اس عمل میں بس حاشیے پر ہیں۔ مرزائی ٹولہ کی تاریخ اشتہارات کتب ورسائل اور سوانحی تحریروں میں بکثرت اس تردید پر بلبلاہٹ اور فریاد اعتراف شکست، گالیاں، دھمکیاں اور پیشگوئیاں موجود ہیں اور ان تمام کا رخ میاں صاحبؒ، مولانا بٹالویؒ مولانا سہسوانیؒ غزنوی علماء اور دیگر علماء اہل حدیث کی طرف ہے۔ اور یہ ٹولہ کوشش کرتا تھا کہ اہل حدیث حلقے کے سوا دیگر سواد اعظم کو اندر اندر منائے، ان سے الجھے نہیں ان سے مقابلے کے لئے اصرار نہ کرے۔ اور اس نے انھیں اہل حدیثوں سے بھڑانے کی کوشش کی۔ اور ایسا لگتا ہے اس کے علماء دیگر بہت سے مشائخ اور علماء سے اسے تعاون حاصل رہا۔ اور اندر اندر اس کی توثیق ہوتی رہی۔ اس کی وجہ یہ بھی رہی کہ انھیں حقائق کا پتہ بھی نہ تھا۔ نہ اس جان جوکھوں کام میں انھیں پڑنے اور گالی دھمکی سہنے کی ہمت تھی۔ یہ ٹولہ انگریز کا چہیتا تھا اور کاشت بھی۔ اسی لئے اس کا خوف بھی لوگوں پر سوار تھا۔ ڈاکٹر بہاء الدین اپنی کتاب میں ان دونوں نقطوں پر بھی ترکیز کی ہے۔

رد باطل کی تاریخ میں مسابقت دکھلانے کا شوق لدھیانوی حلقہ کرتا ہے اور اس کی تکفیر کی تاریخ ۱۸۸۴ء سے مرتب کرتا ہے لیکن اس تکفیر کی تکفیر خود اسی حلقے سے ہوگئی اور تکفیر نہ کرنے والوں کی تکفیر مکفر اول عبدالعزیز لدھیانوی نے کی۔ یہ دراصل تکفیر نہیں ایک سر پھرا پن تھا جس کی تردید مولانا گنگوہیؒ نے کی اور مولوی یعقوب نانوتویؒ نے اسے عدم تقلید قرار دیا جو دوسرا سر پھرا پن تھا۔ دراصل مرزا کی زٹلیات در براہین احمدیہ کو بنیاد بنا کر ایک لدھیانوی عبدالعزیز نے مرزا کو کافر قرار دیا تھا لیکن اس پر اس کے بھائی محمد لدھیانویؒ نے اس کی تردید کی اور پورا ڈی گروپ اس کے خلاف تھا۔ یہ ایک فرد کی بات تھی اور نافہمی کی بناء پر، اور مرزائی لٹریچر میں اس کو درخور اعتنا ہی نہیں بنایا گیا۔ مان لیا ایک فرد کا فتوی تھا مگر قادیانیت بشکل ادعاء نبوت وادعاءات متنوعہ خارجہ عن الملہ اس وقت موجود تھے۔ اس کا کفر صریح ۱۸۹۱ء سے شروع ہوا ہے پھر اس فتوے کا رد قادیانیت اور ادعا نبوت سے کیا تعلق۔ اور واقعہ یہ ہے کہ یہ فتوی نہیں ایک ہلڑ بازی تھی۔ اور خود مرزا زندگی بھر یہی کہتا رہا کہ اول المکفرین مولانا بٹالویؒ تھے، بانی تکفیر قادیانیت تھے اور اس

آگ کو تمام ملک میں اپنی شہرت کے سبب سلگانے والے میاں صاحب تھے۔

کتاب کے آخر میں تین غزنوی علماء کے سوانحی حالات ہیں جنھیں رد قادیانیت میں اولیت اور سبقت حاصل ہے اور ساتھ ہی میاں صاحبؒ اور مولانا تھانیسریؒ کے متعلق تفصیلات ہیں اور ان کے متعلق گرد اٹھانے والوں کی تردید بھی ہے اور ان کے عزائم اور فضائل کا تذکرہ ہے اور افسانہ سازوں کی افسانویت کی قلعی کھولی گئی ہے۔

ڈاکٹر بہاء الدین کی کتابیں لائق مطالعہ ہیں اور تاریخی حقائق کے متعلق آنکھیں کھول دینے والی ہیں اور دلائل و براہین سے مالا مال ہیں تاریخی ریکارڈ کو صحیح کرنے اور صحیح تاریخ جاننے کے لئے انھیں پڑھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ سب کو حق پسندی، حق گوئی اور حق پر عمل پیرائی کی توفیق دے۔ آمین

اگر ان علماء نے قادیانیت کے فتنے پر بندنہ باندھا ہوتا اور اللہ نے انھیں اس کی توفیق نہ دی ہوتی تو یہ بلا برصغیر میں گھر گھر میں گھس جاتی اور سارا پنجاب ارتداد کی زد میں آجاتا۔ فتنہ انگریز کا بویا ہوا استعمار کا دور اور سازشی ٹولے کو ساری مالی و سرکاری سہولتیں حاصل۔ دنیا کے عیار ترین اور سارے ہتھکنڈوں سے لیس میدان میں رات دن ان کا ذہن قلم اور ان کی زبان فریب کا جال بننے، فتنہ پھیلانے میں منہمک ہیں اور فساد کا تماشا دیکھنے کے لئے تیار۔ اور حکومت کی مشینری اس کے ساتھ ٹوڈی بھی۔ اس کے ساتھ عافیت پسند گوشے میں۔ تیس مارخانیاں اس ٹولے سے تھرائی۔ حیلے میں غفلتیں اور خوش فہمیاں بھی زوروں پر۔ مگر مجاہدین حق میدان میں اور دجالوں کو قدم قدم پر مات دینے اور ان کے مکر کے تار پود بکھیرنے میں رواں دواں۔

یہ اس صدی ہی کا نہیں بلکہ مسیلمہ کذاب کی نوعیت کا اس کے بعد سب سے بڑا فتنہ اس ٹولے کا کس بل ٹوٹ گیا مگر مکر، دولت، اکاذیب، بے شرمی اور کفار کی چاکری کے سبب آج بھی یہ شجرہ زقوم باقی ہے اور بہت سے جیب و پیٹ کے بندے اس کی بقا سے سرسبز ہیں اور ان کی تاریخ بن رہی ہے۔ مزاج حیات یہی ہے کہ کام کرنے والے کام کرتے ہیں۔ اور اس کا کریڈٹ برسہا برس تک وہ لوگ لیتے ہیں جن کا کام سے تعلق نہیں ہوتا یا برائے نام ہوتا ہے۔ اور ایسے لوگ یہ بھی کرتے ہیں کریڈٹ لینے کے ساتھ کام کرنے والوں کو بدنام بھی کرتے ہیں۔ لیکن جن کے سامنے یہ آیت ہوتی ہے ''منھم

من قضى نحبه ومنهم من ينتظر وما بدّلوا تبديلاً“ وہ اس سے گھبراتے نہیں اپنا کام کرتے رہتے ہیں۔ اور اللہ سے لولگائے رہتے ہیں۔

اللہ غریق رحمت کرے ان مخلصین پاک طینت کو اور ان کی تربت پر اس کی رحمت کی شبنم افشانی ہو۔ آمین (ماہنامہ الاحسان، دہلی۔ مارچ ۲۰۱۰ء)

یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج

عنوان بالا کے تحت پنڈت آتما نند لکھتے ہیں:

آریہ سماج اور احمدیت میں ایک مشترکہ لیکن متنازعہ فیہ مسئلہ تناسخ ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ اس مسئلہ میں احمدی آریہ سماج کے اور قادیانی نبی یا لاہوری مجدد پنڈت لیکھ رام سے متفق تھے۔ مرزا صاحب کائنات کو نوع سے قدیم مان کر ارواح و مادہ کی قدامت کے قائل بن چکے تھے جیسا کہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ فاتح قادیان بھی تصدیق فرماتے ہیں اور لاہوری احمدیہ جماعت کے امیر مولوی محمد علی اخبار پیغام صلح ۷ جون ۱۹۳۴ء میں لکھتے ہیں کہ:

میں نے جناب میاں (محمود احمد قادیانی) صاحب کو اس طرف توجہ دلائی اور عرض کی کہ حضرت ایک تو آریہ اس بات سے (حدوث روح و مادہ میں سلسلہ مخلوق کا ازلی ہونا) اپنی صداقت کی لاف مارنے لگے گئے ہیں، دوسرا مولانا ثناء اللہ طعنے دے رہا ہے کہ احمدی آریوں کی چوٹ سے اسلام کو چھوڑ کر آریوں کے عقائد مان گئے جیسا کہ میر محمد اسحاق کی کتاب گواہ ہے۔،

مولوی محمد علی لاہوری، خلیفہ محمود کو توجہ دلاتے ہیں لیکن ہم مولوی محمد علی کو توجہ دلاتے اور پوچھتے ہیں کہ آپ کے مجدد و مسیح موعود و مہدی معہود اپنی تصنیف، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر، صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ:

چونکہ خدا قدیم ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔

پس جب مسیح موعود خود بھی سلسلہ مخلوق کو ازلی مان کر، جو مادہ و ارواح کو ازلی تسلیم کئے بغیر کبھی ممکن ہی نہیں ہوسکتا، آریوں کے عقاید مان چکے تھے، پھر اگر آپ کے خیال میں قدامت مادہ

وارواح وسلسلہ مخلوق کو ماننے والے آریہ سماجی مشرک ہیں تو آپ ہی جواب دیجئے کہ آپ کے مرشد مرزا قادیانی کیونکر موحد ثابت کئے جاسکتے ہیں؟ ادھر مولوی محمد علی ہٹ دھرمی نہیں ہیں تو اپنی پیغام صلح والی تحریر کے مطابق مرزا غلام احمد کو بھی پنڈت لیکھ رام کی طرح مشرک تسلیم کریں ورنہ ہمارے اس الزام کو دور کر کے دکھائیں۔

اب معمولی سمجھ کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مادہ وارواح کو ازلی وابدی مانا جاوے تو مسئلہ تناسخ سے ہرگز انکار نہیں کیا جاسکتا، چنانچہ مرزا قادیانی لکھتے ہیں۔

سو یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت ہماری مجرد روح، جس کے ساتھ جسم نہیں ہے، کسی خوش حالی کو پاسکتی ہے، (اسلامی اصول کی فلاسفی صفحہ ۸۷)۔

اور اس کے صفحہ ۸۸ پر ہے:

سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کاملہ صادر ہونے کے لئے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کیلئے جسم ملتا ہے۔

یعنی مرزا صاحب کسی حالت میں کسی وقت بھی مجرد روح کو بلا جسم نہیں تسلیم کرتے جس کی تشریح میاں محمود خلیفہ، ، احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے صفحہ ۲۴۹ پر لکھتے ہیں:

جس کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ قدر میں انسان کی نئی زندگی کے مناسب حال جسم اور روح تیار ہو گئے ہیں

مرزا صاحب کے ان عقائد سے مسئلہ تناسخ ثابت ہے لیکن ہم مرزا کی ایک ایسی تحریر ذیل میں درج کرتے ہیں جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں چنانچہ نزول المسیح صفحہ ۳۷ پر مرزا لکھتے ہیں کہ:

میں ایک ایسی جگہ بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بن ہیں جن میں بیل گدھے گھوڑے کتے سور بھیڑیئے اونٹ وغیرہ ہر قسم کے موجود اور میرے دل میں ڈالا گیا (یعنی الہام کیا گیا) کہ یہ سب انسان ہیں جو بد عملیوں سے ان صورتوں میں ہیں،۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ یہ ایک رؤیا یعنی خواب کا معاملہ ہے، تو اول تو رؤیا الہام کی ہی ایک قسم ہے دوم سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے دل میں کس نے الہام کیا؟ خدا نے یا کسی اور نے؟ مرزائی یہی کہیں گے کہ خدا نے۔ پس جب مرزا صاحب کے ملہم خدا نے تناسخ کی تصدیق

کر دی تو مرزائیوں کو اس مسئلہ کی صداقت میں کیا انکار ہو سکتا ہے۔

۲۔ وید کلام الٰہی ہیں۔ احمدی اس مسئلہ میں بھی آریہ سماجیوں سے اور مرزا صاحب پنڈت لیکھ رام سے متفق تھے، وہی مرزا صاحب جو ساری عمر ویدوں کے خلاف بحث مباحثے کرتے رہے، مرتے وقت پیغام صلح نامی کتاب (صفحہ ۷، اور ۱۱، ۱۲) میں ویدوں کو کلام الٰہی مان کر تصدیق وید کا عقیدہ ظاہر کر گئے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

میں وید کو اس بات سے منزہ سمجھتا ہوں کہ اس نے اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشور کی پاک ذات پر بخل اور پکشپات کا داغ لگاتی ہو۔ .... اسی بنا پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں ... ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افترا نہیں ہے۔

پھر جب کہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں (یعنی ویدوں کی نہیں)

مرزا صاحب اس عقیدہ میں بھی سوامی دیانند کے ہم خیال تھے اور سوامی جی کے ترجمہ و تفسیر کو صحیح مانتے تھے، چنانچہ مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہوئے پیغام صلح میں لکھتے ہیں:

اگر یہ مشکل پیش آجائے کہ ہندوؤں کے ساتھ کس طرح صلح کی جاوے تو منجملہ متعدد تفاسیر کے ایک وہ ترجمہ و تفسیر وید کی موجود ہے جو سوامی دیانند نے لکھی ہے (مفہوم)

مولوی محمد علی لاہوری بھی ریویو آف ریلی جنز ج ۸ نمبر ۴ میں لکھتے ہیں:

آپ (مرزا قادیانی) ویدوں کی بڑی تکریم کیا کرتے تھے اور ان کی اس قدر عزت آپ کے دل میں تھی کہ ان کو خدا کا کلام سمجھتے تھے۔

معشوق من بہ مذہب ہر کس برابر است ۔۔۔ با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

وید دھرم کا جتنا پرچار اور اشاعت مسلمانوں میں مرزا متوفی اور ان کے پیروؤں نے گنتی کے چند برسوں میں کر دکھلایا ہے آریہ سماج شائد صدیوں میں بھی نہ کر سکتی۔ چنانچہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفوں نے قریباً ستر ہزار مسلمانوں کو آریہ سماجی بنا ڈالا ہے چنانچہ ۱۔ قدامت مادہ وارواح ۲۔ تناسخ ۳۔ ویدوں کا کلام الٰہی ہونا، آریہ سماج اور احمدیت کے تین متفق علیہ مسائل ہیں.. میری نظروں سے اخبار فاروق قادیان کا پرچہ مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء گذرا جس کے صفحہ ۵ و ۶ پر ثنائی

مشن میں، اہل حدیث کا پنڈت، کے عنوان سے کسی مولوی عبدالرحمٰن مولوی فاضل کے نام سے پس پردہ کسی پردہ نشین نے میری باتوں کا جواب دینے کی بے سود کوشش فرمائی ہے۔ جواب کیا ہے، میری ہی تائید کی گئی ہے۔ بخوف طوالت میں مجیب کے جواب کا سارا اقتباس دینا مناسب نہیں سمجھتا صرف چند فقرے درج کئے جائیں گے میرے اس اعتراض پر کہ

مرزا صاحب نے ایک جعلی الہام بنایا کہ گویا خدا فرماتا ہے انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی ۔یعنی تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں کہ جیسا کہ اپنی توحید اور تفرید کو۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۲۴)؛

نیز نور الحق صفحہ ۴۲ جلد اول پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

سو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے آخر میں میرے مرتبہ کی نسبت خدا تعالی کی طرف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔

مولوی عبدالرحمٰن قادیانی جواب دیتے ہیں کہ :

حضور (مرزا) کا یہ (انت منّی بمنزلة توحیدی و تفریدی) اپنا کلام ہی نہیں بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے الہام ہے۔

دوئم۔ اس الہام میں بمنزلہ کا لفظ بتاتا ہے کہ سیدنا مسیح موعود (مرزا) اللہ تعالی کو پیارے ہیں جیسے اس کی توحید وتفرید اسے پیاری ہے۔

جواب الجواب اول: یہ کلام ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا تعالی کسی مخلوق کو اپنی توحید وتفرید میں شریک نہیں کرسکتا۔ لہذا یہ مشرکانہ قول خدا سے منسوب کرنا معاذ اللہ، مرزا صاحب کا خدا پر بہتان عظیم اور شرک در شرک ہے۔

دوئم۔ لفظ بمنزلہ کے معنی، قرب مرتبہ مانند درجہ وغیرہ ہیں نہ کہ پیارے، کے۔ اگر کسی لغت سے میرے مولوی فاضل دوست لفظ بمنزلہ کے معنی پیارا دکھلا دیں تو دس روپیہ انعام۔ مرزا نے بمنزلہ کے معنی قرب اور مرتبہ، اور جیسا، کئے ہیں جو کہ مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے نیز حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر اس جعلی الہام کا ترجمہ ومعنی یوں لکھے ہیں:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائیگا اور دنیا میں مشہور کیا جائیگا تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے، تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۴ : تو مجھ سے ایسا ہے جیسی میری توحید اور تفرید

پس بمنزلہ لفظ کے معنی مرزا صاحب بھی انتہائی قرب کو جس کو دنیا نہیں جان سکتی، قرب ،مرتبہ، جیسا، مانند وغیرہ کرتے ہیں نہ کہ پیارا۔ مرزا صاحب اس الہام کی تشریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر یوں کرتے ہیں کہ:

تو (مرزا) مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔

اب مرزا صاحب کی عرش کی تعریف یا معنی سنیئے ۔ چنانچہ آپ خزینۃ المعارف جلد اول مطبوعہ ۲ فروری ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۶۵ پر لکھتے ہیں:

اب اصل حقیقت سنو کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا ... یہ چاروں دیوتا (اندر، سوریہ، چاند، اور دھرتی) جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں خدا کی چار صفتوں کو جو اسکے جبروت اور عظمت کا اتم مظہر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے، اٹھا رہے ہیں۔

نیز خزینۃ المعارف صفحہ ۱۶۶۔۱۶۷ میں لکھا ہے کہ:

غرض یہ وید کے چار دیوتے یعنی آکاش سورج چاند دھرتی خدا کے عرش کو جو ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالک یوم الدین ہے، اٹھا رہے ہیں۔

یہی عبارت رسالہ نور الدین بار سوئم صفحہ ۹۶۔۹۷ پر بھی درج ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ اول عرش کو خدا کی عین ذات و صفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور بلندی مانتے تھے نہ کہ غیر ذات اور مخلوق گویا بالفاظ مرزا، خدا نے مرزا صاحب کو یہ الہام بھیجا کہ اے مرزا جی تو مجھ سے وہی انتہائی قرب اور مرتبہ رکھتا ہے جو میری توحید اور تفرید اور ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور میری بلندی کو حاصل ہے۔ کوئی مومن کبھی خواب میں بھی خیال کرسکتا ہے کہ خدا کسی کو اپنی توحید اور تفرید اور ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور بلندی میں شریک کرے؟ نعوذ باللہ۔ ہرگز نہیں کیونکہ یہ صریح شرک ہے اور مرزا کا خدائی دعوی ہے۔

میں نے یہ اعتراض بھی کیا تھا کہ مرزا صاحب نے مکاشفات صفحہ ۹ نیز آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ نیز کتاب البریہ صفحہ ۷۹ وغیرہ پر کھا ہے کہ

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں

مولوی عبدالرحمٰن قادیانی اسکا جواب یہ فرماتے ہیں کہ:

پنڈت صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک کشف ہے جو تعبیر طلب ہے۔

اور مرزا صاحب کا اقرار واعتراف شائع کرتے ہیں کہ:

ہماری (مرزا کی) مراد اس واقعہ سے حلولی یا وحدۃ الوجودی لوگوں والی نہیں۔

جواب الجواب۔ یوں تو مرزا صاحب کی ہر ایک پیش گوئی اور الہام بلکہ ان کی نبوت اور وہ خود بھی تعبیر طلب تھے سمجھنے والوں کے لئے اشارہ ہی کافی، لیکن کیا مولوی صاحب مرزا صاحب کی عبارت ذیل کی تشریح کریں گے؟

کیونکہ نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۱۱)

جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ خواب بھی خدا کا الہام اور وحی تھے کہ مرزا خود خدا تھے اور یقیناً وہی تھے۔

بجواب مرزا۔ یہ لوگوں والی وحدۃ الوجودی تو بے شک نہیں تھی لیکن خدا والی وحدۃ الوجودی بلا شبہ تھی کیونکہ ادھر مرزا صاحب کا ملہم خدا فرما چکا ہے کہ، تو، مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی۔، رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ اس واقعہ سے حلولی وحدۃ الوجودی مراد نہیں، سراسر غلط ہے کیونکہ اسی کشف مندرجہ مکاشفات صفحہ ۹ پر آگے چل کر لکھا ہے کہ:

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا۔ اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا تھا یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسرے شخص نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی۔ میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس

ڈالا۔سو نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا باقی رہی۔ میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخنِ پا تک اس کی طرف کھینچ گیا۔ پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس میں کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہ تھی (گو یا بغیر کسی فرق کے خالص خدا بن گیا)...الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھو گیا...خدا تعالی میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حکم اور شیرینی اور حرکت اور سکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں (جب کہ آپ خالص خدا بن گئے تھے) میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں۔سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا....آخر میں دیکھتا ہوں کہ میں اس (زمین) کے خلق پر قادر ہوں اور پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا اور کہا انّا زیّنا السّماء الدّ نیا بمصا بیح۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا ار دت ان استخلف فخلقت آدم خلفنا الا نسان فی احسن تقویم۔

کیا خدا تعالی کا مرزا صاحب کے وجود میں داخل ہو جانا اور مرزا صاحب کا بلا پوست ہمہ مغز اور بلا میل خالص تیل یعنی خدا بن جانے اور حلولی اور وحدۃ الوجودی میں کوئی عقل مند فرق کر سکتا ہے؟ ہر گز نہیں

نیز الوصیت طبع بار ہفتم صفحہ ۷ پر مرزا کا یہ لکھنا کہ: میں خدا کی مجسم قدرت ہوں،

نیز تجلیات الہیہ صفحہ ۱۳ پر یہ الہام شائع کرنا کہ خدا کہتا ہے کہ:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ (خدا) ہی ظاہر ہو گیا ہوں تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہے،

نیز یہ کہنا کہ انت منی بمنز لۃ بروزی۔تو مجھ سے بمنزلہ میرے بروز یا اوتار کے ہے۔ یعنی اے مرزا تو اب بروزی نبوت سے ترقی فرما کر بروزی خدا بن چکا ہے

نیز تریاق القلوب صفحہ ۶۱، نشان صفحہ ۴۷، حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴، براہین صفحہ ۵۲۲، البشری جلد اول صفحہ ۴۱ وغیرہ پر مرزا کا یہ کہنا کہ: قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔

نیز خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳ میں ہے: مجھ کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔

اس پر اخبار الفضل مجریہ ۳ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۷ کالم ۲ کی یہ تشریح کہ:

اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ظلی طور پر خدا تعالی کی یہ (فنا کرنے اور زندہ کرنے) صفات حضور (مرزا) میں ظاہر ہوئیں۔

صاف ثابت نہیں کرتیں کہ مرزا صاحب نے محدثیت، مجددیت، ظلی، بروزی، غیر تشریعی ،شرع والی کامل نبوت سے ترقی کرتے کرتے ظلی خدا، بروزی خدا، بلکہ عین خالص خدا اور معاذ اللہ خدا کا باپ ہونے کے مشرکانہ وملحدانہ دعاوی کیئے۔

نیز تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴ نیز اربعین نمبر ۳ میں لکھا کہ :

دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی زبان میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔

کیا اب بھی مرزا صاحب کے دعوی خدائیت میں کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ کیا کوئی خدا پرست مومن ایسے کلمات زبان پر لانا تو کیا خیال تک بھی کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں

درثمین اور توضیح مرام صفحہ ۲۳ کے اشعار مرزا صاحب نے حضرت احمد ﷺ کی شان میں اس قدر غلو کیا ہے کہ انہیں خالص خدا ہی بنا دیا ہے جیسا کہ

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمال اتحاد
پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
گرچہ منسوب کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دل احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

ترجمہ: احمد کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے؟ وہ اپنے آپ سے کچھ ایسے جدا ہوئے کہ درمیانی میم گر کر احمد سے احد (خدا) بن گئے۔ وہ اس طرح دلبر میں محو ہوئے کہ کمال اتحاد کی وجہ سے ان کا جسم سراسر خدا بن گیا خواہ کوئی مجھ پر کفر کا فتوی لگا دے لیکن مجھے احمد کے دل جیسا دوسرا کوئی عرش عظیم یعنی خدا کی صفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت وغیرہ نظر نہیں آتیں۔

اس کے جواب میں مولوی عبدالرحمٰن قادیانی فرماتے ہیں کہ :

اس میں تو آنحضرت ﷺ کی ذات کو خدا کی ذات سے ایک الگ وجود بتایا گیا ہے۔

ناظرین احمدی مولوی صاحب اس کے جواب اور تجاہل عارفانہ پر غور فرمائیں کیا

آنچناں ازخود جدا شد کز میاں افتاد میم   پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم ،

میں حضرت اقدس کو خدا سے الگ بتلایا گیا ہے یا درمیانی میم نکال کر خود احد (خدا) ہی بتایا گیا ہے۔ للہ انصاف فرمائیں۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب یاد رکھئے: نہ کلنک اوتار ہے، ہر چناں کہ بشوئی پلید تر گردد

مرزا صاحب کے مشرکانہ عقاید دکھلانے اور آریہ سماج اور احمدیت کو ہم مشرب ثابت کرنے کے لئے میں نے ا۔ قدامت مادہ وارواح، ۲۔ تناسخ، ۳ وید مقدس کا الہام یا ایشوری گیان ہونا، ان تینوں مسائل میں اتفاق مرزا صاحب کی مختلف اور متعدد تحریروں سے دکھایا تھا، میری توجہ اب اخبار فاروق مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء کے صرف ایک مضمون کی طرف کسی دوست نے دلائی ہے جس میں بظاہر جواب دینے کی کوشش اور درحقیقت میرے اعتراض کی تائید کی گئی ہے۔ بخوف طوالت میں مولوی عبدالرحمٰن مجیب کی عبارت کو درج کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میرے اعتراض کی ہی گونج ہے۔ ان کی عبارت نقل کرنے کی جائے میں دوبارہ مرزا قادیانی کے الہامی لیکچر کی ہی لیاقت اور اہمیت دکھلانا چاہتا ہوں جس کے متعلق مرزا صاحب متوفی اور جملہ احمدی بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ خدا نے اس لیکچر کے اعلیٰ ترین ہونے اور مقبول ترین ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ نیز اس لئے بھی کہ اس سے مرزا صاحب کا شرک بہتر طور پر ظاہر کیا جاسکتا ہے چنانچہ آپ، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر، صفحہ ۳۰ میں فرماتے ہیں کہ:

ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے دور گزر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آچکے ہیں چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اسلئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین وآسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ معطل اور بیکار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اسکو قبول نہیں کریگا

نیز الوصیۃ بار ہفتم صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں: صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوئی

مرزا صاحب کی اس مختصر سی عبارت پر کئی اعتراض کئے جاسکتے ہیں اور مرزا خدا کے منکر

ثابت کئے جاسکتے ہیں لیکن ہمیں مرزا کا شرک دکھلانا مقصود ہے اور بس ۔ کیونکہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ باقی سب گناہ بخشے جاسکتے ہیں لیکن شرک اور مشرک نہیں بخشے جاسکتے ۔ میں اپنے پس پردہ دوست کو فلاسفی کے چکر میں ڈالنا نہیں چاہتا مبادا کہیں دوران سر لاحق ہو جائے، اس لئے نہایت سادہ فلسفہ سمجھا دینا چاہتا ہوں ۔ اگر کوئی آریہ سماجی مخاطب ہوتا تو بحث کو طول دینے کا لطف بھی آتا، بے چارے احمدیوں کو فلسفہ کی کیا سمجھ؟ لے دے کے مرزا صاحب نے لیکھرام سے چند نکات سیکھے تھے مگر وہ بھی نامکمل طور پر ۔ اب سنیے ہمارا اعتراض اور بار بار دعوی ہے کہ مرزا صاحب، لیکھرام کی بحث سے عاجز آ کر آریہ سماجی عقاید مان چکے تھے اور مادہ وارواح کی ازلیت وابدیت یعنی قدامت کے قائل بن چکے تھے کیونکہ جب تک مادہ وارواح کو بھی قدیم نہ مانا جاوے تب تک مرزا صاحب کا یہ ایمان کہ، دنیا اپنے نوع کے اعتبار سے قدیم ہے، تا قیامت ثابت نہیں کیا جاسکتا ۔ ہمارا یہ دعوی اور اعتراض ہرگز ہرگز نہیں اٹھایا جاسکتا، اس لئے کہ،

۱۔ ازلی یا قدیم شیئے محدود بزمانہ ماضی نہیں ہوا کرتی، یعنی اس کا کوئی شروع نہیں ہوا کرتا

۲ حادث اشیاء ہمیشہ محدود بزمان ماضی ہوتی ہیں یعنی کسی نہ کسی وقت انکی اولین پیدائش ہوتی ہے۔

اس لئے اگر مادہ وارواح کو قدیم، ازلی نہ مانا جاوے اور حادث کہا جاوے تو اصول موضوعہ (۲) کی رو سے ان کی اولین پیدائش ماننی ہی پڑے گی خواہ کتنی بڑی مدت پہلے ہی کیوں نہ ہو مگر پیدائش اور پیدائش کا شروع وقت بھی ماننا ہی پڑے گا کہ جب تک مادہ وارواح پیدا نہیں کئے گئے تھے تب تک ازل زمانہ ماضی غیر منتہی سے خداتعالی کی صفت خالقیت اور قدرت معطل بلکہ ازلی طور پر معطل اور بے کار چلی آتی تھی جو مرزا صاحب عقل ودانش کیلئے قابل قبول نہیں تھی ۔ ہر ایک آستک اور موحد تسلیم کرتا ہے کہ خدا ازلی وابدی ہے اور ماسوا خدا ہر ایک شیئے مخلوق اسی لئے حادث اور فانی ہے کلّ من علیھا فان و یبقی وجہ ربّک ذو الجلال والاکرام

پس جب تک مادہ وارواح کو ازلی، قدیم نہ مانا جاوے تب تک دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ثابت نہیں کی جاسکتی ۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس عقیدہ میں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے دونوں حضرات غلطی پر تھے آریہ سماجی بھائی بھی دھیان دے کر سنیں ۔ یاد رہے کہ آریہ سماج مادہ وارواح کو قدیم مانتی ہے کہ دونوں کے اختلاط کو جسے دنیا کہتے ہیں اس لئے آریہ سماج دنیا کو تو اس کے شخص کے لحاظ سے حادث مانتی ہے اور نوع (پرواہ روپ) سے قدیم ۔ فلسفہ بتلاتا ہے کہ جو بھی دو یا زیادہ اشیاء علیحدہ علیحدہ پڑی ہوں انکے ملاپ اور میلان کا بھی کوئی نہ کوئی وقت آغاز

ضرور ہوتا ہے۔ پس مادہ وارواح کو ازلی مان لینے سے بھی یہ تسلیم کرنا ہی پڑیگا کہ ان دونوں کے اولین ملاپ سے قبل ازلی طور پر خدا معطل اور بے کار تھا اور دنیا نوع کے لحاظ سے بھی قدیم نہیں تھی۔

اگر تھوڑی دیر کیلئے بفرض محال مان بھی لیا جاوے کہ مادہ وارواح بھی ازلی ہیں، یعنی ازل، بلا آغاز زمانہ ماضی سے تینوں ساتھ ساتھ چلے آرہے ہیں، کسی خاص وقت سے مادہ کے اجزاء اور ارواح کو ملا کر خدا نے دنیا بنائی تو جب بھی پہلی مرتبہ خدا نے مادہ وارواح کو ملایا اس سے قبل گو مادہ وارواح بھی موجود ہوں لیکن کائنات نہ تھی۔ لہذا دنیا نوع کے اعتبار سے بھی قدیم نہ ہوئی اور خدا کی قدرت یعنی صفت خالقیت بھی ازلی طور پر معطل اور بے کار تھی کیونکہ خدا ازل سے ہے اور کائنات ازلی نہیں بلکہ حادث اور محدود بالزمان ہے۔ اسلئے آریہ اور احمدیت کا یہ متفق علیہ عقیدہ کہ دنیا اپنے نوع کے اعتبار (پرواہ روپ) سے قدیم ہے اور دنیا کو نوع کے اعتبار سے قدیم ماننے بغیر خدا پر ازلی طور سے بیکار اور اس کی صفات کے معطل چلے آنے کا الزام ہوتا ہے، سراسر بے سمجھی ہے

مولوی عبدالرحمٰن صاحب! ایسے دقیق فلسفیانہ مسائل کو سمجھنا آپکے بس کی بات نہیں۔ میں نے اسی واسطے تو لکھا تھا اور پھر لکھتا ہوں کہ قادیانی احمدیوں میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں پڑتا جو میرے اعتراض کو سمجھ سکے، جواب دینا تو دور رہا۔ بہتر ہو کہ آپ اپنے آریہ سماجی استادوں کو، جنہوں نے آپ لوگوں کو یہ مشرکانہ عقاید پڑھائے ہوئے ہیں، سامنے لاویں۔ مگر آریہ سماج نے تو کبھی کی پیٹھ دکھائی ہوئی ہے۔ یہ آپ کا پہلا ہی سابقہ ہے۔ میں اپنے پس پردہ دوست کی خدمت میں مرزا صاحب کے وہ شعر پیش کرتا ہوں کہ جو محمدی بیگم کی فرقت میں آپ نے لکھے تھے:

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی سمجھ ایسی کہاں تم کو خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

(اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۶۔۷؛ یکم اپریل ۱۹۳۸ء ص ۵۔۷؛ ۸۔اپریل ۱۹۳۸ء ص ۷۔۸)



وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد و آله و صحبه اجمعین

کتابیات

صحیح البخاری۔امام محمد بن اسماعیل بخاری

صحیح مسلم۔امام ابی الحسین مسلم بن الحجاج القشیری

سنن ابی داؤد۔سلیمان بن الاشعث سجستانی

مشکوۃ المصابیح۔ولی الدین بن عبداللہ الخطیب العمری

تکذیب براہین احمدیہ۔پنڈت لیکھ رام

تحقیقات دستگیریہ۔ غلام دستگیر قصوری

فتح رحمانی۔غلام دستگیر قصوری

افادۃ الافہام۔محمد انوار اللہ خان حیدر آبادی

رئیس قادیان۔ابوالقاسم رفیق دلاوری

شمس الہدایت۔پیر مہر علی شاہ گولڑوی

ہدایۃ المعتدی۔عبدالعزیز رحیم آبادی

شہادۃ القرآن۔محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

قادیانی کتب:

براہین احمدیہ، فتح اسلام، غایۃ المرام،

ازالہ اوہام، حجۃ اللہ۔سراج منیر،

انوار الحق، برکات الدعاء،

آئینہ کمالات اسلام، ایام الصلح۔

دافع الوساوس۔دافع البلاء،

شہادۃ القرآن، انجام آتھم،

انوار الاسلام، دافع البلاء،

الہدی وتبصرۃ لمن یری، کشتی نوح،

استفتاء۔کرامات الصادقین۔

کتاب البریہ۔نزول المسیح

خطبہ الہامیہ۔ اعجاز احمدی
فریاد درد، جنگ مقدس
شحنہ حق۔ اربعین، رسالہ الوصیت،
اسلامی اصول کی فلاسفی
تجلیات الہیہ، درثمین
تحفہ گولڑویہ، مکتوبات احمدیہ
مجموعہ اشتہارات قادیانی
سیرۃ المہدی۔ مرزا بشیر احمد قادیانی
ذکر حبیب مفتی محمد صادق قادیانی
اخبارات ورسائل
ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر
البدر قادیان
الحکم قادیان
ریویو آف ریلی جنز قادیان